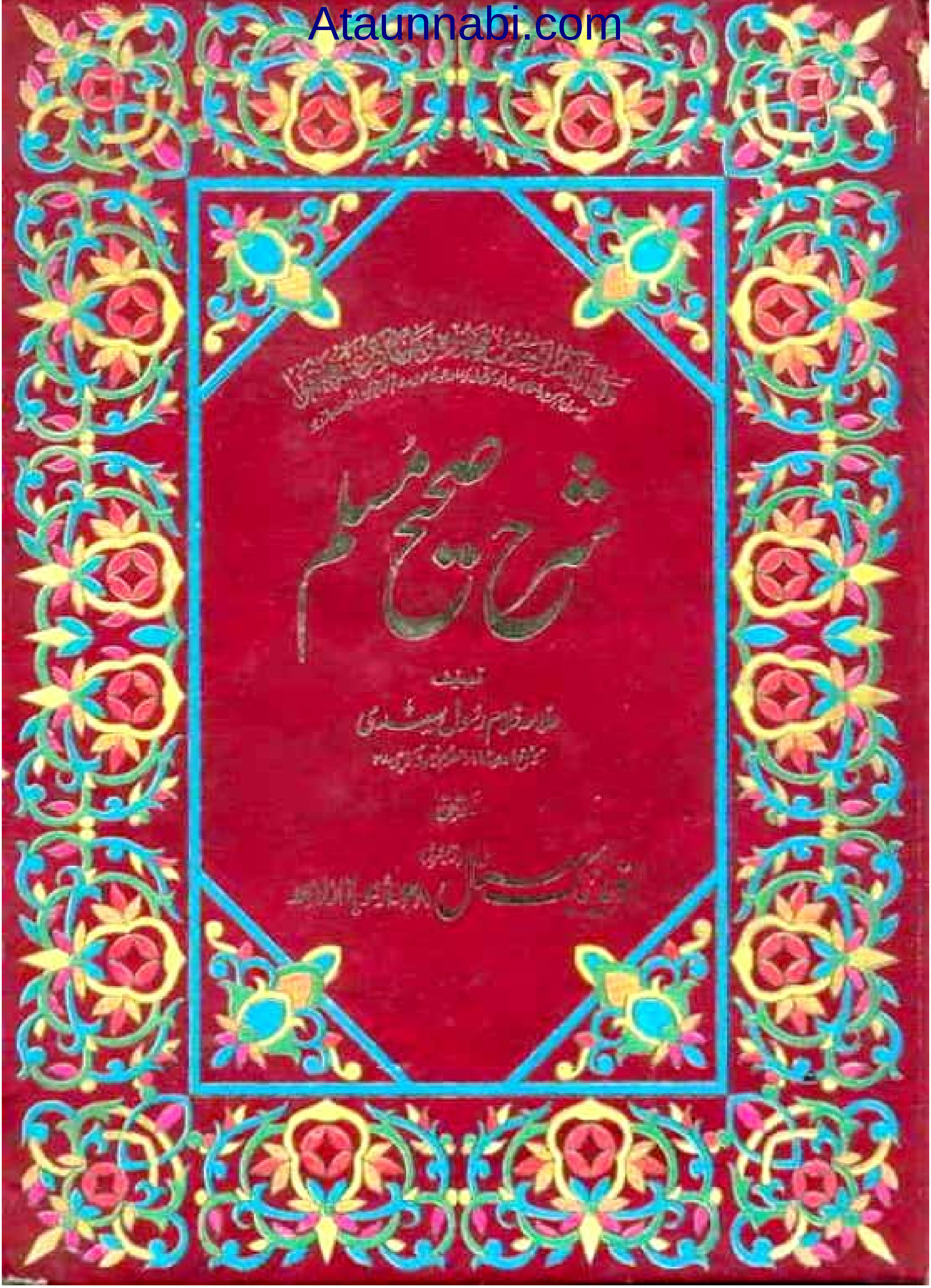

[illegible]

شرح صحیح مسلم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تم کو جو احکام دیں اُن کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو۔

شرح صحیح مسلم

[illegible]

جلد اوّل

مقدمہ، کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب الحیض، کتاب الصلوٰۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

الطبع التاسع : صفر ۱۴۲۳ھ / مئی ۲۰۰۲ء
الطبع العاشر : صفر ۱۴۲۴ھ / اپریل ۲۰۰۳ء
تصحیح : مولینا حافظ محمد ابراہیم فیضی
مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

انتساب

بہ حضور سرورِ کائنات عَلَیہِ اَفضَلُ الصَّلوٰتِ واَکمَلُ التَّحِیّات

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَہٗ

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنِیْ اِجْتِنَابَہٗ

اے اللہ! مجھ پر حق کی حقانیت واضح کر، اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما،

اے اللہ! مجھ پر باطل کا بطلان واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما!

(آمین)

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد اوّل

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	تقدیم	۳۷
۲	متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق۔	۳۷
۳	مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان۔	۳۹
۴	کتاب وسنت واجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں۔	۴۰
۵	شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث۔	۴۰
۶	امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق۔	۴۱
۷	شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل۔	۴۶
۸	شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دارالعلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان۔	۴۷
۹	تبیان القرآن” لکھنے کا عزم۔	۴۸
۱۰	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	۴۹
۱۱	ولادت اور سلسلۂ نسب۔	۴۹
۱۲	تحصیل علم حدیث۔	۴۹
۱۳	شخصیت۔	۴۹
۱۴	اساتذہ اور مشائخ۔	۴۹
۱۵	تلامذہ۔	۵۰
۱۶	کلمات الثنا۔	۵۰
۱۷	علمی شکوہ۔	۵۰
۱۸	امام بخاری سے تعلق خاطر۔	۵۱
۱۹	تصانیف۔	۵۱
۲۰	وصال۔	۵۱
۲۱	حسن عاقبت	۵۱
۲۲	شارح صحیح مسلم	۵۲
۲۳	صحیح مسلم	۵۵
۲۴	سبب تالیف اور مدت	۵۵
۲۵	تسمیہ۔	۵۶
۲۶	اسلوب۔	۵۶
۲۷	شرائط۔	۵۷
۲۸	تعلیقات	۵۸
۲۹	عدد مرویات	۵۹
۳۰	مستخرجات	۵۹
۳۱	شروحات صحیح مسلم	۶۰
۳۲	شرح صحیح مسلم، از قاری عبدالمجید برشل۔	۶۳
۳۳	شرح صحیح مسلم، از مفتی گل رحمان برمنگھم	۶۸
۳۴	مقدمہ از شارح صحیح مسلم	۷۱
۳۵	ضرورت حدیث۔	۷۱
۳۶	حجیت حدیث	۷۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۷	تدوینِ حدیث۔	۷۴
۳۸	صحیح بخاری کی احادیث کا بیان۔	۷۸
۳۹	صحیح مسلم کی احادیث، اور صحیح بخاری، اور صحیح مسلم میں تقابل کا بیان۔	۷۸
۴۰	صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث صحیحہ کا بیان۔	۸۰
۴۱	جامع ترمذی کی احادیث کی فنی حیثیت کا بیان	۸۱
۴۲	سنن ابی داؤد کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۳
۴۳	سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۴
۴۴	سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۷
۴۵	موطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۷
۴۶	کتب خمسہ کے ساتھ غیر الحاقی کتب احادیث کا بیان۔	۸۷
۴۷	سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۷
۴۸	مسند احمد کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۸
۴۹	مسند بزار کی فنی حیثیت کا بیان۔	۹۰
۵۰	مستدرک حاکم کی فنی حیثیت کا بیان۔	۹۰
۵۱	حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان۔	۹۲
۵۲	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان۔	۹۳
۵۳	اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان۔	۹۴
۵۴	متاخرین کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرنے کی تحقیق۔	۹۴
۵۵	چند ضروری اصطلاحات کا بیان۔	۹۶
۵۶	کتب احادیث کے اسماء۔	۹۷
۵۷	تعداد احادیث کا بیان۔	۹۸
۵۸	علم الحدیث روایۃً اور علم الحدیث درایۃً کی تعریفات۔	۱۰۰
۵۹	حدیث، متن اور سند کا معنی۔	۱۰۲
۶۰	محدث اور حافظ کی تعریف۔	۱۰۲
۶۱	تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم	۱۰۲
۶۲	خبر متواتر کی تعریف اور شرائط۔	۱۰۲
۶۳	خبر متواتر کا حکم۔	۱۰۳
۶۴	خبر متواتر کی اقسام	۱۰۳
۶۵	خبر الآحاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام۔	۱۰۴
۶۶	حدیث مشہور کی تعریف۔	۱۰۴
۶۷	حدیث عزیز کی تعریف۔	۱۰۵
۶۸	حدیث غریب کی تعریف اور اس کی اقسام۔	۱۰۵
۶۹	قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم۔	۱۰۶
۷۰	حدیث مقبول کا بیان۔	۱۰۶
۷۱	حدیث صحیح کی تعریف۔	۱۰۶
۷۲	حدیث صحیح کے مراتب۔	۱۰۷
۷۳	حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف۔	۱۰۷
۷۴	حدیث حسن لذاتہ کی تعریف۔	۱۰۸
۷۵	حدیث حسن لغیرہ کی تعریف۔	۱۱۰
۷۶	حدیث مردود کا بیان۔	۱۱۲
۷۷	حدیث ضعیف کی تعریف۔	۱۲۲
۷۸	سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام۔	۱۱۳
۷۹	حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۱۳
۸۰	حدیث مرسل کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۱۵
۸۱	حدیث مرسل کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ	۱۱۵
۸۲	حدیث مرسل کی فنی حیثیت	۱۱۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۳	حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۱۸
۸۴	حدیث مرسل کی حجیت پر قرآن مجید سے استدلال۔	۱۱۸
۸۵	حدیث مرسل کی حجیت پر احادیث سے استدلال۔	۱۱۹
۸۶	حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلائل۔	۱۲۰
۸۷	حدیث معضل کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۳
۸۸	حدیث معضل اور حدیث معلق کے مابین عموم خصوص من وجہ کی نسبت کا بیان۔	۱۲۴
۸۹	حدیث منقطع کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۴
۹۰	حدیث مدلّس کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۵
۹۱	حدیث مرسل خفی کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۶
۹۲	حدیث معنعن اور مؤنّن۔	۱۲۸
۹۳	راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان۔	۱۲۹
۹۴	حدیث موضوع کی تحقیق۔	۱۲۹
۹۵	حدیث موضوع کے تحقق پر دلائل۔	۱۲۹
۹۶	حدیث موضوع کی معرفت کے قرائن اور اس کا حکم۔	۱۲۹
۹۷	وضاعین اور ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کا بیان۔	۱۳۰
۹۸	حدیث موضوع کی معرفت کے قواعد وضوابط۔	۱۳۲
۹۹	حدیث متروک کا بیان۔	۱۳۸
۱۰۰	حدیث منکر کا بیان۔	۱۳۹
۱۰۱	منکر کی مقابل "معروف" کا بیان۔	۱۴۱
۱۰۲	شاذ اور محفوظ کا بیان۔	۱۴۲
۱۰۳	حدیث معلّل کا بیان۔	۱۴۳
۱۰۴	حدیث مدرج کا بیان۔	۱۴۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۰۵	حدیث مقلوب کا بیان۔	۱۴۸
۱۰۶	حدیث المزید فی متصل الاسانید کا بیان۔	۱۴۹
۱۰۷	حدیث مضطرب کا بیان۔	۱۵۰
۱۰۸	حدیث مصحّف کا بیان۔	۱۵۱
۱۰۹	مجہول راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۵۲
۱۱۰	مبہم راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۵۳
۱۱۱	بدعتی راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۵۴
۱۱۲	بدعت مکفرہ کا بیان۔	۱۵۵
۱۱۳	روافض کی روایت کا بیان۔	۱۵۵
۱۱۴	فسق سے تائب کی روایت کا بیان۔	۱۵۶
۱۱۵	روایت اور شہادت کا فرق۔	۱۵۶
۱۱۶	حدیث پر اجرت لینے والے کی روایت کا بیان۔	۱۵۷
۱۱۷	بدحافظہ کی روایت کا بیان۔	۱۵۷
۱۱۸	جرح اور تعدیل کے الفاظ کا بیان۔	۱۵۸
۱۱۹	حدیث ضعیف کے مراتب۔	۱۵۸
۱۲۰	حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق۔	۱۵۹
۱۲۱	تعدد اسانید سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۱
۱۲۲	حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ۔	۱۶۳
۱۲۳	مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۴
۱۲۴	اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۵
۱۲۵	کشف اور تجربہ سے حدیث ضعیف کی تقویت۔	۱۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۶	اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۶
۱۲۷	امت کی تلقی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۷
۱۲۸	جب کسی مسئلہ پر صرف حدیث ضعیف میسر ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق۔	۱۶۹
۱۲۹	حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان۔	۱۷۲
۱۳۰	امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیفہ پر مبنی ہونے کی تحقیق۔	۱۷۲
۱۳۱	روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط	۱۷۳
۱۳۲	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط۔	۱۷۴
۱۳۳	انتہاء اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام	۱۷۴
۱۳۴	حدیث مرفوع قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور حکماً کا بیان۔	۱۷۵
۱۳۵	صحابی کی تعریف کی تحقیق۔	۱۷۶
۱۳۶	جو مسلمان آپ سے ملاقات کے بعد مرتد ہو گیا پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ۔	۱۷۸
۱۳۷	صحابی کی معرفت کے ذرائع۔	۱۷۹
۱۳۸	تمام صحابہ کے عادل ہونے کا بیان۔	۱۸۰
۱۳۹	کثیر الروایت صحابہ کا بیان۔	۱۸۰
۱۴۰	فقہاء صحابہ کا بیان۔	۱۸۰
۱۴۱	احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد	۱۸۱
۱۴۲	طبقات صحابہ کا بیان۔	۱۸۲
۱۴۳	تابعین کا بیان۔	۱۸۲
۱۴۴	مخضرمین کا بیان۔	۱۸۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۵	اکابر اور افاضل تابعین کا بیان۔	۱۸۳
۱۴۶	حدیث مسند کی تعریف۔	۱۸۳
۱۴۷	حدیث متصل کی تعریف۔	۱۸۴
۱۴۸	مختلف الحدیث کا بیان۔	۱۸۵
۱۴۹	حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان۔	۱۸۶
۱۵۰	اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان۔	۱۸۹
۱۵۱	زیادات ثقات کا بیان۔	۱۹۰
۱۵۲	تحمل حدیث کے طرق۔	۱۹۲
۱۵۳	سماع	۱۹۲
۱۵۴	قرأت۔	۱۹۲
۱۵۵	اجازۃ	۱۹۲
۱۵۶	مناولہ	۱۹۳
۱۵۷	مکاتبہ	۱۹۴
۱۵۸	اعلام۔	۱۹۴
۱۵۹	وصیت	۱۹۴
۱۶۰	وجادۃ	۱۹۴
۱۶۱	اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان۔	۱۹۵
۱۶۲	حدیث مسلسل کا بیان۔	۱۹۷
۱۶۳	روایت بالمعنی کی تحقیق۔	۱۹۸
۱۶۴	اختصار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء	۲۰۰
۱۶۵	حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ۔	۲۰۱
۱۶۶	حرف آخر۔	۲۰۱
۱۶۷	مقدمہ صحیح مسلم	۲۰۳
	باب: ۱	
۱۶۸	حدیث گھڑنے کی ممانعت۔	۲۱۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب:۲	
۱۶۹	بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت۔	۲۱۲
	باب:۳	
۱۷۰	ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی ممانعت۔	۲۱۳
	باب:۴	
۱۷۱	اسنادِ حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت	۲۱۷
	باب:۵	
۱۷۲	حدیث معنعن کی حجیت پر دلائل۔	۲۳۵
	کتاب الایمان	۲۴۴
۱۷۳	ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق۔	۲۴۶
۱۷۴	ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق	۲۴۸
۱۷۵	نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان۔	۲۵۰
۱۷۶	مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے۔	۲۵۱
۱۷۷	ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۲
۱۷۸	ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۳
۱۷۹	ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۳
۱۸۰	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۴
۱۸۱	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد۔	۲۵۵
۱۸۲	ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات۔	۲۵۶
۱۸۳	ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات۔	۲۵۷
۱۸۴	ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات۔	۲۶۱
۱۸۵	ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات	۲۶۳
۱۸۶	ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ	۲۶۴
۱۸۷	آیا اسلام اور ایمان متغائر ہیں یا متحد؟	۲۶۵
۱۸۸	مومن اور مسلمان کی تعریف۔	۲۶۹
	ایمان کا بیان	۲۷۱
۱۸۹	تمام علماء اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا جواز۔	۲۷۷
۱۹۰	اللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام لکھنے کے آداب۔	۲۷۸
۱۹۱	قضاء وقدر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۲۸۰
۱۹۲	قضاء وقدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق۔	۲۸۱
۱۹۳	تقدیر کی تعریف۔	۲۸۳
۱۹۴	معتزلہ اور جبریہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان۔	۲۸۴
۱۹۵	تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات۔	۲۸۵
۱۹۶	تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۲۸۷
۱۹۷	انسان کے لیے آزادی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان۔	۲۸۹
۱۹۸	انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	
۱۹۹	انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ	۲۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	میں مختار ہونا۔	۲۹۰
۲۰۰	بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے۔	۲۹۰
۲۰۱	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث۔	۲۹۱
۲۰۲	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء۔	۲۹۳
۲۰۳	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کی آراء۔	۲۹۵
۲۰۴	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء	۲۹۷
۲۰۵	کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق۔	۲۹۸
۲۰۶	کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۲۹۹
۲۰۷	کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۳۰۰
۲۰۸	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۳۰۳
۲۰۹	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔	۳۰۳
۲۱۰	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ۔	۳۰۷
۲۱۱	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ۔	۳۰۸
۲۱۲	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	رحمی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ۔	۳۰۸
۲۱۳	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ	۳۰۹
۲۱۴	ندائے یا محمد کا جواز اور بحث و نظر۔	۳۱۰
۲۱۵	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا۔	۳۱۴
۲۱۶	انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ندائے یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا	۳۲۰
۲۱۷	ارکان اسلام میں جہاد کو ذکر نہ کرنے کی وجہ۔	۳۲۲
۲۱۸	مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق۔	۳۲۲
۲۱۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علمائے اسلام کی تصریحات۔	۳۲۴
۲۲۰	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب۔	۳۲۸
۲۲۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرمانے اور سن کو بیان نہ فرمانے کا سبب۔	۳۲۹
	باب: ۱	
۲۲۲	نمازوں کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔	۳۳۱
۲۲۳	نفلی عبادات کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۳۳۲
۲۲۴	فرائض میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجیہ	۳۳۳
۲۲۵	غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم۔	۳۳۳
۲۲۶	تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۳۳۴
۲۲۷	وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل۔	۳۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۸	رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔	۳۳۵
	باب ۲:	
۲۲۹	ارکان اسلام سے متعلق سوال۔	۳۳۵
۲۳۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے کی وجوہات۔	۳۳۷
۲۳۱	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق۔	۳۳۸
۲۳۲	روزہ کے لغوی اور شرعی معنی۔	۳۳۹
۲۳۳	روزہ کے مفطرات اور مفسدات کا بیان۔	۳۴۰
۲۳۴	انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ سے استدلال۔	۳۴۲
۲۳۵	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال۔	۳۴۴
۲۳۶	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہی جزئیات سے استدلال۔	۳۴۸
۲۳۷	انسانی بدن کی تشریح کے متعلق قدیم فقہاء کی بعض آراء کا غلط ہونا۔	۳۵۲
۲۳۸	انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ	۳۵۴
۲۳۹	آیا روزہ دار مریض انجیکشن لگوائے یا نہیں۔	۳۵۶
۲۴۰	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا ثمرہ اختلاف اور برسبیل تنزل استدلال۔	۳۵۸
۲۴۱	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر۔	۳۵۸
	باب ۳:	۳۵۹
۲۴۲	ایمان کے جس درجہ کی وجہ سے جنت کے دخول کا استحقاق ہے اور جس نے احکام پر عمل کیا	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔	۳۵۹
۲۴۳	ترفیع کا معنی اور شرک کی تعریف۔	۳۶۲
	باب ۴:	
۲۴۴	اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان۔	۳۶۲
۲۴۵	الفاظ حدیث میں رد و بدل کرنے کی ممانعت	۳۶۴
	باب ۵:	
۲۴۶	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، احکام شریعت پر عمل کرنے، ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا حکم۔	۳۶۴ ۳۶۴
۲۴۷	حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق	۳۶۹
۲۴۸	ایک اشکال کا جواب۔	۳۷۰
۲۴۹	چار قسموں کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی وضاحت۔	۳۷۰
۲۵۰	نبیذ کا معنی۔	۳۷۰
	باب ۶:	
۲۵۱	توحید و رسالت کی گواہی اور احکام شرعیہ کی گواہی دینا۔	۳۷۱
۲۵۲	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۳۷۲
۲۵۳	آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟	۳۷۳
	باب ۷:	
۲۵۴	جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں ان سے قتال کرنے کا حکم۔	۳۷۵
۲۵۵	حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان۔	۳۷۸
۲۵۶	مانعین زکوٰۃ کا شبہ۔	۳۷۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۵۷	مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب۔	۳۷۹
۲۵۸	قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام	۳۸۰
۲۵۹	ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔	۳۸۱
۲۶۰	حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث۔	۳۸۲
۲۶۱	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل۔	۳۸۳
	باب: ۸	
۲۶۲	موت کے وقت غرغرہ موت سے پہلے ایمان لانے کی صحت' مشرکین کے لیے استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر دلیل کہ شرک پر مرنے والا جہنمی ہے۔	۳۸۴
۲۶۳	غرغرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث۔	۳۸۶
۲۶۴	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات۔	۳۸۷
۲۶۵	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث	۳۹۳
۲۶۶	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔	۳۹۷
	باب: ۹	
۲۶۷	جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں قطعی طور پر داخل ہوگا۔	۳۹۸
۲۶۸	آیا مرتکب کبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں؟	۴۰۷
۲۶۹	کلمہ گو کے لیے جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر	
	اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل	۴۰۸
۲۷۰	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان۔	۴۱۰
۲۷۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟	۴۱۰
۲۷۲	حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل۔	۴۱۱
	باب: ۱۰	
۲۷۳	جو شخص اللہ تعالےٰ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو، وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔	۴۱۳
	باب: ۱۱	
۲۷۴	ایمان کی شاخوں کی تعداد، ایمان کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔	۴۱۳
۲۷۵	ایمان کی شاخوں کے تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان۔	۴۱۵
۲۷۶	ایمان کی شاخوں کی تفسیر اور تعیین۔	۴۱۶
۲۷۷	حیا کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۴۱۷
۲۷۸	حیا کا شرعی معنی۔	۴۱۸
	باب: ۱۲	
۲۷۹	اسلام کے جامع اوصاف۔	۴۱۹
۲۸۰	استقامت کا بیان	۴۲۰
	باب: ۱۳	
۲۸۱	احکام اسلام میں سے بعض کی بعض پر فضیلت	۴۲۲
۲۸۲	افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	تعارض کا بیان۔	۴۲۳
	باب ۱۴:	
۲۸۳	ان خصائص کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔	۴۲۳
۲۸۴	حلاوت ایمان کا معنی۔	۴۲۴
۲۸۵	اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ۔	۴۲۴
	باب ۱۵:	
۲۸۶	اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب۔	۴۲۵
۲۸۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب۔	۴۲۶
۲۸۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ۔	۴۲۶
۲۸۹	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات۔	۴۲۶
۲۹۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر۔	۴۳۱
۲۹۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات	۴۳۳
۲۹۲	اطاعت رسول۔	۴۳۳
۲۹۳	اتباع رسول کی حلاوت۔	۴۳۵
۲۹۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا۔	۴۳۸
۲۹۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا۔	۴۴۰
۲۹۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا۔	۴۴۱
۲۹۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۴۴۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۹۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا۔	۴۴۲
۲۹۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔	۴۴۳
۳۰۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا۔	۴۴۴
۳۰۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا۔	۴۴۵
۳۰۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا۔	۴۴۸
۳۰۳	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعداء سے عداوت رکھنا۔	۴۴۹
۳۰۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت ہیں حرف آخر۔	۴۵۱
	باب ۱۶:	
۳۰۵	ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔	۴۵۲
۳۰۶	جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ ہو اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔	۴۵۳
	باب ۱۷:	
۳۰۷	پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت۔	۴۵۴
۳۰۸	پڑوسی کے حقوق کا بیان۔	۴۵۴
	باب ۱۸:	
۳۰۹	پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور نیکی کی بات کے سوا خاموش رہنا علامات ایمان سے ہے۔	۴۵۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۱۰	افضلیت سکوت کے مواقع ۔	۴۵۰
۳۱۱	مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب ۔	۴۵۰
	باب : ۱۹	
۳۱۲	برائی سے روکنا ایمان کی علامت ہے اور ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے ۔	۴۵۸
۳۱۳	خطبہ کو نماز عید پر مقدم کرنے کا پس منظر اور پیش منظر ۔	۴۵۹
۳۱۴	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق ۔	۴۶۰
۳۱۵	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات ۔	۴۶۱
۳۱۶	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث	۴۶۱
۳۱۷	کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے ۔	۴۶۲
۳۱۸	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے ۔	۴۶۳
۳۱۹	ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان ۔	۴۶۴
۳۲۰	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے ۔	۴۶۵
۳۲۱	امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے ۔	۴۶۵
۳۲۲	تلوث کا معنی ۔	۴۶۵
	باب : ۲۰	
۳۲۳	اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر فضیلت اور اہل یمن کی ایمان میں ترجیح ۔	۴۶۶
۳۲۴	یمن کی طرف ایمان کے نسبت کرنے کی توجیہ ۔	۴۶۹
۳۲۵	اونٹ پالنے والوں میں سنگدلی کی وجہ ۔	۴۶۹
۳۲۶	شیطان کے دو سینگوں سے کیا مراد ہے ؟	۴۷۰
۳۲۷	فقہ اور حکمت کی تعریفات	۴۷۰
	باب : ۲۱	
۳۲۸	جنت میں صرف مومنین داخل ہوں گے ، مومنین سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور زیادہ سلام کرنا محبت کا سبب ہے ۔	۴۷۰
۳۲۹	مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت کا بیان ۔	۴۷۱
	باب : ۲۲	
۳۳۰	دین خیر خواہی ہے ۔	۴۷۲
۳۳۱	اللہ تعالیٰ ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل ۔	۴۷۳
	باب : ۲۳	
۳۳۲	گناہوں سے ایمان کامل میں کمی اور گناہ کے ارتکاب کے وقت ایمان کامل کا منتفی ہونا	۴۷۳
۳۳۳	حدیث الباب کی تشریح ۔	۴۷۶
	باب : ۲۴	
۳۳۴	منافق کی صفات کا بیان ۔	۴۷۶
۳۳۵	تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ ۔	۴۷۷
۳۳۶	ان تین خصلتوں کا منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ ۔	۴۷۸
	باب : ۲۵	
۳۳۷	مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم ۔	۴۸۰
۳۳۸	مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی توجیہات	۴۸۱
۳۳۹	مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ	۴۸۲
۳۴۰	غیر کے مال پر دعویٰ کرنے کا حکم ۔	۴۸۵
	باب : ۲۶	
۳۴۱	جو شخص علم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	انکار کرے اس کے ایمان کا بیان۔	۴۸۵
۳۴۲	استلحاق زیاد کا بیان	۴۸۶
	باب: ۲۷	
۳۴۳	اس کا بیان کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔	۴۸۷
۳۴۴	فسق کا بیان۔	۴۸۸
۳۴۵	مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ۔	۴۸۸
	باب: ۲۸	
۳۴۶	اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا۔	۴۸۹
۳۴۷	ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی توجیہات۔	۴۸۹
	باب: ۲۹	
۳۴۸	نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق۔	۴۹۰
۳۴۹	تعزیہ اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد۔	۴۹۰
۳۵۰	مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال	۴۹۶
۳۵۱	مروجہ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال۔	۴۹۸
۳۵۲	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال۔	۵۰۰
۳۵۳	مروجہ ماتم کی حرمت پر نہج البلاغۃ سے استدلال۔	۵۰۲
۳۵۴	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال۔	۵۰۳
۳۵۵	مروجہ ماتم کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال۔	۵۰۵
۳۵۶	نوحے کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	جوابات۔	۵۱۰
۳۵۷	چہرہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب۔	۵۱۳
۳۵۸	زانو پیٹنے کے جواز پر علمائے شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب۔	۵۱۵
۳۵۹	سینہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا مؤطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب۔	۵۱۶
۳۶۰	زانو، رخسار اور سینہ پیٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تاریخ سے استدلال اور اس کا جواب۔	۵۱۷
۳۶۱	ماتم حسین کے استثناء کا جواب۔	۵۲۰
۳۶۲	ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔	۵۲۱
	باب: ۳۰	
۳۶۳	بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق۔	۵۲۲
۳۶۴	جن احادیث سے بدمذہب استدلال کرتے ہیں ان کو چھپانے کی بجائے ان کا جواب دینا چاہیے۔	۵۲۳
	باب: ۳۱	
۳۶۵	جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب سے بارش ہوتی ہے اس کے کفر کا بیان۔	۵۲۴
۳۶۶	ستاروں کے مؤثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال۔	۵۲۵
۳۶۷	کواکب سیارگان اور بروج کا بیان۔	۵۲۶
۳۶۸	ستارہ پرستوں کا نظریہ۔	۵۲۷
۳۶۹	اسباب کی تاثیر کا بیان۔	۵۲۷
	باب: ۳۲	
۳۷۰	انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان	

	مضمون	صفحہ نمبر
٣٧١	کی، اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔	٥٢٨
٣٧٢	حدیث الباب کی تشریح۔	٥٢٩
	باب: ٣٣	
٣٧٣	عبادات کی کمی سے ایمان کا کم ہونا، اور کفر کا کفران نعمت پر اطلاق۔	٥٣٠
٣٧٤	مومن کو لعنت کرنے کا حکم۔	٥٣١
٣٧٥	عورت کی نصف شہادت کی تحقیق۔	٥٣١
٣٧٦	وہ امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔	٥٣٤
٣٧٧	عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں۔	٥٣٦
٣٧٨	حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل۔	٥٣٧
	باب: ٣٤	
٣٧٩	نماز ترک کرنے پر کفر کا اطلاق۔	٥٣٧
٣٨٠	تارک نماز کو کافر قرار دینے یا قتل کرنے میں مذاہب فقہاء۔	٥٣٨
	باب: ٣٥	
٣٨١	اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہے۔	٥٤٠
٣٨٢	افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات۔	٥٤٣
	باب: ٣٦	
٣٨٣	سب سے بڑا گناہ، شرک ہے اور اس کے بعد بڑے گناہوں کا بیان۔	٥٤٣
	باب: ٣٧	
٣٨٤	معصیت کبیرہ اور اکبر الکبائر کا بیان۔	٥٤٤
٣٨٥	سات کبائر کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ۔	٥٤٦
٣٨٦	کبیرہ اور صغیرہ میں فرق۔	٥٤٦

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
٣٨٧	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریفیں۔	٥٤٧
٣٨٨	اصرار معصیت اور تکرار معصیت۔	٥٤٨
٣٨٩	شرک کی تعریف۔	٥٤٨
٣٩٠	سحر کی تعریف۔	٥٤٨
	باب: ٣٨	
٣٩١	تکبر کے حرام ہونے کا بیان۔	٥٤٩
٣٩٢	اللہ تعالیٰ پر جمیل کا اطلاق کرنے کی بحث	٥٤٩
٣٩٣	اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بحث جن کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے۔	٥٥٠
٣٩٤	جنت میں متکبر کے داخل نہ ہونے کی توجیہ	٥٥٠
٣٩٥	قیمتی لباس پہننا اور عمدہ کھانے کھانا تکبر نہیں ہے۔	٥٥١
	باب: ٣٩	
٣٩٦	جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا اس کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر مرا اس کے دوزخی ہونے پر دلیل۔	٥٥٢
٣٩٧	کیا صرف لا الہ الا اللہ پڑھ لینا نجات کے لیے کافی ہے؟	٥٥٣
	باب: ٤٠	
٣٩٨	کلمہ پڑھ لینے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے	٥٥٤
٣٩٩	ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ۔	٥٥٨
	باب: ٤١	
٤٠٠	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔	٥٦٠
	....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب ۴۲:	
۴۰۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔	۵۶۱
	باب ۴۳	
۴۰۲	منہ پر تھپڑ مارنے، گریبان چاک کرنے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کا بیان۔	۵۶۱
	باب ۴۴:	
۴۰۳	چغل خوری کی سخت ممانعت۔	۵۶۳
۴۰۴	چغلی کی تعریف۔	۵۶۳
۴۰۵	چغلی سننے والے پر چھ امور لازم ہیں۔	۵۶۴
۴۰۶	دفع فساد کے لیے کسی کی بات پہنچانے کا جواز۔	۵۶۵
	باب ۴۵:	
۴۰۷	لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں احسان جتلانے والوں اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا بیان۔	۵۶۵
۴۰۸	ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ۔	۵۷۰
۴۰۹	بوڑھے زانی، جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی وجہ۔	۵۶۸
	باب ۴۶:	
۴۱۰	خودکشی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا عذاب۔	۵۶۹
۴۱۱	خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ۔	۵۷۳
۴۱۲	غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔	۵۷۳
	باب ۴۷:	
۴۱۳	مال غنیمت میں خیانت کرنے کی ممانعت اور اس کا بیان کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے۔	۵۷۳
۴۱۴	اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔	۵۷۵
	باب ۴۸	
۴۱۵	خودکشی کے کفر نہ ہونے کی دلیل۔	۵۷۶
۴۱۶	اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۵۷۷
	باب ۴۹:	
۴۱۷	قرب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھا لینا جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو۔	۵۷۷
	باب: ۵۰	
۴۱۸	فتنوں کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ کی ترغیب۔	۵۷۸
	باب: ۵۱	
۴۱۹	مومن کا اعمال ضائع ہو جانے سے ڈرنا۔	۵۷۸
۴۲۰	حدیث الباب کی تشریح۔	۵۷۹
	باب: ۵۲	
۴۲۱	کیا اعمال جاہلیت پر مواخذہ ہوگا؟	۵۸۰
۴۲۲	اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بداعمالیوں پر مواخذہ کا جواب۔	۵۸۱
	باب: ۵۳	
۴۲۳	اسلام، حج اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔	۵۸۱
۴۲۴	دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر بیٹھنے کا بیان۔	۵۸۳
	باب: ۵۴	
۴۲۵	اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ کا حکم۔	۵۸۴
۴۲۶	کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔	۵۸۵
	باب: ۵۵	
۴۲۷	ایمان میں صدق اور اخلاص۔	۵۸۶

مضمون — صفحہ نمبر — نمبر شمار — مضمون — صفحہ نمبر

۴۲۸ حدیث الباب کی تشریح۔ ۵۸۷

باب: ۵۶

۴۲۹ حدیث نفس اور خواطر سے درگذر کرنے اور نیکی اور بدی کے "ہم" کے حکم کا بیان۔ ۵۸۷
۴۳۰ ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم۔ ۵۹۳
۴۳۱ دس سے سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق۔ ۵۹۵

باب: ۵۷

۴۳۲ ایمان میں وسوسہ کا بیان اور وسوسہ کے وقت کیا کہنا چاہیے۔ ۵۹۸
۴۳۳ شیطانی وسوسوں کی دو قسمیں۔ ۶۰۰
۴۳۴ اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال۔ ۶۰۰

باب: ۵۸

۴۳۵ جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر دوزخ کی وعید۔ ۶۰۱
۴۳۶ باطن میں قضاء نافذ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال۔ ۶۰۵
۴۳۷ ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم کی دلیل۔ ۶۰۶

باب: ۵۹

۴۳۸ غیر کا مال ناحق چھیننے والے کا خون مباح ہے اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جائے تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔ ۶۰۶
۴۳۹ شہید کی وجہ تسمیہ۔ ۶۰۷
۴۴۰ فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور احکام۔ ۶۰۶
۴۴۱ فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام ۶۰۸

باب: ۶۰

۴۴۲ رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم کے لیے دوزخ کی وعید۔ ۶۰۹
۴۴۳ صحت کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث کیوں نہیں بیان کی؟ ۶۱۰

باب: ۶۱

۴۴۴ بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ جانا اور دلوں پر فتنوں کا طاری ہونا۔ ۶۱۰
۴۴۵ عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان۔ ۶۱۲
۴۴۶ حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجھارت نہ ہونے کا بیان۔ ۶۱۳

باب: ۶۲

۴۴۷ اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی ہو جائے گا اور دو مسجدوں میں گھس جائے گا ۶۱۵
۴۴۸ اول آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد ہے ۶۱۵

باب: ۶۳

۴۴۹ اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا۔ ۶۱۶

باب: ۶۴

۴۵۰ خوف زدہ شخص کے لیے ایمان مخفی رکھنے کا جواز۔ ۶۱۷
۴۵۱ تقیہ کی تحقیق۔ ۶۱۸
۴۵۲ تقیہ کی تعریف اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام۔ ۶۱۹
۴۵۳ مدارات کی تحقیق۔ ۶۲۱
۴۵۴ تقیہ کے متعلق خوارج کا نظریہ۔ ۶۲۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۵۵	تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ۔	۶۲۲
۴۵۶	تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل۔	۶۲۲
۴۵۷	تقیہ کے متعلق ائمہ شیعہ کی روایات۔	۶۲۴
۴۵۸	تقیہ کے متعلق شیعہ مفسرین کی عبارات۔	۶۲۵
۴۵۹	کتب شیعہ سے تقیہ کا بطلان۔	۶۲۷
	باب: ۶۵	
۴۶۰	جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس کی تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو قطعی مومن کہنے کی ممانعت۔	۶۳۰
۴۶۱	حدیث الباب کی تشریح۔	۶۳۲
	باب: ۶۶	
۴۶۲	دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا۔	۶۳۳
۴۶۳	مردوں کو زندہ کرکے دکھانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی توجیہ۔	۶۳۳
۴۶۴	حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی پناہ چاہنے کی توجیہ۔	۶۳۵
۴۶۵	قید خانہ سے رہائی کا موقع ملنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ۔	۶۳۵
	باب: ۶۷	
۴۶۶	ہمارے نبی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم پر ایمان لانے کا وجوب اور آپ کی ملت سے تمام ملتوں کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۶۳۶
۴۶۷	معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام۔	۶۳۸
	ایک حدیث کے معنی کی نحوی ترکیب کے اعتبار سے وضاحت۔	۶۴۰
۴۶۸	علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرنا۔	۶۴۰
۴۶۹	اہل کتاب کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق۔	۶۴۰
۴۷۰	خواتین کو تعلیم دینا۔	۶۴۲
	باب: ۶۸	
۴۷۱	حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے اور شریعت محمدی کے مطابق احکام جاری کرنے کا بیان۔	۶۴۳
۴۷۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل۔	۶۴۴
	باب: ۶۹	
۴۷۳	اس زمانہ کا بیان جس میں ایمان نہیں قبول کیا جائے گا۔	۶۴۵
۴۷۴	دجال کا بیان۔	۶۴۷
۴۷۵	دابۃ الارض کا بیان۔	۶۴۸
۴۷۶	سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی توجیہ۔	۶۴۸
	باب: ۷۰	
۴۷۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کرنے کا بیان۔	۶۴۹
۴۷۸	وحی کا لغوی معنیٰ۔	۶۵۳
۴۷۹	وحی کا شرعی معنیٰ۔	۶۵۴
۴۸۰	الہام اور فراست کی تعریفیں۔	۶۵۵
۴۸۱	نزول وحی کی صورتیں اور اقسام۔	۶۵۶
۴۸۲	خواب کی تعریف اور اقسام	۶۵۶
۴۸۳	ابتداء نبوت میں غار حرا جانے کی حکمتیں۔	۶۵۷
۴۸۴	بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق۔	۶۵۷
۴۸۵	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق۔	۶۵۸

	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۸۶	حرا میں فرشتے کی آمد۔	۶۵۹	۵۰۶	حضرت جبرائیل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الٰہی کے خلاف نہیں ہے۔	۶۹۷
۴۸۷	ما انا بقارئ کی تحقیق۔	۶۶۰	۵۰۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبرائیل کا قرب اور ان کا دیدار۔	۶۹۷
۴۸۸ ۴۸۹	پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ۔	۶۶۳	۵۰۸	شب معراج دیدار الٰہی کے بیان میں احادیث اور آثار۔	۶۹۸
۴۸۹	حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح۔	۶۶۳	۵۰۹	شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ۔	۷۰۲
۴۹۰	ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ۔	۶۶۴	۵۱۰	شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ۔	۷۰۶
۴۹۱	آیا وحی رک جانے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا	۶۶۴	۵۱۱	شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ۔	۷۰۷
۴۹۲	انقطاع وحی کی مدت کا بیان۔	۶۶۶	۵۱۲	شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ۔	۷۱۱
۴۹۳	اعلان نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق۔	۶۶۷	۵۱۳	واقعہ معراج کی تاریخ۔	۷۱۴
	باب: ۱۰		۵۱۴	واقعہ معراج کی ابتدا کی جگہ۔	۷۱۵
۴۹۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج اور نماز کی فرضیت کا بیان۔	۶۷۱	۵۱۵	معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ	۷۱۵
۴۹۵	معراج کا لغوی معنیٰ۔	۶۸۲	۵۱۶	کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان۔	۷۱۶
۴۹۶	معراج کا اصطلاحی معنیٰ۔	۶۸۲	۵۱۷	رات میں معراج کرانے کے اسرار۔	۷۳۳
۴۹۷	شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کا بیان۔	۶۸۷	۵۱۸	معراج کی ابتدا کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۷۳۴
۴۹۸	سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات۔	۶۸۸	۵۱۹	حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتے کے آنے کے اسرار۔	۷۳۵
۴۹۹	لفظ سبحان کے اسرار	۶۸۹			
۵۰۰	لفظ عبدہ کے اسرار	۶۹۰			
۵۰۱	لفظ اسریٰ کے اسرار	۶۹۲			
۵۰۲	معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات۔	۶۹۲			
۵۰۳	والنجم اذا ھویٰ کے اسرار۔	۶۹۳			
۵۰۴	ثم دنیٰ فتدلّٰی کے اسرار۔	۶۹۴			
۵۰۵	فکان قاب قوسین کے اسرار۔	۶۹۶			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۲۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار۔	۷۳۵
۵۲۱	شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق۔	۷۳۶
۵۲۲	تین بار شق صدر کرنے کے اسرار۔	۷۴۰
۵۲۳	"ھذا حظ من الشیطان" کے اسرار۔	۷۴۱
۵۲۴	قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے اسرار۔	۷۴۳
۵۲۵	شق صدر کے اسرار کا تتمہ۔	۷۴۴
۵۲۶	براق پر سواری کے اسرار۔	۷۴۴
۵۲۷	قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار۔	۷۴۶
۵۲۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق۔	۷۴۸
۵۲۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا۔	۷۴۹
۵۳۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا۔	۷۴۹
۵۳۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا۔	۷۵۱
۵۳۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا۔	۷۵۱
۵۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا۔	۷۵۴
۵۳۴	سالکین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا۔	۷۵۴
۵۳۵	اجسام مثالیہ کا تعدد۔	۷۵۸
۵۳۶	انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا۔	۷۵۹
۵۳۷	شب معراج عالم برزخ کے واقعات دکھائے جانے کے اسرار۔	۷۶۲
۵۳۸	مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار۔	۷۶۳
۵۳۹	آسمانوں پر جانے کے اسرار۔	۷۶۵
۵۴۰	سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گزرنے کے اسرار۔	۷۶۵
۵۴۱	قف یا محمد فان ربک یصلی	
۵۴۲	کے اسرار۔	۷۶۶
۵۴۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار۔	۷۶۶
۵۴۴	الصلوٰۃ معراج المؤمنین کے اسرار۔	۷۶۷
۵۴۵	کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار۔	۷۶۸
۵۴۶	شب معراج دیدار الٰہی کے اسرار۔	۷۶۹
	باب: ۲۔	
۵۴۷	آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟	۷۷۲
۵۴۸	قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا۔	۷۷۷
۵۴۹	حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان۔	۷۷۸
۵۵۰	نورانی اساء کی تحقیق۔	۷۸۰
	باب: ۳۔	
۵۵۱	آخرت میں مومنین کے لیے اللہ سبحانہ کے دیدار کا اثبات۔	۷۸۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۵۲	اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب۔	۷۹۳
۵۵۳	اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان۔	۷۹۴
	باب: ۷۴	
۵۵۴	شفاعت کا اثبات اور موحدین کو دوزخ سے نکلنے کا بیان۔	۷۹۵
	باب ۷۵	
۵۵۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا۔	۸۲۵
۵۵۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث۔	۸۲۵
	باب ۷۶	
۵۵۷	جو شخص کفر پر مرا وہ دوزخ میں رہے گا اس کو مقربین کی شفاعت اور قرابت فائدہ نہیں دے گی۔	۸۲۰
۵۵۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا نظریہ۔	۸۳۰
۵۵۹	اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔	۸۳۱
۵۶۰	گستاخان رسول پر شدت کا بیان۔	۸۳۲
	باب: ۷۷	
۵۶۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ابوطالب کے لیے شفاعت اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب کی تخفیف۔	۸۳۳
۵۶۲	ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ۔	۸۳۵
۵۶۳	والدین کریمین کے ایمان پر دلیل۔	۸۳۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۸	
۵۶۴	کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے	۸۳۷
۵۶۵	اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر دلائل	۸۳۷
	باب: ۷۹	
۵۶۶	مسلمانوں سے دوستی رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا۔	۸۳۷
۵۶۷	غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل۔	۸۳۸
	باب: ۸۰	
۵۶۸	مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں دخول۔	۸۳۹
۵۶۹	شفاعت طلب کرنے پر دلیل۔	۸۴۳
۵۷۰	دم کرانا اور داغ لگا کر علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے۔	۸۴۳
	باب: ۸۱	
۵۷۱	نصف اہل جنت اس امت کے لوگ ہوں گے	۸۴۵
	کتاب الطہارۃ	۸۴۹
۵۷۲	طہارت کے لغوی معنی کا بیان۔	۸۴۹
۵۷۳	طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۸۵۰
۵۷۴	طہارت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۸۵۱
۵۷۵	طہارت کے مراتب اور درجات۔	۸۵۸
	باب: ۸۲	
۵۷۶	وضو کی فضیلت۔	۸۵۹
۵۷۷	وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق۔	۸۵۹
۵۷۸	طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح۔	۸۵۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۷۹	صبر کا معنی۔	۸۶۱
	باب: ۸۳	
۵۸۰	نماز کے لیے طہارت کا وجوب۔	۸۶۳
۵۸۱	موجب طہارت کی تحقیق۔	۸۶۴
۵۸۲	فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال۔	۸۶۴
۵۸۳	فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۸۶۵
۵۸۴	بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق۔	۸۶۶
۵۸۵	فاسقوں کے لیے زجراً دعا نہ کی جائے۔	۸۶۲
۵۸۶	مال حرام سے استبراء کا طریقہ۔	۸۶۶
	باب: ۸۴	
۵۸۷	کامل وضوء کرنے کا طریقہ۔	۸۶۶
۵۸۸	سر کے مسح میں تکرار کے مسنون ہونے پر امام شافعی کے دلائل۔	۸۶۷
۵۸۹	سر کے مسح میں تکرار کے مسنون نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	۸۶۸
۵۹۰	سر پر مسح کی مقدار کی فرضیت میں مذاہب فقہاء۔	۸۷۰
۵۹۱	چوتھائی سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۸۷۰
۵۹۲	چوتھائی سر پر مسح کے متعلق احادیث۔	۸۷۱
۵۹۳	نماز میں ممنوعہ خطرات اور وسواس کا بیان۔	۸۷۲
۵۹۴	وضو اور نماز کے بعد مغفرت کا بیان۔	۸۷۳
	باب: ۸۵	
۵۹۵	وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت	۸۷۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۹۶	مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات	۸۷۸
	باب: ۸۶	
۵۹۷	وضوء کے بعد مستحب ذکر کا بیان۔	۸۷۸
	باب: ۸۷	
۵۹۸	وضوء کے طریقہ کی تفصیل۔	۸۸۰
۵۹۹	ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۸۸۱
	باب: ۸۸	
۶۰۰	ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ استنجا کرنا۔	۸۸۳
	باب: ۸۹	
۶۰۱	وضوء میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب	۸۸۵
۶۰۲	وضوء میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب۔	۸۸۷
۶۰۳	وضوء میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل۔	۸۸۸
۶۰۴	آیت وضوء میں قراءت جر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات۔	۸۸۹
۶۰۵	علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات	۸۹۰
۶۰۶	پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان۔	۸۹۰
۶۰۷	علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب۔	۸۹۳
	باب: ۹۰	
۶۰۸	تمام اعضاء وضوء کو مکمل طور پر دھونے کا استحباب۔	۸۹۴
۶۰۹	وضو اور تیمم میں اعضاء طہارت کے کسی ج	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کی طہارت کے ترک ہو جانے کا حکم۔	۸۹۴
	باب: ۹۱	
۶۱۰	وضوء کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا۔	۸۹۵
	باب: ۹۲	
۶۱۱	اعضاء وضوء کو چمکانے کیلئے مقررہ حد سے زیادہ دھونے کا استحباب۔	۸۹۶
۶۱۲	غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۹۰۰
۶۱۳	غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۰۰
۶۱۴	غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۹۰۰
۶۱۵	غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء احناف کا نظریہ	۹۰۱
۶۱۶	حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال۔	۹۰۲
۶۱۷	بعض مرتدین کو حوض پر اصیحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات۔	۹۰۳
۶۱۸	مستقبل کے یقینی امور کے متعلق انشاء اللہ کہنے کا بیان۔	۹۰۵
۶۱۹	بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق۔	۹۰۶
۶۲۰	عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے۔	۹۰۸
	باب: ۹۳	
۶۲۱	تکلیف کے وقت مکمل وضوء کرنے کی فضیلت	۹۰۸
	باب: ۹۴	
۶۲۲	مسواک کا بیان۔	۹۰۹
۶۲۳	مسواک کا لغوی اور شرعی معنیٰ۔	۹۱۱
۶۲۴	مسواک کے متعلق احکام شرعیہ۔	۹۱۱
۶۲۵	منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے۔	۹۱۳
۶۲۶	احکام شرعیہ کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہونا۔	۹۱۴
	باب: ۹۵	
۶۲۷	بعض سنتوں کا بیان۔	۹۱۵
۶۲۸	دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔	۹۱۶
۶۲۹	(۱)۔ ختنہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات۔	۹۱۷
۶۳۰	(۲-۳) زیر ناف بال مونڈنے اور بغل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم۔	۹۲۰
۶۳۱	(۴) مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۹۲۲
۶۳۲	ڈاڑھی کا لغوی معنیٰ۔	۹۲۴
۶۳۳	(۵) ڈاڑھی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۹۲۴
۶۳۴	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۹۲۵
۶۳۵	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۲۶
۶۳۶	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۹۲۷
۶۳۷	ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا نظریہ۔	۹۳۱
۶۳۸	(۶-۷) کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۹۳۲
۶۳۹	(۸) انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۹۳۳
۶۴۰	نیل پالش اور مہندی سے وضوء کا حکم۔	۹۳۳
۶۴۱	(۹) مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۹۳۴
۶۴۲	(۱۰) پانی سے استنجاء کرنا۔	۹۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۹۶	
۶۴۳	استنجا۔	۹۳۴
۶۴۴	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۹۳۸
۶۴۵	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۹۴۰
۶۴۶	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۴۰
۶۴۷	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۹۴۱
	باب: ۹۷	
۶۴۸	موزوں پر مسح۔	۹۴۳
۶۴۹	موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب۔	۹۴۸
۶۵۰	عمامہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب۔	۹۵۰
۶۵۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔	۹۵۰
	باب: ۹۸	
۶۵۲	موزوں پر مسح کی مدت۔	۹۵۱
۶۵۳	موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان۔	۹۵۲
۶۵۴	موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کی شرط میں فقہاء کا اختلاف۔	۹۵۲
۶۵۵	موزوں پر مسح کرنے کی شرائط۔	۹۵۳
	باب: ۹۹	
۶۵۶	ایک وضوء سے متعدد نمازوں کا جواز۔	۹۵۳
۶۵۷	ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے دلائل۔	۹۵۴
	باب: ۱۰۰	
۶۵۸	تین بار ہاتھ دھونے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت۔	۹۵۴
۶۵۹	باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل۔	۹۵۶
	باب: ۱۰۱	
۶۶۰	کتے کے جھوٹے کا حکم۔	۹۵۶
۶۶۱	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔	۹۵۶
۶۶۲	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔	۹۵۹
	باب: ۱۰۲	
۶۶۳	ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت۔	۹۵۹
۶۶۴	کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء۔	۹۶۰
	باب: ۱۰۳	
۶۶۵	جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت۔	۹۶۱
	باب: ۱۰۴	
۶۶۶	جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے ملوث ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا کافی ہونا۔	۹۶۲
۶۶۷	زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان۔	۹۶۳
۶۶۸	مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم	۹۶۳
۶۶۹ ---	حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل۔	۹۶۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۰۵	
۶۷۰	شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم۔	۹۶۵
۶۷۱	شیر خوار بچے کے پیشاب آلودہ کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل۔	۹۶۷
	باب: ۱۰۶	
۶۷۲	منی کا حکم۔	۹۶۸
۶۷۳	منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء۔	۹۷۰
۶۷۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت کا بیان۔	۹۷۲
۶۷۵	رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق۔	۹۷۶
	باب: ۱۰۷	
۶۷۶	خون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ	۹۷۷
۶۷۷	نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۹۷۸
	باب: ۱۰۸	
۶۷۸	پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے احتراز کا وجوب۔	۹۷۹
۶۷۹	گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق۔	۹۸۰
۶۸۰	قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر	۹۸۱
۶۸۱	ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر	۹۸۴
۶۸۲	باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل۔	۹۸۸
۶۸۳	برزخ اور ذیلے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	وسلم کا بیک وقت رابطہ۔	۹۸۹
	کتاب الحیض	۹۹۰
۶۸۴	حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی۔	۹۹۰
۶۸۵	حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء۔	۹۹۰
۶۸۶	حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء۔	۹۹۱
۶۸۷	حیض کے مسائل۔	۹۹۳
	باب: ۱۰۹	
۶۸۸	ملبوس حائضہ کے ساتھ لیٹنا۔	۹۹۴
۶۸۹	حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام۔	۹۹۵
۶۹۰	منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب۔	۹۹۵
	باب: ۱۱۰	
۶۹۱	حائضہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا۔	۹۹۶
	باب: ۱۱۱	
۶۹۲	حائضہ عورت کے لیے اپنے خاوند کا سر دھونے بالوں میں کنگھی کرنے کا جواز، اس کے جھوٹے کا پاک ہونا، اس کی گود میں سر رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا جواز۔	۹۹۷
۶۹۳	بیوی کی رضا مندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز۔	۱۰۰۰
	باب: ۱۱۲	
۶۹۴	مذی کا حکم۔	۱۰۰۰
۶۹۵	باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔	۱۰۰۰
	باب: ۱۱۳	
۶۹۶	نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ، منہ دھونا۔	۱۰۰۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب ۱۱۴	
۷۹۷	جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے پہلے استنجا اور وضو کرنے کا استحباب۔	۱۰۰۲
۷۹۸	مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب۔	۱۰۰۳
۷۹۹	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق۔	۱۰۰۵
۸۰۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازواج کے اعتراضات کے جوابات۔	۱۰۰۸
	باب: ۱۱۵	
۸۰۱	احتلام کے بعد عورت پر غسل کرنے کا وجوب۔	۱۰۰۹
	باب: ۱۱۶	
۸۰۲	مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔	۱۰۱۱
	باب: ۱۱۷	
۸۰۳	غسل جنابت کا طریقہ۔	۱۰۱۳
۸۰۴	وضو کے مسائل۔	۱۰۱۵
	باب: ۱۱۸	
۸۰۵	غسل جنابت کے لیے پانی کی مستحب مقدار، شوہر اور زوجہ کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا۔	۱۰۱۵
۸۰۶	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت۔	۱۰۱۹
۸۰۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کر کے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب۔	۱۰۱۹
۸۰۸	عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی تحقیق۔	۱۰۲۰
	....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۱۹	
۸۰۹	غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔	۱۰۲۱
	باب: ۱۲۰	
۸۱۰	غسل میں مینڈھیوں کا حکم۔	۱۰۲۳
	باب: ۱۲۱	
۸۱۱	حائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خوشبو لگانے کا استحباب۔	۱۰۲۴
	باب: ۱۲۲	
۸۱۲	مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام۔	۱۰۲۶
	باب: ۱۲۳	
۸۱۳	حائضہ پر نماز کی قضاء نہیں صرف روزہ کی قضا ہے۔	۱۰۲۸
	باب: ۱۲۴	
۸۱۴	پردہ کی اوٹ میں غسل کرنا۔	۱۰۲۹
	باب: ۱۲۵	
۸۱۵	پرائی شرمگاہ دیکھنے کی حرمت۔	۱۰۳۰
۸۱۶	محارم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرمگاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے شرعی احکام۔	۱۰۳۱
	باب: ۱۲۶	
۸۱۷	تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز۔	۱۰۳۱
۸۱۸	تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت	۱۰۳۲
	باب: ۱۲۷	
۸۱۹	شرمگاہ چھپانے کی کوشش کرنا۔	۱۰۳۳
	باب: ۱۲۸	
۸۲۰	قضاء حاجت کے وقت پردہ کرنا۔	۱۰۳۴
	....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۲۹	
۴۲۱	غسل جماع کے احکام۔	۱۰۳۵
۴۲۲	غسل جنابت کا سبب۔	۱۰۳۸
	باب: ۱۳۰	
۴۲۳	آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کا وجوب۔	۱۰۳۹
	باب: ۱۳۱	
۴۲۴	اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم۔	۱۰۴۲
	باب: ۱۳۲	
۴۲۵	جس شخص کو وضو کا یقین ہو، پھر وضو ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔	۱۰۴۳
۴۲۶	شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔	۱۰۴۳
	باب: ۱۳۳	
۴۲۷	مردار جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا۔	۱۰۴۳
۴۲۸	دباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۴۶
۴۲۹	دباغت شدہ کھال کے شرعی احکام۔	۱۰۴۷
	باب: ۱۳۴	
۴۳۰	تیمم۔	۱۰۴۷
۴۳۱	تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات۔	۱۰۵۱
۴۳۲	حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل۔	۱۰۵۳
۴۳۳	حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث۔	۱۰۵۵
۴۳۴	تیمم کے بعض مسائل۔	۱۰۵۶
	باب: ۱۳۵	
۴۳۵	مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل۔	۱۰۵۶
۴۳۶	آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان۔	۱۰۵۷
	باب: ۱۳۶	
۴۳۷	جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر	۱۰۵۸
۴۳۸	جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے	۱۰۵۸
	باب: ۱۳۵	
۴۳۹	بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الفور وضو کا واجب نہ ہونا۔	۱۰۵۸
	باب: ۱۳۸	
۴۴۰	بیت الخلاء جانے کے وقت کی دعا۔	۱۰۵۹
	باب: ۱۳۹	
۴۴۱	بیٹھنے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۱۰۶۰
۴۴۲	نیند سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء	۱۰۶۱
۴۴۳	کتاب الصلوٰۃ	۱۰۶۳
۴۴۴	اذان کے مباحث۔	۱۰۷۰
۴۴۵	اذان کی ابتداء کا بیان۔	۱۰۷۰
۴۴۶	قبر پر اذان دینے کی تحقیق۔	۱۰۷۱
۴۴۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق۔	۱۰۷۱
۴۴۸	وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق۔	۱۰۷۳
	باب: ۱۴۰	
۴۴۹	اذان کی ابتداء۔	۱۰۷۴
۴۵۰	اذان کی مشروعیت کا بیان۔	۱۰۷۵
	....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۴۱	
۷۵۱	اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم۔	۱۰۷۸
۷۵۲	کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۷۹
۷۵۳	کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل۔	۱۰۸۰
	باب: ۱۴۲	
۷۵۴	اذان کا طریقہ۔	۱۰۸۲
۷۵۵	حضرت ابومحذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ۔	۱۰۸۳
۷۵۶	اذان میں ترجیع کرنے کی تحقیق۔	۱۰۸۴
	باب: ۱۴۳	
۷۵۷	ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب۔	۱۰۸۶
۷۵۸	نابینا کے اذان دینے کا جواز	۱۰۸۷
۷۵۹	حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح۔	۱۰۸۷
	باب: ۱۴۴	
۷۶۰	جب نابینا کے ساتھ بینا ہو تو اس کی اذان کا جواز۔	۱۰۸۷
	باب: ۱۴۵	
۷۶۱	دارالکفر میں کسی قوم کے علاقہ میں اذان کی آواز سننے کے بعد ان پر حملہ کرنے کی ممانعت	۱۰۸۸
	باب: ۱۴۶	
۷۶۲	اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب۔	۱۰۸۹
۷۶۳	اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا۔	۱۰۹۰
۷۶۴	اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔	۱۰۹۱
۷۶۵	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم۔	۱۰۹۲
۷۶۶	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوئی؟	۱۰۹۳
۷۶۷	اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرف آخر۔	۱۰۹۴
۷۶۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ۔	۱۰۹۵
	باب: ۱۴۷	
۷۶۹	اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا۔	۱۰۹۵
۷۷۰	قیامت کے دن مؤذنوں کی لمبی گردنیں ہونے کی تشریح۔	۱۰۹۸
۷۷۱	اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق۔	۱۰۹۸
	باب: ۱۴۸	
۷۷۲	تکبیر احرام کے ساتھ، رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرنے کا استحباب۔	۱۱۰۲
۷۷۳	رفع یدین کی حکمتیں۔	۱۱۰۳
۷۷۴	رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء۔	۱۱۰۴
۷۷۵	کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۱۱۰۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۷۶	رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء۔	۱۱۰۸
۷۷۷	رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۱۱۰
۷۷۸	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار۔	۱۱۱۱
۷۷۹	ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ۔	۱۱۱۵
۷۸۰	حضرت براء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب۔	۱۱۱۶
۷۸۱	ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں۔	۱۱۱۷
۷۸۲	حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۱۱۱۷
۷۸۳	حضرت ابوہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۱۱۱۷
۷۸۴	حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۱۱۱۸
۷۸۵	حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب	۱۱۱۸
۷۸۶	نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء	۱۱۱۹
۷۸۷	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے سے متعلق احادیث اور آثار۔	۱۱۲۰
۷۸۸	سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث و نظر۔	۱۱۲۱
	باب: ۱۴۹	
۷۸۹	رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر دفعہ اٹھتے وقت اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت۔	۱۱۲۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۹۰	نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۲۴
	باب: ۱۵۰	
۷۹۱	ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید کی جو آیات یاد ہوں۔ ان کو پڑھ لے۔	۱۱۲۵
۷۹۲	قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۱۲۹
۷۹۳	قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۱۳۰
۷۹۴	قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۱۳۲
۷۹۵	قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۱۳۲
۷۹۶	سورۂ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال۔	۱۱۳۷
۷۹۷	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر	۱۱۳۹
۷۹۸	قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات۔	۱۱۴۶
۷۹۹	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل۔	۱۱۴۹
۸۰۰	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل۔	۱۱۵۰
۸۰۱	فرض نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل۔	۱۱۵۱
۸۰۲	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو سراً پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۱۵۲
۸۰۳	سورۂ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کا جز نہیں ہے۔	۱۱۵۴

نمبرشمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۵۱	
۸۰۴	امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے کی ممانعت۔	۱۱۵۵
۸۰۵	قرأت خلف الامام سے ممانعت کی تحقیق	۱۱۵۶
	باب: ۱۵۲	
۸۰۶	بسم اللہ کو سراً پڑھنے والوں کے دلائل۔	۱۱۵۷
۸۰۷	نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ۔	۱۱۵۸
	باب: ۱۵۳	
۸۰۸	جن لوگوں کے نزدیک سورت توبہ کے سوا بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل۔	۱۱۵۸
۸۰۹	ہر سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جز نہ ہونے کے دلائل۔	۱۱۵۹
۸۱۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان۔	۱۱۶۰
	باب: ۱۵۴	
۸۱۱	سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے بالمقابل رکھنا۔	۱۱۶۱
۸۱۲	نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ۔	۱۱۶۱
	باب: ۱۵۵	
۸۱۳	نماز میں تشہد کا بیان۔	۱۱۶۳
۸۱۴	تشہد میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۶۷
۸۱۵	تشہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ سلام عرض کرنے کی تحقیق۔	۱۱۶۷
	باب: ۱۵۶	
۸۱۶	تشہد کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان۔	۱۱۷۵
۸۱۷	نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۱۷۷
۸۱۸	نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہات۔	۱۱۷۹
۸۱۹	درود شریف میں سیدنا محمد کہنے کا بیان	۱۱۸۱
۸۲۰	جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے	۱۱۸۱
۸۲۱	جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے	۱۱۸۲
۸۲۲	درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کی توجیہ۔	۱۱۸۲
۸۲۳	درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی؟	۱۱۸۳
۸۲۴	غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق۔	۱۱۸۴
۸۲۵	غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق۔	۱۱۸۵
	باب: ۱۵۷	
۸۲۶	سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد اور آمین کا بیان۔	۱۱۸۶
۸۲۷	آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۲۸	آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹
۸۲۹	آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹
۸۳۰	آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۱۹۰
۸۳۱	آمین بالسر پر دلائل۔	۱۱۹۱
	باب: ۱۵۸	
۸۳۲	امام کی اقتداء کرنے کا بیان۔	۱۱۹۲
۸۳۳	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے سے گرنے کی حکمتیں۔	۱۱۹۶
۸۳۴	امام کے لیے ربنا ولک الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۹۷
۸۳۵	جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔	۱۱۹۷
	باب: ۱۵۹	
۸۳۶	مرض یا سفر کے عذر کی وجہ سے امام کا نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا اور جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہونا۔	۱۱۹۸
۸۳۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے	۱۲۰۶
۸۳۸	حضرت ابوبکر کا امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب۔	۱۲۰۷
۸۳۹	عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان۔	۱۲۰۷
۸۴۰	حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان۔	۱۲۰۸
۸۴۱	حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث۔	۱۲۰۹
۸۴۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ۔	۱۲۱۳
	باب: ۱۶۰	
۸۴۳	جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور شخص کو امام بنانے کا جواز۔	۱۲۱۴
۸۴۴	باب مذکور کی احادیث کے مسائل۔	۲۱۷
	باب: ۱۶۱	
۸۴۵	امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔	۲۱۵
	باب: ۱۶۲	
۸۴۶	نماز کو خضوع خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے کا حکم۔	۱۲۱۹
۸۴۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان۔	۲۲۰
	باب: ۱۶۳	
۸۴۸	امام سے پہلے رکوع و سجود وغیرہ کرنے کی ممانعت۔	۱۲۲۴
۸۴۹	گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی توجیہ۔	۱۲۲۷
	باب: ۱۶۴	
۸۵۰	نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت۔	۱۲۲۸
	باب: ۱۶۵	
۸۵۱	سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صف کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم۔	۱۲۲۸
۸۵۲	رفع یدین کا منسوخ ہونا۔	۱۲۳۰
...	....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۶۶	
۸۵۳	نماز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی فضیلت کا بیان۔	۱۲۳۰
۸۵۴	ارباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان۔	۱۲۳۳
۸۵۵	عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ۔	۱۲۳۳
	باب: ۱۶۷	
۸۵۶	مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں مردوں سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں۔	۱۲۳۴
	باب: ۱۶۸	
۸۵۷	جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورتوں کے مساجد میں جانے کا جواز بہ شرطیکہ وہ خوشبو نہ لگائیں	۱۲۳۴
۸۵۸	مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل۔	۱۲۳۷
	باب: ۱۶۹	
۸۵۹	جہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا۔	۱۲۴۰
	باب: ۱۷۰	
۸۶۰	قرآن مجید سننے کا حکم۔	۱۲۴۱
۸۶۱	قرآن مجید سننے کا شرعی حکم۔	۱۲۴۲
۸۶۲	باہر کے لاؤڈ سپیکر پر تراویح اور شبینوں کا شرعی حکم۔	۱۲۴۳
	باب: ۱۷۱	
۸۶۳	صبح کی نماز میں جہراً قرأت کرنا اور جنوں پر قرآن مجید پڑھنا۔	۱۲۴۴
۸۶۴	جنات کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان۔	۱۲۴۶
	باب: ۱۷۲	
۸۶۵	ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت۔	۱۲۴۷
	باب: ۱۷۳	
۸۶۶	صبح کی نماز میں قرأت۔	۱۲۵۰
	باب: ۱۷۴	
۸۶۷	عشاء کی نماز میں قرأت۔	۱۲۵۴
۸۶۸	متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی ممانعت میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہاء کے دلائل	۱۲۵۶
	باب: ۱۷۵	
۸۶۹	ائمہ کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم۔	۱۲۵۹
۸۷۰	مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرأت کرنے کی توجیہ۔	۱۲۶۲
۸۷۱	بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم۔	۱۲۶۳
	باب: ۱۷۶	
۸۷۲	نماز کے ارکان میں اعتدال کرنا اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۶۴
۸۷۳	رکوع اور سجود میں مقدار قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی ترجیح۔	۱۲۶۶
	باب: ۱۷۷	
۸۷۴	امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا۔	۱۲۶۷
	باب: ۱۷۸	
۸۷۵	نمازی رکوع سے سر اٹھا کر کیا کہے؟	۱۲۶۸
۸۷۶	حمد سے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح	۱۲۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۷۹	
۸۷۷	رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت ۔	۱۲۷۱
۸۷۸	رکوع اور سجود کی تسبیحات پڑھنے میں مذاہب فقہاء ۔	۱۲۷۳
	باب: ۱۸۰	
۸۷۹	رکوع اور سجود میں کیا کہے ۔	۱۲۷۴
۸۸۰	آیا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجود میں ؟	۱۲۷۸
۸۸۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے محامل ۔	۱۲۷۹
۸۸۲	عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء ۔ ۔	۱۲۸۲
۸۸۳	جس طرح اللہ تعالٰی خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا ۔	۱۲۸۲
	باب: ۱۸۱	
۸۸۴	سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب ۔	۱۲۸۳
۸۸۵	کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ	۱۲۸۳
۸۸۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت ۔	۱۲۸۵
	باب: ۱۸۲	
۸۸۷	اعضاء سجود کا بیان اور سر پر جوڑا باندھنے اور نماز میں کپڑے موڑنے کی ممانعت ۔	۱۲۸۷
۸۸۸	اعضاء سجود کے بیان میں مذہب ائمہ ۔	۱۲۸۸
۸۸۹	سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق ۔	۱۲۹۱
۸۹۰	سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پست لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق ۔	۱۲۵۹
۸۹۱	نماز میں کپڑا موڑنے یا اٹھانے اور بالوں کو سنوارنے کا شرعی حکم ۔	۱۳۰۲
	باب: ۱۸۳	
۸۹۲	اعتدال سے سجدہ کرنا ، سجدہ میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنا ، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھنا ۔	۱۳۰۳
	باب: ۱۸۴	
۸۹۳	نماز کی جامع صفت ، نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام ۔ رکوع اور سجود کا طریقہ مع متعلقات چار رکعت کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد دو سجدوں کے درمیان اور تشہد اوّل میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان ۔	۱۳۰۵
۸۹۴	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سورۃ فاتحہ کے جزء نہ ہونے پر دلائل ۔	۱۳۰۷
۸۹۵	تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء ۔	۱۳۰۸
۸۹۶	تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء ۔	۱۳۰۹
۸۹۷	نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آراء ۔	۱۳۱۰
۸۹۸	خروج بصنعہٖ کی تحقیق ۔	۱۳۱۱
۸۹۹	سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ	۱۳۱۲
	باب: ۱۸۵	
۹۰۰	نمازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا استحباب ، نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت اور گذرنے والے کا حکم ، اور گذرنے والے کو روکنا ، نمازی کے سامنے لیٹنا ، سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ، سترہ کے قریب ہونے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق امور کا بیان ۔	۱۳۱۳
۹۰۱	سترہ کی تعریف اور اس کا حکم ۔	۱۳۲۳
۹۰۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضلات کی طہارت کا بیان ۔	۱۳۲۶
۹۰۳	حلہ کا معنی اور سرخ رنگ کے لباس کا جواز	۱۳۲۹
۹۰۴	صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت ۔	۱۳۳۰
	باب : ۱۸۶	
۹۰۵	ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے لباس کی صفت کا بیان ۔	۱۳۳۱
۹۰۶	عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل ۔	۱۳۳۳
۹۰۷	حرف آخر ۔	۱۳۳۶
۹۰۸	مآخذ و مراجع	۱۳۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علی
خاتم النبیین سید الانبیآء والمرسلین اکرم الاوّلین و
الاٰخرین حامل لواء الحمد یوم الدین اوّل الشافعین
والمشفعین صاحب المقام المحمود بین المحشورین
الذی نطقہ وحی رب العالمین والذی خلقہ معیار
للحسن فی الاوّلین والاٰخرین رحمۃٌ للعالمین حبیب
رب العالمین سیّدنا محمد وعلیٰ اٰلہ الطیّبین الطّاہرین
واصحابہ الرّاشدین المہدیین وازواجہ الطّاہرات
المطہّرات امّہات المؤمنین واولیآء امّتہ الواصلین
الکاملین وعلمآء امّتہ الرّاسخین من المفسّرین
والمحدّثین والائمۃ المجتہدین اجمعین ○

*

تقدیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

۱۹۸۰ء میں شرح صحیح مسلم لکھنے کا آغاز ہوا، اس وقت کے پبلشر سید حامد صاحب کے بے حد دباؤ کی وجہ سے میں نے جلد اوّل بہت مختصر لکھی، پھر میں بیمار پڑ گیا اور چار سال تک یہ کام التواء میں پڑا رہا۔ ۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو میں لاہور سے کراچی آ گیا اور یہاں آ کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری صحت بہتر ہو گئی، مارچ ۱۹۸۶ء میں فرید بک سٹال کے مالک سید محمد اعجاز صاحب کراچی آئے اور مجھ سے دوبارہ شرح صحیح مسلم لکھنے کا وعدہ لے لیا اور یوں شرح صحیح مسلم کی نشأۃ ثانیہ ہوئی، میں نے سید اعجاز صاحب سے کہا میں تفصیل سے لکھوں گا، اور پھر میں نے بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا اور جنوری ۱۹۹۳ء میں اس کی سات جلدیں مکمل ہو گئیں، چونکہ پہلی جلد باقی چھ جلدوں کی بہ نسبت بہت مختصر تھی اس لیے سید اعجاز صاحب اور بہت سے اہل علم حضرات کا تقاضا تھا کہ اس کو بھی باقی جلدوں کے منہاج پر از سر نو تفصیل سے لکھیں تاکہ ساتوں جلدیں ایک منہاج پر ہوں سو میں نے ساتویں جلد کی تکمیل کے بعد باقی جلدوں کی طرز پر پہلی جلد کو لکھنا شروع کر دیا اور الحمد للہ فروری ۱۹۹۴ء کے وسط میں اس کی تکمیل ہو گئی۔ میں نے جب شرح صحیح مسلم کو بہت تفصیل کے ساتھ لکھنا شروع کیا تھا تو بعض دوستوں نے کہا آپ مختصر لکھتے تو یہ مکمل ہو جاتی پتا نہیں عمر وفا کرے یا نہ کرے اور اس کی تکمیل ہو سکے یا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ شرح صحیح مسلم نہ صرف یہ کہ میری زندگی میں مکمل ہوئی بلکہ طبع ہو گئی اور اس کے کئی ایڈیشن نکل گئے اور برصغیر پاک و ہند کے علاوہ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک یہ کتاب پہنچ گئی اور اس کتاب کو پڑھا گیا اور ہر طبقہ میں اس کی پذیرائی ہوئی۔

متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق

ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ تمام ائمہ شریعت اور علماء طریقت اور مرجع انام اساتذہ اور علماء، اپنے تمام اعزاز و اکرام کے باوجود بندے اور بشر ہیں، نبی نہیں ہیں اور نہ معصوم ہیں، ان کی رائے میں خطاء واقع ہو سکتی ہے اور کوئی غیر نبی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم اور فقیہ اور عابد و زاہد کیوں نہ ہو اور کیسا ہی مشہور عاشق رسول کیوں نہ ہو! کسی عالم یا فقیہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی تحریر معصوم ہے اور اس میں خطاء واقع نہیں ہو سکتی، شرک فی الرسالت کے مترادف ہے اور اس شخص کو امتی کے مقام سے اٹھا کر نبی کے مقام پر کھڑا کرنے کے قائم مقام ہے، العیاذ باللہ!۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ فرعون کا کفر اجماعی ہے لیکن امام محی الدین ابن عربی کا اس میں اختلاف ہے اور ابن حجر نے [illegible] لکھا ہے کہ ہر چند کہ ہمیں ان کی جلالت علم کا اعتراف ہے اس کے باوجود ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ عصمت صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے ہے۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۲، مطبوعہ استنبول)

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

ویابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب (قرآن مجید) کے سوا ہر کتاب کی عصمت کا انکار فرماتا ہے۔

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقدر نہیں کیا یا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے، یہ صرف اسی کی کتاب کی شان ہے جس کے حق میں فرمایا:

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ (حٰم السجدۃ: ۴۲)

اس کتاب میں باطل سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

سو قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں، کیونکہ وہ انسان کی تصنیفات ہیں اور خطا اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبدالعزیز بخاری نے اصول بزدوی کی شرح میں لکھا ہے کہ بویطی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے، میں نے اس میں صحت اور صواب کو ترک نہیں کیا لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ (النساء: ۸۲)

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں ضرور بہت سے اختلاف پاتے۔

لہٰذا تم کو اس کتاب میں جو بات کتاب اللہ، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں، مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کتاب "الرسالۃ" ان کے سامنے اسی مرتبہ پڑھی، اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطا پر مطلع ہوتے، بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ)

اس کتاب میں میں نے بعض مقامات پر چند اکابر علماء کی تحقیق سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے، اس پر بعض جمود پسند لوگوں نے برا منایا اور یہ کہا گیا کہ کیا یہ ان سے بڑے عالم ہیں؟ کیا ان اکابر کو ان دلائل کا علم نہیں تھا؟ علم اور تحقیق کی روشنی میں یہ بہت کمزور بات ہے آخر ان اکابر نے بھی تو اپنے متقدمین اور ان اکابرین سے اختلاف کیا ہے جن کا علم و فضل سب کے نزدیک مسلّم اور ان سے زیادہ تھا، ان میں ائمہ مجتہدین، تابعین اور صحابہ کرام سب ہی شامل ہیں۔ تو کیا ان اکابر علماء کا علم ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام سے زیادہ تھا یا ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام کو ان کے دلائل کا علم نہیں تھا!

پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہر دور میں تحقیق کرنے والے علماء کو جمود پسندوں سے واسطہ پڑا ہے اور وہ ان کے اعتراضات کا نشانہ بنے ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بعض مقامات پر علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی تحقیقات سے اختلاف کیا تو ان کو بھی ایسے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے (اور قریب الوفات تھے) تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے اور کہا وا اخاہ وا صاحباہ، حضرت عمر نے فرمایا اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو! حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے! بخدا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے. لیکن اللہ تعالیٰ کافر کے گھر والوں کے رونے سے اس کے عذاب کو زیادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے:

ولا تزر وازرة وزر اخرٰی . (زمر: ۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا.

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳ مطبوعہ کراچی)

حضرت عمر کا علم وفضل اور مرتبہ صحابیت حضرت عائشہ سے بہت زائد تھا، اس کے باوجود حضرت عائشہ نے دلیل کے ساتھ حضرت عمر سے اختلاف کیا اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد دلیل کے تابع ہے، اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے مجتہد کی رائے کو غلط قرار دے اور اس کے غلط ہونے پر قسم کھائے خواہ وہ دوسرا مجتہد اس سے زیادہ مرتبہ کا ہو اور اس سے زیادہ علم والا ہو، کیونکہ حضرت عمر کا مرتبہ اور علم حضرت عائشہ سے بڑا اور زیادہ تھا. ملا علی قاری، علامہ ابن حجر مکی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں ہمارے زمانے کے بعض شافعی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے، یہ تقلید کی پستی سے نہیں نکلے اور تقلید کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اور میدان تحقیق میں وارد نہیں ہوئے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی غلط بات کا رد کرتے ہیں تو یہ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ "تمہارا جیسا شخص شیخ الاسلام مفتی الانام ابن حجر پر اعتراض کر رہا ہے جو ائمہ اسلام کے نزدیک علم کے پہاڑوں میں سے ایک بہت بڑا پہاڑ ہے"، حالانکہ علامہ ابن حجر خود ہماری تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۰۱ - ۱۰۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان

میں نے چند مسئلوں میں اپنے سابق نظریہ سے رجوع کر لیا ہے، میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اوّل میں لکھا تھا کہ روزہ دار اگر انجکشن لگوائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جب میں نے اس پر مزید غور وفکر کیا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع ثانی میں، میں نے لکھا ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور جلد ثالث کے آخر میں اس سے متعلق ایک ضمیمہ لگا دیا ہے، اور اس جلد اوّل میں بھی اس کی وضاحت کی ہے. شرح صحیح مسلم جلد رابع طبع اوّل میں لکھا تھا کہ اگر رجم کے وقت چند پتھر مار کر گولی مار دی جائے تو رجم کا تقاضا پورا ہو جائے گا، بعد ازاں طبع ثانی میں یہ لکھ دیا ہے کہ گولی مارنے کو رجم کا حصہ نہ بنایا جائے، اگر کسی نے اتفاقاً گولی مار دی تو رجم کا تقاضا پورا ہو جائے گا، شرح صحیح مسلم جلد اوّل میں داڑھی میں قبضہ کو واجب لکھا تھا، طبع چہارم میں لکھ دیا ہے کہ قبضہ سنت ہے اس کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہے. حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اوّل میں ہاشمیہ لکھ دیا تھا اور طبع ثانی میں تفصیل سے لکھ دیا ہے کہ وہ ہاشمیہ نہیں ہیں ان کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے ہے، اسی طرح لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك کے

ترجمہ میں، میں نے اپنے سابق نظریہ سے رجوع کر لیا ہے اس کی تفصیل جلد ثالث، سادس اور سابع میں ہے، یہ وہ کل مسائل ہیں جن میں میں نے رجوع کیا ہے، اس کے علاوہ کچھ کتابت کی اغلاط سامنے آتی رہتی ہیں جن کی ہر ایڈیشن میں اصلاح کر دی جاتی ہے اور غور و فکر اور اصلاح کا یہ عمل ان شاء اللہ میری زندگی تک جاری رہے گا۔

کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں

میں نے جن عصری مسائل میں کوئی رائے قائم کی ہے اس کی اساس قرآن مجید، مستند احادیث اور اجماع ہے اور بعض جگہ قیاس سے بھی استدلال کیا ہے، تاہم اگر کسی مسئلہ میں میری رائے کتاب و سنت یا اجماع کے خلاف ہو تو اصل حجت کتاب و سنت اور اجماع ہے، میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اور جن مواضع میں، میں نے امام اعظم کے قول یا دوسرے علماء احناف سے اختلاف کیا ہے اس کی وجہ نظریہ ضرورت ہے، اور ہمارے فقہاء احناف نے ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے کو جائز قرار دیا ہے، یا اس کی وجہ اتباع حدیث ہے، مثلاً عید کے بعد چھ روزے رکھنے کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے اور حدیث میں اس کی فضیلت ہے اس جگہ ہمارے فقہاء نے حدیث کو مقدم رکھا ہے، علامہ امجد علی نے بھی یہاں حدیث کے مطابق لکھا ہے، اسی طرح جن بعض تراجم اور مسائل میں میں نے دوسرے علماء سے اختلاف کیا ہے ان کی بنیاد قوی دلائل ہیں تاہم اگر کوئی شخص میرے ذکر کردہ دلائل سے مطمئن نہیں ہے تو جس قول کی دلیل سے وہ مطمئن ہو اس پر عمل کرے۔

شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث

فارسی کا ایک مقولہ ہے نہ کردن یک عیب و کردن صد عیب (کام کا نہ کرنا تو ایک عیب ہے اور کام کرنے والے کے کام میں سو عیب نکال لیے جاتے ہیں) یقیناً عصر حاضر میں ایسے اجلہ اور اکابر علماء اہل سنت موجود ہیں جن کا علمی مرتبہ مجھ سے بہت بڑا ہے اور مختلف مسائل میں ان کے تفردات ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے مخصوص مشاغل کی وجہ سے وہ اپنے انفرادی نظریات کو ضبط تحریر میں نہیں لا سکے، یا اگر ان کے نظریات کی اشاعت ہوئی بھی تو وہ اس قدر کم تھی کہ عام لوگ اس پر مطلع نہ ہو سکے یا ان کی بزرگی اور شہرت کی وجہ سے ان سے صرف نظر کر لیا گیا، عربی کا مشہور مقولہ ہے من صنف فقد استہدف (جس نے کوئی کتاب تصنیف کی وہ اعتراضات کا نشانہ بن گیا) اور شرح صحیح مسلم الحمد للہ ایک ضخیم کتاب ہے اور اس میں صدہا امہات الکتب کے حوالہ جات ہیں اور اللہ رب العزت کے خصوصی فیضان کرم سے اسے قبولیت عامہ نصیب ہوئی اور تکمیل سے پہلے ہی اس کے چار ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ میں بارگاہ الوہیت میں سراپا تشکر و امتنان ہوں کہ "سیجعل لھم الرحمن ودا" کے مصداق اس نے اس کتاب کو اپنے محبوب بندوں کے دلوں میں جگہ دی۔ اگرچہ اس کتاب کی تحسین کرنے والوں کی تعداد اس سے عناد رکھنے والوں سے بہت زیادہ ہے تاہم اس کے بعض مقامات یا مسائل سے اختلاف کا اظہار اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو نہایت توجہ، ژرف بینی اور ناقدانہ نظر سے پڑھا گیا ہے، اور یہ امر بجائے خود مصنف اور کتاب کے لیے وجہ افتخار ہے، اور یہ سب انعامات الٰہیہ اس حقیقت کے باوجود ہیں کہ ابلاغ و تشہیر کے اس دور میں نہ تو اس کتاب کی تقریب تعارف یا رونمائی منعقد کی گئی اور نہ جدید تشہیری ذرائع استعمال کیے گئے، میں نے اس سے پہلے بھی مختلف جلدوں کے پیش لفظ میں لکھا ہے اور اب ایک بار پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ دلائل حقہ اور اخلاص پر مبنی ناصحانہ مشوروں کو میں قبول کروں گا، اور خالص علمی اختلاف کا خیر مقدم کروں گا اور میں عجب نفس اور انانیت اور معاندین کے شخصی اور گروہی بغض، عناد اور

تعصبات کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق

ایک بحث یہ اٹھائی جاتی ہے کہ اگر مقلد کو اپنے امام کے قول کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو آیا وہ اپنے امام سے اختلاف کر کے اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بھی ہم سب سے پہلے حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة ان اهل المدينة سالوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زيد قال اذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقدموا المدينة فكان فى من سالوا ام سليم فذكرت حديث صفية۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۷، مطبوعہ کراچی)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کر لیا ہو پھر اس کو حیض آ جائے (تو آیا وہ طواف وداع کے بغیر واپس جا سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جا سکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے، (حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لینا، جب وہ مدینہ گئے تو انھوں نے اس کی تحقیق کی، اور حضرت ام سلیم سے بھی پوچھا انھوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی: (کہ ایسی صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو طواف وداع کیے بغیر جانے کی اجازت دی تھی۔)

جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی حدیث مل گئی تو انھوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جا کر حق کا اعتراف کر لیا:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فرجعوا الى ابن عباس فقالوا وجدنا الحديث كما حدثتنا۔

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا جس طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی ہمیں اسی طرح حدیث مل گئی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸، طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انھوں نے بھی رجوع فرما لیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مسلم اور امام نسائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال فرجع اليه، فقال ما اراك الا قد صدقت لفظ مسلم وللنسائى كنت عند ابن عباس فقال له زيد بن ثابت انت الذى تفتى

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت نے رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہا، یہ صحیح مسلم کی

وقال فیه فسألها ثم رجع وهو یضحك فقال ، الحدیث کما حدثتنی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ طبع لاهور)

عبارت ہے اور سنن نسائی میں یہ عبارت ہے: عکرمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا، ان سے حضرت زید بن ثابت نے پوچھا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس انصاری خاتون سے اس کے متعلق حدیث معلوم کر لو، حضرت زید نے ان سے حدیث پوچھی اور ہنستے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع کر لیا اور کہا جس طرح آپ نے بیان کیا تھا، اسی طرح حدیث ہے۔

اس حدیث میں تقلید شخصی کا بھی ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر امام کے قول کے خلاف دلیل مل جائے تو حدیث پر عمل کرنا تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے۔

نیز ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شوال کے چھ روزوں کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے۔ لیکن چونکہ حدیث صحیح میں ان کی فضیلت کا بیان ہے اس لیے ہمارے فقہاء نے یہاں اپنے امام کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ علامہ امجد علی رحمہ اللہ نے بھی شوال کے چھ روزوں کو مستحب لکھا ہے۔ اور امام اعظم کے قول کی یہ توجیہ ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل میں ہمارے فقہاء نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہمارے مسلم عالم ہیں انھوں نے کئی مسائل میں امام اعظم کے قول کے برخلاف کہا ہے، مثلاً احادیث اور آثار میں بیع عینہ کی سخت مذمت ہے، اسی بناء پر امام مالک، امام احمد اور امام اعظم ابوحنیفہ نے بیع عینہ کو حرام قرار دیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ بیع عینہ جائز ہے اور کارِ ثواب ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۲۱۱، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) اس کے جواب میں معترضین کہتے ہیں کہ جن مسائل میں اصحاب ترجیح نے امام اعظم کے قول کے خلاف امام ابویوسف یا امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے وہاں اعلیٰ حضرت نے ایسا کیا ہے، اس کے دو جواب ہیں اوّل یہ کہ قدوری اور صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح ہیں اور انھوں نے امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق بیع عینہ کو حرام لکھا ہے (ہدایہ اخیرین ص ۹۵، ۷۰، مطبوعہ ملتان) ثانیاً اصحاب ترجیح بھی تو امام اعظم کے مقلد ہیں، ان کے لیے اپنے امام سے اختلاف کرنا کس طرح جائز ہو گیا؟ معترضین جواب میں کہتے ہیں کہ انھوں نے دلائل کے ساتھ امام اعظم سے اختلاف کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ پھر آپ نے ہماری بات مان لی کہ اعتبار دلائل کا ہے شخصیت کا نہیں ہے، معترضین کہتے ہیں کہ تمہارے علماء اور اصحاب ترجیح کے علم میں بہت فرق ہے، ان کا علم اس پایہ کا تھا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کر کے ان میں سے کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے تھے، ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ترجیح کا علم امام اعظم اور صاحبین کے علم کے مقابلہ میں بہت کم ہے، پھر ان کے لیے کیسے جائز ہو گیا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کریں؟ نیز جن علماء نے قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح قرار دیا ہے وہ بھی تو بعد کے علماء ہیں ان کے لیے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ ان متاخرین کو اصحاب ترجیح قرار دیں، نیز علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت اصحاب ترجیح نہیں ہیں اور انھوں نے کئی مسائل میں اصحاب ترجیح کی ترجیح کے خلاف قول کو اختیار کیا ہے، کتب فقہ میں ایسی بہت مثالیں ہیں، علامہ امجد علی رحمہ اللہ نے

بھی ہمارے ائمہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے اختلاف کیا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے:

احادیث صحیحہ میں عقیقہ کی فضیلت اور استحباب کو بیان کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ احادیث امام ابو حنیفہ اور صاحبین کو نہیں پہنچیں، کیونکہ انہوں نے عقیقہ کرنے سے منع کیا ہے اور بعض فقہاء نے امام محمد کا ایک قول اباحت کا بھی نقل کیا ہے، علامہ امجد علی رحمہ اللہ نے ان اقوال سے عدول اور اختلاف کر کے عقیقہ کو سنت کہا ہے، گو کہ اپنے اختلاف کی صراحت نہیں کی، ہم پہلے عقیقہ کی فضیلت کے متعلق احادیث کا ذکر کریں گے، پھر ظاہر الروایۃ اور دیگر کتب فقہ سے مذہب احناف نقل کریں گے اور اس کے بعد علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سلمان بن عامر الضبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع الغلام عقیقۃ فاھریقوا عنہ دما واميطوا عنہ الاذی۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲)

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، اس سے خون بہاؤ اور اس کی گندگی دور کرو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ام کرز انہا سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العقیقۃ فقال عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ واحدۃ لا یضرکم ذکرانا کن ام اناثا ھذا حدیث صحیح۔

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نر ہوں یا مادہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

عن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغلام مرتھن بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویسمی ویحلق راسہ، ھذا حدیث حسن صحیح۔

(جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلہ میں گروی ہے، ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال مونڈے جائیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

احادیث کے بعد ائمہ احناف اور فقہاء احناف کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

امام محمد لکھتے ہیں:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ (رضی اللہ عنہم) قال...... (الی قولہ) ولا یعق عن الغلام ولا عن الجاریۃ۔

(الجامع الصغیر ص ۵۳۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

امام محمد از امام ابو یوسف از امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔

امام محمد لکھتے ہیں:

قال محمد اما العقیقة فبلغنا انها کانت فی الجاهلیة وقد فعلت فی اول الاسلام ثم نسخ الاضحی کل ذبح کان قبله ونسخ صوم شهر رمضان کل صوم کان قبله ونسخ غسل الجنابة کل غسل کان قبله ونسخت الزکوٰة کل صدقة کان قبلها کذلك بلغنا۔

امام محمد فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا، پھر قربانی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا۔ ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔

(موطا امام محمد ص ۲۸۹۔۲۹۰، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے، ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس روایت سے پہچانا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رمضان کے روزے نے ہر پہلے روزے کو منسوخ کر دیا اور قربانی نے اس سے پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا، اور غسل جنابت نے اس سے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا (الی قولہ)۔ امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے، لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا، اس عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی اور جب فضیلت منسوخ ہو گئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔

(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید، کراچی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

العقیقة عن الغلام وعن الجاریة وهی ذبح شاة فی سابع الولادة وضیافة الناس وحلق شعره لاسنة ولا واجبة کذا فی الوجیز للکردری۔ وذکر محمد رحمه الله تعالیٰ فی العقیقة فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل وهذا یشیر الی الاباحة فیمنع کونها سنة وذکر فی الجامع الصغیر ولا یعق عن الغلام ولا عن الجاریة وانه اشارة الی الکراهیة کذا فی البدائع فی کتاب الاضحیة۔

ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بکری ذبح کرنا اور لوگوں کو دعوت کرنا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے، یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے، اسی طرح کردری کی وجیز میں ہے، امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے، جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے، اس کا اشارہ اباحت کی طرف ہے، اس لیے اس کا سنت ہونا ممنوع ہے، اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح بدائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے۔

(عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲، مطبوعہ بولاق مصر)

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام اعظم اور امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ عقیقہ نہ کیا جائے، جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور موطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عقیقہ منسوخ ہو گیا، اگر اس نسخ کو عقیقہ کے استحباب پر محمول کیا جائے تو عقیقہ مباح ہے یا پھر مکروہ ہے جیسا کہ علامہ کاسانی نے لکھا ہے۔ تو پھر احناف کے نزدیک عقیقہ مکروہ ہے یا مباح ہے بہرحال سنت یا کار ثواب نہیں ہے۔

اور علامہ امجد علی رحمہ اللہ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے، یہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں، ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں ورنہ جب خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کی سنت سے انکار صحیح نہیں۔

(بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۵۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی)

علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر حسب ذیل اعتراضات ہیں:

۱۔ ایک فعل کو مباح اور مستحب دونوں قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ مباح پر ثواب نہیں ہوتا اور مستحب پر ثواب ہوتا ہے۔

۲۔ ہم نے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے امام محمد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ عالمگیری میں لکھا ہے، اس لیے علامہ امجد علی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے یعنی غیر مؤکدہ سنت ہے اور مطلقاً سنت کی نفی نہیں ہے یہ توجیہ الکلام بما لا یرضیٰ بہ قائلہ ہے۔

۳۔ امام محمد کی دوسری عبارت یہ ہے کہ جو چاہے عقیقہ کرے اور جو چاہے نہ کرے یہ اباحت کی تصریح ہے اس سے عقیقہ کے سنت ہونے کا مطلب نکالنا صحیح نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص تقلید محض کی پستی سے نہیں نکلا تو اس کو عقیقہ کرنے سے منع کرنا چاہیے یا کم از کم یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ مباح ہے اور کار ثواب نہیں ہے اور اس کو یہ نہیں چاہیے کہ امام اعظم کے قول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر یہ کہے کہ امام اعظم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے لیکن سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ نہیں ہے، اور اگر وہ میدان تحقیق میں وارد ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے اور امام اعظم کو یہ احادیث نہیں پہنچیں ورنہ وہ عقیقہ کو مکروہ نہ کہتے کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل اتنے میسر نہیں تھے جتنے اب ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے، اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح امام کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ استنبول) اس لیے یہاں امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔

مولانا عبد الحئی موطا امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

امام محمد کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قربانی کے بعد عقیقہ مشروع نہیں رہا، اور یہ قول تسلیم نہیں ہے کیونکہ احادیث معتبرہ میں عقیقہ کی مشروعیت اور استحباب کی بہت زیادہ صراحت ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث دوسرے لوگوں کے اقوال پر مقدم ہیں خواہ وہ کوئی شخص ہو، اگر عقیقہ منسوخ ہو چکا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا

عقیقہ نہ فرماتے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے عقیقہ کیا ہے۔ کیونکہ موطا امام مالک میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے اپنے بیٹوں کا عقیقہ کیا۔ اس باب میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ اور موقوفہ ہیں اور ایک قول کی وجہ سے ان تمام احادیث کو ترک کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز اگر ہم مان لیں کہ قربانی نے ہر ذبیحہ سابقہ کو منسوخ کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا نہ یہ کہ وہ اصلاً مشروع نہیں رہا۔ (حاشیہ بر موطا امام محمد ص ۲۸۸، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

ہاں ہم علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس بات سے متفق ہیں کہ عقیقہ کا فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لیے صاف صاف یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ مستند احادیث سے اس کا ثبوت ہے اور ہر چند کہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد سے اس کی کراہت اور اباحت منقول ہے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث ان ائمہ کے اقوال پر مقدم ہیں کیونکہ ہم پہلے محمدی ہیں پھر حنفی یا شافعی ہیں۔ اور یقیناً علامہ امجد علی نے بھی اس مسئلہ میں ائمہ احناف کے اقوال صریحہ سے عدول اور اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ علامہ امجد علی خود کو ائمہ احناف سے بڑا سمجھتے ہوں۔

جن جن مسائل میں ہم نے ائمہ احناف کے قول کو اختیار نہیں کیا ان میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ ان ائمہ کرام کو وہ احادیث نہیں پہنچیں مثلاً اگر ہمارے ائمہ کو عقیقہ کے متعلق احادیث مل گئی ہوتیں تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ عقیقہ نہ کیا جائے، اور ظاہر ہے کہ ابتدائی دور میں احادیث کی نشر و اشاعت کے اتنے ذرائع نہیں تھے جتنے بعد میں مہیا ہو گئے۔ بہرحال جب علامہ امجد علی اور اعلیٰ حضرت رحمہما اللہ، امام اعظم اور صاحبین سے اختلاف کر سکتے ہیں، اصحاب ترجیح ان ائمہ کرام میں محاکمہ کر سکتے ہیں اور ان سے بھی بعد کے علماء قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح قرار دے سکتے ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بھی اس منصب کی کوئی آسمانی سند نہیں ہے تو پھر ہم دلائل قویہ کے ساتھ متقدمین سے کسی مسئلہ میں اختلاف کیوں نہیں کر سکتے؟

مذکور الصدر تفصیل اور بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ اصل اعتبار دلیل کا ہوتا ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ متاخرین کا علم متقدمین کے پائے کا نہیں ہے اس لیے وہ ان سے اختلاف نہیں کر سکتے، اور جو معترضین یہ کہتے ہیں کہ تمہارا علم فلاں، فلاں کے علم سے کم ہے اس لیے تم ان سے اختلاف نہیں کر سکتے اور فلاں، فلاں کا علم چونکہ زیادہ تھا اس لیے وہ صحابہ اور مجتہدین سے اختلاف کر سکتے ہیں ان سے گذارش یہ ہے کہ آپ نے ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں جو محاکمہ کیا ہے اور فلاں فلاں کے علم اور مجتہدین کے علم کا جو تجزیہ کیا ہے تو کیا آپ کا علم اتنا وسیع اور محکم ہے کہ آپ ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں محاکمہ اور تجزیہ کر سکیں اور آپ کو اس تجزیہ اور محاکمہ کی کس نے سند دی ہے یا آپ کے زعم میں آپ پر وحی نازل ہوتی ہے؟

شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل

بعض مسائل کا میں نے اعادہ کیا ہے لیکن وہ اعادہ افادہ سے خالی نہیں ہے، ہدایہ کی ایک عبارت سے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کو حلال کر دیا ہے، اس کا جواب میں نے چوتھی جلد میں دو جگہ ذکر کیا ہے، علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سفر میں قصر کی علت مشقت ہے مسافت نہیں ہے جس کی بنا پر بعض علماء نے یہ کہا کہ ہوائی جہاز کے سفر سے قصر لازم نہیں ہے اور

عورتیں بغیر محرم کے ہوائی جہاز سے حج اور عمرہ کے لیے جا سکتی ہیں۔ (نقوش اہل سنت ص ۱۴۲، مطبوعہ کراچی) میں نے اس سلسلہ میں اپنی تحقیق شرح صحیح مسلم کی دوسری جلد میں ذکر کی ہے اور تیسری جلد میں پھر اس کا ذکر کیا ہے اور اس میں زیادہ تفصیل ہے اہل کتاب کے مسلمانوں کی مساجد میں دخول کے متعلق، احناف کے مذہب کی تحقیق میں نے تیسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے، عصمت انبیاء کی بحث دوسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے "تلک الغرانیق العلی" کی بحث دوسری جلد میں ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تحقیق ہے، غیر کفو میں نکاح کے جواز کی بحث تیسری جلد میں ہے اور چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل ہے، انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کی بحث تیسری جلد کے ضمیمے میں ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے، ندائے یا محمد کی بحث ساتویں جلد میں دو جگہ پر ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تفصیل ہے "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" میں مغفرت ذنب کی بحث میں نے تیسری جلد میں کی ہے، پھر چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل کی پھر ساتویں جلد میں مزید تشریح کی، ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کا استحباب اور مسنون ہونا، ہم نے پہلی جلد میں بیان کیا ہے اور چھٹی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے۔

شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دار العلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان

شرح صحیح مسلم کی سات جلدیں میں نے یہاں دار العلوم نعیمیہ کراچی میں لکھی ہیں، مارچ ۱۹۸۷ء میں یہ کام شروع کیا اور جنوری ۱۹۹۴ء میں یہ کام ختم ہو گیا، شرح صحیح مسلم کے اس عظیم کام میں دار العلوم نعیمیہ اور اس کے ٹرسٹیز کا بہت بڑا حصہ ہے، اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔

(جامع ترمذی ص ۲۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸۔ ۲۹۵، ۳۰۳، ۳۸۸، ۴۶۱، ۴۹۲، ج ۳ ص ۳۲، ۷۴، ج ۴ ص ۲۷۸، ج ۵ ص ۲۱۱، ۲۱۲)

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے میں دار العلوم نعیمیہ کے تمام ٹرسٹیز کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اس قدر سہولتیں مہیا کیں کہ میں اس عظیم اور ضخیم کتاب کو آسانی سے مکمل کر سکا، حضرت پروفیسر مولانا مفتی منیب الرحمان مہتمم دار العلوم نعیمیہ زید مجدہم کا میں خاص طور پر شکر گزار ہوں کیونکہ اول یوم سے وہ اس کام میں میرے معاون رہے ہیں، فرید بک سٹال سے جب اس کام کا معاہدہ ہوا اور اس کے درمیان سے لے کر اس کے اخیر تک ہر مرحلہ میں انہوں نے میری وکالت کی اور اس کام کو اپنا سمجھا، اور اس کام میں جہاں جہاں مشکلات اور رکاوٹیں آئیں انہوں نے انتہائی اولو العزمی سے ان مشکلات اور رکاوٹوں کو دور کیا، شرح صحیح مسلم کے بعض مباحث میں میں نے مولانا منیب الرحمان سے مشورہ بھی لیا اور ان کی گراں قدر آراء سے مستفید ہوا، اس کام کے لیے دار العلوم نعیمیہ کی لائبریری کی چابی انہوں نے میرے حوالے کی جس سے مجھے کام میں بہت آسانی ہوئی، اس ایک کام ہی کی وجہ سے ان کا مجھ پر بڑا احسان ہے جس کی وجہ سے میں ان کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں۔ ان کے علاوہ حافظ محمد ازہر نعیمی زید مجدہم کا بھی میں شکر گزار ہوں وہ بھی میرے للہ فی اللہ محب اور خیر خواہ ہیں، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا جمیل احمد نعیمی اور مولانا اقبال احمد

نعیمی، ان کی عنایات کا بھی ممنون ہوں۔ میرے ایک اور محترم دوست استاذ العلماء مولانا حافظ الحاج غلام محمد سیالوی مہتمم شمس العلوم زید مجدہم ہیں، ان کی لائبریری کی کتابوں سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، اور میرے محترم دوست مولانا محمد اکرم حسین سیالوی زید مجدہم ہیں، ان کا تعاون بھی اس کتاب میں شامل ہے اور حضرت ڈاکٹر جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کے احسانات ہیں ان کا تفصیلی ذکر میں نے ساتویں جلد کے ابتداء میں کیا ہے۔ حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی صاحب کا سپاس گزار ہوں جنہوں نے انتہائی لگن اور جانفشانی سے اس کتاب کی تصحیح کی، دار الکتابت حضرت کیلیانوالہ کے کاتبوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے بہت خوبصورت اور دل آویز کتابت کی، اور آخیر میں سید محمد اعجاز مالک فرید بک سٹال کے لیے دعا گو ہوں جنہوں نے انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ اس کتاب کو بہت حسین اور جاذب نظر طباعت سے مزین کر کے انتہائی ارزاں قیمت پر مہیا کیا۔

"تبیان القرآن" لکھنے کا عزم

شرح صحیح مسلم کا کام اب ختم ہو گیا ہے لیکن ابھی زندگی باقی ہے اور میری خواہش ہے کہ جب تک مجھ میں قوت کار باقی ہے دین کا کام کرتا رہوں۔ بہت سے دوستوں اور خاص طور پر سید محمد اعجاز صاحب کی فرمائش ہے کہ قرآن مجید کی عام فہم تفسیر لکھوں، اس لیے میں نے "تبیان القرآن" کے نام سے تفسیر لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے اور ان شاء اللہ ماہ رمضان ۱۴۱۲ھ کے کسی مبارک دن میں تفسیر کے کام کا آغاز کر دوں گا،[1] اور جب تک صحت قائم رہی اور عمر نے وفا کی ان شاء اللہ اس کو لکھتا رہوں گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی مشیت میں ہے کہ یہ کام کہاں تک پہنچ سکے گا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق کا اظہار عطا فرمائے اور باطل سے اجتناب مرحمت فرمائے وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

آخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے بار الٰہ! مصنف اور اس کام میں اس کے معاونین، اس کتاب کے کاتب، مصحح اور ناشر اور اس کتاب کے قارئین اور مصنف کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، ان کو اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت سے بہرہ مند فرما، ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے محفوظ رکھ اور ان کو دارین کی ہر نعمت اور ہر راحت عطا فرما! آمین یا رب العٰلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلیٰ سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ
بلاک نمبر ۱۵، فیڈرل 'بی' ایریا، کراچی - ۳۸
۶ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ / ۱۰ فروری ۱۹۹۲ء

---

[1] ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ کو تفسیر "تبیان القرآن" کا آغاز کر دیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

تیسری صدی کے جن محدثین اور علماء راسخین نے علم حدیث کی تنقیح اور توضیح کے لیے متعدد فنون ایجاد کیے اور اس علم کی توسیع اور اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں ان میں امام مسلم بن حجاج القشیری کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔

امام مسلم فن حدیث کے اکابر ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم رازی نے ان کی امامت حدیث پر شہادت دی۔ امام ترمذی اور ابوبکر خزیمہ جیسے مشاہیر نے ان سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا اور ابو قریش نے کہا کہ دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں اور امام مسلم ان میں سے ایک ہیں۔

ولادت اور سلسلہ نسب

عساکر الملت والدین ابو الحسین امام مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری خراسان کے ایک وسیع اور خوبصورت شہر نیشاپور میں بنو قشیر کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ امام مسلم کی ولادت کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ شاہ عبد العزیز نے ان کا سال ولادت سنہ ۲۰۲ھ لکھا ہے، امام ذہبی نے ۲۰۴ھ بیان کیا ہے اور ابن اثیر نے ۲۰۶ھ کو اختیار کیا ہے۔

تحصیل علم حدیث

ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں امام مسلم نے علم حدیث کی تعلیم شروع کی، فن حدیث کو انھوں نے انتہائی لگن اور محنت سے حاصل کیا۔ اور بہت جلد نیشاپور کے اعاظم محدثین میں ان کا شمار ہونے لگا۔

شخصیت

امام مسلم سرخ و سفید رنگ بلند قامت اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے اور شملہ کندھوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ انھوں نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ کپڑوں کی تجارت کر کے اپنی نجی ضروریات پوری کیا کرتے تھے[1] شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ امام مسلم کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ انھوں نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔

اساتذہ اور مشائخ

علم حدیث کی طلب میں امام مسلم نے متعدد شہروں کا سفر اختیار کیا۔ نیشاپور کے اساتذہ سے اکتساب فیض کے بعد وہ حجاز، شام، عراق اور مصر گئے اور ان گنت بار بغداد کا سفر کیا، انھوں نے ان تمام شہروں کے مشاہیر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر مؤرخین نے ان کے اساتذہ

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۲۷، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ

میں یحییٰ بن یحییٰ، محمد بن یحییٰ ذہلی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مسلمہ القعنبی، احمد بن یونس یربوعی، اسماعیل بن ابی اویس، سعید بن منصور، عون بن سلام، داؤد بن عمرو الضبی، ہیثم بن خارجہ، شیبان ابن فروخ اور امام بخاری کا تذکرہ لکھا ہے [1]

تلامذہ

امام مسلم سے بے حساب لوگوں نے سماع حدیث کیا ہے ان سے روایت کرنے والے تمام حضرات کے اسماء کا شمار تو مشکل ہے چند اسماء یہ ہیں:

ابو الفضل احمد بن سلمہ، ابراہیم بن ابی طالب، ابو عمرو خفاف، حسین بن محمد قبانی۔ ابو عمرو مستملی، حافظ صالح بن محمد علی بن حسن، محمد بن عبدالوہاب، علی بن حسین بن جنید، ابن خزیمہ، ابن صاعد، سراج، محمد بن عبد بن حمید، ابو حامد ابن الشرقی علی بن اسماعیل الصفار، ابو محمد بن ابی حاتم رازی۔ ابراہیم بن محمد بن سفیان، محمد بن مخلد دوری، ابراہیم بن محمد بن حمزہ، ابو عوانہ اسفرائنی، محمد بن اسحاق فاکہی، ابو حامد اعمشی، ابو حامد بن حسنویہ اور امام ترمذی [2]

امام ترمذی نے اپنی جامع صحیح میں امام مسلم سے صرف ایک روایت ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے۔ عن یحییٰ بن یحییٰ عن ابی معاویہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ، احصوا ہلال شعبان برمضان۔

کلمات الثناء

امام مسلم کی مدحت اور ان کے کمالات کو ان کے اساتذہ اور معاصرین نے بے حد سراہا ہے۔ ابو عمرو مستملی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمیں اسحاق بن منصور احادیث لکھوا رہے تھے اور امام مسلم ان احادیث میں سے انتخاب کر رہے تھے۔ اچانک اسحاق بن منصور نے نگاہ اوپر اٹھائی اور کہا ہم اس وقت تک کبھی خیر سے محروم نہیں ہوں گے جب تک ہمارے درمیان مسلم بن حجاج موجود ہیں۔ ان کے ایک اور استاذ محمد بن عبدالوہاب فراء نے کہا کہ مسلم علم کا خزانہ ہے اور میں نے ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں پایا۔ ابن اخرم نے کہا نیشاپور نے تین محدث پیدا کیے، محمد بن یحییٰ، ابراہیم بن ابی طالب اور مسلم۔ ابن عقدہ نے کہا امام مسلم بالشافہ سماع کے بغیر روایت نہیں کرتے تھے۔ ابو بکر جارودی نے کہا کہ مسلم علم کے محافظ تھے۔ مسلم بن قاسم نے کہا کہ وہ جلیل القدر امام تھے۔ بندار نے کہا دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں، ابو زرعہ، محمد بن اسماعیل، دارمی اور مسلم بن حجاج۔ [3]

علمی شکوہ

امام مسلم فن حدیث میں عظیم صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حدیث صحیح اور سقیم کی پہچان میں وہ اپنے زمانہ کے اکثر محدثین پر فوقیت رکھتے تھے، حتیٰ کہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ کیونکہ امام بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات ان کی کتابوں سے بطریق مناولہ حاصل کی ہیں۔ خود ان کے مؤلفین سے سماع نہیں کیا، اس لیے ان کے راویوں میں امام بخاری سے بسا اوقات غلطی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ ایک ہی راوی کا کبھی نام ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کنیت' ایسی صورت میں بعض دفعہ امام بخاری ان کو دو راوی خیال کر لیتے ہیں۔ اور امام مسلم نے چونکہ اہل شام سے براہ راست سماع کیا ہے اس لیے وہ اس قسم کا مغالطہ نہیں کھاتے۔ [4]

---

[1] امام عبداللہ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۸۸، مطبوعہ ادارۃ احیاء التراث العربی بیروت

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۲۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[3] تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۲۸

[4] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، بستان المحدثین ص ۲۸۰، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

امام بخاری سے تعلق خاطر

جس طرح امام بخاری ایمان کے مرکب ہونے کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے روایت نہیں لیتے تھے جو بساطت ایمان کا قائل ہو، اسی طرح امام محمد بن یحییٰ ذہلی قدم قرآن کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے سخت بیزار تھے جو الفاظ قرآن کو مخلوق مانتا ہو۔ جب امام بخاری اور امام محمد بن یحییٰ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ان میں اور امام بخاری میں سخت منافرت پیدا ہوگئی حتیٰ کہ ایک دن محمد بن یحییٰ ذہلی نے اپنی مجلس میں اعلان کر دیا کہ جو شخص الفاظ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو وہ ہماری مجلس سے چلا جائے۔ یہ سن کر امام مسلم نے اپنا عمامہ سنبھالا اور امام ذہلی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور امام ذہلی سے انھوں نے جس قدر احادیث ضبط کی تھیں وہ سب انھیں واپس بھجوادیں۔

تصانیف

امام مسلم کی عمر کا اکثر حصہ روایتِ حدیث کے حصول کے لیے مختلف شہروں میں سفر کرتے ہوئے گزرا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ درس و تدریس میں بھی بے حد مشغول رہے۔ اس کے باوجود ان سے مندرجہ ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

۱۔ الجامع الصحیح۔ ۲۔ المسند الکبیر۔ ۳۔ کتاب الاسماء والکنیٰ۔ ۴۔ کتاب الجامع علی الابواب۔ ۵۔ کتاب العلل ۶۔ کتاب الوحدان۔ ۷۔ کتاب الافراد۔ ۸۔ کتاب سوالات احمد بن حنبل۔ ۹۔ کتاب حدیث عمرو بن شعیب۔ ۱۰۔ کتاب الانتفاع باہب السباع۔ ۱۱۔ کتاب مشائخ مالک۔ ۱۲۔ کتاب مشائخ ثوری۔ ۱۳۔ کتاب مشائخ شعبہ۔ ۱۴۔ کتاب من لیس لہ الا راو واحد۔ ۱۵۔ کتاب المخضرمین۔ ۱۶۔ کتاب اولاد الصحابۃ۔ ۱۷۔ کتاب اوہام المحدثین۔ ۱۸۔ کتاب الطبقات۔ ۱۹۔ کتاب[1] افراد الشامیین۔ ۲۰۔ مسند امام مالک۔ ۲۱۔ مسند الصحابۃ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے مسند الصحابہ بڑی تفصیل سے لکھنی شروع کی تھی مگر وہ مکمل نہ ہو سکی اور امام مسلم وفات پا گئے اور اگر وہ اس کو پورا کر لیتے تو وہ ایک ضخیم تصنیف ہوتی۔

وصال

امام مسلم کے وصال کا سبب بھی نہایت عجیب و غریب بیان کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ایک دن مجلس مذاکرہ میں امام مسلم سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا اس وقت آپ اس حدیث کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ گھر آکر اپنی کتابوں میں اس حدیث کی تلاش شروع کر دی۔ قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا بھی رکھا ہوا تھا امام مسلم کے استغراق اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ کھجوروں کی مقدار کی طرف آپ کی توجہ نہ ہو سکی اور حدیث ملنے تک کھجوروں کا سارا ٹوکرا خالی ہو گیا اور غیر ارادی طور پر کھجوروں کا زیادہ کھا لینا ہی ان کی موت کا سبب بن گیا۔ اور اس طرح ۲۴ رجب ۲۶۱ھ اتوار کے دن شام کے وقت علم حدیث کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا اور اگلے روز پیر کے دن خراسان کے اس عظیم محدث کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حسنِ عاقبت

امام مسلم سادہ دل درویش تھے اور علم و عمل کی بہترین خوبیوں کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمایا۔ ابو حاتم رازی بیان کرتے ہیں میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لیے مباح کر دیا ہے، اور میں اس میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔ [2]

---

[1] امام عبداللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۹۰، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت

[2] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، بستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

شارح صحیح مسلم

از مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی، کراچی

حضرت استاذ محترم استاذ العلماء علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کا شمار ان جید علماء میں ہوتا ہے جو اپنے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے دینیات اسلام میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں، آپ بیک وقت ایک مستند عالم دین، ماہر مدرس، عظیم محدث، بے بدل فقیہ، عمدہ خطیب اور صاحب طرز مصنف ہیں۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء میں دہلی کے متمول اشراف میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی محمد منیر تھا، جو آپ کے عہد طفولیت میں وفات پا گئے تھے، آپ نے ناظرہ قرآن مجید چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ سے پڑھ کر ختم کیا، دس سال کی عمر میں پنجابی اسلامیہ ہائی سکول دہلی سے پرائمری پاس کر کے مڈل کلاس میں داخلہ لیا تو برصغیر کی تقسیم ہو گئی، ۱۹۴۷ء میں آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور یہاں کراچی میں مقیم ہو گئے، یہاں آکر حوادث روزگار کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور کمپوزنگ کا کام سیکھا اور آٹھ سال تک کراچی کے مختلف پریسوں میں بطور کمپوزیٹر کام کرتے رہے، لیکن قدرت کو آپ کے ذریعہ دین اسلام کی خدمت اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت مقصود تھی، اس لیے ایک مرتبہ پھر آپ کا رجحان حصول تعلیم کی طرف ہو گیا۔

۱۹۵۸ء میں علماء دین کی متضاد تقریروں اور قرآن مجید کے مختلف تراجم سے آپ کے ذہن میں یہ الجھن پیدا ہوئی کہ کون سا نظریہ صحیح ہے؟ اور کون سا ترجمہ برحق ہے؟ اسی تجسس کے عالم میں آپ نے علم دین حاصل کرنے کا فیصلہ کیا، پہلے آپ جامعہ محمدیہ رحیم یار خان گئے وہاں مولانا محمد نواز اویسی مدظلہ نے آپ کو کریما فارسی اور قرآن مجید کا ترجمہ شروع کرایا، اس کے بعد آپ کو حضرت مولانا عبد المجید اویسی دامت برکاتہم کے سپرد کر دیا جن سے آپ نے فارسی کی بقیہ کتابیں اور صرف و نحو پڑھی، مولانا عبد المجید اویسی کے پاس آپ ڈیڑھ سال رہے، اور ان کے ہمراہ سکندر آباد اور سراج العلوم خانپور گئے، خانپور سے جامعہ نعیمیہ لاہور چلے گئے۔ وہاں مولانا عبد الغفور مدظلہ سے کافیہ، شرح تہذیب، اصول الشاشی اور نور الانوار پڑھیں، اور مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ سے شرح جامی، قطبی، جلالین اور ہدایۃ الحکمۃ پڑھیں، مفتی عزیز احمد رحمہ اللہ سے تلخیص کے چند اسباق پڑھے۔ بعد ازاں بندیال چلے گئے، وہاں حضرت رئیس الاساتذہ مولانا عطا محمد بندیالوی دامت فیوضہم سے میبذی، صدرا، شمس بازغہ، مختصر معانی، مطول، ملا حسن، زواہد ثلثہ، قاضی مبارک، حمد اللہ، ہدایہ اخیرین، شرح نخبۃ الفکر اور جامع ترمذی پڑھیں، اخیر میں جامعہ قادریہ فیصل آباد آ گئے، وہاں حضرت مولانا ولی النبی رحمہ اللہ سے اقلیدس اور تصریح پڑھی، اور حضرت مولانا مختار حق مدظلہ سے سراجی پڑھی۔

۱۹۵۸ء میں جب حضرت استاذ محترم رحیم یار خان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا عبد المجید

اویسی نے آپ کو غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرایا، انہی کے نام کی نسبت سے استاذ محترم خود کو سعیدی لکھتے ہیں اور حضرت قبلہ غزالی زماں سے بیعت کو اپنے لیے باعث صد افتخار گردانتے ہیں۔

نومبر ۱۹۶۵ء میں حضرت استاذ محترم نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔ پہلے چار سال مشکوٰۃ، جلالین اور دیگر علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں اور ۱۹۷۰ء سے باقاعدہ مکمل دورہ حدیث پڑھانا شروع کرایا، اور یہ سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے حافظ عبد القادر روپڑی سے محفل میلاد کے جواز پر مناظرہ کیا اور بھری محفل میں حافظ مذکور کو لاجواب کر دیا اور انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ اگر تعیین شرعی نہ ہو تو بارہ ربیع الاول کو اس سے پہلے اور اس کے بعد کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی سیرت طیبہ کو بیان کرنا جائز ہے، جس کو عرف میں میلاد النبی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور یہ تحریر آپ کو لکھ کر دے دی، اس مناظرہ میں شرف الملت حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی بھی تشریف فرما تھے، ان کے علاوہ اور بہت سے علماء اہل سنت تھے، ۱۹۶۹ء میں حافظ مذکور سے علم غیب پر مناظرہ ہوا، اس مناظرہ میں جب استاذ محترم نے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی فتح البیان سے علم ما کان و ما یکون کے ثبوت میں ابن کیسان کا قول پیش کیا تو حافظ مذکور بدحواس ہو گئے، اور انہوں نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا، یہ دونوں مناظرے عصر کے بعد سے عشاء کے بعد تک جاری رہے تھے اور اس میں طرفین کے بہ کثرت علماء شریک تھے، دونوں مناظرے طبع ہو چکے ہیں۔

۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء کے وسط تک آپ جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتے رہے، ۱۹۷۰ء کے وسط میں آپ حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کی دعوت پر کراچی آئے اور ایک سال تک دار العلوم نعیمیہ کراچی میں درجہ حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے، بعد ازاں حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کی خواہش پر دوبارہ لاہور چلے گئے اور جولائی ۱۹۸۵ء تک پھر وہاں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کو کمر کا درد لاحق ہوا، بعد ازاں شوگر ہو گئی، اور اس کے بعد بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ لاہور میں آپ کافی بیمار تھے، اور حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کا شدید اصرار تھا کہ آپ کراچی آجائیں، آپ کا علاج ہو جائے گا، سو آپ ۲ جولائی ۱۹۸۵ء کو بالآخر دوبارہ کراچی آ گئے اور تادم تحریر یہیں اقامت پذیر ہیں۔

آپ کی بہ کثرت تصانیف ہیں جو متعدد بار طبع ہو کر قارئین سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں وفاقی شرعی عدالت، لاہور میں سود سے متعلق ایک رٹ کی سماعت کر رہی تھی، اس وقت یہ سوال درپیش تھا کہ اگر قرض پر سود نہ لیا جائے اور قرض خواہ کو چند سال بعد اس کی صرف اصل رقم واپس ملے تو افراط زر کی وجہ سے چند سال بعد وہ رقم چوتھائی مالیت کی یا اس سے بھی کم رہ جائے گی، اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ ایک وکیل نے حضرت استاذ محترم کی مقالات سعیدی سے اس مسئلہ کا حل پیش کیا، اس وقت وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس مولانا تنزیل الرحمان تھے، وہ اس حل سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے متعدد لوگوں سے ایک سال تک مسلسل کوشش کی کہ حضرت استاذ محترم وفاقی شرعی عدالت میں جسٹس کا عہدہ قبول کر لیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ میں عدالت کی ذمہ داریاں

ے۔ جسٹس تنزیل الرحمان نے سود کی ممانعت پر جو تاریخ ساز فیصلہ لکھا ہے اس میں بھی مقالات سعیدی کے ایک اقتباس کا حوالہ دیا ہے، یہ فیصلہ ہفت روزہ زندگی ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔

قبول کرنے کے بعد شرح صحیح مسلم کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکوں گا!۔

آپ کی تصانیف اور تلامذہ کا حلقہ برصغیر، یورپ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے، برطانیہ میں بھی آپ کے تلامذہ اور معتقدین کی کافی تعداد ہے۔ ۱۹۹۰ء میں آپ حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان محبوبی زیب سجادہ ڈھانگری شریف مقیم برطانیہ کی دعوت پر برطانیہ گئے اور تین ماہ تک برطانیہ کے متعدد شہروں میں دینی جلسوں سے خطاب کیا اور واپسی میں حرمین طیبین کی زیارت اور عمرہ کی سعادت سے سرفراز ہو کر وطن واپس ہوئے، اہل برطانیہ کی خواہش اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی دعوت پر ۱۹۹۳ء میں آپ دوبارہ برطانیہ تشریف لے گئے اور متعدد دینی اجتماعات سے خطاب کیا۔

حضرت استاذ محترم نے شرح صحیح مسلم مکمل فرمالی ہے اور اب "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھنا چاہتے ہیں اور وہ ان شاء اللہ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کے کسی مبارک دن میں اس کی تصنیف کا آغاز کردیں گے، شرح صحیح مسلم کی شہرت اور مقبولیت دیکھ کر بہت سے اشاعتی اداروں نے حضرت سے درخواست کی کہ ان کے اداروں کو تفسیر شائع کرنے کا موقع دیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے فرید بک سٹال لاہور سے پیمانِ وفا کو برقرار رکھا اور بہت سی پرکشش پیش کشوں سے معذرت کرلی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت کو "تبیان القرآن" مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حدیث پاک کی خدمت سے مسعود کیا ہے اسی طرح آپ کی قرآن مجید کی خدمت سے بھی مشکور فرمائے اور "تبیان القرآن" کو اسم بامسمی کردے، اور ان دونوں کتابوں کو قبول دوام عطا فرمائے۔

سید محمد اشرف جیلانی

صحیح مسلم

صحیح مسلم کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری کے بعد شمار کی جاتی ہے۔ امام مسلم بن حجاج نے اس کی احادیث کو انتہائی محنت اور کاوش سے ترتیب دیا ہے حسن ترتیب اور تدوین کی عمدگی کے لحاظ سے یہ صحیح بخاری پر بھی فوقیت رکھتی ہے اور زمانہ تصنیف سے لے کر آج تک اس کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل رہا ہے۔

متقدمین میں سے بعض مغاربہ اور محققین نے صحیح مسلم کو بے حد پسند کیا ہے اور اس کو صحیح بخاری پر بھی ترجیح دی ہے۔ چنانچہ ابو علی حاکم نیشا پوری اور حافظ ابوبکر اسماعیلی صاحب مدخل کا یہی قول ہے اور امام عبدالرحمان نسائی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح، امام بخاری کی صحیح سے مقدم ہے[1] اور مسلم بن قاسم قرطبی معاصر دار قطنی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح کی مثل کوئی شخص نہیں پیش کر سکتا۔ ابن حزم بھی صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے تھے[2]۔ اور خود امام مسلم نے اپنی کتاب کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر محدثین دو سو سال بھی احادیث لکھتے رہیں پھر بھی ان کا مدار اسی کتاب پر ہوگا۔[3] اور اب تو دو سو برس چھوڑ کر گیارہ سو برس ہونے کو آئے لیکن اس مرد خدا کے قول کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور شاہ عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ابو علی زعفرانی کو کسی شخص نے وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ تمہاری بخشش کس سبب سے ہوئی تو انھوں نے صحیح مسلم کے چند اجزا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان اجزاء کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا[4]۔ اس خواب سے معلوم ہوا کہ صحیح مسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

سبب تالیف اور مدت

امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف کا سبب خود بیان فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض تلامذہ نے درخواست کی کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلا تکرار احادیث کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میں نے اپنی صحیح کی تالیف کی۔ امام مسلم نے تین لاکھ احادیث میں سے اپنی جامع صحیح کا انتخاب فرمایا اور جن مشائخ کی احادیث کو انھوں نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ان سب سے انھوں نے بالمشافہ اور براہ راست سماع کیا ہے اور اس تصنیف میں انھوں نے صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید احتیا

---

[1] الشیخ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، ہدی الساری جلد ا ص ۲۴، مطبوعہ مصر۔

[3] شیخ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، بستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

کے پیش نظر اس مجموعہ میں صرف ان احادیث کو لائے ہیں جن کی صحت پر اس وقت کے اکابرین کا اتفاق تھا اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ تحقیق مزید کے لیے کتاب کی تکمیل کے بعد اسے حافظ عصر ابوزرعہ کی خدمت میں پیش کیا جو اس زمانہ میں علل حدیث اور جرح و تعدیل کے فن میں امام گردانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انھوں نے کسی علت کی نشاندہی کی، امام مسلم نے اس کو کتاب سے خارج کر دیا، اس طرح پندرہ سال کی لگاتار جد و جہد اور شدید مشقت کے بعد صحیح مسلم کی صورت میں یہ مجموعہ احادیث تیار ہو گیا۔[1]

تسمیہ

حاجی خلیفہ اور دیگر مؤرخین نے صحیح مسلم کا نام الجامع الصحیح بیان کیا ہے مگر اس نام پر بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں تفسیر بھی ہو اور صحیح مسلم میں تفسیر سے متعلق احادیث بہت کم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جامع کے تحقیق کے لیے کتاب میں نفس تفسیر کا لانا شرط ہے قلت یا کثرت ملحوظ نہیں ہے۔

چنانچہ متقدمین میں سے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کی جو تصانیف جامع کے نام سے مشہور ہیں ان میں بھی تفسیر بہت کم ہے صحیح مسلم میں تفسیر اس قدر کم لانے کا سبب یہ ہے کہ تفسیر سے متعلق اکثر روایات امام مسلم کتاب کے شروع میں لے آئے ہیں اور چونکہ اس کتاب میں انھوں نے حتی الامکان تکرار سے گریز کیا ہے اس لیے کتاب التفسیر میں ان روایات کو دوبارہ نہیں لائے۔

اسلوب

امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف اور ترتیب میں انتہائی حزم و احتیاط اور کامل ورع اور تقوی سے کام لیا ہے۔ امام ابن شہاب زہری، امام مالک اور امام بخاری حدثنا اور اخبرنا کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور ابن جریج، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، یحیی بن یحیی، عبداللہ بن مبارک اور دیگر تمام محدثین حدثنا اور اخبرنا میں فرق کرتے ہیں۔ حدثنا کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب استاذ حدیث کی قرأت کرے اور شاگرد سن رہے ہوں اور اخبرنا کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب شاگرد پڑھے اور استاد سن رہا ہو۔ چونکہ اکثر محدثین اخبرنا اور حدثنا میں ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ جائز نہیں رکھتے۔ اس لیے احتیاط کے پیش نظر امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور حدثنا اور اخبرنا کے فرق کو قائم رکھا ہے۔

امام مسلم نے سند حدیث میں راویوں کے اسماء کے ضبط کا بھی بڑا خیال رکھا ہے جس راوی کا اصل سند میں صرف نام ذکر کیا گیا ہو اور نسب کا ذکر نہ ہو جس کے سبب ابہام پیدا ہو تو وہ اس کی وضاحت کرتے ہیں مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ استاذ کے بیان کیے ہوئے الفاظ میں خلل نہ آئے۔ مثلاً انھوں نے ایک سند ذکر کی۔ حدثنا سلیمان یعنی ابن بلال عن یحیی وھو ابن سعید، اس مقام پر استاذ نے سلیمان بن بلال کا نام صرف سلیمان اور یحیی بن سعید کا نام صرف یحیی ذکر کیا تھا اور ان کے نسب کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ امام مسلم چاہتے تو اس کو سلیمان بن بلال اور یحیی بن سعید کے نام سے ذکر کر سکتے تھے، لیکن اس صورت میں یہ وہم ہوتا کہ شاید استاذ نے اپنی سند میں ان کا ذکر اسی طرح کیا ہے اس لیے احتیاطاً امام مسلم نے ایک نام کے ساتھ یعنی ابن بلال اور دوسرے نام کے ساتھ وھو ابن سعید لکھا۔

اسی طرح راوی کے اسم، صفت، کنیت یا نسب میں اختلاف ہو تو امام مسلم اس کا بھی بیان کر دیتے ہیں۔ نیز جس اسناد میں کوئی علت خفیہ ہو اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ سند میں اگر اتصال یا ارسال اور متن میں زیادتی یا کمی کا اختلاف ہو تو اس کو واضح کر دیتے ہیں الفاظ حدیث کے اختلاف کو واللفظ لفلان کے ساتھ اسی جگہ بیان کر دیتے ہیں۔ صحیح مسلم ان خوبیوں میں منفرد

---

[1] حافظ شمس الدین الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۹۰، مطبوعہ ادارۃ احیاء التراث العربی بیروت

ہے۔ امام بخاری کی صحیح میں یہ خوبیاں نہیں ہیں ۔

ایک متن حدیث جب اسانید متعددہ سے مروی ہو تو امام مسلم ان تمام اسانید کو ان کی احادیث کے ساتھ ایک جگہ ذکر کر دیتے ہیں وہ ان احادیث کو متعدد ابواب میں متفرق کرتے ہیں نہ ایک حدیث کی مختلف ابواب میں تقطیع کرتے ہیں۔ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ وارد کرتے ہیں نہ روایت بالمعنی کرتے ہیں اور نہ حدیث کا اختصار کرتے ہیں نیز باب کے تحت صرف احادیث لاتے ہیں۔ آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے ساتھ احادیث کو مختلط نہیں کرتے ۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث کو ترتیب وار ابواب کے لحاظ سے وارد کیا ہے لیکن تراجم اور عنوانات مقرر نہیں کیے۔ امام نووی فرماتے ہیں اس کا سبب یا تو اختصار تھا یا کوئی اور امر جس کو امام مسلم ہی بہتر طور پر جانتے تھے۔ بہرحال بعد کے لوگوں نے ان ابواب کے تراجم مقرر کر دیے ہیں جن کو صحیح مسلم کے حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ان تراجم میں بعض بہت عمدہ ہیں اور بعض میں رکاکت اور تعقید ہے ۔

شرائط

امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں احادیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ حدیث کو نقل کرنے والے تمام راوی مسلم، عادل، ثقہ، متصل، غیر شاذ اور غیر معلل ہوں۔ ثقہ کا معیار امام مسلم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ راوی طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے ہوں۔ یعنی کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمت مع الشیخ ہوں یہ طبقہ اولیٰ ہے یا کامل الضبط اور قلیل الملازمت ہوں۔ یہ طبقہ ثانیہ ہے رہا طبقہ ثالثہ یعنی ناقص الضبط اور کثیر الملازمت تو ان کی روایات سے امام مسلم انتخاب کرتے ہیں اور استیعاب فقط پہلے دو طبقوں سے کرتے ہیں اور اتصال کا معیار ان کے نزدیک یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان معاصرت کا ثبوت ہو۔[1]

امام مسلم نے رواۃ حدیث کے تین طبقات مقرر کیے ہیں اول وہ ضبط اور اتقان میں اعلیٰ درجہ پر ہیں، ثانی متوسطین اور ثالث متروکین جو متہم بالکذب ہوں اور امام مسلم نے اس کتاب میں حدیث لانے کی شرط یہ قائم کی ہے کہ وہ راوی پہلے دو طبقوں میں سے ہوں اور ان دونوں میں پہلے طبقہ کی روایات مقدم ہوں گی اور تیسرے طبقہ کے بارے میں انھوں نے تصریح کر دی ہے کہ وہ اس طبقہ کی احادیث کی تخریج نہیں کریں گے۔[2] اس کے باوجود صحیح مسلم میں تیسرے طبقہ کی روایات بھی موجود ہیں۔ اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام مسلم نے اس طبقہ کی روایات اصالۃً وارد نہیں کیں بلکہ ان کو بالتبع تائید کے مرتبہ میں لائے ہیں یا اس طبقہ کی روایات کو اس وقت لائے ہیں جب وہ کسی زائد خوبی مثلاً علو اسناد پر مشتمل تھیں۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس ضعف کی وجہ سے ان راویوں کو طبقہ ثالثہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میں وہ ضعف مثلاً نسیان یا اختلال وغیرہ صحیح مسلم میں ان کی احادیث کے اندراج کے بعد لاحق ہوا ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث وارد کرنے کے لیے ایک شرط یہ بھی عائد کی ہے کہ اس حدیث کی صحت پر اجماع ہو چکا ہو کیونکہ جب ان سے حدیث ابوہریرہ [فاذا قرء فانصتوا] کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیوں نہیں کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ہر اس حدیث کو کتاب میں درج نہیں کیا جو صرف میرے نزدیک صحیح تھی۔

---

[1] طاہر بن صلاح الجزائری الدمشقی توجیہ النظر ص ۸۷، مطبوعہ مصر۔

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ص ۳ تا ۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بلکہ اس حدیث کو درج کیا ہے جس کی صحت پر اتفاق ہو چکا ہو [سلہ]

امام مسلم کی اس شرط پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحیح مسلم میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جن کی صحت پر سب کا اتفاق نہیں ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے ان کے خیال میں ان کی صحت پر سب کا اتفاق ہو چکا تھا خواہ فی الواقع ایسا نہ ہوا ہو۔ اور حافظ ابن صلاح نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ جو احادیث مجمع علیہ نہیں ہیں ممکن ہے ان کو وارد کرتے وقت امام مسلم کو یہ شرط یاد نہ رہی ہو۔ اور علامہ سیوطی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس اجماع سے اجماع اتفاقی مراد ہے یعنی امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور کا اجماع۔ اور امام مسلم کی لائی ہوئی احادیث اس قسم کے اجماع سے بہرحال خالی نہیں ہیں۔

امام بخاری اور علی بن مدینی اتصال کے لیے صرف راوی اور مروی عنہ کی معاصرت کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں باہم ملاقات کی بھی شرط لگاتے تھے اس لیے امام مسلم نے مقدمہ صحیح میں ان بزرگوں پر انتہائی شدید اور تند و تیز رد کیا ہے۔ جس کا ذکر امام مسلم کے ذکر کردہ مقدمہ میں آ رہا ہے۔

تعلیقات

امام بخاری کی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں تعلیقات کی کثرت نہیں کی۔ حافظ ابن صلاح نے صحیح مسلم کے صرف چودہ مقامات گنوائے ہیں جہاں امام مسلم نے سند معلق کے ساتھ احادیث وارد کی ہیں تفصیل یہ ہے:

۱۔ حدیث ابی جہیم باب تیمم۔
۲۔ حدیث ابی العلاء باب صلوٰۃ النبی۔
۳۔ حدیث یحییٰ بن حسان باب سکوت بین التکبیر والقراءۃ۔
۴۔ حدیث عائشہ کتاب الجنائز۔
۵۔ حدیث عائشہ باب الجوائح۔
۶۔ حدیث جعفر بن ربیعہ باب الجوائح۔
۷۔ حدیث کعب بن مالک فی تقاضی ابن حدرد۔
۸۔ حدیث معمر باب احتکار الطعام۔
۹۔ حدیث ابی اسامہ باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۰۔ حدیث ابن عمر آخر باب الفضائل۔
۱۱۔ حدیث ابی سعید خدری آخر کتاب القدر۔
۱۲۔ حدیث براء بن عازب فی الصلوٰۃ الوسطیٰ۔
۱۳۔ حدیث ابوہریرہ باب الرجم۔
۱۴۔ حدیث عوف بن مالک کتاب الامارۃ۔

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ یہ چودہ احادیث اگرچہ سند منقطع سے وارد ہیں لیکن یہ احادیث دوسرے طرق سے جہات

[سلہ] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صحیحہ سے سند موصل کے ساتھ بھی مروی ہیں اس لیے یہ روایات بھی حکماً صحیح ہیں [1]

عدد مرویات

صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابوالفضل احمد بن سلمہ نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم کی کل احادیث بارہ ہزار ہیں اور ابوحفص نے بیان کیا ہے کہ آٹھ ہزار ہیں۔ الجزائری نے اسی کی تحقیق کی ہے اور حذف تکرارات کے بعد صحیح مسلم میں بالاتفاق چار ہزار احادیث ہیں [2]

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ حافظ ابوقریش بیان کرتے ہیں کہ ہم شیخ ابوزرعہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امام مسلم آئے اور سلام کرکے مجلس میں بیٹھ گئے۔ پھر اپنی صحیح کو پیش کرکے کہا یہ چار ہزار احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے۔ شیخ ابوزرعہ نے سن کر کہا باقی احادیث کس کے لیے چھوڑ دیں۔ حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ چار ہزار احادیث سے امام مسلم کی مراد وہ احادیث تھیں جو غیر مکرر ہیں۔

مستخرجات

اصطلاح حدیث میں مستخرج حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی کتاب کی احادیث کو دیگر اسانید کے ساتھ اس کے مصنف کی شرائط پر جمع کیا جائے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی تخریج میں بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں چند ازاں یہ ہیں:

(۱) المسند الصحیح علی مسلم یہ حافظ ابوبکر محمد بن محمد النیشاپوری الاسفرائنی المتوفی ۲۸۶ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ اسفرائنی اکثر شیوخ میں امام مسلم کے شریک ہیں۔

(۲) التخریج علی صحیح مسلم یہ ابوجعفر احمد بن حمدان علی النیشاپوری المتوفی ۳۱۱ھ کی تالیف ہے۔

(۳) مختصر المسند الصحیح علی مسلم یہ حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی المتوفی ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔ انھوں نے یونس بن عبدالاعلیٰ اور دوسرے شیوخ مسلم سے روایت کی ہے۔

(۴) التخریج علی مسلم یہ ابونصر محمد بن محمد الطوسی الشافعی المتوفی ۳۴۴ھ کی تالیف ہے۔

(۵) التخریج علی مسلم یہ ابوحامد احمد بن محمد الشاذلی الشافعی الہروی المتوفی ۳۵۵ھ کی تالیف ہے۔

(۶) المسند الصحیح علی مسلم یہ ابوبکر محمد بن عبداللہ الجوزقی النیشاپوری المتوفی ۳۸۸ھ کی تالیف ہے۔

(۷) المسند المستخرج علی مسلم یہ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ کی تالیف ہے۔

(۸) المخرج علی صحیح مسلم یہ ابوالولید حسان بن محمد القرشی المتوفی ۳۴۹ھ کی تصنیف ہے۔

---

[1] شیخ محی الدین یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، مقدمہ شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۶ھ

[2] شیخ طاہر بن صلاح الجزائری توجیہ النظر ص ۹۳، مطبوعہ مصر

شروحاتِ صحیح مُسلم

صحیح مسلم پر متعدد حواشی لکھے گئے اور بہت سی شروحات تصنیف کی گئی ہیں اور تقریباً ہر زمانہ میں علماء راسخین اور جلیل القدر محدثین صحیح مسلم کی احادیث کے اسرار و رموز اور حقائق و دقائق بیان کرتے رہے ہیں۔ سطور ذیل میں چند شروح کے اسماء ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ **المفہم فی شرح غریب مسلم** | یہ امام عبد الغافر بن اسماعیل الفارسی المتوفی ۵۲۹ھ کی تالیف ہے۔

(۲)۔ **شرح مسلم** | یہ امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی متوفی ۵۳۵ھ کی تالیف ہے۔

(۳)۔ **المعلم بفوائد کتاب مسلم** | یہ ابو عبد اللہ محمد بن علی المازری المتوفی ۵۳۶ھ کی تالیف ہے۔

(۴)۔ **الاکمال فی شرح مسلم** | یہ قاضی عیاض بن موسیٰ المالکی المتوفی ۵۴۴ھ کی تالیف ہے۔

(۵)۔ **شرح مسلم** | یہ عماد الدین عبد الرحمان بن عبد العلی المصری المتوفی ۴۴۳ھ کی تصنیف ہے۔

(۶)۔ **المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم** | یہ شرح ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔ اس شرح میں ہیں الفاظ غریبہ کے معانی، اعاریب اور احادیث سے مستنبط دیگر نکات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۷)۔ **المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج** | یہ شرح حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ کی تالیف ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ اگر مجھے لوگوں کی پست ہمتی اور قلت رغبت کا خیال نہ ہوتا تو میں سو جلدوں میں اس کی شرح کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شرح کو بے حد مقبولیت عطا فرمائی، عام طور پر برصغیر کے علماء کے پاس یہی شرح ہے جسے صحیح مسلم کے ساتھ چھاپ دیا گیا ہے۔ حافظ شمس الدین القونوی المتوفی ۷۸۸ھ نے اس شرح کا اختصار بھی کیا ہے۔

(۸)۔ **شرح مسلم** | یہ شرح ابو الفرج عیسیٰ بن مسعود الزواوی المتوفی ۷۴۴ھ کی تالیف ہے۔ پانچ جلدوں پر مشتمل یہ ایک ضخیم شرح ہے۔

(٩)۔ **شرح زوائد مسلم علی البخاری** یہ شرح سراج الدین عمر بن علی المتوفی ٨٠٤ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

(١٠)۔ **اکمال اکمال المعلم** یہ شرح امام عبداللہ محمد بن خلیفہ المالکی المتوفی ٨٢٦ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم شرح ہے۔

(١١)۔ **شرح مسلم** یہ شرح شیخ تقی الدین ابوبکر بن محمد الدمشقی المتوفی ٨٢٩ھ کی تالیف ہے۔*

(١٢)۔ **الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج** یہ حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی المتوفی ٩١١ھ کی تالیف ہے۔

(١٣)۔ **شرح مسلم** یہ شرح قاضی زین الدین زکریا بن محمد الانصاری المتوفی ٩٢٦ھ کی تالیف ہے۔

(١٤)۔ **منہاج الابتہاج بشرح مسلم بن الحجاج** یہ شرح شیخ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ٩٢٣ھ کی تالیف ہے۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تقریباً نصف کتاب کی شرح ہے۔

(١٥)۔ **شرح مسلم** یہ شرح ملا علی قاری المتوفی ١٠١٤ھ کی تالیف ہے۔ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ [1]

(١٦)۔ **فتح الملہم** شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ کی تالیف ہے، تین جلدوں میں اخیر کتاب النکاح تک لکھی ہے، جسٹس محمد تقی عثمانی نے کتاب الرضاع سے اخیر کتاب تک چار جلدوں میں اس کا تکملہ لکھا ہے۔

(١٧)۔ **شرح صحیح مسلم** از علامہ غلام رسول سعیدی اس شرح میں پہلے احادیث کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ پھر ان احادیث کی اردو میں شرح کی ہے۔ ١٤٠٠ھ میں اس شرح کو شروع کیا گیا۔ اور ١٤١٣ھ میں اس کا اختتام ہوا، درمیان میں چھ سال بیماری کی وجہ سے سلسلہ تصنیف منقطع رہا۔

مختصرات صحیح مسلم اور ان کی شروح

صحیح مسلم کا خلاصہ کرکے مختصرات کی بھی تالیف کی گئی ہے اور بعض لوگوں نے ان کی شروح بھی لکھی ہیں۔

(١)۔ **مختصر صحیح مسلم** یہ شرح ابوالفضل محمد بن عبداللہ المرسی المتوفی ٦٥٥ھ کی تالیف ہے۔

---

[1] ان تمام شروح کا ذکر حاجی خلیفہ المتوفی ١٠٦٧ھ، نے کشف الظنون ج ١ ص ٥٥٨ ـ ٥٥٦ میں کیا ہے۔

(۲)۔ **مختصر صحیح مسلم** | حافظ زکی الدین عبد العظیم المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔

(۳)۔ **شرح مختصر صحیح مسلم** | یہ عثمان بن عبد الملک الکردی المصری المتوفی ۷۳۰ھ کی تالیف ہے۔

(۴)۔ **شرح مختصر صحیح مسلم** | یہ محمد بن احمد الاسنوی المتوفی ۶۲۳ھ کی تالیف ہے۔

شروح، مختصرات اور مستخرجات کے علاوہ مسلم کے اسماء رجال پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ابو بکر احمد بن علی الاصفہانی المتوفی ۴۰۹ھ کی تالیف مشہور ہے۔[1]

---

[1] ان تمام شروح کی تفصیل حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون جلد ا ص ۵۵۰ ۔ ۵۵۵ سے لی گئی ہے۔

شرح صحیح مسلم

از قلم: قاری عبدالمجید شرقپوری برسٹل برطانیہ۔

۱۹۷۶ء میں پہلی بار میں نے علامہ غلام رسول سعیدی کو دیکھا، کچھ علماء ان کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ یہ واحد عالم دین ہیں جو اس کم عمری میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت علامہ کی ایک کتاب ضیاء کنز الایمان پڑھی اور پھر یہ نام میرے ذہن سے محو ہو گیا، ۱۹۸۲ء میں میں پاکستان سے برطانیہ آگیا، مولانا احمد نثار بیگ نے مانچسٹر میں ایک ماہنامہ نکالا جس میں انھوں نے وجود باری پر حضرت علامہ سعیدی کا ایک مضمون شائع کیا، یہ مضمون پڑھ کر مجھے حضرت علامہ کے علم و فضل کا اندازہ ہوا، اس کے بعد پھر یہ نام ذہن سے غائب ہو گیا۔

۱۹۹۰ء میں میں نے پاکستان سے بعض دینی کتابیں منگوائیں جن میں سے ایک کتاب کا نام "شرح صحیح مسلم" تھا، اور مصنف کا نام تھا علامہ غلام رسول سعیدی، میں نے اس کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا، اس کے پڑھنے میں اتنا لطف آیا کہ جب تک چاروں جلدیں ختم نہیں کر لیں، چین نہیں آیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانیہ میں ہر روز نت نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے، کبھی عقائد پر، کبھی عبادات پر اور کبھی معاملات پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کیا تو خدا کے فضل سے ان کے بہت سے اعتراضات کے جوابات مل گئے، پھر پانچویں جلد آگئی اس میں اور دوسرے بہت سے مسائل کی تحقیق تھی، اب جب سے میرے پاس شرح صحیح مسلم ہے، مجھے کسی اور کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک دن کا واقعہ ہے میرے ایک نومسلم دوست محمد خلیل نے مجھے فون کیا کہ میں نے ایک یہودی پروفیسر کو بتایا کہ جو شخص حوض کوثر سے پانی پیئے گا اس کو دوبارہ پیاس نہیں لگے گی، اس یہودی پروفیسر نے اعتراض کیا تو پھر جنت میں نہریں کس لیے بنائی ہیں؟ میں نے اپنے نومسلم دوست سے کہا ایک گھنٹہ بعد فون کرنا، پھر میں نے شرح صحیح مسلم کی پانچوں جلدوں کی فہرست دیکھ ڈالی مگر وہ مسئلہ نہ ملا، میں سخت پریشان ہو رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو ڈاکیہ تھا، اس نے کہا تمہارا پاکستان سے پارسل ہے۔ میں نے پارسل کھولا تو وہ شرح صحیح مسلم کی جلد سادس تھی، میں نے جلد از جلد فہرست دیکھی تو اس میں حوض کوثر کی بحث مل گئی، اور اس بحث میں اس سوال کا جواب بھی لکھا ہوا تھا کہ حوض کوثر کا پانی پینے کے بعد پیاس تو کبھی نہیں لگے گی اور جنت کی نہروں کا پانی پیاس بجھانے کے لیے نہیں حصول لذت کے لیے پیا جائے گا۔ اس سال جب علامہ صاحب برطانیہ آئے تھے تو میں نے ان سے چند مسائل کا ذکر کیا جو یہاں کے مسلمانوں کو درپیش ہیں، آپ نے فرمایا "میں نے شرح صحیح مسلم کی ساتویں جلد میں ان مسائل پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے" ان شاءاللہ شرح صحیح مسلم کی تکمیل کے بعد کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہے گا جس کا حل شرح صحیح مسلم میں نہ ہو۔

حضرت علامہ کا شرح صحیح مسلم میں اسلوب یہ ہے کہ آپ جس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو پہلے قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہیں، پھر احادیث صحیحہ سے استشہاد کرتے ہیں، پھر ائمہ اربعہ کے اقوال ان کے اصل مآخذ سے پیش کرتے ہیں اس کے بعد اس پر ہونے والے جدید و قدیم اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں، اس کتاب کو پڑھنے سے قاری کو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اس کو لکھتے وقت صدہا کتابوں کا عمیق مطالعہ کیا ہے، پھر آپ اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ کرتے ہیں، تب کہیں جا کر اس مسئلہ کے متعلق اپنی رائے قائم کرتے ہیں اور عصری مسائل میں سے جس تازہ مسئلہ پر آپ اپنی رائے پیش کرتے ہیں اس کے آخر میں لکھ دیتے ہیں اگر یہ رائے حق اور صواب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے القاء ہے ورنہ یہ میری فکر کی کوتاہی اور مطالعہ کی کمی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔

عام طور پر لکھنے والوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی مشہور مصنف کی کتاب سے اس کی تحقیق نقل کر دیتے ہیں اور اگر اس مصنف کو کسی حوالے میں کوئی سہو لاحق ہو گیا تو یہ بھی اسی طرح مکھی پر مکھی مار دیتے ہیں، زمانہ قریب کے اور عام مصنفین کا رنگ رہا ہے۔ حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں متنبہ کیا ہے کہ علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہم کو بھی بعض مقامات پر حنفی مذہب کو نقل کرنے میں سہو ہوا ہے، اس کے برعکس حضرت علامہ جب کسی امام کا مذہب نقل کرتے ہیں تو کسی دوسرے مذہب کی کتاب پر اعتماد نہیں کرتے ہیں بلکہ اس مذہب کے محررین سے حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

حضرت علامہ جب کسی مسئلہ میں دوسروں سے اختلاف کرتے ہیں تو اپنے موقف پر بکثرت عقلی اور نقلی دلائل پیش کرتے ہیں اور جس کا تعاقب کرتے ہیں اس کا بڑی عزت اور احترام سے ذکر کرتے ہیں، شمس الائمہ علامہ سرخسی حنفی کا نظریہ یہ ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور حضرت علامہ کے نزدیک مواضع ضرورت کے علاوہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی واجب الستر ہے۔ اس مقام پر علامہ سرخسی سے اختلاف کرتے ہوئے علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

ہم علامہ سرخسی کی گرد نعلین کو بھی نہیں پہنچتے، فقہ حنفی کی خدمت کر کے علامہ سرخسی نے جو ملت اسلامیہ پر عظیم احسان کیا ہے اس کے بوجھ سے ہم کبھی سر نہیں اٹھا سکتے، لیکن علامہ سرخسی کے تمام علم و فضل کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو ستر سے مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل عورت کو بغیر کسی استثناء کے واجب الستر قرار دیا ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت (سرتا پا) واجب الستر ہے۔

(شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۶۵۰-۶۴۹)

اس سے پہلے صحیح مسلم کی جس قدر شروح لکھی گئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفصل اور مشہور شرح علامہ نووی کی ہے لیکن اس شرح میں آپ دیکھیں گے کہ علامہ نووی ہر جگہ مذہب شافعی کی برتری بیان فرماتے ہیں، اور اکثر مقامات پر مذہب احناف کا رد کرتے ہیں اور ان پر بہت قوی اور علمی اعتراضات کرتے ہیں، لہٰذا فقہاء احناف پر یہ قرض تھا کہ علماء احناف میں سے کوئی ایسا مرد میدان پیدا ہو جو اس قرض کو اتار دے اور صحیح مسلم کی ایسی شرح لکھے جس میں علامہ نووی کے تمام اعتراضات کے جوابات ہوں اور تمام مذاہب پر مذہب حنفی کی برتری کا بیان ہو، قسام ازل نے یہ سعادت حضرت علامہ سعیدی کے نصیب میں لکھ دی تھی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے ابواب کے تراجم کی احادیث کے ساتھ مطابقت بیان کرنا یہ امام بخاری کا امت مسلمہ پر قرض ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی

رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری لکھ کر اس قرض کو اتار دیا ہے، سو جس طرح علامہ عینی نے صحیح بخاری کی شرح لکھ کر امام بخاری کا قرض اتارا ہے، علامہ سعیدی نے صحیح مسلم کی شرح لکھ کر علامہ نووی کا قرض اتارا ہے اور ان دونوں شرحوں کی وجہ سے الحمد للہ ہم کم از کم شیخین کے قرض سے تو بری ہو گئے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ شرح صحیح مسلم صرف صحیح مسلم ہی کی شرح نہیں ہے بلکہ یہ پوری صحاح ستہ کی احادیث کی شرح ہے۔ کیونکہ صحاح ستہ کی احادیث کم و بیش مشترک ہیں صرف اسانید اور ابواب کی ترتیب کے لحاظ سے فرق ہے۔

اب میں چند مسائل کا بطور تبرک ذکر کر رہا ہوں مثلاً فاسق کی امامت ایک ایسا عنوان ہے جس پر اس سے پہلے آج تک اتنی تفصیل سے نہیں لکھا گیا، اسی طرح مسافت قصر کی جس طرح حضرت نے تحقیق کی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس مسئلہ پر انہوں نے اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ بھی کیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس مسئلہ کو منقح فرمایا۔ عصری مسائل میں سے ایلوپیتھک دواؤں سے علاج، انتقال خون، پوسٹ مارٹم اور اعضاء کی پیوند کاری پر بہت مبسوط بحث کی ہے، خلافیات میں سے علم غیب، نور و بشر، بدعت اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت معروضی تجزیہ کیا ہے، راقم الحروف برسٹل میں رہتا ہے، اس شہر کی یونیورسٹی بہت مشہور ہے، اس لیے سعودی عرب، کویت، بحرین، ابوظہبی وغیرہ کے طلباء اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یہاں سکالرشپ پر آتے ہیں، اور وہ اپنے دینی اجتماعات میں معروف علماء کو دعوت دیتے ہیں، اس طرح مجھے اکثر و بیشتر ریاض، جدہ، طائف اور حرمین طیبین کے علماء سے ملاقات کا موقع میسر آتا ہے، میں نے ان کے سامنے شرح صحیح مسلم سے یہ چاروں مسائل بیان کیے تو انہوں نے کہا اگر واقعی علماء اہلسنت کے یہی نظریات ہیں تو پھر ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ کوئی صاحب عزیمت شرح صحیح مسلم کو عربی میں منتقل کر دے تاکہ دنیائے عرب میں ہمارے مسلک کی صحیح ترجمانی ہو سکے، اور وہ لوگ جو ہمیں وثنی اور قبوری (بت پرست، قبر پرست) کے القاب سے ملقب کرتے ہیں اور بریلویوں کو مرزائیوں کی طرح کوئی گمراہ فرقہ قرار دیتے ہیں اس کا تدارک واقعی سد باب ہو سکے۔ میں نے ایک غیر مقلد عالم کو شرح صحیح مسلم کے چند اقتباسات سنائے تو اس نے بے ساختہ کہا میرا دل چاہتا ہے کہ کراچی جا کر اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔

ضبط ولادت پر سید مودودی کی کتاب موجود ہے مگر اس میں انہوں نے فقہ ظاہری کی تمام روایات جمع کی ہیں علامہ سعیدی نے اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے اقوال بیان کیے اور ظواہر کے تمام اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، اس سے پہلے اس موضوع پر کراچی کے ایک عالم نے بھی کتاب لکھی تھی مگر اس میں زیادہ تر حوالے سید مودودی کی کتاب سے لیے گئے ہیں، شرح صحیح مسلم میں علامہ سعیدی کی تحقیق سب سے زیادہ جامع ہے۔

Test tube baby پر بھی حضرت علامہ نے بہت مبسوط بحث کی ہے، میں نے جب اس کا مطالعہ کیا تو بہت محظوظ ہوا، چند دنوں کے بعد میں ایک میٹنگ میں شریک ہوا، جس میں ایک درجن کے قریب انگریز سکالر بھی تھے، اس مجلس میں میں نے اسلام کی حقانیت پر چند باتیں پیش کیں، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماضی اور مستقبل کی خبریں دینا تو الگ رہا میں تم کو ان کے ایک غلام کی کرامت بیان کرتا ہوں، علامہ شمس الدین سرخسی نے لکھا ہے کہ: جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو وہ جماع نہیں کر سکتا، ایسے شوہر کا نطفہ اگر بغیر جماع کے کسی اور ذریعہ سے

عورت کی اندام نہانی میں پہنچے گا، اور بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا، اور چونکہ وہ شخص جماع نہیں کر سکتا اس لیے فقہاء نے عورت کو علیحدگی کے مطالبہ کی اجازت دی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۳۰)

میں نے کہا میڈیکل سائنس کو آج معلوم ہوا ہے کہ بغیر جماع کے بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور ہمارے فقہاء نے ایک ہزار سال پہلے یہ مسئلہ بتا دیا تھا۔ جب انھوں نے یہ تقریر سنی تو ان میں سے دو انگریزوں نے اسلام قبول کر لیا، جن میں سے ایک کا نام محمد سلیم اور دوسرے کا نام محمد عابد رکھا، اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دونوں نماز وغیرہ سیکھ رہے ہیں۔

علامہ سرخسی کی جس عبارت کا حوالہ سن کر دو انگریز مسلمان ہو گئے وہ تقریباً ایک ہزار سال سے مبسوط میں چھپ رہی ہے، لیکن اس عبارت کو منظر عام پر لانے اور اس کو ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر منطبق کرنے اور اسلامی فقہ کی ہمہ گیری اور آفاقیت کو اُجاگر کرنے کا سہرا شرح صحیح مسلم کے سر ہے۔ تین طلاقوں کے مسئلہ پر ایک مصری عالم کی تحقیق پڑھ کر ہمارے ایک حنفی عالم دین نے لندن میں کہہ دیا کہ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مسلک درست نہیں ہے لیکن جب انھوں نے شرح صحیح مسلم میں تمام اعتراضات کے جوابات پڑھے تو اب انھوں نے پھر رجوع کر لیا ہے اور اب وہ کہتے ہیں کہ فقہاء احناف کا مؤقف ہی برحق ہے۔

علامہ سعیدی وہ واحد عالم دین ہیں جنھوں نے غزوہ بدر میں فرشتوں کے نزول کی ایسی تحقیق کی ہے جس سے منکرین ملائکہ کے تمام اعتراضات اٹھ جاتے ہیں، اس پر گفتگو تو بہت سے علماء نے کی ہے مگر تسلی بخش جواب صرف حضرت علامہ سعیدی نے لکھا ہے کیونکہ منکرین ملائکہ غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کے واقعہ سے ملائکہ کے وجود کی نفی کرتے ہیں، خود راقم الحروف سے کئی بار افکار سرسید کے متبعین نے اس مسئلہ پر بحث کی مگر میں ان کو کوئی تسلی بخش جواب دینے سے قاصر پاتا تھا، لیکن جب سے میں نے شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو پڑھا ہے منکرین ملائکہ کو مسکت جواب دیتا ہوں۔

ایک اور اہم موضوع ہے اسلامی سیاست، پاکستان میں کتنے سیاسی رہنما ہیں جو عالم دین بھی ہیں اور وہ یہ بیان کرتے ہیں اسلام اور جمہوریت ایک ہی چیز ہے، خلیفہ کا قریشی ہونا شرط نہیں ایک حبشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے، بادشاہت کا اسلام میں وجود نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ علامہ سعیدی نے اس موضوع کو نکھار کر بہت تفصیل سے پیش کیا ہے، میں سیاسی رہنماؤں کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو ضرور پڑھ لیں۔

فقہ کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ علاج کی غرض سے خون یا پیشاب کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو لکھنا جائز ہے، راقم الحروف نے اکثر علماء سے اس کے متعلق پوچھا مگر چونکہ یہ بات بڑے بڑے فقہاء نے لکھی تھی، اس لیے سب نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا، علامہ سعیدی نے پہلی بار اس جمود کو توڑا وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے والے کا ایمان خطرہ میں ہے اگر کسی آدمی کو روز روشن سے زیادہ یقین ہو کہ اس عمل سے اس کو شفاء ہو جائے گی تب بھی اس کا مر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے کی جرأت کرے، اللہ تعالیٰ ان فقہاء کو معاف کرے بال کی کھال نکالنے اور جزئیات مستنبط کرنے کی عادت کی وجہ سے ان سے یہ قول شنیع سرزد ہو گیا۔ ورنہ ان کے دلوں میں قرآن مجید کی عزت و حرمت بہت زیادہ تھی۔

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ، ۵۵)

آپ نے دیکھا حضرت علامہ سعیدی نے فقہاء کے اعزاز و اکرام کو بھی برقرار رکھا اور اصل مسئلہ بھی حکیمانہ طریقہ سے بیان کر دیا!

یزید کی بیعت، سوشلزم اور سرمایہ داری، انعامی بانڈز، رجم، عورت کی شہادت، انشورنس اور کتاب الحدود کے متعلق تبصرہ کرنا چاہتا تھا، مگر طوالت کی وجہ سے میں نے ارادہ ترک کر دیا، میری رائے میں شرح صحیح مسلم، مشرق اور مغرب کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہے اور علامہ غلام رسول سعیدی کا نام ان شاء اللہ تاریخ میں اسی طرح زندہ رہے گا، جس طرح علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ علی قاری اور دیگر اکابر علماء کا نام زندہ ہے۔

بلاشک و شبہ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی کی محنت اور کاوش کا شاہکار ہے لیکن اس عظیم کام کی تکمیل میں دارالعلوم نعیمیہ اور اس کے ٹرسٹیز کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، جنہوں نے علامہ سعیدی کو اس قدر سہولتیں فراہم کی ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں مصروف ہیں۔ خود حضرت علامہ سعیدی نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت جسٹس علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری نے ان کو صرف دو پیریڈ پڑھانے کا مکلف کیا ہے، وہ حدیث شریف کے دو سبق پڑھاتے ہیں اور باقی تمام اوقات شرح صحیح مسلم کے لیے وقف ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دارالعلوم کی تمام کتابوں کی چابیاں حضرت علامہ کے حوالے کر دی ہیں تاکہ ان کو تحقیق و تدقیق کے دوران کوئی رکاوٹ نہ ہو، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی تمام حسنات کو مقبول فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔

اس سلسلہ میں دوسرا نام حضرت پروفیسر مفتی منیب الرحمان مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کا ہے، جن کے متعلق حضرت علامہ سعیدی نے مجھے بتایا کہ دارالعلوم نعیمیہ میں وہ ان کے سب سے بڑے حلیف اور خیرخواہ ہیں، اور محض للہ فی اللہ ان سے دلی محبت رکھتے ہیں اور ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے ہیں، شرح صحیح مسلم کے کام میں وہ روز اول سے ان کے معاون ہیں۔ فرید بک سٹال سے تمام معاملات انہی کی وساطت سے طے پاتے ہیں، اور شرح صحیح مسلم کے بعض مباحث میں حضرت علامہ ان سے مشورہ بھی کرتے رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں تیسرا نام سید محمد اعجاز مالک فرید بک سٹال کا ہے جنہوں نے اپنی بیماری کے باوجود انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی طباعت کی، کاغذ، طباعت اور جلد بندی میں مثالی حسن کو قائم رکھا اور اس کی متوازن قیمت رکھی، اس وقت مارکیٹ میں اتنے صفحات کی جس قدر کتابیں ہیں شرح صحیح مسلم کی قیمت ان سب سے کم ہے، اور کاغذ طباعت اور جلد کا معیار ان سب سے بہتر ہے۔

آخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ علامہ غلام رسول سعیدی اور ان کے معاونین کی اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

عبدالمجید شرقپوری برسٹل برطانیہ

26 Britannia Rd. Easton
Bristol B 956DA England
Tel: 0272 – 351318

شرح صحیح مسلم

از قلم: حضرت مولانا مفتی محمد گل رحمان قادری برمنگھم، برطانیہ

"شرح صحیح مسلم" علامہ غلام رسول سعیدی کے شرح صدر کی کرامت کا مظہر ہے۔ اہل سنت کے علمی کارناموں میں عصر حاضر کا درخشندہ ستارہ ہے، بعد میں لکھنے والوں کے لیے تشریح و تحقیق کی مشعل راہ ہے، اور حضرت علامہ کی سعادت و نجات کے لیے پُر امید وسیلہ جلیلہ ہے۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی نے اہم مسائل فقہیہ کو عمدہ دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے جس کا اندازہ آپ کی محدثانہ اور فقیہانہ تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے، شرح صحیح مسلم دراصل صرف احادیث کے منشاء اور اس کے مطالب و مقاصد کے بیان تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں احادیث سے عصری مسائل کو مستنبط کیا گیا ہے، اور قدیم مسائل میں ادلہ کے زور سے ترجیح کا مقام حاصل کیا گیا ہے۔ ترجیح مسائل میں آپ نے علماء متقدمین اور معاصرین کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے دلائل کی روشنی میں اپنے علم و فکر کا آزادانہ اظہار فرمایا ہے، اور حضرت علامہ کے علم و فضل، وسعت مطالعہ اور حدیث فکر کے پیش نظر یہ ان کا علمی حق ہے۔

اسلام کے مسلّمہ اصولوں کے تحت غیر منصوص مسائل کا کتاب و سنت سے حکم معلوم کرنا اہل تحقیق علماء کا منصب ہے، بلا شبہ کئی فروعی مسائل میں حضرت علامہ نے ترجیح اور تصویب تک رسائی حاصل کی ہے، یہ ان کی خداداد صلاحیت اور مسلسل محنت اور کاوش کا ثمرہ ہے

حضرت علامہ نے شرح صحیح مسلم میں امت مسلمہ کی سہولت کے پیش نظر یسر کو زیادہ اختیار کیا ہے تاہم بعض مسائل میں انھوں نے عسر کا راستہ اختیار کیا ہے، مثلاً حالات حاضرہ میں ذرائع ابلاغ کی ٹیکنالوجی، ٹی۔ وی، ویڈیو وغیرہ کو اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے استعمال میں لانا جائز قرار دیا جا سکتا ہے، اور امت مسلمہ کا اس پر عمل ہے۔ دور حاضر کی معاشی ضروریات کے پیش نظر خواتین اسلام کے لیے تعلیم کا حصول اور شرعی حدود کے تحت ملازمت کو اختیار کرنا وقت کا تقاضا اور قانون ضرورت کے تحت آتا ہے۔ ورنہ مسلم آبادی کے نصف حصہ کے معاشی اور معاشرتی حقوق کا میسر نہ ہونا فتنہ کا باعث ہوگا، دور حاضر کی اس قسم کی مشکلات کے لیے مزید غور و فکر اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔

جدید مسائل کو حل کرنے میں حضرت علامہ نے انتہائی سعی جمیل سے کام لیا ہے۔ حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم کو اردو زبان میں لکھ کر، مدرسین، علماء اور اہل تحقیق مصنفین کو جدید انداز میں فکر و اجتہاد کے ساتھ اسلامی علوم کی تشریح و توضیح اور استنباط مسائل کا راستہ دکھایا ہے، عام مسلمانوں، اساتذہ حدیث اور طلبہ حدیث کو شرح صحیح مسلم

کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ اس شرح کی بہت بڑی ضرورت اور اہمیت ہے۔ اخیر میں تہ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ سعیدی کو سعادت دارین اور نجات اخروی سے نوازے اور ان کے علوم نافعہ سے امت مسلمہ کو مزید فیضان بخشے۔ آمین ثم آمین۔

خادم علماء اہل سنت
محمد گل رحمان قادری غفرلہ
14-1-96
12/ Dalmerston Road, Sparkbrook Birmingham B11
1LH England.

* * *

مصنف نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں خواتین کے لیے حصول تعلیم کو جائز لکھا ہے خواہ دینی تعلیم ہو یا جدید سائنسی تعلیم، اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ اسی طرح معاشی اور عمرانی ضرورت کے پیش نظر باعزت طریقہ سے پردہ کی حدود و قیود کے ساتھ خواتین کی ملازمت کو بھی جائز لکھا ہے۔ رہا ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات سننے اور دیکھنے کا مسئلہ تو اس کو مصنف نے علی الاطلاق ممنوع نہیں لکھا مصنف کی عبارت یہ ہے:

تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ جس گھر میں ریڈیو، ٹی۔ وی اور وڈیو ہوگا، وہاں صرف ان جائز پروگراموں کو دیکھنے اور سننے تک معاملہ محدود نہیں رہے گا بلکہ گھر کے تمام یا بعض افراد ان پروگراموں کو بھی یقیناً دیکھیں گے اور سنیں گے جن کا دیکھنا اور سننا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ جس گھر میں ریڈیو یا ٹی۔ وی یا وی۔ سی۔ آر ہو اور اس گھر کا کوئی فرد موسیقی پر مشتمل کوئی پروگرام نہ دیکھے نہ سنے اسی طرح دیگر مخرب اخلاق پروگراموں سے اجتناب بھی عادتاً محال ہے۔ الا ما شاء اللہ۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۰۰)

نیز لکھا ہے:

ہمارے نزدیک ریڈیو اور ٹی۔ وی کا گھروں میں بجانا شرعاً جائز نہیں ہے لیکن جب تک اس کے کسی متبادل کا رواج نہیں ہوتا۔ اور جب تک یہ آلات ملک میں موجود ہیں اور ان سے یہ خبریں نشر ہوتی ہیں اور اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اس وقت تک ان کے ذریعہ جن احکام شرعیہ کے اعلانات ہوتے رہیں گے ان پر عمل کرنا صحیح ہوگا، اور علیٰ ہذا القیاس رویت ہلال کے اعلانات پر بھی عمل کرنا صحیح ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اعلانات دلائل شرعیہ کے مطابق ہوں، جب تک کوئی متبادل آلہ نہیں بنایا جاتا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کوشش کر کے ریڈیو اور ٹی۔ وی سے راگ رنگ موسیقی اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاق پروگرام یک لخت ختم کرائیں تاکہ ذرائع ابلاغ سے صرف دینی اور فلاحی پروگرام نشر کیے جائیں۔

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۵)

ہمارے ملک پاکستان میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کی جو نشریات ہوتی ہیں ان میں صرف برائے نام زیادہ سے زیادہ ایک فیصد دینی اور اسلامی پروگرام ہوتے ہیں باقی ننانوے فی صد پروگرام، موسیقی، راگ و رنگ اور مخرب اخلاق عناصر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات سنے گا اور دیکھے گا اس پر اس ایک فی صد کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس کے برعکس وہ ننانوے فی صد میں ڈوب جائے گا، ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات کے شرعی حکم کو اس آیت سے مستنبط کیا جا سکتا ہے:

يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما۔ (بقرہ، ۲۱۹)	لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے بہت بڑا ہے۔

شرعی احکام میں میرا مزاج یسر ہی ہے بشرطیکہ وہاں شرعی گنجائش ہو اور جس چیز میں شر بہت زیادہ غالب ہو اور خیر بہت مغلوب ہو وہاں شریعت اسلام کا یہی مزاج ہے کہ وہ شر کثیر کی بناء پر خیر قلیل کو ترک کر دیتی ہے۔

آج کل دنیا میں بہت سے پرائیویٹ ٹیلی ویژن عالمی سطح پر اپنے پروگرام نشر کر رہے ہیں اور ان کی نشریات سٹلائٹ کے ذریعہ تقریباً دنیا بھر میں دیکھی جا رہی ہیں، مثلاً سی این این ٹیلیویژن، بی بی سی ٹیلیویژن اور سٹار ٹیلیویژن وغیرہ، اگر بعض مالدار مسلمان عالمی سطح پر ایسا پرائیویٹ ٹی۔ وی چینل قائم کریں، جس کی نشریات سٹلائٹ کے ذریعہ عالمی سطح پر دیکھی جا سکیں اور ان نشریات سے صرف اور صرف اسلامی تعلیمات نشر کی جائیں جن میں قرآن مجید کی تلاوت ہو، تفسیر ہو، احادیث پڑھی جائیں، ان کا درس ہو اور خالص اسلامی اور فقہی معلومات مہیا کی جائیں اور خواتین کی نمائش اور موسیقی سے کلی اجتناب کیا جائے اور مؤثر پیرائے میں اسلام کو پیش کیا جائے تو اس کا دیکھنا اور سننا جائز ہوگا۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

مقدمہ از شارح صحیح مسلم

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور اُن کی شریعت کی متاع کل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حیات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واحوال اور آپ کے شب وروز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہیں، صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، خلوت وجلوت، سفر وحضر اور نجی حالات سے لے کر عالم سیاسی معاملات تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں ہے مگر اس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کر لیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا تکرار کرتے اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک انھیں محفوظ رکھتے۔ ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی، اور ابواب وکتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں، یوں ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جامع سیرت اور دین کی مکمل تصویر پہنچ سکی۔

اکابر علماء ملت اور ماہرین شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں، انھوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا، طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کر لیتے تھے۔ انھوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا، ناقلین حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے مگر حدیث کے ان عظیم کارناموں کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ علم حدیث کی دین میں کیا اہمیت ہے اور اگر امت کے پاس آج احادیث کا یہ سرمایہ نہ ہوتا تو دین کی کیا شکل وصورت ہوتی۔

صحیح مسلم کی شرح شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کے اہم موضوعات پر اجمالاً گفتگو کر لی جائے تاکہ قارئین کو حدیث شریف کی علی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے، اس سلسلہ میں ہم حدیث کی ضرورت حجیت اور تدوین پر مختصراً گفتگو کریں گے اور اس کے بعد حدیث کی تعریف، اقسام اور کتب حدیث کی انواع اور بعض دیگر اصطلاحات کا مختصراً بیان کریں گے۔

ضرورتِ حدیث

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں، جن کی تعبیر وتشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے، نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے۔ احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہے، علاوہ ازیں، مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، تیمم،

حج اور صلوٰۃ یہ محض الفاظ ہیں لغت عربی نہیں ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر احادیث رسول موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔

حجیت حدیث اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ (آل عمران: ۱۳۲)	اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔
۲۔ وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ (حشر: ۷)	اور رسول تم کو جو (احکام) دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔
۳۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ (آل عمران: ۳۱)	آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔
۴۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (احزاب: ۲۱)	تمہارے اعمال کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے، اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہوگا، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے۔ پس جب تک حضور کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو ہم اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ میں کیسے ڈھال سکیں گے۔ اور جب کہ ہمیں اسوۂ رسول پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے بہ نفس نفیس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہدایت تھی۔ اسی طرح ہمارے لیے حضور کی احادیث ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو حضور کی دی ہوئی ہدایت اور آپ کے نمونہ کے لیے معتبر ماخذ نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات سے ہم محروم ہوں گے۔ بلکہ قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ (نحل: ۴۴)	ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ۔ (بقرہ: ۱۳۲) اور رسول مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب و حکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے تھی تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے اس لیے جس ہدایت کی انھیں ضرورت تھی ہمیں بھی ضرورت ہے۔

ثانیاً صحابہ کرام جب اپنے بلند مقام اور جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے قرب کے باوجود قرآن مجید کے احکام کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان اور آپ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجۂ اولیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔

ثالثاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم
یتلوا علیھم ایٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم
الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی
ضلال مبین ۝ واٰخرین منھم لما یلحقوا
بھم۔ (جمعہ: ۲-۳)

وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انھی میں سے
ایک بہت بڑا رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا
ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم
دیتا ہے جب کہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے
اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی جو تعلیم دی ہے وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی، پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا۔ اسی طرح قیامت تک مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو معتبر نہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے قیام، رکوع اور سجود کی یہ ہیئت مخصوصہ مراد ہے مؤذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیونکر معلوم ہوتی اسی طرح حج اور عمرہ کا بیان، احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا ہے وقوف عرفہ، طواف زیارت، طواف وداع اور ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین قرآن میں نہیں ملتی، حد یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے، زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے لیکن عشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں پھر ان کی شرعی ہیئت کذائی جس سے فرائض، واجبات اور آداب کی تمیز ہو قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ملتی ہے، عہد رسالت میں صحابہ کو یہ بیان زبان رسالت سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہی بیان احادیث نبویہ سے حاصل ہوگا اور جو شخص ان احادیث کو معتبر نہیں مانتا، اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل اور تعیین جاننے کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح معانی قرآن کے مبیّن اور معلم ہیں اسی طرح آپ بعض احکام کے شارع بھی ہیں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آپ کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث۔ (اعراف: ۱۵۷) — رسول اللہ ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا قرآن میں کہیں ان کا ذکر نہیں ہے، ان کا ذکر صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا، دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیث رسول کو حجت نہ مانا جائے تو حلت و حرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ مکمل نہیں ہوگی۔

قرآن کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی، ہمیں احادیث کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت نازل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے کبھی کسی آیت میں عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے لہٰذا جب تک اس قسم کی تمام آیات کے پس منظر اور اسباب نزول کا علم نہ ہو ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر فہم قرآن کے لیے احادیث نبویہ کو ایک معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی بعض آیات ایک چیستان اور معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

تدوین حدیث

عام طور پر منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ڈھائی سو سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول سخت مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے کیونکہ احادیث رسول کی حفاظت اور کتابت کے سلسلہ میں عہد رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک پورے تسلسل اور تواتر سے کام ہوتا رہا ہے اور ڈھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی وقفہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا، امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابوشاہ) نے آکر عرض کیا۔

اکتب لی یا رسول اللہ۔ — میرے لیے یہ خطبہ لکھ دیجئے۔

آپ نے حکم دیا:

اکتبوا لابی فلان۔ — اس شخص کے لیے خطبہ لکھ دو۔[1]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو احادیث لکھنے کی عام اجازت تھی۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن عبد اللہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شیء اسمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارید حفظہ فنہتنی وقالوا اتکتب کل شیء تسمعہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضاء فامسکت عن الکتابۃ فذکرت ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاومأ باصبعہ الی فیہ فقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا الحق۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا۔ بعض لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک بشر ہیں آپ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض، یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے احادیث لکھنے کا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں:

ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔[2]

صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ نہ تھیں سوا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

امام ابوداؤد اور امام بخاری کی ان روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو احادیث قلمبند کیا کرتے تھے۔ رہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا اس وجہ سے وہ احادیث نہیں لکھتے تھے تاہم ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں۔ چنانچہ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں:

تحدثت عند ابی ہریرۃ بحدیث فاخذ بیدی الی بیتہ فارانا کتبا من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ہذا ہو مکتوب عندی۔[3]

حضرت ابوہریرہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں احادیث کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس انکی تمام مرویات لکھی ہوئی محفوظ تھیں، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ابتداءً زمانۂ رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انھوں نے احادیث

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۱۳ - ۵۱۴، مطبوعہ مطبع ولی محمد اینڈ سنز کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ مصر

کر لکھ لیا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو لکھواتے رہے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت ابوہریرہ کے بارے میں آپ کی نظر سے مستحکم حوالے گذر چکے ہیں کہ یہ حضرات عہد رسالت میں احادیث صحائف میں لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ اب ہم آپ کے مطالعہ میں ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار کے زمانہ اقدس میں بالعموم صحابہ کرام احادیث لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

كان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ناس من اصحابه وانا معهم وانا اصغر القوم فقال النبي صلى الله عليه وسلم من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار فلما خرج القوم قلت كيف تحدثون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنهمكون في الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فضحكوا وقالوا يا ابن اخينا ان كل ما سمعنا منه عندنا في كتاب[1]

میں دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر تھا اور میں ان سب سے عمر میں کم تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے معاملہ میں کتنی شدید وعید فرمائی ہے اور آپ لوگ اس کے باوجود بکثرت احادیث بیان کرتے ہیں یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے اے بھتیجے! ہم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔

ان احادیث سے یہ ظاہر ہوگیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے افعال اور احوال کو لکھ کر قلمبند کر لیا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض احادیث میں لکھنے کی جو ممانعت آئی ہے وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا جن میں قرآن اور حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دور صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا۔ حضرت ابوہریرہ جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں انہوں نے بے شمار شاگرد پیدا کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھایا۔ چنانچہ مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے دو ہزار چھ سو ساٹھ (۲۶۶۰) احادیث مروی ہیں، ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کریب نے محفوظ کر لیا تھا۔[2] اور حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث کے راوی ہیں ان کے بارے میں مسند دارمی میں ہے کہ ان کی مرویات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث کی روایت کرتی ہیں ان کی احادیث کو عروۃ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔[3] حضرت عبداللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث کی

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۳۵۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[3] محمد بن سعد کاتب واقدی متوفی ۲۳۰ھ، طبقات ابن سعد جلد ۲، ص ۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۴۰۰ھ

روایت کرتے ہیں طبقات ابن سعد اور دارمی میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، اور حضرت جابر جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سدوسی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ [1]

مذکر الصدر سطور میں ہم نے چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے، پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اسی طرح متفرق طور پر کتابت کے سہارے تدوین احادیث کا کام آگے بڑھتا رہا۔ احادیث کے یہ صحائف اور نوشتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مختلف نہ تھے، بغیر کسی ترتیب کے تابعین کرام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا زمانہ خلافت آیا اور انہوں نے احادیث کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس کام کے لیے انہوں نے معتمد اور مستند علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی جن میں ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عمر بن عبد العزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری نے ان احادیث کو ترتیب دی اور تہذیب سے منظم اور منضبط کیا۔ احادیث کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری نے ہی کی ہے اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

احادیث کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری نے شروع کیا تھا اس کام کو ان کے مایہ ناز تلامذہ برابر آگے بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک نامور شاگرد امام مالک بن انس اصبحی نے احادیث کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث، مؤطا کے نام سے پیش کیا۔

موطا امام مالک کے علاوہ امام اعظم نے اپنی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے پیش کیا جس کو ان کے لائق اور قابل صد فخر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے۔ ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی کے جن دوسرے متعدد بزرگ مصنفین نے فن حدیث میں کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں: سنن ابو الولید (۱۵۰ھ) جامع سفیان ثوری (۱۶۱ھ) مصنف ابی سلمہ (۱۶۷ھ) مصنف ابی سفیان (۱۹۰ھ) جامع سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) اور تیسری صدی کے جن مصنفین نے حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں۔ کتاب الام للشافعی (۲۰۴ھ) مسند احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) الجامع الصحیح للبخاری (۲۵۶ھ) الجامع الصحیح لمسلم (۲۶۱ھ) سنن ابو داؤد (۲۷۵ھ) الجامع للترمذی (۲۷۹ھ) سنن ابن ماجہ (۲۷۳ھ)؛

مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر صحاح ستہ کے مصنفین تک تدوین حدیث کا ایک مربوط جائزہ پیش کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک ہر دور میں احادیث کو قلمبند کیا جاتا رہا اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک ہر طرح سے حدیث کی حفاظت کی جاتی رہی، نیز ہر دور میں لوگوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تقاضوں اور تصنیف و تالیف کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث کی تدوین کی، یہاں تک کہ تیسری صدی میں مصنفین صحاح ستہ نے پہلے لوگوں کی خوبیوں کو نئے اضافوں کے ساتھ ضم کر کے ایک

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ص ۴۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا۔

کتب احادیث کے ان ادوار کو پیش کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند مشہور کتب احادیث کا اجمالی تعارف ذکر کر دیا جائے۔

صحیح بخاری کی احادیث کا بیان

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے سب سے پہلے احادیث صحیحہ کا مجموعہ تصنیف کیا اور ان کے بعد امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ نے احادیث صحیحہ کا مجموعہ پیش کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، کتاب اللہ کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں اور ان دونوں میں صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے، حافظ نیشاپوری اور بعض مغاربہ (علماء اندلس) نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں صرف احادیث صحیحہ ہیں جب کہ صحیح بخاری کے تراجم میں بعض غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں لیکن صحت اور قوت کے لحاظ سے صحیح بخاری کی احادیث صحیح مسلم پر راجح ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں تمام احادیث صحیحہ کو منحصر کرنے کا التزام نہیں کیا، امام بخاری نے خود کہا ہے میں نے اپنی کتاب جامع میں صرف احادیث صحیحہ کو درج کیا ہے اور طوالت کی وجہ سے میں نے اکثر احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا اور امام مسلم نے کہا ہے کہ میں نے اپنی صحیح میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ بن اخرم نے کہا کہ امام بخاری اور امام مسلم سے جو احادیث رہ گئی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں، یہ متروکہ احادیث کم نہیں ہیں کیونکہ امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کی "مستدرک علی الصحیحین" بہت بڑی کتاب ہے (یہ جہازی سائز کی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے) اور اس میں ان احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد ہے، جو امام بخاری اور امام مسلم کی شرطوں کے موافق ہونے کے باوجود ان کی کتابوں میں نہیں ہے، اور خود امام بخاری نے کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں، جب کہ ان کی کتاب صحیح بخاری میں صحیح کل احادیث صحیحہ کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور ان میں سے احادیث مکررہ کو حذف کرنے کے بعد کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ ہاں اگر آثار صحابہ اور تابعین کو بھی شمار کیا جائے تو یہ تعداد اس سے زیادہ ہے اور محدثین کی اصطلاح میں جو حدیث واحد دو سندوں سے روایت کی گئی ہو اس کو بھی دو حدیثیں قرار دیا جاتا ہے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس طرح کل احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی بتائی ہے اور حذف مکررات کے بعد کل احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تئیس بتائی ہے۔) [1]

صحیح مسلم کی احادیث اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تقابل کا بیان

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

بعض اہل مغرب نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے حافظ ابو علی حسین بن علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ آسمان کے نیچے امام مسلم کی کتاب سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی کتاب کے فوائد زیادہ ہیں اور اس کے معارف دقیق ہیں، جن راویوں سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں ان کی تعداد چار سو پینتیس ہے اور ان میں سے جن کو ضعیف کہا گیا ہے ان کی

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۷-۱۲، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

تعداد اسی ہے اور جن سے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں ان کی تعداد چھ سو بیس (۶۲۰) ہے، ان میں سے ایک سو ساٹھ راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے، نیز جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے امام بخاری نے ان سے بہت کم روایت کی ہے اس کے برعکس امام مسلم نے ان سے زیادہ روایت کی ہے، اور جہاں تک اتصال کا تعلق ہے تو امام مسلم کے نزدیک اتصال کا معیار یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو اور امام بخاری کے نزدیک یہ کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ان کی ملاقات بھی ہوئی ہو، خواہ ایک مرتبہ۔ امام مسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حدیث کے تمام طرق اور ان کی اسانید کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں اصح کتب الحدیث ہیں اس کے باوجود یہ تمام احادیث صحیحہ کو محیط نہیں ہیں بلکہ ان کی اپنی شرائط کے مطابق جو حدیثیں ہیں وہ بھی ان میں تمام درج نہیں ہیں۔ [1]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حذف مکررات کے بعد صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے اور ابو الفضل احمد نے بیان کیا ہے کہ بشمول مکررات صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ [2]

صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث صحیحہ کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

صحیحین کی تخریج میں بکثرت کتابیں ہیں، جن میں جید اسانید کے ساتھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابو عوانہ، صحیح ابو بکر اسماعیلی اور برقانی اور ابو نعیم اصبہانی کی اور دوسری کتابیں جن میں صحت کا التزام کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، اسی طرح مسند احمد میں بکثرت ایسی احادیث ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نہ ہی ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں۔ اسی طرح طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں اور مسند ابو یعلیٰ اور مسند بزار میں اور دیگر مسانید، معاجم، فوائد اور اجزاء میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے رجال کی تحقیق کے بعد ان پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے، خواہ اس سے پہلے کسی حافظ نے ان کی صحت کی تصریح نہ کی ہو، جیسا کہ علامہ نووی کی تحقیق ہے اور حافظ ابن الصلاح کا اس میں اختلاف ہے (اس بحث کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا)۔ [3]

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث کی مصنفات میں بھی احادیث صحیحہ ہیں۔ مثلاً ابو داؤد سجستانی، امام ابو عیسیٰ ترمذی، امام ابو عبدالرحمان نسائی، امام ابو بکر بن خزیمہ، امام ابو الحسن دارقطنی وغیرہم، اور کسی حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی یا دوسرے کسی امام کی ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں صحیح اور غیر صحیح ہر قسم کی حدیثیں درج ہوں، ہاں حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ حدیث ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں حدیث کو درج کرنے کے لیے صحت کی شرط لگائی گئی ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ اور جن کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تخریج

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۴۳۔ ۴۵ مطبوعہ دار الامام الطبری الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۱۲ھ

[2] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۲۰ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

[3] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۳۔ ۲۱ مطبوعہ دار التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ

کی گئی ہے، جیسے ابو عوانہ اسفرائنی، ابو بکر اسماعیلی اور ابو بکر برقانی کی کتابیں اور جیسے ابو عبداللہ حمیدی کی کتاب جمع بین الصحیحین ہے۔

جامع ترمذی کی احادیث کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

امام ابو عیسیٰ ترمذی کی کتاب حدیث حسن کی معرفت میں اصل ہے انھوں نے اپنی جامع میں حدیث حسن کا بہ کثرت ذکر کیا ہے۔ [1]

امام حاکم ابو عبداللہ اور خطیب بغدادی امام ترمذی کی کتاب کو بھی الجامع الصحیح کہتے ہیں اور یہ ان کا تساہل ہے کیونکہ جامع ترمذی میں بہ کثرت احادیث منکرہ ہیں۔ [2]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ ابو طاہر سلفی اور ان جیسے دوسرے علماء نے کتب سنن پر صحاح کا اطلاق کیا ہے، یہ ان کا تسامح ہے علامہ ابو طاہر سلفی نے کہا کتب خمسہ کی صحت پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے اور امام ابو عبداللہ حاکم نے کتاب ترمذی پر جامع الصحیح کا اطلاق کیا ہے، اسی طرح خطیب نے ترمذی اور نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا۔

امام ترمذی حدیث واحد کو حسن صحیح کہہ دیتے ہیں حالانکہ حسن، صحیح سے کم درجہ کی ہوتی ہے۔ حافظ ابن الصلاح نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حسن لغوی معنی میں ہے اور صحیح اصطلاحی معنی میں ہے۔ ابن دقیق العید نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر موضوع کو بھی حسن کہا جائے کیونکہ اس کے الفاظ حسن ہوتے ہیں، حافظ ابن الصلاح نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس حدیث کی دو سندیں ہیں ایک کے اعتبار سے وہ حسن ہے اور دوسری کے اعتبار سے وہ صحیح ہے، ابن دقیق العید نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کی دو سندیں ہوں ان میں تو یہ جواب چل سکتا ہے لیکن امام ترمذی نے اس حدیث کو بھی حسن صحیح کہا ہے جو صرف ایک سند سے مروی ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے جب نصف شعبان باقی رہ جائے تو روزے نہ رکھو امام ترمذی اس کے متعلق لکھتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ہم اس کو صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں، ان دونوں جوابوں کو رد کرنے کے بعد ابن دقیق العید نے یہ جواب دیا ہے کہ حسن کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح سے کم تر ہو۔ اور جب وہ کسی حدیث کو صرف حسن کہتے ہیں تو اس سے یہی اصطلاحی معنی مراد ہوتا ہے اور جب وہ حسن صحیح کہتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حدیث حسن سے ترقی کر کے صحیح ہو گئی ہے اس لیے وہ حدیث راوی کی صفات عالیہ یعنی حفظ اور اتقان کے اعتبار سے صحیح ہے۔ اور صفات دنیہ یعنی صدق کے اعتبار سے حسن ہے، اور اس اعتبار سے ہر صحیح حدیث حسن ہے اور متقدمین نے بھی احادیث صحیحہ کو حسن کہا ہے اور ابن المواق نے کہا ہے کہ ہر وہ حدیث جو امام ترمذی کے نزدیک صحیح ہے وہ حسن بھی ہے اور ہر وہ حدیث جو ان کے نزدیک حسن ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ [4]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ ھ، علوم الحدیث ص ۱۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[2] " " " " " " ، علوم الحدیث، ص ۳۲،

[3] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

[4] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ ھ، التبصرۃ والتذکرہ شرح الالفیہ ج ۱ ص ۱۱۰-۱۰۹ ملخصاً مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ

امام ترمذی سے پہلے ائمہ حدیث کے نزدیک حدیث کی صرف دو قسمیں معروف تھیں، صحیح اور ضعیف، اور ضعیف ان کے نزدیک وہ تھی جو صحیح کے درجہ سے کم ہو، پھر اگر ضعیف کا راوی متہم بالکذب یا کثیر الغلط ہو تو وہ ان کے نزدیک متروک ہوتی تھی اور اگر اس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو تو وہ ان کے نزدیک حسن ہوتی تھی اور امام احمد نے جو یہ کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا قیاس سے اولیٰ ہے اس سے ان کی یہی مراد ہے۔

امام ترمذی کے نزدیک مستور کی حدیث بھی حسن ہے (جس راوی سے ایک سے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ کی ہو وہ مستور ہے۔) اور جو راوی حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف ہو اور جو حدیث میں غلطی اور خطاء کرنے کی وجہ سے ضعیف ہو اور اختلاط کے بعد مختلط کی حدیث' اور عنعنہ کرنے والا مدلس اور جس کی سند میں انقطاع خفیف ہو، ان تمام راویوں کی حدیثیں امام ترمذی کے نزدیک حسن ہیں، بشرطیکہ (۱) ان میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو (۲) اس حدیث کا اسناد شاذ نہ ہو (۳) وہ حدیث بشلہ یا بنحوہ کسی اور سند سے یا کئی اور اسانید سے بھی مروی ہو۔ اور یہ تمام حدیثیں ایک مرتبہ کی نہیں ہیں بلکہ بعض، بعض سے قوی ہوتی ہیں، امام ترمذی نے اتصال سند کو اصل اور معیار نہیں قرار دیا اس وجہ سے وہ بہت سی احادیث منقطعہ کو بھی حدیث حسن کہتے ہیں۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابوطاہر سلفی نے جو یہ کہا ہے کہ مشرق اور مغرب کے علماء کا کتب خمسہ کی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے اس کی توجیہ میں ابن سید الناس نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد بقیہ تین کتابوں (ابوداؤد، ترمذی اور نسائی) کی وہ احادیث ہیں جن کے متعلق ان کے مصنفین نے ضعف کی تصریح نہیں کی اور ان پر سکوت کیا ایسی تمام احادیث صحیح ہیں، لیکن مطلقاً یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ کسی اور نے کلام کیا ہے اس کے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں۔ البتہ علامہ نووی کی توجیہ مستحسن ہے انہوں نے کہا ہے کہ بقیہ تین کتابوں کی اکثر احادیث لائق استدلال ہیں اور یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ صحیح اور حسن کی بہ نسبت ان کتابوں میں ضعیف احادیث چونکہ بہت کم ہیں اس لیے حافظ سلفی نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔

حافظ ابو اسماعیل ہروی یہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک امام ترمذی کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ نفع رساں ہے، کیونکہ ان کی کتابوں سے متبحر عالم کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور جامع ترمذی سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ [2]

جامع ترمذی کی کل احادیث مقصودہ کی تعداد ۳۰۵ ا ہے اور توابع اور شواہد کو ملا کر یہ تعداد ۳۹۵۶ ہے۔

سنن ابوداؤد کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد سجستانی کی سنن بھی حسن کے قبیل سے ہے۔ ہم نے امام ابوداؤد سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں نے اس کتاب میں صحیح اس کے مشابہ اور اس کے مقارب احادیث کو جمع کیا

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۸۷۔۳۸۵، ملخصاً مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۳۔۔۔۱۰۰ ملخصاً مطبوعہ دار الامام الطبری الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ

ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح ترین حدیث کو ذکر کریں گے، اور امام ابو داؤد نے کہا میری کتاب کی جس حدیث میں شدید ضعف ہو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے متعلق میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔

(حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں ہم نے یہ دیکھا کہ جس حدیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا اور وہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں ہے اور نہ کسی ماہر نقاد نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے تو ہم نے اس حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ امام ابو داؤد کے نزدیک حسن ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ حدیث کسی اور امام کے نزدیک حسن نہیں ہوتی، اور وہ ہماری بیان کردہ حسن کی تعریف کے مطابق ہوتی ہے (زیر تحریر مقدمہ میں حسن لذاتہ کی تعریف ص ... پر ملاحظہ فرمائیں ـــــ سعیدی غفرلہ) حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے محمد بن سعد باوردی سے روایت کیا ہے کہ امام ابو عبد الرحمان نسائی کا مذہب یہ تھا کہ ہر وہ راوی جس کے ترک پر اجماع نہ ہو وہ اس کی حدیث روایت کر لیتے ہیں، امام ابن مندہ نے کہا اسی طرح امام ابو داؤد سجستانی کو جب کسی باب میں ضعیف راوی کے سوا اور کسی کی حدیث نہ ملے تو وہ سند ضعیف سے حدیث روایت کر لیتے ہیں کیونکہ امام ابو داؤد کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لوگوں کی رائے سے قوی ہے۔ [1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام ابو داؤد سے یہ روایت ہے کہ جس حدیث پر انھوں نے سکوت کیا ہو وہ حسن ہے۔ [2]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر نے حافظ ابن الصلاح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کے متعلق امام ابو داؤد نے صحت کی تصریح کی ہے نہ ضعف کی اس کو امام ابو داؤد کے نزدیک مطلقاً حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور لائق استدلال حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام ابو داؤد صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن کے مرتبہ کے قائل تھے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اگر وہ متقدمین کی طرح حدیث کی صرف دو قسمیں صحیح اور ضعیف قرار دیتے تھے تو پھر بھی اس کو صحیح کہنے کی بجائے لائق استدلال کہنے میں احتیاط ہے۔

حافظ ابو الفتح یعمری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام ابو داؤد نے حسن کی تعریف بالکل نہیں کی، بلکہ ان کا قول امام مسلم کے قول کی طرح ہے، امام ابو داؤد نے یہ کہا کہ انھوں نے احادیث صحیحہ اور ان کے مشابہ اور مقارب دونوں کا ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے کہا ہے کہ احادیث صحیحہ صرف وہی نہیں ہیں جو مالک، شعبہ اور سفیان کے پاس ہیں (یہ طبقہ اولیٰ کے راوی ہیں یعنی کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ) اس لیے ان سے کم درجہ کے لوگوں کی حدیث کی بھی ضرورت ہے، مثلاً لیث بن ابی سلیم، عطاء بن السائب اور یزید بن ابی زیاد (یہ طبقہ ثانیہ کے راوی ہیں

---

[1] ۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[2] ۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۴۳ مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

یعنی ناقص الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ) کیونکہ یہ بھی عادل اور صادق ہیں اگرچہ حفظ اور اتقان میں ان کا درجہ کم ہے اور ان دونوں کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ امام مسلم نے صحیح کی شرط لگائی ہے اس لیے وہ طبقہ ثالثہ کی حدیثوں سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابوداؤد نے صحیح کی شرط نہیں لگائی اس لیے جس راوی میں شدید ضعف ہو وہ اس کی روایت بھی لے لیتے ہیں اور اس کے ضعف کا بیان کر دیتے ہیں، اور امام ابوداؤد نے جو کہا ہے کہ بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے احادیث صحیحہ روایت کی ہیں، اگرچہ وہ صحت میں مختلف درجات کی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم اور امام ابوداؤد میں فرق یہ ہے کہ امام مسلم نے حدیث صحیح کی شرط لگائی ہے بلکہ اس صحیح کی جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو، اس لیے امام مسلم کی حدیث کو حسن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ حسن وہ ہوتی ہے جو صحیح سے کم درجہ کی ہو۔ اور امام ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث سے میں نے سکوت کیا ہے وہ صالح احتجاج (لائق استدلال) ہے اور صالح صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن بھی۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث میں شدید ضعف ہو، اس کا میں بیان کر دیتا ہوں،" اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس میں ضعف غیر شدید ہو اس کو وہ بیان نہیں کرتے، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے وہ تمام کی تمام حدیثیں اصطلاحاً حسن نہیں ہیں بلکہ ان کی کئی اقسام ہیں: (۱) وہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں یا صحت کی شرط پر ہیں، (۲) وہ حسن لذاتہ ہیں، (۳) اگر ان احادیث کی دیگر اسانید سے تقویت ہو جائے تو وہ حسن کے قبیل سے ہیں، مؤخر الذکر دو قسمیں ان کی کتاب میں بکثرت ہیں، (۴) وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن وہ ایسے راویوں کی حدیثیں ہیں جن کے ترک پر اجماع نہیں ہے اور یہ تمام اقسام احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن مندہ نے امام ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ امام ابوداؤد حدیث ضعیف کو اس وقت روایت کرتے ہیں جب اس باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف لوگوں (مجتہدین) کی رائے سے زیادہ قوی ہے، حافظ ابن عبدالبر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ [2]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد ضعفاء کی ایک جماعت سے استدلال کرتے ہیں اور ان پر سکوت کرتے ہیں مثلاً ابن لہیعہ، صالح مولی التوأمہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل، موسیٰ بن وردان، سلمہ بن الفضل، دلہم بن صالح وغیرہم، اس لیے جن احادیث پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے ان میں امام ابوداؤد کی تقلید کر کے ان سے استدلال نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس حدیث کا کوئی متابع ہے جس سے اس کی تقویت ہو جائے یا وہ حدیث غریب ہے اور اس میں توقف کیا جائے، خصوصاً اس وقت جب اس حدیث میں کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو کیونکہ اس صورت میں وہ از قبیل منکر ہو جائے گی کیونکہ امام ابوداؤد نے ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں سے حدیث روایت کی ہے، مثلاً حارث بن وجیہ، صدقہ دقیقی، عثمان بن واقد عمری، محمد بن عبدالرحمان بیلمانی، ابوجناب کلبی، سلیمان بن ارقم، اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ اور ان کی مثل متروک راوی ہیں۔

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۴۔ ۵۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۳۶۔ ۴۳۵، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ

اسی طرح جن پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں اسانید منقطع ہیں اور مدلسین کی عنعنہ کے ساتھ روایات ہیں اور بہت سے راویوں کے نام مبہم ہیں۔ اس لیے ایسی احادیث کو اس وجہ سے حسن قرار دینا کہ ان پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد کبھی اس وجہ سے سکوت کرتے ہیں کہ وہ پہلے کسی باب میں اس راوی پر کلام کر چکے ہوتے ہیں، اور کبھی وہ اس کے ضعف کا ذکر کرنا بھول جاتے ہیں اور کبھی اس وجہ سے کہ اس راوی کا ضعف بہت شدید اور واضح ہوتا ہے اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر ائمہ کا اتفاق ہوتا ہے جیسے ابو الحویرث، یحییٰ بن العلاء وغیرہما، اور کبھی سکوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سنن ابو داؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں امام ابو داؤد اس راوی کا ضعف بیان کر چکے ہوتے ہیں، جیسے محمد بن ثابت العبدی، سنن ابو داؤد میں انہوں نے اس پر سکوت کیا ہے اور کتاب التفرد میں امام احمد سے نقل کیا ہے یہ منکر الحدیث ہے، اس لیے صحیح یہ ہے کہ امام ابو داؤد کے فقط سکوت پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو داؤد احادیث ضعیفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور ان کو رائے پر مقدم رکھتے ہیں، علامہ نووی نے کہا ہے "سنن ابو داؤد میں ایسی احادیث ہیں جن کا ضعف ظاہر ہے اور اس کو امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا حالانکہ ان کا ضعف متفق علیہ ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جن احادیث کا ضعف امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا اور کسی معتمد نے اس کا صحیح یا حسن ہونا بیان نہیں کیا تو وہ حسن ہے اور اگر کسی معتمد نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے یا کسی عالم نے دیکھا کہ اس کی سند میں کوئی ضعف کا مقتضی ہے اور اس کی تلافی کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا اور امام ابو داؤد کے سکوت کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا" علامہ نووی نے یہ جو کچھ لکھا ہے تحقیق یہی ہے ہرچند کہ شرح المہذب میں انہوں نے مجرد امام ابو داؤد کے سکوت سے بھی کسی حدیث کے حسن ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ علم دین میں سنن ابو داؤد کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ اور احسن فقہی احکام ہیں۔ [2]

سنن ابو داؤد کی کل احادیث کی تعداد بہ شمول مراسیل ۴۸۰۰ ہے اور مراسیل کی تعداد ۶۰۰ ہے۔

سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابو علی بن السکن اور خطیب بغدادی نے یہ کہا ہے کہ امام نسائی کی کتاب السنن صحیح ہے اور اس پر اعتراض ہے، امام نسائی نے رجال کے لیے جو شرائط عائد کی ہیں وہ امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں، لیکن سنن نسائی میں مجہول اور مجروح راوی ہیں اور اس میں احادیث ضعیفہ، منکرہ اور معلل ہیں۔ [3]

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۱ ص ۴۴۵ - ۴۳۳ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی ۱۴۱۲ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار الامام الطبری الطبعۃ الثانیہ

[3] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

غالباً حافظ ابن کثیر کی اس جگہ سنن سے مراد سنن کبریٰ للنسائی ہے، ورنہ سنن مجتبیٰ اور ہمارے ہاں عام متداول کتاب سنن مجتبیٰ ہے جو سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے بھی لکھا ہے کہ خطیب نے سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابو علی نیشاپوری، ابو احمد بن عدی، ابو الحسن دار قطنی، ابن مندہ، عبد الغنی بن سعید اور ابو یعلیٰ خلیلی وغیرہ نے بھی سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے، اور حاکم نیشاپوری نے نسائی، ابو داؤد اور ترمذی تینوں پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔

ابو عبد اللہ ابن مندہ نے کہا ہے جن ائمہ نے حدیث صحیح کو روایت کیا ہے وہ چار ہیں: بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور نسائی، ابو علی ابن السکن نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن الصلاح نے جو باوردی سے نقل کیا ہے کہ امام نسائی ان سے روایت کرتے ہیں جن کے ترک پر اجماع نہ ہو، اس سے ان کی مراد خاص اجماع ہے۔

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رجال کے متعلق امام نسائی کا مذہب بہت وسیع ہے، لیکن فی الواقع اس طرح نہیں ہے، کیونکہ کتنے راوی ایسے ہیں جن سے امام ابو داؤد اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور امام نسائی ان سے اجتناب کرتے ہیں بلکہ امام نسائی صحیحین کے بھی متعدد رجال سے اجتناب کرتے ہیں۔ ابو الفضل ابن طاہر کہتے ہیں میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا انھوں نے کہا وہ ثقہ ہے میں نے کہا امام نسائی ان سے استدلال نہیں کرتے انھوں نے کہا اے بیٹے رجال میں امام نسائی کی شرط امام بخاری اور امام مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔

حافظ ابو بکر برقانی نے اپنے ایک رسالہ میں ان راویوں کے نام لکھے ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے احادیث روایت کی ہیں اور امام نسائی نے ان پر تنقید کی ہے۔ احمد بن محبوب رملی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام نسائی سے سنا ہے کہ جب میں نے سنن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تو جن شیوخ کے متعلق میرے دل میں تردد تھا ان کے بارے میں میں نے استخارہ کیا اور استخارہ کے بعد میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کو ترک کر دوں۔

محمد بن معاویہ احمر نے بیان کیا کہ امام نسائی کی کتاب السنن مکمل صحیح ہے، اور اس کی بعض احادیث معلول ہیں، مگر انھوں نے اس کی علت بیان نہیں کی، اور انھوں نے اس کا انتخاب کر کے جس مجموعہ کا نام مجتبیٰ رکھا ہے اس کی کل احادیث صحیح ہیں۔ (امام نسائی کی کتاب السنن، اب سنن کبریٰ کے نام سے چھ جلدوں میں چھپ گئی ہے، دار الکتب العلمیہ بیروت نے اس کو مخطوطہ سے منتقل کر کے طبع کیا ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۴۱۱ھ میں ہوئی اور الحمد للہ یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ ——— سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن رشید نے کہا کہ امام نسائی کی کتاب سنن میں تصنیف کے لحاظ سے زیادہ بدیع اور زیادہ حسین ہے اور ان کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ جامع ہے اور اس میں بیان علل کا اضافہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد جس کتاب میں ضعیف اور مجروح راوی سب سے کم ہیں وہ امام نسائی

---

[1] لہ۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمان شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

کی کتاب ہے اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی کتابیں اس کے قریب ہیں۔ [1]

سنن نسائی کی کل احادیث کی تعداد ۵۷۶۱ ہے۔

سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

سنن ابن ماجہ صحت اور ثقاہت کے اعتبار سے کتب خمسہ کے برعکس ہے، جو رجال کذب، سرقہ احادیث اور تفرد سے متہم ہیں جیسے حبیب بن ابی حبیب کاتب مالک، علاء بن زیدل، داؤد بن محبر، عبد الوہاب بن ضحاک، اسماعیل بن زیاد سکونی اور عبد السلام بن ابی الجنوب وغیرہم، امام ابن ماجہ ان سے احادیث روایت کرنے میں متفرد ہیں، ابن طاہر نے یہ حکایت کی ہے کہ امام ابوزرعہ نے سنن ابن ماجہ کو دیکھا اور یہ کہا اس میں تیس حدیثیں بھی ضعیف نہیں ہیں، یہ حکایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند منقطع ہے، اور اگر یہ حکایت صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ جو غایت درجہ کی احادیث ساقطہ ہیں وہ تیس سے کم ہیں، یا انھوں نے پوری سنن ماجہ کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ اس کے ایک حصہ کا مطالعہ کر کے یہ تبصرہ کیا ہے۔

امام ابن زرعہ نے سنن ابن ماجہ کی بکثرت احادیث پر باطلہ یا ساقطہ یا منکرہ کا حکم لگایا ہے، اس کا ذکر ابن ابی حاتم کی کتاب العلل میں ہے، اور حافظ صلاح الدین علائی یہ کہتے تھے کہ ان پانچ کتابوں کے بعد چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ کی بجائے سنن دارمی کو ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں ضعیف رجال کم ہیں اور احادیث منکرہ اور شاذہ نادر ہیں اور ہر چند کہ اس میں احادیث مرسلہ اور موقوفہ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ابن ماجہ کی کتاب سے بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بعض اہل علم مثلاً رزین سرقسطی اور مجد ابن الاثیر نے چھٹی کتاب مؤطا امام مالک ہی کو قرار دیا ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا وہ ابوالفضل ابن طاہر صاحب شروط الائمۃ الستۃ متوفی ۵۰۷ھ ہیں، پھر حافظ عبد الغنی صاحب الکمال فی اسماء الرجال نے اس پر عمل کیا۔ ابن طاہر اور ان کے متبعین نے مؤطا امام مالک کی بجائے، سنن ابن ماجہ کو کتب الاصول میں اس لیے شامل کیا کہ مؤطا امام مالک میں ایسی احادیث مرفوعہ بہت کم ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہوں، اس کے برعکس سنن ابن ماجہ میں مؤطا کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ احادیث مرفوعہ ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں تو انھوں نے احادیث مرفوعہ کی کثرت کے حصول کے لیے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا۔

ان ابحاث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن حضرات نے ان کتابوں کی اسانید حذف کر کے احکام سے متعلق احادیث جمع کی ہیں ان کا طریقہ ضعیف ہے مثلاً ابوالبرکات عبد السلام ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۶۵۲ھ، ان کی کتاب ہے المنتقی من احادیث الاحکام (نیل الاوطار کا متن)، یہ لوگ ان کتابوں سے حدیث کی صحت یا ضعف بیان کیے بغیر احادیث کو نقل کرتے ہیں اور ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ مثلاً ایک حدیث کو امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی علت بھی بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ اس علت سے اعراض کر کے صرف اس حدیث کو نقل کر کے لکھ دیتے ہیں اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، چنانچہ حافظ عبد الحق متوفی ۵۸۱ھ نے ایک کتاب لکھی الاحکام الکبریٰ اس میں ایسا ہی کیا اور ابوالحسن ابن القطان متوفی ۶۲۸ھ

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۸۴-۴۸۱، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مکہ مکرمہ ۱۴۰۴ھ

نے تتبع کرکے ان احادیث کی علل بیان کیں اور اس کتاب کا نام رکھا بیان الوہم والایہام الذی وقع علی الاحکام الکبریٰ۔[1]

علامہ سخاوی نے بھی سنن ابن ماجہ کے متعلق بعینہٖ یہی تبصرہ کیا ہے۔[2]

سنن ابن ماجہ کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔

مؤطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میرے علم میں امام مالک کی کتاب سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں ہے، امام شافعی نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم منصۂ شہود پر نہیں آئی تھیں، اس وقت کتب سنن بکثرت تصنیف کی جا چکی تھیں، مثلاً کتاب ابن جریج، کتاب ابن اسحاق، کتاب ابی قرۃ موسیٰ بن طارق زبیدی، اور مصنف عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ۔

امام مالک کی کتاب مؤطا کا حجم ان سب سے زیادہ تھا اور اس میں ان سب سے زیادہ احادیث تھیں (بظاہر یہ صحیح نہیں ہے' سعیدی غفرلہٗ)۔

خلیفہ منصور نے امام مالک سے یہ کہا کہ وہ تمام لوگوں کو اس کتاب پر جمع کریں تو امام مالک نے اس سے انکار کیا، اس سے ان کے علم کی وسعت اور ان کے انصاف کا کمال ظاہر ہوتا ہے، اور کہا لوگ جمع ہوئے اور ان چیزوں پر مطلع ہوئے جن پر ہم مطلع نہیں ہیں۔

علماء نے مؤطا پر کتابیں لکھیں اور تعلیقات تصنیف کیں، ان میں سب سے عمدہ کتاب حافظ ابن عبدالبر مالکی قرطبی کی تصنیف تمہید اور استذکار ہے، مؤطا میں احادیث متصلہ صحیحہ بھی ہیں اور مرسلہ منقطعہ بھی ہیں اور ایسی بلاغات بھی ہیں جن کا مسندہ ہونا بہت نادر ہے۔[3]

مؤطا امام مالک کی کل احادیث کی تعداد ۱۷۲۰ ہے۔

کتب خمسہ کے ساتھ غیر الحاقی کتب احادیث کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جو کتب حدیث استدلال میں کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور جامع ترمذی) کے قائم مقام ہیں، مثلاً مسند ابوداؤد طیالسی، مسند عبیداللہ بن موسیٰ، مسند احمد بن حنبل، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند عبد بن حمید، مسند دارمی، مسند ابویعلیٰ موصلی، مسند الحسن بن سفیان، مسند البزار اور ان کی امثال، ان کی عادت یہ ہے کہ وہ ہر صحابی کی مسند میں اس کی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور یہ متعین نہیں کرتے کہ آیا یہ حدیث لائق استدلال ہے یا نہیں، اس وجہ سے ان کا مرتبہ متاخر ہے، اگرچہ ان کے مؤلفین کا مرتبہ کتب خمسہ کے مؤلفین سے بہت بڑا ہے۔[4]

سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۸۹-۴۸۸، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

[3] حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵-۲۴، مطبوعہ دارالتراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

[4] حافظ ابوعمر عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۲ھ

حافظ ابن الصلاح کا دارمی کی کتاب کو مسند کہنا ان کا وہم ہے، یہ کتاب مسند نہیں ہے جس میں ہر صحابی کی مرویات کو الگ الگ روایت کیا جاتا ہے بلکہ یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے اور یہ اصطلاح محدثین میں سنن ہے، لیکن اس کتاب کا نام مسند دارمی مشہور ہوگیا، جیسے امام بخاری کی کتاب کا نام المسند الجامع الصحیح مشہور ہوگیا اگرچہ وہ بھی ابواب پر مرتب ہے، کیونکہ امام بخاری کی احادیث مسندہ ہیں (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک ان کی سند متصل ہے) اس کے برعکس مسند دارمی میں بہ کثرت احادیث مرسلہ، منقطعہ، معضلہ اور مقطوعہ ہیں۔ [1]

مسند احمد کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر مدینی نے کہا ہے کہ مسند امام احمد صحیح ہے، یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ اس میں احادیث ضعیفہ ہیں، بلکہ احادیث موضوعہ بھی ہیں جیسے مرو اور عسقلان کی فضیلت میں احادیث ہیں اور حمص کے نزدیک برص احمر کی فضیلت میں حدیث ہے اور ان کے علاوہ بھی موضوع احادیث ہیں جیسا کہ حفاظ میں ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، مسانید میں سے اور کوئی مسند اس کے پائے کی نہیں ہے اس کے باوجود امام احمد سے بہ کثرت احادیث رہ گئی ہیں، بلکہ اس میں تقریباً ان دو سو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جن کی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں۔ [2]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حافظ ابن الصلاح نے مسند احمد کا شمار صحیح میں کیا ہے، اور حافظ مدینی نے کہا امام احمد کی یہ شرط تھی کہ وہ اپنی مسند میں صرف حدیث صحیح کو درج کریں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امام احمد نے اپنی کتاب میں صحت کی شرط رکھی تھی، حافظ مدینی سے کسی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا دیکھو یہ مسند احمد میں ہے یا نہیں، اگر مسند احمد میں ہے تو یہ حجت ہے ورنہ نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسند احمد کی تمام احادیث حجت ہیں، اور مسند احمد کے سوا کوئی حدیث حجت نہیں ہے کیونکہ کتنی احادیث صحیحہ کتب صحیح میں ہیں اور وہ مسند احمد میں نہیں ہیں۔

مسند احمد میں حدیث ضعیف کا وجود محقق ہے بلکہ اس میں احادیث موضوعہ بھی ہیں میں نے ان کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، امام احمد نے خود بعض احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے ان میں سے ایک یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف کو جنت میں سرین کے بل گھسٹتے ہوئے دیکھا، اور اس میں عمارہ بن زاذان کی سند ہے جس کی حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا یہ کذب منکر ہے اور کہا عمارہ احادیث مناکیر کی روایت کرتا ہے اور ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا اور ابن الجوزی نے حضرت عمر کی اس حدیث کو بھی موضوعات میں درج کیا ہے "اس امت میں ولید نام کا ایک شخص ہوگا"، اور حضرت انس کی اس حدیث کو "جو شخص اسلام میں چالیس سال کی زندگی گزارتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کئی قسم کی بلائیں، جنون، جذام اور برص کو دور کر دیتا ہے" اور حضرت انس کی اس حدیث کو "عسقلان احد العروسین ہے اس میں سے قیامت کے دن ستر ہزار کو مبعوث کیا جائے گا جن پر کوئی حساب نہیں ہوگا" یہ تمام موضوع احادیث مسند احمد میں ہیں، اور اس میں احادیث منکرہ بھی ہیں مثلاً حضرت بریدہ کی یہ حدیث: تم خراسان کی جماعت میں رہو پھر مرو کے شہر جاؤ

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۷، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ

[2] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۶۔۲۵، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

کیونکہ اس کو ذوالقرنین نے بنایا ہے اور عبداللہ بن احمد نے مسند میں زیادات کی ہیں ان میں ضعیف اور موضوع احادیث ہیں اور موضوع حدیث یہ ہے: حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضرت علی کے دروازے کے سوا سب دروازے بند کر دو، ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو رافضیوں نے وضع کیا ہے۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

مسند احمد تمام مسانید میں سیاق وسباق کے لحاظ سے تمام مسانید میں اکبر اور احسن ہے اس مجموعہ کو انھوں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ جس حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف ہو اس کو مسند احمد میں تلاش کرو اگر اس میں مل جائے تو فبہا ورنہ وہ حجت نہیں ہے، اور بعض نے مبالغہ کرکے اس کو صحیح قرار دیا۔ صحیح تحقیق یہ ہے کہ اس میں بہ کثرت احادیث ضعیفہ ہیں، اور بعض کا ضعف بعض سے زیادہ شدید ہے، حتیٰ کہ ابن جوزی نے اس کی بہت سی احادیث کا موضوعات میں شمار کیا ہے لیکن حافظ عراقی نے بعض احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی سے اختلاف کیا ہے اور ابن جوزی کا رد کیا ہے، اور حق یہ ہے کہ جن کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا گیا ان میں مسند احمد سب سے عمدہ کتاب ہے۔ [2]

علامہ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک رسالہ لکھا ہے "القول المسدد فی الذب عن مسند الامام احمد" اس میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جنھوں نے کہا ہے کہ مسند احمد میں موضوعات ہیں، اور شیخ ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلہ میں لکھا ہے: اگر موضوع سے یہ مراد ہے جس کی سند میں کذاب ہوں تو مسند احمد میں ایسا کوئی راوی نہیں ہے، اور اگر اس سے مراد ایسی حدیث ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے خواہ وہ راوی کی غلطی کی وجہ سے ہو یا اس کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے تو مسند اور سنن میں ایسی بہ کثرت حدیثیں ہیں۔"

حافظ عراقی نے کہا ہے کہ اس میں تقریباً ان دو سو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جو صحیحین میں ہیں، یہ انتہائی غلو ہے، بلکہ بہت کم صحیحین کی حدیثیں اس میں شامل ہونے سے رہ گئیں اور جو کسی معین صحابی کی حدیث اس میں رہ گئی ہے تو اس کی ہم معنی حدیث کسی اور صحابی کی روایت سے اس میں مذکور ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مسند میں تمام سنت کو جمع کر لیا گیا ہے تو یہ بعید نہیں ہے، امام احمد نے اپنے بیٹے عبداللہ بن احمد (جو مسند کے راوی ہیں) سے کہا: اس مسند کو حفظ کر لو، کیونکہ عنقریب یہ لوگوں کی پیشوا ہوگی، اور انھوں نے کہا اس کتاب میں میں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث سے انتخاب کرکے حدیثیں جمع کی ہیں، سو جب مسلمانوں کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کے متعلق اختلاف ہو تو اس کو مسند میں تلاش کرو اگر وہ حدیث اس کتاب میں مل گئی تو فبہا ورنہ وہ حدیث حجت نہیں ہے"؛ حافظ ذہبی نے کہا اکثر اور غالب حدیثوں میں ایسا ہی ہے ورنہ صحیحین، سنن اور اجزاء میں ایسی قوی احادیث ہیں جو مسند میں نہیں ہیں۔ [3]

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسن عراقی متوفی ٨٠٦ھ، التقیید والایضاح ص ٥٠۔٥٦، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ١٣٨٩ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ٩٠٢ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ١ ص ١٠٥۔١٠٤، مطبوعہ دارالامام الطبری، ١٤١٢ھ

[3] علامہ احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث ص ٢٢، مطبوعہ دارالتراث القاہرہ، ١٣٩٩ھ

نیز علامہ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں:

۱۳۱۳ھ مسند احمد مصر میں چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی، پھر مطبوعہ حلبیہ سے شائع ہوئی جس میں ہر حدیث کی تخریج کی گئی اور اس کی صحت اور ضعف کا بیان کیا گیا، اس تحقیق کے ساتھ ابھی تک نو جلدوں میں مسند احمد شائع ہوا ہے جو چھ جلد والی مسند کی ایک جلد اور دوسری کا ایک ثلث ہے اور یہ ان شاء اللہ تیس جلدوں میں مکمل ہوگی، ان نو جلدوں میں کل ۶۵۱۱ حدیثیں ہیں جن میں سے ۵۷۳۳ صحیح حدیثیں ہیں اور ۷۷۸ ضعیف حدیثیں ہیں اس طرح مسند احمد میں ضعیف احادیث کی تعداد بارہ فی صد سے بھی کم ہے اور یہ حافظ ابن کثیر کے اس قول پر شاہد عادل ہے کہ: مسند احمد میں سند اور متن کے لحاظ سے بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں بلکہ اس میں ایسی احادیث بھی ہیں جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں (اختصار علوم الحدیث ص ۲۲) اور بے شک حافظ ابن کثیر دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسند احمد کے بہت زیادہ عالم تھے۔ [۱]

مسند بزار کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

مسند بزار میں احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کا مجملاً ذکر ہے، البتہ کہیں کہیں مصنف نے تفصیل کی ہے، اور جو راوی کسی حدیث میں متفرد ہو اس کا ذکر کرتے ہیں اور اگر اس کا کوئی متابع ہو تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اور مسند دارمی میں بہ کثرت ضعیف اور مرسل روایات ہیں۔ [۲]

مستدرک للحاکم کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جو حدیثیں، امام بخاری اور امام مسلم سے رہ گئی ہیں ان پر استدراک (اضافہ) کرنے کے لیے امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے مستدرک لکھی جو چار کبیر اور ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، امام حاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کے راویوں سے حدیثیں روایت کیں یا ان دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر حدیثیں روایت کیں، اور جو حدیثیں ان کے اجتہاد کے مطابق صحیح تھیں خواہ وہ ان میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق نہ ہوں، حدیث کو صحیح قرار دینے میں وہ وسیع المشرب تھے اور صحت کا فیصلہ کرنے میں متساہل تھے، اس لیے اولیٰ یہی ہے کہ ہم متوسط قول اختیار کریں اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث کو امام حاکم صحیح کہیں اور کسی اور امام نے اس حدیث کو صحیح نہ کہا ہو تو اگر وہ صحیح نہیں ہے تو کم از کم حسن ہے اس سے استدلال کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا بہ شرطیکہ اس میں کوئی علت نہ ہو جو اس کے ضعف کا موجب ہو۔ [۳]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

قاضی القضاۃ بدر الدین بن جماعہ نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ جب حاکم کسی حدیث کی تصحیح میں متفرد ہو تو اس کو حسن قرار دیا جائے گا وہ کہتے ہیں بلکہ تحقیق کی جائے گی اور اس حدیث کا صحیح حکم معلوم کیا جائے گا آیا وہ صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف ہے اور اس کے مطابق اس پر حکم لگایا جائے گا۔ [۴]

---

[۱] علامہ احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث ص ۲۲، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

[۲] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۸، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

[۳] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

[۴] حافظ زین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۳۰، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مستدرک میں امام حاکم کی اضافہ کی ہوئی احادیث کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں:

۱۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کو انہوں نے صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کے راویوں سے بصورت اجتماع پر روایت کیا ہے جس سے امام بخاری اور مسلم دونوں یا کسی ایک نے استدلال کیا ہو اور وہ علل سے محفوظ ہے۔ اس قسم کی حدیث مستدرک میں بہت نادر ہے۔

۲۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت نہیں کی بلکہ شواہد، متابعات، تعالیق وغیرہ میں اس سند کا ذکر کیا ہو، اس قسم کی احادیث، حدیث صحیح کے درجہ سے کم ہیں، بلکہ ان میں شاذ اور ضعیف بھی ہیں لیکن ایسی احادیث کی اکثریت حسن سے کم نہیں ہے اور ہرچند کہ امام حاکم متقدمین کی اتباع میں صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے بلکہ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان ایسے اپنے مشائخ کی اتباع میں ان کو احادیث صحیحہ قرار دیتے ہیں لیکن یہ چیز ان کے اس دعویٰ کے خلاف ہے کہ مستدرک میں شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر احادیث ہیں۔

۳۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت کی ہو نہ بطور متابعات، اس قسم کی احادیث مستدرک میں بکثرت ہیں، امام حاکم ایسے بہت لوگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں لیکن وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، اور بعض اوقات وہم کے سبب سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں، اور اس قسم میں مشکل سے کوئی ایسی حدیث ہوگی جو حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچے، شیخین کی شرط پر ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

ہمارے بیان کردہ معیار کے اعتبار سے مستدرک میں جو احادیث شیخین یا ان میں سے کسی ایک شرط پر ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔[1]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم تصحیح حدیث میں متساہل ہیں، علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ حاکم کے شاگرد بیہقی ان سے زیادہ تحقیق کرتے ہیں، حافظ ذہبی نے مستدرک کا خلاصہ کیا ہے اور مستدرک کی بکثرت احادیث کو ضعیف اور منکر قرار دیا ہے اور ایک رسالہ میں مستدرک کی تقریباً ایک سو موضوع احادیث جمع کی ہیں۔

ابوسعید مالینی نے کہا میں نے مستدرک کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اس میں ایک حدیث بھی صحیحین کی شرط پر نہیں ہے، حافظ ذہبی نے کہا یہ انتہائی غلو ہے، ورنہ اس میں شیخین کی شرط پر یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر بکثرت احادیث ہیں اور شاید اس کا مجموعہ نصف کتاب کے برابر ہو اور چوتھائی مستدرک میں دیگر صحیح السند احادیث ہیں اور ان میں سے بعض میں ضعف یا علت ہے اور باقی چوتھائی میں ضعیف اور منکر روایات ہیں اور بعض موضوعات بھی ہیں۔

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۱۹-۳۱۴، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ ۱۴۰۴ھ

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا کہ امام حاکم کے تساہل کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور اس پر نظر ثانی کرنے سے پہلے ان کو موت نے آلیا (الی قولہ) علامہ نووی نے کہا ہے مستدرک کی جس حدیث کو متقدمین نے صحیح قرار دیا ہو نہ ضعیف، اگر اس میں ضعف کی کوئی وجہ نہ ہو تو ہم اس کو حسن قرار دیں گے۔[1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

امام حاکم متساہل ہیں اور انھوں نے ضعیف احادیث تو الگ رہیں کئی موضوع احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے اس کی وجہ یا تو تعصب ہے کیونکہ ان پر تشیع کی تہمت تھی، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخر میں مستدرک کو تصنیف کیا، اس وقت ان کے حافظہ میں تغیر ہو چکا تھا اور ان پر غفلت طاری تھی ان کو اس پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا، (حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ بعض راویوں کا حاکم نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ان سے روایت کرنے کو منع کیا ہے، پھر خود ان کی روایات کو مستدرک میں صحیح لکھا ہے، ان راویوں میں سے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۲۳) اس کی دلیل یہ ہے کہ مستدرک کے پہلے پانچویں حصہ میں باقی کتاب کی بہ نسبت تساہل بہت کم ہے۔[2]

شرح صحیح مسلم جلد ثالث کے ضمیمہ اور جلد سادس میں ہم نے امام حاکم کے تساہل کے متعلق بہ کثرت علماء کی آراء ذکر کی ہیں۔

مشہور کتب حدیث کے تعارف کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حدیث صحیح اور صحاح ستہ کے راویوں کی شرائط بیان کر دی جائیں۔

حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان

حافظ ابوبکر الحازمی لکھتے ہیں:

حدیث صحیح کے لیے چند شرائط ہیں:

۱۔ پہلی شرط اسلام ہے، کیونکہ مشرکین کی روایت کتاب، سنت اور اجماع سے مردود ہے، البتہ اگر کسی شخص نے حالت شرک میں کوئی روایت سنی پھر اس کو اسلام قبول کرنے کے بعد روایت کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۔ دوسری شرط عقل ہے، کیونکہ بچہ اور مجنون کی روایت مقبول ہوتی ہے نہ شہادت، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا حتیٰ کہ بیدار ہو جائے، بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے اور مجنون حتیٰ کہ اس کی عقل صحیح ہو جائے۔

۳۔ تیسری شرط صدق ہے کیونکہ جھوٹا شخص یا تو حدیث میں جھوٹ بولے گا تو اس کی حدیث مردود ہے خواہ وہ توبہ کر لے، اور یا وہ شخص لوگوں سے جھوٹ بولے گا اس کی حدیث بھی مردود ہے، اس طرح جو شخص تلقین کو قبول کرنے میں مشہور ہو اور جس شخص کا روایت کرنے میں تساہل مشہور ہو اس کی حدیث بھی مردود ہے۔

۴۔ اس حدیث کا راوی مدلس نہیں ہونا چاہیے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۴۱-۴۰، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۳ھ

۵۔ اس حدیث کا راوی عادل ہونا چاہیے، عدالت سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتا ہو اور ممنوعات سے اجتناب کرتا ہو اور صرف یہ کافی نہیں ہے کہ وہ کبائر سے مجتنب ہو بلکہ صغائر پر اصرار کرنے سے بھی مجتنب ہو۔ اور ثبوت عدالت کے بعد اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو عدالت کے منافی ہو۔ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد اس میں حسب ذیل شرائط کا مزید پایا جانا ضروری ہے۔:

۱۔ اہل علم میں اس شخص کی یہ شہرت ہو کہ وہ حدیث کا طالب ہے اور حدیث کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔
۲۔ اس شخص نے علماء حدیث سے سن کر احادیث روایت کی ہوں کتابوں سے دیکھ کر نہیں۔
۳۔ سماع حدیث کے وقت سے اس کو وہ حدیث منضبط ہو اور اپنے شیخ نے اس روایت کی اس کو تحقیق ہو اور تدلیس نہ ہو۔
۴۔ وہ شخص حاضر دماغ اور بیدار مغز ہو اور اس پر غفلت طاری نہ ہوتی ہو۔
۵۔ اس شخص کو غلطی اور وہم بہت کم عارض ہوتا ہو، کیونکہ جو شخص کثیر الغلط اور وہمی ہوگا اس کی حدیث مردود ہوگی۔
۶۔ وہ شخص سنجیدہ اور باوقار ہو۔
۷۔ وہ شخص خود رائے نہ ہو اور بدعت سے مجتنب ہو، کیونکہ بدعتی کی وہ روایت مقبول نہیں ہوتی جو اس کی بدعت کی مؤید ہو۔

حدیث صحیح کے راوی کے یہ جامع اوصاف ہیں اور ان کے توابع اور لواحق ہیں جن کا پورا علم مہارت تامہ کے بعد ہی ممکن ہے۔

ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان

ائمہ خمسہ کا مخارج حدیث کے استنباط کی کیفیت میں الگ الگ مذہب ہے جو امام حدیث صحیح کو سند کے ساتھ روایت کرتا ہے وہ راوی کے مشائخ میں عدل کا اعتبار کرتا ہے اور جن ثقہ راویوں سے وہ مشائخ روایت کرتے ہیں ان میں سے اگر بعض راوی صحیح ہوں اور بعض میں ایسی صلاحیت نہ ہو تو ان کی حدیث کو صرف شواہد اور متابعات کے طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے، اس کو ہم ایک مثال کے ساتھ واضح کرتے ہیں، مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ اصحاب زہری کے پانچ طبقات ہیں اور ہر طبقہ کو اپنے بعد والے طبقہ پر ایک فوقیت حاصل ہے، پس جو طبقہ اولیٰ کے راوی ہیں وہ غایت صحت میں ہیں اور وہ امام بخاری کا غایت مقصود ہیں، اور طبقہ ثانیہ کے راوی عدالت میں تو طبقہ اولیٰ کے مساوی ہیں لیکن طبقہ اولیٰ کے راوی کامل الضبط والاتقان اور زہری کے ساتھ طویل الملازمۃ ہیں حتیٰ کہ وہ سفر اور حضر میں زہری کے ساتھ رہے ہیں اور طبقہ ثانیہ کے راوی زہری کے ساتھ تھوڑا عرصہ ملازم رہے ہیں اس لیے ان کو زہری کی احادیث کا اتنا تجربہ نہیں ہے اور وہ ضبط اور اتقان میں بھی پہلے مرتبہ سے کم ہیں اور یہ راوی امام مسلم کی شرط ہیں۔ اور طبقہ ثالثہ میں وہ راوی ہیں جو زہری کے ساتھ کثیر الملازمۃ ہیں لیکن وہ شدید جرح سے محفوظ نہیں ہیں اس لیے وہ رد اور قبول کے درمیان ہیں، اور یہ امام ابو داؤد اور نسائی کی شرط ہیں، اور طبقہ رابعہ جو جرح اور تعدیل میں طبقہ ثالثہ کے مساوی ہیں لیکن یہ زہری کے ساتھ بہت کم عرصہ رہے اس لیے ان کو زہری کی حدیث کا بہت کم تجربہ ہے اور یہ امام ترمذی کی شرط ہے، درحقیقت امام ترمذی کی شرط امام ابو داؤد کی شرط سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب حدیث ضعیف ہو یا اس کا مخرج طبقہ رابعہ ہو تو امام ترمذی اس حدیث کا ضعف بیان کرتے ہیں اور وجہ ضعف پر متنبہ کرتے ہیں اور ان کی حدیث شواہد اور متابعت کے باب سے ہوتی ہے اور طبقہ خامسہ، ضعفاء اور مجہولین کی جماعت

ہے ان احادیث کو ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ امام ابو داؤد ان کی احادیث کو بطور اعتبار اور استشہاد روایت کرتے ہیں اور امام بخاری اور مسلم ان سے بالکل روایت نہیں کرتے، (امام ابن ماجہ اس طبقہ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں)۔

اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان

طبقہ اولیٰ: مثلاً مالک، ابن عیینہ، عبید اللہ بن عمر، یونس و عقیل، شعیب بن ابی حمزہ وغیرہم۔

طبقہ ثانیہ: مثلاً عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی، لیث بن سعد، نعمان بن راشد، عبد الرحمان بن خالد بن مسافر وغیرہم۔

طبقہ ثالثہ: سفیان بن حسین سلمی، جعفر بن برقان، عبد اللہ بن عمر بن حفص العمری، زمعہ بن صالح المکی وغیرہم۔

طبقہ رابعہ: اسحاق بن یحیی کلبی، معاویہ بن یحیی الصدفی، اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ مدنی، ابراہیم بن یزید مکی، مثنیٰ بن الصباح وغیرہم۔

طبقہ خامسہ: بحر بن کنیز السقا، حکم بن عبد اللہ ایلی، عبد القدوس بن حبیب الدمشقی، محمد بن سعید مصلوب وغیرہم۔

امام بخاری طبقہ اولیٰ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثانیہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثالثہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابو داؤد اور امام نسائی پہلے تین طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ رابعہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ترمذی پہلے چار طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ خامسہ سے انتخاب کرتے ہیں۔ (اور امام ابن ماجہ پانچویں طبقہ سے بھی استیعاب کرتے ہیں۔)[1]

متاخرین کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرنے کی تحقیق

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جب ہم مختلف رسالوں میں ایسی صحیح الاسناد حدیثوں کو دیکھتے ہیں جو صحیحین میں درج نہیں ہیں اور نہ دیگر مستند ائمہ حدیث نے ان احادیث کے متعلق اپنی تصنیفات میں صحت کی تصریح کی ہے تو ہم ان احادیث پر وثوق کے ساتھ صحت کا حکم لگانے کی جرأت نہیں کرتے، کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو محض اسانید کے اعتبار سے حدیث کی صحت کا ادراک نہیں ہے۔ کیونکہ ہر سند میں ایسے رجال مل جاتے ہیں جن کی روایت پر کچھ لوگوں نے اعتماد کیا ہوتا ہے حالانکہ وہ حفظ، ضبط اور اتقان سے عاری ہوتے ہیں جو کہ حدیث صحیح کے لیے شرط ہے، اس لیے بالآخر حدیث صحیح اور حسن کی معرفت کا ائمہ حدیث کی طرف رجوع کرے گا جنہوں نے اپنی معتمد مستند اور مشہور تصانیف میں احادیث کے صحیح یا حسن ہونے کی تصریح کی ہے۔[2]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی معرفت قوی ہو اور وہ کسی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے پر قادر ہو میرے نزدیک زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔[3]

---

[1] حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی متوفی ۵۸۴ھ، شروط الائمۃ الخمسۃ ص مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی، ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[3] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے حافظ ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور انھوں نے اس کو جائز کہا ہے اور جس کو علامہ نووی نے ترجیح دی ہے اس پر محدثین کا عمل ہے، کیونکہ متاخرین کی ایک جماعت نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جن کی صحت کے متعلق متقدمین کی تصریح نہیں ہے، حافظ ابن الصلاح کے معاصر حافظ ابن القطان صاحب کتاب بیان الوھم والایھام متوفی ۶۲۸ھ نے متعدد احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، ان میں سے مسند بزار کی یہ حدیث ہے "حضرت ابن عمر وضو کرتے اور ان کی نعلین کجاوہ میں ہوتیں جن پر وہ مسح کرتے اور وہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے" حافظ ابن القطان نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اور حافظ ابن الصلاح کے ایک اور معاصر حافظ ضیاء الدین مقدسی متوفی ۶۴۳ھ نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس میں احادیث صحیحہ درج کرنے کا التزام کیا، اسی طرح حافظ زکی الدین منذری متوفی ۶۵۶ھ نے ایک رسالہ لکھا اور اس میں حفظ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر کے متعلق تمام حدیثیں درج کیں پھر اس طبقہ کے بعد کے حفاظ نے بھی تصحیح کی ان میں سے حافظ شرف الدین عبد المؤمن بن خلف دمیاطی ہیں جنھوں نے زمزم کے پانی سے متعلق حضرت جابر کی مرفوع حدیث کو صحیح قرار دیا اور ایک رسالہ میں اس سے متعلق احادیث کو درج کیا، پھر اس طبقہ کے قریب شیخ تقی الدین سبکی ہیں جنھوں نے شفاء السقام نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں زیارت قبر انور سے متعلق احادیث جمع کیں۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب کوئی محدث کسی حدیث کو روایت کرے اور اس کی اسناد میں شروط صحت پائی جائیں اور محدث اس حدیث میں کسی علت پر مطلع نہ ہو تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگانے سے کیا چیز مانع ہے، خواہ متقدمین سے کسی نے اس حدیث کی صحت کی تصریح نہ کی ہو اور بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور جس شخص کو بھی اس فن کا ذوق ہوگا وہ اس میں مناقشہ نہیں کرے گا۔[2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ حافظ ابن الصلاح کی دلیل یہ ہے کہ "حدیث صحیح میں جس درجہ کا ضبط مطلوب ہوتا ہے وہ اسانید میں نہیں ہے" اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ تمام اسانید میں یہ شرط نہیں پائی جاتی تو یہ ممنوع ہے، کیونکہ بعض اسانید میں رجال صحیح ہوتے ہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض اسانید ایسی ہیں تو اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ کوئی سند صحیح نہیں ہے اس لیے اب کسی حدیث کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث کی جو کتابیں مشہور ہیں ان میں یہ ضرورت نہیں ہے کہ ہم اس کتاب تک اپنی اسناد ثابت کریں، پھر حدیث کو روایت کریں، جیسے مسانید اور سنن ہیں، جب ان میں سے کوئی مصنف کسی حدیث کو روایت کرے اور اس حدیث میں صحت کی تمام شرائط پائی جائیں اور ماہر محدث اس میں کسی علت پر مطلع نہ ہو تو اس محدث کے لیے اس حدیث پر صحت کا حکم لگانا ممنوع نہیں ہوگا خواہ متقدمین میں سے کسی نے اس حدیث کے متعلق صحت کی تصریح نہ کی ہو۔

---

[1] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ التقیید والایضاح ص ۲۲۔۲۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حافظ ابن الصلاح کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ متقدمین کی تصحیح مقبول ہے اور متاخرین کی تصحیح مردود ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ صحیح حدیث مردود ہو جائے اور غیر صحیح حدیث مقبول ہو جائے، کیونکہ کئی ایسی احادیث ہیں جن پر امام متقدم نے صحت کا حکم لگایا اور متاخر اس کی کسی ایسی علت قادحہ پر مطلع ہوا جو صحت کے حکم سے مانع تھی، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ متقدم ان ائمہ میں سے ہو جو صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے جیسے امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان وغیرہ، اس لیے وہ حدیث مردود ہوگی اور حافظ ابن الصلاح کے ذکر کردہ اعتبار سے اس کا مقبول ہونا لازم آئے[1]۔

حافظ عسقلانی نے کہا تعجب ہے کہ ابن الصلاح تمام اسانید متاخرہ میں عام خلل کا دعویٰ کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح کو قبول کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح بھی متاخرین کے لیے اسی اسناد کے ساتھ متصل ہے جس میں وہ خلل کا دعویٰ کرتے ہیں سو اگر یہ خلل صحت اسناد کا حکم لگانے سے مانع ہے تو وہ اس تصحیح کو قبول کرنے کے حکم سے بھی مانع ہوگا۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابن الصلاح کے معاصرین کی ایک جماعت نے متاخرین کے لیے حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کو جائز قرار دیا ہے، ان میں حافظ ابوالحسن قطان، حافظ ضیاء الدین مقدسی، حافظ زکی الدین منذری اور حافظ دمیاطی ہیں پھر اس کے بعد طبقہ بہ طبقہ حتیٰ کہ ہمارے شیخ تک تمام علماء حدیث، حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرتے رہے ہیں اور علامہ نووی نے یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص اس پر قادر ہو اور اس کو اس کی قوی معرفت ہو اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔[2]

میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے شرح مسلم اور شرح المہذب میں، اور علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ نے مغنی میں، امام ابن الجوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے کتاب الموضوعات اور العلل المتناہیہ میں، حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے میزان الاعتدال میں، حافظ زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ نے نصب الرایہ میں، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری، درایہ اور مطالب عالیہ میں، حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے مجمع الزوائد، کشف الاستار اور زوائد ابن حبان میں، حافظ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے عمدۃ القاری میں، علامہ سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے المقاصد الحسنہ میں، علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اللآلی المصنوعہ میں اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے موضوعات کبیر میں بہ کثرت احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور کتنی احادیث کو صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے اور اسانید کی تحقیق کا یہ عمل مسلسل جاری ہے اور مصنف نے بھی شرح صحیح مسلم میں بہت سی احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور ان کی اسناد کا صحیح، حسن، ضعیف یا موضوع ہونا بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تخریج اور تحقیق کا یہ عمل کبھی جامد نہیں ہوا بلکہ مسلسل جاری و ساری ہے۔

چند ضروری اصطلاحات کا بیان

حدیث کی چند کتابوں کا تعارف کرانے کے بعد ہم علم حدیث کی چند اہم اور ضروری اصطلاحات کا بیان کر رہے ہیں فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

حدیث

حدیث کا لغوی معنی قدیم کی ضد ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہے:

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۴۷-۱۴۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۵۱۔۵۰، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

نقل ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریرا و وصف۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قول، فعل، تقریر یا وصف کی نسبت کی گئی ہے اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

ملا علی قاری نے حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔

نقل ما صدر و ظهر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولا و فعلا او تقریرا او وصفا خلقیا او نعتاً خلقیا[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جو قول، فعل یا تقریر صادر ہو یا جو آپ کا خلقی وصف ظاہر ہو یا آپ کی خلقی نعت ظاہر ہو اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

سنت لغت میں سنت کا معنی ہے طریقہ اور سیرت، بعض علماء نے کہا سنت حدیث کے مترادف ہے اور علامہ ابن اثیر نے سنت کی یہ تعریف کی ہے:

ما امر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و نھی عنہ وندب الیہ قولا و فعلا مما لم ینطق بہ الکتاب العزیز۔[2]

جس چیز کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور جس چیز سے منع فرمایا اور جس چیز کو قول اور فعل سے پسندیدہ قرار دیا، بہ شرطیکہ ان امور کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو، وہ امور سنت ہیں۔

خبر خبر اور حدیث مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، صحابی اور تابعی کی طرف جو قول منسوب ہو وہ حدیث ہے اور خبر عام ہے خواہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو یا کسی اور کی طرف، اسی وجہ سے جو حدیث میں مشغول ہو اس کو محدث اور جو تاریخ میں مشغول ہو اس کو اخباری کہتے ہیں۔

اثر یہ حدیث کا مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے اقوال اور افعال کو اثر کہتے ہیں۔

اسناد/سند رجال (راویوں) کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچائے۔

متن جس کلام تک پہنچ کر سند ختم ہو جائے، یعنی حدیث کی عبارت۔

کتب احادیث کے اسماء

مُسنَد (۱) وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع ہوں (۲) وہ حدیث مرفوع جس کی سند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

صحیح جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ۔

جامع جس کتاب میں آٹھ عنوانوں کے تحت احادیث لائی جائیں اور وہ یہ ہیں۔ سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب، جیسے صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] علامہ مجد الدین محمد جزری المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۰۶ھ، النہایۃ ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران الطبع الرابع، ۱۳۶۷ھ

سنن	جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں جیسے سنن ابی داؤد، نسائی
معجم	جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے معجم طبرانی ۔
مستخرج	جس کتاب میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو مصنف کتاب کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دیگر اسناد سے وارد کیا جائے ۔ جیسے مستخرج لابی نعیم علی البخاری ۔
مستدرک	جس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو لایا جاتے جو ان ابواب میں کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مستدرک علی الصحیحین ۔
رسالہ	جس کتاب میں جامع کے آٹھ عنوانوں میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث ہوں جیسے امام احمد کی کتاب الزہد آداب میں اور ابن جریر طبری کی کتاب تفسیر میں ۔
جزء	جس کتاب میں صرف ایک موضوع پر احادیث ہوں جیسے امام بخاری کی جزء القرأۃ خلف الامام ۔
اربعین	جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں جیسے اربعین نووی ۔
امالی	جس کتاب میں شیخ کے املاء کرائے ہوئے فوائد حدیث ہوں جیسے امالی امام محمد ۔
اطراف	جس کتاب میں حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ پر دلالت کرے اور پھر اس حدیث کے تمام طرق اور اسانید بیان کر دیے جائیں یا بعض کتب مخصوصہ کی اسانید بیان کی جائیں۔ جیسے اطراف الکتب الخمسہ لابی العباس اور اطراف المزی ۔
مصنف	جس کتاب کی ترتیب فقہی ابواب پر ہو اور اس میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین و تبع تابعین بہ کثرت ہوں ۔

تعداد احادیث کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن حسین بغدادی نے کتاب التمییز میں لکھا ہے کہ ثوری، شعبہ، یحیی بن سعید القطان، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ بلا تکرار احادیث صحیحہ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مسنداً مروی ہیں ان کی کل تعداد چار ہزار چار سو ہے، یہ وہ احادیث ہیں جو بالخصوص احکام سے متعلق ہیں ۔

امام اسحاق بن راہویہ سے روایت ہے کہ ان کی تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے ۔

امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے ابن مہدی سے سنا کہ حلال اور حرام سے متعلق آٹھ سو احادیث ہیں ۔ امام اسحاق بن راہویہ نے بھی یحیی بن سعید سے اسی طرح نقل کیا ہے ۔

قاضی ابو بکر ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ صحیحین میں احکام سے متعلق تقریباً دو ہزار حدیثیں ہیں ۔

امام ابو داؤد نے امام ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ حلال اور حرام سے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال مرفوعہ کی تعداد نو سو ہے ۔ ان مختلف اقوال کی توجیہ یہ ہے کہ ہر ایک نے ان احادیث کا شمار کیا ہے جو اس تک پہنچی ہیں

اس وجہ سے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ [1]

امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں

یہ قول کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا عدد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتا! جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ہزار مردوں اور عورتوں نے احادیث کو روایت کیا ہے جو بیس سال سے زیادہ مکہ اور مدینہ میں آپ کی صحبت میں رہے اور انھوں نے آپ کے اقوال اور افعال کو محفوظ رکھا، اور آپ کی نیند اور آپ کی بیداری، آپ کی حرکات اور سکنات، آپ کے قیام اور قعود، عبادت میں آپ کا مجاہدہ، آپ کی سیرت، آپ کے سراپا اور مغازی، آپ کا مزاح اور آپ کا جھڑکنا، آپ کا خطبہ اور آپ کا کھانا پینا، آپ کا چلنا اور آپ کا خاموش رہنا، آپ کی گھر والوں کے ساتھ خوش طبعی اور آپ کا گھوڑے کو سدھانا، مشرکین اور مسلمین کو خطوط لکھنا اور آپ کے عہود اور مواثیق، غرضیکہ صحابہ کرام نے ہر لحظہ اور ہر جنبش کے احوال کو یاد رکھا۔ اور یہ تمام امور عبادات اور حلال اور حرام سے متعلق ان احکام شریعت کے علاوہ ہیں جن کو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور یاد رکھا اور ان تمام قضایا اور فیصلوں کے ماسوا ہیں جن کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ حیثیت امیر اور حاکم کے فیصلہ سنایا۔ کیا ان حالات میں ذرا دیر کے لیے بھی یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہزاروں صحابہ جو میدان جہاد میں صف در صف نظر آتے ہیں وہ کوئی حدیث بیان کیے بغیر اللہ تعالےٰ کے گھر سدھار گئے، فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ کے ساتھ پندرہ ہزار صحابہ تھے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا احادیث صحیحہ کی تعداد سات لاکھ ہے، امام اسحٰق بن راہویہ اپنے حافظہ سے ستر ہزار احادیث لکھوا دیتے تھے، حافظ ابو کریب نے کوفہ میں تین لاکھ احادیث بیان کیں، محدث ابو بکر بن ابی دارم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی انگلیوں سے شمار کر کے ابو جعفر حضرمی سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں، محمد بن مسیب کا بیان ہے کہ جب میں مصر میں سفر کر رہا تھا تو میرے پاس ایک ہزار جزو تھے اور ہر جزو میں ایک ہزار حدیثیں تھیں (گویا کل دس لاکھ حدیثیں تھیں۔) [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ کتب خمسہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں تقریبا کل احادیث موجود ہیں اور ان کے علاوہ بہت کم حدیثیں رہ جاتی ہیں۔ حافظ عراقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے کہا مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کی یہ مراد ہو کہ وہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں اور ان میں موقوفات (اقاویل صحابہ) بھی ہیں۔ کیونکہ اگر ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک دو حدیثیں ہیں، اور ابن جامہ نے المنہل الروی میں یہ لکھا ہے یا امام بخاری کی مراد کثرت میں مبالغہ ہے لیکن پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر تمام مسانید، جوامع، سنن اور اجزاء وغیرہ کا تتبع کیا جائے تو بلا تکرار احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ کی کل تعداد ایک لاکھ کو بھی نہیں پہنچتی، بلکہ پچاس ہزار کو بھی نہیں پہنچتی، اور یہ بات بہت بعید ہے

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۰۰ - ۲۹۹ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی ۱۴۰۴ ھ

[2] امام حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ، المدخل فی اصول الحدیث ص ۱۱ - ۹ مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی ۱۴۱۱ ھ

کہ ایک شخص کو اتنی حدیثیں یاد ہوں جو پوری امت میں سے کسی کو بھی یاد نہ ہوں، اس کو صرف اتنی ہی حدیثیں یاد ہوں گی جو اس نے اپنے وقت کے مشائخ سے روایت کی ہوں گی۔

امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ تمام احادیث کو حصر کرنے کا امکان بہت بعید ہے البتہ ایک جماعت نے ان کے حصر اور تتبع میں مبالغہ کیا ہے۔ امام احمد نے کہا سات لاکھ سے زیادہ صحیح احادیث ہیں اور میں نے مسند میں سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں سے منتخب کر کے حدیثیں لکھی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس کو مل گئی ہیں پھر ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس سے رہ گئی ہیں تو احادیث کا شمار سہل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ متاخرین نے اس پر کام کیا ہے کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے بعد معاصرین نے ان احادیث کو جمع کیا جو کتب خمسہ پر زائد ہیں، اور حافظ ابو الحسن ہیثمی نے مسند احمد کی ان حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا جو صحاح ستہ پر زائد ہیں اور مسند بزار کی زائد حدیثوں کو ایک جلد میں جمع کیا، اور طبرانی کی معجم کبیر کی زائد حدیثوں کو تین جلدوں میں جمع کیا اور معجم اوسط اور معجم صغیر کی زائد حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا، اور ابو یعلیٰ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور ان تمام زوائد کو اسانید حذف کر کے ایک کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام مجمع الزوائد رکھا اور احادیث کی فنی حیثیت پر کلام کیا اور اس میں بہ کثرت صحیح حدیثیں ہیں، اور ابو نعیم کی حلیہ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ابن حبان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور اس کا نام موارد الظمآن رکھا، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسحاق، ابن ابی عمر، مسدد، ابن ابی شیبہ، حمیدی، عبد بن حمید، احمد بن منیع، اور طیالسی کی زوائد کو دو جلدوں میں جمع کیا اور مسند الفردوس کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ہمارے صاحب شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے سنن دارقطنی کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور میں نے امام بیہقی کی شعب الایمان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، ان کے علاوہ اور بھی بہ کثرت کتب حدیث موجود ہیں اور ان میں بہ کثرت زوائد ہیں، اس لیے ان سب کے مجموعہ کا عدد اگر اس عدد (ساڑھے سات لاکھ) کو پہنچ جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال کا حاصل یہ ہے کہ حلال اور حرام اور احکام شرعیہ سے متعلق کل احادیث کی تعداد سات ہزار ہے۔ جیسا کہ امام اسحٰق بن راہویہ نے بیان کیا اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں، اور ان کی تعداد بلا تکرار نو سو ہے جیسا کہ امام ابن المبارک نے بیان کیا ہے، اور کل احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ کی مجموعی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا، اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں اور بلا تکرار کل احادیث کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے جیسا کہ ابن جماعہ نے بیان کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

علم الحدیث روایۃ اور علم الحدیث درایۃ کی تعریفات

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: علامہ ابن الاکفانی نے کہا ہے کہ علم حدیث کی دو قسمیں ہیں (۱) علم الحدیث روایۃ اور علم الحدیث درایۃ۔

علم الحدیث روایۃ کی تعریف یہ ہے:

هو علم يشتمل على اقوال النبي صلى الله

یہ وہ علم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۹۹ - ۱۰۱ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علیہ وسلم وافعالہ وروایتھا ضبطھا و تحریر الفاظھا۔[1]

ان اقوال اور افعال کی روایت، ان کے ضبط اور ان کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہو۔

اور علم الحدیث درایۃ کی تعریف یہ ہے:

ھو علم یعرف منہ حقیقۃ الروایۃ و شروطھا و انواعھا و احکامھا و حال الرواۃ و شروطھم واصناف المرویات وما یتعلق بھا۔[2]

یہ وہ علم ہے جس سے روایت کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی اقسام، اس کے احکام، راویوں کے احوال اور ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت ہو۔

روایت کا معنی یہ ہے کہ سنت یا اثر کو نقل کیا جائے اور حدثنا یا اخبرنا کے الفاظ سے ان کی نسبت ان کے بیان کرنے والے کی طرف کی جائے، اس کی شرائط میں سے بعض یہ ہیں کہ اس روایت کے راوی نے اس روایت کو اپنے شیخ سے سُنا ہو یا اس کو وہ روایت سنائی ہو، یا شیخ نے اپنی روایات کا مجموعہ اس کو دے کر اسے نقل کرنے کی اجازت دی ہو، روایت کی بعض اقسام یہ ہیں: مثلاً روایت کا متصل الاسناد ہونا یا منقطع ہونا، اور اس کے احکام یہ ہیں، قبول کرنا، یا مسترد کرنا، اور راویوں کے احوال یہ ہیں: عدالت اور جرح، اور روایت کرنے اور اس کو بیان کرنے کی شرائط کا ذکر آگے آئے گا اور مرویات کی اقسام سے مراد کتب احادیث کی اقسام ہیں مثلاً مسند، معجم اور جزء وغیرہ، اور متعلقات سے مراد محدثین کی دیگر اصطلاحات ہیں۔

اور شیخ عزالدین بن جماعہ نے یہ تعریف کی ہے:

علم الحدیث علم بقوانین یعرف بھا احوال السند والمتن وموضوعہ السند والمتن وغایتہ معرفۃ الصحیح من غیرہ۔

علم الحدیث ان قوانین کی معرفت کو کہتے ہیں جن سے سند اور متن کے احوال کا علم ہوتا ہے، اور اس کا موضوع سند اور متن ہے اور اس کی غرض حدیث صحیح اور غیر صحیح کی معرفت ہے۔

اور شیخ الاسلام ابوالفضل ابن حجر عسقلانی نے یہ تعریف کی ہے:

معرفۃ قواعد المعرفۃ بحال الراوی و المروی۔

راوی اور مروی کے احوال کی معرفت کے قواعد کا علم

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ علم الحدیث روایۃ کا موضوع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے بہ حیثیت رسول اللہ، اور اس کی تعریف یہ ہے:

علم یعرف بہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ واحوالہ۔

علم الحدیث وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کی معرفت حاصل ہو۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۲ھ

[2] " " " تدریب الراوی ج ۱ ص ۴۰، " " " "

حدیث، متن اور سند کا معنی

متن کے طرق کی حکایت کو سند کہتے ہیں اور متن حدیث کے ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کے ساتھ معانی قائم ہوں، حدیث کا معنی قدیم کی ضد ہے یعنی حادث، اور علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جس چیز کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جائے وہ حدیث ہے۔

گویا کہ یہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ہے، کیونکہ کلام اللہ قدیم ہے اور کلام رسول حدیث (حادث) ہے علامہ طیبی نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم، صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، اور کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث اور صحابی کے قول کو اثر کہتے ہیں اور کبھی اول الذکر کو حدیث مرفوع اور ثانی الذکر کو حدیث موقوف کہتے ہیں۔

محدث اور حافظ کی تعریف

شیخ فتح الدین نے یہ کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں محدث وہ شخص ہے جو علم الحدیث روایۃ ودرایۃ کا ماہر ہو اور بہ کثرت راویوں اور مرویات پر مطلع ہو۔

حافظ الحدیث کو کس قدر احادیث یاد ہونی چاہییں؛ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے، اور امام ابوزرعہ نے کہا امام احمد کو دس لاکھ احادیث حفظ تھیں، اور یحیٰی بن معین نے کہا میں نے دس لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں، امام بخاری نے کہا مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ تھیں، امام مسلم نے کہا میں نے اپنی مسند صحیح کو ان تین لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے جو میں نے خود سنی تھیں، حاکم نے مدخل میں لکھا ہے کہ کسی ایک حافظ حدیث کو پانچ لاکھ احادیث حفظ ہوتی تھیں، اور امام احمد کہتے تھے کہ سات لاکھ احادیث صحیح ہیں، اور ابوزرعہ کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، ان میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین بھی شامل ہیں۔ [1]

ان اہم اصطلاحات کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اقسام حدیث کو بیان کرتے ہیں:

تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم

ہم تک حدیث پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں، خبر متواتر، اور خبر واحد۔

خبر متواتر کی تعریف اور شرائط

تواتر کا لغوی معنی ہے کسی چیز کا یکے بعد دیگرے اور لگاتار آنا جب لگاتار بارش ہو تو عرب کہتے ہیں تواتر المطر، اور اصطلاحی معنی ہے:

ما رواہ عدد کثیر تحیل العادۃ تواطئوھم علی الکذب۔

کسی چیز کو اس قدر زیادہ لوگ بیان کرنے والے ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، تدریب الراوی ج ا ص ۴۹ ـ ۵۰، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۲ھ

خبر متواتر کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(ا)۔ خبر متواتر کو روایت کرنے والے عدد کثیر ہوں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ علامہ اصطخری نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ کم از کم دس افراد ہوں کیونکہ یہ جمع کثرت ہے، بعض نے کہا چالیس ہوں، بعض نے کہا ستر ہوں، بعض نے کہا تین سو تیرہ ہوں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ عدد کثیر کو کسی خاص عدد میں منضبط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اتنے لوگوں کا عدد ہونا چاہیے جن کا عادۃً کذب پر متفق ہونا محال ہو۔ [2]

علامہ عبد اللہ بن حسین شاذلی لکھتے ہیں:

علامہ اعیلی نے لکھا ہے کہ تواتر کا مدار علم (یقین) کے حصول پر ہے، جب ایک جماعت کسی چیز کی خبر دے اور اس سے یقین حاصل ہو جائے تو وہ تواتر ہے، علامہ ابن حجر نے کہا کہ متواتر وہ خبر ہے جو بنفسہٖ مفید علم ہو نہ کہ قرائن سے علم کا فائدہ پہنچائے۔ [3]

(ب)۔ یہ کثرت سند کے تمام طبقات میں پائی جائے، یعنی ابتداء سے انتہاء تک راوی کثیر ہوں۔

(ج)۔ یہ کثرت اس درجہ کی ہو کہ ان کا عادۃً کذب پر متفق ہونا محال ہو۔

(د)۔ اس خبر کی سند کی انتہاء احساس اور مشاہدہ پر ہو، مثلاً وہ کہیں ہم نے سنا، ہم نے دیکھا، ہم نے مس کیا، یا ہم نے سونگھا، اور اگر ان کا استناد عقل پر ہو مثلاً حدوث عالم تو یہ خبر متواتر نہیں ہے۔

خبر متواتر کا حکم

خبر متواتر علم ضروری (علم بدیہی) کا فائدہ دیتی ہے جس کی سننے والا غیر اختیاری طور پر تصدیق کرتا ہے گویا کہ اس نے اس کا خود مشاہدہ کر لیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خبر متواتر کے تمام افراد مقبول ہیں۔

خبر متواتر کی اقسام

خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی۔ متواتر لفظی وہ ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں متواتر ہوں، اور متواتر معنوی وہ ہے جس کے صرف معانی متواتر ہوں الفاظ متواتر نہ ہوں۔

خبر متواتر لفظی کی مثال صرف یہ ایک حدیث ہے جس کو بہت سے محدثین نے بکثرت صحابہ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعمد علی کذبا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنے بیٹھنے کا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[3] " " " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۸

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو صحابہ کرام کے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، حافظ ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے، اور بعض حفاظ نے لکھا ہے اس کو ستر سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور اس حدیث کے علاوہ دنیا میں اور کوئی حدیث نہیں ہے جس کو تمام عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو، اور اس ایک حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث ایسی نہیں ہے جس کو ساٹھ صحابہ سے زیادہ نے روایت کیا ہو (حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بعض محدثین نے اس کا عدد اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے اور دن بدن اس کے راوی بڑھ رہے ہیں۔ [1]

خبر متواتر کی دوسری قسم تواتر معنوی ہے اس کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

معنیً متواتر احادیث بہ کثرت ہیں ان میں سے حوض کے متعلق حدیث ہے جو پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے موزوں پر مسح کی حدیث ستر صحابہ سے مروی ہے، نماز میں رفع یدین کرنے کی حدیث پچاس صحابہ سے مروی ہے نضر اللہ امرا سمع مقالتی "اللہ اس کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی" یہ تقریباً تیس صحابہ سے مروی ہے اور "قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا" یہ حدیث ستائیس صحابہ سے مروی ہے، "جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا" یہ حدیث بیس صحابہ سے مروی ہے، اسی طرح "ہر نشہ آور چیز حرام ہے" "اسلام ابتداء میں اجنبی تھا" "منکر نکیر کا سوال" اور بہت سی احادیث معنیً متواتر ہیں۔ [2]

خبر الاحاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام

أحاد، احد بمعنی واحد کی جمع ہے، از روئے لغت خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص روایت کرے۔ خبر واحد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو ما لم يجمع شروط المتواتر۔

جس حدیث میں خبر متواتر کی کوئی ایک شرط نہ ہو وہ خبر واحد ہے۔

خبر واحد کی تین قسمیں ہیں، مشہور، عزیز اور غریب۔

حدیث مشہور کی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

المشهور هو المستفيض على رأي ومنهم من غاير بين المستفيض والمشهور بان المستفيض يكون في ابتدائه و انتهائه سواء والمشهور اعم من ذلك۔ [3]

حدیث مشہور ایک رائے کے مطابق حدیث مستفیض ہے اور بعض ائمہ نے فرق کیا ہے کہ مستفیض وہ حدیث ہے جس کی ابتداء اور انتہاء میں کثرت طرق برابر ہوں اور حدیث مشہور اس سے عام ہے۔

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۲۳۔۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۸۰۔۱۷۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

المشهور ماله طرق محصورة باكثر من اثنتين ولم يبلغ حد التواتر.

مشہور وہ حدیث ہے جو دو سے زائد سندوں سے مروی ہو اور حد تواتر سے کم ہو۔

کبھی اس حدیث کو بھی مشہور کہا جاتا ہے جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو خواہ اس کی ایک سند ہو یا ایک سند بھی نہ ہو، یہ لغوی مشہور ہے اور اصطلاحی حدیث مشہور کی مثال یہ ہے "اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں سے نکال کر علم کو نہیں اٹھائے گا" اور یہ حدیث: "جو شخص جمعہ کے لیے آئے تو وہ غسل کرے" اور حاکم اور ابن صلاح نے اس کی یہ مثال دی ہے: "اعمال کا مدار نیات پر ہے"۔ یہ تینوں صحیح حدیثیں ہیں، اور "علم کا طلب کرنا ہر مسلم پر فرض ہے" یہ حدیث حسن ہے اور "کان سر سے ہیں" یہ حدیث ضعیف ہے۔ [1]

حدیث عزیز کی تعریف

عزیز کا لغوی معنی ہے کمیاب، حدیث عزیز کو عزیز اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا وجود نادر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث عزیز کی یہ تعریف کی ہے:

العزيز وهو ان لا يرويه اقل من اثنين عن اثنين. [2]

حدیث عزیز وہ ہے جس میں سند کے کسی طبقہ میں دو سے کم راوی نہ ہوں۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں، اس حدیث کو حضرت انس سے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے شعبہ اور سعید نے روایت کیا ہے اور عبدالعزیز سے اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے روایت کیا ہے اور اسی طرح ہر راوی سے ایک جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [3]

حدیث غریب کی تعریف اور اس کی اقسام

غریب کا لغوی معنی ہے منفرد، مسافر یا اجنبی۔ اور اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الغريب هو ما يتفرد بروايته شخص واحد في اى موضع وقع التفرد به من السند. [4]

غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں کسی جگہ بھی راوی اس روایت میں متفرد ہو۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں: غریب کی دو قسمیں ہیں فرد مطلق اور فرد نسبی، اگر اصل سند میں تفرد ہو تو اس کو فرد مطلق کہتے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۷۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[3] " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۱۶،

[4] " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۱۷،

ہیں، اصل سند سے مراد یہ ہے کہ سند کے اول میں تفرد ہو، مثلاً صحابی سے صرف ایک تابعی روایت کرے، اس کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور ہبہ سے منع فرمایا ہے، اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اور ان سے اس کی روایت میں عبداللہ بن دینار متفرد ہے، اور کبھی اس متفرد سے پھر ایک راوی متفرد ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ حصے ہیں اور افضل حصہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے الحدیث، اس میں حضرت ابوہریرہ سے ابوصالح تابعی متفرد ہے اور ابوصالح سے عبداللہ بن دینار متفرد ہے اور کبھی یہ تفرد تمام راویوں میں مستمر رہتا ہے، مسند بزار اور طبرانی کے معجم اوسط میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

غریب کی دوسری قسم فرد نسبی ہے، اس میں اثنائے سند میں تفرد ہوتا ہے، اس کو غریب نسبی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں شخص واحد کے اعتبار سے تفرد ہوتا ہے اگرچہ وہ حدیث فی نفسہ مشہور ہوتی ہے مثلاً امام مالک از نافع از ابن عمر ایک حدیث روایت کرتے ہیں، پھر کوئی راوی امام مالک سے اس حدیث کو روایت کرتا ہے اور امام مالک سے روایت والے راوی کی کوئی اور راوی متابعت نہیں کرتا اور نافع سے راویوں کی ایک جماعت روایت کرتی ہے تو یہ حدیث امام مالک سے روایت کے اعتبار سے فرد ہے اگرچہ فی نفسہ مشہور ہے۔

فرد کا اکثر اطلاق فرد مطلق پر ہوتا ہے اور غریب کا اکثر اطلاق فرد نسبی پر ہوتا ہے۔ [1]

قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم

خبر الآحاد یعنی مشہور، عزیز اور غریب کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(ا)۔ مقبول: یہ وہ قسم ہے جس میں خبر کا صدق راجح ہوتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز ہے، اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے۔

(ب)۔ مردود: یہ وہ قسم ہے جن میں خبر کا صدق راجح نہیں ہوتا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے۔ مقبول اور مردود میں سے ہر ایک کی متعدد اقسام ہیں جن کا ذکر اب آرہا ہے۔

حدیث مقبول کا بیان

حدیث مقبول کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔

حدیث صحیح کی تعریف

لغت میں صحیح تندرست یعنی بیمار کی ضد کو کہتے ہیں اور اس کا اصطلاحی معنی حسب ذیل ہے علامہ نووی نے حدیث صحیح لذاتہ کی یہ تعریف کی ہے:

ھو ما اتصل سندہ بالعدول الضابطین من غیر شذوذ ولا علۃ۔ [2]

جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل اور تام الضبط ہوں وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو۔

صحیح حدیث کی تعریف میں حسب ذیل امور کا اعتبار ہے:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۵۰۔ ۴۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

اتصال سند:۔ اس کا معنی یہ ہے کہ سند حدیث کے ہر راوی نے اس حدیث کو اپنے شیخ سے بلاواسطہ حاصل کیا ہو اور ابتداء سے انتہاء تک درمیان میں کوئی راوی چھوٹا ہوا نہ ہو۔

عدالت رواۃ:۔ یعنی سند حدیث کا ہر راوی مسلم بالغ عاقل، صادق صالح غیر مبتدع اور غیر فاسق ہو۔

ضبط رواۃ:۔ یعنی سند حدیث کے ہر راوی کو کامل ضبط صدر یا کامل ضبط کتاب حاصل ہو، جس وقت وہ حدیث کو سنے یا حدیث کو بیان کرے تو اس میں تساہل اور غفلت نہ کرے۔

عدم شذوذ:۔ یعنی اس کی روایت شاذ نہ ہو، اور شذوذ یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے، مثلاً ثقہ کی حدیث میں اوثق کی حدیث سے کوئی لفظ زیادہ ہو تو اس زیادتی کو شاذ کہیں گے اور اس کی روایت بھی شاذ کہلائے گی۔

عدم علت:۔ یعنی اس حدیث میں علت خفیہ قادحہ نہ ہو مثلاً ثور بن یزید کے تمام شاگردوں نے کاتب مغیرہ بن شعبہ سے اس حدیث کو مرسلاً بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اوپر اور نیچے دونوں حصوں پر مسح کیا اور ولید بن مسلم نے اس کو ثور بن یزید سے متصلاً بیان کیا۔ (جامع ترمذی ص ۴۰) اس لیے یہ حدیث دراصل مرسل ہے متصل نہیں ہے لیکن اس غلطی کو وہی شخص پکڑ سکتا ہے جس کو ثور بن یزید سے اس حدیث کے روایت کرنے والے تمام راویوں کی روایت پر اطلاع ہو، اس لیے اس کو علت خفیہ کہتے ہیں۔

حدیث صحیح کے مراتب

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

(۱) جس حدیث پر صحیح بخاری و صحیح مسلم متفق ہوں (یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے)

(۲)۔ جس کو صرف امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہو (اس سے تعلیقات خارج ہیں کیونکہ ان کا امام بخاری ذکر کرتے ہیں، سند کے ساتھ روایت نہیں کرتے۔)

(۳)۔ جس حدیث کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہو۔

(۴)۔ جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہو لیکن انھوں نے اس کو روایت نہ کیا ہو۔

(۵)۔ جو حدیث صرف امام بخاری کی شرط پر ہو اور انھوں نے اس کا اخراج نہ کیا ہو۔

(۶)۔ جو حدیث صرف امام مسلم کی شرط پر ہو اور انھوں نے اس کا اخراج نہ کیا ہو۔

(۷)۔ جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر تو صحیح نہ ہو لیکن دوسرے ائمہ حدیث مثلاً امام ابن حبان اور امام ابن خزیمہ کے نزدیک صحیح ہو۔ [1]

حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف

اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے ضبط روایت میں کچھ کمی ہو لیکن اس کمی کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو پھر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابی ہریرہ روایت کرتے

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہر زوری المعروف با بن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوۃ۔[1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے نزدیک امت پر یہ دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جب حدیث کا راوی اہل حفظ اور اتقان کے درجہ سے متاخر ہو لیکن وہ صدق اور ستر (عدالت) میں مشہور ہو اور اس کے باوجود اس کی حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو اس کو متعدد وجہوں سے تقویت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ حسن کے درجہ سے ترقی کر کے صحیح کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ محمد بن عمرو نے ابی سلمہ سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے نزدیک امت پر یہ دشوار نہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ صدق اور صفت میں تو مشہور ہے لیکن یہ اہل ضبط و اتقان میں سے نہیں ہے حتیٰ کہ بعض نے اس کو اس کے بدحافظہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض ائمہ نے اس کے صدق اور اس کی جلالت کی وجہ سے اس کی توثیق کی ہے۔ پس اس وجہ سے اس کی حدیث حسن ہے اور جب اس کے ساتھ یہ وجہ بھی لاحق ہو گئی کہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے تو اس کے بدحافظہ ہونے کی وجہ سے ہم کو اس حدیث کی صحت پر جو خدشہ تھا وہ زائل ہو گیا اور اس نقصان کی تلافی ہو گئی اور یہ سند صحیح ہو گئی اور صحیح کے ساتھ لاحق ہو گئی۔[2]

اس حدیث کی دوسری سندوں کے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں:

یہ حدیث از محمد بن اسحاق از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ از زید بن خالد از نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی روایت کی گئی ہے اور ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد دونوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور میرے نزدیک یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں کیونکہ یہ دونوں حدیثیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کی گئی ہیں، البتہ امام بخاری نے از ابی سلمہ از زید بن خالد کی روایت کو زیادہ صحیح قرار دے کر اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔[3]

امام بخاری نے از محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابوہریرہ کی روایت کو اپنی صحیح میں اس لیے درج نہیں کیا کہ محمد بن عمرو کامل الضبط والاتقان نہیں ہے اور وہ کامل الضبط والاتقان کی روایت کو درج کرتے ہیں۔ (ہم عنقریب ان شاء اللہ ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کو دوبارہ تفصیل سے بیان کریں گے۔)

حدیث صحیح کی دونوں قسموں سے استدلال کرنا جائز ہے۔

حدیث حسن لذاتہ کی تعریف

حسن کا لغوی معنی ہے جمال، اور اس کی اصطلاحی تعریف میں متعدد اقوال ہیں: حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف بابن الصلاح شہرزوری متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۲-۳۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الحدیث الذی لا یخلو رجال اسنادہ من مستور لم تتحقق اھلیتہ غیر انہ لیس مغفلا کثیر الخطأ فیما یرویہ ولا ھو متھم بالکذب فی الحدیث ای لم یظھر منہ تعمد الکذب فی الحدیث ولا سبب اخر مفسق ویکون متن الحدیث مع ذلک قد عرف بان روی مثلہ او نحوہ من وجہ اخر او اکثر حتی اعتضد بمتابعۃ من تابع راویہ علی مثلہ او بما لہ من شاھد وھو ورود حدیث اخر بنحوہ فیخرج بذلک عن ان یکون شاذا ومنکرا۔ [1]

جس حدیث کی سند میں راوی مستور ہوں، ان کی اہلیت متحقق نہ ہو، البتہ وہ اپنی روایت میں مغفل اور کثیر الخطا نہ ہو، یعنی حدیث میں اس کا عمداً جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہوا اور نہ کسی وجہ اس میں فسق ہو، اس کے باوجود اس حدیث کا متن معروف ہو، بایں طور کہ وہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کے ساتھ کسی اور سند یا اسانید کے ساتھ بھی مروی ہو، حتیٰ کہ اس حدیث کی اس کے متابع یا اس کے شاہد کے ساتھ اس کی تقویت ہو، حتیٰ کہ وہ حدیث شاذ یا منکر ہونے سے خارج ہو جائے۔

امام ترمذی لکھتے ہیں:

کل حدیث یروی لا یکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذاک فھو عندنا حدیث حسن [2]

ہر وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی نہ ہو جو متہم بالکذب ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو، اور وہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

الحسن: قال الخطابی ھو ما عرف مخرجہ واشتھر رجالہ۔ [3]

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حدیث حسن وہ ہے جس کا مخرج معروف ہو اور جس کی سند مشہور ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وقال الطیبی لو قیل الحسن مسند من قرب درجتہ الثقۃ او مرسل ثقۃ وروی کلاھما من غیر وجہ وسلم من شذوذ وعلۃ لکان اجمع الحدود [4]

علامہ طیبی نے کہا کہ جس راوی کا درجہ ثقہ کے قریب ہو اس کی متصل حدیث ہو یا ثقہ راوی کی مرسل حدیث ہو اور یہ دونوں متعدد اسانید سے مروی ہوں اور غیر شاذ اور غیر معلل ہوں تو یہ حدیث حسن ہے۔ اور یہ جامع اور منضبط تعریف ہے۔

وقال شیخنا الامام تقی الدین الشمنی

ہمارے شیخ امام تقی الدین شمنی نے کہا ہے کہ حسن

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۵۲۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

الحسن خبر متصل قل ضبط راويه العدل وارتفع عن حال من يعد تفرده منكرا وليس بشاذ ولا معلل [1]

وہ حدیث متصل ہے جس کے عادل راوی کا ضبط کم ہو، اور وہ منکر الحدیث ہونے سے بری ہو اور اس کی حدیث شاذ اور معلل نہ ہو۔

قال البلقيني الحسن لما توسط بين الصحيح والضعيف۔ [2]

بلقینی نے کہا حسن وہ حدیث ہے جو صحیح اور ضعیف کے درمیان متوسط ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فان خف الضبط والمراد مع بقية الشروط المتقدمة في حد الصحيح فهو الحسن لذاته لا لشئ خارج [3]

اگر حدیث صحیح کی تمام شرائط پائی جائیں صرف راوی کے ضبط میں کمی ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے کیونکہ اس کا حسن کسی خارجی امر یعنی تعدد طرق روایت کی وجہ سے نہیں ہے۔

حدیث حسن لغیرہ کی تعریف

حدیث حسن لغیرہ در اصل حدیث ضعیف ہے جب وہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وهو الذي يكون حسنه بسبب الاعتضاد نحو حديث المستور اذا تعددت طرقه۔ [4]

حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقویت کی وجہ سے ہو مثلاً مستور الحال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن عبد الله قال سمعت عبد الله بن عامر بن ربيعة عن ابيه ان امراة من بني فزارة تزوجت على نعلين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارضيت من نفسك ومالك بنعلين قالت نعم قال فاجازه وفي الباب عن عمر وابي هريرة وسهل بن سعد وابي سعيد وانس وعائشة وجابر وابي حدرد الاسلمي حديث عامر بن

عاصم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے سنا وہ اپنے والد عامر بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں کے عوض نکاح کر لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اپنے نفس اور مال کے بدلہ میں دو جوتوں کے معاوضہ پر راضی ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ نے اس نکاح کی اجازت دے دی' اس باب میں حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سہل بن سعد

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۶۰۔ ۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] ״ ״ ״ ״ ״ ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۶۰،

[3] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۴، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[4] ״ ״ ״ ״ ״ ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۴،

ربیعة حدیث حسن صحیح ۔ [1]

حضرت ابو سعید، حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت جابر اور حضرت ابو حدرد اسلمی سے بھی حدیث مروی ہے۔ اور عامر بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث چونکہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے اس لیے حسن لغیرہ ہے۔

امام ترمذی جب کسی حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں تو اس کی متعدد توجیہات ہیں۔

(۱) یہ حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

(۲) یہ حدیث بعض سندوں کے اعتبار سے حسن اور بعض سندوں کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(۳) مصنف کو اس کے صحیح یا حسن ہونے میں تردد ہے۔

اس کی مزید توجیہات ہم نے "تذکرۃ المحدثین" میں بیان کی ہیں، اس مقدمہ میں جامع ترمذی کی فنی حیثیت میں ان کا ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث حسن جواز استدلال میں بمنزلہ صحیح ہے، اگرچہ یہ قوت میں اس سے کم ہے، اسی وجہ سے ایک جماعت نے اس کو صحیح کی قسم میں درج کیا ہے، اور جب محدثین یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے یا صحیح الاسناد ہے تو ان کا یہ قول اس قول سے کم مرتبہ کا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے، کیونکہ کبھی سند صحیح یا حسن ہوتی ہے اور متن اس طرح نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کوئی شذوذ یا علت ہوتی ہے، اور جب کوئی مستند حافظ اس پر اقتصار کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ متن کی تصحیح یا تحسین کر رہا ہے۔ اور امام ترمذی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے تو اس کا مطلب ہے اس کی دو سندیں ہیں ایک کا تقاضا صحت ہے اور دوسری کا حسن۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب امام ترمذی یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اس وقت یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث حسن وہ ہوتی ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو اور غریب کی صرف ایک سند ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک حدیث حسن کئی سندوں سے مروی ہوتی ہے اور جمہور کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور جب امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے تو یہاں ان کا حسن کہنا جمہور کی اصطلاح پر ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح کی صفات میں سے صرف راوی کے ضبط میں کمی ہو اور اس کمی کی تلافی تعدد طرق روایات سے ہو جائے تو وہ حدیث صحیح لغیرہ ہے اور اگر تعدد طرق روایت سے اس کمی کی تلافی نہ ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور اگر راوی میں ضبط کے علاوہ عدالت میں بھی کمی ہو اور اس کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو یہ حدیث حسن لغیرہ

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۶۱ - ۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

[3] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۷، ۳۶، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

ہے اور اگر یہ کمی تعدد اسانید سے دور نہ ہو تو پھر یہ حدیث ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث حسن لذاتہ میں تعدد طرق روایت کی قید نہیں ہے لیکن حافظ ابن الصلاح اور امام ترمذی وغیرہ سے جو حدیث حسن کی تعریف منقول ہے اس میں یہ قید ہے۔

ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں لکھتے ہیں:

فكل عن الحسن لا لذاته والصحيح لا لذاته انما يحصل بكثرة الطرق الا ان الراوي الصحيح ظاهر العدالة وراوي الحسن مستور العدالة[1]

حدیث حسن لغیرہ اور حدیث صحیح لغیرہ دونوں کا ثبوت کثرت طرق اور اسانید سے ہوتا ہے، مگر صحیح لغیرہ کے راوی کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اور حدیث حسن لغیرہ کی عدالت مستور ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث حسن لذاتہ کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اس کے صرف ضبط میں کمی ہوتی ہے اور تعدد طرق سے اس کی تلافی نہیں ہوتی، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب میں اسی کی تصریح کی ہے، اور حدیث حسن لغیرہ میں ضبط میں کمی اور عدالت مستور ہوتی ہے اور اس کی تلافی تعدد طرق سے ہو جاتی ہے۔

حدیث مردود کا بیان

حدیث مردود وہ حدیث ہے جس میں خبر کا صدق راجح نہ ہو، اور اس کی وجہ خبر مقبول کی ایک یا ایک سے زائد شرائط کا فقدان ہے۔ علماء اصول حدیث نے خبر مردود کی پچاس سے زیادہ اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے اکثر کا مستقل نام رکھا ہے، اور بعض اقسام کا کوئی مستقل نام نہیں ہے ان کو وہ صرف ایک عام نام "ضعیف" کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔

حدیث کے مردود ہونے کے اسباب تو بہت ہیں لیکن عام سبب دو ہیں (ا) سند سے کسی راوی کا سقوط (ب) راوی میں طعن، اور ان دو سببوں کے تحت متعدد اقسام ہیں، ہم ان شاء اللہ عنقریب ان پر تفصیل بحث کریں گے اور سب سے پہلے ہم حدیث ضعیف سے ابتداء کرتے ہیں، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

حدیث ضعیف کی تعریف

لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے، اور ضعف حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی ہوتا ہے اور یہاں ضعف سے مراد معنوی ہے۔ اور حدیث ضعیف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی ایک یا ایک سے زائد صفات نہ ہوں وہ حدیث ضعیف ہے، علامہ ابو حاتم بن حبان بستی نے اس کی انچاس اقسام بیان کی ہیں۔ (الیٰ قولہ) حدیث ضعیف کی اقسام میں سے جو مشہور ہیں اور ان کا معروف نام ہے وہ یہ ہیں، موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل۔[2]

حدیث ضعیف کی مثال یہ حدیث ہے:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۳۸۔۳۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۲ھ

عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اتی حائضا او امراة فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمد[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جس شخص نے حائضہ سے وطی کی، یا کسی عورت کی دبر میں وطی کی یا جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اس نے (سیدنا) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ (دین) کا انکار کیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

وضعف محمد ھذا الحدیث من قبل اسنادہ۔

امام بخاری نے سند کے اعتبار سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

پہلے ہم حدیث ضعیف کی وہ اقسام بیان کریں گے جو سند میں راوی کے سقوط کے اعتبار سے ہیں، پھر وہ اقسام بیان کریں گے جو راوی میں طعن کے اعتبار سے ہیں۔

سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام

اس سے مراد یہ ہے کہ راوی نے سلسلہ سند میں سے ایک یا ایک سے زیادہ راویوں کو عمداً یا غیر عمداً ساقط کر دیا ہو، سند کے اول سے، آخر سے یا اثناء سند سے خواہ یہ سقوط ظاہر ہو یا خفی۔ ظہور اور خفاء کے اعتبار سے سلسلہ سند سے راویوں کے سقوط کی دو قسمیں ہیں:

(ا)۔ **سقوط ظاہر**: سقوط کی اس قسم کی معرفت میں ائمہ حدیث اور عام علماء حدیث دونوں مشترک ہیں، یہ سقوط راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پہچانا جاتا ہے، اس کا ایک سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ نہیں پایا، دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ تو پایا لیکن اس سے ملاقات نہیں کی (اور نہ راوی کو شیخ سے اجازت حاصل ہے، بایں طور کہ شیخ نے کہا ہو کہ میں نے اپنی روایات کی اپنے زمانہ والوں کو روایت کرنے کی اجازت دی، اور نہ اس کو شیخ سے وجادت حاصل ہو بایں طور کہ راوی اپنے شیخ کے خط کو پہچانتا ہو اور اسے اس خط میں شیخ کی مرویات مل گئی ہوں) اس کو جاننے کے لیے راوی کی تاریخ جاننے کی ضرورت پیش آتے گی، جس سے اس کے پیدا ہونے، فوت ہونے، طلب علم کے اوقات اور سفر طلب علم کے اوقات کا پتا چلے گا۔

علماء حدیث نے سقوط ظاہر کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں کی ہیں، (۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع۔

(ب) **سقوط خفی**: یہ وہ قسم ہے کہ سوا ان ماہر ائمہ کے جو طرق حدیث اور علل حدیث پر مطلع ہوتے ہیں اور کوئی ان کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا، اس کی دو قسمیں ہیں مدلس اور مرسل خفی۔

حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم

تعلیق کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ لٹکانا اور حدیث معلق چونکہ عالی جہت سے متصل اور سافل جہت سے منقطع ہوتی ہے تو یہ اس

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

چیز کی طرح ہو گئی جو چھت سے لٹکی ہوئی ہو، اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اذا کان السقط من مبادی السند من تصرف المصنف فھو المعلق.	جب مصنف کے تصرف سے سند کے اول سے راوی کو ساقط کر دیا جائے تو وہ حدیث معلق ہے.

حدیث معلق کی ایک صورت یہ ہے کہ پوری سند کو ساقط کر دیا جائے مثلاً کہا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تابعی اور صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ [1]

اس کی مثال یہ ہے: امام بخاری فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفۃ السمحۃ [2]	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جس میں شرک سے اعراض ہو اور سہل ہو.
قال انس حسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن فخذہ [3]	حضرت انس نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا.
ویروی عن ابن عباس وجرھد ومحمد بن جحش عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفخذ عورۃ [4]	حضرت ابن عباس. حضرت جرہد اور حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ران عورت (واجب الستر) ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث معلق کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہے، اور اگر اس راوی کا کسی اور سند میں مذکور ہونا معلوم ہو جائے (اور وہ ثقہ ہو) تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے اور اگر مصنف یہ کہے کہ میں نے جن تمام راویوں کو حذف کیا ہے وہ سب ثقہ ہیں تو یہ تعدیل علی الابہام ہے۔ اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک کہ اس راوی کا ذکر نہ کیا جائے۔ لیکن حافظ ابن الصلاح نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ کسی ایسی کتاب کی حدیث کی سند میں محذوف ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کر لیا ہو، جیسے امام بخاری اور امام مسلم تو اس حدیث کو مصنف جب جزم کے ساتھ ذکر کرے گا (مثلاً ذکر ابن عباس، یا روی فلان، یا قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم)

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳،

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳،

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند اس کے نزدیک ثابت ہے، اور اس نے کسی غرض (مثلاً اختصار یا تکرار سے بچنے کے لیے) کی وجہ سے سند کو حذف کر دیا ہے اور جس حدیث کو بغیر جزم کے ذکر کیا ہے (مثلاً صیغہ مجہول کے ساتھ یذکر یا یروی لکھا ہے) تو اس میں بحث کی گنجائش ہے۔[1]

تحقیق یہ ہے کہ صحیح بخاری کی تعلیقات میں احادیث ضعیفہ بھی ہیں اور بعض احادیث بہت شدید ضعیف ہیں۔

حدیث مرسل کی تعریف اور اس کا حکم

لغت میں ارسل کا معنی ہے اطلاق، یعنی کسی چیز کو بغیر قید کے بیان کرنا۔ اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی (صحابی) کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی کہے عام ازیں کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا یہ کام کیا، یا آپ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔[2]

اس کی مثال یہ ہے: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المزابنۃ[3]

سعید بن المسیب (یہ تابعی ہیں) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث مرسل کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جو راوی محذوف ہے اس کے حال کا علم نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ضعیف ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ثقہ ہو، پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس محذوف تابعی نے صحابی سے وہ حدیث سنی ہو یا کسی اور تابعی سے سنی ہو اور اس تابعی میں پھر ضعف اور ثقاہت کے دونوں احتمال ہیں اور دوسرے محذوف تابعی نے ہو سکتا ہے کسی اور تیسرے تابعی سے سنا ہو اور اس نے چوتھے تابعی سے سنا ہو عقلاً تو تابعین کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا، لیکن استقراء سے یہ صورت چھ یا سات تابعین تک پائی گئی ہے۔[4]

حدیث مرسل کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر کسی تابعی کی یہ عادت معروف ہو کہ وہ صرف ثقہ راوی کو چھوڑتا ہو تو جمہور محدثین پھر بھی توقف کرتے ہیں (کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راوی اس کے نزدیک ثقہ ہو اور فی نفسہ ثقہ نہ ہو۔) امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ فقہاء مالکیہ، فقہاء احناف اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی اور سند سے اس کی تائید ہو جائے تو وہ مقبول ہے ورنہ نہیں، خواہ وہ سند

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۰ - ۵۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱،

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[4] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی ملتان

متصل ہو یا مرسل۔ اور امام ابوبکر رازی حنفی اور امام ابوالولید باجی مالکی یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی ثقہ و غیر ثقہ دونوں کو چھوڑتا ہو تو اس کی حدیث اتفاقاً مقبول نہیں ہے۔[1]

حدیث مرسل کی فنی حیثیت

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو حدیث قرون ثلثہ کی مرسل ہو وہ فقہاء احناف کے نزدیک مقبول ہے ورنہ نہیں، کیونکہ حدیث میں ہے "پھر کذب عام ہو جائے گا"۔ اس حدیث کو امام نسائی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ تمام تابعین کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کا اس سے انکار منقول نہیں ہے، اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی کا انکار منقول نہیں ہے، حافظ ابن عبدالبر نے یہ کہا کہ امام شافعی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے حدیث مرسل کو مسترد کیا ہے، اور بعض ائمہ نے تو حدیث مرسل کو مسند (متصل) پر بھی ترجیح دی ہے انہوں نے کہا جب کوئی راوی پوری حدیث بیان کر دیتا ہے تو وہ اس کی تحقیق کو تم پر چھوڑ دیتا ہے اور جب وہ حدیث کے کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کی صحت اور ثقاہت کا ضامن ہو جاتا ہے (یعنی اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے اس کا میں ضامن ہوں اور سند میں باقی جو راوی میں نے ذکر کیے ہیں ان کی چھان بین تم خود کر لو۔)[2]

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم نے علوم الحدیث میں لکھا ہے کہ اہل مدینہ سعید بن مسیب سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل مکہ عطا بن ابی رباح سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل بصرہ حسن بصری سے اور اہل کوفہ ابراہیم بن یزید نخعی سے اور اہل مصر سعید بن ابی ہلال سے اور اہل شام مکحول سے، ان میں سے زیادہ صحیح مراسیل ابن المسیب کی ہیں، ابن معین نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ وہ اولاد صحابہ میں سے ہیں اور انہوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہے اور وہ اہل حجاز کے فقیہ اور مفتی تھے، اور وہ ان سات فقہاء میں سب سے پہلے ہیں جن کے اجماع کو امام مالک نے تمام لوگوں کا اجماع قرار دیا ہے، ائمہ متقدمین نے سعید بن مسیب کی مراسیل کی چھان بین کی تو ان سب کی سند صحیح تھی اور دوسروں کی مراسیل میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں، کتاب اور سنت میں حدیث مرسل کی عدم حجیت پر دلیل نہیں ہے۔

امام حاکم نے صرف ابن مسیب کی مرسلات سے بحث کی ہے ہم باقی مرسلات پر بھی گفتگو کرتے ہیں، عطا بن ابی رباح کی مرسلات کے متعلق ابن مدینی نے کہا ہے کہ عطاء ہر قسم کی روایات لے لیتے ہیں اور مجاہد کی مرسلات میرے نزدیک ان سے کئی درجہ بہتر ہیں، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ سعید بن مسیب کی مرسلات سب سے بہتر ہیں، اور ابراہیم نخعی کی مرسلات میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور حسن بصری اور عطا بن ابی رباح کی مرسلات سب سے زیادہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ ہر ایک سے روایات لے لیتے ہیں اور ابن مدینی نے کہا ہے کہ حسن بصری کی مرسلات جو ثقات سے مروی ہیں وہ صحیح ہیں، ان میں سے بہت کم کوئی روایت ساقط کی گئی ہے، امام ابوزرعہ نے کہا ہر جس روایت میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی ملتان

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے، مجھے اس کی کسی نہ کسی اصل کا ثبوت مل گیا ماسوا چار روایتوں کے، اور یحییٰ بن سعید قطان نے کہا ایک دو حدیثوں کے سوا جس حدیث میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مجھے اصل مل گئی۔

شیخ الاسلام نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق حسن نے صیغہ جزم استعمال کیا ہو، ایک شخص نے حسن سے کہا: آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کاش آپ ہمیں صحابی کے راوی بیان کر کے حدیث کو متصل بیان کر دیا کریں؟ حسن نے کہا، ہم جھوٹ بولتے ہیں اور نہ ہم سے کوئی جھوٹ بولتا ہے ہم نے خراسان میں جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب تھے، اور یونس بن عبید نے حسن سے کہا آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا؟ حسن نے کہا اے بھتیجے، تم کو معلوم ہے کہ یہ کون سا زمانہ ہے (یہ حجاج کا زمانہ تھا) ہر وہ حدیث جس میں تم نے مجھ سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ حدیث در اصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن میں اس دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا، اور محمد بن سعید نے کہا حسن کی ہر سند (جس میں راوی سے سماع کی تصریح ہو) حجت ہے، اور مرسل حدیث حجت نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی کی مراسیل کے متعلق ابن معین نے کہا ان کی مراسیل مجھے شعبہ سے زیادہ پسند ہیں، اور ابن معین نے یہ بھی کہا کہ ابراہیم کی مراسیل مجھے سالم بن عبد اللہ، قاسم اور سعید بن مسیب سے زیادہ پسند ہیں، امام احمد نے کہا ان میں کوئی حرج نہیں، اعمش نے کہا میں نے ابراہیم سے کہا مجھے حضرت ابن مسعود سے روایت کی سند بیان کریں تو انھوں نے کہا جب میں تم سے یہ کہوں کہ فلاں شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے تو وہ صرف میں نے ان سے خود سنی ہوتی ہے، اور جب میں تم سے کہوں حضرت عبد اللہ نے فرمایا ہے تو اس کا مطلب ہے اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے حضرت عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔ [1]

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

یہ تمام بحث مرسل صحابی کے غیر میں ہے، لیکن جو حدیث مرسل صحابی ہے مثلاً صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے قول یا فعل کی خبر دی ہے جس کے بارے میں یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ وہ صحابی اپنے صغر سن یا تاخر اسلام کی وجہ سے اس وقت حاضر نہیں تھا تب بھی مذہب صحیح کی بنا پر اس حدیث کی صحت کا حکم لگایا جائے گا اس پر تمام ائمہ اور محدثین کا قطعی اتفاق ہے خصوصاً ان کا بھی جو حدیث مرسل کو قبول نہیں کرتے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بکثرت احادیث ہیں کیونکہ وہ صحابہ دوسرے صحابہ سے روایت کرتے ہیں اور تمام صحابہ عادل ہیں، اور ایسا بہت کم ہے کہ انھوں نے غیر صحابی سے روایت کی ہو، اور جب وہ غیر صحابہ سے روایت کرتے ہیں تو اس کا بیان کر دیتے ہیں، اور صحابہ نے جو تابعین سے احادیث روایت کی ہیں تو وہ ان کا بیان کر دیتے ہیں اور وہ احادیث مرفوعہ نہیں ہیں بلکہ اسرائیلیات یا حکایات ہیں یا موقوفات ہیں۔ [2]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] 〃 〃 〃 〃، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۰۷، 〃 〃 〃 〃

حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث مرسل کے قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے، اور نہ اس کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی نے اس کا انکار کیا اور یہی وہ قرون فاضلہ ہیں جن کے خیر پر برقرار رہنے کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے، اور بعض علماء نے تو حدیث مرسل کو حدیث مسند (جس کی پوری سند مذکور ہو) پر ترجیح دی ہے اور اس کی یہ دلیل دی ہے کہ جس شخص نے پوری سند ذکر کر دی اس نے اس کی تحقیق تمہارے حوالے کر دی اور جس نے حدیث مرسل ذکر کی وہ اس چھوڑے ہوئے راوی کی تحقیق کا خود ضامن ہو گیا۔ لہ

علامہ سندی لکھتے ہیں:

شرح نخبۃ الفکر میں علامہ عسقلانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک، فقہاء احناف اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق حدیث مرسل مقبول ہے اور یہ تابعی کی مرسل ہے، الدنی الواقع احناف کے نزدیک اس طرح نہیں ہے، کیونکہ توضیح میں لکھا ہے کہ صحابہ کی مرسل حدیث بالاجماع مقبول ہے اور اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا، اور قرن ثانی اور قرن ثالث کی مراسیل کو امام شافعی رحمہ اللہ قبول نہیں کرتے۔ الا یہ کہ کسی دوسری سند سے اس کا اتصال ثابت ہو جائے، جیسے سعید بن مسیب کی مراسیل ہیں، امام شافعی نے کہا میں نے ان مراسیل کی ایسی مکمل اسانید دیکھی ہیں جن میں راوی کی صفات مجہول تھیں، اور اس سبب سے ان کی روایت صحیح ہے، اور ہمارے اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور وہ مسند پر مقدم ہے کیونکہ راوی نے صحابہ کو چھوڑا ہے اور معروف یہ ہے کہ جب محدث کے نزدیک معاملہ واضح ہوتا ہے تو وہ سند کو حذف کر دیتا ہے اور جب اس کے نزدیک معاملہ واضح نہیں ہوتا تو وہ اس کو دوسروں کے اوپر چھوڑ دیتا ہے، اور راوی کے مجہول ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ جب مرسل ثقہ ہے تو وہ اس سے سکوت کرنے والے کی غفلت سے متہم نہیں ہو گا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر محدث یہ کہے کہ مجھے ثقہ نے حدیث بیان کی ہے تو اس کی حدیث جہل کے باوجود مقبول ہوتی ہے تو اگر محدث کسی راوی کو ترک کر دے تو اس کی حدیث کیوں قبول نہیں ہو گی! ٹہ۔

حدیث مرسل کی حجیت پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فلولا نفر من کل فرقۃ منهم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون ۔

(توبہ : ۱۲۲)

تو دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی! تاکہ (ان کی قوم کے لوگ) گناہوں سے بچتے رہتے۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دینی طائفہ پر یہ واجب کر دیا ہے کہ جب وہ اپنی قوم

لہ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۱۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ

ٹہ۔ قاضی محمد اکرم سندھی من اعلام القرن الحادی عشر، امعان النظر ص ۲۰۲ ـ ۱۰۲، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ

کی طرف واپس جائیں تو ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام پہنچائیں اور عمل نہ کرنے پر عذاب آخرت کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اس آیت میں یہ فرق نہیں کیا گیا کہ وہ حدیث مسند سے ڈرائیں اور حدیث مرسل سے نہ ڈرائیں اور نہ اس میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ صحابہ تو حدیث مرسل پہنچائیں اور تابعین اور بعد کے لوگ حدیث مرسل نہ پہنچائیں، اس لیے اس آیت کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح حدیث مسند کو پہنچانا ضروری ہے اسی طرح حدیث مرسل کو بھی پہنچانا ضروری ہے۔ اس دلیل پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت میں حدیث موضوع، متروک، مجہول اور ضعیف کی دیگر اقسام کی بھی تخصیص نہیں کی گئی تو کیا اس آیت کے عموم کے لحاظ سے ان احادیث کی تبلیغ بھی واجب ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ (حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو۔

حدیث مردود کی تمام اقسام فاسق کی خبریں ہیں اور ان کے متعلق قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ بلا تحقیق ان کی خبر کو قبول نہ کیا جائے اس کے برعکس ہمارا کلام ثقات کی مراسیل میں ہے اور اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جب ثقہ مسلمان کوئی خبر دے تو اس کو بلا تحقیق و تجسس قبول کرنا واجب ہے، تو ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ثقہ راوی کی مرسل حدیث کو قبول کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مجہول کی حدیث سے معارضہ کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کے قبول نہ کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جب کہ فریق مخالف کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جب ثقہ راوی کسی مجہول سے روایت کرے تو وہ حدیث مقبول ہے تو پھر ثقہ کی مرسل کیوں مقبول نہیں ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتٰب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون۔ (بقرہ: ۱۵۹)

بے شک جو لوگ ہماری اتاری ہوئی روشن دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان فرما دیا، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسند اور مرسل کا فرق کیے بغیر بر سبیل عموم کتمان علم سے منع فرمایا ہے اور علم اور ہدایت کا پہنچانا واجب قرار دیا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ثقہ کی مرسل واجب القبول ہو۔

حدیث مرسل کی حجیت پر احادیث سے استدلال

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بلغوا عنی ولو اٰیۃ[1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے روایت کرکے پہنچاؤ۔ خواہ ایک آیت ہو۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

قاضی بیضاوی نے کہا آپ نے قرآن مجید کی آیت کو پہنچانے کا حکم دیا ہے، حدیث کا نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے۔ تو جب اس کے باوجود آپ نے قرآن مجید کی آیت پہنچانے کا حکم دیا ہے تو حدیث کا پہنچانا بطریق اولیٰ واجب ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ لیبلغ الشاهد الغائب[1]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شاہد غائب کو حدیث پہنچا دے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن زید بن ثابت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نضر الله امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه غیره فرب حامل فقه الی من هو افقه منه[2]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ (خوش وخرم) رکھے، جس نے ہم سے ایک حدیث کو سنا اس کو یاد کیا اور اس کو دوسرے شخص تک پہنچا دیا، بسا اوقات ایک فقہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچاتا ہے۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نضر الله امرأ سمع منا شیئا فبلغه کما سمعه فرب مبلغ اوعی من سامع[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اس کو جس طرح سنا تھا اسی طرح اس کو پہنچا دیا، کیونکہ بعض وہ لوگ جن کو حدیث پہنچا دی جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسند اور مرسل کا فرق کیے بغیر احادیث کے پہنچانے کا حکم دیا ہے اس لیے یہ احادیث بھی اپنے عموم کے اعتبار سے ثقات کی مراسیل پر حجت ہیں۔

حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلائل

حدیث مرسل کی حجیت پر ہمارے علماء نے سات دلائل قائم کیے ہیں:

(۱) جب راوی کسی حدیث کو مرسلاً روایت کرتا ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر پر قطعی شہادت دیتا ہے اور بعد میں آنے والوں کو راوی کے متعلق بحث اور تفتیش

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۱، " "

سے مستغنی کر دیتا ہے اور جب وہ کسی حدیث کی پوری سند بیان کرتا ہے تو وہ بعد والوں کو اس واسطے کے حوالے کر دیتا ہے اور خود بری الذمہ ہو جاتا ہے، تو جب راوی حدیث کو مرسلاً بیان کر کے اس پر اعتماد اور وثوق کرے تو یہ حدیث کو مسنداً بیان کرنے سے اولیٰ ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ اس کے مساوی ہونے سے بہر حال کم نہیں ہے اور اگر بالفرض کم بھی ہو تو لائق استدلال ہونے سے بہر طور کم نہیں ہے۔

(۲) مرسل کے راوی کا عادل، امین اور ثقہ ہونا اس بات کے منافی ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی شہادت دے اور اس کا راوی ثقہ اور حجت نہ ہو، اس لیے وہ حدیث پر اسی وقت اعتماد اور وثوق کرے گا جب اس کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی، اور جس راوی کو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ فاسق اور مردود الروایت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو وثوق کے ساتھ روایت کر رہا ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ اس کو اس راوی کی عدالت کے متعلق غلبہ ظن نہ ہو، اور مرسل کی روایت کو رد کرنے سے اس راوی پر طعن لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے، کیونکہ اگر ارسال، مرسل میں طعن کا موجب ہوتا تو ائمہ حدیث مرسل کی کسی مسند روایت کو ہرگز قبول نہ کرتے کیونکہ وہ مراسیل کو روایت کرتا ہے، خصوصاً وہ مرسل جس کی بہ کثرت مرسل روایات ہوں، حالانکہ بہت سے ایسے راوی ہیں جن کی روایات قبول کرنے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان راویوں نے بہ کثرت مرسل روایات بیان کی ہیں اور یہ امر ان کی مرسل روایات کے قبول کرنے کو بھی مستلزم ہے۔

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

ثقہ راوی کسی حدیث کو اسی وقت مرسلاً روایت کرتا ہے جب اس کے نزدیک اس حدیث کی صحت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اعمش بیان کرتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا جب آپ مجھے حدیث بیان کریں تو اس کی سند ذکر کریں، تو ابراہیم نخعی نے کہا، جب میں تم سے کہتا ہوں عبد اللہ نے کہا تو مجھے ایک جماعت نے ان سے حدیث بیان کی ہوئی ہوتی ہے، اور جب میں کہتا ہوں مجھے فلاں نے عبد اللہ سے حدیث بیان کی ہے تو مجھے صرف اسی نے وہ حدیث بیان کی ہوتی ہے۔ [1]

ابراہیم نخعی کے اس قول سے یہ واضح ہو گیا کہ جب بہ کثرت لوگ کسی شخص سے روایت کریں اور راوی کو ان کی کثرت کی وجہ سے اس روایت کی صحت کا یقین ہو جائے تو وہ ان کو ترک کر دیتا ہے اور جب صرف ایک شخص اس حدیث کو بیان کرے اور راوی کو اس پر اطمینان نہ ہو تو وہ اس کا ذکر کر کے اس حدیث کو مسنداً روایت کرتا ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چار صحابہ کسی حدیث کو روایت کریں تو میں ان صحابہ کو ترک کر کے اس کا اسناد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیتا ہوں، یہ تو حسن بصری کی مراسیل ہیں جو فریق مخالف کے نزدیک ضعیف ترین مراسیل ہیں، تو پھر کبار تابعین مثلاً سعید بن مسیب کی مراسیل کی کیا شان ہوگی! عروہ بن زبیر نے عمر بن عبد العزیز کے سامنے ایک حدیث مرسل بیان کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اس کا مالک ہو

---

[1] حافظ ابو عمرو بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ، تمہید ج ۱ ص ۲۸-۳۰، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ، ۱۴۰۴ھ

جائے گا، اور اس حدیث کو بطور مسند ذکر نہیں کیا، عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی شہادت دیتے ہو؟ عروہ نے کہا: ہاں مجھے ایک عادل اور امین شخص نے اس حدیث کی خبر دی ہے جس کا میں نے نام نہیں لیا، عمر بن عبدالعزیز اس کو کافی سمجھا اور اس حدیث کو قبول کر لیا، اس قسم کے بہت شواہد ہیں۔ [1]

(۳) حدیث مرسل کے ـــــ جس راوی کا ذکر نہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعی کے درمیان واسطہ ہے وہ راوی یا تو صحابی ہوگا یا ثقہ تابعی ہوگا یا مجروح متہم ہوگا یا مجہول الحال ہوگا، مرسل کے نزدیک وہ راوی ان چاروں میں سے کوئی ایک ہوگا، اول الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت کا قبول کرنا واجب ہے، اور ثانی الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت قبول نہیں ہوگی، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ثانی الذکر صورتوں کا تابعین میں تحقق بہت زیادہ بعید ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ واسطہ کذب کے ساتھ متہم ہوگا، حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے تابعین کے عصر کی تعریف فرمائی ہے، اور آپ نے قرن صحابہ کے بعد قرن تابعین کو خیر قرن قرار دیا ہے، اس لیے تابعین کے قرن میں کسی شخص کا مجروح اور متہم بالکذب ہونا بہت نادر ہے، اس کے برعکس بعد کے قرون کا یہ درجہ نہیں ہے، اس طرح یہ بھی بہت بعید ہے کہ وہ راوی مجہول الحال ہو اور اس سے روایت کرنے والے تابعی پر اس کا حال مخفی ہو اور وہ قطعی طور پر اس کی روایت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسناد کر دے جب کہ وہ اس کی ثقاہت اور عدالت پر مطلع نہ ہو اور جب یہ واضح ہو گیا کہ ثانی الذکر دونوں احتمال اول الذکر احتمالوں کی بہ نسبت مرجوح ہیں تو اول الذکر صورتوں کا تحقق متعین ہو گیا کیونکہ وہی اغلب الظن ہیں پس بہرطور مرسل کو حجت ماننا ہوگا۔

(۴) اگر حدیث مرسل کو حجت نہ مانا جائے تو پھر حدیث معنعن کو بھی حجت نہیں ماننا چاہیے کیونکہ اس میں بھی عنعنہ کی وجہ سے معنعن کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے سے اوپر والے راوی سے سماع کی تصریح نہیں کرتا، اور جو احتمال تم خبر مرسل میں نکالتے ہو وہ بعینہ خبر معنعن میں بھی قائم ہے۔ اور یہ احتمال پیش کرنا کہ معنعن نے اپنے شیخ سے ملاقات کی ہوگی اور اس سے سماع کیا ہوگا، اس احتمال سے کم نہیں ہے کہ مرسل نے جس واسطہ کو ترک کر دیا ہے وہ اس کے نزدیک ثقہ اور عادل ہے۔

(۵) جب مستفتی پر واجب ہے کہ مفتی اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو روایت بیان کرتا ہے وہ اس کے ظاہر علم اور عدالت کی بنا پر اس کو قبول کر لے، اسی طرح عالم پر واجب ہے کہ جب مرسل اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بیان کرے تو وہ اس کے ظاہر علم اور عدالت کی بناء پر اس کو قبول کر لے۔

(۶) حاکم جب دو عادل گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دے اور مہر لگا دے اور گواہوں کا نام نہ لے تو کسی کو اس کے فیصلہ پر یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کہ اس نے گواہوں کا نام نہیں لیا، اسی طرح یہاں بھی مرسل پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس نے اپنے شیخ کا نام کیوں نہیں لیا۔

(۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام مسلمان عادل ہیں ماسوا ان کے جن پر حد جاری ہوئی یا جن کے

---

[1] حافظ صلاح الدین ابو سعید بن خلیل علائی متوفی ۷۶۱ھ، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۳۰، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف ظاہر اسلام کا اعتبار کیا تھا الا یہ کہ جس کے متعلق عدالت کے خلاف کوئی بات ثابت ہو گئی ہو، مرسل نے جس راوی کو ترک کر دیا ہے وہ بھی اس کی عدالت ظاہر ہونے کی بنا پر ترک کیا ہے ورنہ وہ اس کو ذکر کر دیتا، اور جو شخص بہ ظاہر عادل ہو تو اصل یہ ہے کہ اس کی حدیث قبول کی جائے الا یہ کہ اس کے رد کا کوئی مقتضی پایا جائے، اور یہ چیز تابعین کے زمانہ میں نمایاں تھی کیونکہ وہ عصر صحابہ کے بعد خیر القرون تھا اور ان میں کوئی شخص جھوٹا مشہور نہیں تھا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اس قدر جھوٹا مشہور ہو کہ اس کا جھوٹا ہونا بحث سے مستغنی ہو، اور یہ واضح بات ہے کہ ائمہ تابعین اس سے روایت کرنے والے نہ تھے اور اس طرح کے مشہور کذاب شیعہ میں تھے۔

جامع التحصیل کے باب اوّل میں احکام المراسیل میں لکھا ہے کہ امام حاکم نے کہا ہے کہ تابعین اور اتباع تابعین کی تمام مرسلات کو اہل کوفہ قبول کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں، نیز جامع التحصیل کی فصل ثانی میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن ابان اور ابو بکر رازی کا مختار یہ ہے کہ قرن ثانی، قرن ثالث اور بعد کے قرون کی مرسلات مقبول ہیں بہ شرطیکہ وہ ائمہ نقل کی مرسل ہو۔

علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ بہ کثرت علماء حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور امام غزالی نے اس کو جمہور سے نقل کیا ہے، اور امام ابو داؤد نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ماضی میں اکثر علماء مثلاً سفیان ثوری مالک اور اوزاعی مرسل سے استدلال کرتے تھے، حتیٰ کہ امام شافعی کا زمانہ آیا اور انھوں نے اس پر اعتراض کیا۔

حافظ سیوطی نے نظم الدرر میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ تمام تابعین کا حدیث مرسل کے قبول پر اجماع ہے اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی نے حدیث مرسل کا انکار نہیں کیا۔

حدیث معضل کی تعریف اور اس کا حکم

لغت میں سخت مشکل اور تھکا دینے والے کام کو معضل کہتے ہیں، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ اس کی اصطلاحی معنی کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

ما سقط من اسنادہ اثنان فاکثر علی التوالی۔

جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ تبع تابعی یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا یا اس سے بھی نچلے درجے کا تابعی یہ کہے کہ از رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا از حضرت ابو بکر یا از حضرت عمر۔[1]

امام حاکم نے اس کی یہ مثال دی ہے:

عن مالك انه بلغه ان ابا هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمملوك

امام مالک سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۴۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

طعامہ وکسوتہ بالمعروف ولا یکلف من العمل الا ما یطیق قال الحاکم ھذا معضل عن مالک اعضلہ فی الموطأ۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص۳۶)

فرمایا غلام کو دستور کے مطابق کھانا اور کپڑے دیے جائیں اور اس کو اس کی برداشت سے زیادہ کام کا مکلف نہ کیا جائے، یہ حدیث امام مالک نے معضلاً روایت کی ہے۔

یہ حدیث اس لیے معضل ہے کہ امام مالک اور حضرت ابوہریرہ کے درمیان دو متواتر راوی متروک ہیں، محمد بن عجلان اور عجلان۔ معضل حدیث ضعیف ہے اور مرسل اور منقطع سے کم درجہ کی ہے کیونکہ اس میں بہ کثرت راوی حذف ہوتے ہیں، اس حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

حدیث معضل اور حدیث معلق کے مابین عموم خصوص من وجہ کی نسبت کا بیان

حدیث معضل اور حدیث معلق کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، ان دونوں کی ایک اجتماعی اور دو افتراقی صورتیں ہیں۔

(ا) جب حدیث کی سند کی ابتداء سے دو متواتر راوی محذوف ہوں تو یہ اجتماعی مادہ ہے اور یہ حدیث بہ یک وقت معضل بھی ہے اور معلق بھی۔

(ب) جب سند کے وسط سے دو متواتر راوی محذوف ہوں، تو یہ معضل ہے اور معلق نہیں ہے۔

(ج) جب ابتداء سند سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو معلق ہے اور معضل نہیں ہے۔

حدیث منقطع کی تعریف اور اس کا حکم

منقطع، انقطاع سے ماخوذ ہے اور انقطاع اتصال کی ضد ہے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان المنقطع ما لم یتصل اسنادہ علی ای وجہ کان انقطاعہ واکثر ما یستعمل فی روایۃ من دون التابعی عن الصحابی کمالک عن ابن عمر[1]

منقطع وہ حدیث ہے جس میں کسی وجہ سے بھی عدم اتصال ہو اور اس کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے مثلاً امام مالک کی حضرت ابن عمر سے روایت ہو۔

یعنی سند میں کسی وجہ سے بھی انقطاع ہو خواہ اول میں، وسط میں یا آخر میں۔ اس اعتبار سے مرسل، معلق اور معضل بھی اس کی تعریف میں شامل ہیں لیکن اس کی مخصوص اور منفرد صورت وہ ہے جس میں تابعی سے نچلے درجے کا راوی صحابی سے روایت کرے جیسے امام مالک حضرت ابن عمر سے روایت کریں۔ خطیب بغدادی، ابن عبدالبر، اور دیگر فقہاء اور محدثین کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۰۸۔ ۲۰۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

امام حاکم نے "معرفۃ انواع علوم الحدیث" میں لکھا ہے کہ منقطع کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔ تابعی سے نچلے راوی نے اپنے اوپر کے راوی سے سماع نہ کیا ہو اور جو راوی ساقط کیا ہے اس کا ذکر نہ کیا ہو معیناً نہ مبہماً۔

اس کی مثال یہ ہے امام عبدالرزاق نے از سفیان ثوری، از ابواسحاق، از زید بن یثیع از حضرت حذیفہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ابوبکر کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ قوی اور امین ہے الحدیث، اس حدیث میں دو وجہ سے انقطاع ہے، امام عبدالرزاق کا ثوری سے سماع نہیں ہے انھوں نے اس حدیث کو نعمان بن ابی شیبہ جندی سے اور انھوں نے اس کو ثوری سے سنا، اور ثوری نے بھی اس کو براہ راست ابواسحاق سے نہیں سُنا۔ ثوری نے اس حدیث کو شریک سے سُنا ہے اور انھوں نے اس کو ابواسحاق سے سُنا ہے۔

(ب) جس سند میں بعض راویوں کا لفظ مبہم کے ساتھ ذکر کیا جائے مثلاً ایک آدمی سے روایت ہے، ایک شیخ سے روایت ہے۔

اس کی مثال یہ ہے، حاکم علاء بن عبداللہ بن شخیر سے، دو آدمیوں سے، شداد بن اوس سے اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے نماز میں دعا کی: اللھم انی اسئلك الثبات فی الامر۔ "اے اللہ! میں تجھ سے معاملات میں ثابت قدمی کی دعا کرتا ہوں۔" [1]

حدیث منقطع کا حکم یہ ہے کہ علماء کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے کیونکہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال مجہول ہے۔

حدیث مدلس کی تعریف اور اس کا حکم

مدلس تدلیس کا اسم مفعول ہے اور تدلیس کا لغوی معنی ہے گاہک سے "سودے کے عیب کو چھپانا"، یہ لفظ اصل میں دلس سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے اندھیرے کا اجالے سے مختلط اور مشتبہ ہونا، اور مدلس حدیث کی واقفیت حاصل کرنے والے پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اس کی روایت مدلس کہلاتی ہے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

اخفاء عیب فی الاسناد وتحسین لظاھرہ۔	سند میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

التدلیس ھو قسمان الاول تدلیس الاسناد بان یروی عمن عاصرہ ما لم یسمع منہ موھما سماعہ قائلا قال فلان او عن فلان ونحوہ وربما لم یسقط	تدلیس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم تدلیس الاسناد ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ راوی اپنے معاصر سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو، اور اس سے سماع کا وہم ڈالے اور یہ کہے کہ فلاں نے کہا، یا فلاں سے

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۵۴ ـ ۵۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

شیخہ او اسقط غیرہ ضعیفا او صغیرا تحسینا للحدیث الثانی تدلیس الشیوخ بأن یسمی شیخہ او یکنیہ او ینسبہ او یصفہ بما لا یعرف اما الاول فمکروہ جدا واما الثانی فکراھتہ اخف [1]

روایت ہے اور بعض اوقات وہ تحسین حدیث کے لیے اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا بلکہ شیخ الشیخ یا اس سے اوپر کے شیخ کو ساقط کر دیتا ہے کیونکہ وہ شیخ الشیخ ضعیف یا کم عمر ہوتا ہے اور تدلیس کی دوسری قسم تدلیس الشیوخ ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کا ایسا نام یا صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے جو غیر معروف ہے۔ تدلیس کی پہلی قسم بہت زیادہ مکروہ ہے اور دوسری اس سے کم درجہ کی مکروہ ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

تدلیس الاسناد کو تدلیس السماع بھی کہتے ہیں مثلاً ایک راوی اپنے شیخ سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو اور یوں کہے اس نے کہا ہے یا اس سے روایت ہے جس سے اتصال کا وہم ہو اور حدثنا، اخبرنا یا سمعت کی تصریح نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے: ابن خشرم سے روایت ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو زہری نے کہا...، اس سے پوچھا گیا کیا تم کو زہری نے خود یہ حدیث بیان کی تھی؟ اس نے کہا میں نے اس کو زہری سے نہیں سنا، اور نہ اس سے سنا ہے جس نے زہری سے سنا تھا، مجھے عبدالرزاق نے از معمر از زہری یہ حدیث بیان کی ہے۔ [2]

تدلیس کی قسم ثانی۔ تدلیس الشیوخ کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

تدلیس الشیوخ کا سبب، اس شیخ کی معرفت کو مشکل بنانا ہے، جیسے ابوبکر بن مجاہد نے کہا ہم سے عبداللہ بن ابی عبیداللہ نے حدیث بیان کی، اس سے ان کی مراد ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی ہے اور ابوبکر بن مجاہد نے ان کا غیر معروف نام ذکر کیا، اس کی کراہت راوی کی اغراض کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اگر وہ شیخ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کا نام بدلتا ہے تو یہ بدترین قسم ہے، ابن الصباغ نے کہا جس راوی نے یہ اس لیے کیا کہ اس کا شیخ لوگوں کے نزدیک غیر ثقہ تھا اور اس نے اس کا نام بدلا تاکہ اس کی حدیث قبول کر لی جائے تو اس کی حدیث کو قبول نہ کرنا واجب ہے خواہ راوی اس شیخ کو ثقہ اعتقاد کرتا ہو کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو اس کے متعلق ایسی جرح کا علم ہو جس کا اسے علم نہ ہو، آمدی نے کہا اگر راوی نے یہ فعل اپنے شیخ کے ضعف کی وجہ سے کیا ہے تو وہ حدیث مجروح ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نسبت ضعیف ہے یا اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے تو پھر اس کی حدیث مجروح نہیں ہے ابن سمعانی نے کہا اگر وہ راوی ایسا ہے کہ اس سے اس کے شیخ کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ پھر بھی اس کا اصل نام بیان نہ کرے تو اس کی روایت مجروح ہے ورنہ نہیں، امام بیہقی نے محمد بن رافع سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص نام سے معروف

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۲۳۔۲۲۴ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ صلاح الدین ابو سعید بن خلیل علائی متوفی ۷۶۱ھ، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۷۔۹۸، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

ہو اور اس کی کنیت ذکر کی جائے، یا وہ کنیت سے مشہور ہو اور اس کا نام ذکر کیا جائے تو یہ تدلیس نہیں ہے۔ اور اگر اس کا شیخ کم عمر ہو یا بعد میں فوت ہوا ہو اور اس سے کم عمر کے لوگ اس روایت میں شریک ہوں، تو اس میں معاملہ آسان ہے، یا اس نے اس شیخ سے متعدد حدیثیں سنی ہوں اور وہ بار بار ایک ہی نام کے تکرار کو ناپسند کرتا ہو اور اس کا نام اس لیے بدلے کہ لوگوں کو اس کے کثرت شیوخ کا وہم ہو یا عبارت میں تفنن کے لیے ایسا کرے تو اس میں بھی معاملہ سہل ہے۔[1]

حدیث مرسل خفی کی تعریف اور اس کا حکم

لُغت میں ارسال کا معنی اطلاق ہے، اور خفی جلی کی ضد ہے اور مرسل کی یہ قسم چونکہ ظاہر نہیں ہوتی اس لیے اس کی مستقل بحث ہے، اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

المرسل الخفی اذا صدر من معاصر لم یلق من حدث عنه بل بینه وبینه واسطة۔[2]

جو حدیث راوی کے ایسے معاصر سے صادر ہوئی ہو جس نے اس شخص سے ملاقات نہ کی ہو جس نے اس کو وہ حدیث بیان کی ہو، بلکہ اس معاصر اور حدیث بیان کرنے والے کے درمیان واسطہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مدلس اور مرسل خفی کے درمیان ایک باریک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ تدلیس اس کو کہتے ہیں کہ راوی اس شیخ سے حدیث کو روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو اور اگر وہ اپنے کسی ایسے معاصر سے حدیث روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف نہ ہو تو وہ مرسل خفی ہے۔

مرسل خفی کے ثبوت پر دلیل یہ ہے کہ مخضرمین (جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام پایا ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی ہو۔) مثلاً ابوعثمان نہدی، اور قیس بن ابی حازم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان کی روایات مرسل خفی ہیں مدلس نہیں ہیں، تو اگر مدلس کی تعریف میں بھی معاصرت کا اعتبار ہوتا تو مخضرمین کی روایات مدلس ہوتیں۔ کیونکہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور یہ معروف نہیں ہے کہ انھوں نے آپ سے ملاقات بھی کی۔[3]

مرسل خفی کی مثال یہ ہے: امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن عبد العزیز عن عقبة بن عامر الجهنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ حارس الحرس۔[4]

عمر بن عبدالعزیز عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ لشکر کے محافظ پر رحم فرمائے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۲۱ - ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۴ مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[3] " " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۵ - ۵۴، " "

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

علامہ مزنی نے تحفۃ الاشراف میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی عقبہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔

مرسل خفی کا علم تین باتوں میں سے کسی ایک سے ہو جاتا ہے:

(الف)۔ بعض ائمہ سے تصریح منقول ہوتی ہے فلاں راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہے یا اس نے اس مروی عنہ سے مطلقاً سماع نہیں کیا۔

(ب)۔ وہ راوی خود یہ بیان کر دیتا ہے کہ جس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے اس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی یا اس نے اس سے سماع نہیں کیا۔

(ج)۔ کسی اور سند سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے جس میں اس راوی اور مروی عنہ کے درمیان کوئی اور شخص زائد ہوتا ہے۔ اس حدیث کا حکم یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ یہ منقطع کی قسم ہے۔

حدیث معنعن اور مؤنن

معنعن، عنعنہ سے مشتق ہے، اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی عن فلان عن فلان کہے۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے،

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا معاویۃ بن ھشام ثنا سفیان عن اسامۃ بن زید عن عثمان بن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملئکتہ یصلون علی میامن الصفوف۔[1]

از عثمان بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دائیں صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

حدیث معنعن کے متعلق علماء کے دو قول ہیں، ایک یہ ہے کہ جب تک اس حدیث کا اتصال ظاہر نہ ہو یہ منقطع ہے دوسرا قول صحیح ہے جس پر تمام محدثین اور فقہاء متفق ہیں کہ یہ حدیث چند شرائط کے ساتھ متصل ہے۔

(۱)۔ معنعن مدلس نہ ہو۔ (۲) راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو، یعنی دونوں ایک زمانہ میں مجتمع ہوں، ان دو شرطوں پر جمہور محدثین متفق ہیں، اور امام مسلم کا بھی یہی مذہب ہے، بعض ائمہ محدثین نے مزید شرائط عائد کی ہیں:

(۱) امام بخاری اور علی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔

(۲)۔ ابوالمظفر سمعانی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان طول صحبت ثابت ہو۔

(۳)۔ ابوعمرو الدانی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کو مروی عنہ سے روایت کی معرفت ہو۔

مؤنن وہ حدیث ہے جس میں راوی کہے حدثنا فلان ان فلانا قال ۔۔۔ امام احمد اور ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث منقطع ہے جب تک کہ اس کا اتصال ظاہر نہ ہو، اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث متصل ہے اور سماع پر محمول بشرطیکہ شرائط سابقہ پائی جائیں۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان

راوی میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی پر زبان سے جرح کی جائے اور اس کی عدالت اور دین داری اور اس کے ضبط و حفظ اور بیدار مغزی سے بحث کی جائے۔ راوی میں طعن کے دس اسباب ہیں، پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔ عدالت کے اعتبار سے طعن کی یہ وجوہات ہیں: (۱) کذب (۲) کذب کی تہمت (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت۔ اور ضبط کے اعتبار سے طعن کی یہ پانچ قسمیں ہیں: (۱) فحش غلطی کرنا۔ (۲) بدحافظہ ہونا (۳) غفلت (۴) کثرت اوہام۔ (۵) مخالفت ثقات۔

حدیث موضوع کی تحقیق

جب راوی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کا طعن ہو تو اس کی حدیث موضوع کہلاتی ہے، لغت میں وضع کا معنی ہے کسی چیز کو پست کرنا، اس کا مرتبہ کم کرنا اور چونکہ اس حدیث کا مرتبہ کم ہوتا ہے اس لیے اس کو موضوع کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

الموضوع ھو الحدیث الذی فیہ الطعن بکذب الراوی۔[1]

موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

الموضوع المختلق المصنوع۔[2]

جو جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔

حدیث موضوع کے تحقق پر دلائل

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب سے لگایا جاتا ہے اور قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاتا، کیونکہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچی بات کہتا ہے لیکن علماء حدیث کو ایسا قوی ملکہ حاصل ہوتا ہے جس سے وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے متمیز کر لیتے ہیں اور یہ ملکہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو علم حدیث کی کامل اطلاع ہو اور اس کا ذہن روشن ہو اور اس کی فہم قوی ہو اور وہ حدیث موضوع کے قرائن سے اس کی معرفت حاصل کر لے، اور کبھی حدیث کے موضوع ہونے کا اس کے واضع کے اقرار سے علم ہو جاتا ہے، ابن دقیق العید نے کہا لیکن یہ بات قطعی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اقرار میں بھی جھوٹا ہو اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ واضع کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا، حالانکہ ابن دقیق العید کی یہ مراد نہیں ہے انھوں نے صرف قطعیت کی نفی کی ہے، اور کسی حدیث پر قطعیت کے ساتھ موضوع ہونے کا حکم نہ لگانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس پر ظن غالب سے بھی موضوع ہونے کا حکم نہ لگایا جائے، اور یہاں معاملہ اسی طرح ہے اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو قاتل کے اقرار سے اس کو قتل کرنا اور زنا کے معترف کو رجم کرنا بھی جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اپنے اعتراف میں جھوٹے ہوں

حدیث موضوع کی معرفت کے قرائن اور اس کا حکم

جن قرائن سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے ان میں سے ایک قرینہ راوی کا حال ہے، ایک مرتبہ

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر، ص ۱۲۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۸۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

مامون بن احمد کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ آیا حسن بصری کا حضرت ابوہریرہ سے سماع ہے یا نہیں، تو ایک شخص نے اسی وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک سند بنا کر ایک حدیث سنا دی اور اس نے کہا حسن نے حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث سنی ہے۔ اسی طرح غیاث بن ابراہیم مہدی کے پاس گیا تو وہ کبوتروں سے کھیل رہا تھا اس نے اسی وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک ایک سند بنا کر کہا تیر اندازی، شتر سواری، گھوڑے سواری اور پرندوں کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے، اس نے پرندوں کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا خلیفہ مہدی تاڑ گیا کہ اس نے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولا ہے، اس نے اسی وقت اس کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث نص قرآن مجید یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقل صریح کے خلاف ہو اور اس میں کسی طرح کی تاویل نہ ہو سکے، واضع کبھی تو حدیث کو خود بناتا ہے اور کبھی کسی اور کے کلام کو بطور حدیث پیش کرتا ہے، مثلاً بعض سلف صالحین، یا قدماء حکماء کے کلام کو یا اسرائیلیات کو یا کسی ضعیف حدیث کی ایک صحیح سند بنا لیتا ہے تاکہ اس حدیث کی شہرت ہو، حدیث گھڑنے کا محرک اور باعث یا تو بے دینی ہے جیسے زندیق لوگ، یا غلبہ جہل، جیسے جاہل صوفیاء۔ یا فرط عصبیت جیسے بعض مقلدین، یا بعض رئیسوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے یا کوئی انوکھی بات بیان کرنے کے شوق میں یا شہرت حاصل کرنے کے لیے، اور یہ تمام امور بالاجماع حرام ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور ابو محمد جوینی نے کہا وہ شخص کافر ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ موضوع روایت کو بیان کرنا حرام ہے، ہاں یہ کہہ کر بیان کر سکتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری حدیث بیان کی حالانکہ اس کو علم تھا کہ یہ جھوٹ ہے وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ [1]

وضّاعین اور ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

نوح بن ابراہیم سے کہا گیا کہ تم نے قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل میں از عکرمہ از ابن عباس کئی حدیثیں بیان کی ہیں، تم نے عکرمہ سے سماع کیسے کیا؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر ابوحنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی مغازی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا، اسی طرح حضرت ابی بن کعب کی روایت سے قرآن مجید کی ہر سورت کی فضیلت میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے اس کے متعلق بھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک جماعت نے ان حدیثوں کو وضع کیا تھا۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن مہدی سے روایت کیا ہے کہ میں نے میسرہ بن عبدربہ سے پوچھا تم نے یہ احادیث کہاں سے روایت کی ہیں کہ جس شخص نے فلاں سورت کو پڑھا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا؟ اس نے کہا میں نے لوگوں کو راغب کرنے کے لیے یہ احادیث گھڑ لی ہیں، یہ ایک زاہد نوجوان تھا اس نے دنیا کی

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۰ - ۵، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی،

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۱ - ۹۰ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

لذتوں کو ترک کر دیا تھا، جس دن یہ فوت ہوا اس دن بغداد کے بازار بند ہو گئے تھے، حالانکہ یہ احادیث گھڑتا تھا، اس سے موت کے وقت پوچھا گیا تمہیں اپنے متعلق حسن ظن ہے؟ اس نے کہا کیسے نہیں ہوگا میں نے حضرت علی کی فضیلت کے متعلق ستر حدیثیں گھڑی ہیں۔

ابوداؤد نخعی صائم النہار اور قائم اللیل تھے اس کے باوجود وہ حدیثیں گھڑتے تھے اور ابوبشر احمد بن محمد فقیہ مروزی سنت کے زبردست حامی اور بدعت کے سخت مخالف تھے اور حدیثیں گھڑتے تھے، ابن عدی نے کہا کہ وہب بن حفص صالحین میں سے تھے انھوں نے بیس سال تک کسی سے کلام نہیں کیا اور فحش جھوٹ بولتے تھے[1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عقیلی نے بیان کیا ہے کہ وضاعین نے چودہ ہزار احادیث گھڑی ہیں، مہدی نے کہا میرے سامنے ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اس نے سو حدیثیں گھڑی ہیں، ابن عدی نے کہا جب عبدالکریم بن ابوجاہ کو پکڑ کر لایا گیا اور اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا میں نے تم میں چار ہزار حدیثیں گھڑ کر پھیلا دی ہیں، جن میں، میں نے حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کر دیا ہے، انہی وضاعین میں سے حارث کذاب تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور ہزاروں حدیثیں گھڑلی تھیں، جب ابن مبارک سے ان احادیث موضوعہ کے متعلق تشویش کا اظہار کیا گیا تو انھوں نے کہا ان کے لیے ناقدین اور ماہرین حدیث موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون۔

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں کا محافظ ہے اور احادیث نبویہ قرآن کے معانی ہیں جن سے قرآن مجید کے الفاظ کی وضاحت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لتبین للناس ما نزل الیہم۔ (نحل: ۴۴)

تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

اس لیے درحقیقت کتاب اور سنت کا اللہ تعالیٰ ہی محافظ ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے ہر قرن بلکہ ہر زمانہ میں ایسے عالم کو پیدا کرتا ہے جو دین کے امور کی تجدید کرتا ہے، حدیث موضوع کی پرکھ اور پہچان کے متعلق امام ابن عدی نے کتاب الضعفاء لکھی، خود میں نے لکھی، اور امام ابن جوزی نے موضوعات لکھی، لیکن اس پر علماء نے اعتراضات کیے ہیں کیونکہ ان میں غیر موضوع احادیث کو بھی درج کر دیا ہے، علامہ سیوطی نے اس موضوع پر اللآلی المصنوعہ لکھی ہے۔[2]

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور میرے پاس ایک لمبی ڈاڑھی والا شخص بیٹھا وعظ کر رہا تھا اور اس کے گرد لوگوں کا ایک بڑا حلقہ تھا، اس نے بیان کیا کہ فلاں نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲۷ - ۱۲۷ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ

سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے دو صور بنائے ہیں اور ہر صور سے دو دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا ایک بار پھونکنے سے لوگ بے ہوش ہوں گے اور دوسری بار قیامت کے لیے پھونکا جائے گا، شعبی کہتے ہیں میں اپنے نفس کو ضبط نہ کر سکا میں جلدی سے نماز ختم کر کے ان کی طرف مڑا اور ان سے کہا اے شیخ! خدا سے ڈرو اور غلط نہ بیان کرو، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صور پیدا کیا ہے اور اسی کو دو بار پھونکا جائے گا، اس شیخ نے کہا اے فاجر! مجھ سے فلاں، فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے اور تو مجھ پر رد کرتا ہے پھر اس نے اپنی جوتی اٹھا کر مجھے پیٹنا شروع کر دیا اور اس کی پیروی میں اس کے تمام مریدوں نے مجھے اپنے جوتوں سے مارنا شروع کر دیا اور بہ خدا ان لوگوں نے مجھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ انھوں نے مجھ سے یہ نہیں کہلوا لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیس صور پیدا کیے ہیں! [۱]

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا، خلیفہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، اس زندیق نے کہا تم مجھ کو تو قتل کر دو گے لیکن چار ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جن کو وضع کر کے میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے اور ان میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا ایک حرف بھی نہیں ہے، رشید نے کہا اے زندیق! تو عبد اللہ بن مبارک اور ابن اسحاق فزاری کو کیا سمجھتا ہے ان کی تنقید کی چھلنی سے تیری وضع کی ہوئی حدیثوں کا ایک ایک حرف نکل جائے گا۔ [۲]

حدیث موضوع کی معرفت کے قواعد اور ضوابط

ملا علی قاری، ابن قیم جوزیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں (ہم نے ان قواعد اور احادیث کا ذکر نہیں کیا جس سے ملا علی قاری نے اختلاف کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

ہم ایسے چند قواعد کلیہ بیان کرتے ہیں جن سے کسی حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہو سکے گا!

(۱)۔ کسی حدیث میں ایسی بے تکی اور بے اصول باتیں ہوں جن کا کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصور نہیں ہے اور اس کی حدیث موضوع میں بہت مثالیں ہیں، ایک مثال یہ ہے:

جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرے گا جس کی ستر ہزار زبانیں ہوں گی اور ہر زبان کی ستر ہزار لغات ہوں گی اور وہ پرندے اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں گے اور جس شخص نے فلاں فلاں کام کیا اس کو جنت میں ستر ہزار شہر ملیں گے اور ہر شہر میں ستر ہزار محل ہوں گے اور ہر محل میں ستر ہزار حوریں ہوں گی، اور اس جیسی حدیثیں، ان کو بنانے والا انتہائی جاہل اور احمق تھا اور یا وہ زندیق شخص تھا وہ اس قسم کی احادیث گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنا چاہتا تھا

(۲)۔ ایسی حدیث جس کی حس اور مشاہدہ تکذیب کرتا ہو جیسے یہ حدیث کہ: بینگن کھانا ہر بیماری سے شفاء ہے، اسی طرح یہ حدیث کہ اگر کسی حدیث کو بیان کرتے وقت اس کو چھینک آئے تو وہ اس کی صداقت کی دلیل ہے، حالانکہ کئی مرتبہ جھوٹ بولتے وقت لوگوں کو چھینک آ جاتی ہے، اور کوئی شخص حدیث بیان کرے اور اس کو ایک

---

[۱]۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۱۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[۲]۔ حافظ ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر دمشق، ۱۴۰۴ھ

لاکھ مرتبہ بھی چھینکیں آجائیں تو اس سے اس حدیث کی صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

(۳) وہ حدیث جو کسی مضحکہ خیز بات پر مشتمل ہو مثلاً یہ حدیث کہ اگر چاول آدمی ہوتا تو حلیم الطبع ہوتا جو بھوکا شخص چاول کھاتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے۔ یہ بات کسی عام فاضل شخص سے بھی متصور نہیں ہے چہ جائیکہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ اسی طرح یہ حدیث کہ اخروٹ کھانا بزدلی کی دوا ہے اور جب یہ پیٹ میں جاتا ہے تو شفا بن جاتا ہے۔

(۴)۔ وہ حدیث جو کسی صریح سنت کے خلاف ہو اور اس میں واضح تضاد ہو سو ہر وہ حدیث جو کسی فساد، ظلم، عبث، باطل کی مدح یا حق کی مذمت پر مشتمل ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، ایسی ہی یہ حدیث ہے جس کا نام محمد یا احمد ہو یا جو کسی شخص کا نام محمد یا احمد رکھے جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ ہم کو دین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص محض اسماء اور القاب کی بناء پر دوزخ سے نجات نہیں پائے گا نجات تو صرف ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوگی۔

(۵)۔ جس حدیث میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے سامنے علی الاعلان کوئی کام کیا اور وہ سب صحابہ اس کے چھپانے پر متفق ہو گئے اور کسی نے اس کو ظاہر نہیں کیا جیسا کہ بعض کذابین نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی پر تمام صحابہ کے سامنے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اور سب صحابہ نے اس کو پہچان لیا کہ یہ میرا وصی اور میرا بھائی اور میرے بعد خلیفہ ہے، اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا، پھر صحابہ اس کو چھپا لے اور اس کو متغیر کرنے پر متفق ہو گئے۔

(۶)۔ ایسی حدیث جو فی نفسہ باطل ہو اور اس کا نفس مضمون اس پر دلالت کرتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہو سکتا جیسے یہ احادیث ہیں (ا) جب رب غضب میں ہوتا ہے تو فارسی میں کلام کرتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو عربی میں کلام کرتا ہے۔ (ب) چھ چیزیں نسیان کو پیدا کرتی ہیں، چوہے کا جوٹھا، جوں کو آگ میں ڈالنا، ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا، قملہ سر چبانا، کھٹا سیب کھانا، گدی کی رگ میں فصد لگواتے ہوئے باتیں کرنا۔ (ج) اے حمیرا! دھوپ میں گرم پانی سے غسل نہ کرنا اس سے برص پیدا ہوتا ہے (د) جس شخص کے پاس صدقہ کے لیے مال نہ ہو وہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، کیونکہ لعنت کبھی بھی صدقہ کا بدل نہیں ہے۔ (ھ) میں نے قسم کھائی ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا اس کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔

(۷)۔ جو حدیث کلام انبیاء کے مشابہ نہ ہو جیسے یہ حدیث: (ا) تم ملیح چہرے اور سیاہ آنکھوں کو دیکھا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ملیح کو دوزخ میں ڈالنے سے حیا فرماتا ہے (ب) جو لوگ سر منڈاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور حضرت علی ان کے پیشوا ہیں۔

(۸)۔ ہر وہ حدیث جس میں حسین چہرے والوں کی مدح و ثناء ہو اور انھیں دیکھنے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرنے کا حکم ہو اور یہ کہ آگ ان کو نہیں چھوئے گی یہ سب جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں ہیں۔ البتہ یہ حدیث کہ حسین چہرے والوں سے خیر طلب کرو، اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے، اور امام طبرانی، امام ابو یعلیٰ، امام بیہقی، امام ابن عساکر وغیرہ نے مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے، یہ موضوع نہیں ہے، حسن یا ضعیف ہے۔

(مصنف کہتا ہے کہ بعض کتابوں میں اس کو بہ طور حدیث لکھا۔

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور۔ جب تم معاملات میں حیران ہو تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔

ملا علی قاری نے اس کو لما قیل سے تعبیر کیا ہے یعنی یہ ایک قول ہے۔ شرح مسند ابی حنیفہ ص ۲۲۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، اور علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے لکھا ہے، یہ ابن کمال پاشا کی اربعین میں مذکور ہے۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۱ ص ۸۵، مطبوعہ مکتبہ غزالی دمشق)

(۹) جس حدیث میں تاریخ معین بیان کی ہو کہ جب فلاں سن یا فلاں مہینہ ہو گا تو فلاں واقعہ ہو گا۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے: جب محرم میں چاند گرہن ہو گا تو مہنگائی ہو گی، جنگ ہو گی اور سلطان مشغول ہو گا اور جب صفر میں چاند گرہن ہو گا تو اس طرح ہو گا، اس طرح بارہ مہینوں کے متعلق حدیثیں ہیں اور یہ سب باطل اور جھوٹی حدیثیں ہیں۔

(۱۰) جس حدیث میں طب کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں مثلاً یہ حدیثیں: (ا) ہریسہ کمر مضبوط کرتا ہے (ب) مچھلی کھانے سے ذہانت چلی جاتی ہے (ج) ایک شخص نے آپ سے قلت اولاد کی شکایت کی تو آپ نے اس کو پیاز اور انڈے کھانے کا حکم دیا۔

(۱۱) وہ احادیث جن میں ایسی چیزیں بیان کی گئی ہوں جن کے بطلان پر شواہد صحیحہ قائم ہوں، جیسے عوج بن عنق کی طوالت کی حدیث ہے، اس حدیث میں ہے کہ عوج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس ہاتھ لمبا تھا، طوفان نوح صرف اس کے ٹخنوں تک پہنچ سکا وہ سمندر سے مچھلی نکالتا اور سورج سے لگا کر بھون لیتا، یہ حدیث اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ مصنوع اور جھوٹی ہے۔

(۱۲) جو حدیث صریح قرآن کے مخالف ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے اور ہم ساتویں ہزار میں ہیں۔ اس حدیث کا جھوٹا ہونا بالکل ظاہر ہے، کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہر شخص کو علم ہو جاتا کہ اب قیامت کے آنے میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

لا تاتیکم الا بغتۃ۔ (اعراف: ۱۸۷) قیامت تم پر اچانک ہی آئے گی۔

(۱۳) اسی طرح مخصوص دنوں اور راتوں کی نمازوں کے متعلق احادیث ہیں جیسے اتوار کی نماز اور پیر کی نماز حتی کہ ہفتہ کے ہر دن کے متعلق نماز ہے۔ اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب کی پہلی تاریخ کو مغرب کے بعد بیس رکعت نماز پڑھی وہ پل صراط سے بغیر حساب کے گذر جائے گا، اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب میں کسی دن روزہ رکھا اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں سو بار آیت الکرسی پڑھی اور دوسری رکعت میں سو بار سورۂ اخلاص پڑھی وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھنے سے پہلے نہیں مرے گا، یہ سب موضوع حدیثیں ہیں۔

(۱۴) شعبان کی پندرھویں شب کے متعلق بھی موضوع حدیثیں ہیں: (۱) اے علی! جس شخص نے شعبان کی پندرھویں شب کو اس طرح سو رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا تو وہ اس رات اللہ تعالیٰ سے جس حاجت کو طلب کرے گا اللہ اس کی اس حاجت کو پورا کر دے گا اور اس کو ستر ہزار حوریں دے گا، ہر حور کے ستر ہزار غلام ہوں گے اور ستر ہزار بچے ہوں گے اور اس کے آخر میں ہے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک ستر ہزار کی

شفاعت کرے گا جس شخص کو سنت کا ذرا سا بھی علم ہو گا وہ اس قسم کی حدیثوں سے دھوکا نہیں کھائے گا۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے جس شخص نے اس رات میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے پاس بشارت دینے کے لیے ایک لاکھ فرشتے بھیجے گا۔

(۱۵)۔ جس حدیث کے الفاظ ایسے رکیک ہوں جن سے سماعت اور طبع متنفر ہو، جیسے یہ حدیث ہے:

ان للہ ملکا من حجارۃ یقال لہ عمارۃ ینزل علی حمار من حجارۃ کل یوم فیسعر۔

اللہ کے لیے پتھر کا ایک فرشتہ ہے جس کو عمارہ کہتے ہیں وہ ہر روز پتھر کے گدھے پر نازل ہوتا ہے اور اس کو جلاتا ہے۔

(۱۶)۔ جو احادیث کالوں اور سیاہ فاموں کی مذمت میں ہیں، جیسے یہ حدیث ہے: حبشی کا جب پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ زنا کرتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو چوری کرتا ہے (اسی طرح جلاہوں کی مذمت میں بھی احادیث وضع کی گئی ہیں)

(۱۷)۔ ترک، خصیوں اور غلاموں کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں اور غلاموں کی مذمت میں بھی احادیث ہیں، مثلاً یہ حدیث ہے، اگر اللہ کے علم میں خصیوں میں کوئی خیر ہوتی تو وہ ان پشت سے ایسی اولاد نکالتا جو اللہ کی عبادت گذار ہوتی۔

(۱۸) جس حدیث کے موضوع ہونے پر اسی حدیث میں قرائن قائم ہوں، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ اہل خیبر سے جزیہ معاف کر دیا گیا، یہ حدیث ان وجوہ سے موضوع ہے۔ (ا) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کی شہادت کا ذکر ہے اور وہ غزوہ خندق سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (ب) اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اس طرح لکھا تھا اور حضرت معاویہ فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے تھے، (ج) اس وقت تک جزیہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور نہ پہلے صحابہ اور عرب میں یہ طریقہ معروف تھا، جزیہ کے احکام غزوہ تبوک کے سال نازل ہوئے ہیں، اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں اور یمن کے یہودیوں پر جزیہ مقرر کیا اور مدینہ کے یہودیوں سے جزیہ نہیں لیا، کیونکہ ان سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا، پھر جب انھوں نے عہد شکنی کی تو ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو جلا وطن کر دیا اور آپ نے اہل خیبر سے فرضیت جزیہ سے پہلے صلح کر لی تھی (د) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لازماً جزیہ مقرر نہیں کیا تھا بلکہ فرمایا تھا ہم جب تک چاہیں گے تم کو مدینہ میں رکھیں گے (ہ) اس قسم کا واقعہ اگر ہوتا تو اس کی بہ کثرت روایات ہوتیں، (و) اہل خیبر نے پہلے ایسا کوئی احسان نہیں کیا تھا کہ ان سے جزیہ معاف کر دیا جاتا انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، اور کئی صحابہ کو شہید اور زخمی کیا، ان کے علاوہ اور بہت دلائل ہیں۔

(۱۹)۔ اولاد کی مذمت میں تمام احادیث موضوع ہیں، مثلاً یہ حدیث موضوع ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص ایک سو ساٹھ کتے کے پلے پالے تو وہ ایک بچہ کو پالنے سے بہتر ہے۔

(۲۰)۔ مستقبل کی تاریخوں کے متعلق احادیث موضوع ہیں مثلاً جب ۱۳۵ سال گذر جائیں گے تو حضرت سلیمان نے جن کو قید کیا تھا وہ سب نکل آئیں گے، اور فلاں سن میں یہ ہو گا اور فلاں سن میں یہ ہو گا۔

(۲۱)۔ قرآن مجید کی سورتوں اور ان کے پڑھنے کے ثواب کے متعلق احادیث موضوع ہیں کہ جس نے فلاں سورت پڑھی تو

اس کو فلاں اجر ہوگا، ثعلبی اور واحدی نے ہر سورت کے شروع میں اس قسم کی احادیث ذکر کی ہیں اور بیضاوی اور زمخشری نے ہر سورت کے آخر میں ذکر کی ہیں، اور مفتی ابوالسعود نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور زندیقوں نے ان حدیثوں کے وضع کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ (اس کے حوالے گزر چکے ہیں)۔

(۲۲) حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت میں یہ احادیث موضوع ہیں (ا) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا۔ (ب) جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ (ج) جب اللہ تعالیٰ نے روحوں کو پسند کیا تو ابوبکر کی روح کو پسند کیا۔

(۲۳)۔ حضرت علی کی فضیلت میں احادیث موضوع ہیں؛ حافظ ابو یعلیٰ نے کہا کہ رافضیوں نے حضرت علی اور اہل بیت کی فضیلت میں تین لاکھ سے زیادہ احادیث وضع کی ہیں۔

(۲۴)۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے ناموں کے ساتھ ان کی فضیلت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۵)۔ حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص اور بنوامیہ کی مذمت میں احادیث گھڑی گئی ہیں۔

(۲۶)۔ منصور اور سفاح کی مدح میں حدیثیں بنائی گئی ہیں۔

(۲۷)۔ یزید، ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۸)۔ بغداد، بصرہ، کوفہ، مرو، قزوین، عسقلان اور اسکندریہ کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۲۹)۔ اولاد عباس پر دوزخ حرام ہونے اور اولاد عباس کے لیے خلافت کے متعلق احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۰)۔ حضرت ابوموسیٰ کی مذمت میں جھوٹی احادیث بنائی گئی ہیں۔

(۳۱)۔ جس حدیث میں ہے کہ فلاں شہر جنت کے شہروں میں سے ہے اور فلاں شہر دوزخ کے شہروں میں سے ہے

(۳۲)۔ ایمان میں کمی بیشی کی نفی اور اثبات میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۳)۔ پھولوں کی فضیلت میں احادیث وضع کی گئی ہیں مثلاً نرگس اور گلاب کے بارے میں اور یہ سب جھوٹ ہیں۔

(۳۴)۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سماع کی محفل میں آئے اور آپ نے رقص کیا حتیٰ کہ آپ کی قمیص پھٹ گئی، اللہ تعالیٰ اس کے واضع پر لعنت کرے، اس نے کیسی جرأت کی ہے، جاہل صوفیاء کی اس طرح کی بنائی ہوئی احادیث موضوع ہیں۔

(۳۵)۔ جس شخص نے کسی بخشے ہوئے آدمی کے ساتھ کھانا کھایا وہ بھی بخشا جائے گا، اس طرح کی احادیث موضوع ہیں۔

(۳۶)۔ جب تم میں سے کسی کو ماں نماز میں بلائے تو اس کے بلانے پر جائے اور جب باپ بلائے تو نہ جائے، اس کو عبدالعزیز بن ابان قرشی اموی نے روایت کیا ہے، یہ شخص کذاب تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔[1] (نفل نماز میں مسئلہ اسی طرح ہے، البتہ فرض نماز میں ماں کے بلانے پر بھی نہ جائے۔ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں اس کی تفصیل ہے)

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

کبھی کوئی حدیث مغالطہ کی وجہ سے بھی موضوع ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۹۳ ـ ۹۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن اسمٰعیل بن محمد الطلحی عن ثابت بن موسی الزاھد عن شریك عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر مرفوعا من کثرت صلاته باللیل حسن وجهه بالنهار۔

اسماعیل بن محمد از ثابت بن موسیٰ زاہد از شریک از اعمش از ابوسفیان از حضرت جابر روایت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو بہ کثرت نماز پڑھے صبح اس کا چہرہ حسین ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۹۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث میں مغالطہ کا حاکم نے ذکر کیا ہے کہ ثابت بن موسیٰ، قاضی شریک بن عبداللہ کے پاس گئے اور حدیث لکھنے والا ان کے اور شریک کے درمیان بیٹھا تھا، شریک نے اس کو لکھوانے کے لیے کہا از اعمش از ابوسفیان از جابر روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابھی حدیث کا متن نہیں لکھوایا تھا کہ اچانک ان کی ثابت بن موسیٰ کی طرف نظر پڑی تو کہنے لگے: "جو شخص رات کو بہ کثرت نماز پڑھے صبح اس کا چہرہ حسین ہوتا ہے"، اور ان کی اس سے مراد ثابت تھے، کیونکہ وہ بہت زاہد اور متقی تھے، ادھر ثابت نے یہ گمان کیا کہ اعمش نے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث مرفوعاً روایت کی ہے، تو ثابت اس حدیث کو شریک سے روایت کرنے لگے۔ [1]

حافظ عراقی نے اس کا ذکر شرح الفیہ میں بھی کیا ہے۔ [2]

حافظ زکریا انصاری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ومن جملة القرائن الدالة على الوضع الافراط بالوعيد الشديد على الامر اليسير او بالوعد العظيم على الفعل اليسير وهذا كثير موجود فى حديث القصاص والطرقية۔ [4]

حدیث کے موضوع ہونے پر ایک قرینہ یہ ہے کہ کسی تھوڑی سی بات پر بہت سخت عذاب کی وعید ہو یا کسی تھوڑے سے کام پر بہت عظیم ثواب کی بشارت ہو اور یہ چیز بازاری لوگوں اور قصے اور واقعات بیان کرنے والوں میں بکثرت موجود ہے۔

اس کی مثال یہ ہے، ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام احمد اور یحییٰ بن معین نے مسجد رصافہ میں نماز پڑھی ان کے سامنے ایک قصہ گو کھڑا ہوا اور اس نے حدیث بیان کی از احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین از عبدالرزاق از معمر از قتادہ از انس روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ

[2] " " " " ، التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] حافظ زکریا بن محمد انصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ، فتح الباقی علی الفیۃ العراقی ج ۱ ص ۲۷۸، " " "

[4] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۲ ص ۸۴۲-۸۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی، متحدہ عرب امارات

پُر مرجان کے، اور اس نے بیس ورق کا ایک طویل قصہ بیان کیا، امام احمد بن حنبل حیرت سے یحییٰ بن معین کی طرف دیکھ رہے تھے اور یحییٰ، امام احمد کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ ہر ایک نے کہا ہرگز نہیں، جب وہ قصہ سے فارغ ہو گیا تو انھوں نے اس کو بلایا اور اس سے پوچھا تم نے یہ حدیث کس سے روایت کی ہے؟ اس نے کہا احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے، یحییٰ بن معین نے کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں، ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہرگز نہیں سنی، تم کیوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو؟ اس نے کہا میں ایک عرصہ سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق آدمی ہے، آج مجھے اس کی تصدیق ہو گئی۔ یحییٰ نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا تم یہ سمجھتے ہو کہ دنیا میں صرف تمہی یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہو، میں سترہ ایسے آدمیوں سے حدیث روایت کرتا ہوں جن کا نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہے اور ان کا مذاق اڑا کر چل دیا۔[1]

حدیث متروک کا بیان

حدیث متروک کی تعریف یہ ہے:

هوالحديث الذى فى اسناده راو متهم بالكذب۔[2]

یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر کذب کی تہمت ہو۔

کذب کی تہمت دو وجہوں سے ہوتی ہے (ا) وہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔ (ب) اس شخص کا عادۃً جھوٹ بولنا مشہور ہو لیکن حدیث نبوی میں اس کا جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو اور اس کا راوی کذب کے ساتھ متہم ہو، اور وہ حدیث صرف اسی شخص سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو یا وہ راوی حدیث نبوی کے ماسوا میں جھوٹ بولنے میں مشہور ہو یا وہ بہت غلطیاں کرتا ہو یا فاسق ہو یا غافل ہو تو اس کی حدیث متروک ہے اور یہ ایک مستقل قسم ہے جس کا علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے جیسے از فرقد از مرہ از ابی بکر آنے کے صدقہ کی حدیث ہے، اور از عمرو بن شمر از جابر الجعفی از حارث از علی ایک حدیث مروی ہے۔[3]

مو خر الذکر سند سے جو حدیث مروی ہے اس کا حافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے:

عن عمرو بن شمر عن جابر عن ابي الطفيل عن علي وعمار قالا كان النبي صلى الله عليه وسلم يقنت في الفجر ويكبر يوم عرفة من صلوة الغداة ويقطع صلوة العصر آخر ايام

عمرو بن شمر از جابر از ابی الطفیل از حضرت علی و حضرت عمار یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قنوت کرتے تھے اور یوم عرفہ کو صبح کی نماز سے تکبیرات تشریق شروع کرتے اور آخر

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۱۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ہند

[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

التشریق (الی قولہ) وقال النسائی والدارقطنی وغیرھما عمر بن شمر متروك الحدیث[1]

ایام تشریق میں عصر کی نماز میں تکبیرات ختم کرتے، امام نسائی، اور دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ عمر بن شمر متروک الحدیث ہے۔

حدیث متروک کی ایک اور مثال یہ ہے:

امام ابن جوزی روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ بن محمد بن یحیی بن عروۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابی صالح السمان عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سیلیکم بعدی ولاۃ فیلیکم البر ببرہ والفاجر بفجورہ فاسمعوا لھم واطیعوا فیما وافق الحق وصلوا وراءھم فان احسنوا فلکم ولھم وان اساءوا فلکم وعلیھم۔[2]

عبداللہ بن محمد بن یحیی بن عمرو از ہشام بن عروہ از ابی الصالح السمان از حضرت ابی ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد حاکم ہوں گے، ان میں نیکی کرنے والے نیک حاکم ہوں گے اور برائی کرنے والے بُرے بھی ہوں گے، تم ان کے احکام سُننا، اور جو احکام حق ہوں ان میں ان کی اطاعت کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا، اگر انھوں نے اچھے حکم دیے تو ان کے لیے اور تمہارے لیے اجر ہے اور اگر انھوں نے بُرے حکم دیے تو تم کو اجر ملے گا، اور ان پر وبال ہوگا۔

امام ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اما حدیث ابی ھریرۃ ففی طریقہ الاول عبداللہ بن محمد بن یحیی قال ابو حاتم الرازی متروك الحدیث[3]

رہی حضرت ابوہریرہ سے روایت تو اس کی پہلی سند میں عبداللہ بن محمد بن یحیی ہے، ابوحاتم نے کہا متروک الحدیث ہے۔

حدیث منکر کا بیان

منکر انکار کا اسم مفعول ہے اور انکار، اقرار کی ضد ہے، جب راوی میں فحش غلطی یا کثرت غفلت یا فسق کا طعن ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فمن فحش غلطہ اوکثرت غفلتہ او ظھر فسقہ فحدیثہ منکر[4]

جو روایت میں سنگین غلطی کرتا ہو، یا بہت غفلت کرتا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث منکر ہے

علامہ نووی لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ

[2] امام ابو الفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۴، مطبوعہ مطبعہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

[3] " " " " " ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۷، " "

[4] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۶، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی۔

قال الحافظ البرديجي هو الفرد الذي لا يعرف متنه عن غير راويه وكذا اطلقه كثيرون والصواب فيه التفصيل الذي في الشاذ۔[1]

حافظ بردیجی نے کہا کہ منکر اس فرد حدیث کو کہتے ہیں جس کا متن اس راوی کے علاوہ اور کسی راوی سے معروف نہ ہو، اکثر علماء نے منکر کو اسی طرح مطلقاً بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی شاذ والی تفصیل ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث منکر کی دو تعریفیں ہیں ایک وہ تعریف ہے جو حافظ بردیجی سے منقول ہے اور دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ فرد حدیث ہے جس کے راویوں میں کوئی ثقہ اور صاحب اتقان راوی نہ ہو جو اس تفرد کا حامل ہو[2] اول الذکر تعریف کے اعتبار سے اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن همام عن ابن جريج عن الزهري عن انس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتمه قال ابوداؤد هذا حديث منكر وانما يعرف عن ابن جريج عن زياد بن سعد عن الزهري عن انس قال ان النبي صلى الله عليه وسلم اتخذ خاتما من ورق ثم القاه والوهم فيه من همام ولم يروه الا همام[3]

از ہمام از ابن جریج از زہری از حضرت انس تعالیٰ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے، امام ابوداؤد نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کے مقابلہ میں معروف حدیث یہ ہے از ابن جریج از زیاد بن سعد از زہری از حضرت انس روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنائی پھر اس کو پھینک دیا اس (منکر) حدیث میں ہمام کو وہم ہوا ہے، اور ہمام کے سوا کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔

ثانی الذکر تعریف (جس کا راوی غیر ثقہ ہو اور اس متن کے ساتھ متفرد ہو) کے اعتبار سے منکر کی مثال یہ حدیث ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن يحيى بن محمد بن قيس المدني ثنا هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلوا البلح بالتمر كلوا الخلق بالجديد فان الشيطان يغضب ويقول بقي ابن آدم

از یحییٰ بن محمد بن قیس مدنی از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچی کھجور کو چھوارے کے ساتھ ملا کر کھاؤ، اور پرانی کھجور کو نئی کھجور کے ساتھ ملا کر کھاؤ کیونکہ شیطان غضب ناک ہوتا ہے اور کہتا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۳۹ ۔ ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

[2] علامہ جلال سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ ھ

حتی اکل الخلق بالجدید[1]	کہ ابن آدم اتنا عرصہ زندہ رہا کہ پرانی کھجور نئی کھجور کے ساتھ کھا رہا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، اس کی روایت میں ابو زکیر (یحییٰ بن محمد بن قیس) متفرد ہے اور وہ شیخ صالح ہے، امام مسلم نے اس کی متابعات کو روایت کیا ہے البتہ وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے کہ اس کے تفرد کو قبول کر لیا جائے، بلکہ ائمہ حدیث نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے، ابن معین نے کہا وہ ضعیف ہے، ابن حبان نے کہا اس کی روایات سے استدلال نہیں کیا جاتا، عقیلی نے کہا اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے، ابن عدی نے اس کی چار منکر روایات بیان کی ہیں۔[2]

اس کے علاوہ اس حدیث میں معنوی رکاکت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان مومن کی محض لمبی حیات سے غضب ناک نہیں ہوتا بلکہ اس کی اطاعت اور عبادت سے اور توبہ اور استغفار سے غضب ناک ہوتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ منکر اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں غیر ثقہ راوی، ثقہ راوی کی مخالفت کرے اس کی مثال یہ ہے:

مالک عن الزھری عن علی بن حسین عن عمر بن عثمان عن اسامۃ بن زید عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم۔	مالک از زہری از علی بن حسین از عمر بن عثمان از اسامہ بن زید از رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا مسلمان کافر کا، اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔

اس میں مالک نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے انھوں نے عمر بن عثمان کہا ہے اور امام مسلم نے کتاب التمییز میں لکھا ہے زہری کے اصحاب میں سے جس نے بھی اس کو روایت کیا ہے اس نے عمرو بن عثمان کہا ہے، اور وہ روایت کے وقت عمر بن عثمان کے گھر کی طرف اشارہ بھی کرتا تھا کیونکہ دوسرے راوی اس کی مخالفت کرتے ہیں اور عمرؔ اور عمروؔ دونوں عثمان کے بیٹے ہیں اور اس روایت کا راوی عمرو ہے۔[3]

منکر کی مقابل "معروف" کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان وقعت المخالفۃ مع الضعف فالراجح یقال لہ المعروف ومقابلہ یقال لہ المنکر[4]	اگر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے تو ضعیف کی روایت کو منکر اور ثقہ کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔

اس کی مثال ابن ابی حاتم کی یہ روایت ہے:

حبیب بن حبیب عن ابی اسحٰق عن العیزار	حبیب بن حبیب از ابی اسحٰق از عیزار بن حریث

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۴۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۴۲-۴۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[4] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ شرح نخبۃ الفکر ص ۴۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی، کراچی

بن حريث عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من اقام الصلوٰة واٰتی الزكوٰة وحج البيت وصام وقرى الضيف دخل الجنة۔

از ابن عباس از نبی صلے اللہ علیہ وسلم روایت ہے آپ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی، زکوٰۃ دی، روزہ رکھا، مہمان نوازی کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

امام ابو حاتم نے کہا یہ حدیث منکر ہے کیونکہ حبیب بن حبیب کے علاوہ دوسرے ثقہ راویوں نے اس حدیث کو ابو اسحاق سے موقوفاً روایت کیا ہے اور یہی حدیث معروف ہے۔ [۱]

شاذ اور محفوظ کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فان خولف بارجح منه لمزيد ضبط او كثرة عدد او غير ذلك من وجوه الترجيحات يقال له المحفوظ ومقابله وهو المرجوح يقال له الشاذ۔ [۲]

جو راوی ضبط کی زیادتی، کثرت عدد یا دوسری وجوہ ترجیح (مثلاً راوی کی فقہ، علو سند، یا اس کی روایت کا اس کتاب میں ہونا جو امت کے نزدیک مقبول ہو) سے راجح ہو اس کی روایت کو محفوظ اور جو اس راجح راوی کی مخالفت کرے اور وہ اس کی بہ نسبت مرجوح ہو تو اس کی روایت کو شاذ کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے: امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن عوسجة عن ابن عباس ان رجلا توفی علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم يدع وارثا الا مولى هو اعتقه الحديث۔

ابن عیینہ از عمرو بن دینار از عوسجہ از ابن عباس روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے عہد میں فوت ہو گیا اور اس نے ورثا میں صرف ایک غلام چھوڑا جس کو وہ آزاد کر چکا تھا۔

اس حدیث کے اتصال میں ابن عیینہ کی ابن جریج وغیرہ نے متابعت کی ہے، اور حماد بن زید نے ابن عیینہ کی مخالفت کی اس نے اس حدیث کو از عمرو بن دینار، از عوسجہ مرسلاً روایت کیا اور حضرت ابن عباس کا ذکر نہیں کیا۔ ابو حاتم نے کہا ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔

حماد بن زید بھی اہل عدالت اور ضبط میں سے ہے اس کے باوجود ابن حاتم نے ابن عیینہ کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ متعدد سندوں سے یہ حدیث موصولاً مروی ہے اور صرف حماد نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے، اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو مقبول راوی روایت کرتا ہے لیکن وہ اپنے سے زیادہ اولیٰ اور راجح راوی کی مخالفت کرتا ہے، اور شاذ کی تعریف میں یہی اصطلاح معتمد ہے۔

---

[۱] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[۲] ″ ″ ″ ″ ″ ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۰،

شاذ اور منکر میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں میں کسی کی مخالفت ہوتی ہے یہ مادہ اجتماعی ہے لیکن شاذ ثقہ اور صدوق کی روایت ہوتی ہے اور منکر ضعیف کی روایت ہوتی ہے اور جس شخص نے ان دونوں کو برابر قرار دیا وہ غافل ہے۔[1]

حدیث معلل کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان اطلع على الوهم بالقرائن الدالة على وهم راويه من وصل مرسل او منقطع او ادخال حديث في حديث او نحو ذلك من الاشياء القادحة ويحصل معرفة ذلك بكثرة التتبع وجمع الطرق فهذا هو المعلل۔

اگر قرائن سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اور اسی قسم کے اوہام (مثلاً موصول کو مرسل قرار دینا، یا مرفوع کو موقوف قرار دینا یا بالعکس، یا ضعیف راوی کو ثقہ سے بدل دینا یا بالعکس۔) جو حدیث میں طعن کا موجب ہیں، اور اس کی معرفت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کر لیا جائے تو یہ حدیث معلل ہے۔

حدیث معلل کی معرفت علم حدیث میں انتہائی غامض اور دقیق ہے، جب تک کسی شخص کو علم حدیث میں قوی ملکہ حاصل نہ ہو اس کو حدیث معلل کی پہچان نہیں ہو سکتی، اسی وجہ سے بہت کم ائمہ نے حدیث معلل کی تحقیق کی ہے، مثلاً امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام یعقوب بن ابی شیبہ، امام ابو حاتم، امام ابو زرعہ اور امام دارقطنی۔[2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

کبھی علت صرف سند میں ہوتی ہے اور متن حدیث معروف اور صحیح ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث:

عن يعلى بن عبيد عن سفيان الثوري عن عمرو بن دينار عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال البيعان بالخيار۔

از یعلیٰ بن عبید، از ثوری، از عمرو بن دینار از ابن عمر از نبی صلے اللہ علیہ وسلم روایت ہے۔ آپ نے فرمایا بائع اور مشتری کو اختیار ہے۔

اس سند میں یعلیٰ بن عبید نے یہ غلطی کی کہ عمرو بن دینار کہا حالانکہ سفیان ثوری عمرو بن دینار سے نہیں عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں، سفیان کے باقی تمام شاگرد، مثلاً ابو نعیم فضل بن دکین، محمد بن یوسف فریابی اور مخلد بن یزید وغیرہم سب سفیان کی روایت عبداللہ بن دینار سے کرتے ہیں۔[3]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۲۔ ۴۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] " " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۹۱،

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علامہ سخاوی نے کہا کبھی علت ضعیف راوی کو ثقہ کے ساتھ بدل دینے سے ہوتی ہے جیسے ابن مردویہ کی یہ حدیث ہے:

موسى بن عقبة عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اذهب عنكم عبية الجاهلية۔

موسیٰ بن عقبہ از عبد اللہ بن دینار از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی برائیوں کو دور کر دیا۔

اس حدیث میں ابن مردویہ کی غلطی یہ ہے کہ اس نے موسیٰ بن عقبہ کہا حالانکہ یہ موسیٰ بن عبیدہ ہے اور یہ ثقہ راوی ہے اور ابن عقبہ ضعیف ہے۔ [1]

حدیث مرسل کو موصولاً روایت کرنے کی وجہ سے علت کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حدثنا وليد بن مسلم اخبرني ثور بن يزيد عن رجاء بن حيوة عن كاتب المغيرة عن المغيرة بن شعبة ان النبي صلى الله عليه وسلم مسح اعلى الخف واسفله۔

ولید بن مسلم از ثور بن یزید از رجاء بن حیوۃ از کاتب مغیرہ از مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزے پر اوپر اور نیچے مسح کیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث معلول ہے: ثور بن یزید کے شاگردوں میں سے ولید بن مسلم کے سوا کسی نے اس کو موصولاً روایت نہیں کیا، میں نے امام ابو زرعہ اور امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابن المبارک نے اس کو از ثور از رجاء روایت کیا ہے، مجھے از کاتب مغیرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث مرسلاً بیان کی گئی ہے اور اس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔ [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث معلل کا اطلاق کبھی اس تعریف مذکور کے غیر پر بھی کیا جاتا ہے، مثلاً راوی کے کذب، اس کی غفلت اس کے بد حافظہ وغیرہ پر جو ضعف حدیث کے اسباب ہیں، اور امام ترمذی نے نسخ کو بھی علت لکھا ہے اور بعض ائمہ نے ایسی مخالفت پر بھی علت کا اطلاق کیا ہے جو وجہ طعن نہیں ہے، مثلاً ثقہ اور ضابطہ راوی جس حدیث کو موصولاً بیان کرے اس کو مرسلاً بیان کرنا حتیٰ کہ بعض نے کہا بعض صحیح حدیث معلل ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے بعض صحیح حدیث شاذ ہیں۔ [3]

ہم نے اس سے پہلے حدیث معلل کی جو مثالیں ذکر کی ہیں ان میں سند میں علت خفیہ تھی بعض اوقات متن میں بھی

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱ - ۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۵۸ - ۲۵۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

بھی علت خفیہ ہوتی ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی عن قتادۃ انہ کتب الیہ یخبرہ عن انس بن مالک انہ حدثہ قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم وکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العلمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی اٰخرھا۔

ولید بن مسلم از اوزاعی از قتادہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ سب الحمد للہ رب العالمین سے نماز شروع کرتے تھے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا قرأت کے شروع میں ذکر کرتے نہ آخر میں،

اس حدیث کو حمید نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت انس نے یہ کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی بلکہ صرف یہ ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی، اور ولید بن مسلم نے جو روایت میں یہ ذکر کیا ہے" کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، امام ابن عبدالبر نے کہا یہ ان کے نزدیک خطاء ہے، امام بیہقی نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ [1]

حدیث مدرج کا بیان

مدرج، ادراج کا اسم مفعول ہے، کسی چیز کو کسی چیز میں داخل کرنا یا کسی چیز کو کسی چیز کے ضمن میں کرنا یہ ادراج کا لغوی معنی ہے۔

مدرج کی دو قسمیں ہیں، مدرج الاسناد اور مدرج المتن، مدرج الاسناد کی تعریف یہ ہے:۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مایقع فیہ المخالفۃ للثقات بسبب تغییر سیاق الاسناد فھو مدرج الاسناد۔

جس حدیث کی سند میں تغیر کی وجہ سے ثقات کی مخالفت ہو وہ مدرج الاسناد ہے۔

مدرج الاسناد کی حسب ذیل اقسام ہیں:

۱۔ ایک جماعت ایک حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرے اور کوئی راوی ان تمام مختلف سندوں کو ایک سند بنا کر حدیث روایت کرے اور ان کا اختلاف نہ بیان کرے۔

۲۔ ایک راوی ایک متن کو ایک سند کے ساتھ روایت کرتا ہو اور اس متن کے بعض حصہ کو دوسری سند سے روایت کرتا ہو اور یہ مخالفت کرکے پورے متن کو پہلی سند کے ساتھ بیان کر دے۔

(۲۔ب) ایک راوی ایک حدیث کو ایک شیخ سے سنتا ہے اور اس کے بعض حصے کو اس شیخ کے شیخ سے کسی واسطے سے سنتا ہے اور یہ شخص اس پوری روایت کو شیخ الشیخ سے روایت کرے اور اس واسطے کو حذف کر دے۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

۳ - ایک راوی دو مختلف حدیثوں کو دو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرتا ہو اور یہ مخالف ان دونوں حدیثوں کو ملا کر کسی ایک سند کے ساتھ روایت کرے یا ایک حدیث کو اس کی سند کے ساتھ بیان کرے لیکن اس میں دوسری حدیث کے الفاظ شامل کر دے، جو اس میں نہیں ہیں۔

۴ - شیخ کوئی سند یا حدیث بیان کرے، پھر کسی عارضہ کی بناء پر وہ خود کوئی بات کہے اور سننے والا یہ گمان کرے کہ یہ بات اس سند سے مروی ہے اور اس کی اسی طرح روایت کرے۔

یہ مدرج الاسناد کی اقسام تھیں، اور مدرج المتن وہ حدیث ہے کہ متن حدیث میں ایسا کلام داخل کیا جائے جو حدیث کا حصہ نہ ہو، کبھی یہ ادراج حدیث کے اول میں ہوتا ہے، کبھی وسط میں اور کبھی آخر میں اور یہ اکثر ہوتا ہے یا یہ مخالفت اس طرح ہوتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں صحابہ یا بعد کے لوگوں کا کلام داخل کر دیا جاتا ہے، اور یہ حدیث مدرج المتن ہوتی ہے۔

اور اس ادراج کا ادراک دوسری مفصل روایت کے وارد ہونے سے ہوتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ حدیث میں اتنا حصہ مدرج ہے یا راوی خود اس کی تصریح کرتا ہے کہ اصل حدیث میں اتنا حصہ مدرج ہے، یا بعض ائمہ جو اس ادراج پر مطلع ہوتے ہیں وہ اس کی تصریح کر دیتے ہیں یا وہ الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم سے ان کا صدور محال ہوتا ہے۔ [1]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث کے اول میں ادراج کی مثال یہ ہے: خطیب نے ابو قطن اور شبابہ سے روایت کیا ہے:

عن شعبة عن محمد بن زياد عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسبغوا الوضوء ...... ويل للاعقاب من النار۔	از شعبہ از محمد بن زیاد از ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو مکمل کیا کرو، کیونکہ خشک ایڑیوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔

اس حدیث میں اسبغوا الوضوء کا جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن آدم عن شعبة عن محمد حدثنا زياد قال سمعت ابا هريرة وكان يمر بنا والناس يتوضؤون من المطهرة فقال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلى الله عليه وسلم قال ويل للاعقاب من النار۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸)	آدم از شعبہ از محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ پانی کے برتن سے وضو کر رہے تھے، حضرت ابو ہریرہ ہمارے پاس سے گذرے تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے وضو پورا کرو، کیونکہ میں نے ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۲ - ۶۴، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

خطیب نے کہا ہے کہ ابو قطن اور شبابہ کو شعبہ سے اس روایت میں وہم ہوا ہے کیونکہ ایک جم غفیر نے اس حدیث کو آدم کی طرح روایت کیا ہے۔ [1] کبھی راوی کسی حکم کو مستنبط کر کے از خود اس کو حدیث کے وسط میں درج کر دیتا ہے اس کی مثال یہ ہے:

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الحميد بن جعفر عن هشام بن عروة عن ابيه عن بسرة بنت صفوان قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول، من مس ذكره او انثيه او رفغيه فليتوضأ۔

عبد الحمید بن جعفر، از ہشام بن عروہ از عروہ از بسرہ بنت صفوان روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی نے اپنے ذکر، خصیوں یا جوڑوں کو چھوا وہ وضو کرے۔

امام دار قطنی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

عبد الحمید بن جعفر نے ہشام سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے انثیین اور رفغ کو ذکر کرنے میں اس کو وہم ہوا ہے، اور یہ حدیث مدرج ہے اور محفوظ یہ ہے کہ یہ عروہ کا قول ہے جو غیر مرفوع ہے، ایوب سختیانی، حماد بن زید اور دوسرے ثقات نے ہشام سے اسی طرح روایت کیا ہے، صحیح مرفوع روایت ابوالاشعث کی ہے انھوں نے از یزید بن زریع از ایوب، از ہشام بن عروہ از بسرہ روایت کیا ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے ذکر کو چھوا وہ وضو کرے۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف مس ذکر کا حکم بیان کیا تھا۔ عبد الحمید بن جعفر نے اس پر خصیوں اور جوڑوں کو قیاس کر کے ان کا بھی حدیث میں ذکر کر دیا۔ اور کبھی بعض مشکل الفاظ کی تفسیر کر کے راوی حدیث کے وسط میں ذکر کر دیتا ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة ام المؤمنين رضي الله عنها اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم فكان لا يرى رؤيا الا جاء مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء وكان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالي ذوات العدد [3]

از ابن شہاب زہری از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء نیک خوابوں سے کی گئی، آپ جو خواب بھی دیکھتے روشن صبح کی طرح اس کی تعبیر آجاتی، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا کی گئی، آپ غار حراء میں تنہائی میں بیٹھتے اور اس میں تحنث کرتے اور وہ (اس کا معنی) کئی کئی راتوں تک عبادت

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کرنا ہے۔

حدیث میں تحنث کا معنی زہری نے اپنی طرف سے درج کیا ہے اور اس کی احادیث میں بہت مثالیں ہیں:

حدیث مقلوب کا بیان

مقلوب، قلب کا اسم مفعول ہے، اور قلب کا معنی ہے کسی شے کو الٹ کرنا، الٹ پلٹ کرنا، اور اصطلاح میں حدیث مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند یا متن میں کسی لفظ کو بدل دیا جائے یا مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں مقلوب السند اور مقلوب المتن۔

مقلوب السند وہ حدیث ہے جس کی سند میں تبدیلی واقع ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ۔ کسی راوی کے نسب میں تقدیم تاخیر کر دی جائے مثلاً حدیث کعب بن مرہ سے مروی ہے اور راوی اس کو مرہ بن کعب بیان کرے۔

(۲) راوی کا نام بدل دیا جائے، مثلاً کوئی حدیث سالم سے مروی ہو اور سالم کی جگہ نافع کا ذکر کیا جائے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حماد بن عمرو النصیبی، ابو اسماعیل ابراہیم بن ابی حیۃ الیسع اور بہلول بن عبید کندی سند میں راویوں کے نام بدل دیا کرتے تھے، ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس قسم کے راویوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سارق الحدیث ہیں، عراقی نے اس کی یہ مثال بیان کی ہے:

عمرو بن خالد الحرانی عن حماد النصیبی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة مرفوعًا اذا لقیتم المشرکین فی طریق فلا تبدؤهم بالسلام الحدیث۔	عمرو بن خالد الحرانی از حماد النصیبی از اعمش از ابی صالح از ابو ہریرہ روایت ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مشرکین سے راستہ میں ملاقات کرو تو ان کو سلام میں پہل نہ کرو۔

یہ حدیث مقلوب ہے، حماد نے اس کو مقلوب کر دیا اور اس کو اعمش سے روایت کیا حالانکہ یہ حدیث از سہیل بن ابی صالح از ابی صالح معروف ہے، امام مسلم نے اس حدیث کو شعبہ، ثوری، جریر بن عبد الحمید اور عبد العزیز دراوردی سے روایت کیا ہے، اور یہ سب سہیل سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ بلقینی نے کہا ہے کہ حدیث مقلوب المتن کی مثال یہ ہے کہ حبیب بن عبد الرحمن نے اپنی پھوپھی انیسہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

اذا اذن ابن ام مکتوم فکلوا واشربوا و اذا اذن بلال فلا تاکلوا ولا تشربوا الحدیث۔	جب ابن ام مکتوم اذان دے تو کھاؤ اور پیئو، اور جب بلال اذان دے تو نہ کھاؤ اور نہ پیو۔

اس حدیث کو امام احمد، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ سے مشہور روایت یہ ہے:

ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم	بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو، حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

علامہ بلقینی نے کہا جو روایت اس کے خلاف ہے وہ مقلوب ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقلوب المتن کی مثال میں یہ حدیث ذکر کی ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ السبعۃ الذین یظلھم اللہ فی ظلہ ففیہ ورجل تصدق بصدقۃ اخفاھا حتی لاتعلم یمینہ ما تنفق شمالہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سات آدمی اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے اور ان میں سے کہ جس آدمی نے چھپا کر صدقہ دیا حتی کہ دائیں ہاتھ کو علم نہیں ہوا کہ بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس میں ایک راوی نے متن مقلوب کر دیا ہے اصل میں ہے حتی کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، بخاری اور مسلم میں ایک اور جگہ اسی طرح ہے۔

اسی طرح امام طبرانی نے ایک مقلوب حدیث روایت کی ہے:

عن ابی ھریرۃ اذا امرتکم بشیء فاتوہ واذا نھیتکم عن شیء فاجتنبوہ ما استطعتم۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں" جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو کرو، اور جب تم کو کسی چیز سے روکوں تو بہ قدر استطاعت اس سے بچو۔

اصل میں یہ حدیث اس طرح ہے:

ما نھیتکم عنہ فاجتنبوہ وما امرتکم بہ فافعلوا منہ ما استطعتم۔

جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو بہ قدر استطاعت کرو۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اسی طرح ہے۔ [1]

حدیث المزید فی متصل الاسانید کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تعریف میں لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جس میں راوی اثناء سند میں زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے بایں طور کہ وہ وہم اور غلطی سے اثناء سند میں ایک یا ایک سے زائد آدمیوں کا ان ثقات کی بہ نسبت زیادہ ذکر کرے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ زیادتی کی جگہ پر ان ثقات نے اپنے سماع کی تصریح کی ہو ورنہ اگر ان کی حدیث معنعن ہوئی تو پھر اس کی زیادتی کو ترجیح ہوگی کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ [2]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن ابن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمان بن یزید حدثنی بسر بن عبد اللہ قال سمعت ابا ادریس قال

از ابن المبارک از سفیان، از عبد الرحمٰن بن یزید از بسر بن عبید اللہ از ابی ادریس از واثلہ از ابو مرثد

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۵، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

سمعت واثلة يقول سمعت ابا مرثد يقول سمعت روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها۔ قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

اس حدیث میں دو جگہ زیادتی کی گئی ہے پہلی جگہ میں لفظ سفیان ہے اور دوسری جگہ میں لفظ ابوادریس ہے اور یہ زیادتی کا سبب راوی کا وہم ہے لفظ سفیان کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ ابن مبارک سے سننے والے کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ابن المبارک سے از عبدالرحمان بن یزید روایت کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن المبارک نے عبدالرحمان بن یزید سے سنا ہے، لہٰذا متعین ہوگیا کہ درمیان میں سفیان کا لفظ زائد ہے۔ اور لفظ ابوادریس کی زیادتی یہ ابن المبارک کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو عبدالرحمان بن یزید سے روایت کیا ہے اور ابوادریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض ثقہ راویوں نے یہ تصریح کی ہے کہ بسر بن عبیداللہ نے واثلہ سے سماع کیا ہے، پس ظاہر ہوگیا کہ درمیان میں ابوادریس کا ذکر زائد ہے۔

اس کا منشاء وہم یہ ہے کہ ابوحاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ اکثر بسر بن عبداللہ، ابوادریس سے روایت کرتے ہیں، اس لیے ابن المبارک کو وہم ہوا اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ بسر نے اس کو بھی ابوادریس سے روایت کیا ہے حالانکہ یہاں بسر نے واثلہ سے سماع کیا تھا۔ [1]

حدیث مضطرب کا بیان

لغت میں اضطراب کا معنی ہے کسی نظام کا فساد اور کسی امر کا اختلال، جب سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں تو اس کو اضطراب کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف سندوں سے مروی ہو یا ان کی روایت مختلف ہو اور وہ سندیں مساوی قوت کی ہوں اگر وہ سندیں مساوی نہ ہوں مثلاً کسی سند کے راوی کا حافظہ زیادہ قوی ہو یا وہ اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ عرصہ رہا ہو یا کوئی اور وجہ ترجیح ہو، تو راجح اور مرجوح میں سے کوئی بھی مضطرب نہیں ہوگی، راجح حدیث کو صحیح قرار دیا جائے گا اور مرجوح شاذ یا منکر قرار پائے گی۔

پھر اضطراب کبھی متن حدیث میں ہوتا ہے اور کبھی اسناد میں، اور اضطراب کبھی ایک راوی سے ہوتا ہے اور کبھی کئی راویوں سے، اور اضطراب حدیث میں ضعف کا موجب ہے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے حدیث کو ضبط نہیں کیا۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث مضطرب السند کی مثال یہ حدیث ہے،

عن ابی بکر انہ قال، یا رسول اللہ! اراك حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ

[2] حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۸۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

شبت شیبتنی هود واخواتها۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا مجھے سورہ ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

(جامع ترمذی ص ۴۰۲)

امام دارقطنی نے کہا یہ حدیث مضطرب ہے، کیونکہ یہ صرف ابواسحٰق کی سند سے مروی ہے، اور ابواسحٰق سے اس حدیث کو دس مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، بعض نے اس کو مرسلاً روایت کیا، بعض نے موصولاً روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت ابوبکر سے مسنداً (متصلاً) روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت سعد سے مسنداً روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت عائشہ سے مسنداً روایت کیا اس کے علاوہ اور بھی سندیں ہیں، اور سب کے راوی ثقہ ہیں، اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا ممکن نہیں ہے اور ان میں تطبیق مشکل ہے۔

اور حدیث مضطرب المتن کی مثال میں عراقی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن فاطمة بنت قیس قالت سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الزکوٰة فقال ان فی المال لحقا سوی الزکوٰة۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔

(جامع ترمذی ص ۱۱۹)

امام ترمذی نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے از شریک از ابی حمزہ، از شعبی از فاطمہ اور امام ابن ماجہ نے بھی اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

لیس فی المال حق سوی الزکوٰة۔

مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۲۸)

اور یہ ایسا اضطراب ہے جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا۔[1]

حدیث مُصحّف کا بیان

مصحف، تصحیف سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے صحیفہ کو پڑھنے میں غلطی کرنا، اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ما یکون مخالفة الثقات فیه بتغییر حرف او حروف مع بقاء صورة الخط فی السیاق فان کان ذلك بالنسبة الی النقط فالمصحف وان کان بالنسبة الی الشکل فالمحرف[2]

جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہو، اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحّف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرّف کہتے ہیں۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۶۶ - ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۷ - ۶۶، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

ملا علی قاری اس کی مثالوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

تصحیف کبھی سند میں ہوتی ہے اور کبھی متن میں، اور کبھی اس کا سبب شیخ سے لفظ کو سننے میں خطأ ہوتا ہے اور کبھی صحیفہ سے حدیث کو پڑھنے میں خطاء کرنا۔ اس کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ حسب ذیل مثالوں سے ظاہر ہے۔

تصحیف فی الاسناد: شعبہ کی حدیث ہے عن العوام بن مراجم اس میں ابن معین نے تصحیف کی اور کہا عن العوام بن مزاحم۔

تصحیف فی المتن: حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجر فی المسجد۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حجرہ بنایا۔

ابن لہیعہ نے اس میں یوں تصحیف کی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی المسجد۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں فصد لگوائی۔

سماع کے سبب سے تصحیف: ایک حدیث عاصم احول سے مروی ہے، سننے والے نے اس کو غلطی سے واصل احدب سنا۔

بصر کے سبب سے تصحیف: اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا بدخط ہوتا ہے اور کچھ کا کچھ پڑھا جاتا ہے یا لکھنے والا نقطے نہیں لگاتا، مثلاً حدیث میں ہے:

من صام رمضان واتبعہ ستا من شوال۔
جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے چھ روزے رکھے۔

پڑھنے والے نے اس کو یوں پڑھا:

من صام رمضان واتبعہ شیئا من شوال۔
جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے کچھ روزے رکھے۔

تصحیف فی المعنی: حدیث صحیح میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الی عنزۃ۔
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نیزہ (نصب کر کے اس) کی طرف نماز پڑھی۔

اس میں ابو موسیٰ عنزی نے یوں تصحیف کر دی، کہ ہم کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہم قبیلہ عنزہ سے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عنزہ کی طرف نماز پڑھی ہے، حالانکہ حدیث میں عنزہ سے مراد نصب شدہ نیزہ ہے قبیلہ عنزہ نہیں ہے۔[1]

مجہول راوی کی حدیث کا بیان

مجہول اس راوی کو کہتے ہیں جس کی ذات اور شخصیت کا پتا نہ چلے یا ذات اور شخصیت کا پتا ہو لیکن اس کی صفت کا پتا نہ ہو آیا وہ عادل ہے یا غیر عادل۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی شخصیت معلوم ہو لیکن اس کی عدالت ظاہراً اور باطناً مجہول ہو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اور جس شخص کی شخصیت معلوم ہو اور اس کی عدالت مستور ہو یعنی وہ بہ ظاہر عادل ہو اور اس کے باطن کا پتا نہ ہو اس کی روایت قبول کی جاتی ہے، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے اکثر کتب حدیث میں اسی پر عمل کیا جاتا ہے، اس کو مجہول الحال کہتے ہیں، مجہول کی تیسری قسم مجہول العین ہے، اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے، پھر اگر اس سے دو عادل راوی روایت کریں تو اس کی جہالت جاتی رہتی ہے، محدثین کے نزدیک مجہول العین وہ شخص ہے جس کو علماء نہ پہچانتے ہوں اور وہ خود طلب علم میں مشہور نہ ہو اور اس کی حدیث صرف ایک راوی کی جہت سے معروف ہو، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے جس شخص سے صرف ایک آدمی روایت کرے وہ مجہول ہے یہ قاعدہ صحابہ کے ماسوا میں ہے، کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت مرداس بن مالک اسلمی سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی سے روایت کی ہے اور اول الذکر سے صرف قیس بن ابی حازم نے روایت کی ہے اور ثانی الذکر سے صرف ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے روایت کی ہے، کیونکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں اور تمام صحابہ روایت کرنے میں عادل ہیں۔ [1]

مجہول کی روایت کا کوئی مستقل نام نہیں ہے اور اس کی روایت کو حدیث ضعیف کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔

مبہم راوی کی حدیث کا بیان

مبہم راوی کی روایت کو بھی مجہول کی اقسام میں شمار کیا جا سکتا ہے، یہ بھی حدیث ضعیف کی قسم ہے اور اس کا کوئی مستقل نام نہیں ہے۔

اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ھو من لم یصرح باسمہ فی الحدیث۔ جس حدیث کے راوی کے نام کی تصریح نہ کی جائے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جو غلام یا عورت معروف ہو اس کی تعدیل قبول کی جاتی ہے، اور جس شخص کی شخصیت اور عدالت معروف ہو اور اس کا نام مجہول ہو اس کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جب راوی یہ کہے کہ مجھے فلاں یا فلاں نے خبر دی اور وہ عادل ہیں تو اس روایت سے استدلال کیا جائے گا، اگر وہ اس کی عدالت سے لاعلم ہو یا کہے کہ فلاں نے کہا ہے یا اس کے غیر نے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بہت حدیثیں ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبیذ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے ایک حبشیہ خاتون کے متعلق فرمایا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ہے اس سے پوچھو۔

اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے:

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۱۸ - ۳۱۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۲۲ - ۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

عن شعبة عن سلمة بن كهيل عن ابى الزغراء اوعن زيد بن وهب ان سويد بن غفلة دخل على على بن ابى طالب فقال يا امير المؤمنين انى مررت بقوم يذكرون ابا بكر وعمر الحديث ۔

از شعبہ از سلمہ بن کہیل از ابی الزعراء یا از زید بن وہب روایت ہے کہ سوید بن غفلہ حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گئے، اور کہا اے امیر المومنین میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا جو حضرت ابوبکر اور عمر کا برائی کے ساتھ ذکر کر رہے تھے۔ (الحدیث)

صحیح مسلم میں ایسی احادیث ہیں جن کے بعض رجال مبہم ہیں: مثلاً کتاب الصلوٰۃ میں ایک حدیث کی سند اس طرح ذکر کی ہے:

حدثنا صاحب لنا عن اسماعيل بن زكريا عن الاعمش ۔

ہمارے ایک صاحب نے اسماعیل بن زکریا سے اس نے اعمش سے روایت کی ۔

اور کتاب الجنائز میں ایک سند ذکر کی ہے:

حدثنى من سمع حجاجا الاعور يحدث بحديث خروجه صلى الله عليه وسلم الى البقيع ۔

جس شخص نے کانے حجاج سے حدیث سنی ہے اس نے مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بقیع کی طرف جانے کی حدیث بیان کی ۔

اور باب الاحتکار میں ایک حدیث کی یہ سند ہے:

حدثنى بعض اصحابنا عمرو بن عون ثنا خالد بن عبد الله ۔

ہمارے بعض اصحاب نے مجھ سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم کو عمرو بن عون نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم کو خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی ۔

اور کتاب الجنائز میں زہری سے روایت کیا ہے:

حدثنى رجال عن ابى هريرة بمثل حديث من شهد الجنازة ۔[1]

مجھے کئی آدمیوں نے حضرت ابوہریرہ کی وہ حدیث بیان کی ہے جو اس حدیث کی مثل ہے کہ جو جنازہ میں حاضر ہوا۔

بدعتی راوی کی حدیث کا بیان

بدعتی کی روایت کردہ حدیث کا کوئی مستقل نام نہیں ہے تاہم اس کو حدیث مردود کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں، ایک بدعت مکفرہ ہے اور ایک دوسری بدعت مفسقہ ہے بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث کو جمہور محدثین قبول نہیں کرتے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس روایت مطلقاً مقبول

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۴۳ - ۳۴۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تائید کے لیے کذب کو جائز نہیں اعتقاد کرتا تو اس کی روایت مقبول ہے ورنہ نہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث مردود نہیں ہوتی، کیونکہ ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی مبالغہ کر کے اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے، اگر اس قول کا مطلقاً اعتبار کر لیا جائے تو تمام فرقوں کی تکفیر لازم آئے گی، اس لیے معتمد بات یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر متواتر کا انکار کرے جس کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہو (جیسے پانچ نمازیں اور ماہ رمضان کے روزے) اس کی روایت مردود ہوگی، اسی طرح اس کی روایت مردود ہوگی، جو کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھے جس کے متعلق بداہۃً معلوم ہو کہ یہ دین کے مخالف ہے، (جیسے بت پرستی) اور جو اس طرح نہ ہو اور اس کا حفظ اور ضبط تام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ متقی اور پرہیزگار بھی ہو اس کی حدیث قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

بدعت مفسقہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر مطلقاً تکفیر نہیں کی جاتی، اس کے رد اور قبول میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کی روایت مطلقاً مردود ہے اور یہ بہت بعید ہے، اس پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی روایت کو قبول کرنے سے اس کے طریقہ کی ترویج ہوگی اور اس کی تعظیم ہوگی، اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ پھر بدعتی کی اس روایت کو بھی نہیں قبول کرنا چاہیے جس کو روایت کرنے میں کوئی غیر بدعتی بھی شریک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ کذب کے حلال ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کی روایت مطلقاً قبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کی روایت اس کی بدعت کی تائید نہیں کرتی تو اس کی روایت مقبول ہوگی، کیونکہ اپنی بدعت کو مزین کرنے کے لیے ہو سکتا ہے وہ روایات میں تحریف کرے۔ اور یہی زیادہ صحیح قول ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے اور جو روایت اس کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہو اس کو مذہب مختار پر مسترد کر دیا جائے گا۔ امام ابوداؤد کے شیخ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی اور امام نسائی نے اس کی تصریح کی ہے۔ [1]

بدعت مکفرہ کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کو مجسم ماننا، یا اللہ تعالیٰ کے علم الجزئیات کا انکار کرنا یا قرآن مجید کو مخلوق ماننا کفر ہے۔ [2] میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کو محرف ماننا، حضرت عائشہ پر تہمت لگانا، حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کرنا، چار کے سوا باقی تمام صحابہ کو مرتد ماننا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ظلی یا امتی نبی کی بعثت کا قائل ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اور شریعت اسلامیہ کا مذاق اڑانا مثلاً اسلامی حدود پر پھبتیاں کسنا بھی صریح اور غیر مؤول کفر ہے۔

روافض کی روایت کا بیان

صحیح یہ ہے کہ رافضیوں اور سلف پر سب و شتم کرنے والوں کی روایت مقبول نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے تو صحابہ کو سب و شتم کرنا بطریق اولیٰ فسق ہے، علامہ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت صغریٰ مثلاً تشیع بلا غلو ہو

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر، ص ۴۲ ۔ ۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

یا غلو کے ساتھ ہو، مثلاً جو شخص حضرت علی کے خلاف جنگ کرنے والوں کے حق میں کلام کرے، اور یہ تشیع باوجود تقویٰ اور پرہیزگاری کے بکثرت تابعین اور تبع تابعین میں تھا، اور اس میں غلو کرنا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا مرتبہ کم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا سو ایسے لوگوں کی روایت قبول نہیں ہے، اس قسم کے لوگوں میں کوئی صادق اور امین نہیں ہے بلکہ ان کا شعار کذب اور تقیہ ہے اور ان کی علامت نفاق ہے، اور ایک دوسرے مقام پر علامہ ذہبی نے لکھا ہے روافض کی روایت کے متعلق تین قول ہیں (۱) مطلقاً منع ہے (۲) کذاب اور وضاع کے علاوہ مطلقاً رخصت ہے (۳) جو حدیث کی معرفت رکھتا ہو اس کے لیے جائز ہے۔ امام مالک نے کہا روافض سے کلام کرو نہ ان کی روایت قبول کرو، امام شافعی نے کہا میں نے روافض سے زیادہ کسی کو جھوٹ کی گواہی دیتے ہوئے نہیں دیکھا، یزید بن ہارون نے کہا رافضیوں کے سوا ہر بدعتی کی روایت لکھی جاتی ہے۔ [1]

فسق سے تائب کی روایت کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں وضاع کے علاوہ ہر فسق سے توبہ کرنے والے کی روایت مقبول ہے، امام احمد بن حنبل، امام حمیدی اور شیخ بخاری کا یہی قول ہے صیرفی نے کہا جس شخص کی حدیث کو کذب کی وجہ سے ساقط کر دیں ہم اس کی توبہ قبول نہیں کرتے اور جس کو ہم ضعیف قرار دے دیں اس کو قوی نہیں کہتے بخلاف شہادت کے، سمعانی نے کہا جس کو ہم ایک حدیث میں کاذب قرار دے دیں اس کی اس سے پہلے کی تمام روایات کو ساقط کرنا واجب ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہمارے اور دیگر ائمہ مذاہب کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ [2]

روایت اور شہادت کا فرق

علامہ سیوطی نے روایت اور شہادت میں حسب ذیل وجوہ سے فرق بیان کیے ہیں:

۱۔ روایت میں عدد کی شرط نہیں ہے۔ اور شہادت میں عدد کی شرط ہے۔
۲۔ روایت میں مطلقاً مرد ہونے کی شرط نہیں ہے، اور بعض جگہ شہادت میں مرد ہونے کی شرط ہے (مثلاً حدود میں)
۳۔ روایت میں آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں مطلقاً یہ شرط ہے۔
۴۔ روایت میں بلوغ کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں یہ شرط ہے۔
۵۔ جو بدعت کا داعی ہو اس کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
۶۔ وضع سے تائب کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
۷۔ جو ایک حدیث میں جھوٹ بولے اس کی پہلی تمام روایات مردود ہو جاتی ہیں، اور جو ایک مرتبہ جھوٹی گواہی دے اس کی پچھلی تمام گواہیاں رد نہیں ہوتیں۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۴-۳۲۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۲۹-۳۳۰ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۸۔ جو اپنے نفع کے لیے یا اپنے ضرر کو دفع کرنے کے لیے شہادت دے اس کی شہادت مقبول نہیں ہے اس کے برخلاف ایسی روایت مقبول ہے۔

۹۔ اصل، فرع اور غلام کی شہادت مقبول نہیں ہوتی اور ان کی روایت مقبول ہوتی ہے۔

۱۰۔ روایت میں ایک آدمی کی جرح اور تعدیل بھی صحیح ہے اور شہادت میں صحیح نہیں ہے۔

۱۱۔ روایت کی اجرت لینا جائز ہے اور شہادت کی اجرت لینا جائز نہیں ہے، (البتہ سواری کی اجرت لے سکتا ہے)۔

۱۲۔ جب تک اصل شہادت ممکن ہو شہادت علی الشہادت جائز نہیں ہے اور روایت میں یہ جائز ہے [1]

حدیث پر اجرت لینے والے کی روایت کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام احمد، اسحاق، اور ابوحاتم کے نزدیک حدیث بیان کرنے کی اجرت لینے والے کی روایت مقبول نہیں ہے، اور امام ابونعیم فضل، علی بن عبدالعزیز اور دیگر ائمہ کے نزدیک اس کی روایت مقبول ہے، اور شیخ ابواسحاق شیرازی کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص حدیث میں مشغولیت کی وجہ سے اپنے عیال کے لیے کسب نہ کر سکے اس کے لیے حدیث کی اجرت لینا جائز ہے۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ظاہر قرآن میں اس کی شہادت ہے کیونکہ وصی کو جب حاجت ہو یا یتیم کے مال کی حفاظت کی وجہ سے وہ کسب نہ کر سکے تو وہ یتیم کے مال سے اجرت لے سکتا ہے۔ [3]

بدحافظہ کی روایت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بدحافظہ سے مراد وہ شخص ہے جس کی صحت، خطاء پر راجح نہ ہو، ایک وہ ہے کہ اس کا بدحافظہ ہونا تمام حالات میں اس کو لازم ہو اس کی حدیث شاذ ہوتی ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ حافظہ کی خرابی اس کو بعد میں عارض ہوئی ہو، اس کے بوڑھے ہونے کے بعد یا اس کی بینائی چلی جانے کے بعد یا اس کی کتابیں جل جانے کے بعد کیونکہ وہ ان کتابوں پر اعتماد کرتا تھا اور پھر اپنے حافظہ پر اعتماد کرنے لگا، اس راوی کو مختلط کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ تمیز ہو جائے کہ فلاں روایت اس کے اختلاط سے پہلے کی ہے تو وہ مقبول ہوگی اور اگر تمیز نہ ہو سکے تو اس کی روایت موقوف ہوگی، اسی طرح جس کا معاملہ مشتبہ ہو اس کی روایت بھی موقوف ہوگی، جب بدحافظہ، مختلط غیر متمیز، مستور اور مدلس کی روایت کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو متابع اور متابَع کے مجموعہ سے وہ حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بدحافظہ اور مختلط وغیرہ میں سے ہر ایک کی روایت صواب اور غیر صواب کا احتمال رکھتی ہے اور جب معتبرین میں سے کوئی روایت ان کے موافق مل جائے تو اس کے صواب کی جانب کو ترجیح ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۳ ۔ ۳۳۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

حدیث محفوظ ہے اور وہ توقف کے درجہ سے ترقی کر کے قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے، اس کے باوجود وہ حدیث حسن لذاتہ کے درجہ سے کم ہوتی ہے۔ [1]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس راوی کے متعلق یہ مشہور ہو کہ وہ حدیث سننے یا سنانے کے وقت تساہل کرتا ہے مثلاً نیند کے عالم میں حدیث سنتا ہے یا اپنی صحت شدہ اصل کے بغیر حدیث بیان کرتا ہے یا اس کے متعلق مشہور ہو کہ اس کی حدیث میں جس لفظ کی تلقین کی جائے وہ قبول کر لیتا ہے یا اس کو روایت کر دیتا ہے یا بکثرت سہو ہوتا ہے یا اس کی روایت میں بہت شاذ اور منکر حدیثیں ہیں تو ایسے تمام راویوں کی حدیثیں قبول نہیں کی جاتیں، امام ابن المبارک، امام حمیدی اور امام احمد وغیرہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو حدیث میں غلطی بتائی جائے اور وہ پھر بھی اپنی روایت پر مصر رہے اس کی تمام روایات ساقط ہو جاتی ہیں بہ شرطیکہ وہ عناداً اصرار کرے۔ [2]

جرح اور تعدیل کے الفاظ کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

الفاظ تعدیل کے کئی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ: ثقہ، متقن، ثبت یا حجت، عدل حافظ، یا ضابط۔ دوسرا مرتبہ: صدوق، لا باس بہ، تیسرا مرتبہ: یہ بوڑھا ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی، اور غور کیا جائے گا، چوتھا مرتبہ: صالح الحدیث، اس کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جائے گی۔

الفاظ جرح کے بھی کئی مراتب ہیں: یہ قوی نہیں ہے، اس کی حدیث لکھی جاتی ہے، اور یہ لَیِّن سے کم مرتبہ کا ہے اور جب وہ کہیں ضعیف الحدیث تو یہ قوی نہیں ہے" "اس کو پھینکا نہیں جائے گا بلکہ اس کا اعتبار کیا جائے گا" سے کم مرتبہ کا ہے، اور جب وہ کہیں متروک الحدیث یا واہی یا کذاب تو یہ ساقط ہے اس کی حدیث لکھی نہیں جائے گی، نیز ان کے الفاظ ہیں، فلاں شخص سے لوگ روایت کرتے ہیں، وسط ہے، مقارب الحدیث ہے، مضطرب ہے' اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، مجہول ہے لاشئی ہے، لیس بذاك، لیس بذاك القوی، اس کی حدیث میں ضعف ہے وغیرہ۔ [3]

حدیث ضعیف کے مراتب

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کی بدترین قسم موضوع ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے، پھر اس کے بعد متروک ہے، پھر منکر ہے، پھر معلل ہے، پھر مدرج ہے، پھر مقلوب ہے، پھر مضطرب ہے، یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ ترتیب ہے، اور علامہ خطابی نے کہا بدترین ضعیف، موضوع ہے، پھر مقلوب ہے، پھر مجہول ہے، اور علامہ زرکشی نے کہا بدترین موضوع ہے، پھر مدرج ہے پھر متروک ہے، پھر مقلوب ہے پھر منکر ہے، پھر شاذ ہے، پھر مضطرب ہے، میں کہتا ہوں یہ بہت عمدہ ترتیب ہے لیکن متروک کو مدرج

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۲ - ۵۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی ج ۱ ص ۳۴۰ - ۳۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] ״ ״ ״ ״ ״، تقریب النواوی ج ۱ ص ۳۴۸ - ۳۴۲

سے پہلے رکھنا چاہیے اور سند کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام کی ترتیب اس طرح ہے، بدترین ضعیف معضل ہے، پھر منقطع ہے پھر مدلس ہے، پھر مرسل ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔[1]

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کمی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیود لگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ساقط ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابوزکریا عنبری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب یا ترہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغماض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے[2] (یا جائز ہے؟ سعیدی غفرلہ)

حافظ ابوعمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان ضعف کے روایت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیت سے متعلق نہ ہوں مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے دیگر فنون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبدالرحمن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔[3]

علامہ یحیی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔[4]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۱۳۴-۱۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[3] حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[4] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، سو جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا متہم بالکذب راوی منفرد ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے، اس طرح جو راوی فحش غلطی کرتا ہو، اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ علائی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳)۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے[1]

ڈاکٹر محمود طحان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔[2]

صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہر حال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو ائمہ اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔[3]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

موضوع کے ماسوا احادیث کو ترغیب، ترہیب، قصص، مواعظ اور ایسے دیگر امور میں بیان کرنا جائز ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام میں ان کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل نے حدیث ضعیف السند کو روایت کرنے کی اجازت دی ہے، اور جب تم بغیر سند کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹ - ۳۰۰، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] ڈاکٹر محمود طحان، تیسیر مصطلح الحدیث ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو منسوب کرو تو یہ نہ کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے یا اسی طرح کے دیگر الفاظ جازمہ استعمال نہ کرو بلکہ تمریض کے صیغہ کو استعمال کرو، (مثلاً مروی ہے) اسی طرح جس حدیث کی صحت میں شک ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ [1]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کو بغیر بیان کے ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے احکام اور عقائد کو ثابت نہ کیا جائے بلکہ مواعظ اور قصص میں ترغیب اور ترہیب کے لیے اور فضائل اعمال وغیرہ میں اس کا بیان کرنا جائز ہے اور حلال اور حرام سے متعلق احکام شرعیہ میں، اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور دیگر عقائد کے اثبات میں حدیث ضعیف کو ذکر کرنا جائز نہیں ہے، امام عبدالرحمان بن مہدی، امام احمد بن حنبل اور امام عبداللہ بن المبارک نے اس کی تصریح کی ہے۔ [2]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ احتیاط کے مواقع میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے (مثلاً بیع یا نکاح سے متعلق کسی معاملہ میں حدیث ضعیف السند سے کراہت ثابت ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے، اور قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا مطلقاً ممنوع ہے، لیکن علامہ نووی نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثین کا اجماع ہے کہ فضائل وغیرہ میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور اس کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱)۔ اس حدیث کی سند میں ضعف شدید نہ ہو۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی ایسے عام قاعدہ کے تحت مندرج ہو جس سے کسی کا استثناء نہ کیا گیا ہو۔

(۳) اس پر عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔ [3]

احمد محمد شاکر نے بھی ان شرائط کا ذکر کیا ہے۔ [4]

تعدد اسانید سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کوئی شخص یہ کہے کہ بہت سی احادیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ وہ متعدد اسانید سے مروی ہوتی ہیں مثلاً الاذنان من الراس "دونوں کان سر سے ملحق ہیں"؛ جب یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے تو اس کو حسن کیوں نہیں قرار دیا گیا

---

[1] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۷۶ - ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ

[2] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث ج ۱ ص ۳۳۲ - ۳۳۳ ملخصاً، مطبوعہ دار الامام الطبری ۱۴۱۲ھ

[4] احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث ص ۷، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ تعدد اسانید سے کسی حدیث کا ضعف جاتا رہتا ہے بلکہ اس حکم میں تفصیل ہے، اگر کسی راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہو اور وہ راوی صادق اور عادل ہو، پھر وہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہو تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور اس کے ضبط میں خلل نہیں ہے، اسی طرح کسی حدیث میں ضعف ارسال کی وجہ سے ہو اور ارسال کرنے والا امام حافظ ہو تو اس میں ضعف قلیل ہے اور جب وہ حدیث کسی اور سند سے مروی ہو تو اس کا ضعف زائل ہو جائے گا، اور ایک ضعف وہ ہے جو بہت شدید ہوتا ہے اور یہ ضعف تعدد اسانید سے زائل نہیں ہوتا، اس ضعف کا سبب راوی کا متہم بالکذب ہونا یا اس حدیث کا شذوذ ہے۔ [1]

حافظ عراقی نے بھی حافظ ابن الصلاح کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ [2]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

اگر کسی حدیث ضعیف میں راوی کے حافظہ میں خرابی یا کسی راوی کے ارسال کی وجہ سے ضعف ہو اور اس حدیث کا کوئی راوی کذب سے متہم نہ ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو تو پھر تعدد طرق سے وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس میں اتہام کذب یا شذوذ کی وجہ سے ضعف ہو تو پھر وہ کثرت طرق کے باوجود حسن نہیں ہوتی، مثلاً یہ حدیث:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا۔ جس نے میری امت کے لیے چالیس حدیثیں حفظ کیں۔

علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ تمام حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث کثرت اسانید کے باوجود ضعیف ہے لیکن ایسی حدیث جس کا ضعف کثرت اسانید سے زائل نہ ہو اس حدیث مردود منکر سے بہرحال اعلیٰ ہوتی ہے جس کے تقاضے پر عمل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور ایسی حدیث سے فضائل میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابو الحسن ابن القطان مغربی نے تصریح کی ہے کہ حدیث حسن لغیرہ سے ہر جگہ استدلال نہیں ہوتا بلکہ اس پر صرف فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے اور فرض، وجوب اور حرمت کے احکام میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا، ہاں اگر اس کی اسانید متعدد ہوں، یا اتصال عمل کے ساتھ اس کی تقویت ہو یا کوئی شاہد صحیح اس کے موافق ہو یا ظاہر قرآن میں اس کی تائید ہو تو پھر ہو سکتا ہے۔

یہ قول انصاف کے مطابق ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ان کے نزدیک اس سے استدلال لازم نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے ایک حدیث از خیثمہ بصری از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ ھ، علوم الحدیث ص ۳۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ ھ

[2] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ ھ، التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۹۲-۹۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ ھ، فتح المغیث ج ۱ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ ھ

اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس کا اسناد اس پلے کا نہیں، اور کتاب العلم میں فضیلت علم میں ایک حدیث روایت کی اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور ہم نے اس کو صحیح اس لیے نہیں کہا کہ اس میں اعمش نے تدلیس کی ہے۔ [1]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

جس ضعیف حدیث میں راوی کے فسق کی وجہ سے ضعف ہو وہ تعدد اسانید کی وجہ سے لائق استدلال نہیں ہوتی، اور اگر راوی میں فسق نہ ہو بلکہ وہ صادق اور عادل ہو لیکن اس کے حفظ میں خرابی ہو تو اس کی حدیث تعدد اسانید کی بناء پر لائق استدلال ہو جاتی ہے۔ [2]

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعا واما الاحكام كالحلال والحرام والبيع والنكاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون في احتياط في شئ كما اذا ورد حديث ضعيف بكراهة بعض البيوع او الانكحة۔ [3]

حضرات محدثین، فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو لیکن حلال اور حرام کے احکام مثلاً بیع، نکاح اور طلاق وغیرہ، میں حدیث صحیح یا حسن کے سوا اور کسی پر عمل درست نہیں الّا یہ کہ اس میں احتیاط ہو مثلاً بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف وارد ہو۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

الذي اطبق عليه ائمتنا الفقهاء والاصوليون والحفاظ ان الحديث الضعيف حجة في المناقب كما انه ثم باجماع من يعتد به حجة في فضائل الاعمال۔ [4]

ہمارے ائمہ فقہاء، اصولیین اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ مناقب میں بھی حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے، جس طرح قابل شمار علماء کا اس پر اجماع ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے۔

حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ

مذکور الصدر حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ وجوب اور حرمت کے اثبات میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار نہیں ہوتا، لیکن فضائل اعمال اور مناقب میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان بعض قرائن کا ذکر کر دیا جائے جن کی بناء پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے، اور اس کا ضعف جاتا رہتا ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے چنانچہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے۔

مدینہ منورہ، ۱۴۰۲ھ

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ا ص ۴۰۳-۴۰۴، مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، کتاب الاذکار ص ۸-۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ احمد بن محمد ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۳ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ ۱۳۸۵ھ

مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ان المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا له کما فی التحریر وغیرہ۔[1]

مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح تحریر میں امام ابن ہمام نے تحقیق فرمائی ہے۔

علامہ ابن ہمام کی تحقیق کا ہم عنقریب ذکر کر رہے ہیں؛
امام عبدالوہاب شعرانی شافعی لکھتے ہیں:

ان قیل بضعف شیء من ادلۃ مذهبه فذلك الضعف انما هو بالنظر للرواۃ النازلین عن سندہ بعد موته (الی قوله) وکفانا صحۃ الحدیث استدلال مجتہد به۔[2]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابو حنیفہ کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان نیچے کے راویوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے امام اعظم کی موت کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

ویثبت التعدیل بحکم القاضی العدل وعمل المجتہد الشارطین لا ان لم یعلم سوی کونه علی وفقه۔[3]

شاہد کی عدالت، اس قاضی عادل کے فیصلہ اور راوی کی عدالت، اس مجتہد کے عمل سے ثابت ہو جائیگی جو شاہد اور راوی میں عدالت کی شرط لگاتے ہوں، اور اگر اس کے سوا اور کوئی چیز معلوم نہ ہو کہ وہ روایت اس مجتہد کے موافق ہے تو پھر عدالت ثابت نہیں ہوگی۔

علامہ ابن امیر الحاج اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو حاکم شاہد میں عدالت کی شرط لگاتا ہو اور وہ غیر عادل کی شہادت پر فیصلہ کر دے تو وہ حاکم فاسق ہو جائیگا اسی طرح جو مجتہد راوی میں عدالت کی شرط لگاتا ہو اور وہ غیر عادل کی روایت سے اجتہاد کرے تو وہ مجتہد بھی فاسق ہو جائے گا۔ اور مفروض یہ ہے کہ حاکم اور مجتہد عادل ہیں اس لیے ان کا کسی شاہد اور راوی کی شہادت اور روایت پر عمل کرنا اس راوی کی تعدیل کے قائم مقام ہے، پھر اس راوی کی روایت پر عمل کرنا دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس روایت کے سوا مجتہد کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس مجتہد کا اس روایت

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۱، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصر، ۱۳۵۱ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۹ - ۲۳۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

پر عمل کرنا احتیاط فی الدین پر مبنی نہیں ہے، آخری قید سے علامہ ابن ہمام نے ان دو شرطوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ اگر کوئی عادل راوی کسی (ضعیف) راوی کی حدیث کو روایت کرے تو وہ اس کی تعدیل ہے یا نہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تعدیل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تعدیل نہیں ہے، اور یہ قول حافظ ابن الصلاح نے اکثر ائمہ حدیث کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور آمدی اور ابن حاجب کے نزدیک بھی یہی مختار ہے اور اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ راوی صرف عادل سے روایت کرتا ہے تو اس کا کسی راوی سے روایت کرنا اس کی تعدیل ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان اپنی عادت کے مطابق عمل کرتا ہے، اور اگر یہ امر معلوم نہ ہو تو پھر اس کا کسی سے روایت کرنا اس کی تعدیل نہیں ہے۔ [1]

اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

بعض اوقات علماء اور صلحاء کے عمل کی وجہ سے بھی حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التسبیح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعمایستدل به علی صحة هذا الحدیث استعمال الائمة من اتباع التابعین الی عصرنا هذا ایاه ومواظبتهم علیه وتعلیمهن الناس منهم عبد الله بن المبارك رحمة الله علیه۔ [2]

جس چیز سے اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اتباع تابعین سے لے کر ہمارے اس دور تک تمام ائمہ اس پر دوام کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان ائمہ میں سے عبداللہ بن مبارک بھی ہیں

مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے لکھا ہے کہ امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے اور اس عمل میں اس حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔ (الآثار المرفوعۃ ص ۲۳)

لیکن میں نے امام بیہقی کی سنن کبریٰ، معرفۃ السنن والآثار اور شعب الایمان میں دیکھا ان کتابوں میں یہ عبارت نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی:

عن علی ومعاذ بن جبل رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اتی احدکم الصلوٰة والامام علی حال فلیصنع

حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے آئے تو امام

---

[1] امام ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

كما يصنع الامام وقال هذا حديث غريب لا نعرف احدا اسنده الا ما روي من هذا الوجه قال والعمل على هذا عند اهل العلم.

جس حال پر ہو (یعنی رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو) تو اسی طرح کرے جس طرح امام کر رہا ہے، اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس سند کے علاوہ یہ کسی اور سند سے مروی نہیں ہے، اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال النووي واسناده ضعيف نقله ميرك فكان الترمذي يريد تقوية الحديث بعمل اهل العلم [1]

علامہ نووی نے میرک سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور امام ترمذی اہل علم کے عمل سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ کر رہے ہیں۔

کشف اور تجربہ سے حدیث ضعیف کی تقویت

ملا علی قاری لکھتے ہیں شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کو اس کا ثواب بخش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی میں نے ستر ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا اور میں نے بالخصوص کسی شخص کے لیے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی، پھر اتفاق سے میں بعض اصحاب کی ایک دعوت میں شریک ہوا، ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے، اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا، میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا، اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے، میں نے دل ہی دل میں اس ستر ہزار بار پڑھے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا، اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، شیخ ابن عربی نے کہا میں نے اس حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف سے جان لیا اور اس جوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا۔ [2]

اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

جس حدیث کے مدلول پر علماء کا اتفاق ہو سو ایسی حدیث بھی مقبول ہے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

من جملة صفات القبول التي لم يتعرض لها شيخنا ان يتفق العلماء على العمل بمدلول حديث، فانه يقبل حتى يجب العمل

من جملہ ان صفات کے جن کی وجہ سے حدیث قبول کی جاتی ہے یہ صفت ہے جس کو ہمارے شیخ نے ذکر نہیں کیا، اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] ″ ″ ″ ″، مرقات ج ۲ ص ۹۹۔۹۸، ″ ″ ″ ″

به وقد صرح بذلك جماعة من ائمة الاصول ومن امثلته قول الشافعي رضي الله عنه وما قلت من انه اذا غير طعم الماء وريحه ولونه يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجه لا يثبت اهل الحديث مثله ولكنه قول العامة لا اعلم بينهم فيه خلافا و قال في حديث لا وصية لوارث لا يثبته اهل العلم بالحديث ولكن العامة تلقته بالقبول وعملوا به حتى جعلوه ناسخا لآية الوصية للوارث ۔ [1]

کے مدلول پر علماء متفق ہوں وہ حدیث مقبول ہوتی ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے، ائمہ اصول کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، اور اس کی مثالوں میں سے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت ہے: اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب پانی کا ذائقہ، بو اور اس کا رنگ تبدیل ہو جائے .... اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء کا یہی قول ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور ایک حدیث ہے "وارث کے لیے وصیت نہیں ہے" اس کے متعلق امام شافعی نے کہا اہل علم کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ جس آیت میں وارث کے لیے وصیت کا ذکر ہے اس حدیث کو اس آیت کے لیے ناسخ قرار دیا ہے۔

امت کی تلقی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

جس حدیث کو امت نے قبول کر لیا ہو وہ بھی حجت ہے، خواہ اس کی سند ضعیف ہو۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ہم نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ کی ایک عبارت دیکھی جس کا مضمون یہ ہے: جو حدیث جماعات ائمہ سے منقول ہو اور امت نے اسے قبول کر لیا ہو، وہ حدیث بھی قطعی ہے، ان ائمہ میں سے قاضی عبدالوہاب مالکی، شیخ ابو حامد اسفرائنی، قاضی ابوالطیب الطبری، شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی، ابن حامد، ابویعلیٰ بن فراء، ابوالخطاب، ابن الزاغونی، اور ان کی امثال حنابلہ میں سے اور شمس الائمہ سرخسی حنفی ہیں، علامہ ابن تیمیہ نے کہا امام اشعری، ابواسحاق اسفرائنی اور ابن فورک وغیرہ اکثر اہل کلام کا یہی قول ہے اور یہی تمام محدثین کا مذہب ہے اور عامہ سلف کا بھی یہی مذہب ہے اور حافظ ابن الصلاح نے بھی استنباط کر کے یہی لکھا ہے۔ [2]

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۹۵-۴۹۴، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ ۱۴۰۴ھ

[2] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث مع الباعث الحثیث ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ دار التراث قاہرہ ۱۳۹۹ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کی اس عبارت پر بعض علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ صرف خبر واحد علم قطعی کا فائدہ نہیں دیتی اور جب امت اس خبر پر عمل کرے گی تو وہ ظن کی بناء پر ہوگا اور اس سے اس خبر کے صدق پر امت کی قطعیت ممکن نہیں کیونکہ یہ جزم بلا علم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امت باطن میں خطاء سے معصوم ہے اور کسی خبر کی تصدیق پر ان کا اجماع اس طرح ہے جیسے کسی عمل کے وجوب پر ان کا اجماع ہو اور ہر چند کہ انفرادی طور پر ان میں سے کسی کا کاذب ہونا یا غلط ہونا ممکن ہے لیکن امت کا مجموعہ کذب اور غلطی سے معصوم ہے، جیسے اہل التواتر میں سے کسی ایک کا کذب یا خطا ممکن ہے لیکن تمام اہل تواتر سے کذب اور خطاء منتفی ہے۔[1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

وکذا اذا تلقت الامۃ الضعیف بالقبول یعمل بہ علی الصحیح حتی انہ ینزل منزلۃ المتواتر فی انہ ینسخ المقطوع بہ ولهذا قال الشافعی رحمہ اللہ فی حدیث لا وصیۃ لوارث انہ لا یثبتہ اہل الحدیث ولکن العامۃ تلقتہ بالقبول وعملوا بہ حتی جعلوہ ناسخا لآیۃ الوصیۃ۔[2]

جب امت کسی حدیث ضعیف کو قبول کرے تو صحیح مذہب کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا اور وہ حدیث بمنزلہ حدیث متواتر ہوگی، اور اس سے کسی قطعی حکم کو منسوخ کر دیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس حدیث میں ہے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے یہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن اس حدیث پر سب نے عمل کیا ہے حتی کہ اس حدیث سے آیت وصیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

علامہ سخاوی نے امام شافعی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

امام شافعی لکھتے ہیں:

قال وروی بعض الشامیین حدیثا لیس مما یثبتہ اہل الحدیث فیہ: ان بعض رجالہ مجہولون فرویناہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم منقطعا وانما قبلنا بما وصفت من نقل اہل المغازی واجماع العامۃ علیہ وان کنا قد ذکرنا الحدیث فیہ واعتمدنا علی حدیث اہل المغازی

بعض شامیوں نے ایک ایسی حدیث روایت کی ہے جو ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کی سند میں بعض راوی مجہول ہیں، ہم نے اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے منقطعاً روایت کیا ہے (یعنی حجازیوں نے اس کو منقطعاً روایت کیا ہے، اور شامیوں نے اس کو متصلاً روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں مجہول راوی ہیں) ہم نے اس صفت کے ساتھ اس حدیث کو قبول کر

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۷۰، ۳۷۶، مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی، ۱۴۰۴ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

عاما واجماع الناس اخبرنا سفیان عن سلیمان الاحول عن مجاھد ان رسول اللہ قال: لا وصیۃ لوارث فاستدللنا بما وصفت، من نقل عامۃ اھل المغازی عن النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لا وصیۃ لوارث: علی ان المواریث ناسخۃ للوصیۃ للوالدین والزوجۃ مع الخبر المنقطع عن النبی و اجماع العامۃ علی القول بہ۔[1]

لیا ہے کیونکہ اس کو اہل مغازی نے نقل کیا ہے اور اس پر عام علماء کا اجماع ہے، بے شک ہم نے اس حدیث کی صفت (انقطاع اور جہل) کو بیان کر دیا ہے اور ہم نے عام اہل مغازی اور لوگوں کے اجماع پر اعتماد کیا ہے: سفیان از سلیمان احول از مجاہد روایت ہے: بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت (کرنا جائز) نہیں ہے، ہم نے عام مغازی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے، علاوہ ازیں وراثت کی آیات بھی والدین اور زوجہ کے لیے وصیت کی ناسخ ہیں اور یہ حدیث منقطع بھی وصیت کے لیے ناسخ ہے اور عام علماء کا اس قول پر اجماع ہے۔

جب کسی مسئلہ پر صرف حدیث ضعیف میسّر ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

جب کسی باب میں حدیث ضعیف کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ ہو تو امام اسحاق رحمہ اللہ نے حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے، امام ابو داؤد نے بھی اس کی اتباع کی ہے اور ان دونوں نے اس کو رائے اور قیاس پر مقدم رکھا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور امام شافعی کو جب کسی مسئلہ میں حدیث مرسل کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ ملے تو وہ حدیث مرسل سے استدلال کرتے ہیں۔[2]

میں کہتا ہوں کہ صرف امام اسحٰق اور امام ابو داؤد کی بات نہیں ہے بلکہ جب کسی مسئلہ پر حدیث صحیح نہ ملے تو امام بخاری اور امام ترمذی بھی حدیث ضعیف سے استدلال کرتے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ویذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی بالدین قبل الوصیۃ۔[3]

اور مذکور ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے قرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھذا طرف من حدیث اخرجہ احمد و

یہ اس پوری حدیث کا ایک جملہ ہے جس کو امام

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الرسالہ ص ۱۴۲-۱۳۹، مطبوعہ مکتبہ دار التراث قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۹ھ،

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الترمذی وغیرهما من طریق الحارث وهو الاعور عن علی بن ابی طالب قال قضی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین قبل الوصیة وانتم تقرؤن الوصیة قبل الدین لفظ احمد وهو اسناد ضعیف لکن قال الترمذی: ان العمل علیہ عند اهل العلم وکان البخاری اعتمد علیہ لاعتضاده بالاتفاق علی مقتضاه والا فلم تجر عادته ان یورد الضعیف فی مقام الاحتجاج بہ[1]

احمد اور امام ترمذی نے از حارث اعور از حضرت علی روایت کیا ہے، امام احمد کے الفاظ یہ ہیں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ قرض وصیت سے پہلے ادا کیا جائے اور تم قرآن مجید میں "وصیت کو قرض سے پہلے" پڑھتے ہو، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لیکن امام ترمذی نے کہا اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے، اور امام بخاری نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اس حدیث کو اس امر سے تقویت ہے کہ اس کے مقتضی پر سب کا اتفاق ہے، ورنہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ مقام استدلال میں کسی ضعیف حدیث کو وارد کریں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن الحارث عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی بالدین قبل الوصیة وانتم تقرء ون الوصیة قبل الدین والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم انہ یبدء الدین قبل الوصیة۔[2]

از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قرض وصیت پر مقدم ہے اور تم قرآن مجید میں وصیت کو قرض پر مقدم پڑھتے ہو اور عام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[3] اور امام احمد[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے یہ حدیث بیان کی ہے:

ویذکر عن ابی هریرة رفعہ لا یتطوع الامام فی مکانہ ولم یصح۔[5]

اور مذکور ہے از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اپنی جگہ نفل (سنت وغیرہ) نہ پڑھے اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۳۰۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۵، " " "

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۳۱، ۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

وذلك لضعف اسناده واضطرابه تفرد به ليث بن ابی سليم وهو ضعيف، واختلف عليه فيه، وقد ذكر البخاری الاختلاف فيه فی تاريخه وقال لم يثبت هذا الحديث - (الی قوله) ويؤخذ من مجموع الادلة ان للامام احوالا لان الصلوٰة اما ان تكون مما يتطوع بعدها ولا يتطوع الاول اختلف فيه هل يتشاغل قبل التطوع بالذكر الماثور ثم يتطوع، وهذا الذی عليه عمل الاكثر وعند الحنفيه يبدأ بالتطوع وحجة الجمهور حديث معاوية ويمكن ان يقال لايتعين الفصل بين الفريضة والنافلة بالذكر بل اذا تنحى من مكانه كفى به ويترجح تقديم الذكر الماثور بتقييده فی الاخبار الصحيحة بدبر الصلوٰة واما الصلوٰة التی لا يتطوع بعدها فيتشاغل الامام ومن معه بالذكر الماثور ولا يتعين له مكان بل ان شاءوا انصرفوا وذكروا وان شاءوا مكثوا وذكروا۔[1]

عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ حدیث مضطرب ہے، اس کی روایت میں لیث بن ابی سلیم متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، اس میں اختلاف ہے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس اختلاف کو بیان کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اس مسئلہ میں جو دلائل ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ امام کی کئی حالتیں ہوتی ہیں کیونکہ کبھی نماز کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں اور کبھی نہیں۔ پہلی صورت میں یہ اختلاف ہے کہ آیا سنتیں پڑھنے سے پہلے ماثور ذکر کرے اور بعد میں سنتیں پڑھے یا پہلے سنتیں پڑھے، جمہور کے نزدیک ذکر کے بعد سنتیں پڑھے اور احناف کے نزدیک پہلے سنتیں پڑھے جمہور کی دلیل حضرت معاویہ کی حدیث ہے (امام مسلم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا: جب تم جمعہ پڑھ لو تو کلام یا بات کرنے یا وہاں سے نکلنے سے پہلے نماز نہ پڑھو) اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فرض اور نفل میں فصل کرنا ذکر کرنے میں منحصر نہیں ہے، بلکہ جگہ بدلنے سے بھی فصل ہو جاتا ہے، البتہ چونکہ احادیث صحیحہ میں فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان ہے اس لیے ذکر کے ذریعہ فصل کرنے کو ترجیح ہے اور جس نماز کے بعد سنتیں نہیں پڑھی جاتیں (مثلاً فجر اور عصر) ان میں امام اور مقتدی ماثور ذکر کے ساتھ مشغول ہوں، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی جگہ بیٹھے رہیں، خواہ اسی جگہ بیٹھیں یا جگہ تبدیل کریں۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

من السنة ان لا يتطوع الامام حتى

سنت یہ ہے کہ امام جب تک جگہ تبدیل نہ کرے

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۳۵ ملخصاً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

یتحول من مکانہ۔ سنتیں نہ پڑھے۔

امام احمد نے کہا حضرت علی کے علاوہ اور کسی سے میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا گویا ان کے نزدیک حضرت ابوہریرہ کی مذکور الصدر روایت ثابت نہیں ہے۔ [1]

غرض یہ کہ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ کی اس ضعیف حدیث کو اپنی کتاب میں اس لیے درج کیا کہ ان کو اس مسئلہ میں صحیح حدیث نہیں ملی، ہر چند کہ اس باب میں حدیث حسن بھی موجود تھی ہو سکتا ہے امام بخاری کے نزدیک امام ابن ابی شیبہ کی روایت حضرت ابوہریرہ کی روایت سے فروتر ہو!

حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

جب تمہیں کوئی حدیث سند ضعیف کے ساتھ ملے تو تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے اور اس کو مطلقاً ضعیف نہیں کہنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو اور اس سند سے وہ حدیث ثابت ہو، بلکہ جب تک ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی یہ صراحت نہ ملے کہ اس حدیث کی کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے وہ حدیث ثابت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس امام نے اس کی وجہ ضعف بھی تفصیلاً بیان کی ہو تو اس پر ضعیف کا اطلاق کرنے سے توقف کرنا چاہیے۔ اور جب تم کسی حدیث ضعیف کو نقل کرنے کا ارادہ کرو، یا جس کی صحت اور ضعف میں تردد ہو، بلکہ صیغہ تمریض (مثلاً روایت ہے وارد ہے، حدیث میں آیا ہے، ہمیں یہ بات پہنچی ہے) کے ساتھ ذکر کرو، اور موضوع حدیث کا ذکر اس وقت تک جائز نہیں، جب تک کہ اس کے موضوع ہونے کا بیان نہ کیا جائے۔ [2]

امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیفہ پر مبنی ہونے کی تحقیق

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم یہ کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راوی ہیں وہ صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ جرح سے محفوظ ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ نے امام اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن بعض راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کی وفات کے بعد ان کی سند کے نچلے درجہ کے راوی ہیں، اور انھوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے کیونکہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں، کیونکہ اگر وہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو امام اعظم اس سے کبھی استدلال نہ کرتے، اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں میں سے کوئی راوی کذاب یا متہم

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ ج ۱ ص ۲۹۱ - ۲۸۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

بالکذب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد نے استدلال کیا ہے، اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو، اور جب تک امام اعظم کی مسانید ثلثہ میں ان کے مذہب کی دلیل کو دیکھ نہ لیا جائے اور یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کی دلیل ان مسانید میں موجود نہیں ہے، اس وقت ان کے مذہب کی کسی دلیل کو ضعیف نہ کہا جائے اور یہ ہو سکتا ہے کہ بعد کے علماء احناف نے امام اعظم کے مذہب پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی دلیل کسی ضعیف حدیث پر مبنی ہو لیکن امام اعظم کا دامن اس سے بری ہے۔[1]

میں کہتا ہوں کہ یہ بات دلائل سے بیان کی جا چکی ہے کہ مطلقاً کسی حدیث کا ضعف مضر نہیں ہے جب کہ بہت سے مسائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ہم متعدد حوالوں سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اثبات عقائد اور فرضیت اور حرمت کے بیان میں ضعاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور فضائل ومناقب ترغیب وترہیب اور استحباب اور کراہت کے بیان میں احادیث ضعیفہ کا بالاتفاق اعتبار کیا جاتا ہے اور بعد کے علماء احناف کی اگر کوئی دلیل کسی حدیث ضعیف پر مبنی ہے تو وہ اسی قبیل سے ہے، حیرت یہ ہے کہ امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام شافعی کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کریں تو ان کی صحت اور ثقاہت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر کوئی حنفی فقیہ کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرے تو اس کو اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط

علامہ نووی لکھتے ہیں: راوی کی روایت قبول کرنے کے لیے حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱)۔ جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اس پر اجماع ہے کہ راوی عادل اور ضابط ہونا چاہیے یعنی مسلمان بالغ، عاقل ہو اور وہ اسباب فسق اور ناپسندیدہ عادتوں سے محفوظ ہو اور بیدار مغز ہو، اگر وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتا ہو تو اس کا حافظہ قوی ہو، اور اگر وہ اپنی اصل سے حدیث بیان کرتا ہو تو اس کے پاس حدیث لکھی ہوئی منضبط ہو، اور اگر وہ روایت بالمعنی کرتا ہو تو حدیث کا ماہر عالم ہو۔

(۲) اس کی عدالت دو عادل شخصوں کی تصریح سے ثابت ہو گی یا اہل علم کے درمیان اس کی عدالت مشہور ہو اور ان کا اس کی تعریف کرنا کافی ہے، جیسے امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، لیث، شعبہ ابن المبارک، وکیع، ابن معین، ابن مدینی اور اسی قسم کے کئی ائمہ ہیں سے اگر کوئی اس راوی کی تعریف میں کوئی کلمہ کہے تو یہ کافی ہے۔

(۳)۔ ثقات متقنین کی بہ کثرت موافقت کی وجہ سے اس راوی کا ضبط معروف ہو اور اگر وہ نادراً ان کی مخالفت کرتا ہو تو یہ مضر نہیں ہے اور اگر وہ ان کی زیادہ مخالفت کرے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔[2]

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ ازھریہ مصر، ۱۳۵۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۰۲ – ۳۰۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

ائمہ صحاح ستہ کی شرائط

ائمہ ستہ حدیث صحیح کو روایت کرتے ہیں یعنی جس کی سند متصل ہو، اس کا راوی مسلم بالغ عاقل ہو اور وہ اسباب فسق اور ناپسندیدہ عادتوں سے محفوظ ہو، اس کا حافظہ صحیح ہو، اس کے پاس وہ حدیث لکھی ہوئی محفوظ ہو اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو، باقی ضبط اور اتصال میں ان ائمہ کے مختلف معیار ہیں۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ حازمی نے شروط الائمہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ وہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں جس کی سند متصل ہو، اس کے تمام راوی ثقات اور کامل الضبط والاتقان ہوں، سفر اور حضر میں طویل الملازمۃ مع الشیخ ہوں اور کبھی وہ اس طبقہ سے کم درجہ کے راوی سے بھی روایت قبول کر لیتے ہیں جو قلیل الملازمۃ مع الشیخ ہوتے ہیں۔ اور امام مسلم ان دونوں طبقوں کے علاوہ کبھی ان کی حدیث بھی قبول کر لیتے ہیں جو جرح سے محفوظ نہ ہوں بشرطیکہ وہ طویل الملازمۃ مع الشیخ ہوں جیسے حماد بن سلمہ، ثابت البنانی اور ایوب وغیرہ۔ [1]

ائمہ ستہ کی شرائط کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)۔ امام بخاری کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں اور کامل الضبط والاتقان اور قلیل الملازمۃ مع الشیخ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۲)۔ امام مسلم کامل الضبط اور کثیر الملازمۃ اور کامل الضبط اور قلیل الملازمۃ سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور کثیر الملازمۃ سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۳)۔ امام ابوداؤد کامل الضبط اور کثیر الملازمۃ، کامل الضبط اور قلیل الملازمۃ، ناقص الضبط اور کثیر الملازمۃ، ان تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور قلیل الملازمۃ اس چوتھے طبقہ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۴)۔ امام ترمذی ان چاروں طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور پانچواں طبقہ یعنی ناقص الضبط وقلیل الملازمۃ مع غوائل الجرح سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۵)۔ امام نسائی بھی پہلے تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور چوتھے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں اور پانچویں طبقہ سے اصلاً روایت نہیں کرتے، ان کی شرائط امام ابوداؤد کی طرح ہیں۔

(۶)۔ امام ابن ماجہ ان پانچوں طبقوں سے استیعاب کر لیتے ہیں۔

انتہاء اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اسناد یا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صراحۃً یا حکماً ختم ہو گا یا صحابی پر یا تابعی پر، اول الذکر حدیث مرفوع ہے اور ثانی الذکر حدیث موقوف ہے اور ثالث الذکر حدیث مقطوع ہے۔ پھر اس سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا جائے گا یا آپ کا فعل بیان کیا جائے گا یا آپ کی تقریر

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ

بیان کی جائے گی، تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ نے اس کو مقرر رکھا اور اس کو رد نہیں فرمایا۔ حدیث موقوف اور مقطوع کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں۔

حدیث مرفوع قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور حکماً کا بیان

حدیث مرفوع قولی صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

حدیث مرفوع فعلی صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا۔

حدیث مرفوع تقریری صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کام کیا اور اس پر آپ کا انکار نقل نہ کرے۔ یہ تینوں اقسام مرفوع صریح کی ہیں اور مرفوع قولی حکماً کی مثال یہ ہے:

جو صحابی اسرائیلیات کو نقل نہیں کرتا وہ ایسی حدیث بیان کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور نہ اس کا بیان لغت سے تعلق رکھتا ہو مثلاً وہ بدء خلق سے متعلق گزشتہ امور کی خبریں بیان کرے، اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرے یا مستقبل کے واقعات مثلاً قرب قیامت کے فتنے اور احوال قیامت بیان کرے، یا کسی کام کے مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب کو بیان کرے تو یہ حدیث حکماً مرفوع ہے، کیونکہ جن چیزوں میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو ان کا جاننا صرف سماع کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور صحابہ کرام کو صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سننا متصور ہے، کیونکہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ صحابی اسرائیلیات کو نقل نہیں کرتا، اس لیے یہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خواہ اس صحابی نے حضور سے براہ راست سنا ہو یا بالواسطہ۔

مرفوع فعلی حکماً کی مثال یہ ہے کہ صحابی ایسا کام کرے جس میں اجتہاد کا دخل نہ ہو تو وہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ صحابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسے امام شافعی نے کہا ہے کہ حضرت علی نماز کسوف کی ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع کرتے تھے۔

مرفوع تقریری حکماً کی مثال یہ ہے کہ صحابہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کام کرتے تھے، اور یہ اس لیے حجت ہے کہ ان کے کام پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مطلع ہوتے تھے، کیونکہ کسی کام کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے لیے ان کے پاس متعدد مواقع تھے اور وہ زمانہ نزول وحی کا زمانہ تھا، اس لیے صحابہ کسی ایسے فعل کو دائماً نہیں کر سکتے جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو اور حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم نے جواز عزل پر اس لیے استدلال کیا ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے درآں حالیکہ قرآن نازل ہوتا تھا، اگر یہ ممنوع ہوتا تو اس سے قرآن مجید منع فرما دیتا۔

مرفوع قولی حکماً میں وہ حدیث بھی داخل ہے جو صریح صیغہ کی بجائے صیغہ کنایہ سے مروی ہو، مثلاً تابعی کہے فلاں صحابی اس حدیث کو مرفوعاً بیان کرتے ہیں یا اس حدیث کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، یا آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں یا آپ کی طرف پہنچاتے ہیں اور کبھی صرف قول پر اقتصار کرتے ہیں اور قائل کو حذف کر

دیتے ہیں، مثلاً ابن سیرین، حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے انھوں نے کہا آپ نے فرمایا تم ایک قوم سے قتال کرو گے الحدیث، مطالب نے کہا ہے کہ یہ اہل بصرہ کی خاص اصطلاح ہے، انہی صیغوں میں سے صحابی کا یہ قول ہے من السنۃ کذا، اور اکثر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ جب غیر صحابی یہ کہے پھر بھی حدیث مرفوع ہے الا یہ کہ وہ کسی کی سنت کی طرف اضافت کرے، مثلاً یہ سنت العمرین ہے، ظاہر یہ ہے کہ جب مطلقاً سنت کا لفظ بولا جائے تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے، اسی قبیل سے صحابی کا یہ قول ہے امرنا بكذا ونهينا بكذا "ہم کو اس چیز کا حکم دیا گیا ہم کو اس چیز سے روکا گیا"، کیونکہ مطلق امر اور نہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور انہی صیغوں میں سے یہ صیغہ ہے كنا نفعل كذا "ہم اس طرح کرتے تھے" اور اسی قبیل سے کسی فعل پر صحابی کا یہ حکم لگانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے یا یہ اللہ اور اس کے رسول کی معصیت ہے، مثلاً حضرت عمار نے یہ کہا جس نے یوم شک کو روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، یہ حدیث بھی حکماً مرفوع ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت عمار نے اس حکم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

صحابی کی تعریف کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی صحابی کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هو من لقى النبى صلى الله عليه وسلم مومنا به ومات على الاسلام ولو تخللت ردة فى الاصح۔

صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو درآں حالیکہ وہ آپ پر ایمان لایا ہو اور وہ اسلام پر فوت ہوا ہو خواہ درمیان میں وہ مرتد ہو گیا ہو یہی زیادہ صحیح ہے۔

ملاقات سے مراد عام ہے خواہ وہ شخص آپ کے ساتھ بیٹھا ہو، آپ کے ساتھ چلا ہو، یا آپ تک پہنچا ہو، خواہ آپ کے ساتھ کلام نہ کیا ہو، اور اس میں آپ کو دیکھنا بھی داخل ہے خواہ قصداً آپ کو دیکھا ہو یا تبعاً۔ بعض لوگوں نے صحابی کی تعریف میں کہا جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، لیکن اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ اس تعریف سے نابینا صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے، حالانکہ وہ بلا تردد صحابہ ہیں، اس لیے تعریف میں ملاقات کا لفظ اولیٰ ہے۔ اس تعریف میں ایمان کی قید سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے حالت کفر میں آپ سے ملاقات کی اور چونکہ آپ پر ایمان لانے کی قید لگائی ہے اس لیے وہ لوگ نکل گئے جو صرف انبیاء سابقین پر ایمان لائے تھے، لیکن جن لوگوں نے آپ سے ملاقات کی درآں حالیکہ ان کا ایمان تھا کہ آپ کی بعثت ہوگی لیکن انھوں نے بعثت کا زمانہ نہیں پایا، آیا وہ صحابی ہیں یا نہیں، یہ بحث غور طلب ہے۔ اس تعریف میں یہ قید ہے کہ ان کی موت اسلام پر ہوئی ہو، اس لیے وہ لوگ صحابی کی تعریف سے نکل گئے جنھوں نے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی اور بعد میں (العیاذ باللہ) مرتد ہو کر مرے، مثلاً عبیداللہ بن جحش اور ابن خطل، اور تعریف میں یہ قید بھی ہے کہ خواہ درمیانی عرصہ میں وہ مرتد ہو چکے ہوں۔ یعنی پہلے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گئے، پھر دوبارہ اسلام لائے اور اسلام پر خاتمہ ہوا، تو وہ بھی صحابی ہیں، خواہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام قبول کیا ہو یا آپ کی وفات کے بعد، اور خواہ انھوں نے دوبارہ آپ سے ملاقات کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور تعریف میں آخری قید ہے کہ یہی زیادہ صحیح ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے، اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ اشعث بن قیس مرتد ہو گئے تھے، پھر ان کو قید کر کے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، انھوں نے پھر اسلام قبول کر لیا، حضرت ابوبکر نے ان کا اسلام قبول کر لیا اور اپنی بہن سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اسی طرح ان کی روایات کو مسانید میں ذکر کرنے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ [1]

اس مسئلہ میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

صحابی کی تعریف میں اختلاف ہے، محدثین کے نزدیک معروف تعریف یہ ہے: ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابی ہے، اور اصحاب الاصول کے نزدیک یہ تعریف ہے: جس نے بطریق متابعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طویل مجلس حاصل کی، اور سعید بن مسیب سے یہ تعریف منقول ہے کہ صحابی صرف وہ مسلمان ہے جو آپ کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو یا جس نے آپ کے ساتھ ایک یا دو غزووں میں شرکت کی، یہ تعریف ضعیف ہے کیونکہ اس کے اعتبار سے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما صحابی نہیں ہیں اور ان کے صحابی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی، حافظ ابن الصلاح اور امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے: "ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا" تو اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے، انھوں نے آپ کو نہیں دیکھا حالانکہ وہ بالاتفاق صحابی ہیں، اور جس شخص نے آپ کو کفر کی حالت میں دیکھا اور وہ آپ کی وفات کے بعد اسلام لایا جیسے قیصر کا ایلچی اس تعریف کے مطابق وہ صحابی ہے حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے، اور جس شخص نے آپ کو وفات کے بعد دفن سے پہلے دیکھا جیسے ابو ذویب خویلد بن خالد ہذلی، اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے، حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے، اور اگر یہ تعریف کی جائے کہ جس مسلمان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ صحابی ہے تو اس تعریف میں تمام امت داخل ہو جائے گی، کیونکہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کو دیکھا تھا، نیز یہ تعریف اس پر بھی صادق آئے گی جو آپ کی صحبت میں رہا پھر مرتد ہو گیا، مثلاً ابن خطل وغیرہ، اس لیے اولیٰ تعریف یہ ہے: "جس شخص نے ایمان کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام پر فوت ہوا"، یہ تعریف اس شخص پر بھی صادق آئے گی جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا اور اسلام پر مرا، عراقی نے کہا اس پر صحابی کی تعریف صادق آنے پر اعتراض ہے، کیونکہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے یہ تصریح کی ہے کہ مرتد ہونے سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ ارتداد سے اس کی صحابیت بھی باطل ہو گئی، جیسے قرہ بن ہبیرہ اور اشعث بن قیس، اور جن لوگوں نے مرتد ہونے کے بعد آپ کی حیات میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا جیسے عبد اللہ بن ابی سرح تو ان پر صحابی کی تعریف صادق آنے سے کوئی مانع نہیں ہے، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ اور اس سے پہلی قسم، دونوں صحابی ہیں۔ [3]

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۸۴ - ۸۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۱۲ - ۲۰۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

جو مسلمان آپ سے ملاقات کے بعد مرتد ہوگیا، پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ محمد اکرم سندھی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ان کے متبعین کے مذہب کا تقاضا یہ ہے کہ ارتداد سے اعمال اس وقت باطل ہوتے ہیں جب کفر پر موت ہو اور ہمارے مذہب میں یہ مقرر ہے کہ ارتداد سے تمام اعمال کا ثواب باطل ہو جاتا ہے، اور اگر وہ پھر اسلام قبول کرے تو اس پر حج کا اعادہ کرنا واجب ہوگا کیونکہ یہ عمر میں فرض ہوتا ہے، اس لیے جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا اور پھر مرتد ہوگیا تو اس کی صحابیت باطل ہوگی، اب اگر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پھر اسلام لایا تو وہ صحابی نہیں ہوگا، ہاں جو آپ کی حیات مبارکہ میں دوبارہ اسلام لے آیا تو وہ صحابی ہوگا، امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ [1]

حافظ عسقلانی نے اپنے مختار پر یہ دلیل دی تھی کہ اشعث بن قیس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے، اور انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام قبول کیا اور ان کا سب نے صحابہ میں شمار کیا ہے اور ان کی احادیث کو مسند کہا ہے۔

علامہ سندھی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں نے اشعث بن قیس کا ذکر صحابہ میں کیا ہے انھوں نے غفلت سے اس کا شمار صحابہ میں کیا، یا اس کا صحابہ میں شمار اس وجہ سے کیا کہ وہ صحابہ کے دور میں تھا، اور جن لوگوں نے اس کی احادیث کو مسند کہا ہے، انھوں نے راوی کے حال سے جہالت کی وجہ سے ایسا کیا، یا اس نے دوسرے صحابہ سے جو حدیث روایت کی تھی اس کو مسند کہا یا یہ تخریج اس قول پر ہے کہ کفر کی حالت میں حدیث سننا اور اس کو اسلام میں ادا کرنا جائز ہے ورنہ فقہاء احناف کی کتاب ولوالجیہ کی کتاب الشہادت میں لکھا ہے کہ مرتد نے جو حدیث روایت کی وہ باطل ہے اور مرتد ہونے کے بعد اس کی احادیث کو سننے والے کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ حلبی نے قاضی عیاض کی شفاء کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ائمہ ستہ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اشعث کی روایت ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ وہ صحابی ہے اور اس کا صحابی ہونا اسی قول پر متصور ہے کہ حبط ارتداد پر موت پر مرتب عمل باطل ہوتا ہے، جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نفس ارتداد سے عمل باطل ہو جاتا ہے خواہ وہ موت سے پہلے اسلام قبول کرے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب ہے تو پھر اشعث کا صحابہ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ [2]

---

[1] علامہ محمد اکرم سندھی حق ملا قاری السماوی علی شرح امعان النظر ص ۲۰۲، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ

[2] " " " " " امعان النظر ص ۲۰۷، " " "

امام ابوحنیفہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ۔ (مائدہ: ۵)

اور جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

اور امام شافعی قرآن مجید اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون۔ (بقرۃ: ۲۱۷)

اور تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مرے، تو ان لوگوں کے (نیک) عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اعمال کا ضائع ہونا موت علی الکفر پر معلق کیا گیا ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دو جرم اور ان کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلا جرم ہے مرتد ہونا اور دوسرا جرم ہے اس کفر کو قائم رکھنا حتیٰ کہ کفر پر مرنا۔ اور پہلی سزا ہے دنیا اور آخرت میں اعمال کا ضائع ہونا اور دوسری سزا ہے ہمیشہ دوزخ میں رہنا۔ اور پہلی سزا پہلے جرم سے متعلق ہے اور دوسری سزا دوسرے جرم سے متعلق ہے۔ یعنی صرف مرتد ہونے سے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اور اگر اس نے اس کفر کو قائم رکھا حتیٰ کہ کفر پر مرا تو آخرت میں ہمیشہ کے لیے دوزخی ہو گا۔

اس لیے صحیح یہی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گیا اور آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کی صحابیت زائل ہو گئی، اب وہ تابعی ہے صحابی نہیں ہے۔

صحابی کی معرفت کے ذرائع

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: صحابی کی معرفت کے حسب ذیل طرق اور ذرائع ہیں:

۱۔ **تواتر:** جیسے حضرت ابوبکر اور عمر اور باقی عشرہ مبشرہ کے متعلق تواتر سے معلوم ہے کہ وہ صحابی ہیں۔

۲۔ **شہرت:** تواتر سے کم درجہ کی شہرت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صحابی ہے، جیسے حضرت ضمام بن ثعلبہ اور حضرت عکاشہ۔

۳۔ **قول صحابی:** کوئی صحابی یہ شہادت دے کہ فلاں شخص صحابی ہے، جیسے حضرت حممہ بن ابی حممہ دوسی، اصفہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہوئے۔ تو حضرت ابوموسیٰ اشعری نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ شہید ہوں گے۔

۴۔ کوئی تابعی یہ کہے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔

۵۔ کوئی عادل شخص خود یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابی ہوں، بہ شرطیکہ اس کا ثبوت ممکن ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سو سال بعد کسی کی صحابیت کا دعویٰ مقبول نہیں ہے، خواہ وہ اس سے پہلے عادل ہو، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد روئے زمین پر کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کی وفات کے سال تھا۔

اصولیین نے یہ شرط عائد کی ہے کہ کسی شخص کی صحابیت کا دعویٰ تب مقبول ہوگا جب اس کے معاصر اس کی تصدیق کریں۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ چھ سو سال بعد رتن ہندی نے صحابیت کا دعویٰ کیا، یہ شخص بوڑھا دجال تھا، اس نے صحابیت کا دعویٰ کر کے اللہ اور اس کے رسول پر جرأت کی۔ [1]

تمام صحابہ کے عادل ہونے کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

قابل شمار علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل (نیک) ہیں خواہ وہ باہمی جنگوں میں مبتلا ہوئے یا نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وکذلک جعلنکم امۃ وسطا۔ (بقرہ ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ (آل عمران: ۱۱۰) ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو۔

ان آیتوں میں خطاب ان مسلمانوں سے ہے جو ان آیات کے نزول کے وقت موجود تھے اور وہ حضرات صحابہ کرام ہیں، اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے "خیر القرون قرنی" "سب سے بہتر قرن میرا قرن ہے" اور ان کی عدالت پر واضح دلیل یہ ہے کہ وہ حاملین شریعت ہیں، اگر ان کی روایت مشکوک ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت صرف آپ کی حیات مبارکہ تک منحصر رہے گی اور قیامت تک کے تمام زمانوں پر محیط نہیں رہے گی۔ [2]

کثیر الروایت صحابہ کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، ان کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں ان کی احادیث کی تعداد ۲۶۳۰ ہے، پھر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۵۴۰ ہے، پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۲۸۶ ہے، پھر حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ ہے، پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۱۱۷۰ ہے، ان کے علاوہ اور کسی صحابی کی احادیث کی تعداد دو ہزار سے زائد نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد ۱۴۲ ہے، اور ان کی روایات کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کی نشر و اشاعت، لوگوں کے احادیث سننے اس کو یاد کرنے اور روایت کرنے کے عموم اور شیوع سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔ [3]

فقہاء صحابہ کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ فتاویٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں، مسروق سے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۲ - ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

[2] ″ ″ ″ ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۴ ۔ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ ھ

″ ″ ″ ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۸، ″ ″ ″ ″

روایت ہے کہ تمام صحابہ کا علم چھ افراد پر منتہی ہوتا ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو درداء اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم، پھر ان چھ کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہوتا ہے، اور صحابہ میں سے عبادلہ ہیں (یعنی عبداللہ نام کے) وہ ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر اور ابن عمرو بن العاص ہیں، ابن مسعود ان میں نہیں ہیں (علامہ سیوطی نے کہا ہے یہ امام احمد کا قول ہے، امام بیہقی نے کہا حضرت ابن مسعود کی پہلے وفات ہو گئی تھی اور یہ لوگ بعد تک زندہ رہے اور ان کے علم کی ضرورت پیش آئی اور جب یہ چاروں کسی بات پر متفق ہو جائیں تو کہا جاتا ہے یہ عبادلہ کا قول ہے، بعض نے کہا عبادلہ تین ہیں اور ان میں سے حضرت ابن الزبیر کو ساقط کر دیا، جوہری نے صحاح میں اسی پر اقتصار کیا ہے۔ علامہ نووی نے تہذیب الصحاح میں اور علامہ رافعی نے دیات میں لکھا ہے کہ عبادلہ چار ہیں اور ان میں حضرت ابن عمرو بن العاص کی جگہ حضرت ابن مسعود کا ذکر کیا ہے اور زمخشری نے مفصل میں لکھا ہے عبادلہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، اور حضرت ابن عباس ہیں۔ یہ ان کا وہم ہے اور اصطلاح میں غلطی ہے) اور ایک سو بیس صحابہ کا نام عبداللہ ہے۔[1]

میں کہتا ہوں صحیح اصطلاح وہی ہے جس کو علامہ زمخشری نے بیان کیا ہے، عبداللہ نام کے تمام صحابہ میں علم اور تفقہ کے اعتبار سے کوئی صحابی حضرت ابن مسعود کے پائے کا نہیں ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

ہم نے علی بن عبداللہ مدینی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ان تین کے پلے کا کوئی نہیں تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، ان میں سے ہر ایک کے بہت شاگرد تھے جو ان کے قول پر لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے مسروق کی مذکور الصدر روایت بیان کی ہے، پھر شعبی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چھ سے علم حاصل کیا جاتا تھا حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت، اور ان کا علم ایک دوسرے کے مشابہ تھا، اور حضرت علی، حضرت اشعری، اور حضرت ابی ان کا علم آپس میں مشابہ تھا، اور امام شافعی نے کہا یہ علم، اجتہاد، تقویٰ اور عقل میں ہم سے بہت بلند تھے۔[2]

احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

امام ابو زرعہ رازی سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے کتنے صحابہ ہیں؟ انہوں نے کہا ان کو کون ضبط کر سکتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں چالیس ہزار صحابہ تھے، اور غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ ستر ہزار صحابہ تھے۔ امام ابو زرعہ سے کہا گیا کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چار ہزار احادیث ہیں، انہوں نے کہا یہ کس کا قول ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا کون شمار کر سکتا ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے، جن سے حدیثیں روایت کی جاتی تھیں اور ان سے سنی جاتی تھیں، ان سے پوچھا گیا، اے ابو زرعہ! یہ لوگ کہاں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۰ - ۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۶۷ - ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

تھے اور انھوں نے کہاں سماع کیا انھوں نے کہا یہ لوگ اہل مکہ اور اہل مدینہ تھے اور ان کے درمیان رہنے والے تھے اور اعراب (دیہاتی) تھے اور جو صحابہ آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھے سب نے آپ کو میدان عرفات میں دیکھا اور آپ سے سماع کیا۔ [1]

طبقات صحابہ کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

طبقات صحابہ میں اختلاف ہے، امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری نے صحابہ کے بارہ طبقات مقرر کیے ہیں:

۱۔ جو صحابہ مکہ میں اسلام لائے مثلاً خلفاء راشدین۔ ۲۔ اصحاب دار الندوہ۔ ۳۔ مہاجرین حبشہ۔ ۴۔ اصحاب عقبہ اولیٰ۔ ۵۔ اصحاب عقبہ ثانیہ (یہ اکثر انصار ہیں)۔ ۶۔ مہاجرین اولین جو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے قبا میں پہنچے۔ ۷۔ اہل بدر۔ ۸۔ بدر اور حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ۔ ۹۔ اہل بیعت رضوان۔ ۱۰۔ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ، مثلاً حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص۔ ۱۱۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ۔ ۱۲۔ وہ بچے جنھوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کو دیکھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں۔

صحابہ میں افضل علی الاطلاق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، پھر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں، یہ جمہور اہل سنت کا قول ہے، علامہ خطابی نے کہا حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں، ابوبکر بن خزیمہ کا بھی یہی قول ہے، امام مالک، قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور امام الحرمین نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ تدریب) ابو منصور بغدادی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ خلفاء اربعہ سب سے افضل ہیں، پھر عشرہ مبشرہ ہیں، پھر اہل بدر ہیں، پھر اہل اُحد ہیں، پھر اصحاب بیعت رضوان ہیں، پھر انصار میں سابقین اولین ہیں یہ وہ ہیں جنھوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی، سب سے پہلے حضرت ابوبکر اسلام لائے اور سب سے آخر میں حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ لیثی سنہ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے، ایک قول ۱۰۲ھ کا اور ایک قول ۱۱۰ھ کا ہے، اور ان سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ [2]

تابعین کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس نے صحابی سے ملاقات کی وہ تابعی ہے، حاکم نے کہا ان کے پندرہ طبقات ہیں، پہلا طبقہ وہ ہے جس نے عشرہ مبشرہ کو پایا، ان میں قیس بن ابی حازم اور ابن المسیب وغیرہ ہیں اور اس پہلے طبقہ کے قریب وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اولاد صحابہ سے پیدا ہوئے، جیسے عبداللہ بن ابی طلحہ، ابی امامہ، سعد بن سہل بن حنیف، ابی ادریس خولانی وغیرہ۔ [3]

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۶۸-۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۹-۲۲۲، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] " " ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۳۵-۲۳۴، " " " " "

مخضرمین کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:
مخضرمین وہ لوگ ہیں جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کو نہیں دیکھا، اور بعد ان کو صحبت حاصل ہوئی، یہ علماء حدیث کی اصطلاح ہے، امام مسلم نے بشیر بن عمرو کا مخضرمین میں ذکر کیا ہے اور وہ ہجرت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اہل لغت کی اصطلاح میں مخضرمین ان لوگوں کو کہتے ہیں، جن کی آدھی عمر جاہلیت میں اور آدھی عمر اسلام میں گذری خواہ انھوں نے صحابہ کو پایا ہو یا نہیں، ان دونوں اصطلاحوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ ہے، لہٰذا حکیم بن حزام لغوی اعتبار سے مخضرم ہیں، امام مسلم نے بیس مخضرمین کا بیان کیا ہے اور ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ [1]

اکابر اور افضل تابعین کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:
اکابر تابعین میں اہل مدینہ میں سے سات فقہاء ہیں: (۱) سعید بن المسیب (۲) قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (۳) عروہ بن زبیر (۴) خارجہ بن زید بن ثابت (۵) ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف (۶) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (۷) سلیمان بن یسار الھلالی ابو ایوب۔ ابن المبارک نے ابو سلمہ کی جگہ سالم بن عبداللہ بن عمر اور ابو الزناد نے ان کی جگہ ابو بکر بن عبدالرحمن کا شمار کیا ہے۔

امام ابن المدینی نے بارہ فقہاء تابعین کا ذکر کیا ہے: (۱) ابن المسیب (۲) ابو سلمہ (۳) قاسم (۴) خارجہ (۵) اس کا بھائی اسماعیل (۶) سالم (۷) حمزہ (۸) زید (۹) عبیداللہ (۱۰) بلال، موخر الذکر پانچوں حضرت ابن عمر کے بیٹے ہیں (۱۱) ابان بن عثمان (۱۲) قبیصہ بن ذویب۔

امام احمد نے کہا افضل التابعین سعید بن مسیب ہیں، ان سے کہا گیا اور علقمہ اور اسود تو انھوں نے کہا وہ بھی ہیں، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے افضل کوئی نہیں ہے اور علقمہ اور مسروق بھی بلند درجہ تابعی ہیں۔

ابو عبداللہ بن خفیف نے کہا اہل مدینہ سعید بن مسیب کو افضل التابعین کہتے ہیں، اہل کوفہ اویس قرنی کو اور اہل بصرہ حسن بصری کو افضل التابعین کہتے ہیں، امام احمد نے کہا عطا مکہ کے مفتی تھے اور حسن بصری بصرہ کے مفتی تھے۔

بلقینی نے کہا تابعین میں سے سب سے پہلے ابو زید معمر بن زید کی وفات ہوئی، یہ سنہ ۳۰ھ میں خراسان یا آذربائیجان میں قتل کر دیے گئے تھے، اور سب سے آخر میں خلف بن خلیفہ کی وفات ہوئی یہ ۱۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ [2]

حدیث مسند کی تعریف

مسند، اسند کا اسم مفعول ہے جس کا معنی ہے اضافت کرنا اور نسبت کرنا۔ اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ما اتصل سندہ مرفوعا الی النبی صلی اللہ — جس حدیث مرفوع کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] 〃 〃 〃 〃، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۴۳-۲۴۰، 〃 〃 〃

علیہ وسلم۔	سند متصل ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

هو مرفوع صحابي بسند ظاهره الاتصال۔	یہ صحابی کی روایت کردہ حدیث ہے جس کی سند بظاہر متصل ہو۔

صحابی کی قید سے تابعی کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ مرسل ہے اسی طرح تبع تابعی یا اس سے نیچے درجہ کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ معضل یا معلق ہے، اور بظاہر اتصال کی قید سے وہ حدیث نکل گئی جو بظاہر منقطع ہے۔ اور جو حدیث حقیقۃً متصل ہو وہ اس میں بطریق اولیٰ داخل ہوگی، اور بظاہر کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ انقطاع خفی، مثلاً مدلس کی معنعن حدیث یا جن معاصر کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہیں وہ بھی مسند کی تعریف میں داخل ہو گئی کیونکہ ائمہ کا اس کے مسند ہونے پر اتفاق ہے۔[1]

اس کی مثال یہ حدیث ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن المثنى قال ثنا عبد الوهاب الثقفي قال ثنا ايوب عن ابي قلابة عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين۔[2]	محمد بن المثنیٰ، عبد الوہاب ثقفی، ایوب از ابی قلابہ، از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حدیث متصل کی تعریف

از روئے لغت اتصال، انقطاع کی ضد ہے اور اس کی اصطلاحی تعریف کے متعلق علامہ نووی لکھتے ہیں:

هو ما اتصل اسناده مرفوعا كان او موقوفا على من كان ويسمى الموصول۔[3]	جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ مرفوع ہو یا کسی پر بھی موقوف ہو، اس کو موصول بھی کہتے ہیں

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے جو یہ لکھا ہے کہ خواہ کسی پر موقوف ہو، اس کے اعتبار سے یہ تعریف اقوال تابعین کو بھی شامل ہے، اور حافظ ابن الصلاح نے اس کو صرف مرفوع اور موقوف میں منحصر کیا ہے۔ موقوف کی مثال ہے جیسے مالک از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ عراقی نے یہ کہا ہے کہ جب اقوال تابعین کی اسانید متصل ہوں تو ان کو مطلقاً متصل نہیں کہتے، البتہ تقیید کے ساتھ ان کو متصل کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ان کے کلام میں واقع ہے جیسے کہتے ہیں یہ سعید بن مسیب تک متصل ہے یا زہری تک متصل ہے یا مالک تک متصل ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ اقوال تابعین کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ اب اگر اس کو متصل بھی کہیں تو ایک چیز کا دو متضاد صفتوں سے اتصاف لازم آئے گا۔[4]

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۰۰ . . .، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حدثنی یعقوب بن ابراهیم الدورقی وحجاج بن الشاعر جمیعا عن ابی عاصم قال حجاج نا ابو عاصم انا عزرة بن ثابت انا علباء بن احمر حدثنی ابو زید قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما هو کائن فاعلمنا احفظنا۔[1]

یعقوب بن ابراہیم الدورقی، حجاج بن شاعر، ابوعاصم، عزرہ بن ثابت، علباء بن احمر از ابوزید روایت ہے: حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا آپ نے منبر سے اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا، حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا۔ آپ نے منبر سے اتر کر ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا سو آپ نے ہمیں ماکان ومایکون کی خبریں دیں پس جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا وہ زیادہ عالم تھا۔

مختلف الحدیث کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی حدیث نہ ہو تو اس کو محکم کہتے ہیں اور صحاح کی کتابوں میں اس کی بہت مثالیں ہیں، اور اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی حدیث ہو تو یا تو وہ بھی اس کی مثل مقبول ہوگی یا مردود ہوگی، اگر وہ مردود ہے تو تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث قوی میں ضعیف کی مخالفت سے کوئی اثر نہیں پڑتا، اور اگر وہ معارض حدیث اس کی مثل مقبول ہے تو اگر ان میں تطبیق ممکن ہے تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہیں تو اگر ان میں کسی کا مقدم ہونا اور دوسری کا مؤخر ہونا معلوم ہو جائے تو وہ منسوخ اور ناسخ ہیں اور اگر یہ بھی معلوم نہ ہو سکے تو پھر ان حدیثوں میں توقف کیا جائے گا اور وہ حدیث موقوف کہلائے گی۔

مختلف الحدیث کی مثال یہ ہے "لاعدوی ولاطیرة" (کوئی مرض متعدی ہوتا ہے نہ بدفالی ہے) اور یہ بھی حدیث میں ہے:

فر من المجذوم فرارک من الاسد۔

جذام کے مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔

یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں اور بہ ظاہر متعارض ہیں، حافظ ابن الصلاح نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ امراض خود بخود متعدی نہیں ہوتے لیکن اللہ سبحانہ نے مریض کے تندرست کے ساتھ اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا ہے اور کبھی اس سبب کا تخلف بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ اور اسباب میں ہوتا ہے۔[2]

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۲۶ - ۲۵، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اس کا محمل یہ ہے کہ مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، اور جس حدیث میں ہے جذام کے مریض سے بھاگو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرض متعدی ہوتا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریض کے ساتھ اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا ہے جیسے اور اسباب بنائے ہیں لیکن کبھی اس میں تخلف بھی ہو جاتا ہے اور اختلاط کے باوجود مرض متعدی نہیں ہوتا۔

حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حدیث مؤخر ہے اور فلاں مقدم ہے تو مؤخر کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہتے ہیں، نسخ کا علم کئی ذرائع سے ہوتا ہے اور سب سے صریح یہ ہے کہ خود حدیث میں یہ تصریح ہو جیسے امام مسلم نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے:

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها۔

میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی صحابی نے تصریح کی ہو کہ یہ حدیث متاخر ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

كان اخر الامرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما مسته النار۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل یہ تھا کہ آپ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کے چھونے سے وضو کرنے کو ترک فرما دیا تھا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مؤخر اور ناسخ حدیث کی معرفت تاریخ سے حاصل ہو، علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد اور نسائی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

افطر الحاجم والمحجوم۔

فصد لگانے والے اور فصد لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

امام شافعی نے فرمایا یہ حدیث امام مسلم کی اس روایت سے منسوخ ہے۔

عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم احتجم وهو محرم صائم۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے میں فصد لگوائی درآں حالیکہ آپ محرم تھے۔

کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے ۸ھ کو فتح مکہ کے زمانہ میں روایت کی تھی۔

اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اجماع کی دلالت سے کسی حدیث کو منسوخ قرار دیا جائے، مثلاً امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے جو شخص چوتھی بار شراب پیئے اس کو قتل کر دو، اور اس پر اجماع ہے کہ شرابی کو قتل نہیں کیا جاتا، اجماع حدیث کا ناسخ نہیں ہے، لیکن وہ نسخ پر دلالت کرتا ہے اور زیر بحث صورت

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۴ - ۴۶، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

میں اس کی تائید سنت میں بھی موجود ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے لگائے اور قتل نہیں کیا، اسی طرح زہری نے قبیصہ بن ذؤیب سے روایت کیا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو صحابی بعد میں اسلام لایا ہو اگر اس کی روایت اس صحابی کے معارض ہو جو اس سے پہلے اسلام لایا تھا تو متاخر کی روایت کو ناسخ نہیں قرار دیا جاتے گا، کیونکہ ہو سکتا ہے متاخر نے اس حدیث کو اس متقدم سے پہلے یا اس کے ساتھ اسلام لانے والے صحابی سے سنا ہو اور اس کو مرسلاً روایت کر دیا ہو ہاں اگر وہ متاخر الاسلام صحابی یہ تصریح کرے کہ اس نے اس حدیث کو خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو اس کی حدیث کو ناسخ قرار دیا جائے گا۔ [2]

علامہ سندھی لکھتے ہیں:

امام بغوی نے کہا ہے کہ طلق بن علی کی حسب ذیل روایت حضرت ابوہریرہ کی روایت سے منسوخ ہے:

عن طلق بن علی انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتوضأ قال ھل ھو الا بضعۃ منک۔	طلق بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص نے وضو کے بعد ذکر کو مس کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارے جسم کا ایک عضو ہی تو ہے!

اور اس کی ناسخ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے جس کو امام دارقطنی نے روایت کیا ہے:

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا افضی احدکم بیدہ الی ذکرہ لیس بینہ وبینہا شئ فلیتوضأ۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بلا حجاب اپنے ذکر کو پکڑے تو وہ وضو کرے۔

امام بغوی نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، طلق بن علی کے آنے کے بعد اسلام لائے تھے، اس لیے حضرت ابوہریرہ کی روایت متاخر ہے اور طلق بن علی کی روایت کے لیے ناسخ ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کے مطابق حضرت ابوہریرہ کی روایت کو ناسخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ نے اپنے خود سننے کی تصریح نہیں کی، علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ضعف ہے کیونکہ اس کی سند میں یزید بن عبدالملک، ضعیف راوی ہے۔ [3]

میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر حضرت جریر کی حدیث ہے، کیونکہ ہر چند کہ وضو پہلے سے فرض تھا لیکن اس کی

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۸، مطبوعہ مدرحیم اکیڈمی ملتان

[3] علامہ محمد اکرم سندھی من علماء قرن الحادی عشر، امعان النظر ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ

فرضیت کا بیان سورۂ مائدہ کی آیت وضو میں نازل ہوا، اور حضرت جریر سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے اور انھوں نے موزوں پر مسح کرنے کی حدیث بیان کی، اس لیے معلوم ہوا کہ جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو پیر دھونے کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور اس کی ناسخ حضرت جریر کی حدیث ہے جو سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن همام بن الحارث قال بال جرير بن عبد الله ثم توضأ و مسح على خفيه قيل له اتفعل هذا؟ قال وما يمنعني وقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله وكان يعجبهم حديث جرير لان اسلامه كان بعد نزول المائدة۔ [1]

ہمام بن حارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، ان سے کہا گیا آپ اس طرح کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا مجھ کو اس چیز سے کیا مانع ہے جب کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور ان کو حضرت جریر کی حدیث پسند تھی کیونکہ وہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن شهر بن حوشب قال رأيت جرير بن عبد الله توضأ ومسح على خفيه فقلت له في ذلك فقال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ ومسح على خفيه فقلت له اقبل المائدة او بعد المائدة فقال ما اسلمت الا بعد المائدة۔ [2]

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت جریر بن عبداللہ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، میں نے پوچھا سورۂ مائدہ کے نزول سے پہلے یا بعد؟ انھوں نے کہا میں سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد ہی تو مسلمان ہوا ہوں۔

لہٰذا حضرت جریر کے اسلام لانے کی تاریخ سے موزوں کے مسح کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور تاریخ کا پتا نہ چل سکے، اور سند یا متن کے لحاظ سے ایک حدیث کو کسی وجہ سے دوسری حدیث پر ترجیح دینا ممکن ہو تو ایک حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے گا ورنہ دونوں احادیث میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں ہو سکے گا اور ان پر توقف کیا جائے گا۔ [3]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ،، ،، ،، ،، ، جامع ترمذی ص ۴۰،

[3] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۹ - ۴۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان

اگر سند حدیث میں کوئی راوی اپنے شیخ سے اس حدیث کی روایت میں منفرد ہو اور اس تفرد کی وجہ سے اس حدیث کو غریب قرار دیا جا رہا ہو، پھر بعد میں تتبع اور تفحص سے یہ معلوم ہو کہ جس راوی کو اس کے شیخ سے روایت کرنے میں متفرد سمجھا رہا تھا اس کی متابعت ایک اور راوی بھی کر رہا ہے تو وہ حدیث غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس متفرد راوی کو متابع اور اس کی متابعت کرنے والے راوی کو متابع اور اس کے شیخ کو متابع علیہ کہتے ہیں اور اس عمل کو اعتبار اور متابعت کہتے ہیں، نیز اگر دوسرا راوی متفرد کے شیخ سے روایت کرے تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں، اور اگر دوسرا راوی متفرد کے شیخ الشیخ سے اس حدیث کو روایت کرے تو اس کو متابعت قاصرہ کہتے ہیں، نیز اگر وہ دوسرا راوی اسی حدیث کو بلفظہ روایت کرے تو اس حدیث کو متابع کہتے ہیں اور اس کے لیے مثلہ کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ دوسرا راوی اس حدیث کے ہم معنی حدیث روایت کرے ______ تو اس حدیث کو شاہد کہتے ہیں اور اس کے لیے نحوہ کا لفظ لاتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ متابعت میں اسی صحابی سے روایت ہوتی ہے اور شاہد میں کسی اور صحابی سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح نخبۃ الفکر میں ان تمام امور کی مثالیں دی ہیں، جن کو ہم ان کے حوالے سے ذکر کر رہے ہیں:

متابع تام کی مثال: امام شافعی نے کتاب الام میں یہ حدیث روایت کی ہے:

عن مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الشہر تسع وعشرون فلا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین۔	از مالک از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے تم جب تک چاند نہ دیکھو، روزے نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھو عید نہ کرو۔ اگر تم پر چاند مخفی رہے تو تیس دنوں کی گنتی پوری کرو۔

لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان الفاظ کے ساتھ امام مالک سے روایت کرنے میں امام شافعی متفرد ہیں اور ان کی اس حدیث کو غریب قرار دیا، کیونکہ امام مالک کے دوسرے اصحاب (شاگردوں) نے اسی سند سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث روایت کی ہے؛

فان غم علیکم فاقدروا لہ۔	اگر چاند تم پر مخفی رہے تو اس کا اندازہ کرو۔

لیکن ہم کو امام شافعی کی روایت کا ایک متابع مل گیا کیونکہ عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی نے بھی اس حدیث کو امام مالک سے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ متابعت تامہ ہے: اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے:

حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ ثنا مالک عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الشہر تسع وعشرون الحدیث۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

اس سند میں امام شافعی متابع ہیں، عبد اللہ بن مسلمہ متابع ہیں، اور امام مالک متابع علیہ ہیں اور یہ متابعت تامہ ہے۔

امام شافعی کا ایک متابع تام بھی ہے کیونکہ عاصم بن محمد نے اس حدیث کو امام شافعی کے شیخ الشیخ یعنی حضرت ابن عمر سے اکملوا ثلثین کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند یہ ہے:

عن عاصم بن محمد عن ابیہ عن محمد بن زید عن جدہ عبد اللّٰہ بن عمر ۔

(صحیح ابن خزیمہ اب چھپ گئی ہے اور اس میں حضرت ابن عمر کی یہ روایت ہے فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین مگر حدیث کا ابتدائی متن اور اس کی سند حافظ ابن حجر کے بیان کردہ سند اور متن سے مختلف ہے۔ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ ھ، سعیدی غفرلہ)

اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اس طرح ہے:

عبید اللّٰہ عن نافع عن ابن عمر .... فان اغمی علیکم فاقدروا له ثلاثین یوما (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

یہ حدیث اسی صحابی سے مروی ہے اور یہ لفظاً متابعت نہیں ہے معنیً ہے کیونکہ اس میں اکملوا کا لفظ نہیں ہے۔ اور اگر اس حدیث کا متن کسی اور صحابی سے مروی ہو اور اس کے لفظاً اور معنیً مشابہ ہو تو اس کو شاہد کہتے ہیں اور اس کی مثال یہ ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن دینار عن محمد بن حنین عن ابن عباس ۔ فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین (نسائی ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ کراچی)

اور شاہد بالمعنی کی مثال یہ ہے: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

محمد بن زیاد عن ابی ھریرۃ ..... فان اغمی علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ متابعت وہ ہے جو لفظاً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے روایت ہو یا کسی اور سے اور شاہد وہ ہے جو معنیً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے ہو یا کسی اور سے، اور کبھی متابع اور شاہد کا ایک دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے۔ [1]

زیادات ثقات کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں: ثقہ راویوں کا حدیث میں کسی لفظ کو زیادہ روایت کرنا، یہ بھی ایک لطیف فن ہے، جمہور فقہاء اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ثقہ راویوں کی زیادتی کو مطلقاً قبول کیا جاتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ زیادات ثقات مطلقاً نامقبول ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس نے اس حدیث کو ناقص روایت کیا ہے اگر اس کے غیر نے اس کو زیادہ روایت کیا ہے تو مقبول ہے اور اگر ناقص روایت کرنے والے نے ہی دوبارہ زیادہ الفاظ روایت کیے ہوں تو پھر وہ مقبول نہیں ہے، اور شیخ (ابن الصلاح) نے زیادتی کی کئی قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ وہ زیادتی جس میں ثقہ راویوں کی مخالفت ہو وہ مردود ہے۔

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، شرح نخبة الفکر ص ۴۴ - ۴۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۲۔ جس زیادتی میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو مثلاً کوئی ثقہ راوی حدیث کے کسی جملہ کے ساتھ متفرد ہو تو وہ مقبول ہے، خطیب نے کہا اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

۳۔ حدیث میں کسی ایسے لفظ کی زیادتی جس کو باقی تمام راوی ذکر نہ کرتے ہوں، جیسے حدیث میں ہے: جعلت لی الارض مسجدا وطهورا۔ "تمام زمین میرے لیے مسجد اور تیمم (کا آلہ) بنا دی گئی ہے" ابو مالک اشجعی اس حدیث میں اس لفظ کی زیادتی کے ساتھ متفرد ہے، وتربتها طهورا "اور اس کی مٹی پاک کرنے والی ہے" شیخ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ یہ قسم پہلی قسم کے مشابہ ہے یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت کی وجہ سے مردود ہے، اور دوسری قسم کے مشابہ ہے کیونکہ یہ زیادتی ثقہ راویوں کی روایت کے منافی نہیں ہے، اس لیے مقبول ہے، اور صحیح قول دوسرا قول ہے، یعنی یہ زیادتی مقبول ہے۔ [1]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

زیادات الثقات کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

۱۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے:

عن ابن مسعود قال سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم ای العمل افضل؟ قال الصلوة لوقتها۔	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا۔

حسن بن مکرم اور بندار نے اپنی روایتوں میں یہ زیادتی کی فی اول وقتها "یعنی نماز کو اس کے اوّل وقت میں پڑھنا" حاکم اور ابن حبان نے اس زیادتی کو صحیح قرار دیا۔

۲۔ امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس: امر بلال ان يشفع الاذان ويوتر الاقامة۔	حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھیں۔

سماک بن عطیہ نے اس میں یہ زیادتی کی الا الاقامة "حاکم اور ابن حبان نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے۔

۳۔ عن علی ان السه وکاء العین۔	سرین کا حلقہ آنکھ کا سر بند ہے (یہ منصوب المعنی ہے، یعنی آنکھ سرین کا سر بند ہے، کیونکہ جب تک آدمی جاگتا رہتا ہے سرین کو کھینچ کر رکھتا ہے اور جزا خارج ہونے نہیں دیتا اور جب آدمی سو جاتا ہے تو سرین کا حلقہ کھل جاتا ہے اور جزا خارج ہو جاتی ہے)

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۴۷۔۲۴۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

ابراہیم بن موسیٰ نے اس میں یہ زیادتی کی ہے فمن نام فلیتوضأ - پس جو آدمی سو جائے وہ وضو کرے۔[1]

تحمل حدیث کے طرق

اساتذہ سے تحمل اور اخذ حدیث کے آٹھ طریقے ہیں: سماع، قراءۃ، اجازۃ، مناولۃ، مکاتبہ، اعلام، وصیت اور وجادۃ۔ ان کی تعریف اور تفصیل حسب ذیل ہے:

سماع:

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

محدثین کے نزدیک سماع سے یہ مراد ہے کہ شاگرد استاذ کے الفاظ سنے، خواہ استاذ کسی کتاب سے یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہا ہو یا اپنے حافظے سے، خواہ وہ اپنے شاگرد کو لکھوائے یا نہیں۔ حدیث کا راوی جب حدثنا، اخبرنا، انبانا، ذکر لنا یا قال لنا کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے استاذ نے مجھے یہ حدیث سنائی، امام احمد نے فرمایا حدثنا اور اخبرنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ بعض متاخرین نے یہ کہا جب استاذ خود بیان کرے تو شاگرد حدثنا کہے اور جب شاگرد نے خود حدیث پڑھی ہو تو قرأت کہے اور جب شاگرد کے کسی اور ساتھی نے استاذ کو حدیث پڑھ کر سنائی ہو تو قرئ علیہ وانا اسمع کہے اور یہ بھی اصطلاح ہے کہ جب اکیلا استاذ کو پڑھ کر سنائے تو اخبرنی کہے اور کسی ساتھی نے پڑھ کر سنائی ہو تو اخبرنا کہے۔[2]

قرأت

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قرأت سے مراد ہے شیخ کے سامنے پڑھنا، اکثر محدثین اس کو عرض بھی کہتے ہیں، خواہ تم نے خود پڑھا ہو یا تمہارے غیر نے پڑھا ہو، اور تم کسی کتاب سے یا اپنے حافظے سے سن رہے ہو، جب کہ شیخ نے اپنی اصل کے سامنے رکھا ہو یا اس کے کسی معتمد نے خواہ شیخ کو وہ روایت محفوظ ہو یا نہ ہو، امام مالک اور ان کے اصحاب اور اشیاخ کے نزدیک قرأت، سماع کے مساوی ہے، اور جمہور اہل مشرق کے نزدیک سماع قرأت پر راجح ہے اور امام ابوحنیفہ اور ابن ابی ذئب وغیرہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک قرأت سماع پر راجح ہے، اس میں محتاط طریقہ یہ ہے کہ راوی یوں کہے قرأت علی فلان یا قرئ علیہ وانا اسمع فاقر بہ۔[3]

اجازۃ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اجازۃ کی سات اقسام ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(ا)۔ ایک معین استاذ (مثلاً امام بخاری) معین شاگرد (مثلاً امام مسلم) کو اجازت دے اور کہے میں تم کو صحیح بخاری کی یا اپنی ان مرویات کو روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جمہور کے نزدیک اس طریقہ سے حدیث کو روایت کرنا جائز ہے، بعض ظاہریہ نے اس کو ناجائز کہا ہے لیکن ان کا قول باطل ہے۔

(ب) ایک شخص کسی غیر معین چیز کی اپنے غیر کو اجازت دے مثلاً کہے میں اپنی تمام مسموعات کی اجازت دیتا ہوں، اس میں بھی اختلاف ہے، لیکن جمہور نے اس کو جائز کہا ہے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۴۰-۲۴۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۲۹۴-۲۹۶ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۱۲-۱۷، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

(ج)۔ کسی غیر معین کو عام وصف کے ساتھ اجازت دے مثلاً کہے میں نے مسلمانوں کو اجازت دی یا ہر ایک کو اجازت دی یا اپنے زمانہ والوں کو اجازت دی، اس میں متاخرین کا اختلاف ہے قاضی ابو الطیب اور خطیب وغیرہ نے اس کو جائز کہا ہے۔

(د)۔ کسی مجہول چیز کی اجازت دے، یا مثلاً وہ سنن کی کئی کتابوں کی روایت کرتا ہو اور کہے میں نے تم کو سنن کی اجازت دی، یا کہے میں نے محمد بن خالد دمشقی کو اجازت دی اور وہاں اس نام کے کئی آدمی ہوں، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے۔

(ھ)۔ کسی معدوم شخص کو اجازت دے، مثلاً فلاں کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوگا اس کو اجازت دی، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ باطل ہے۔

(و) مجیز نے کسی حدیث کو حاصل نہ کیا ہو اور وہ یہ اجازت دے کہ جب وہ اس کو حاصل کرے تو مجاز اس کی روایت کرے۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔

(ز)۔ ایک شخص کو جن مرویات کی اجازت ملی ہو اس کی اجازت دے، مثلاً کہے میں تم کو اپنی مجازات کی اجازت دیتا ہوں، بعض لوگوں نے کہا یہ ناجائز ہے، اور جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے، امام دار قطنی، امام ابن عقدہ، امام ابو نعیم، امام ابو الفتح نصر المقدسی وغیرہم نے اس پر اعتماد کیا ہے۔[1]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

مناولہ

مناولہ کی دو قسمیں ہیں، مناولہ مجردہ اور مناولہ مقرونہ بالاجازۃ۔ مناولہ مقرونہ، انواع اجازت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے، اس کی متعدد صورتیں ہیں:

(ا)۔ شیخ، طالب کو اپنے سماع کی اصل یا نقل دے اور کہے میں نے فلاں شخص سے ان احادیث کو روایت کیا ہے اب تم ان کو روایت کرو، یا کہے میں نے تم کو اپنی طرف سے ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، پھر اس تحریر کو اس کی ملک کر دے تاکہ وہ اس کو لکھ لے۔

(ب)۔ طالب نے شیخ سے سن کر جو احادیث لکھی ہیں وہ اپنی مسموعات شیخ کو دے، شیخ ان کا مطالعہ کرے درآں حالیکہ وہ حاضر دماغ ہو، پھر وہ اس کو لوٹا کر کہے یہ میری حدیثیں یا میری روایات ہیں ان کو مجھ سے روایت کرو، یا کہے میں نے تمہیں ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، بہ کثرت ائمہ حدیث نے ان کا نام عرض رکھا ہے اور چونکہ قرأت کو بھی عرض کہتے ہیں، اس لیے اس کو عرض المناولہ کہنا چاہیے اور اُس کو عرض القرأۃ۔ زہری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاری، مجاہد، شعبی، علقمہ، ابراہیم، ابو العالیہ، ابو الزبیر، ابو المتوکل، مالک، ابن وہب، ابن القاسم اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ مناولہ بمنزلہ سماع ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ سماع اور قرأت سے کم درجہ کا ہے۔ ثوری، اوزاعی، ابن المبارک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، بویطی، مزنی، امام احمد، اسحاق، یحییٰ بن یحییٰ اور دیگر ائمہ کا یہی قول ہے۔

(ج)۔ شیخ، طالب کو اپنی مسموعات دے اور ان کو روایت کرنے کی اجازت دے، پھر شیخ اس کو ان کا مالک بنانے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۴۰ - ۴۹، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

یہ پہلی صورت سے کم درجہ ہے۔ اور طالب کے لیے ان احادیث کو شیخ سے روایت کرنا جائز ہے۔

مناولہ مجردہ یہ ہے کہ شیخ طالب کو اپنی مسموعات کی اصل یا نقل دے اور صرف اتنا کہے کہ یہ میری مسموعات ہیں، فقہاء اور اصحاب الاصول کا مذہب یہ ہے کہ اس میں اس شیخ سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

مکاتبہ علامہ نووی لکھتے ہیں:

کتابت کی تعریف یہ ہے کہ شیخ اپنی مسموعات کسی حاضر شخص کو خود لکھ کر دے یا کسی سے لکھوا کر دے، یا کسی غائب شخص کو خود لکھ کر یا لکھوا کر دے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک مجردہ عن الاجازة اور دوسری کتابت مقرونہ بالاجازة، مقرونہ یہ ہے کہ شیخ نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تم کو اجازت دی، یہ صحت اور قوت میں مناولہ مقرونہ کی مثل ہے۔ اور کتابت مجردہ یہ ہے کہ اس کو صرف لکھ کر دے۔ قاضی ماوردی شافعی نے کتابت مجردہ میں روایت کرنے سے منع کیا ہے اور اکثر متقدمین اور متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے، اور محدثین میں یہی مشہور ہے اور ان کی تصنیفات میں یہ عبارت پائی جاتی ہے: میری طرف فلاں نے لکھا اس نے کہا مجھ سے فلاں نے حدیث بیان کی اس سے یہی صورت مراد ہوتی ہے، سمعانی نے کہا یہ اجازة سے زیادہ قوی ہے، اور اس میں راوی کے لیے کاتب کے خط کو پہچاننا کافی ہے۔ [2]

اعلام علامہ نووی لکھتے ہیں:

اعلام یہ ہے کہ شیخ، طالب سے صرف اتنا کہے کہ یہ حدیث میری سنی ہوئی ہے یا اس کتاب میں میری سنی ہوئی حدیثیں ہیں (اور اس کو روایت کرنے کی اجازت نہ دے) کثیر اصحاب الحدیث، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک طالب کے لیے اس کو روایت کرنا جائز ہے۔ ابن جریج، ابن الصباغ الشافعی، ابوالعباس الغمری المالکی وغیرہ نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے اور بکثرت محدثین نے یہ تصریح کی ہے کہ اس کی روایت جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس کی سند صحیح ہو تو اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے۔ [3]

وصیت علامہ نووی لکھتے ہیں:

وصیت یہ ہے کہ ایک شخص موت کے وقت یا سفر کے وقت یہ وصیت کرے کہ وہ اس کتاب سے روایت کرتا ہے، بعض متقدمین نے کہا جس کے لیے وہ وصیت کرے اس کو اس کتاب سے احادیث روایت کرنا جائز ہے، اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

وجادة یہ وجد کا مصنوعی مصدر ہے، عرب میں یہ مسموع نہیں ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کسی راوی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی احادیث پر مطلع ہو اور وہ ان احادیث کو اس شخص سے سن کر یا اجازت سے روایت نہ کرتا ہو تو اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں نے فلاں شخص کی لکھی ہوئی احادیث پڑھیں یا پائیں یا اس کی کتاب

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۰-۴۹، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

[2] ″ ″ ″ ″، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۰-۵۵، ″ ″ ″ ″ ″

[3] ″ ″ ″ ″، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۱-۵۰، ″ ″ ″ ″ ″

میں اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا حدثنا فلاں، پھر پوری سند اور متن بیان کرے، یا یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کی فلاں سے روایت پڑھی۔ اس پر شروع سے لے کر اب تک عمل ہو رہا ہے، بعض لوگوں نے بے تکلفے پن سے اس میں حدثنا و اخبرنا بھی کہا اور ان پر انکار کیا گیا۔ [1]

اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان

اسناد عالی و اسناد نازل: ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو ایک سند میں رجال کم ہوں اور دوسری میں زیادہ ہوں تو جس سند میں کم رجال ہوں اس کو اسناد عالی اور جس سند میں زیادہ رجال ہوں اس کو اسناد نازل کہتے ہیں۔

اسناد عالی کی پانچ قسمیں ہیں، ایک قسم علو مطلق ہے باقی علو نسبی ہیں:

(۱)۔ سند صحیح نظیف کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب، یہ علو مطلق ہے۔

(۲)۔ ائمہ حدیث میں سے کسی امام کا قرب خواہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک رجال زیادہ ہوں مثلاً سند صحیح کے ساتھ اعمش، ابن جریج یا مالک کا قرب۔

(۳)۔ صحاح ستہ یا دیگر کتب معتمدہ کے رجال میں سے کسی راوی کے ساتھ سند صحیح سے قرب۔

(۴)۔ راوی کی وفات مقدم ہونے کی وجہ سے علو، از بیہقی، از حاکم یہ سند اس سند سے عالی ہے، از ابی بکر بن خلف، از حاکم، کیونکہ بیہقی کی وفات ابو بکر بن خلف سے پہلے ہے، اس صورت میں ہر چند کہ عدد برابر ہیں کیونکہ دونوں میں دو راوی ہیں لیکن علو تقدم وفات کی وجہ سے ہے۔

(۵)۔ تقدم سماع کی وجہ سے علو مثلاً ایک شیخ سے دو راویوں نے سماع کیا ایک نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر چالیس سال تھی اور دوسرے نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر ساٹھ سال تھی تو خواہ سند میں رجال کے عدد برابر ہوں لیکن جس نے شیخ سے پہلے سماع کیا ہے اس کی سند عالی ہے اور یہ علو اس وقت اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے جب آخر عمر میں شیخ کا حافظہ کمزور یا مختل ہو گیا ہو۔

دوسری قسم ائمہ حدیث میں سے کسی کا قرب ہوتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں، موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ۔

موافقت: موافقت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب کے مؤلف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں جس میں اس سے کم رجال ہوں مثلاً امام بخاری ایک حدیث از قتیبہ از مالک روایت کرتے ہیں، اب کوئی دوسرا شیخ کسی اور سند سے یہی روایت قتیبہ سے روایت کرے اور اس سند میں امام بخاری کی بہ نسبت کم رجال ہوں۔

بدل: اگر کوئی شخص مؤلف کتاب کے شیخ الشیخ تک کسی اور سند سے پہنچ جائے اور اس کی سند میں رجال کم ہوں تو اس کو بدل کہتے ہیں مثلاً مذکور الصدر سند میں کوئی شخص قعنبی از مالک روایت کرے تو اس صورت میں قعنبی

---

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، التقریب النواوی ج ۲ ص ۶۱ - ۶۰، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

قتیبہ کا بدل ہوگا۔

مساوات: مؤلف کتاب نے ایک حدیث کو ایک خاص سند سے روایت کیا ہو، اور ایک دوسرا شخص کسی اور سند سے اس حدیث کو روایت کرے اور دونوں میں راویوں کی تعداد برابر ہو مثلاً امام نسائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کریں اور ان کی سند میں گیارہ رجال ہوں، اور ایک دوسرا شخص اسی حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرے اور اس کی سند میں بھی گیارہ رجال ہوں تو اس کی سند امام نسائی کے مساوی ہوگی۔

مصافحہ: مصنف کتاب کے تلمیذ کے ساتھ مساوات کو مصافحہ کہتے ہیں:

اسناد نازل کی بھی پانچ اقسام ہیں اور چونکہ اسناد نازل، اسناد عالی کی متقابل اور ضد ہے اس لیے عالی کی تعریف اور مثال سے نازل کی تعریف اور مثال بھی معلوم ہوگئی۔ [1]

حدیث مسلسل کا بیان

جس حدیث کی سند کے رجال میں سے ہر راوی تسلسل سے کسی ایک حالت کو نقل کرے عام ازیں کہ ہر راوی کسی ایک قول کو تسلسل سے نقل کرے یا کسی ایک فعل کو نقل کرے۔ یا قول اور فعل کو نقل کرے یا صیغہ ادا کو نقل کرے۔ [2]

اس کی مثال یہ ہے امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن الحبلی عن الصنابحی عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذ بیده وقال یا معاذ والله انی لاحبك فقال اوصیك یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلوٰة تقول اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك واوصی بذلك معاذ الصنابحی واوصی به الصنابحی ابا عبد الرحمن۔ [3]

از عبدالرحمٰن حبلی از صنابحی از حضرت معاذ بن جبل روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا "اے اللہ تو اپنے ذکر اور شکر میں اور اچھی طرح اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما، پھر حضرت معاذ نے صنابحی کو اس دعا کی وصیت کی اور صنابحی نے ابو عبدالرحمٰن کو اس کی وصیت کی۔

اس حدیث میں تسلسل یہ ہے کہ ہر روای عنہ نے اپنے راوی کو ــــــ اس دعا کی وصیت کی ہے۔

حدیث مسلسل کی دوسری مثال یہ ہے کہ سلسلہ سند کے تمام رجال کسی ایک فعل کو تسلسل سے نقل کریں، حافظ عراقی لکھتے ہیں:

عن ابی هریرة قال شبك بیدی ابو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، تذکرہ و تبصرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۶۵ - ۲۵۱، ملخصاً مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] " " تذکرہ و تبصرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۸۳، " " " "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

القاسم صلی الله علیه وسلم وقال خلق الله الارض یوم السبت الحدیث فقد تسلسل لنا تشبیک کل واحد من رواته بید من رواه عنه۔[1]

کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن زمین کو پیدا کیا الحدیث، پھر ہر راوی نے اپنے راوی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ حدیث روایت کی۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

فعل کے تسلسل کی دیگر مثالیں یہ ہیں، سر پر ہاتھ رکھنا، طالب کا ہاتھ پکڑنا، درود شریف پڑھتے وقت ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے گننا، مصافحہ کرنا، نماز میں رفع یدین کرنا، ٹیک لگا کر بیٹھنا، کھلانا پلانا، کھجور اور پانی سے دعوت کرنا۔[2]

قول اور فعل معاً کے تسلسل کے متعلق حافظ عراقی نے یہ مثال دی ہے:

حدثنا محمد بن اسمعیل بن ابراهیم انصاری قال انا والدی ویحیی بن علی بن محمد القلانسی قالا انا علی بن محمد ابی الحسن قال ثنا یحیی بن محمود الثقفی ثنا اسماعیل بن محمد بن الفضل ثنا احمد بن علی بن خلف ثنا محمد بن عبد الله الحاکم ثنا الزبیر بن عبد الواحد ثنا یوسف بن عبد الاحد الشافعی ثنا سلیمان بن شعیب الکسانی ثنا سعید الادم ثنا شهاب بن خراش قال سمعت یزید الرقاشی یحدث عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یجد العبد حلاوة الایمان حتی یؤمن بالقدر خیره وشره حلوه ومره قال وقبض رسول الله صلی الله علیه وسلم علی لحیته وقال امنت بالقدر خیره وشره حلوه ومره۔

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم انصاری، اپنے والد اور یحییٰ بن علی بن محمد قلانسی علی بن محمد ابی الحسن، یحییٰ بن محمود ثقفی، اسماعیل بن محمد بن الفضل، احمد بن علی بن خلف، محمد بن عبداللہ الحاکم، زبیر بن عبدالواحد، یوسف بن عبداللہ شافعی، سلیمان بن شعیب کیسانی، سعید الادم، شہاب بن خراش، یزید بن رقاشی، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک بندہ ایمان کی مٹھاس کو نہیں پا سکتا جب تک کہ اچھی اور بری، میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ حضرت انس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑا اور فرمایا میں اچھی اور بری، میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا۔

پھر حضرت انس نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، پھر یزید نے اپنی ڈاڑھی کو پکڑا اور کہا میں اچھی اور بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، اور شہاب نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، پھر سعید نے، پھر سلیمان نے، پھر یوسف نے، پھر زبیر نے پھر حاکم نے پھر ابن خلف نے اور اسماعیل نے اور یحییٰ ثقفی نے اور علی بن محمد نے اور یحییٰ بن علی قلانسی اور ہمارے

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۴ ص ۳۸، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

شیخ محمد بن اسماعیل نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا۔
اس حدیث کو حافظ ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۳۹، مطبوعہ دمشق)

مصنف نے جب اس حدیث کو لکھا تو مصنف نے بھی اپنی ڈاڑھی کو مٹھی پکڑ کر کہا: آمنت بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ۔ اور قارئین سے بھی التماس ہے کہ جب وہ ان سطور کو پڑھیں تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہیں آمنت بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ۔ تاکہ سلسلہ رجال کے قول اور فعل کے تسلسل کے ساتھ ان کا قول اور فعل بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل کے ساتھ منسلک ہو جائے۔ اور صیغہ ادا میں تسلسل کی مثال میں حافظ عراقی نے لکھا ہے:

مثلاً ہر راوی یہ کہے سمعت فلانا "میں نے فلاں سے سنا ہے" پھر وہ کہے سمعت فلانا، اسی طرح تمام رجال کہیں، یا ہر راوی حدثنا کہے یا ہر راوی اخبرنا کہے تو یہ صیغہ ادا میں تسلسل ہے۔ [2]

روایت بالمعنی کی تحقیق

حافظ عراقی لکھتے ہیں:
جو شخص الفاظ کے مدلول، معانی اور مقاصد کو نہ جانتا ہو، اس کے لیے بالاتفاق روایت بالمعنی کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے شیخ کے الفاظ کو نقل کرے اور اکثر محدثین، فقہاء اور اصولیین نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ الفاظ کے معانی اور مقاصد کا عالم ہے تو اس کے لیے روایت بالمعنی کرنا جائز ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں روایت بالمعنی کرنا جائز نہیں ہے اور دیگر خبروں میں جائز ہے اور پہلا قول ہی صحیح ہے، کیونکہ متعدد صحابہ سے اس کے جواز کی تصریح منقول ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے متعدد واقعہ کو متعدد الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حافظ ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن سلیمان بن اکیمہ لیثی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ سے حدیث سنتا ہوں اور میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ میں اس حدیث کو بعینہٖ اس طرح ادا کروں جس طرح آپ سے سنا اس میں کوئی حرف زیادہ ہوگا یا کم ہوگا، آپ نے فرمایا جب تم کسی حرام کو حلال نہ کرو، اور کسی حلال کو حرام نہ کرو اور صحیح معنی برقرار رکھو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے کہا ہماری رائے میں یہ اختلاف کتب احادیث سے حدیث کو نقل کرنے میں جاری نہیں ہے اور نہ ہمارے علم کے مطابق کسی نے اس کو کتب حدیث میں جاری کیا ہے، اس لیے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مصنف کی کتاب سے کسی حدیث کو نقل کرے اور اس میں الفاظ کو تبدیل کر دے، کیونکہ جنہوں نے روایت بالمعنی کی رخصت دی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ الفاظ کو ضبط کرنے اور اس پر جمود برقرار رکھنے میں مشقت تھی اور کتابوں کے اوراق سے احادیث کے نقل کرنے میں یہ مشقت نہیں ہے نیز ہر چند کہ اس کو الفاظ تبدیل کرنے کا اختیار ہے لیکن کسی کی تصنیف کو تبدیل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ [3]

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۸۰ - ۲۸۲، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ

[2] " " " " التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۸۷ " " "

[3] " " " " التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۱۶۹-۱۷۰، " " "

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

روایت بالمعنی میں اختلاف مشہور ہے اور اکثر کے نزدیک جائز ہے اور ان کی قوی ترین دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عجمیوں میں سے جو شخص عربی زبان کا عالم ہو اس کے لیے شریعت کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنا جائز ہے اور جب ایک عربی لفظ کو دوسری لغت کے لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا جائز ہے تو عربی لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ یہ مفردات میں جائز ہے (مثلاً لیث کی جگہ اسد کہنا) اور مرکبات میں جائز نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس شخص کو لفظ مستحضر ہو اور وہ اس میں تصرف پر قادر ہو اس کے لیے جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس کے لیے جائز ہے جس کو حدیث حفظ ہو اور وہ اس کے الفاظ بھول گیا ہو اور اس کا معنی اس کے ذہن میں مرتسم ہو اس کے لیے روایت بالمعنی جائز ہے تاکہ وہ حکم حاصل ہو سکے، اور تمام بحث جواز اور عدم جواز میں ہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ بیان کرنا اولیٰ ہے قاضی عیاض نے کہا کہ روایت بالمعنی کا دروازہ بند کرنا چاہیے تاکہ وہ شخص روایت بالمعنی کی جرأت نہ کرے جس کو الفاظ عربیہ اور ان کے متبادل الفاظ بدلنے کا ملکہ نہیں ہے۔[1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ نے کہا ہم عرب لوگ حدیث بیان کرنے میں تقدیم اور تاخیر کر دیتے ہیں (مدخل للبیہقی و تاریخ ابن عساکر) ابن سیرین نے کہا میں دس صحابہ سے حدیث سنتا تھا ان کا معنی ایک ہوتا تھا اور الفاظ مختلف ہوتے تھے۔ (کفایہ ص ۲۰۶ و المحدث الفاصل ص ۵۳۳)۔ حسن، شعبی اور نخعی روایت بالمعنی کرتے تھے، حافظ ابن الصلاح نے کہا صحابہ اور متقدمین کے احوال اس کی شہادت ہیں کہ ان میں سے کتنے لوگ ایک معاملہ میں ایک معنی کو مختلف الفاظ سے نقل کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا اعتماد فقط معنی پر ہوتا تھا الفاظ پر نہیں ہوتا تھا۔[2] (علوم الحدیث: ۹۱)۔

نیز علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حماد بن سلمہ نے روایت بالمعنی پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے دشمن فرعون کے ایک واقعہ کو مختلف الفاظ سے تعبیر کیا ہے جس کا معنی واحد ہے، مثلاً شہاب قبس فرمایا، قبس فرمایا یا جذوة من النار فرمایا، اسی طرح قرآن مجید میں باقی انبیاء علیہم السلام کے قصص ہیں ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو مختلف زبانوں میں خطاب کیا اور قرآن مجید نے ان کے خطابات کو بالمعنی نقل کیا، اسی طرح احادیث میں انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے خطابات اور اقوال کو بالمعنی نقل کیا گیا، اسی طرح قرآن اور حدیث میں تورات کے اقتباسات کو بالمعنی نقل کیا گیا ہے۔[3]

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۹-۷۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۲ ص ۱۳۹-۱۳۸، مطبوعہ دار الامام الطبری ۱۴۱۲ھ

[3] " " " " " " ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۲ ص ۱۴۴،

اختصار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

آیا حدیث واحد کا اختصار کرنا اور اس کے بعض حصہ کو روایت کرنا اور بعض کو روایت نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس کو مطلقاً ناجائز کہا، ان کا یہ قول روایت بالمعنی کے عدم جواز پر مبنی ہے، بعض علماء روایت بالمعنی کو جائز کہتے ہیں انہوں نے ایک خاص صورت میں اختصار حدیث سے منع کیا ہے، جب راوی نے دوسری مرتبہ بھی مکمل حدیث بیان نہ کی ہو اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ کسی اور نے مکمل حدیث کو بیان کر دیا ہے، پھر اس کا اختصار کرنا جائز نہیں ہے، بعض علماء نے اختصار حدیث کو مطلقاً جائز کہا ہے اور اس کی کوئی تفصیل نہیں کی، ہم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حدیث کا جو حصہ چاہو کم بیان کرو البتہ اس میں زیادتی نہ کرو۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم اور عارف کے لیے اختصار حدیث کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس نے حدیث کا جو حصہ ترک کیا ہے وہ اس کے ذکر کیے ہوئے حصہ سے متمیز اور غیر متعلق ہو، اس حیثیت سے کہ اس ترک کیے ہوئے حصہ کی وجہ سے اس کے بیان میں خلل نہ ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہے اور نہ اس کی دلالت مختلف ہو، اس صورت میں اختصار جائز ہونا چاہیے کیونکہ اس حالت میں ——— اس کا ذکر کیا ہوا حصہ اور ترک کیا ہوا حصہ دو الگ الگ اور مستقل حدیثیں ہیں اور ایک حصہ کا دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ شخص بلند مرتبہ والا ہونا چاہیے، جس پر تہمت کی کوئی سبیل نہ ہو اور جو شخص اس پائے کا نہ ہو اور جب اس نے ایک مرتبہ پوری حدیث روایت کی اور جب وہ دوسری بار اس کا بعض حصہ روایت کرے تو اس کو یہ خوف ہو کہ اس پر یہ تہمت لگائی جائے گی کہ اس نے پہلی بار حدیث میں اس حصہ کا اضافہ کیا تھا جس کو اس نے اپنے شیخ سے نہیں سنا تھا یا اس پر یہ تہمت لگے گی کہ دوسری بار وہ ایک حصہ کو روایت کرنا بھول گیا اور اس میں ضبط کی قلت ہے اور وہ بہت غلطی کرتا ہے تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس سے اس تہمت کو دور کرے اور امام ابو الفتح رازی نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلے ایک حدیث کے ایک حصہ کو روایت کیا اور بعد میں یہ ارادہ کیا کہ وہ اس کو مکمل روایت کرے اور اس کو یہ خوف ہوا کہ اگر اس نے مکمل حدیث روایت کی تو اس پر حدیث میں زیادتی کرنے کی تہمت لگے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زیادتی کو ترک کر دے میں کہتا ہوں کہ ایسے شخص کو ابتداءً مکمل حدیث بیان کرنی چاہیے۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جو علماء روایت بالمعنی کو جائز کہتے ہیں ان کو اختصار حدیث سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس نے حدیث کے بعض حصہ کو نقل کیا اور بعض کو حذف کر دیا اور ان کا ایک دوسرے سے رابطہ نہ ہو تو وہ دو منفصل خبروں کے قائم مقام ہیں کسی ایک کا دوسرے سے تعلق نہیں ہے۔ [2]

علامہ سخاوی اختصار حدیث پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۹۳-۱۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ دار الامام الطبری ۱۴۱۲ھ

امام ابو داؤد نے (باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل میں) روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! میں نے سنا کہ تم کچھ حصہ اس سورت سے پڑھتے تھے اور کچھ حصہ اس سورت کا پڑھتے تھے تو حضرت بلال نے کہا یہ کلام طیب ہے اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی تصویب کی۔ نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ اور خوش و خرم رکھے جس نے میرے کلام کو سنا اور اس میں زیادتی نہیں کی۔ اگر آپ کے کلام میں کمی کرنا بھی ناجائز ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرما دیتے اور جو شخص حدیث کا جتنا حصہ بھی روایت کر رہا ہے وہ اس میں صادق ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[1]

حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

مصنف کا حدیث واحد کے متن کی تقطیع (پارہ پارہ) کرنا اور حدیث کے ان ٹکڑوں کو مختلف ابواب میں تقسیم کرنا جواز کے قریب ہے اور عدم جواز سے بعید ہے، امام مالک، امام بخاری اور متعدد ائمہ حدیث نے حدیث کی تقطیع کی ہے اور یہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔[2]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

رشید عطار نے تصریح کی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بہ ظاہر امام مسلم کے نزدیک یہ منع ہے کیونکہ انھوں نے امام بخاری کی طرح مسائل اور احکام کے استنباط کا قصد نہیں کیا اس لیے وہ اختصار اور تقطیع کے بغیر مکمل حدیث کو وارد کرتے ہیں، امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے تقطیع کی ہے خلال نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ تقطیع نہیں کرنی چاہیے، حافظ ابن الصلاح کا بھی یہی مختار ہے، لیکن علامہ نووی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور حافظ عبد الغنی بن سعید نے تقطیع حدیث کو مستحب لکھا ہے، ابن دقیق العید نے شرح الالمام میں لکھا ہے کہ اگر حدیث کے ایک حصہ کو حذف کرنے سے باقی حصہ میں خلل نہیں ہوتا تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر حدیث کے کسی حصہ کو حذف کرنے سے باقی میں خلل واقع ہوتا ہے تو پھر تقطیع مکروہ ہے اور خلل جتنا زیادہ ہوگا کراہت اتنی زیادہ ہوگی۔[3]

حرفِ آخر

اس بحث پر میں اصول حدیث سے متعلق اصطلاحات کے مسائل اور مباحث کو ختم کرتا ہوں، مجھ سے بعض احباب نے فرمائش کی تھی کہ میں شرح صحیح مسلم کی پہلی جلد میں اصول حدیث کے مباحث پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ لکھ دوں، سو میں نے اس فرمائش کو پورا کرنے کے لیے یہ مقدمہ لکھا یہ بھی خواہش تھی کہ امام مسلم کے مقدمہ کی شرح لکھوں، لیکن یہ جلد بہت ضخیم ہو گئی ہے اور اس میں اس کی شرح کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا میرے اس مقدمہ کو امام مسلم کے مقدمہ کی شرح کے قائم مقام سمجھ لیا جائے۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۶، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۹۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۸۔۱۵۷، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

کئی چیزوں کی تفصیل اور تحقیق کرنے کا ارادہ تھا، لیکن طوالت کے باعث میں نہیں کر سکا، میں نے اس مقدمہ کو بہت آسان لکھنے کی کوشش کی تاکہ حدیث سے دل چسپی رکھنے والے تمام قارئین اس سے استفادہ کر سکیں، تاہم بعض علمی اصطلاحات کو سہل نویسی کی سعی بسیار کے باوجود من وعن لکھنا پڑتا ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقدمہ کو احادیث کی فہم کے لیے نافع بنائے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرا حشر خادمین حدیث کی جماعت میں کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کا قرب نصیب فرمائے اور اس کتاب کو میرے لیے وسیلہ نجات اور صدقہ جاریہ کر دے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین و ازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

مقدمہ صحیح مسلم

از امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخصوص رحمتیں سیدنا محمد پر نازل فرمائے جو خاتم النبیین ہیں اور تمام انبیاء پر بھی رحمتیں نازل فرمائے۔

امام مسلم اپنے شاگرد ابو اسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ بِتَوْفِيْقِ خَالِقِكَ ذَكَرْتَ اَنَّكَ هَمَمْتَ بِالْفَحْصِ عَنْ تَعَرُّفِ جُمْلَةِ الْاَخْبَارِ الْمَاْثُوْرَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُنَنِ الدِّيْنِ وَاَحْكَامِهٖ وَمَا كَانَ مِنْهَا فِي الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ صُنُوْفِ الْاَشْيَآءِ بِالْاَسَانِيْدِ الَّتِيْ بِهَا نُقِلَتْ وَتَدَاوَلَهَا اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ فَاَرَدْتَ اَرْشَدَكَ اللّٰهُ اَنْ تُوَقَّفَ عَلٰى جُمْلَتِهَا مُؤَلَّفَةً مُحْصَاةً وَسَاَلْتَنِيْ اَنْ اُلَخِّصَهَا لَكَ فِي التَّاْلِيْفِ بِلَا تَكْرَارٍ يَكْثُرُ فَاِنَّ ذٰلِكَ زَعَمْتَ

حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کہ تم نے اپنے رب کی توفیق سے یہ ذکر کیا کہ اصولِ دین اور احکامِ شریعت سے متعلق جو احادیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کو تلاش کر کے جمع کرنا چاہیے، اسی طرح ثواب اور عذاب اور رغبت اور خوف اور ان جیسے موضوعات سے متعلق احادیث کو ایسی اسانید کے ساتھ جمع کرنا چاہیے جو اہل علم کے نزدیک مقبول ہوں، اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے کہ تم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس قسم کی تمام احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے۔

تمہاری خواہش یہ بھی تھی کہ میں بغیر کثرت تکرار کے احادیث جمع کروں کیونکہ کثرتِ تکرار کی وجہ سے احادیث میں تدبر اور ان سے مسائل کے استخراج میں دشواری ہوگی

مِمَّا يُشْغِلُكَ عَمَّا لَهُ قَصَدْتَ مِنَ التَّفَهُّمِ فِيهَا وَالِاسْتِنْبَاطِ مِنْهَا وَلِلَّذِي سَأَلْتَ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ حِيْنَ رَجَعْتُ إِلٰى تَدَبُّرِهِ وَمَا تَؤُوْلُ بِهِ الْحَالُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَاقِبَةٌ مَحْمُوْدَةٌ وَمَنْفَعَةٌ مَوْجُوْدَةٌ۔

اللہ تعالیٰ تمہیں سرخرو فرمائے میں نے جس وقت تمہاری ان معروضات اور ان کے نتائج پر غور کیا تو میں نے یہ سمجھا کہ اس کام کو کرنے سے ان شاء اللہ مجھے حسن عاقبت اور اجر عظیم حاصل ہوگا۔

وَظَنَنْتُ حِيْنَ سَأَلْتَنِي تَجَشُّمَ ذٰلِكَ أَنْ لَوْ عُزِمَ لِي عَلَيْهِ وَقُضِيَ لِي تَمَامُهُ كَانَ أَوَّلُ مَنْ يُصِيْبُهُ نَفْعُ ذٰلِكَ إِيَّايَ خَاصَّةً قَبْلَ غَيْرِي مِنَ النَّاسِ لِأَسْبَابٍ كَثِيْرَةٍ يَطُوْلُ بِذِكْرِهَا الْوَصْفُ۔

اور اے عزیز! جس وقت تم نے مجھ سے اس تالیف کے بارِ گراں کو اٹھانے کا سوال کیا تو میں نے سوچا کہ اگر میری قسمت سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تو اور لوگوں کی نسبت اس کا فائدہ سب سے پہلے مجھ ہی کو پہنچے گا۔

إِلَّا أَنَّ جُمْلَةَ ذٰلِكَ أَنَّ ضَبْطَ الْقَلِيْلِ مِنْ هٰذَا الشَّأْنِ وَإِتْقَانَهُ أَيْسَرُ عَلَى الْمَرْءِ مِنْ مُعَالَجَةِ الْكَثِيْرِ مِنْهُ وَلَا سِيَّمَا عِنْدَ مَنْ لَا تَمْيِيْزَ عِنْدَهُ مِنَ الْعَوَامِّ إِلَّا بِأَنْ يُوْقِفَهُ عَلَى التَّمْيِيْزِ غَيْرُهُ فَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ فِي هٰذَا كَمَا وَصَفْنَا فَالْقَصْدُ إِلَى الصَّحِيْحِ الْقَلِيْلِ أَوْلٰى بِهِمْ مِنْ إِزْدِيَادِ السَّقِيْمِ۔

اس تالیف کے جمیع مقاصد اور مصالح کو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ بعض اسباب یہ ہیں: کہ بکثرت احادیث کو جمع کرنے سے بہتر ہے کہ کم تعداد میں احادیث جمع کی جائیں کیونکہ عوام کے لیے کم تعداد میں احادیث کا محفوظ کرنا آسان ہوتا ہے خاص طور پر وہ لوگ جو حدیث صحیح اور غیر صحیح کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے ضعیف روایات کی بھرمار کرنے سے احادیث صحیحہ پر اختصار کرنا بہتر ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔

وَإِنَّمَا يُرْجٰى بَعْضُ الْمَنْفَعَةِ فِي الْاِسْتِكْثَارِ مِنْ هٰذَا الشَّأْنِ وَجَمْعِ الْمُكَرَّرَاتِ مِنْهُ لِخَاصَّةٍ مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ رُزِقَ فِيْهِ بَعْضَ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ بِأَسْبَابِهِ وَعِلَلِهِ فَذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ يَهْجُمُ بِمَا أُوْتِيَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى الْفَائِدَةِ فِي الْاِسْتِكْثَارِ مِنْ جَمْعِهِ فَأَمَّا عَوَامُّ النَّاسِ الَّذِيْنَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِي الْخَاصِّ مِنْ أَهْلِ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ فَلَا مَعْنٰى لَهُمْ فِي طَلَبِ الْكَثِيْرِ وَقَدْ عَجَزُوْا عَنْ مَعْرِفَةِ الْقَلِيْلِ۔

البتہ جو لوگ فن حدیث کے ماہر ہیں اور اسانید کے اسباب و علل کی معرفت رکھتے ہیں ان کے لیے کثرتِ روایات اور احادیث مکررہ کو جمع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن عوام الناس جو احادیث کی اسانید میں خاص کی طرح گہری نظر نہیں رکھتے ان کے لیے کثیر روایات کا انبار لگانا بے سود ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ یہ لوگ چند احادیث میں بھی پوری چھان پھٹک نہیں کر سکتے۔

ثُمَّ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مُبْتَدِئُوْنَ فِي تَخْرِيْجِ مَا سَأَلْتَ وَتَأْلِيْفِهِ عَلٰى شَرِيْطَةٍ سَوْفَ أَذْكُرُهَا لَكَ وَهُوَ أَنَّا نَعْمِدُ إِلٰى جُمْلَةِ مَا أُسْنِدَ مِنْ

اب ہم تمہاری خواہش کے مطابق مکمل سند کے ساتھ احادیث بیان کریں گے ان احادیث کو جمع کرنے کے لیے ہم نے چند شرائط مقرر کی ہیں ان میں سے بعض

الْاَخْبَارِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقْسِمُهَا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ وَثَلٰثِ طَبَقَاتٍ مِّنَ النَّاسِ عَلٰى غَيْرِ تَكْرَارٍ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَ مَوْضِعٌ لَا يُسْتَغْنٰى فِيْهِ عَنْ تَرْدَادِ حَدِيْثٍ فِيْهِ زِيَادَةُ مَعْنًى اَوْ اِسْنَادٌ يَقَعُ اِلٰى جَنْبِ اِسْنَادٍ لِعِلَّةٍ تَكُوْنُ هُنَاكَ۔

یہ ہیں کہ جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصلاً مروی ہیں ان کو ہم راویوں کے تین طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان احادیث کو ہم نے حتی الامکان بلا تکرار ذکر کیا ہے سوا ان صورتوں کے جہاں تکرار ناگزیر تھا۔ مثلاً ایک حدیث دوسری سند کے ساتھ کسی لفظ کی زیادتی، کمی یا لفظی تغیر پر مشتمل ہے یا وہی حدیث کسی اور سند کے ساتھ مروی ہے جس سند میں کوئی زائد عمل ہے۔

لِاَنَّ الْمَعْنَى الزَّائِدَ فِي الْحَدِيْثِ الْمُحْتَاجَ اِلَيْهِ يَقُوْمُ مَقَامَ حَدِيْثٍ تَامٍّ فَلَا بُدَّ مِنْ اِعَادَةِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ فِيْهِ مَا وَصَفْنَا مِنَ الزِّيَادَةِ اَوْ اَنْ يُّفَصَّلَ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى مِنْ جُمْلَةِ الْحَدِيْثِ عَلَى اخْتِصَارِهٖ اِذَا اَمْكَنَ وَلٰكِنْ تَفْصِيْلُهٗ رُبَّمَا عَسُرَ مِنْ جُمْلَتِهٖ فَاِعَادَتُهٗ بِهَيْئَتِهٖ اِذَا ضَاقَ ذٰلِكَ اَسْلَمُ فَاَمَّا مَا وَجَدْنَا بُدًّا مِّنْ اِعَادَتِهٖ بِجُمْلَتِهٖ عَنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِّنَّا اِلَيْهِ فَلَا نَتَوَلّٰى فِعْلَهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

جب ایک متن حدیث مثلاً دو سندوں کے ساتھ مروی ہو اور دوسری سند کے ساتھ متن حدیث میں کوئی زائد معنی ہو تو یہ حدیث ایک مستقل حدیث کے قائم مقام ہوتی ہے لہٰذا ہم اس حدیث کو اس کی دوسری سند کے ساتھ دوبارہ ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ ایسی صورت میں ہم بسا اوقات اختصار سے کام لیتے ہیں کہ اور بتلا دیتے ہیں کہ اس سند کے ساتھ اس حدیث میں کمی، زیادتی یا تغیر ہے لیکن جب کوئی مقام یا مصلحت اس قسم کے اختصار کا متحمل نہ ہو تو ہمارے لیے پوری حدیث کا اعادہ کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا تاہم اگر تکرار سے بچنے کی کوئی صورت نکل سکے تو ہم ہرگز تکرار نہیں کرتے۔

فَاَمَّا الْقِسْمُ الْاَوَّلُ فَاِنَّا نَتَوَخّٰى اَنْ نُّقَدِّمَ الْاَخْبَارَ الَّتِيْ هِيَ اَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوْبِ مِنْ غَيْرِهَا وَاَنْقٰى مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ نَاقِلُوْهَا اَهْلَ اسْتِقَامَةٍ فِي الْحَدِيْثِ وَاِتْقَانٍ لِّمَا نَقَلُوْا لَمْ يُوْجَدْ فِيْ رِوَايَتِهِمْ اخْتِلَافٌ شَدِيْدٌ وَّلَا تَخْلِيْطٌ فَاحِشٌ كَمَا قَدْ عُثِرَ فِيْهِ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَبَانَ ذٰلِكَ فِيْ حَدِيْثِهِمْ فَاِذَا نَحْنُ تَقَصَّيْنَا اَخْبَارَ هٰذَا الصِّنْفِ مِنَ النَّاسِ اَتْبَعْنَاهَا اَخْبَارًا يَقَعُ فِيْ اَسَانِيْدِهَا بَعْضُ مَنْ لَّيْسَ بِالْمَوْصُوْفِ بِالْحِفْظِ وَالْاِتْقَانِ كَالصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ عَلٰى اَنَّهُمْ وَاِنْ كَانُوْا فِيْمَا وَصَفْنَا دُوْنَهُمْ

قسم اول میں ہم پہلے ان احادیث کو بیان کریں گے جن کی اسانید بہ نسبت دوسری اسانید کے عیوب اور نقائص سے محفوظ ہیں جن کے راوی معتبر، ثقہ اور قوی حافظہ کے مالک ہیں اور ان کی روایات میں شدید اختلاف اور کثیر اختلاط نہیں ہوتا اور یہ بات ان کی روایت کردہ احادیث سے پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے اس قسم کے لوگوں کی روایات بیان کر لینے کے بعد ہم ان روایات کا ذکر کریں گے جن کی سند میں بعض ایسے راوی بھی ہوں گے جو ثقاہت اور قوت حفظ میں قسم اول کے پایہ کے نہیں ہوں گے اگرچہ تقویٰ اور پرہیزگاری اور صداقت اور امانت میں ان کا مرتبہ کم نہیں ہوگا۔ مثلاً عطاء بن سائب، یزید بن ابی زیاد، لیث

فَإِنَّ اسْمَ السَّتْرِ وَالصِّدْقِ وَتَعَاطِي الْعِلْمِ يَشْمَلُهُمْ كَعَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ وَلَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ وَأَضْرَابِهِمْ مِنْ حُمَّالِ الْآثَارِ وَنُقَّالِ الْأَخْبَارِ فَهُمْ وَإِنْ كَانُوا بِمَا وَصَفْنَا مِنَ الْعِلْمِ وَالسَّتْرِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَعْرُوفِينَ فَغَيْرُهُمْ مِنْ أَقْرَانِهِمْ مِمَّنْ عِنْدَهُمْ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْإِتْقَانِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِي الرِّوَايَةِ يَفْضُلُونَهُمْ فِي الْحَالِ وَالْمَرْتَبَةِ لِأَنَّ هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ دَرَجَةٌ رَفِيعَةٌ وَخَصْلَةٌ سَنِيَّةٌ أَلَا تَرَى أَنَّكَ إِذَا وَازَنْتَ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ الَّذِينَ سَمَّيْنَاهُمْ عَطَاءً وَيَزِيدَ وَلَيْثًا بِمَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ وَسُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ وَإِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ فِي إِتْقَانِ الْحَدِيثِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِيهِ وَجَدْتَهُمْ مُبَايِنِينَ لَهُمْ لَا يُدَانُونَهُمْ لَا شَكَّ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي ذٰلِكَ لِلَّذِي اسْتَفَاضَ عِنْدَهُمْ مِنْ صِحَّةِ حِفْظِ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِتْقَانِهِمْ لِحَدِيثِهِمْ وَأَنَّهُمْ لَمْ يَعْرِفُوا مِثْلَ ذٰلِكَ مِنْ عَطَاءٍ وَيَزِيدَ وَلَيْثٍ وَفِي مِثْلِ مَجْرَى هَؤُلَاءِ إِذَا وَازَنْتَ بَيْنَ الْأَقْرَانِ كَابْنِ عَوْنٍ وَأَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ مَعَ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ وَأَشْعَثَ الْحُمْرَانِيِّ وَهُمَا صَاحِبَا الْحَسَنِ وَابْنِ سِيرِينَ كَمَا أَنَّ ابْنَ عَوْنٍ وَأَيُّوبَ صَاحِبَاهُمَا إِلَّا أَنَّ الْبَوْنَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ هَذَيْنِ بَعِيدٌ فِي كَمَالِ الْفَضْلِ وَصِحَّةِ النَّقْلِ وَإِنْ كَانَ عَوْفٌ وَأَشْعَثُ غَيْرَ مَدْفُوعَيْنِ عَنْ صِدْقٍ وَأَمَانَةٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلٰكِنَّ الْحَالَ مَا وَصَفْنَا مِنَ الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنَّمَا مَثَّلْنَا هَؤُلَاءِ فِي التَّسْمِيَةِ لِيَكُونَ تَمْثِيلُهُمْ سِمَةً

بن ابی سلیم وغیرہ یہ لوگ اگرچہ علم وفضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں تو اہل علم کے نزدیک معروف اور مشہور ہیں لیکن ان کے ہمعصر دوسرے راوی حافظہ اور ثقاہت میں ان پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور جب تم ان مذکورہ حضرات یعنی عطاء، یزید اور لیث کا مقابلہ، منصور بن معتمر، سلیمان اعمش اور اسمٰعیل بن ابی خالد سے کروگے تو تم پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ قوت حافظہ اور ثقاہت میں ان کے درمیان نمایاں فرق ہے اور علماء حدیث کے نزدیک اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحت اور ثقاہت میں عطاء، یزید اور لیث کی روایات کسی حال میں بھی منصور، اعمش اور اسماعیل کے ہم پایہ نہیں ہیں

اسی طرح اگر ایک عصر کے راویوں میں مقابلہ کیا جائے تو باوجود معاصر اور ہم زمان ہونے کے ان میں نمایاں فرق ہوگا مثلاً اگر ابن عون اور ایوب سختیانی کا مقابلہ عوف بن جمیلہ اور اشعث حمرانی سے کیا جائے حالانکہ یہ چاروں حسن بصری اور ابن سیرین کے شاگرد ہیں تو ان میں واضح فرق نظر آئے گا، کیونکہ نقل حدیث میں جو مہارت اور فضیلت ابن عون اور ایوب کو حاصل ہے وہ عوف اور اشعث کو حاصل نہیں ہوئی، اگرچہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں عوف اور اشعث اہل علم کے نزدیک ان سے کم نہیں ہیں اس کے باوجود روایت حدیث میں اہل علم نے ان کو ابن عون اور ایوب کا مقام نہیں دیا۔ ہم نے نام لے کر ان راویوں کی صراحۃ مثالیں اس لیے دی ہیں کہ جو لوگ محدثین کے اصول اور تنقید کے طریق کار کو نہیں جانتے وہ آسانی کے ساتھ راویوں کے مرتبہ کو پہچان سکیں تاکہ بلند مرتبہ شخص کو اس کی حیثیت سے کم اور کم مرتبہ شخص کو اس کی حیثیت سے زیادہ مقام نہ دیا جائے ہر شخص کی روایت کو اس کی حیثیت کے مطابق مقام دیا جائے۔ کوئی حق دار اپنے حق سے محروم نہ ہو اور ہر شخص کو اس کے منصب کے مطابق مقام ملے کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان

يَصْدُرُ عَنْ فَهْمِهِمَا مَنْ غَبِيَ عَلَيْهِ طَرِيْقُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَرْتِيْبِ أَهْلِهِ فِيْهِ فَلَا يُقَصِّرُ بِالرَّجُلِ الْعَالِي الْقَدْرِ عَنْ دَرَجَتِهِ وَلَا يَرْفَعُ مُتَّضِعَ الْقَدْرِ فِي الْعِلْمِ فَوْقَ مَنْزِلَتِهِ وَيُعْطِيْ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ فِيْهِ حَقَّهُ، وَيُنَزِّلُ فِيْهِ مَنْزِلَتَهُ وَقَدْ ذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ مَعَ مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْاٰنُ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرُهُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ.

فَعَلٰى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوُجُوْهِ نُؤَلِّفُ مَا سَأَلْتَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ مُتَّهَمُوْنَ أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيْجِ حَدِيْثِهِمْ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِسْوَرٍ أَبِيْ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيِّ وَعَمْرِو بْنِ خَالِدٍ وَعَبْدِ الْقُدُّوْسِ الشَّامِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَصْلُوْبِ وَغِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ وَسُلَيْمٰنَ بْنِ عَمْرٍو أَبِيْ دَاوُدَ النَّخَعِيِّ وَأَشْبَاهِهِمْ مِمَّنِ اتُّهِمَ بِوَضْعِ الْحَدِيْثِ وَتَوْلِيْدِ الْأَخْبَارِ وَكَذٰلِكَ مَنِ الْغَالِبُ عَلٰى حَدِيْثِهِ الْمُنْكَرُ أَوِ الْغَلَطُ أَمْسَكْنَا أَيْضًا عَنْ حَدِيْثِهِمْ

وَعَلَامَةُ الْمُنْكَرِ فِيْ حَدِيْثِ الْمُحَدِّثِ إِذَا مَا عُرِضَتْ رِوَايَتُهُ لِلْحَدِيْثِ عَلٰى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّضٰى خَالَفَتْ رِوَايَتُهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْ لَمْ تَكَدْ تُوَافِقُهَا فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيْثِهِ كَذٰلِكَ كَانَ مَهْجُوْرَ الْحَدِيْثِ غَيْرَ مَقْبُوْلِهِ وَلَا مُسْتَعْمَلِهِ فَمِنْ هٰذَا الضَّرْبِ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَرَّرٍ وَيَحْيَى بْنُ أَبِيْ أُنَيْسَةَ وَالْجَرَّاحُ بْنُ الْمِنْهَالِ أَبُو الْعَطُوْفِ وَعَبَّادُ بْنُ

کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے ان کے مرتبہ اور منصب کے مطابق سلوک کیا جائے اور قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وفوق کل ذی علم علیم (ہر عالم سے بڑھ کر کوئی عالم ہوتا ہے)۔

اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق (اے شاگرد عزیز) ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث یا اکثر کے نزدیک مطعون ہیں جیسے عبداللہ بن مسور، ابوجعفر مدائنی، عمرو بن خالد، عبدالقدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب غیاث بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو ابی داؤد نخعی اور ان جیسے دوسرے لوگ جن پر موضوع (من گھڑت) حدیث بیان کرنے کی تہمت ہے اور وہ از خود احادیث وضع کرنے اور بنانے میں بدنام ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی جن کی غالب روایات منکر ہوتی ہیں یا جن کی روایات میں بہ کثرت اغلاط ہیں تو ایسے تمام لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔

محدثین کی اصطلاح میں منکر اس شخص کی حدیث کو کہتے ہیں جو ثقہ اور معتبر راویوں کی حدیث کے مخالف ہو اور ان مختلف حدیثوں میں کسی طرح موافقت اور مطابقت نہ ہو سکے۔ پس جس شخص کی اکثر روایات اس قسم کی ہوں تو اس کی روایت کردہ احادیث کو ترک کر دیا جاتا ہے اور محدثین کے نزدیک وہ قابل قبول نہیں ہوتیں اور نہ وہ قابل عمل ہوتی ہیں محدثین کے نزدیک ان لوگوں میں عبداللہ بن محرر، یحییٰ بن ابی انیسہ، جراح بن منہال، ابوالعطوف، عباد بن کثیر، حسین بن عبداللہ بن ضمیرۃ، عمر بن صہبان کا شمار ہوتا ہے اسی طرح جو راوی ان کے اسلوب کے مطابق روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔

كَثِيْرٍ وَحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ضُمَيْرَةَ وَعُمَرُ بْنُ صُهْبَانَ وَمَنْ نَحَا نَحْوَهُمْ فِيْ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْحَدِيْثِ فَلَسْنَا نُعَرِّجُ عَلٰى حَدِيْثِهِمْ وَلَا نَتَشَاغَلُ بِهٖ لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالَّذِيْ نَعْرِفُ مِنْ مَذْهَبِهِمْ فِيْ قَبُوْلِ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ الْمُحَدِّثُ مِنَ الْحَدِيْثِ أَنْ يَكُوْنَ قَدْ شَارَكَ الثِّقَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ فِيْ بَعْضِ مَا رَوَوْا وَأَمْعَنَ فِيْ ذٰلِكَ عَلَى الْمُوَافَقَةِ لَهُمْ فَإِذَا وُجِدَ كَذٰلِكَ ثُمَّ زَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْئًا لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِهٖ قُبِلَتْ زِيَادَتُهٗ فَأَمَّا مَنْ تَرَاهُ يَعْمِدُ لِمِثْلِ الزُّهْرِيِّ فِيْ جَلَالَتِهٖ وَكَثْرَةِ أَصْحَابِهِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِيْنَ لِحَدِيْثِهٖ وَحَدِيْثِ غَيْرِهٖ أَوْ لِمِثْلِ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَحَدِيْثُهُمَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَبْسُوْطٌ مُشْتَرَكٌ قَدْ نَقَلَ أَصْحَابُهُمَا عَنْهُمَا حَدِيْثَهُمَا عَلَى الْاِتِّفَاقِ مِنْهُمْ فِيْ أَكْثَرِهٖ فَيَرْوِيْ عَنْهُمَا أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا الْعَدَدَ مِنَ الْحَدِيْثِ مِمَّا لَا يَعْرِفُهٗ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِمَا وَلَيْسَ مِمَّنْ قَدْ شَارَكَهُمْ فِي الصَّحِيْحِ مِمَّا عِنْدَهُمْ فَغَيْرُ جَائِزٍ قَبُوْلُ حَدِيْثِ هٰذَا الضَّرْبِ مِنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

وَقَدْ شَرَحْنَا مِنْ مَذْهَبِ الْحَدِيْثِ وَأَهْلِهٖ بَعْضَ مَا يَتَوَجَّهُ بِهٖ مَنْ أَرَادَ سَبِيْلَ الْقَوْمِ وَوُفِّقَ لَهَا وَسَنَزِيْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ شَرْحًا وَإِيْضَاحًا فِيْ مَوَاضِعَ مِنَ الْكِتَابِ عِنْدَ ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الْمُعَلَّلَةِ إِذَا أَتَيْنَا عَلَيْهَا فِي الْأَمَاكِنِ الَّتِيْ يَلِيْقُ بِهَا الشَّرْحُ وَالْإِيْضَاحُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

وَبَعْدُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلَوْلَا الَّذِيْ رَأَيْنَا

احادیث جمع کرنے میں ہم نے اس مسلک کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ جو راوی اپنی روایت میں متفرد ہو اس کے بارے میں علماء حدیث کا موقف یہ ہے کہ اس شخص کی بعض احادیث کو دوسرے ثقہ اور حفاظ راویوں نے بھی روایت کیا ہو انھوں نے کسی حدیث میں اس کی موافقت کی ہو اس شرط کے پائے جانے کے بعد اگر وہ متفرد راوی اپنی حدیث میں بعض الفاظ کو زیادہ روایت کرتا ہے جن کو اس کے دوسرے معاصرین روایت نہیں کرتے تو اس کی اس زیادتی کو قبول کیا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً امام زہری سے روایت کرنے والے کثیر التعداد حفاظ ہیں اسی طرح ہشام بن عروہ سے روایت کرنے والوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ہے، ان دونوں اماموں کی احادیث بہت مشہور ہیں اور ان کے شاگردوں نے ان کی اکثر روایات کو بالاتفاق روایت کیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ابن شہاب زہری اور ہشام بن عروہ دونوں یا ان میں سے کسی ایک سے کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس کو ان کے شاگردوں میں سے کوئی اور شخص بیان نہیں کرتا اور یہ شخص ان راویوں میں سے بھی نہیں ہے جو صحیح روایات میں ان کے شاگردوں کا شریک رہا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کی روایت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

یہاں تک کہ ہم نے روایت حدیث کے سلسلہ میں محدثین کے مسلک اور موقف کو بیان کر دیا ہے تاکہ جو لوگ اصول روایت سے ناواقف ہیں ان کو آگہی نصیب ہو اور ان شاء اللہ ہم اس کی مزید وضاحت ان مقامات پر کریں گے جہاں احادیث معللہ[1] کا تذکرہ ہو گا۔

اے شاگرد عزیز! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے

---

[1] حدیث معلل کی تعریف ہمارے مقدمہ میں گذر چکی ہے۔ سعیدی غفرلہ

مِنْ سُوْءِ صَنِيْعِ كَثِيْرٍ مِّمَّنْ نَّصَبَ نَفْسَهٗ مُحَدِّثًا فِيْمَا يَلْزَمُهُمْ مِنْ طَرْحِ الْاَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ وَالرِّوَايَاتِ الْمُنْكَرَةِ وَتَرْكِهِمُ الْاِقْتِصَارَ عَلَى الْاَخْبَارِ الصَّحِيْحَةِ الْمَشْهُوْرَةِ مِمَّا نَقَلَهُ الثِّقَاتُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالصِّدْقِ وَالْاَمَانَةِ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ وَاِقْرَارِهِمْ بِاَلْسِنَتِهِمْ اَنَّ كَثِيْرًا مِّمَّا يَقْذِفُوْنَ بِهٖ اِلَى الْاَغْبِيَآءِ مِنَ النَّاسِ هُوَ مُسْتَنْكَرٌ وَمَنْقُوْلٌ عَنْ قَوْمٍ غَيْرِ مَرْضِيِّيْنَ مِمَّنْ ذَمَّ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ اَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ مِثْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَسُفْيٰنَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْاَئِمَّةِ لَمَا سَهُلَ عَلَيْنَا الْاِنْتِصَابُ لِمَا سَاَلْتَ مِنَ التَّمْيِيْزِ وَالتَّحْصِيْلِ وَلٰكِنْ مِنْ اَجْلِ مَا اَعْلَمْنَاكَ مِنْ نَشْرِ الْقَوْمِ الْاَخْبَارَ الْمُنْكَرَةَ بِالْاَسَانِيْدِ الضِّعَافِ الْمَجْهُوْلَةِ وَقَذْفِهِمْ بِهَا اِلَى الْعَوَامِّ الَّذِيْنَ لَا يَعْرِفُوْنَ عُيُوْبَهَا خَفَّ عَلٰى قُلُوْبِنَا اِجَابَتُكَ اِلٰى مَا سَاَلْتَ.

وَاعْلَمْ وَفَّقَكَ اللّٰهُ اَنَّ الْوَاجِبَ عَلٰى كُلِّ اَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيْزَ بَيْنَ صَحِيْحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيْمِهَا وَثِقَاتِ النَّاقِلِيْنَ لَهَا مِنَ الْمُتَّهَمِيْنَ اَنْ لَّا يَرْوِيَ مِنْهَا اِلَّا مَا عَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهٖ وَالسِّتَارَةَ فِيْ نَاقِلِيْهِ وَاَنْ يَّتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا مِنْ اَهْلِ التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّ الَّذِيْ قُلْنَا مِنْ هٰذَا هُوَ اللَّازِمُ دُوْنَ مَا خَالَفَهٗ قَوْلُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ذِكْرُهٗ.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ.

تمہاری اس فرمائش کو پورا کرنے کا سبب یہ بھی تھا کہ ہم نے بعض ایسے محدثین کو دیکھا جو احادیث صحیحہ مشہورہ پہ اکتفاء نہیں کرتے جنہیں ان لوگوں نے روایت کیا ہے جو اپنی ثقاہت، صدق اور دیانت میں مشہور ہیں خصوصاً اس صورت میں جبکہ یہ محدثین خود اپنی زبان سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کی بیان کردہ اکثر روایات جو نامعلوم افراد کی طرف منسوب ہیں منکر اور غیر مقبول ہیں اور ایسے افراد سے روایت حدیث کرنے کی فن حدیث کے جلیل القدر ائمہ مثلاً امام مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ ہم نے سخت مذمت کی ہے۔ لہٰذا جب ہم نے یہ دیکھا کہ بعض محدثین احادیث منکرہ کو ضعیف اور مجہول سندوں کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور عام لوگوں میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ وہ صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کر کے چھانٹ سکیں تو ہم نے سوچا کہ تمہاری فرمائش پوری کر کے احادیث صحیحہ کا ایک مجموعہ پیش کر دیں۔

یاد رکھو جو محدث احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ میں امتیاز کر سکتا ہو اور ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان رکھتا ہو اس کو صرف ایسی احادیث ذکر کرنی چاہئیں جو اسناد صحیحہ سے مروی ہوں اور ان کے راویوں میں سے کوئی شخص بھی جھوٹ کے ساتھ متہم، بدعتی اور مخالف سنت نہ ہو اور جس سند کا کوئی راوی اس قسم کا ہو اس کی کوئی حدیث ہرگز قبول نہ کرے ہمارے اس قول کی تائید قرآن کریم کی ان آیات سے ہوتی ہے۔ (ترجمہ:)

"اے مومنو! جب فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے اس خبر کی تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں لاعلمی میں تم کسی شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات کہہ دو جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔" نیز ارشاد باری ہے جو

وَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ وَقَالَ وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ فَدَلَّ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ هٰذِهِ الْاٰیِ اَنَّ خَبَرَ الْفَاسِقِ سَاقِطٌ غَیْرُ مَقْبُوْلٍ وَاَنَّ شَهَادَةَ غَیْرِ الْعَدْلِ مَرْدُوْدَةٌ وَالْخَبَرُ وَاِنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ مَعْنَی الشَّهَادَةِ فِیْ بَعْضِ الْوُجُوْهِ فَقَدْ یَجْتَمِعَانِ فِیْ اَعْظَمِ مَعَانِیْهِمَا اِذْ كَانَ خَبَرُ الْفَاسِقِ غَیْرَ مَقْبُوْلٍ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا اَنَّ شَهَادَتَهٗ مَرْدُوْدَةٌ عِنْدَ جَمِیْعِهِمْ وَدَلَّتِ السُّنَّةُ عَلٰی نَفْیِ رِوَایَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْاَخْبَارِ۔

تمہارے پسندیدہ گواہ ہوں“

نیز ارشاد ہے ”ان لوگوں کو گواہ بناؤ جو تم میں نیک متقی اور پرہیزگار ہوں“ قرآن کریم کی یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق شخص کی خبر غیر مقبول اور بد چلن شخص کی گواہی مردود ہوتی ہے۔ ہر چند کہ روایت اور شہادت میں کافی فرق ہے تاہم بعض صفات میں وہ مشترک ہیں کیونکہ فاسق کی روایت اہل علم کے نزدیک اسی طرح مردود ہے جیسے عام لوگوں کے نزدیک اس کی شہادت مردود ہے اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ منکر احادیث غیر مقبول ہیں۔

كَنَحْوِ دَلَالَةِ الْقُرْاٰنِ عَلٰی نَفْیِ خَبَرِ الْفَاسِقِ وَهُوَ الْاَثَرُ الْمَشْهُوْرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُرٰی اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِیْنَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا وَكِیْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ اَیْضًا قَالَ نَا وَكِیْعٌ عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْیٰنَ عَنْ حَبِیْبٍ عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ اَبِیْ شَبِیْبٍ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ۔

جس طرح قرآن کریم سے فاسق کی خبر کا غیر معتبر ہونا ثابت ہے اس طرح حدیث شریف سے بھی فاسق کی خبر کا مردود ہونا ثابت ہے اور اس بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور ہے کہ جس شخص نے علم کے باوجود جھوٹی حدیث کو میری طرف منسوب کیا وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی دو سندوں کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے۔

* * *

باب

بَابُ تَغْلِيْظِ الْكَذِبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ۔

۲۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنَّهٗ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ ثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ رَبِيْعَةَ الْوَالِبِيُّ قَالَ اَتَيْتُ الْمَسْجِدَ وَالْمُغِيْرَةُ اَمِيْرُ الْكُوْفَةِ قَالَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ

حدیث گھڑنے کی ممانعت

ربعی بن حراش کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرو کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تم سے بکثرت احادیث بیان کرنے سے صرف یہ چیز روکتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تعمداً میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص عمداً میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو شخص مجھ پر تعمداً افترا کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ الْاَسَدِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْاَسَدِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے۔ سو جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

باب ۲

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيْثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت

۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دے۔

۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے اسی روایت کے ہم معنی حدیث بیان کی ہے۔

۷ - وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

حضرت عمر بن الخطاب بیان فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

۸ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ لِيْ مَالِكٌ اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَيْسَ يَسْلَمُ رَجُلٌ حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ وَلَا يَكُوْنُ اِمَامًا اَبَدًا وَّهُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

حضرت امام مالک نے فرمایا ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دینے والا غلطی سے محفوظ نہیں رہ سکتا، اور نہ ہی ایسا شخص کبھی فنِ حدیث میں امام ہو سکتا ہے۔

۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

۱۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُولُ لَا يَكُونُ الرَّجُلُ إِمَامًا يُقْتَدٰى بِهٖ حَتّٰى يُمْسِكَ عَنْ بَعْضِ مَا سَمِعَ۔

حضرت عبدالرحمان بن مہدی نے بیان فرمایا کہ جب تک انسان سنی سنائی باتوں سے اپنی زبان کو نہیں روکے گا وہ لائق اقتداء امام نہیں ہوگا۔

۱۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُقَدَّمٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ سَأَلَنِي إِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ إِنِّي أَرَاكَ قَدْ كَلِفْتَ بِعِلْمِ الْقُرْاٰنِ فَاقْرَأْ عَلَيَّ سُورَةً وَّفَسِّرْ حَتّٰى أَنْظُرَ فِيمَا عَلِمْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ فَقَالَ لِيَ احْفَظْ عَلَيَّ مَا أَقُولُ لَكَ إِيَّاكَ وَالشَّنَاعَةَ فِي الْحَدِيثِ فَإِنَّهٗ قَلَّ مَا حَمَلَهَا أَحَدٌ إِلَّا ذَلَّ فِي نَفْسِهٖ وَكُذِّبَ فِي حَدِيثِهٖ۔

سفیان بن حسین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایاس بن معاویہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم علم قرآن کے ماہر ہو میرے سامنے قرآن کریم کی کسی سورت کی تفسیر بیان کرو تاکہ مجھے تمہارے علم کا اندازہ ہو۔ سفیان نے کہا میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ میری اس نصیحت کو یاد رکھو کہ ناقابل اعتبار احادیث بیان نہ کرنا کیونکہ ایسا کرنے والا شخص خود بھی اپنی نظروں میں حقیر ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

۱۲۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيثًا لَا تَبْلُغُهٗ عُقُولُهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم لوگوں کے سامنے ایسی احادیث بیان کرو گے جن کا مطلب وہ نہ سمجھ سکیں تو یہ چیز ان میں سے بعض لوگوں کے لیے فتنہ کا سبب بن جائے گی۔

باب ۳

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الرِّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالْاِحْتِيَاطِ فِي تَحَمُّلِهَا

ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی ممانعت

۱۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے آخیر زمانہ میں لوگ ایسی احادیث بیان کریں گے جن کو پہلے نہ تم نے سنا

أَبُو هَانِئٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ۔

ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے لہٰذا ان سے جس قدر ممکن ہو دور رہنا۔

۱۴۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو شُرَيْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ شَرَاحِيلَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخیر زمانہ میں جھوٹے دجال لوگوں کا ظہور ہوگا اور وہ تم کو ایسی احادیث سنائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ جس قدر ممکن ہو تم ان سے دور رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنہ میں نہ مبتلا کر دیں۔

۱۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبَدَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں آ کر لوگوں کے سامنے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص کہتا ہے میں ایک شخص کی شکل پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا وہ یہ بات بیان کر رہا تھا۔

۱۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ إِنَّ فِي الْبَحْرِ شَيَاطِينَ مَسْجُونَةً أَوْثَقَهَا سُلَيْمَانُ يُوشِكُ أَنْ تَخْرُجَ فَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْآنًا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سمندر میں بہت سے شیطان مقید ہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے مقید کیا ہے قریب ہے کہ ان میں سے کوئی شیطان نکل کر لوگوں کے سامنے قرآن پڑھنا شروع کر دے۔

۱۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَسَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَعِيدٌ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس گئے اور جا کر کچھ حدیثیں بیان کیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر

حُجَيْرٍ عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ جَآءَ هٰذَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِيْ بُشَيْرَ بْنَ كَعْبٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهٗ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدْ لِحَدِيْثِ كَذَا وَكَذَا فَعَادَ لَهٗ ثُمَّ حَدَّثَهٗ فَقَالَ لَهٗ عُدْ لِحَدِيْثِ كَذَا وَكَذَا فَعَادَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ مَا أَدْرِيْ أَعَرَفْتَ حَدِيْثِيْ كُلَّهٗ وَأَنْكَرْتَ هٰذَا أَمْ أَنْكَرْتَ حَدِيْثِيْ كُلَّهٗ وَعَرَفْتَ هٰذَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا نُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ لَمْ يَكُنْ يُكْذَبُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُوْلَ تَرَكْنَا الْحَدِيْثَ عَنْهُ۔

دہراؤ، بشیر نے وہ حدیثیں دہرا کر پھر کچھ اور حدیثیں بیان کیں حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر بیان کرو، بشیر نے وہ حدیثیں پھر دوبارہ بیان کیں اس کے بعد بشیر نے عرض کیا میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ نے میری بیان کردہ تمام احادیث کی تصدیق کی ہے یا سب کی تکذیب کی ہے یا ان میں سے صرف انکی تکذیب کی ہے جنکو آپ نے دہروایا ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم اس زمانہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیا کرتے تھے جب آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت نہیں کی جاتی تھی لیکن جب سے لوگوں نے سچی اور جھوٹی ہر قسم کی احادیث روایت کرنا شروع کیں تو ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا

۱۸۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيْثَ وَالْحَدِيْثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا إِذْ رَكِبْتُمْ كُلَّ صَعْبٍ وَذَلُوْلٍ فَهَيْهَاتَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ہم خود احادیث یاد رکھتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کی جاتی تھیں لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کر دیں تو ہم نے اس فن کو چھوڑ دیا۔

۱۹۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ أَيُّوْبَ سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْغَيْلَانِيُّ قَالَ نَا أَبُوْ عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ قَالَ نَا رَبَاحٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَآءَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ الْعَدَوِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَأْذَنُ لِحَدِيْثِهٖ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا لِيْ لَا أَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيْثِيْ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْمَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب عدوی حضرت ابن عباس کے پاس آکر حدیث بیان کرنے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... لیکن حضرت ابن عباس نے نہ تو ان کی بیان کردہ حدیث غور سے سنی اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا بشیر کہنے لگے اے ابن عباس میں آپ کے سامنے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور آپ توجہ بھی نہیں کرتے حضرت ابن عباس نے فرمایا ایک وقت وہ تھا کہ جب کوئی شخص یہ کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا .... تو بے ساختہ ہماری نگاہیں اس کی طرف اٹھتیں اور ہم غور سے اس کی حدیث سنتے لیکن جب سے لوگوں نے ضعیف اور مجروح ہر قسم کی روایات بیان کرنی شروع کر دیں تو ہم صرف ان

الصَّعْبَةَ وَالذَّلُوْلَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ

احادیث گھڑ سکتے ہیں جن کا ہمیں پہلے سے علم ہے۔

۲۰۔ وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو الضَّبِّيُّ قَالَ نَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابًا وَيُخْفِي عَنِّي فَقَالَ وَلَدٌ نَاصِحٌ أَنَا أَخْتَارُ لَهُ الْأُمُوْرَ اخْتِيَارًا وَأُخْفِي عَنْهُ قَالَ فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ أَشْيَاءَ وَيَمُرُّ بِهِ الشَّيْءُ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا قَضٰى بِهٰذَا عَلِيٌّ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ ضَلَّ۔

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کی طرف لکھا کہ میرے پاس کچھ احادیث لکھوا کر پوشیدہ طریقہ سے بھجوا دیجیے۔ حضرت ابن عباس نے سوچا کہ یہ شخص نیک فطرت ہے میں احادیث کے لکھے ہوئے ذخیرہ میں سے صحیح احادیث منتخب کر کے اس کو روانہ کر دوں گا اس کے بعد حضرت ابن عباس نے حضرت علی کے لکھے ہوئے فیصلے منگائے اور ان میں سے بعض آثار لکھنے شروع کیے اور ان آثار کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں قسم بخدا اگر حضرت علی نے یہ فیصلہ کیا ہوتا تو وہ گمراہ ہو جاتے (یعنی لوگوں نے آثار علی میں بھی اپنی طرف سے باتیں ملا دی تھیں۔ سعیدی)

۲۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوٗسٍ قَالَ أُتِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِكِتَابٍ فِيْهِ قَضَاءُ عَلِيٍّ فَمَحَاهُ إِلَّا قَدْرَ وَأَشَارَ سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِذِرَاعِهِ۔

۲۲۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيْسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَمَّا أَحْدَثُوا تِلْكَ الْأَشْيَاءَ بَعْدَ عَلِيٍّ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَيَّ عِلْمٍ أَفْسَدُوا۔

۲۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ لَمْ يَكُنْ يَصْدُقُ عَلَى عَلِيٍّ فِي الْحَدِيْثِ عَنْهُ إِلَّا مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے پاس ایک کتاب لائی گئی جس میں حضرت علی کے فتاویٰ تھے۔ حضرت ابن عباس نے چند سطروں کے سوا سب کو مٹا دیا۔ راوی نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے وصال کے بعد جب بعض لوگوں نے آپ کے اقوال میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں ملا دیں تو حضرت علی کے ایک ساتھی نے کہا خدا ان لوگوں کو غارت کرے انہوں نے کس قدر عظیم علم کو ضائع کر دیا۔

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے اقوال کو حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھیوں کے علاوہ اور کسی شخص نے صحیح طور پر بیان نہیں کیا۔

باب ۴

بَابُ بَيَانِ اَنَّ الْاِسْنَادَ مِنَ الدِّيْنِ وَ اَنَّ الرِّوَايَةَ لَا تَكُوْنُ اِلَّا عَنِ الثِّقَاتِ وَاَنَّ جَرْحَ الرُّوَاةِ بِمَا هُوَ فِيْهِمْ جَائِزٌ بَلْ وَاجِبٌ وَاَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ الْغِيْبَةِ الْمُحَرَّمَةِ

اسناد حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت

۲۴۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ ح وَقَالَ وَ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ عَنْ هِشَامٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ

محمد بن سیرین نے کہا کہ علم حدیث دین کا ایک حصہ ہے لہٰذا تم کو دیکھنا چاہیے کہ تم کس شخص سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔

۲۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ ثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْئَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ۔

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ سند حدیث کی تحقیق نہیں کرتے تھے لیکن جب دین میں بدعات سیئہ اور فتنے داخل ہو گئے تو لوگ سند حدیث کی تحقیق کرنے لگے اور جس حدیث کی سند میں اہل سنت راوی ہوتے اس کو قبول کرتے اور جس کی سند میں اہل بدعت ہوتے اس کو چھوڑ دیتے۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا عِيْسٰى وَهُوَ ابْنُ يُوْنُسَ قَالَ ثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ لَقِيْتُ طَاؤُسًا فَقُلْتُ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ كَيْتَ وَكَيْتَ قَالَ اِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيًّا فَخُذْ عَنْهُ۔

سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے ایک ملاقات میں کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان کی ہے انھوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ اور دین دار ہے تو اس کی حدیث قبول کر لو۔

۲۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيَّ قَالَ ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ قُلْتُ لِطَاؤُسٍ اِنَّ فُلَانًا حَدَّثَنِيْ بِكَذَا وَكَذَا قَالَ اِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيًّا فَخُذْ عَنْهُ۔

سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان کی ہے انھوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ ہے تو اس کی حدیث قبول کر لو۔

٢٨ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ ثَنَا الْأَصْمَعِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَدْرَكْتُ بِالْمَدِينَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَأْمُونٌ مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمُ الْحَدِيثُ يُقَالُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ .

ابن ابی الزناد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں سو آدمی ایسے دیکھے جو نیک سیرت تھے مگر انھیں روایت حدیث کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔

٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ لَا يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الثِّقَاتُ .

مسعر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابراہیم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ثقہ حضرات کے علاوہ اور کسی سے روایت نہ کرو۔

٣٠ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُهْزَاذَ مِنْ أَهْلِ مَرْوَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَآءَ قَالَ وَقَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ رِزْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمُ يَعْنِي الْإِسْنَادَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحٰقَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ عِيسَى الطَّالَقَانِيَّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَدِيثُ الَّذِي جَآءَ إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ وَتَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَبَا إِسْحٰقَ عَمَّنْ هٰذَا قَالَ قُلْتُ لَهُ هٰذَا مِنْ حَدِيثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ فَقَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا إِسْحٰقَ إِنَّ بَيْنَ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِيهَا أَعْنَاقُ الْمَطِيِّ وَلٰكِنْ لَيْسَ فِي الصَّدَقَةِ اخْتِلَافٌ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ

عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ حدیث کی سند امور دین میں سے ہے اور اگر حدیث کے ثبوت کے لیے سند ضروری نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی مرضی سے دین میں اپنی من مانی باتیں کہنے لگتا۔ اور عباس بن رزمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا ہمارے اور لوگوں کے درمیان سند حدیث کے ستون حائل ہیں اور ابو اسحاق ابراہیم بن عیسیٰ الطالقانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا اے ابو عبداللہ! اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے: "اپنی نماز کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے نماز پڑھنا اور اپنے روزوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے روزے رکھنا نیکی ہے" یہ سن کر ابن مبارک نے مجھ سے پوچھا اے ابو اسحاق اس حدیث کو کس نے روایت کیا ہے، میں نے کہا شہاب بن خراش نے، ابن مبارک نے کہا کہ وہ ثقہ راوی ہے اچھا! اس نے کس شخص سے روایت کیا ہے؟ میں نے کہا حجاج بن دینار سے، فرمایا حجاج بھی ثقہ ہے لیکن اس نے کس سے روایت کیا ہے، میں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے، حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اے ابو اسحاق! حجاج بن دینار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تو بہت طویل زمانہ ہے

شَقِيقٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ عَلٰى رُءُوسِ النَّاسِ دَعُوا حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَسُبُّ السَّلَفَ۔

(یعنی یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حجاج بن دینار تبع تابعین میں سے ہیں۔ سعیدی) تاہم یہ مسئلہ صحیح ہے کہ (نفلی) نمازوں اور روزوں کا ثواب والدین کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور علی بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے برسر عام سنا وہ فرما رہے تھے کہ عمرو بن ثابت کی روایات کو ترک کر دو۔ کیونکہ یہ شخص سلف صالحین کو گالیاں دیتا ہے

۳۱ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ ثَنَا أَبُو عَقِيلٍ صَاحِبُ بُهَيَّةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ الْقَاسِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ فَقَالَ يَحْيَى لِلْقَاسِمِ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّهُ قَبِيحٌ عَلٰى مِثْلِكَ عَظِيمٌ أَنْ تُسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ هٰذَا الدِّينِ فَلَا يُوجَدُ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ وَلَا فَرَجٌ أَوْ عِلْمٌ وَلَا مَخْرَجٌ فَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ وَعَمَّ ذَاكَ قَالَ لِأَنَّكَ ابْنُ إِمَامَيْ هُدًى ابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ يَقُولُ لَهُ الْقَاسِمُ أَقْبَحُ مِنْ ذَاكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ أَنْ أَقُولَ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَوْ آخُذَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ فَسَكَتَ فَمَا أَجَابَهُ۔

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ میں قاسم بن عبید اللہ اور یحییٰ بن سعید کے پاس بیٹھا تھا تو یحییٰ نے قاسم سے کہا اے ابو محمد! آپ جیسے عظیم الشان عالم دین کے لیے یہ بات باعث عار ہے کہ آپ سے دین کے متعلق کوئی سوال کیا جائے اور آپ کے پاس اس مسئلہ کا حل اور اس کے بارے میں کوئی دینی معلومات نہ ہوں۔ قاسم نے پوچھا کیوں باعث عار ہے۔ یحییٰ نے کہا اس لیے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر اماموں کی اولاد میں سے ہیں۔ اس کے جواب میں قاسم نے کہا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک سب سے زیادہ غلط اور باعث ننگ و عار بات یہ ہے کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے یا کسی سوال کے جواب میں کسی غیر معتبر شخص کی روایت بیان کر دے۔ پھر یحییٰ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

۳۲ - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ أَخْبَرُونِي عَنْ أَبِي عَقِيلٍ صَاحِبِ بُهَيَّةَ أَنَّ أَبْنَاءً لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ سَأَلُوهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ فِيهِ عِلْمٌ فَقَالَ لَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُعْظِمُ أَنْ يَكُونَ مِثْلُكَ وَأَنْتَ ابْنُ إِمَامَيِ الْهُدٰى يَعْنِي عُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ تُسْأَلُ عَنْ أَمْرٍ لَيْسَ عِنْدَكَ فِيهِ عِلْمٌ فَقَالَ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ مَنْ عَقَلَ

حضرت ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے سے لوگوں نے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا جس کا انھیں علم نہیں تھا یہ دیکھ کر یحییٰ بن سعید ان سے کہنے لگے قسم بخدا یہ بات مجھے باعث عار معلوم ہوتی ہے کہ آپ جیسے شخص سے جو جلیل القدر اماموں حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر کا صاحبزادہ ہو کوئی بات پوچھی جائے اور وہ نہ بتا سکے وہ فرمانے لگے خدا کی قسم جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک اس سے زیادہ باعث ننگ و عار یہ ہے کہ وہ بغیر علم کے

عَنِ اللّٰهِ اَنْ اَقُوْلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ اُخْبِرَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ وَشَهِدَهُمَا اَبُوْ عَقِيْلٍ يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ حِيْنَ قَالَ ذٰلِكَ

۳۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ اَبُوْ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ سَاَلْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ لَا يَكُوْنُ ثَبْتًا فِي الْحَدِيْثِ فَيَاْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيَسْاَلُنِيْ عَنْهُ قَالُوْا اَخْبِرْ عَنْهُ اَنَّهٗ لَيْسَ بِثَبْتٍ ۔

۳۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ يَقُوْلُ سُئِلَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ حَدِيْثٍ لِشَهْرٍ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى اُسْكُفَّةِ الْبَابِ فَقَالَ اِنَّ شَهْرًا نَزَكُوْهُ اِنَّ شَهْرًا نَزَكُوْهُ قَالَ اَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ يَقُوْلُ اَخَذَتْهُ اَلْسِنَةُ النَّاسِ تَكَلَّمُوْا فِيْهِ ۔

۳۵ - حَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ ثَنَا شَبَابَةُ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ وَقَدْ لَقِيْتُ شَهْرًا فَلَمْ اَعْتَدَّ بِهٖ ۔

۳۶ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ مِنْ اَهْلِ مَرْوَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قُلْتُ لِسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اِنَّ عَبَّادَ بْنَ كَثِيْرٍ مَنْ تَعْرِفُ حَالَهٗ وَاِذَا حَدَّثَ جَاءَ بِاَمْرٍ عَظِيْمٍ فَتَرٰى اَنْ اَقُوْلَ لِلنَّاسِ لَا تَاْخُذُوْا عَنْهُ قَالَ سُفْيٰنُ بَلٰى قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَكُنْتُ اِذَا كُنْتُ فِيْ مَجْلِسٍ ذُكِرَ فِيْهِ عَبَّادٌ اَثْنَيْتُ عَلَيْهِ فِيْ دِيْنِهٖ وَاَقُوْلُ لَا تَاْخُذُوْا عَنْهُ ۔

۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ اَبِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اِنْتَهَيْتُ اِلٰى شُعْبَةَ فَقَالَ هٰذَا عَبَّادُ بْنُ كَثِيْرٍ فَاحْذَرُوْهُ ۔

کوئی بات بتلائے یا کسی سوال کے جواب میں غیر معتبر شخص کی روایت بیان کرے ۔

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک اور ابن عیینہ سے پوچھا کہ بعض لوگ مجھ سے ایسے راوی کے بارے میں پوچھتے ہیں جو ناقابل اعتبار ہوتا ہے میں ان سے کیا کہوں ان سب نے کہا ان لوگوں سے کہہ دو کہ وہ راوی ناقابل اعتبار ہے ۔

نضر کہتے ہیں کہ ابن عون اپنے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے تھے ۔ ان سے کسی شخص نے شہر بن حوشب کی احادیث کے بارے میں پوچھا انہوں نے جواب دیا اس کو نیزوں سے زخمی کیا گیا ہے اس کو نیزوں سے زخمی کیا گیا ہے ۔ امام مسلم فرماتے ہیں یعنی لوگوں نے اس کی تضعیف کر کے اس کو جرح اور طعن و تشنیع کے نیزوں سے گھائل کیا ہے ۔

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میری شہر سے ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی احادیث کو قابل روایت نہیں سمجھا ۔

علی بن حسین بن واقد بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا کہ عباد بن کثیر کی عادات اور خصائل سے آپ واقف ہیں وہ باوجود عابد و زاہد ہونے کے بڑی عجیب و غریب احادیث بیان کرتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے میں لوگوں کو ان کی احادیث بیان کرنے سے روک دوں ۔ سفیان ثوری نے کہا کیوں نہیں! حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں جب کسی محفل میں عباد کا ذکر ہوتا تو میں اس کی عبادت و ریاضت کا ذکر کرتا لیکن اس کی احادیث قبول کرنے سے لوگوں کو روک دیتا ۔

عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں شعبہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا یہ شخص عباد بن کثیر ہے ان کی بیان کردہ احادیث سے احتراز کیا کرو ۔

٣٨- وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ سَأَلْتُ مُعَلَّى الرَّازِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الَّذِي رَوَى عَنْهُ عَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ فَأَخْبَرَنِي عَنْ عِيسَى ابْنِ يُونُسَ قَالَ كُنْتُ عَلَى بَابِهِ وَسُفْيَانُ عِنْدَهُ فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ كَذَّابٌ۔

فضل بن سہل بیان کرتے ہیں کہ میں نے معلی رازی سے محمد بن سعید کے متعلق سوال کیا جس سے عباد بن کثیر نے روایت کی ہے تو انھوں نے کہا کہ مجھے عیسیٰ بن یونس نے بتایا کہ میں ایک دن اس کے دروازہ پر کھڑا تھا اور اس کے پاس سفیان تھے جب سفیان باہر نکلے تو میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے مجھے بتلایا کہ یہ بہت جھوٹا شخص ہے۔

٣٩- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَتَّابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَفَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمْ نَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ أَبِي عَتَّابٍ فَلَقِيتُ أَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ لَمْ تَرَ أَهْلَ الْخَيْرِ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ مُسْلِمٌ يَقُولُ يَجْرِي الْكَذِبُ عَلَى لِسَانِهِمْ وَلَا يَتَعَمَّدُونَ الْكَذِبَ۔

سعید قطان بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بہت سے نیک لوگوں کو حدیث میں جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا ابن ابی عتاب کہتے ہیں کہ میری ملاقات سعید قطان کے صاحبزادے سے ہوئی انھوں نے بیان کیا کہ میرے والد کہتے ہیں کہ انھوں نے صالحین کو حدیث کے سوا اور کسی بات میں جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ امام مسلم اس کی توجیہ میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حدیث شریف میں جھوٹی باتوں کا اضافہ نہیں کرتے تھے البتہ اتفاقاً حدیث کے معاملہ میں ان کی زبان سے جھوٹ نکل جاتا تھا۔

٤٠- حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنِي خَلِيفَةُ بْنُ مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى غَالِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَعَلَ يُمْلِي عَلَيَّ حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ فَأَخَذَهُ الْبَوْلُ فَقَامَ فَنَظَرْتُ فِي الْكُرَّاسَةِ فَإِذَا فِيهَا حَدَّثَنِي أَبَانٌ عَنْ أَنَسٍ وَأَبَانٌ عَنْ فُلَانٍ فَتَرَكْتُهُ وَقُمْتُ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيَّ يَقُولُ رَأَيْتُ فِي كِتَابِ عَفَّانَ حَدِيثَ هِشَامٍ أَبِي الْمِقْدَامِ حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ يَحْيَى بْنُ فُلَانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قُلْتُ لِعَفَّانَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ هِشَامٌ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ

خلیفہ بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں غالب بن عبیداللہ کے پاس گیا تو وہ مجھے مکحول کی روایت کردہ حدیث سنانے لگا اسی دوران ان کو پیشاب آگیا میں نے اس وقفہ میں ان کی اصل کتاب کو دیکھا تو اس میں وہ روایت اس طرح تھی کہ ابان نے انس سے روایت کی اور ابان نے فلاں شخص سے "میں اسی وقت وہاں سے چلا گیا، اور میں نے حسن بن علی الحلوانی سے یہ سنا کہ میں نے عفان کی "اصل کتاب" میں عمرو بن عبدالعزیز کی حدیث ہشام ابی مقدام کی سند سے دیکھی، ہشام نے کہا مجھ سے ایک شخص نے یہ حدیث بیان کی جس کو یحییٰ بن فلاں کہا جاتا ہے اور وہ محمد بن کعب سے روایت کرتا ہے حلوانی کہتے ہیں کہ میں نے عفان سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہشام نے اس حدیث کو محمد بن کعب سے سنا ہے۔ عفان نے کہا اسی وجہ سے تو ہشام کو ضعیف

فَقَالَ إِنَّمَا ابْتُلِيَ مِنْ قِبَلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ كَانَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ادَّعٰى بَعْدُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ۔

کہا جاتا ہے۔ پہلے ہشام کہتا تھا کہ میں یحییٰ سے روایت کرتا ہوں اور اب وہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں بعد میں وہ اس واسطہ کو حذف کر کے کہنے لگا میں براہِ راست محمد بن کعب سے روایت کرتا ہوں۔

۴۱- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُثْمَانَ ابْنِ جَبَلَةَ يَقُوْلُ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَوَيْتَ عَنْهُ حَدِيْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يَوْمُ الْفِطْرِ يَوْمُ الْجَوَائِزِ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْحَجَّاجِ انْظُرْ مَا وَضَعْتُ فِيْ يَدِكَ مِنْهُ قَالَ ابْنُ قُهْزَاذَ وَسَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ زَمْعَةَ يَذْكُرُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ رَأَيْتُ رَوْحَ بْنَ غُطَيْفٍ صَاحِبَ الدَّمِ قَدْرِ الدِّرْهَمِ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ أَسْتَحْيِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ أَنْ يَرَوْنِيْ جَالِسًا مَعَهُ كُرْهَ حَدِيْثِهِ۔

عبداللہ بن عثمان بن جبلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے پوچھا وہ کون شخص ہے جس سے آپ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ "عید الفطر تحفہ تحائف کا دن ہے" ابن مبارک نے جواب دیا سلیمان بن حجاج سے اور فرمایا میں نے جو تم کو سلیمان بن حجاج کی احادیث بیان کی ہیں تم ان میں غور و فکر کر لینا اور عبداللہ بن مبارک نے کہا میں نے حدیث "درہم سے کم خون کی نجاست معاف ہے" کے راوی روح بن غطیف کو بزرگوں میں بیٹھے دیکھا لیکن چونکہ اس کی حدیث ناقابل قبول سمجھی جاتی تھی لہٰذا اس کی روایت کے مکروہ ہونے کی وجہ سے مجھے شرم آتی تھی کہ کہیں میرے اصحاب مجھے اس کے ساتھ دیکھ نہ لیں۔

۴۲- وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ قُهْزَاذَ قَالَ سَمِعْتُ وَهْبًا يَقُوْلُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ بَقِيَّةُ صَدُوْقُ اللِّسَانِ وَلٰكِنَّهُ يَأْخُذُ عَمَّنْ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان فرماتے ہیں کہ بقیہ سچا آدمی ہے لیکن وہ ہر آنے جانے والے شخص سے حدیث روایت کر لیتا ہے۔

۴۳- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ الْهَمْدَانِيُّ وَكَانَ كَذَّابًا۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حارث اعور ہمدانی نے مجھے ایک حدیث بیان کی مگر وہ جھوٹا شخص تھا۔

۴۴- حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ مُفَضَّلٍ عَنْ مُغِيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي الْحٰرِثُ الْأَعْوَرُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حارث اعور ہمدانی نے مجھے ایک حدیث بیان کی اور شعبی اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ وہ جھوٹا شخص ہے۔

۴۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ عَلْقَمَةُ قَرَأْتُ

علقمہ نے کہا میں نے قرآن کریم دو سال میں یاد کر لیا، حارث نے جواب میں کہا کہ قرآن کریم کو حاصل کرنا

الْقُرْآنَ فِي سَنَتَيْنِ فَقَالَ الْحٰرِثُ الْقُرْآنُ هَيِّنٌ وَالْوَحْيُ أَشَدُّ ۔

آسان ہے اور احادیث کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے ۔

۴۶ ۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا أَحْمَدُ يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ الْحٰرِثَ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْقُرْآنَ فِي ثَلٰثِ سِنِيْنَ وَالْوَحْيَ فِي سَنَتَيْنِ أَوْ قَالَ الْوَحْيَ فِي ثَلٰثِ سِنِيْنَ وَالْقُرْآنَ فِي سَنَتَيْنِ ۔

حارث نے کہا کہ میں نے قرآن کریم کو تین سال میں اور حدیث شریف کو دو یا تین سال میں حاصل کیا ہے ۔

۴۷ ۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ وَهُوَ ابْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَمُغِيْرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ الْحٰرِثَ اتُّهِمَ ۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حارث (کذب یا رفض کے ساتھ) متہم تھا ۔

۴۸ ۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ قَالَ سَمِعَ مُرَّةُ الْهَمْدَانِيُّ مِنَ الْحَارِثِ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ اقْعُدْ بِالْبَابِ قَالَ فَدَخَلَ مُرَّةُ وَأَخَذَ سَيْفَهُ وَقَالَ وَأَحَسَّ الْحٰرِثُ بِالشَّرِّ فَذَهَبَ ۔

حمزہ زیات بیان کرتے ہیں کہ مرہ ہمدانی نے حارث سے کوئی (مجہول) حدیث سنی، انہوں نے حارث سے کہا دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور وہ اپنی تلوار اٹھا لائے، حارث کو بھی خطرہ کا احساس ہو گیا اور وہ فوراً بھاگ گیا ۔

۴۹ ۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ لَنَا إِبْرَاهِيْمُ إِيَّاكُمْ وَالْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ وَأَبَا عَبْدِ الرَّحِيْمِ فَإِنَّهُمَا كَذَّابَانِ ۔

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم نے کہا مغیرہ بن سعید اور ابو عبدالرحیم سے روایت کرنے میں احتراز کرنا کیونکہ یہ دونوں جھوٹے شخص ہیں ۔

۵۰ ۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيَّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ أَيْفَاعٌ فَكَانَ يَقُوْلُ لَنَا لَا تُجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَيْرَ أَبِي الْأَحْوَصِ وَإِيَّاكُمْ وَشَقِيْقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيْقٌ هٰذَا يَرٰى رَأْيَ الْخَوَارِجِ وَلَيْسَ بِأَبِيْ وَائِلٍ ۔

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ہم نوجوانی میں ابو عبدالرحمان سلمی کے پاس جایا کرتے تھے انہوں نے ہمیں نصیحت کی کہ ابوالاحوص کے سوا اور کسی شخص سے حدیث نہ سننا اور خاص طور پر شقیق سے احتراز کرنا ۔ یہ شخص خارجی تھا ۔ (بہ خلاف شقیق ابو وائل کے کیونکہ وہ ثقہ راوی ہیں، سعیدی)

۵۱ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرًا يَقُوْلُ لَقِيْتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيْدَ الْجُعْفِيَّ فَلَمْ أَكْتُبْ عَنْهُ كَانَ يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ ۔

جریر بیان کرتے ہیں کہ میری جابر بن یزید جعفی سے ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی کسی روایت کو نہیں لکھا کیونکہ وہ رجعت کا عقیدہ باطلہ رکھتا تھا ۔

٥٢ - حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا مِسْعَرٌ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ يَزِيْدَ قَبْلَ أَنْ يُّحْدِثَ مَا أَحْدَثَ۔

مسعر بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن یزید سے اس کی بدعقیدگیوں کے ظہور سے پہلے اس کی بیان کردہ احادیث روایت کرتے تھے۔

٥٣ - وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَحْمِلُوْنَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ أَنْ يُّظْهِرَ مَا أَظْهَرَ فَلَمَّا أَظْهَرَ اتَّهَمَهُ النَّاسُ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَتَرَكَهٗ بَعْضُ النَّاسِ فَقِيْلَ لَهٗ وَمَا أَظْهَرَ قَالَ الْإِيْمَانَ بِالرَّجْعَةِ

سفیان بیان کرتے ہیں کہ جب تک جابر نے اپنے باطل عقائد کا اظہار نہیں کیا تھا لوگ اس سے روایت کرتے تھے لیکن جب اس کی بدعقیدگی ظاہر ہوگئی تو وہ متہم فی الحدیث ہوگیا اور بعض حضرات نے اس سے روایت ترک کردی۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ جابر نے کس بدعقیدگی کا اظہار کیا تھا سفیان نے جواب دیا "رجعت" کا۔

نوٹ:۔ روافض کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی ابر میں ہیں ان کی اولاد میں سے ایک امام برحق پیدا ہوگا اور جب حضرت علی امام وقت کے خلاف خروج میں اس کی مدد کے لیے اولاد علی کو پکاریں گے تو سب لوگ اس کی مدد کو پہنچیں گے۔

٥٤ - وَحَدَّثَنِيْ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ قَالَ نَا قَبِيْصَةُ وَأَخُوْهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا الْجَرَّاحَ بْنَ مَلِيْحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ عِنْدِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفَ حَدِيْثٍ عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهَا۔

جراح بن ملیح کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن یزید سے یہ سنا کہ میرے پاس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ستر ہزار احادیث ہیں جو ابوجعفر سے مروی ہیں۔

٥٥ - وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ شَاعِرٍ قَالَ نَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ سَمِعْتُ زُهَيْرًا يَقُوْلُ قَالَ جَابِرٌ أَوْ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ إِنَّ عِنْدِيْ لَخَمْسِيْنَ أَلْفَ حَدِيْثٍ مَا حَدَّثْتُ مِنْهَا بِشَيْءٍ قَالَ ثُمَّ حَدَّثَ يَوْمًا بِحَدِيْثٍ فَقَالَ هٰذَا مِنَ الْخَمْسِيْنَ أَلْفًا۔

زہیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے سنا کہ میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جن سے میں نے ابھی تک کوئی بیان نہیں کی، پھر ایک دن اس نے ایک حدیث بیان کی اور کہا کہ یہ ان پچاس ہزار احادیث میں سے ہے۔

٥٦ - وَحَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ الْيَشْكُرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْوَلِيْدِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَلَّامَ بْنَ أَبِيْ مُطِيْعٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرًا الْجُعْفِيَّ يَقُوْلُ عِنْدِيْ خَمْسُوْنَ أَلْفَ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے سنا کہ میرے پاس پچاس ہزار احادیث ہیں جو سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

٥٧ - وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا

سفیان بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جابر سے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی "فلن ابرح

سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْ اَبِيْ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ. قَالَ فَقَالَ جَابِرٌ لَمْ يَجِئْ تَاْوِيْلُ هٰذِهٖ، قَالَ سُفْيَانُ وَكَذَبَ فَقُلْنَا وَمَا اَرَادَ بِهٰذَا فَقَالَ اِنَّ الرَّافِضَةَ تَقُوْلُ اِنَّ عَلِيًّا فِي السَّحَابِ فَلَا نَخْرُجُ مَعَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْ وَّلَدِهٖ حَتّٰى يُنَادِيَ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ يُرِيْدُ عَلِيًّا اَنَّهٗ يُنَادِيْ اُخْرُجُوْا مَعَ فُلَانٍ يَقُوْلُ جَابِرٌ فَذَا تَاْوِيْلُ هٰذِهٖ وَكَذَبَ كَانَتْ فِيْ اِخْوَةِ يُوْسُفَ۔

الارض حتیٰ یاذن لی ابی او یحکم اللہ وہو خیر الحاکمین ۔ (ترجمہ: یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے سب سے بڑے بھائی نے (مصر میں بنیامین پر چوری کا الزام لگنے کے بعد کہا) "میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ میرے والد اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ حکم فرمائے اور وہ سب سے بہتر حاکم ہے" ۱۲:۸۰) ۔ جابر نے کہا اس آیت کی تفسیر ابھی ظاہر نہیں ہوئی ۔ سفیان نے کہا اس نے جھوٹ بولا لوگوں نے سفیان سے پوچھا جابر کی کیا مراد تھی سفیان نے کہا شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بادلوں میں ہیں اور ان کی اولاد میں سے امام برحق اس وقت کسی امام وقت کے خلاف جنگ کے لیے نہیں نکلے گا جب تک حضرت علی بادلوں سے نہیں پکاریں گے کہ جاؤ اس کی حمایت میں جنگ کرو ۔ سفیان نے کہا جابر جھوٹا ہے یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے متعلق ہے ۔

۵۸- وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ قَالَ نَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيٰنُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يُحَدِّثُ بِنَحْوٍ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ مَا اَسْتَحِلُّ اَنْ اَذْكُرَ مِنْهَا شَيْئًا وَّاَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا او سَمِعْتُ اَبَا غَسَّانَ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو الرَّازِيَّ قَالَ سَاَلْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ الْحَمِيْدِ فَقُلْتُ اَلْحٰرِثُ بْنُ حَصِيْرَةَ لَقِيْتَهٗ قَالَ نَعَمْ شَيْخٌ طَوِيْلُ السُّكُوْتِ يُصِرُّ عَلٰى اَمْرٍ عَظِيْمٍ۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے تیس ہزار ایسی احادیث سنی ہیں جن میں سے میں کسی کا ذکر جائز نہیں سمجھتا خواہ اس کے عوض مجھے کتنا ہی مال دیا جائے ۔ ابو غسان محمد بن عمرو رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبد الحمید سے پوچھا کیا آپ حارث بن حصیرہ سے ملے ہیں انھوں نے کہا ہاں وہ ایک بوڑھا شخص ہے زیادہ تر خاموش رہتا ہے لیکن بڑی سے بڑی فاحش بات پر ڈٹ جاتا ہے ۔

۵۹- حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ وَذَكَرَ اَيُّوْبُ رَجُلًا يَوْمًا فَقَالَ لَمْ يَكُنْ بِمُسْتَقِيْمِ اللِّسَانِ وَذَكَرَ اٰخَرَ فَقَالَ هُوَ يَزِيْدُ فِي الرَّقْمِ۔

حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایوب نے ایک شخص کے بارے میں کہا کہ وہ سچا نہیں ہے اور دوسرے کے بارے میں کہا کہ وہ تحریر میں زیادتی کر دیتا ہے ۔

۶۰- حَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا

ایوب نے ذکر کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے اور وہ

سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قَالَ أَيُّوبُ إِنَّ لِي جَارًا ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ فَضْلِهِ وَلَوْ شَهِدَ عَلَى تَمْرَتَيْنِ مَا رَأَيْتُ شَهَادَتَهُ جَائِزَةً۔

بڑی خوبیوں والا ہے تاہم اگر وہ دو کھجوروں کے بارے میں بھی شہادت دے تو میں اس کی شہادت کو جائز نہیں سمجھوں گا۔

۶۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ قَالَ مَعْمَرٌ مَا رَأَيْتُ أَيُّوبَ اغْتَابَ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا عَبْدَ الْكَرِيمِ يَعْنِي أَبَا أُمَيَّةَ فَإِنَّهُ ذَكَرَهُ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ لَقَدْ سَأَلَنِي عَنْ حَدِيثٍ لِعِكْرِمَةَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ۔

معمر کہتے ہیں کہ میں نے عبدالکریم کے علاوہ ایوب کو اور کسی شخص کا عیب بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اس کے بارے میں انھوں نے کہا وہ غیر ثقہ ہے اس نے مجھ سے حضرت عکرمہ کی ایک حدیث سنی اور یہ کہتا پھرتا ہے کہ میں نے براہ راست یہ حدیث عکرمہ سے سنی ہے۔

۶۲۔ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى فَجَعَلَ يَقُولُ ثَنَا الْبَرَاءُ وَثَنَا زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِقَتَادَةَ فَقَالَ كَذَبَ مَا سَمِعَ مِنْهُمْ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ سَائِلًا يَتَكَفَّفُ النَّاسَ زَمَنَ طَاعُونِ الْجَارِفِ۔

ہمام بیان کرتے ہیں کہ ابوداؤد نام کا ایک نابینا شخص ہم سے کہنے لگا کہ اس نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے احادیث سنی ہیں۔ ہم نے حضرت قتادہ سے اس کی تحقیق کی قتادہ نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے یہ شخص طاعون جارف کے زمانہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا اور اس نے ان سے سماع حدیث نہیں کیا۔

نوٹ:۔ امام نووی فرماتے ہیں طاعون جارف ۸۷ھ یا ۸۰ھ میں واقع ہوا تھا۔

۶۳۔ وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا هَمَّامٌ قَالَ دَخَلَ أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى عَلَى قَتَادَةَ فَلَمَّا قَامَ قَالُوا إِنَّ هٰذَا يَزْعُمُ أَنَّهُ لَقِيَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ بَدْرِيًّا فَقَالَ قَتَادَةُ هٰذَا كَانَ سَائِلًا قَبْلَ الْجَارِفِ لَا يَعْرِضُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيهِ فَوَاللّٰهِ مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ بَدْرِيٍّ مُشَافَهَةً وَلَا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ بَدْرِيٍّ مُشَافَهَةً إِلَّا عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ۔

ہمام بیان کرتے ہیں کہ نابینا ابوداؤد حضرت قتادہ کے پاس گیا جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے حضرت قتادہ سے کہا اس شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ اٹھارہ بدری صحابہ سے ملا ہے، قتادہ نے کہا یہ شخص طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگتا تھا اس کو فن حدیث سے کوئی لگاؤ تھا اور نہ یہ اس میں گفتگو کرتا تھا۔ خدا کی قسم سعد بن مالک کے علاوہ حسن بصری اور سعید بن مسیب جیسے لوگوں نے بھی کسی بدری صحابی سے براہِ راست روایت نہیں کی۔

۶۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ رَقَبَةَ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ الْهَاشِمِيَّ الْمَدَنِيَّ كَانَ يَضَعُ أَحَادِيثَ كَلَامَ حَقٍّ وَلَيْسَتْ مِنْ أَحَادِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَرْوِيهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رقبہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجعفر ہاشمی، حق اور حکمت آمیز کلام کو حدیث بنا ڈالتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ یہ حضور کی احادیث ہیں حالانکہ فی الواقع وہ باتیں حضور کی احادیث نہ ہوتی تھیں۔

٦٥- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ اَبُو اِسْحٰقَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيٰنَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ يَكْذِبُ فِي الْحَدِيْثِ.

یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عبید حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔

٦٦- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ اَبُوْ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَ بْنَ مُعَاذٍ يَقُوْلُ قُلْتُ لِعَوْفِ بْنِ اَبِيْ جَمِيْلَةَ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا قَالَ كَذَبَ وَاللّٰهِ عَمْرٌو وَلٰكِنَّهٗ اَرَادَ اَنْ يَحُوْزَهَا اِلٰى قَوْلِهِ الْخَبِيْثِ.

معاذ بن معاذ کہتے ہیں کہ میں نے عوف بن ابی جمیلہ سے پوچھا کہ عمرو بن عبید حسن سے یہ حدیث روایت کرتا ہے "جس شخص نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے" عوف نے کہا قسم بخدا عمرو جھوٹا ہے وہ اس حدیث سے اپنے باطل عقائد کی ترویج چاہتا ہے۔

نوٹ:۔ عوف کا مطلب یہ تھا کہ عمرو اس حدیث کی حضرت حسن بصری کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹا ہے کیونکہ حضرت حسن بصری نے یہ حدیث بیان نہیں کی ورنہ فی نفسہٖ یہ حدیث صحیح ہے اور دیگر اسانید سے مروی ہے۔

٦٧- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ قَدْ لَزِمَ اَيُّوْبَ وَسَمِعَ مِنْهُ فَفَقَدَهٗ اَيُّوْبُ فَقَالُوْا يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّهٗ قَدْ لَزِمَ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ قَالَ حَمَّادٌ فَبَيْنَا اَنَا يَوْمًا مَعَ اَيُّوْبَ وَقَدْ بَكَّرْنَا اِلَى السُّوْقِ فَاسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ اَيُّوْبُ وَسَاَلَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَيُّوْبُ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ لَزِمْتَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ قَالَ حَمَّادٌ سَمَّاهُ يَعْنِيْ عَمْرًا قَالَ نَعَمْ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّهٗ يَجِيْئُنَا بِاَشْيَاءَ غَرَائِبَ قَالَ يَقُوْلُ لَهٗ اَيُّوْبُ اِنَّمَا نَفِرُّ اَوْ نَفْرَقُ مِنْ تِلْكَ الْغَرَائِبِ.

حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایوب کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور ان سے احادیث کا سماع کرتا تھا ایک دن وہ ایوب کی مجلس میں حاضر نہ ہوا تو لوگوں نے ایوب کو بتلایا۔ اے ابوبکر (یہ ایوب کی کنیت تھی) اب اس نے عمرو بن زید کی مجلس میں جانا شروع کر دیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت ہم ایوب کے ساتھ بازار جا رہے تھے، راستہ میں ایوب سے وہ شخص ملا۔ سلام کرنے کے بعد ایوب نے اس سے پوچھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اب عمرو بن عبید کی مجلس میں جانا شروع کر دیا ہے اس شخص نے جواب دیا ہاں اے ابوبکر وہ ہم سے عجیب و غریب احادیث بیان کرتا ہے ایوب نے جواب دیا ہم تو ایسے عجائبات سے دور بھاگتے ہیں۔

٦٨- وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا ابْنُ زَيْدٍ يَعْنِيْ حَمَّادًا قَالَ قِيْلَ لِاَيُّوْبَ اِنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ رَوٰى عَنِ

حماد بیان کرتے ہیں کہ ایوب سے کسی نے کہا کہ عمرو بن عبید حسن بصری سے یہ حدیث روایت کرتا ہے کہ "جو شخص نبیذ پی کر مدہوش ہو جائے اسے کوڑے

الْحَسَنِ قَالَ لَا يُجْلَدُ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيْذِ فَقَالَ كَذَبَ اِنَّمَا سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ يُجْلَدُ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيْذِ۔

۶۹- وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجٌ قَالَ نَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَّامَ بْنَ اَبِيْ مُطِيْعٍ يَقُوْلُ بَلَغَ اَيُّوْبَ اَنِّيْ اٰتِيْ عَمْرًا فَاَقْبَلَ عَلَيَّ يَوْمًا فَقَالَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا لَا تَاْمَنُهٗ عَلٰى دِيْنِهٖ كَيْفَ تَاْمَنُهٗ عَلَى الْحَدِيْثِ۔

۷۰- وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيٰنُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰى يَقُوْلُ نَا عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ قَبْلَ اَنْ يُّحْدِثَ۔

۷۱- حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى شُعْبَةَ اَسْاَلُهٗ عَنْ اَبِيْ شَيْبَةَ قَاضِيْ وَاسِطٍ فَكَتَبَ اِلَيَّ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ شَيْئًا وَمَزِّقْ كِتَابِيْ۔

۷۲- وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَفَّانَ قَالَ حَدَّثْتُ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ عَنْ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ بِحَدِيْثٍ عَنْ ثَابِتٍ فَقَالَ كَذَبَ وَحَدَّثْتُ هَمَّامًا عَنْ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ بِحَدِيْثٍ فَقَالَ كَذَبَ۔

۷۳- وَحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ ثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ قَالَ لِيْ شُعْبَةُ ائْتِ جَرِيْرَ بْنَ حَازِمٍ فَقُلْ لَهٗ لَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ تَرْوِيَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَاِنَّهٗ يَكْذِبُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قُلْتُ لِشُعْبَةَ وَكَيْفَ ذَاكَ فَقَالَ ثَنَا عَنِ الْحَكَمِ بِاَشْيَاءَ لَمْ اَجِدْ لَهَا اَصْلًا قَالَ قُلْتُ لَهٗ بِاَيِّ شَيْءٍ قَالَ قُلْتُ لِلْحَكَمِ اَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ فَقَالَ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنِ الْحَكَمِ

نہیں لگائے جائیں گے۔" ایوب نے کہا جھوٹ کہتا ہے میں نے خود حسن بصری سے سُنا ہے کہ جو شخص نبیذ پی کر مدہوش ہو جائے اسے کوڑے لگائیں جائیں گے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ ایوب کو یہ خبر پہنچی کہ میں عمرو کے پاس روایت حدیث کے لیے جاتا ہوں ایک دن وہ مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ یہ بتلاؤ تمہیں جس شخص کے دین کا اعتبار نہیں ہے اس کی روایت پہ اعتماد کیسے کر سکتے ہو۔

ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمرو بن عبید سے اس وقت احادیث کا سماع کیا تھا جب اس نے حدیثیں وضع (گھڑنی) کرنی شروع نہیں کیں تھیں۔

معاذ عنبری بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو لکھا کہ ابو شیبہ قاضی واسط کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے شعبہ نے مجھے جواب میں لکھا کہ ابو شیبہ کی کوئی روایت نہ لکھنا اور میرے اس خط کو پھاڑ دینا۔

عفان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ کے سامنے وہ حدیث سنائی جس کو صالح مُرّی نے ثابت سے روایت کیا ہے حماد نے کہا صالح مُرّی جھوٹا ہے اور میں نے ہمام کے سامنے صالح مُرّی کی حدیث بیان کی تو ہمام نے بھی کہا کہ صالح مُرّی جھوٹا ہے۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ مجھ سے شعبہ نے کہا کہ جریر بن حازم سے جا کر کہو کہ حسن بن عمارہ کی کوئی روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے شعبہ نے کہا حسن نے حکم کی روایت سے ہمیں ایسی احادیث بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے میں نے شعبہ سے پوچھا ایسی کون سی روایت ہے انہوں نے کہا میں نے حکم سے پوچھا تھا کیا شہداء اُحد پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اس نے جواب دیا نہیں پڑھی تھی لیکن حسن بن عمارہ

عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَيْهِمْ وَدَفَنَهُمْ قُلْتُ لِلْحَكَمِ مَا تَقُوْلُ فِيْ اَوْلَادِ الزِّنَا قَالَ يُصَلّٰى عَلَيْهِمْ قُلْتُ مِنْ حَدِيْثِ مَنْ يُرْوٰى قَالَ يُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ ثَنَا الْحَكَمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

نے حکم سے روایت کیا اور مقسم از ابن عباس کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہداءِ اُحد کی نماز پڑھی اور پھر ان کو دفن کر دیا، اس کے علاوہ میں نے حکم سے ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا حکم نے کہا ہاں ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی میں نے پوچھا آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا حسن بصری سے لیکن حسن بن عمارہ نے یہ حدیث حکم سے یحییٰ بن جزار از حضرت علی روایت کی، (یعنی پہلی حدیث کی اصل عبارت میں اور دوسری کی سند میں غلطی کی ہے)۔

۷۴۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ وَذَكَرَ زِيَادَ بْنَ مَيْمُوْنٍ فَقَالَ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اَرْوِيَ عَنْهُ شَيْئًا وَلَا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَحْدُوْجٍ وَقَالَ لَقِيْتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُوْنٍ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ حَدِيْثٍ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ عَنْ بَكْرٍ الْمُزَنِيِّ ثُمَّ عُدْتُ اِلَيْهِ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ عَنْ مُوَرِّقٍ ثُمَّ عُدْتُ اِلَيْهِ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ عَنِ الْحَسَنِ وَكَانَ يَنْسُبُهُمَا اِلَى الْكَذِبِ قَالَ الْحُلْوَانِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ الصَّمَدِ وَذَكَرْتُ عِنْدَهٗ زِيَادَ بْنَ مَيْمُوْنٍ فَنَسَبَهٗ اِلَى الْكَذِبِ۔

یزید بن ہارون نے زیاد بن میمون کے بارے میں کہا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ نہ اس سے کوئی حدیث روایت کروں گا اور نہ خالد بن محدوج سے کیونکہ ایک بار میں نے زیاد بن میمون سے ایک حدیث پوچھی تو زیاد نے بکر مزنی کی روایت سے وہ حدیث بیان کی، دوبارہ ملاقات پر اس سے وہی بات پوچھی تو اس نے مورق کی روایت سے بیان کی، سہ بارہ ملاقات پر اس سے وہی حدیث پوچھی تو وہی حدیث حسن کی روایت سے بیان کی، ابن ہارون، زیاد اور خالد دونوں کو جھوٹا کہتے تھے۔ حلوانی کہتے ہیں کہ عبد الصمد کے سامنے زیاد بن میمون کا ذکر ہوا تو انھوں نے بھی اسے جھوٹا قرار دیا۔

۷۵۔ وَحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ دَاؤُدَ الطَّيَالِسِيِّ قَدْ اَكْثَرْتَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ فَمَا لَكَ لَمْ تَسْمَعْ مِنْهُ حَدِيْثَ الْعَطَّارَةِ الَّذِيْ رَوٰى لَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ فَقَالَ لِيْ اُسْكُتْ فَاَنَا لَقِيْتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُوْنٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ فَسَاَلْنَاهُ فَقُلْنَا لَهٗ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَرْوِيْهَا عَنْ اَنَسٍ فَقَالَ اَرَاَيْتُمَا رَجُلًا يُذْنِبُ فَيَتُوْبُ اَلَيْسَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ

محمود بن غیلان روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد طیالسی سے پوچھا کہ آپ عباد بن منصور کی روایات بکثرت بیان کیا کرتے تھے کیا آپ نے ان سے عطر فروش عورت کی وہ حدیث نہیں سنی جو نضر بن شمیل نے ہم سے بیان کی تھی، ابو داؤد نے جواب دیا خاموش رہو! ایک دفعہ میں اور عبد الرحمان بن مہدی، زیاد بن میمون سے ملے تھے اور ان سے پوچھا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو تم احادیث روایت کرتے ہو وہ کہاں تک

قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَنَسٍ مِنْ ذَا قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ النَّاسُ فَأَنْتُمَا لَا تَعْلَمَانِ أَنِّي لَمْ أَلْقَ أَنَسًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ فَبَلَغَنَا بَعْدُ أَنَّهُ يَرْوِي فَأَتَيْنَاهُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ أَتُوبُ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ يُحَدِّثُ فَتَرَكْنَاهُ ۔

۷۶۔ حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ شَبَابَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ يُحَدِّثُنَا فَيَقُولُ سُوَيْدُ بْنُ عَقَلَةَ قَالَ شَبَابَةُ وَسَمِعْتُ عَبْدَ الْقُدُّوسِ يَقُولُ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَّخَذَ الرَّوْحُ عَرْضًا قَالَ فَقِيلَ لَهٗ أَيُّ شَيْءٍ هٰذَا قَالَ يَعْنِي يُتَّخَذُ كُوَّةٌ فِي حَائِطٍ لِيَدْخُلَ عَلَيْهِ الرَّوْحُ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ مَا جَلَسَ مَهْدِيُّ بْنُ هِلَالٍ بِأَيَّامٍ مَا هٰذِهِ الْعَيْنُ الْمَالِحَةُ الَّتِي نَبَعَتْ قِبَلَكُمْ قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا إِسْمٰعِيلَ ۔

۷۷۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَوَانَةَ قَالَ مَا بَلَغَنِي عَنِ الْحَسَنِ حَدِيثٌ إِلَّا أَتَيْتُ بِهٖ أَبَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَرَأَهُ عَلَيَّ ۔

۷۸۔ وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ثَنَا

صحیح ہیں، زیاد نے جواب دیا اگر کوئی شخص گناہ کرے اور پھر اس پر توبہ کرے تو کیا تم دونوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ اس کی توبہ نہیں قبول کرے گا، ہم نے کہا کیوں نہیں! زیاد نے کہا میں نے حضرت انس سے کسی قسم کی کوئی حدیث روایت نہیں کی، ہر چند کہ عام لوگوں کو اس بات کا پتا نہیں تاہم تم دونوں تو جانتے ہو کہ میں نے نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کچھ عرصہ کے بعد ہمیں پھر معلوم ہوا کہ زیاد نے پھر حضرت انس کی روایات بیان کرنی شروع کر دی ہیں، میں اور عبدالرحمٰن دوبارہ اس کے پاس گئے، اس نے پھر توبہ کر لی لیکن پھر توبہ توڑ دی اور حضرت انس کی روایات بیان کرنے لگا۔ بالآخر ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

عبدالقدوس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روح کو "عرض" بنانے سے منع فرمایا ہے ان سے اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا ہوا داخل ہونے کے لیے دیوار میں کوئی روشن دان نہ بنایا جائے (راوی نے یہ حدیث صحیح بیان نہیں کی اصل لفظ "غرض" ہے جس کا معنی ہے نشانہ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نشانہ کی مشق کرنے کے لیے کسی جاندار کو تختۂ مشق نہ بنایا جائے۔ سعیدی) امام مسلم فرماتے ہیں کہ عبیداللہ بن عمر قواریری کہتے تھے کہ حماد بن زید نے مہدی بن ہلال کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ نمکین چشمہ تمہاری طرف سے نکلا ہے انھوں نے اثبات میں کہا ہاں اے ابواسماعیل۔

ابو عوانہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جس سے بھی حسن کی روایت سنی میں اس کو لے کر فوراً ابان بن ابی عیاش کے پاس گیا اور ابان نے اسی وقت وہ حدیث پڑھ کر مجھے سنا دی۔

علی ابن مسہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات

عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ مِنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ نَحْوًا مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ قَالَ عَلِيٌّ فَلَقِيتُ حَمْزَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَا سَمِعَ مِنْ أَبَانَ فَمَا عَرَفَ مِنْهَا إِلَّا شَيْئًا يَسِيرًا خَمْسَةً أَوْ سِتَّةً ۔

نے ابان بن ابی عیاش سے تقریباً ایک ہزار احادیث کا سماع کیا پھر جب میری حمزہ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ابان سے سنی ہوئی احادیث سنائیں، جن میں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف پانچ چھ حدیثوں کی تصدیق کی ۔

۷۹ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا ابْنُ عَدِيٍّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ اُكْتُبْ عَنْ بَقِيَّةَ مَا رَوٰى عَنْ غَيْرِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا تَكْتُبْ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ مَا رَوٰى عَنِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا عَنْ غَيْرِهِمْ ۔

زکریا ابن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابو اسحاق فزاری نے مجھ سے کہا ”بقیہ“ اگر غیر معروف حضرات کی روایات بھی بیان کریں تو وہ بھی لکھ لینا اور اسماعیل بن عیاش کی بیان کردہ کسی روایت کو نہ لکھنا خواہ معروف حضرات سے بیان کرے یا غیر معروف حضرات سے ۔

۸۰ ۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ نِعْمَ الرَّجُلُ بَقِيَّةُ لَوْلَا أَنَّهُ يُكَنِّي الْأَسَامِيَ وَيُسَمِّي الْكُنٰى كَانَ دَهْرًا يُحَدِّثُنَا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْوُحَاظِيِّ فَنَظَرْنَا فَإِذَا هُوَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ ۔

ابن مبارک نے کہا ”بقیہ“ معتبر شخص ہے کاش وہ راویوں کے ناموں کو ان کی کنیتوں کے ساتھ اور ان کی کنیتوں کو ان کے ناموں سے نہ تبدیل کر دیتا۔ ایک عرصہ تک وہ ہم کو ابو سعید وحاظی کی روایت بیان کرتا رہا، بعد میں چھان بین سے معلوم ہوا کہ وہ عبد القدوس ہے ۔

۸۱ ۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يُفْصِحُ بِقَوْلِهِ كَذَّابٌ إِلَّا لِعَبْدِ الْقُدُّوسِ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهُ كَذَّابٌ ۔

عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک کو عبد القدوس کے سوا کسی شخص کو جھوٹا کہتے ہوئے نہیں سنا۔

۸۲ ۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نُعَيْمٍ وَذَكَرَ الْمُعَلَّى بْنَ عُرْفَانَ فَقَالَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ بِصِفِّينَ فَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ أَتُرَاهُ بُعِثَ بَعْدَ الْمَوْتِ ۔

عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی بیان کرتے ہیں کہ ابو نعیم نے کہا کہ ان کے سامنے معلی بن عرفان نے کہا کہ ابو وائل نے بیان کیا کہ ہمارے سامنے عبد اللہ بن مسعود جنگ صفین کے میدان سے آئے تھے۔ ابو نعیم نے اس پہ تبصرہ کرتے ہوئے کہا تمہارے خیال میں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے تھے ۔

۸۳ ۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عَفَّانَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ إِسْمٰعِيلَ بْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثَ رَجُلٌ عَنْ رَجُلٍ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِثَبْتٍ

عفان بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم اسماعیل بن علیہ کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے روایت بیان کی میں نے کہا وہ غیر معتبر شخص ہے وہ شخص کہنے لگا کہ تم نے اس کی غیبت کی ہے یہ سن کر اسماعیل نے

قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اغْتَبْتَهٗ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ مَا اغْتَابَهٗ وَلٰكِنَّهٗ حَكَمَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِثَبْتٍ۔

میری تائید میں کہا انھوں نے غیبت نہیں بلکہ فن روایت میں اس کا مقام متعین کیا ہے۔

۸۴- وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ جَعْفَرٍ الدَّارِمِیُّ قَالَ ثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَاَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْ یَرْوِیْ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ فَقَالَ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ اَبِی الْحُوَیْرِثِ فَقَالَ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُهٗ عَنْ شُعْبَةَ الَّذِیْ یَرْوِیْ عَنْهُ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ فَقَالَ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُهٗ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَی التَّوْاَمَةِ فَقَالَ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُهٗ عَنْ حَرَامِ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُ مَالِكًا عَنْ هٰٓؤُلَآءِ الْخَمْسَةِ فَقَالَ لَیْسُوْا بِثِقَةٍ فِیْ حَدِیْثِهِمْ وَسَاَلْتُهٗ عَنْ رَجُلٍ اٰخَرَ نَسِیْتُ اسْمَهٗ فَقَالَ هَلْ رَاَیْتَهٗ فِیْ كُتُبِیْ قُلْتُ لَا قَالَ لَوْ كَانَ ثِقَةً لَرَاَیْتَهٗ فِیْ كُتُبِیْ۔

بشر بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے محمد بن عبدالرحمان کے بارے میں پوچھا جو کہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں فرمایا وہ غیر ثقہ ہے پھر میں نے ان سے ابوالحویرث کے بارے میں پوچھا، فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے، پھر شعبہ کے بارے میں پوچھا جس سے ابن ابی ذئب روایت کرتا ہے فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے پھر میں نے توامہ کے آزاد کردہ غلام صالح کے متعلق پوچھا فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے ———— پھر میں نے حرام بن عثمان کے بارے میں پوچھا فرمایا غیر ثقہ ہے، ان پانچوں کے بارے میں امام مالک نے عدم ثقاہت کی تصریح کر دی پھر میں نے ایک اور شخص کے بارے میں پوچھا جس کا نام مجھے بھول گیا آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کا نام میری کتابوں میں دیکھا ہے میں نے کہا نہیں، فرمایا اگر وہ ثقہ راوی ہوتا تو تم اس کا نام میری کتابوں میں ضرور دیکھتے۔

۸۵- وَحَدَّثَنِی الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ قَالَ نَا حَجَّاجٌ قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِیْلَ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ مُتَّهَمًا۔

حجاج بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ذئب نے ہم سے شرحبیل بن سعد کی روایت بیان کی مگر شرحبیل متہم فی الحدیث تھے۔

۸۶- وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ الطَّالَقَانِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ یَقُوْلُ لَوْ خُیِّرْتُ بَیْنَ اَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَیْنَ اَنْ اَلْقٰی عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَرَّرٍ لَاخْتَرْتُ اَنْ اَلْقَاهُ ثُمَّ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا رَاَیْتُهٗ كَانَتْ بَعْرَةٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْهُ۔

ابواسحاق طالقانی نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک فرما رہے تھے اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ پہلے میں جنت میں داخل ہوں یا پہلے عبداللہ بن محرر سے ملاقات کر لوں تو میں اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا اور جنت میں اس کے بعد جاتا لیکن جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ مجھے اونٹ کی مینگنی سے بھی بدتر معلوم ہوا۔

۸۷- وَحَدَّثَنِی الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ نَا وَلِیْدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ زَیْدٌ یَعْنِی ابْنَ اَبِیْ اُنَیْسَةَ لَا تَاْخُذُوْا عَنْ اَخِیْ۔

زید بن ابی انیسہ کہا کرتے تھے کہ میرے بھائی سے احادیث روایت نہ کیا کرو۔ (یعنی یحیی بن انیسہ)۔

٨٨- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ السَّلَامِ الْوَابِصِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ كَذَّابًا۔

عبیداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ یحیی بن انیسہ کذاب تھا۔

٨٩- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ فَرْقَدٌ عِنْدَ أَيُّوبَ فَقَالَ إِنَّ فَرْقَدًا لَيْسَ صَاحِبَ حَدِيثٍ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کہ ایوب کے سامنے فرقد کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے بتایا کہ فرقد روایت حدیث کا اہل نہیں ہے۔

٩٠- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيُّ فَضَعَّفَهُ جِدًّا فَقِيلَ لِيَحْيَى أَضْعَفُ مِنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ أَحَدًا يَرْوِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ۔

یحیی بن سعید القطان کے سامنے محمد بن عبداللہ بن عمر لیثی کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے محمد بن عبداللہ کو ضعیف قرار دیا۔ یحیی سے کسی نے پوچھا کیا محمد بن عبداللہ یعقوب بن عطاء سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ انھوں نے کہا ہاں، پھر کہا میرے خیال میں تو کوئی شخص بھی محمد بن عبداللہ کی روایات بیان نہیں کرے گا۔

٩١- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ ضَعَّفَ حَكِيمَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ الْأَعْلٰى وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنَ مُوسَى بْنِ دِينَارٍ قَالَ حَدِيثُهُ رِيحٌ وَضَعَّفَ مُوسَى بْنَ دِهْقَانَ وَعِيسَى بْنَ أَبِي عِيسَى الْمَدَنِيَّ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عِيسَى يَقُولُ قَالَ لِي ابْنُ الْمُبَارَكِ إِذَا قَدِمْتَ عَلَى جَرِيرٍ فَاكْتُبْ عِلْمَهُ كُلَّهُ إِلَّا حَدِيثَ ثَلَاثَةٍ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ حَدِيثَ عُبَيْدَةَ بْنِ مُعَتِّبٍ وَالسَّرِيِّ بْنِ إِسْمَاعِيلَ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ۔

بشر بن حکم کہتے ہیں کہ یحیی بن سعید قطان نے حکیم بن جبیر اور عبدالاعلی کو ضعیف قرار دیا اور یحیی بن موسی کو بھی ضعیف قرار دیا بلکہ اس کے بارے میں تو یہ بھی فرمایا کہ اس کی روایات ہوا کی مثل ہیں اور موسی بن دہقان اور عیسی بن ابو عیسی مدنی کو بھی ضعیف کہا حسن بن عیسی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن مبارک نے فرمایا تھا کہ جس وقت تم جریر کے پاس جاؤ تو ان کا تمام علم لکھ لینا۔ مگر تین شخصوں کی بیان کردہ روایات نہ لکھنا، عبیدہ بن معتب، سری بن اسماعیل اور محمد بن سالم۔"

قَالَ مُسْلِمٌ وَأَشْبَاهُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ كَلَامِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مُتَّهَمِي رُوَاةِ الْحَدِيثِ وَإِخْبَارِهِمْ عَنْ مَعَايِبِهِمْ كَثِيرٌ يَطُولُ الْكِتَابُ بِذِكْرِهِ عَلَى اسْتِقْصَائِهِ وَفِيمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ لِمَنْ تَفَهَّمَ وَعَقَلَ مَذْهَبَ الْقَوْمِ فِيمَا قَالُوا مِنْ ذٰلِكَ وَبَيَّنُوا وَإِنَّمَا أَلْزَمُوا أَنْفُسَهُمُ الْكَشْفَ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيثِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں ضعیف راویوں کی جو تفصیل ذکر کی ہے اور ان کی بیان کردہ احادیث کے جو عیوب اور نقائص ذکر کیے ہیں وہ صاحب فراست شخص کے لیے کافی ہیں اگر ہم اس سلسلہ میں تمام تفصیل ذکر کرتے اور ماہرین اسماء رجال اور ناقدین فن حدیث نے جو ضعیف، مجروح مطعون اور

وَنَاقِلِي الْأَخْبَارِ وَأَفْتَوْا بِذٰلِكَ حِيْنَ سُئِلُوْا لِمَا فِيْهِ مِنْ عَظِيْمِ الْخَطَرِ إِذِ الْأَخْبَارُ فِيْ أَمْرِ الدِّيْنِ إِنَّمَا تَأْتِيْ بِتَحْلِيْلٍ أَوْ تَحْرِيْمٍ أَوْ أَمْرٍ أَوْ نَهْيٍ أَوْ تَرْغِيْبٍ أَوْ تَرْهِيْبٍ فَإِذَا كَانَ الرَّاوِيْ لَهَا لَيْسَ بِمَعْدِنٍ لِلصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ ثُمَّ أَقْدَمَ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ مَا فِيْهِ لِغَيْرِهِ مِمَّنْ جَهِلَ مَعْرِفَتَهُ كَانَ آثِمًا بِفِعْلِهِ ذٰلِكَ غَاشًّا لِعَوَامِّ الْمُسْلِمِيْنَ إِذْ لَا يُؤْمَنُ عَلَى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تِلْكَ الْأَخْبَارَ أَنْ يَسْتَعْمِلَهَا أَوْ يَسْتَعْمِلَ بَعْضَهَا وَلَعَلَّهَا أَوْ أَكْثَرَهَا أَكَاذِيْبُ لَا أَصْلَ لَهَا مَعَ أَنَّ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ مِنْ رِوَايَةِ الثِّقَاتِ وَأَهْلِ الْقَنَاعَةِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُضْطَرَّ إِلَى نَقْلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مُقْنِعٍ وَلَا أَحْسِبُ كَثِيْرًا مِمَّنْ يُعَرِّجُ مِنَ النَّاسِ عَلَى مَا وَصَفْنَا مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ الضِّعَافِ وَالْأَسَانِيْدِ الْمَجْهُوْلَةِ وَيَعْتَدُّ بِرِوَايَتِهَا بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَا فِيْهَا مِنَ التَّوَهُّنِ وَالضُّعْفِ إِلَّا أَنَّ الَّذِيْ يَحْمِلُهُ عَلَى رِوَايَتِهَا وَالْاِعْتِدَادِ بِهَا إِرَادَةُ التَّكْثِيْرِ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِّ وَلِأَنْ يُقَالَ مَا أَكْثَرَ مَا جَمَعَ فُلَانٌ مِنَ الْحَدِيْثِ وَأَلَّفَ مِنَ الْعَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هٰذَا الْمَذْهَبَ وَسَلَكَ هٰذَا الطَّرِيْقَ فَلَا نَصِيْبَ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ بِأَنْ يُسَمّٰى جَاهِلًا أَوْلٰى مِنْ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى الْعِلْمِ۔

غیر ثقہ راویوں کے احوال بیان کیے ہیں ان تمام کا ذکر کر دیتے تو گفتگو بہت طویل ہو جاتی۔

باقی رہا یہ امر کہ راویوں کے عیوب بیان کرنا کیا غیبت اور مسلمان کی پردہ دری ہے جب اس سلسلہ میں علماء محدثین سے فتویٰ طلب کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ راویوں کے احوال بیان کرنا ضروری ہیں کیونکہ دین کے اکثر مسائل جو حلال و حرام، امر و نہی اور رغبت اور خوف سے متعلق ہیں وہ سب احادیث پر موقوف ہیں۔ اب اگر کسی حدیث کا کوئی راوی خود صادق اور امانت دار نہ ہو اور وہ حدیث کو روایت کرے اور بعد والے اس راوی کی عدم ثقاہت کے باوجود اس کی روایت کو بیان کر دیں اور اصل راوی کے احوال پر کوئی تنقید اور تبصرہ نہ کریں تو یہ عوام مسلمین کے ساتھ خیانت ہے کیونکہ ان احادیث میں سے بہت سی احادیث موضوع اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال سے ناواقفیت کی بناء پر ان احادیث کے مطابق عمل کرے گی اور اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے حدیث بیان کر دی اور اس کے راوی کے احوال پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جب کہ احادیث صحیحہ جن کو معتبر اور ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان باطل روایات کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے اس تحقیق کے بعد ہمارا خیال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کتاب میں مجہول، غیر ثقہ، غیر معتبر راویوں کی احادیث بیان نہیں کرے گا خصوصاً جب کہ وہ سند حدیث کی کیفیت پر مطلع ہو سوا اس شخص کے جو لوگوں کے دماغوں میں یہ بات بٹھانا چاہتا ہو کہ وہ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پیش کر سکتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ باطل اور موضوع — اسانید کے ساتھ بھی احادیث پیش کرے گا تاکہ جب لوگوں کے سامنے احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ پیش ہو تو لوگ اس کی وسعت علمی اور ژرف بینی پر داد دیں لیکن جو شخص

ایسے طریقہ کو اختیار کرے گا اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی اور وہ شخص عالم کہلانے کے بجائے جاہل کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔

باب ۵

بَابُ صِحَّةِ الْاِحْتِجَاجِ بِالْحَدِيْثِ الْمُعَنْعَنِ اِذَا اَمْكَنَ لِقَآءُ الْمُعَنْعِنِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ مُدَلِّسٌ

حدیث معنعن کی حجیت پر دلائل

نوٹ: حدیث معنعن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں عن کا لفظ آئے جیسے عن علقمہ عن عبداللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حدیث معنعن کے بارے میں علی بن مدینی اور امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ یہ حدیث اس وقت مقبول ہوگی جب راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو جیسے علقمہ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے اس کے برخلاف امام مسلم اور دوسرے محدثین یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی، مروی عنہ کا ہمعصر ہو پھر بھی اس کی روایت مقبول ہوگی خواہ ان کی آپس میں ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو مذکور ذیل باب میں امام مسلم نے اپنے اس مسلک کی حجیت پر دلائل قائم کیے ہیں

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُنْتَحِلِي الْحَدِيْثِ مِنْ اَهْلِ عَصْرِنَا فِيْ تَصْحِيْحِ الْاَسَانِيْدِ وَتَقْسِيْمِهَا بِقَوْلٍ لَوْ ضَرَبْنَا عَنْ حِكَايَتِهٖ وَذِكْرِ فَسَادِهٖ صَفْحًا لَكَانَ رَاْيًا مَتِيْنًا وَمَذْهَبًا صَحِيْحًا اِذِ الْاِعْرَاضُ عَنِ الْقَوْلِ الْمُطَّرَحِ اَحْرٰى لِاِمَاتَتِهٖ وَاِخْمَالِ ذِكْرِ قَآئِلِهٖ وَاَجْدَرُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ذٰلِكَ تَنْبِيْهًا لِلْجُهَّالِ عَلَيْهِ غَيْرَ اَنَّا لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُوْرِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ وَاِسْرَاعِهِمْ اِلٰى اِعْتِقَادِ خَطَآءِ الْمُخْطِئِيْنَ وَالْاَقْوَالِ السَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَآءِ رَاَيْنَا الْكَشْفَ عَنْ فَسَادِ قَوْلِهٖ وَرَدِّ مَقَالَتِهٖ بِقَدْرِ مَا يَلِيْقُ بِهَا مِنَ الرَّدِّ اَجْدٰى عَلَى الْاَنَامِ وَاَحْمَدُ لِلْعَاقِبَةِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَزَعَمَ الْقَآئِلُ الَّذِيْ افْتَتَحْنَا الْكَلَامَ عَلَى الْحِكَايَةِ عَنْ قَوْلِهٖ

ہمارے بعض معاصر محدثین نے سند حدیث کی صحت اور فساد کے بارے میں ایک ایسی غلط شرط عائد کی ہے جس کا اگر ہم ذکر نہ کرتے تو یہی زیادہ مناسب تھا کیونکہ جو قول باطل اور مردود ہو اس کا ذکر نہ کرنا ہی زیادہ بہتر ہے تاہم ہم نے خیال کیا کہ اگر اس فاسد قول کو ذکر کر کے اس کا رد نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ کوئی ناواقف شخص اس باطل قول کو صحیح سمجھ لے کیونکہ ناواقف لوگ نئی نئی باتوں کے زیادہ دلدادہ اور عجیب و غریب شرائط کے زیادہ شیدا ہوتے ہیں لہٰذا اب ہم ان معاصرین کی اس باطل شرط کو ذکر کر کے اس کا فساد، بطلان اور خطا بیان ذکر کریں گے، تاکہ عام لوگ غلط فہمی سے محفوظ رہیں۔

ان بعض معاصرین کا خیال ہے کہ جس حدیث کی سند فلاں عن فلاں (فلاں فلاں سے روایت کرتا ہے) ہو اور ہم کو یہ بھی معلوم ہو کہ چونکہ یہ دونوں ہمعصر ہیں اس

وَالْاَخْبَارِ عَنْ سُوْءِ رَوِيَّتِهٖ اَنَّ كُلَّ اِسْنَادٍ لِحَدِيْثٍ فِيْهِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَقَدْ اَحَاطَ الْعِلْمُ بِاَنَّهُمَا قَدْ كَانَا فِيْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ وَّجَائِزٌ اَنْ يَّكُوْنَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ رَوَى الرَّاوِيْ عَمَّنْ رَوٰى عَنْهُ قَدْ سَمِعَهٗ مِنْهُ وَشَافَهَهٗ بِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا نَعْلَمُ لَهٗ مِنْهُ سَمَاعًا وَلَمْ نَجِدْ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّهُمَا الْتَقَيَا قَطُّ اَوْ تَشَافَهَا بِحَدِيْثٍ اَنَّ الْحُجَّةَ لَا تَقُوْمُ عِنْدَهٗ بِكُلِّ خَبَرٍ جَآءَ هٰذَا الْمَجِيْءَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَهُ الْعِلْمُ بِاَنَّهُمَا قَدِ اجْتَمَعَا مِنْ دَهْرِهِمَا مَرَّةً فَصَاعِدًا اَوْ تَشَافَهَا بِالْحَدِيْثِ بَيْنَهُمَا اَوْ يَرِدَ خَبَرٌ فِيْهِ بَيَانُ اجْتِمَاعِهِمَا اَوْ تَلَاقِيْهِمَا مَرَّةً مِّنْ دَهْرِهِمَا فَمَا فَوْقَهَا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ ذٰلِكَ وَلَمْ تَاْتِ رِوَايَةٌ تُخْبِرُ اَنَّ هٰذَا الرَّاوِيَ عَنْ صَاحِبِهٖ قَدْ لَقِيَهٗ مَرَّةً وَّسَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا لَّمْ يَكُنْ فِيْ نَقْلِهِ الْخَبَرَ عَمَّنْ رَوٰى عَنْهُ عِلْمُ ذٰلِكَ وَالْاَمْرُ كَمَا وَصَفْنَا حُجَّةٌ وَّكَانَ الْخَبَرُ عِنْدَهٗ مَوْقُوْفًا حَتّٰى يَرِدَ عَلَيْهِ سَمَاعُهٗ مِنْهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الْحَدِيْثِ قَلَّ اَوْ كَثُرَ فِيْ رِوَايَةٍ مِّثْلَ مَا وَرَدَ وَهٰذَا الْقَوْلُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فِي الطَّعْنِ فِي الْاَسَانِيْدِ قَوْلٌ مُّخْتَرَعٌ مُّسْتَحْدَثٌ غَيْرُ مَسْبُوْقٍ صَاحِبُهٗ اِلَيْهِ وَلَا مُسَاعِدَ لَهٗ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْقَوْلَ الشَّائِعَ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ بَيْنَ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْاَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ قَدِيْمًا وَّحَدِيْثًا اَنَّ كُلَّ رَجُلٍ ثِقَةٍ رَوٰى عَنْ مِّثْلِهٖ حَدِيْثًا وَّجَائِزٌ مُّمْكِنٌ لَّهٗ لِقَاؤُهٗ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ لِكَوْنِهِمَا جَمِيْعًا كَانَا فِيْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ وَّاِنْ لَّمْ يَاْتِ فِيْ خَبَرٍ قَطُّ اَنَّهُمَا اجْتَمَعَا وَلَا تَشَافَهَا بِكَلَامٍ فَالرِّوَايَةُ ثَابِتَةٌ وَّالْحُجَّةُ بِهَا لَازِمَةٌ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ هُنَاكَ دَلَالَةٌ

لیے ممکن ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے ملاقات کی ہو اور اس سے اس حدیث کا سماع کیا ہو البتہ ہمارے پاس کوئی دلیل یا روایت نہ ہو جس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو کہ ان دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے اور ایک نے دوسرے سے بالمشافہ حدیث سنی ہے تو ایسی حدیث ان لوگوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اس قسم کی جو بھی حدیث ہوگی وہ اس وقت تک قابل اعتبار نہیں ہوگی جب تک انھیں اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ وہ زندگی میں کم از کم ایک بار آپس میں ملے ہیں یا ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے بالمشافہ حدیث سنی ہے یا کوئی ایسی روایت ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ دونوں زندگی میں کم از کم ایک بار ملے ہیں اور اگر ان کو نہ تو کسی دلیل سے ان کی ملاقات کا یقین ہو نہ کسی روایت سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت ہو تو ان کے نزدیک اس روایت کا قبول کرنا اس وقت تک موقوف رہے گا جب تک کہ کسی روایت سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت نہ ہو جائے خواہ ایسی روایات قلیل ہوں یا کثیر۔

ان معاصرین کی یہ شرط بالکل نئی اور اختراعی ہے پیشرو علماء حدیث میں سے کسی شخص نے یہ شرط عائد نہیں کی اور نہ موجودہ اہل علم میں سے کسی شخص نے اس شرط کی موافقت کی ہے۔ کیونکہ موجودہ اور سابقین تمام علما حدیث اسباب فن اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب ایک ثقہ اور عادل شخص اپنے ایسے معاصر ثقہ اور عادل شخص سے کوئی حدیث روایت کرے جس سے اس کی ملاقات اور سماع ممکن ہو تو اس کی یہ روایت قابل قبول اور حجت ہے خواہ ہمارے پاس ان کی باہمی ملاقات اور بالمشافہ حدیث سننے پر نہ کوئی دلیل ہو اور نہ کسی اور روایت سے یہ چیز ثابت ہو البتہ اگر کسی دلیل یا روایت سے یہ بات یقینی طور ثابت ہو جائے کہ ان دونوں کی

بَيِّنَةً أَنَّ هٰذَا الرَّاوِيَ لَمْ يَلْقَ مَنْ رَوٰى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا فَأَمَّا وَالْأَمْرُ مُبْهَمٌ عَلَى الْإِمْكَانِ الَّذِي فَسَّرْنَا فَالرِّوَايَةُ عَلَى السَّمَاعِ أَبَدًا حَتّٰى تَكُونَ الدَّلَالَةُ الَّتِي بَيَّنَّا فَيُقَالُ لِمُخْتَرِعِ هٰذَا الْقَوْلِ الَّذِي وَصَفْنَا مَقَالَتَهُ وَلِلذَّابِّ عَنْهُ قَدْ أَعْطَيْتَ فِي جُمْلَةِ قَوْلِكَ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ عَنِ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ حُجَّةٌ يَلْزَمُ بِهِ الْعَمَلُ ثُمَّ أَدْخَلْتَ فِيهِ الشَّرْطَ بَعْدُ فَقُلْتَ حَتّٰى يَعْلَمَ أَنَّهُمَا قَدْ كَانَا الْتَقَيَا مَرَّةً فَصَاعِدًا أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَهَلْ تَجِدُ هٰذَا الشَّرْطَ الَّذِي اشْتَرَطْتَهُ عَنْ أَحَدٍ يَلْزَمُ قَوْلُهُ وَإِلَّا فَهَلُمَّ دَلِيلًا عَلٰى مَا زَعَمْتَ فَإِنِ ادَّعٰى قَوْلَ أَحَدٍ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ بِمَا زَعَمَ مِنْ إِدْخَالِ الشَّرِيطَةِ فِي تَثْبِيتِ الْخَبَرِ طُولِبَ بِهِ وَلَنْ يَجِدَ هُوَ وَلَا غَيْرُهُ إِلٰى إِيجَادِهِ سَبِيلًا وَإِنْ هُوَ ادَّعٰى فِيمَا زَعَمَ دَلِيلًا يَحْتَجُّ بِهِ قِيلَ لَهُ وَمَا ذٰلِكَ الدَّلِيلُ فَإِنْ قَالَ قُلْتُهُ لِأَنِّي وَجَدْتُ رُوَاةَ الْأَخْبَارِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا يَرْوِي أَحَدُهُمْ عَنِ الْآخَرِ الْحَدِيثَ وَلَمْ يُعَايِنْهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا قَطُّ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمُ اسْتَجَازُوا رِوَايَةَ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمْ هٰكَذَا عَلَى الْإِرْسَالِ مِنْ غَيْرِ سَمَاعٍ وَالْمُرْسَلُ مِنَ الرِّوَايَاتِ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ احْتَجْتُ لِمَا وَصَفْتُ مِنَ الْعِلَّةِ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ سَمَاعِ الرَّاوِي كُلَّ خَبَرٍ عَنْ رَاوِيهِ فَإِذَا أَنَا هَجَمْتُ عَلٰى سَمَاعِهِ مِنْهُ لِأَدْنٰى شَيْءٍ ثَبَتَ عِنْدِي بِذٰلِكَ جَمِيعُ مَا يَرْوِي عَنْهُ بَعْدُ فَإِنْ عَزَبَ عَنِّي مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ أَوْقَفْتُ الْخَبَرَ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي مَوْضِعُ حُجَّةٍ لِإِمْكَانِ الْإِرْسَالِ فِيهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنْ كَانَتِ الْعِلَّةُ فِي تَضْعِيفِكَ الْخَبَرَ

آپس میں ملاقات نہیں ہوئی ہے یا ملاقات تو ہوئی ہے لیکن انھوں نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی ایسی شکل میں یقیناً یہ روایت غیر معتبر ہوگی اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اور صرف ابہام ہو تو یہ روایت یقیناً مقبول ہوگی۔

ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ ایک ثقہ راوی کی دوسرے ثقہ راوی سے روایت حجت ہوتی ہے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل لازم ہوتا ہے اب تم نے اس میں ایک مزید شرط کا اضافہ کر دیا کہ ان دونوں کی ملاقات بھی ضروری ہے اب یہ بتاؤ کہ یہ نئی شرط فنِ حدیث کے علماء سابقین اور اسلاف نے بھی عائد کی تھی یا صرف تم نے کسی دلیل کی بناء پر یہ نئی اختراعی اور من گھڑت شرط عائد کی ہے۔ پہلی صورت تو یقیناً باطل ہے کیونکہ اسلاف سے ایسی کوئی شرط منقول نہیں ہے اور دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس شرط کے اضافہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اختراعی شرط کے ثبوت میں یہ کہیں کہ ہم نے زمانہ حال اور ماضی میں بہت سے ایسے راویانِ حدیث دیکھے ہیں جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان راویوں نے نہ ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہے اور نہ کوئی حدیث سنی ہوتی ہے اس قسم کی حدیث مرسل کہلاتی ہے اور جمہور اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل مقبول نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم نے سندِ حدیث میں راوی کے سماع کی شرط عائد کر دی ہے اب اگر ہمیں کسی قرینہ یا دلیل یا کسی خبر اور روایت سے یہ معلوم ہو جائے کہ راوی نے مروی عنہ سے حدیث سنی ہے تو اس کی کل روایات مقبول ہوں گی اور اگر ہم کو کسی قرینہ یا روایت سے سماع کا ثبوت نہ مل سکا تو ہمارے نزدیک یہ حدیث موقوف ہوگی کیونکہ اس حدیث کے مرسل ہونے کا احتمال موجود ہے۔

وَتَرْكِكَ الْاِحْتِجَاجَ بِهٖ اِمْكَانُ الْاِرْسَالِ فِيْهِ لَزِمَكَ اَنْ لَّا تُثْبِتَ اِسْنَادًا مُّعَنْعَنًا حَتّٰى تَرٰى فِيْهِ السَّمَاعَ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّ الْحَدِيْثَ الْوَارِدَ عَلَيْنَا بِاِسْنَادِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فَبِيَقِيْنٍ نَّعْلَمُ اَنَّ هِشَامًا قَدْ سَمِعَ مِنْ اَبِيْهِ وَاَنَّ اَبَاهُ قَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ كَمَا نَعْلَمُ اَنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ يَجُوْزُ اِذَا لَمْ يَقُلْ هِشَامٌ فِيْ رِوَايَةٍ يَرْوِيْهَا عَنْ اَبِيْهِ سَمِعْتُ وَاَخْبَرَنِيْ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَبِيْهِ فِيْ تِلْكَ الرِّوَايَةِ اِنْسَانٌ اٰخَرُ اَخْبَرَهٗ بِهَا عَنْ اَبِيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهَا هُوَ مِنْ اَبِيْهِ لَمَّا اَحَبَّ اَنْ يَّرْوِيَهَا مُرْسَلًا وَّلَا يُسْنِدَهَا اِلٰى مَنْ سَمِعَهَا مِنْهُ وَكَمَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ فِيْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ فَهُوَ اَيْضًا مُمْكِنٌ فِيْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ وَكَذٰلِكَ كُلُّ اِسْنَادٍ لِحَدِيْثٍ لَّيْسَ فِيْهِ ذِكْرُ سَمَاعِ بَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ وَّاِنْ كَانَ قَدْ عُرِفَ فِي الْجُمْلَةِ اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ قَدْ سَمِعَ مِنْ صَاحِبِهٖ سَمَاعًا كَثِيْرًا وَّجَائِزٌ لِّكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَةِ فَيَسْمَعَ مِنْ غَيْرِهٖ عَنْهُ بَعْضَ اَحَادِيْثِهٖ ثُمَّ يُرْسِلَهٗ عَنْهُ اَحْيَانًا وَّلَا يُسَمِّيْ مَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَيَنْشَطُ اَحْيَانًا فَيُسَمِّي الرَّجُلَ الَّذِيْ حَمَلَ عَنْهُ الْحَدِيْثَ وَيَتْرُكُ الْاِرْسَالَ وَمَا قُلْنَا مِنْ هٰذَا مَوْجُوْدٌ فِي الْحَدِيْثِ مُسْتَفِيْضٌ مِّنْ فِعْلِ ثِقَاتِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَاَئِمَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَسَنَذْكُرُ مِنْ رِّوَايَاتِهِمْ عَلَى الْجِهَةِ الَّتِيْ ذَكَرْنَا عَدَدًا يُّسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى اَكْثَرَ مِنْهَا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّ اَيُّوْبَ

ان لوگوں کی یہ دلیل اس لیے غلط ہے کہ ان کے بنائے ہوئے قاعدہ کی بناء پر یہ لازم آتا ہے کہ حدیث معنعن (یعنی جس حدیث کی سند یوں ہو کہ فلاں شخص نے فلاں سے روایت کیا) اس وقت تک مقبول نہ ہو جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ سند میں مذکور ہر راوی نے اپنے مروی عنہ سے سماع بھی کیا ہے فرض کرو ایک حدیث اس سند سے مروی ہوتی ہے از ہشام بن عروہ از والد خود (یعنی عروہ) از عائشہ اور ہم کو یقیناً معلوم ہے کہ ہشام نے اپنے والد سے اور ان کے والد یعنی عروہ نے حضرت عائشہ سے سماع کیا ہے جیسا کہ ہم کو یہ بھی قطعی طور پر معلوم ہے کہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا ہے اور یہ سند بالاتفاق مقبول ہے لیکن تمہارے قاعدہ کی بناء پر لازم آئے گا کہ یہ غیر مقبول ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہشام جس شخص کو یہ حدیث بیان کریں اس شخص سے یہ نہ کہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے والد عروہ سے سنی ہے (یعنی سمعت یا اخبرنی کا صیغہ استعمال نہ کریں) اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حدیث ہشام نے براہ راست اپنے والد سے نہ سنی ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص واسطہ ہو جس کا ذکر ہشام نے نہ کیا ہو اور براہ راست اپنے والد سے حدیث روایت کر دی ہو اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہشام کے والد عروہ نے براہ راست حضرت عائشہ سے حدیث نہ سنی ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص ہو جس کا ذکر عروہ نے نہ کیا ہو اور براہ راست حضرت عائشہ سے روایت کر دی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جس کا راوی مروی عنہ سے حدیث سننے کی تصریح نہ کرے اس میں یہ ممکن ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے براہ راست حدیث نہ سنی ہو اور درمیانی شخص کا ذکر نہ کر کے براہ راست مروی عنہ سے روایت کر دی ہو۔

ہر چند کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ فلاں راوی کا فلاں مروی عنہ سے حدیث میں سماع ثابت ہے لیکن جب تک اس

السَّخْتِيَانِيَّ وَابْنَ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعًا وَابْنَ نُمَيْرٍ وَجَمَاعَةً غَيْرَهُمْ رَوَوْا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ فَرَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةَ بِعَيْنِهَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَدَاوٗدُ الْعَطَّارُ وَحُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَوُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

خاص حدیث میں جس کو وہ بیان کر رہا ہے اپنے مروی عنہ سے سماع کی تصریح ذکر کرے اس حدیث میں مرسل ہونے کا احتمال موجود ہے۔ لہٰذا انہیں کے قاعدہ کے مطابق یہ تمام احادیث غیر مقبول ہونی چاہئیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے شیخ سے متعدد احادیث سنی ہوتی ہیں لیکن کبھی تو وہ سند میں اپنے شیخ سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور کبھی شیخ الشیخ سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور شیخ کا درمیان میں ذکر نہیں کرتا۔ ہم نے جو سند بیان کرنے کا یہ طریقہ ذکر کیا ہے یہ ثقہ اہل علم اور ائمہ محدثین کے نزدیک مشہور معروف ہے مثلاً ایوب سختیانی، ابن مبارک، وکیع، ابن نمیر اور ان کے علاوہ محدثین کی ایک کثیر جماعت نے سند مذکورہ ذیل کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: از ہشام بن عروہ از والد خود (یعنی عروہ) از عائشہ: فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے اور کھولنے دونوں مواقع پر حضور کو وہ خوشبو لگایا کرتی تھیں جو میرے پاس بہتر سے بہتر موجود ہوتی۔ لیکن اسی حدیث کو لیث بن سعد، داؤد، عطا، حمید بن اسود، وہیب بن خالد اور ابواسامہ نے ہشام سے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے عثمان بن عروہ نے حدیث بیان کی ہے از عروہ از عائشہ از نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: امام مسلم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دراصل ہشام نے یہ حدیث اپنے بھائی عثمان سے سنی تھی لیکن پہلی بیان کردہ سند میں اس کا ذکر نہیں اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

وَرَوٰى هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِيْ إِلَيَّ رَأْسَهٗ فَأُرَجِّلُهٗ وَأَنَا حَائِضٌ فَرَوَاهَا بِعَيْنِهَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ

دوسری مثال یہ ہے کہ از ہشام از والد خود از عائشہ: وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں اپنا سر میرے قریب کر دیتے اور میں آپ کے سر اقدس میں کنگھی کرتی حالانکہ میں اس وقت حالت حیض (ایام ماہواری) میں ہوتی تھی۔ اور بعینہٖ اسی روایت کو مالک بن انس نے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ از زہری از عروہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

از عمرہ از عائشہ از نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: ۔ امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث عروہ نے براہ راست حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی بلکہ عمرہ کے واسطہ سے سنی تھی لیکن پہلی سند میں عمرہ کے واسطے کا ذکر نہیں کیا اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

وَرَوَى الزُّهْرِيُّ وَصَالِحُ بْنُ أَبِي حَسَّانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ فَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ فِي هٰذَا الْخَبَرِ فِي الْقُبْلَةِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

تیسری مثال یہ ہے کہ زہری اور صالح بن ابی حسان از ابو سلمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں انھیں بوسہ دیتے تھے اور یحییٰ بن ابی کثیر نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابو سلمہ نے ان کو یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ مجھے یہ حدیث عمر بن عبد العزیز نے بیان کی ان کو عروہ نے بیان کی اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں روزے کی حالت میں بوسہ دیا کرتے تھے۔

نوٹ: ۔ امام مسلم کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث دراصل ابو سلمہ نے عمر بن عبد العزیز اور عروہ کے واسطہ سے سنی تھی لیکن جب زہری اور صالح بن ابی حسان کو یہ حدیث بیان کی تو ان واسطوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَطْعَمَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْخَيْلِ وَنَهَانَا عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

چوتھی مثال یہ ہے کہ عمرو بن دینار حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا اور اسی حدیث کو حماد بن زید نے عمرو سے انھوں نے محمد بن علی سے انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

نوٹ: امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ عمرو بن دینار کی سند میں محمد بن علی بھی ہیں۔ لیکن پہلی سند میں انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

وَهٰذَا النَّحْوُ فِي الرِّوَايَاتِ كَثِيْرٌ يَكْثُرُ تَعْدَادُهُ وَفِيْمَا ذَكَرْنَا مِنْهَا كِفَايَةٌ لِذَوِي الْفَهْمِ فَإِذَا كَانَتِ الْعِلَّةُ عِنْدَ مَنْ وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ فِي فَسَادِ الْحَدِيْثِ وَتَوْهِيْنِهِ إِذَا لَمْ يُعْلَمْ أَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ شَيْئًا لِإِمْكَانِ الْإِرْسَالِ فِيْهِ لَزِمَهُ تَرْكُ الْاِحْتِجَاجِ فِي قِيَادِ قَوْلِهِ بِرِوَايَةِ

اس قسم کی روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن عقل مند شخص کے لیے اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے یہ چند مثالیں بھی کافی ہیں کہ جن لوگوں کے نزدیک حدیث کے غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی سند میں مذکور راویوں میں سے کسی ایک کا دوسرے سے سماع معلوم نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ وہ حدیث مرسل ہو ان لوگوں پر لازم

مَنْ تَعْلَمُ اَنَّهٗ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوٰى عَنْهُ اِلَّا فِىْ نَفْسِ الْخَبَرِ الَّذِىْ فِيْهِ ذِكْرُ السَّمَاعِ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْاَئِمَّةِ الَّذِيْنَ نَقَلُوا الْاَخْبَارَ اَنَّهٗ كَانَتْ لَهُمْ تَارَاتٌ يُرْسِلُوْنَ فِيْهَا الْحَدِيْثَ اِرْسَالًا وَّلَا يَذْكُرُوْنَ مَنْ سَمِعُوْهُ مِنْهُ وَتَارَاتٌ يَنْشَطُوْنَ فِيْهَا وَ يُسْنِدُوْنَ الْخَبَرَ عَلٰى هَيْئَةِ مَا سَمِعُوْا فَيُخْبِرُوْنَ بِالنُّزُوْلِ فِيْهِ اِنْ نَزَلُوْا وَ بِالصُّعُوْدِ فِيْهِ اِنْ صَعِدُوْا كَمَا شَرَحْنَا ذٰلِكَ عَنْهُمْ۔

تے گا کہ وہ ایسی تمام روایات کو رد کر دیں جن میں راوی کی مروی عنہ سے سماع کی تصریح نہ ہو۔ حالانکہ جیسا کہ ہم ابھی ان مثالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ کبھی تو ائمہ حدیث کی سند میں سے بعض راویوں کے ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور حدیث کو بہ طور مرسل بیان کرتے ہیں اور کبھی ان کا دل چاہتا ہے تو حدیث کی مکمل سند اسی طرح بیان کر دیتے ہیں جس طرح انھوں نے اپنے شیخ سے سنی ہوتی ہے۔ اور اگر کسی سند نے انھوں نے کم واسطوں سے یعنی شیخ کی موجودگی میں شیخ الشیخ سے روایت حدیث کی ہو یا زیادہ واسطوں سے روایت کی ہو بایں طور کہ شیخ الشیخ سے روایت کی ہو تو اس تمام تفصیل کا ذکر کر دیتے ہیں۔ (پہلی صورت اصطلاح حدیث میں صعود اور دوسری نزول کہلاتی ہے۔ سعیدی) جیسا کہ ہم ابھی مثالوں سے واضح کر چکے ہیں۔

وَمَا عَلِمْنَا اَحَدًا مِّنْ اَئِمَّةِ السَّلَفِ مِمَّنْ يَّسْتَعْمِلُ الْاَخْبَارَ وَيَتَفَقَّدُ صِحَّةَ الْاَسَانِيْدِ وَسُقْمَهَا مِثْلَ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَ ابْنِ عَوْنٍ وَّمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَّشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَّمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فَتَّشُوْا عَنْ مَوْضِعِ السَّمَاعِ فِى الْاَسَانِيْدِ كَمَا ادَّعَاهُ الَّذِىْ وَصَفْنَا قَوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَاِنَّمَا كَانَ تَفَقَّدَ مَنْ تَفَقَّدَ مِنْهُمْ سِمَاعَ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ مِمَّنْ رَوٰى عَنْهُمْ اِذَا كَانَ

متقدمین میں سے ائمہ حدیث مثلاً ایوب سختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اور بعد کے تمام محدثین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جو حدیث بیان کرتے اس کی سند کی خوب چھان بین کرتے لیکن ہمارے علم میں ان میں سے کسی محدث نے بھی حدیث کے قبول کرنے کے لیے راوی کے مروی عنہ سے سماع کی قید نہیں لگائی جس طرح ان لوگوں نے یہ باطل شرط عائد کی ہے۔ البتہ جو راوی تدلیس[1] کرنے میں مشہور ہو اس کے بارے میں محدثین یہ تحقیق ضرور کرتے ہیں کہ وہ جس شیخ کی طرف روایت کی نسبت کر رہا ہے فی الواقع اس

---

[1] تدلیس کا معنی ہے شبہ پیدا کرنا فن حدیث کی اصطلاح میں تدلیس اس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی نے اپنے جس شیخ سے حدیث سنی ہو وہ اچھی شہرت نہ رکھتا ہو، مثلاً متہم بالکذب ہو اس لیے وہ اپنی روایت کو مقبول بنانے کے لیے اپنے شیخ کے شیخ کی طرف حدیث کی نسبت کر دیتا ہے جس کی اچھی شہرت ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو اس سے یہ شبہ ہو کہ راوی نے اس شیخ سے براہ راست حدیث سنی ہے۔ حالانکہ اس نے اس سے وہ حدیث نہیں سنی ہوتی ایسے راوی کو مدلس اور اس کی حدیث کو مدلس کہتے ہیں۔ سعیدی

الرَّاوِیْ مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِیْسِ فِی الْحَدِیْثِ وَشُهِرَ بِهٖ فَحِیْنَئِذٍ یَبْحَثُوْنَ عَنْ سِمَاعِهٖ فِیْ رِوَایَتِهٖ وَیَتَفَقَّدُوْنَ ذٰلِكَ مِنْهُ كَیْ تَنْزَاحَ عَنْهُمْ عِلَّةُ التَّدْلِیْسِ فَمَا ابْتَغٰی ذٰلِكَ مِنْ غَیْرِ مُدَلِّسٍ عَلَی الْوَجْهِ الَّذِیْ زَعَمَ مَنْ حَكَیْنَا قَوْلَهٗ فَمَا سَمِعْنَا ذٰلِكَ عَنْ اَحَدٍ مِّمَّنْ سَمَّیْنَا وَلَمْ نُسَمِّ مِنَ الْاَئِمَّةِ۔

شخص سے اس نے حدیث سنی ہے یا اس کی طرف تدلیساً نسبت کر دی ہے اور اصل میں کسی اور شخص سے حدیث سنی ہے۔ تاکہ حدیث کی مکمل تحقیق ہو جائے اور اگر اس راوی نے سند میں تدلیس کی ہو تو اس سند کا عیب ظاہر ہو جائے لیکن جس شخص پر تدلیس کی تہمت نہ ہو اس کی سند اور روایت کے بارے میں اس قسم کی تحقیق نہیں کیا کرتے کہ راوی نے مروی عنہ سے سماع کیا ہے یا نہیں۔ حدیث کو قبول کرنے کے لیے ان لوگوں نے جو یہ باطل شرط عائد کی ہے اس کا ذکر ہم نے فن حدیث کے کسی امام سے نہیں سنا خواہ وہ ائمہ حدیث ہوں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یا ان کے علاوہ۔

فَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیَّ وَقَدْ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَوٰی عَنْ حُذَیْفَةَ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ وَعَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَدِیْثًا یُسْنِدُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ فِیْ رِوَایَتِهٖ عَنْهُمَا ذِكْرُ السَّمَاعِ مِنْهُمَا وَلَا حَفِظْنَا فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الرِّوَایَاتِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ یَزِیْدَ شَافَهَ حُذَیْفَةَ وَاَبَا مَسْعُوْدٍ بِحَدِیْثٍ قَطُّ وَلَا وَجَدْنَا ذِكْرَ رُؤْیَتِهٖ اِیَّاهُمَا فِیْ رِوَایَةٍ بِعَیْنِهَا وَلَمْ نَسْمَعْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ مَضٰی وَلَا مِمَّنْ اَدْرَكْنَا اَنَّهٗ طَعَنَ فِیْ هٰذَیْنِ الْخَبَرَیْنِ الَّذَیْنِ رَوَاهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ حُذَیْفَةَ وَاَبِیْ مَسْعُوْدٍ بِضُعْفٍ فِیْهِمَا بَلْ هُمَا وَمَا اَشْبَهَهُمَا عِنْدَ مَنْ لَّاقَیْنَا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِیْثِ مِنْ صِحَاحِ الْاَسَانِیْدِ وَقَوِیِّهَا یَرَوْنَ اسْتِعْمَالَ مَا نُقِلَ بِهَا وَالْاِحْتِجَاجَ بِمَا اَتَتْ مِنْ سُنَنٍ وَّاٰثَارٍ وَهِیَ فِیْ زَعْمِ مَنْ حَكَیْنَا قَوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَاهِیَةٌ مُّهْمَلَةٌ حَتّٰی یُصِیْبَ سَمَاعَ الرَّاوِیْ عَمَّنْ رَوٰی وَلَوْ ذَهَبْنَا نُعَدِّدُ الْاَخْبَارَ

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن یزید انصاری کم سن صحابی ہیں وہ حضرت حذیفہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ اپنی کسی روایت میں ان سے سماع کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی کسی روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن یزید نے ان دونوں صحابیوں سے ملاقات کی ہو اور اہل علم میں سے کسی شخص نے بھی عبداللہ بن یزید کی روایت پر اس وجہ سے اعتراض نہیں کیا کہ ان کی حذیفہ اور ابو مسعود سے ملاقات اور سماع ثابت نہیں ہے اس وجہ سے ان کی روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں اس کے برخلاف ہمارے علم میں جس قدر اہل علم ہیں وہ سب ان کی سند کو قوی ترین اسانید میں سے شمار کرتے ہیں، ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں (امام بخاری اور علی بن مدینی) کے مخترعہ قاعدہ کے مطابق یہ تمام روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔ اگر ہم ان تمام احادیث کا شمار کرنا شروع کر دیں، جن کو تمام اہل علم نے صحیح قرار دیا ہے اور وہ ان لوگوں کی مزعوم شرط پر پوری نہیں اترتیں تو اس کے لیے ایک ضخیم کتاب درکار ہوگی۔

الصِّحَاحَ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ يَهِنُ بِزَعْمِ هٰذَا الْقَائِلِ وَنُحْصِيهَا لَعَجَزْنَا عَنْ تَقَصِّي ذِكْرِهَا وَاَحْصَائِهَا كُلِّهَا وَلٰكِنَّا اَحْبَبْنَا اَنْ نَنْصِبَ مِنْهَا عَدَدًا يَكُوْنُ سِمَةً لِمَا سَكَتْنَا عَنْهُ مِنْهَا۔

وَهٰذَا اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ وَاَبُوْ رَافِعٍ الصَّائِغُ وَهُمَا مِمَّنْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَصَحِبَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَدْرِيِّيْنَ هَلُمَّ جَرًّا وَنَقَلَا عَنْهُمُ الْاَخْبَارَ حَتّٰى نَزَلَا اِلٰى مِثْلِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَذَوِيْهِمَا قَدْ اَسْنَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَّلَمْ نَسْمَعْ فِيْ رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا اَنَّهُمَا عَايَنَا اُبَيًّا اَوْ سَمِعَا مِنْهُ شَيْئًا۔

وَاَسْنَدَ اَبُوْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ وَهُوَ مِمَّنْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكَانَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَّاَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَيْنِ۔

وَاَسْنَدَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَّعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وُلِدَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وَاَسْنَدَ قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ وَقَدْ اَدْرَكَ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَخْبَارٍ۔

وَاَسْنَدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَقَدْ حَفِظَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَصَحِبَ عَلِيًّا عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس کا یہ مقصد متحمل نہیں ہے اس کے باوجود ہم یہ چاہتے ہیں کہ بطور نمونہ کے ایسی متفق علیہا احادیث کی چند مثالیں پیش کریں جو تمام اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں لیکن ان لوگوں کی شرط کے مطابق وہ ضعیف اور غیر معتبر قرار پاتی ہیں۔

ابو عثمان نہدی اور ابو رافع صائغ ہیں انھوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور صحابہ کرام میں سے بہت سے بدری صحابہ کی مجلس میں رہے اور ان سے احادیث روایت کیں حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے بھی احادیث روایت کیں اور انھوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کی ہیں حالانکہ کسی روایت سے ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ انھوں نے ابی بن کعب سے سماع کیا ہو یا ان سے ملاقات کی ہو۔

دوسری مثال ابو عمرو شیبانی کی ہے۔ انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے اور ابو معمر عبد اللہ بن سخبرہ ان دونوں میں سے ہر شخص نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

تیسری مثال یہ ہے کہ عبید بن عمیر نے جو زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے تھے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

چوتھی مثال یہ ہے کہ قیس بن ابی حازم نے جنھوں نے زمانہ رسالت پایا، ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تین حدیثیں نقل کی ہیں۔

پانچویں مثال یہ ہے کہ عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ جنھوں نے عمر بن الخطاب اور حضرت علی کا زمانہ پایا۔ حضرت انس بن مالک کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک

حَدِيْثًا۔

وَاَسْنَدَ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَقَدْ سَمِعَ رِبْعِيٌّ مِنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَرَوٰى عَنْهُ۔

وَاَسْنَدَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا۔

وَاَسْنَدَ النُّعْمَانُ بْنُ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ ثَلَاثَةَ اَحَادِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وَاَسْنَدَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا۔

وَاَسْنَدَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا۔

وَاَسْنَدَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ــــــ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ۔

فَكُلُّ هٰؤُلَاءِ التَّابِعِيْنَ الَّذِيْنَ نَصَبْنَا رِوَايَتَهُمْ عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ سَمَّيْنَاهُمْ لَمْ يُحْفَظْ عَنْهُمْ سَمَاعٌ عَلِمْنَاهُ مِنْهُمْ فِيْ رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا

حدیث روایت کی ہے۔

چھٹی مثال یہ ہے کہ ربعی بن حراش نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے اور ربعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع بھی کیا ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

ساتویں مثال یہ ہے کہ نافع بن جبیر بن مطعم نے ابوشریح خزاعی کے واسطے سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

آٹھویں مثال یہ ہے کہ نعمان بن ابی عیاش نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث روایت کی ہیں۔

نویں مثال یہ ہے کہ عطاء بن یزید لیثی نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

دسویں مثال یہ ہے کہ سلیمان بن یسار نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

گیارھویں مثال یہ ہے کہ حمید بن عبدالرحمان حمیری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔

مذکورۃ الصدر سطور میں ہم نے جس قدر تابعین کی صحابہ کرام سے روایات کا ذکر کیا ہے اور ان کے نام بھی بتلائے ہیں ان میں سے کسی تابعی کے بارے میں ہمیں

امام نووی فرماتے ہیں کہ ربعی بن حراش متوفی ۱۰۱ھ، اور ان کے بھائی دونوں عظیم تابعی تھے، انھوں نے ساری عمر جھوٹ نہیں بولا اور قسم کھائی کہ ہم اس وقت تک نہیں ہنسیں گے کہ جب تک ہمیں اپنی عاقبت کا علم نہ ہوجائے، موت کے بعد جیسے ہی ان کو غسل دینے کے لیے لایا گیا انھوں نے مسکرانا شروع کردیا اور ان کے بھائی مسعود نے موت کے بعد لوگوں سے گفتگو کی۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۷)

وَلَا أَنَّهُمْ لَقُوهُمْ فِي نَفْسِ خَبَرٍ بِعَيْنِهِ وَهِيَ أَسَانِيدُ عِنْدَ ذَوِي الْمَعْرِفَةِ بِالْأَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ مِنْ صِحَاحِ الْأَسَانِيدِ لَا نَعْلَمُهُمْ وَهَنُوا مِنْهَا شَيْئًا قَطُّ وَلَا الْتَمَسُوا فِيهَا سَمَاعَ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ إِذِ السَّمَاعُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُمْكِنٌ مِنْ صَاحِبِهِ غَيْرُ مُسْتَنْكَرٍ لِكَوْنِهِمْ جَمِيعًا كَانَ فِي الْعَصْرِ الَّذِي اتَّفَقُوا فِيهِ وَكَانَ هَذَا الْقَوْلُ الَّذِي أَحْدَثَهُ الْقَائِلُ الَّذِي حَكَيْنَاهُ فِي تَوْهِينِ الْحَدِيثِ بِالْعِلَّةِ الَّتِي وَصَفَ أَقَلَّ مِنْ أَنْ يُعَرَّجَ عَلَيْهِ وَيُثَارَ ذِكْرُهُ إِذْ كَانَ قَوْلًا مُحْدَثًا وَكَلَامًا خَلْفًا لَمْ يَقُلْهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ سَلَفَ وَيَسْتَنْكِرُهُ مَنْ بَعْدَهُمْ خَلَفَ فَلَا حَاجَةَ بِنَا فِي رَدِّهِ بِأَكْثَرَ مِمَّا شَرَحْنَا إِذْ كَانَ قَدْرُ الْمَقَالَةِ وَقَائِلِهَا الْقَدْرَ الَّذِي وَصَفْنَاهُ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى دَفْعِ مَا خَالَفَ مَذْهَبَ الْعُلَمَاءِ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ انھوں نے ان صحابہ کرام سے سماع کیا ہے جن کی روایات بیان کی ہیں اور نہ ہی کسی روایت سے یہ ثابت ہو سکا کہ ان تابعین کی ان صحابہ کرام سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور یہ اسانید جن کا ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا ہے وہ اسانید ہیں جن کو صحیح اسانید قرار دیا گیا ہے اور ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے ان اسانید کو ضعیف قرار دیا ہو اور نہ ہی ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے اسانید میں اس بات کی چھان پھٹک کرنے کی کوشش کی ہو کہ آیا جو تابعین جن صحابہ کرام سے روایت کر رہے ہیں انھوں نے ان صحابہ سے احادیث سنی بھی تھیں یا نہیں کیونکہ تابعین میں سے ہر تابعی کا صحابہ کرام سے حدیث سننا ممکن تھا یہ لوگ ایک دوسرے کے معاصرین اور ہم زمانہ تھے اور جن لوگوں نے اپنی اختراعی اور باطل شرط کے پیش نظر احادیث صحیحہ کو ضعیف قرار دیا ہے ان کی شرط اس قابل نہیں ہے کہ اس کی طرف زیادہ التفات کیا جائے، کیونکہ یہ بعد کے لوگوں کا نیا قول اور باطل شرط ہے۔ متقدمین اہل علم اور اسلاف میں سے کسی محدث نے یہ بات نہیں کہی اور بعد والے لوگوں نے بھی اس شرط کو رد کر دیا ہے اور جب اہل علم میں سے اسلاف اور معاصرین نے اس شرط کو رد کر دیا تو اس سے بڑھ کر اس باطل شرط کو رد کرنے کے لیے اور کیا دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اب اس شرط اور شرط عائد کرنے والے دونوں کی قدر و منزلت سب پر واضح ہو گئی۔ جو لوگ اہل علم کے خلاف کسی مسلک کو اختراع کرتے ہیں ان کا رد کرنے کے لیے ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کے طالب ہیں اور اس کی مدد پر بھروسہ کرتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

تمام حمد وثنا کا اللہ تعالیٰ ہی مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آلہ و اصحابہ و بارک وسلم ہی کے شایان شان ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

کتاب الایمان

ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

ایمان اَمن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنی ہے نفس کا مطمئن ہونا، اور خوف کا زائل ہونا، امن، امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں، امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں، انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

یا یہا الذین اٰمنوا لا تخونوا اللہ و الرَّسُوْلَ و تخونوا اٰمٰنٰتکم۔ (انفال، ۲۷)	اے ایمان والو اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال۔ (احزاب: ۷۲)	بے شک ہم نے آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی۔

اور قرآن مجید میں ہے:

ومن دخلہ کان اٰمنًا (اٰل عمران، ۹۷)	اور جو حرم میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

یعنی وہ دوزخ سے بے خوف ہو گیا، یا وہ دنیا کی مصیبتوں سے بے خوف ہو گیا، اس کا معنی ہے کہ حرم میں اس سے قصاص لیا جائے گا نہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

ایمان کا استعمال کبھی اس شریعت کو ماننے کے لیے کیا جاتا ہے جس کو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم اللہ کے پاس سے لے کر آئے، اس استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی والصابئین۔ (بقرہ: ۶۲)	بے شک اسلام قبول کرنے والے، یہودی، عیسائی اور ستارہ پرست۔

ایمان کے ساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاتا ہے جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل ہو در آں حالیکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہو۔

اور کبھی ایمان کا استعمال بر سبیل مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ذہن کا بہ طور تصدیق حق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور

اس کا تحقق دل کے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء کے عمل کرنے سے ہوتا ہے، اس اعتبار سے ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم۔ (حدید: ۱۹)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی اپنے رب کی بارگاہ میں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور نور ہے۔

تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان میں سے ہر ایک پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تصدیق بالقلب پر ایمان کا اطلاق، قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ (مجادلہ، ۲۲)

وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا۔

دل میں صرف تصدیق ہوتی ہے اس لیے اس آیت میں ایمان سے مراد صرف تصدیق ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ایمان کا اطلاق تصدیق پر کیا گیا ہے:

وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین۔ (یوسف، ۱۷)

اور آپ ہماری بات کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں۔

اور اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ (بقرہ: ۱۴۳)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (تحویل قبلہ سے پہلے تمہاری پڑھی ہوئی) نمازوں کو ضائع کر دے۔

جب جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر اچھی اور بری چیز کو تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا ایمان ہے، اس حدیث میں چھ چیزوں کے ماننے پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے، یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری مشہور کتابوں میں ہے۔[1]

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ایمان تصدیق ہے، علامہ زمخشری نے اساس میں اسی پر اعتماد کیا ہے، اور اہل علم میں سے اہل لغت وغیرہ کا اسی پر اتفاق ہے، علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے کہ ایمان کا حقیقی معنی تصدیق ہے، اور کشاف میں لکھا ہے کہ کسی شخص پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ رکھا جائے، بعض محققین نے کہا ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہو تو یہ بنفسہ متعدی ہوتا ہے، اور جب اس کا معنی اذعان (ماننا اور قبول کرنا) ہو تو لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور جب اس کا معنی اعتراف ہو تب بھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، ازہری نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس امانت پر امین بنایا ہے اس میں صدق کے ساتھ داخل ہونا ایمان ہے، اگر بندہ جس طرح زبان سے تصدیق کرتا ہے اسی طرح دل

---

[1] علامہ حسین بن راغب محمد اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ المفردات ص ۲۶-۲۵، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ۔

سے بھی تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا، وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبان سے اظہار کرنا ایمان ہے وہ یا منافق ہوگا یا جاہل۔ (علامہ زبیدی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کبھی صرف زبانی اقرار پر بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ذٰلک بانھم امنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم۔ (منافقون: ۳)

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انھوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔

اور اس آیت میں بھی زبانی اظہار پر ایمان کا اطلاق ہے۔

ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا۔ (نساء، ۱۳۷)

بے شک جو لوگ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے، پھر (زبان سے) ایمان لائے، پھر کافر ہوئے پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے۔

زجاج نے کہا ہے کبھی ایمان کا اطلاق اظہار خشوع پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اعتقاد رکھنے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے امام راغب نے کہا ہے کہ ایمان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بہ طور مدح حق کی تصدیق کرنے اور ماننے کو ایمان کہتے ہیں، ایمان تصدیق، اقرار اور عمل سے متحقق ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، مومن اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جس کا معنی ہے مخلوق کو ظلم سے امن دینے والا، یا اپنے اولیاء کو عذاب سے امن میں رکھنے والا، منذری نے ابو العباس سے روایت کیا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امتوں سے اپنے رسولوں کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور وہ امتیں انبیاء کی تکذیب کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے انبیاء کی تصدیق کریں گے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی تصدیق کرے گا اور اسی تصدیق کی وجہ سے اللہ کا نام مومن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مومن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو عذاب سے امان میں رکھے گا اس وجہ سے وہ مومن ہے، یہ علامہ ابن اثیر کا قول ہے۔ [1]

ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ایمان کے شرعی معنی میں اہل قبلہ کے چار قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ایمان قلب کا فعل ہے اور اس میں پھر دو نظریے ہیں، محققین، امام اشعری، قاضی عبدالجبار، استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی، حسین بن فضل اور دیگر ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے، یعنی ہر وہ چیز جس کے متعلق بداہۃً علم

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۱۲۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۷ھ

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ کے پاس سے لاتے ہیں اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ دوسرا نظریہ جہم بن صفوان کا ہے کہ ایمان فقط دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور زبان سے اقرار کرنا اس کے لیے شرط یا رکن نہیں ہے حتیٰ کہ جس شخص کو دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو خواہ وہ زبان سے اقرار نہ کرے اور اسی حال پر مر جائے وہ بھی مومن کامل ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے، اس میں بھی دو نظریے ہیں، غیلان بن مسلم دمشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے لیکن اس کی شرط معرفت بالقلب ہے، اور کرامیہ کا قول یہ ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے، ان کا زعم یہ ہے کہ منافق بہ ظاہر مومن ہے اور بہ باطن کافر ہے، دنیا میں منافق مومنوں کے حکم میں ہے اور آخرت میں کافروں کے حکم میں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے اس قول میں بھی متعدد نظریات ہیں:

(۱)۔ ——— امام ابو حنیفہ، عامۃ الفقہاء، اور بعض متکلمین کے نزدیک ایمان اقرار باللسان اور معرفۃ بالقلب کا مجموعہ ہے۔

(۲)۔ بشر المریسی اور ابو الحسن اشعری کا نظریہ ہے کہ ایمان زبان اور دل دونوں سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔

(۳)۔ زبان سے اقرار اور دل کے اخلاص کا نام ایمان ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر معرفت بالقلب کا کیا معنی ہے؟ اس کی دو تفسیریں ہیں:

(ا)۔ معرفت بالقلب سے مراد اعتقاد جازم ہے عام ازیں کہ وہ اعتقاد تقلید سے حاصل ہو یا استدلال سے، اکثر علماء نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ مقلد کا ایمان صحیح ہے۔

(ب)۔ معرفت بالقلب سے مراد وہ اعتقاد ہے جو دلیل سے حاصل ہو، اس تفسیر کے مطابق مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے۔

اس قول کے قائلین میں یہ اختلاف بھی ہے کہ اقرار باللسان ایمان کا جز ہے یا ایمان کی شرط ہے، امام ابو حنیفہ، امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب اور امام ابو الحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے کہ اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے حتیٰ کہ جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہوگا، خواہ اس نے زبان سے اقرار نہ کیا ہو، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اقرار ایمان کی جز ہے مگر یہ اصلی جز نہیں ہے، زائد جز ہے حتیٰ کہ حالت اکراہ میں اقرار ساقط ہو جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی اور محدثین کا قول ہے، معتزلہ، خوارج اور زیدیہ کا بھی یہی قول ہے، محدثین کے اس قول میں تین نظریات ہیں:

(۱)۔ عبداللہ بن سعید کا قول یہ ہے کہ معرفت ایمان کامل ہے اور یہ اصل ہے، پھر ہر طاعت الگ الگ ایمان ہے اور جحود اور دل سے انکار کرنا کفر ہے، پھر اس کی ہر معصیت الگ الگ کفر ہے اور بغیر معرفت کے کوئی طاعت ایمان نہیں ہے اور بغیر انکار کے کوئی معصیت کفر نہیں ہے۔

(۲) فرائض اور نوافل تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ایمان ہے جس نے کسی ایک فرض کو ترک کیا اس کا ایمان ناقص ہو گیا اور جس نے نفل کو ترک کیا اس کے ایمان میں کمی نہیں ہوئی۔

(۳)۔ ایمان فرائض کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ نوافل کا۔

معتزلہ کے بھی اس قول میں متعدد نظریات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ واصل بن عطاء، ابو الہذیل اور قاضی عبد الجبار کا مسلک یہ ہے کہ ایمان تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ہے خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب۔

(۲)۔ ابو علی جبائی اور ابو ہاشم کا یہ مسلک ہے کہ ایمان فقط عبادات واجبہ کا نام ہے نہ کہ مستحبہ کا۔

(۳)۔ نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ کام جس پر وعید ہے اس کے ترک کا نام ایمان ہے۔

خوارج کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے تمام احکام کی اطاعت اور تمام معاصی سے اجتناب خواہ صغائر ہوں یا کبائر، اس کے مجموعہ کا نام ایمان ہے، ان کا مذہب معتزلہ اور سلف صالحین کے قریب ہے، مگر ان مذاہب میں یہ فرق ہے کہ معصیت کبیرہ کے ارتکاب سے معتزلہ کے نزدیک انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا، اور خوارج کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے، اور سلف کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔[1]

نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

امام شافعی سے منقول ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل کا نام ہے جس کی تصدیق میں خلل ہو وہ منافق ہے، جس کے اقرار میں خلل ہو وہ کافر ہے اور جس کے عمل میں خلل ہو وہ فاسق ہے، وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پالے گا، اور جنت میں داخل ہو جائے گا، امام رازی نے کہا اس مسلک پر یہ قوی اشکال ہے کہ جب اعمال ایمان کی جز ہیں اور جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے تو بے عمل شخص مومن کیسے ہوگا؟ اور وہ کیسے دوزخ سے خارج اور جنت میں داخل ہوگا؟ اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ شارع کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنی میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں اعمال کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الایمان ان تؤمن باللہ وملئکتہ و بلقائہ ورسلہ وتؤمن بالبعث والاسلام ان تعبد اللہ ولا تشرک بہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان۔

(صحیح مسلم)

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس سے ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لاؤ، اور اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

اور کبھی شارع کے کلام میں ایمان، ایمان کامل کے معنی میں ہوتا ہے جس میں اعمال داخل ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبد القیس سے فرمایا:

اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے آپ

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۲-۱۰۳، ملخصاً، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس۔ (صحیح مسلم)

نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے خمس ادا کرنا۔

پہلی حدیث میں ایمان اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنی میں ہے اور اس دوسری حدیث میں ایمان، ایمان کامل کے معنی میں ہے، اور جن احادیث میں اعمال کی نفی سے ایمان کی نفی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور جن احادیث میں عمل کی نفی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:

لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن۔ (صحیح مسلم)

جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں ایمان کامل کی نفی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ قلت ان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق۔ (صحیح مسلم)

جس شخص نے بھی لا الٰہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔

اس حدیث میں نفس ایمان مراد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون سا معنی منقول شرعی ہے اور کون سا معنی مجاز ہے اس میں اختلاف ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے دوزخ میں دخول سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے خلود سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے، اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ سلف اور امام شافعی نے جو اعمال کو ایمان کی جز کہا ہے اس ایمان سے ان کی مراد ایمان کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان مراد ہے، اور جب وہ کسی بے عمل یا بدعمل شخص پر مومن کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد نفس ایمان ہوتی ہے نہ کہ ایمان کامل، وہ کہتے ہیں کہ اس شخص میں ہر چند کہ ایمان کامل نہیں ہے لیکن وہ نفس ایمان کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔[1]

مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: ایمان کی تعریف میں جو تصدیق

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۴، ملخصا، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم، معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرنا اور آپ کو مخبر صادق ماننا ہے، کیونکہ بعض کفار بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے، قرآن مجید میں ہے:

الذین اتینهم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابناءهم۔

(بقرہ: ۱۴۶)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے، انھوں نے فرعون سے فرمایا:

قال لقد علمت ما انزل هؤلاء الا رب السموات والارض بصائر وانی لاظنك یا فرعون مثبورا۔

(بنی اسرائیل، ۱۰۲)

موسیٰ نے فرمایا: یقیناً تو جانتا ہے کہ ان (چمکتی ہوئی نشانیوں) کو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی اتارا ہے جو آنکھیں کھولنے والی ہیں، اور اے فرعون میں گمان کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو علم تھا، اس کے باوجود وہ کافر تھے اور وہ مومن نہیں تھے، نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لیے صرف جاننا کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے، یعنی اپنے قصد اور اختیار سے مخبر کی طرف صدق کو منسوب کرے اور اس کی دی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔ [1]

ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

ہم نے ابتداء میں ذکر کیا تھا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت فقط تصدیق بالقلب ہے اس پر محققین نے حسب ذیل دلائل پیش کیے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

اولئك كتب فی قلوبهم الایمان۔

(مجادلہ: ۲۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا۔

قالوا امنا بافواههم ولم تؤمن قلوبهم۔

(مائدہ: ۴۱)

انھوں نے اپنے منہ سے کہا ہم ایمان لائے ہیں، حالانکہ ان کے دل مومن نہیں۔

قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبكم۔

(حجرات، ۱۴)

دیہات کے لوگوں نے کہا ہم ایمان لائے، آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو ہم نے اطاعت کی ہے، اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۴، ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ان آیات میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں تصدیق ہوتی ہے، اقرار کا محل زبان اور اعمال کا تعلق باقی اعضاء سے ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے۔

ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

صرف اقرار باللسان کے ایمان نہ ہونے پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الأخر وما هم بمؤمنين ۔ (بقرة: ۸)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

زبان سے اقرار کے باوجود ان لوگوں کو اس لیے مومن نہیں قرار دیا گیا کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کی تھی، نیز قرآن مجید میں ہے:

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله ؕ والله يشهد ان المنافقين لكذبون ۔ (منافقون: ۱)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ — اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں، اس پر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات دلیل ہیں:

ان الذين امنوا وعملوا الصلحت كانت لهم جنت الفردوس نزلا ۔ (کہف: ۱۰۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔

اس آیت میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں اصل تغایر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور ایمان میں داخل نہیں ہیں، اور قرآن مجید میں ایسی بہت آیات ہیں۔

من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مؤمن فلنحيينه حيوة طيبة ۔ (نحل: ۹۷)

جس نے نیک عمل کیے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

اس آیت میں اعمال کو مشروط اور ایمان کو شرط قرار دیا ہے اور مشروط شرط سے خارج ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں، اور اسی نہج پر یہ آیات ہیں:

ومن يعمل من الصلحت من ذكر او انثى وهو مؤمن فاولئك يدخلون الجنة (نساء: ۱۲۴)

اور جس نے نیک کام کیے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

ومن يعمل من الصلحت وهو مومن فلا يخف

اور جس نے نیک کام کیے بشرطیکہ وہ مومن ہو

ظلمًا ولا هضمًا۔ (طٰہٰ: ۱۱۲)

تو اس کو ظلم کا خوف ہو گا نہ کسی نقصان کا۔

واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللّٰه ورسوله ان کنتم مؤمنین۔ (انفال: ۱)

اور اپنے باہمی معاملات درست رکھو، اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، بشرطیکہ تم مومن ہو۔

قرآن مجید میں مرتکب کبیرہ پر بھی مومن کا اطلاق کیا گیا ہے اگر نیک اعمال ایمان کی جز ہوتے تو معصیت کبیرہ کرنے والے پر مومن کا اطلاق نہ کیا جاتا۔

یایها الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلٰی۔ (بقرہ: ۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر ان کا بدلہ فرض کیا گیا ہے جن کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔

قصاص قاتل پر فرض کیا جاتا ہے اور اس آیت میں قاتل پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے، اور قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما۔ (حجرات: ۹)

اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرا دو۔

جب دو جماعتیں قتال کریں گی تو ان میں سے ایک حق پر اور دوسری باطل پر ہو گی اور اس آیت میں دونوں جماعتوں پر مومنوں کا اطلاق کیا گیا ہے۔

وتوبوا الی اللّٰه جمیعا ایه المؤمنون۔ (نور: ۳۱)

اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔

توبہ معصیت پر واجب ہوتی ہے۔ اس آیت میں مومنین کو توبہ کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ معصیت ایمان کے منافی نہیں ہے اور اسی نہج پر یہ آیت ہے:

یایها الذین اٰمنوا توبوا الی اللّٰه توبة نصوحا۔ (تحریم: ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد

ائمہ ثلاثہ اور محدثین اور دیگر اسلاف جو یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

واذا تلیت علیهم اٰیاته زادتهم ایمانًا۔ (انفال: ۲)

اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیں۔

واذا ما انزلت سورة فمنهم من یقول ایکم زادته هذه ایمانًا فاما الذین اٰمنوا فزادتهم ایمانا وهم یستبشرون۔ (توبہ: ۱۲۴)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا! سو جو ایمان والے ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانًا۔ (اٰل عمران: ۱۷۳)

لوگوں نے ان سے کہا بے شک لوگوں نے (تم سے مقابلہ کے لیے بڑے لشکر) جمع کر لیے ہیں سو تم ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔

ولما را المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ایمانا وتسلیما۔

(احزاب: ۲۲)

اور جب مسلمانوں نے (کفار کے) لشکر دیکھے (تو) کہنے لگے یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا، اور اس سے ان کا ایمان اور اسلام اور زیادہ ہی ہوا۔

والذین اھتدوا زادھم ھدی۔

(محمد: ۱۷)

اور جن لوگوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ نے ان کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔

انھم فتیۃ اٰمنوا بربھم وزدنٰھم ھدی

(کہف: ۱۳)

بے شک کچھ جوان اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا۔

ویزید اللہ الذین اھتدوا ھدی۔

(مریم: ۷۶)

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے۔

وما جعلنا عدتھم الا فتنۃ للذین کفروا لیستیقن الذین اوتوا الکتاب ویزداد الذین اٰمنوا ایمانا۔

(مدثر: ۳۱)

اور ہم نے (دوزخ کے) فرشتوں کی تعداد صرف اس لیے مقرر کی ہے کہ کافروں کی آزمائش ہو، اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔

ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم۔

(فتح: ۴)

وہی ذات ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان کی زیادتی ہو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد

ائمہ ثلاثہ، محدثین اور دیگر اسلاف جن کے نزدیک اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے، انھوں نے بکثرت احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں سے بعض احادیث یہ ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الایمان بضع وستون شعبۃ والحیاء شعبۃ من الایمان۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے ساٹھ اور کچھ حصے ہیں، اور حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ[1]

ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے ضرر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں کو ترک کر دے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ کو ادا کریں، اور جب وہ یہ کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے ماسوا اس کے جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا معنی جانتے ہو؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! آپ نے فرمایا یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

ان احادیث میں ایمان کے متعدد اجزاء بیان کیے گئے ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی جز پر عمل ترک کرے گا اس کا ایمان اس شخص سے کم ہوگا جو ان تمام اجزاء پر عمل کرے گا

ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کا جواب

مذکور الصدر آیات اور احادیث سے ائمہ ثلاثہ اور محدثین نے اس پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے اگر اعمال کم ہوں گے تو ایمان کم ہوگا اور اگر اعمال زیادہ ہوں گے تو ایمان زیادہ ہوگا۔ ان تمام آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ یہ سب ایمان کامل پر محمول ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اور نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں اور وہ یہاں بالاتفاق مراد نہیں ہے۔ امام رازی نے کہا یہ بحث لفظی ہے کیونکہ اگر ایمان سے مراد نفس تصدیق ہو تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا اور اگر اس سے مراد عبادات ہوں تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، پھر امام نے کہا عبادات تصدیق کی تکمیل کرتی ہیں، اور جن دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کی کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتا ان سے مراد اصل ایمان اور نفس ایمان ہے اور جن

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۸، ″ ″ ″ ″

[3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳، ″ ″ ″ ″

دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے۔ ان سے مراد ایمان کامل ہے جس میں اعمال داخل ہیں۔

بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، خواہ ایمان تصدیق اور اعمال کا مجموعہ ہو یا فقط تصدیق کا نام ہو کیونکہ تصدیق بالقلب وہ اعتقاد جازم ہے جو قوت اور ضعف کو قبول کرتا ہے، کیونکہ جس شخص کو ہم قریب سے دیکھتے ہیں اس کی ہمیں اس سے زیادہ تصدیق ہوتی ہے جس کو ہم دور سے دیکھتے ہیں۔

بعض محققین نے یہ کہا کہ حق یہ ہے کہ تصدیق دو وجہوں سے کمی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ تصدیق کیفیت نفسانیہ ہے، جیسے خوشی، غم اور غصہ وغیرہ کیفیات نفسانیہ ہیں اور ان میں قوت، ضعف اور کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اسی طرح تصدیق میں بھی کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عام افراد امت کا ایمان برابر ہو اور یہ اجماعاً باطل ہے اور دوسری وجہ ہے تصدیق تفصیلی، کیونکہ انسان کو جس جس چیز کے متعلق علم ہوتا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کو لے کر آئے ہیں، اس کا ایمان اس کے ساتھ متعلق ہوتا جائیگا اور ایمان زیادہ ہوتا جائے گا۔

بعض علماء نے اس کی تفصیل میں یہ کہا ہے کہ پہلے انسان اجمالی طور پر تمام شریعت پر ایمان لاتا ہے، پھر جیسے جیسے اس کو احکام شرعیہ کی تفصیل کا علم ہوتا جاتا ہے وہ ان سب پر ایمان لاتا جاتا ہے اور یوں اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے، اور بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ زیادہ غور وفکر کرنے اور کثرت دلائل سے ایمان زیادہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صدیقین اور علماء راسخین کا ایمان دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تشکیک اور مغالطہ آفرینی سے ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا۔ لہ

ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات

معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا اور ان کے نزدیک اس کو دائماً دوزخ میں عذاب ہوتا ہے۔

وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

ومن یقتل مؤمنًا متعمدًا فجزاءہ جھنم خالدًا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذابًا عظیمًا۔ (نساء: ۹۳)

جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا، اور اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے قتل کے ارتکاب پر دوزخ کے دائمی عذاب کی وعید سنائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے، اس دلیل کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ آیت ایک شخص مقیس بن ضبابہ کنانی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام کے بعد مرتد ہوگیا اور اس نے بنو فہر کے

لہ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۹-۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ایک مسلمان شخص کو قتل کر دیا تھا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۵)

(۲)۔ یہ آیت عام مخصوص منہ البعض ہے۔ یعنی اگر کسی کافر نے مسلمان کو قتل کر دیا تو اس کی سزا دوزخ میں دائمی عذاب، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذاب عظیم ہے۔

(۳)۔ جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو اس کا مبدء اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، یعنی جس نے کسی مومن کو قتل کیا اور قتل کی علت مومن کا ایمان تھی، اور اس نے اس کے مسلمان اور مومن ہونے کے سبب سے اس کو قتل کیا اور جو اس وجہ سے کسی مومن کو قتل کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا دائمی عذاب ہی ہے۔

(۴)۔ اگر کسی مسلمان نے مومن کو قتل کیا ہے تو وہ بھی دائمی عذاب کا مستحق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما کر اس کی سزا کم کر دے گا یا بالکل ساقط کر دے گا۔

(۵)۔ متعمداً کا معنی ہے مستحلاً یعنی جس شخص نے حلال سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کیا، اس کی سزا دائمی عذاب ہے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶)۔ خلود سے مراد مکث طویل ہے، یعنی وہ زیادہ عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

(۷)۔ یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے، یعنی زجر و توبیخ اور ڈرانے کے لیے اس طرح فرمایا ہے۔

(۸)۔ اس آیت کے بعد ایک قید محذوف ہے، یعنی اگر میں اس قاتل کو معاف نہ کروں تو اس کو دائمی عذاب دوں گا اسی کو خلف وعید کے جواز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع کے آخر میں ہم نے اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

معتزلہ کی دوسری دلیل یہ آیت ہے:

ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين. (نساء: ۱۴)	جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدود سے تجاوز کرے، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

اس آیت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس شخص کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے جو جمیع حدود سے تجاوز کرے اور جمیع حدود میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت بھی داخل ہے اور جو اس حد سے تجاوز کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دائمی عذاب کا مستحق ہوگا۔

پہلی آیت سے استدلال کے جواب میں جو جوابات دیے گئے ہیں وہ بھی اس آیت کے جواب میں جاری ہو جائیں گے۔

معتزلہ کی تیسری دلیل یہ آیت ہے:

بلى من كسب سيئة واحاطت به خطيئته فاولئك اصحب النار هم فيها خلدون. (بقرۃ: ۸۱)	کیوں نہیں، جس نے برائی کی، اور اس کو اس کے گناہوں نے گھیر لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ آیت یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ ہم کو صرف چند روز دوزخ کا عذاب ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲)۔ اس آیت میں احاطہ سے یہ مراد ہے کہ برائی اس کے ظاہر اور باطن کا مکمل احاطہ کر لے، حتیٰ کہ اس کے دل میں تصدیق رہے نہ زبان پر اقرار رہے۔ تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اس کو جہنم میں دائمی عذاب ہوگا۔

اس آیت سے استدلال کے جواب میں پہلی آیت کے جوابات بھی جاری ہوں گے۔

ان تینوں آیات سے استدلال کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیات، ان آیات سے معارض ہیں جن میں مومنین کو جنت میں دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور رفع تعارض کے لیے یہ کہا جائے گا کہ آیات وعید میں خلود بمعنی مکث طویل ہے۔

دائمی ثواب کی بشارت کی بعض آیات یہ ہیں:

وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنّٰت تجری من تحتہا الانہر خالدین فیہا و مسکن طیبۃ فی جنت عدن۔

(توبہ، ۷۲)

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں (وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور دائمی رہائش کے باغوں میں پاکیزہ رہائش گاہوں کا وعدہ فرمایا ہے)۔

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کانت لہم جنّٰت الفردوس نزلا ۝ خالدین فیہا لا یبغون عنہا حولا۔

(کہف: ۱۰۸ - ۱۰۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے فردوس کے باغات کی مہمانی ہے، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے اپنی جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جنت میں دوام کی بشارت دی ہے اور اگر صاحب کبیرہ مومن کو دائمی عذاب دیا جائے تو ان آیات میں تعارض لازم آئے گا اس لیے تعارض دور کرنے کے لیے یہ کہا جائے گا کہ جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ انشاء تخویف پر محمول ہیں، تاکہ ان آیات میں تطبیق ہو، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تعارض دفع کرنے کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ جن آیات میں مومنین کو دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے ان کو انشاء ترغیب پر محمول کر دیا جائے اور جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے ان کو اپنے ظاہر پر برقرار رکھا جائے اس طرح تطبیق بھی ہو جائے گی اور معتزلہ کا مذہب بھی ثابت رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم جب انعام کا وعدہ کرے تو اس کے خلاف نہیں کرتا اور جب سزا کی وعید سنائے تو معاف کر دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق یہی ہے کہ وعدہ کی آیات کو پورا کرے اور گنہگاروں کو معاف کر کے وعید کی آیات کا بہ ظاہر خلاف کرے۔ ہماری تقریر کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وھو یعلم انہ لا الٰہ الا اللہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ

دخل الجنة ۔[1]

اس کو لا الہ الا اللہ پر یقین تھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

عن عبادة بن الصامت قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله حرم الله عليه النار[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دے گا۔

عن ابی ذر قال اتيت النبی صلى الله عليه وسلم وهو نائم عليه ثوب ابيض ثم اتيته فاذا هو نائم ثم اتيته وقد استيقظ فجلست اليه فقال ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة قلت وان زنى وان سرق قال وان زنى وان سرق قلت وان زنى وان سرق قال وان زنى وان سرق ثلاثا ثم قال فی الرابعة على رغم انف ابی ذر فخرج ابو ذر وهو يقول وان رغم انف ابی ذر[3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے تھے، میں دوبارہ حاضر ہوا، اس وقت بھی آپ سو رہے تھے، جب میں سہ بارہ آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، میں آپ کے پاس بیٹھ گیا آپ نے فرمایا جس شخص نے بھی لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو، آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو، میں نے پھر کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ یہ مکالمہ تین بار ہوا اور چوتھی بار آپ نے فرمایا: ابوذر کی ناک خاک آلود کرتے ہوئے وہ جنت میں جائے گا) پھر حضرت ابوذر یہ کہتے ہوئے نکلے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو!

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان صاحب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا، وہ لائق مغفرت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، اور معتزلہ کا یہ مذہب صحیح نہیں ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳، " " " "

[3] " " " " صحیح مسلم ج ۶۶، " " " "

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۷ - ۸۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات

خوارج کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔ (مائدہ: ۴۴)

اور جو اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہ دے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

اس دلیل کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ اس آیت میں حکم نہ کرنے سے مراد تصدیق نہ کرنا ہے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی تصدیق نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۲)۔ جو بطور استہانت اور توہین اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۳)۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہ کرے، حتیٰ کہ اس پر ایمان بھی نہ لائے وہ بلاشبہ کافر ہے۔

(۴)۔ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بما انزل اللہ سے مراد تورات ہے، اور سیاق کا تقاضہ یہ ہے کہ جس شخص نے تورات کے حکم کے مطابق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی اور زانی کو رجم کرنے سے انکار کیا وہ کافر ہے۔

خوارج نے حسب ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس من رجل ادعی لغیر ابیہ وھو یعلمہ الا کفر ومن ادعی مالیس لہ فلیس منا ولیتبوأ مقعدہ من النار ومن دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ۔ [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا، جس شخص نے علم کے باوجود کسی غیر کی طرف اپنا نسب منسوب کیا وہ کافر ہو جائے گا، اور جس شخص نے غیر کے مال کا دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے اور جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو کافر یا دشمن خدا کہا جب کہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ کفر اس کی طرف لوٹ آئیگا۔

عن جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوٰۃ۔ [2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز کے ترک کا فرق ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] 〃 〃 〃 ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱، 〃 〃 〃 〃 〃

ان احادیث میں معصیت کے ارتکاب پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے ، اور ان کے چند جوابات ہیں :

(۱) ۔ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے ، یا اپنا نسب غیر کی طرف جائز سمجھ کر منسوب کرے وہ کافر ہے ۔

(۲) ۔ جو شخص بطور استہانت معصیت کا ارتکاب کرے ۔

(۳) ۔ ان احادیث میں کفر سے مراد کفران نعمت ہے ، وہ کفر نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں ہے ۔

(۴) ۔ مرتکب معصیت کو بطور تغلیظ اور تہدید کافر کہا گیا ہے ۔

(۵) ۔ ایسا شخص کفر کے قریب ہے ۔

علماء اہل سنت جو یہ کہتے ہیں کہ مومن کی معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ معصیت کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوتا ہے ، نہ کفر میں داخل ہوتا ہے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شرک کے سوا ہر معصیت لائق معافی ہے :

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذٰلک لمن یشاء ۔

(نساء : ۱۱۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے ، اور جو اس سے کم ہو اس کو معاف کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے ۔

اس آیت کی تائید اس حدیث میں ہے ، امام مسلم روایت کرتے ہیں :

عن انس بن مالک ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ بن جبل ردیفہ علی الرحل فقال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک قال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک قال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک قال ما من عبد یشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ الا حرمہ اللہ علی النار قال یا رسول اللہ افلا اخبر بہا فیستبشروا قال اذن یتکلوا فاخبر بہا معاذ عند موتہ تاثما ۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک کجاوے میں تشریف فرما تھے اور حضرت معاذ بن جبل ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے ، آپ نے فرمایا اے معاذ ! انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ ! میں حاضر ہوں ، آپ نے فرمایا : اے معاذ ! انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ ! میں حاضر ہوں ! آپ نے فرمایا اے معاذ ! انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ میں حاضر ہوں ۔ آپ نے فرمایا : جو شخص بھی یہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دے گا ، انھوں نے کہا یا رسول اللہ ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں جس سے وہ خوش ہوں ؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر اعتماد کر لیں گے ! پھر حضرت معاذ نے (علم کو چھپانے کے) گناہ سے بچنے کے لیے موت سے

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۷۵ھ

پہلے اس کی خبر دے دی۔

ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات

مرجئہ کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد معصیت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور ہر مومن بغیر عذاب کے جنت میں جائے گا، خواہ اس نے کتنے ہی گناہ کیے ہوں، ان کی دلیل یہ ہے کہ دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اور مومن کو اللہ تعالیٰ ذلیل نہیں کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا، دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

ربنا انك من تدخل النار فقد اخزيته۔ (آل عمران: ۱۹۲)	اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں ڈال دیا تو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا۔

اور مومن کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

يوم لا يخزى الله النبى والذين امنوا معه۔ (تحريم: ۸)	جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا کرے گا نہ ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً دوزخ میں داخل ہونا ذلت اور رسوائی کا سبب نہیں ہے، بلکہ دائمی دخول ذلت کا سبب ہے اور گناہ گار مومنوں کا دوزخ میں عارضی دخول ہوگا اور وہ بھی تطہیر کے لیے ہوگا تاکہ وہ جنت میں جانے کے اہل ہو جائیں، ان کے لیے دوزخ میں دخول ذلت اس وقت ہوتا جب ان کو صاف نہ کیا جاتا اور دوزخ سے نکالا نہ جاتا اور جس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا، وہاں یہ قید ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، مطلقاً مومنوں کے لیے یہ نہیں فرمایا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو دوزخ کے عذاب سے بالکلیہ محفوظ رہنے کی نوید حضرات صحابہ کرام کے لیے ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

عام مسلمانوں کو معصیت سے ضرر ہوگا، اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

ما سلككم فى سقر ○ قالوا لم نك من المصلين ○ ولم نك نطعم المسكين ○ (مدثر: ۴۴-۴۲)	تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔
ويل لكل همزة لمزة ○ الذى جمع مالا وعدده ○ يحسب ان ماله اخلده ○ كلا لينبذن فى الحطمة ○ وما ادرك ما الحطمة ○ نار الله الموقدة ○ التى تطلع على الافئدة ○ انها عليهم موصدة ○ فى عمد ممددة ○ (سورة الهمزة)	ہر طعنہ دینے والے اور غیبت کرنے والے کے لیے تباہی ہے، جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا، وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے ہمیشہ (زندہ) رکھے گا، ہرگز نہیں! وہ ضرور چورا چورا کر دینے والی میں پھینک دیا جائے گا! اور آپ کیا سمجھے، چورا چورا کر دینے والی کیا چیز ہے؟ یہ اللہ کی آگ ہے، بھڑکائی ہوئی جو دلوں پر چڑھ جائے گی

بے شک وہاں پر (ہر طرف سے) بھڑکی ہوئی ہوگی (بھڑکتے ہوئے شعلوں کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔

نیز حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا: ایک رات حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لے گئے اور برزخ میں مختلف لوگوں پر عذاب ہوتا ہوا دکھایا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قالا نعم اما الذی رایته یشق شدقه فکذاب یحدث بالکذبة فتحمل عنه حتی تبلغ الآفاق فیصنع به الی یوم القیامة والذی رایته یشدخ راسه فرجل علمه القرآن فنام عنه باللیل ولم یعمل فیه بالنهار یفعل به الی یوم القیامة والذی رایته فی النقب فهم الزناة والذی رایته فی النهر آکلوا الربا[1]

حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل نے کہا: آپ نے جس شخص کے جبڑوں کو چیرا جاتے ہوئے دیکھا یہ جھوٹا شخص تھا یہ جھوٹ بولتا اور اس کا جھوٹ ساری دنیا میں پھیل جاتا، اس کو قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا، اور آپ نے جس شخص کے سر کو پتھر سے کوٹا جاتے ہوئے دیکھا یہ وہ شخص تھا جس کو قرآن کا علم دیا گیا، یہ رات کو اس سے اعراض کر کے سو جاتا تھا اور دن کو اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اس کے ساتھ قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا، اور آپ نے آگ کے تنور میں جن لوگوں کو جلتے ہوئے دیکھا یہ زناکار تھے اور آپ نے خون کے دریا میں جن لوگوں کو دیکھا یہ سود خور تھے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض گنہگار مسلمانوں کو قبر میں اور آخرت میں عذاب ہوگا، اس لیے مرجئہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ ایمان لانے کے بعد اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور کسی مسلمان کو کسی قسم کا عذاب نہیں ہوگا خواہ وہ عمل کرے یا نہ کرے۔

ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ

ایمان کی تعریف میں ہم نے اہل قبلہ کے جو مذاہب تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)۔ جمہور متکلمین اور محققین کے نزدیک صرف تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے۔

(۲)۔ امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اقرار اجراء احکام مسلمین کے لیے شرط ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

(٣)۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان کے دو جز ہیں، اقرار اور تصدیق، لیکن اکراہ کے وقت اقرار ساقط ہو سکتا ہے۔

(٤)۔ ائمہ ثلاثہ اور محدثین کے نزدیک ایمان کے تین جز ہیں۔ تصدیق، اقرار اور اعمال صالحہ، لیکن اعمال کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہوتا ہے اور نہ کفر میں داخل ہوتا ہے، بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔

(٥)۔ معتزلہ میں سے واصل بن عطاء، ابو الہذیل اور قاضی عبدالجبار کا یہ نظریہ ہے کہ تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور اعمال میں واجب اور مستحب سب داخل ہیں اور عمل کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ عمل کی نفی سے وہ ایمان سے خارج ہو گیا اور تکذیب نہ کرنے کی وجہ سے وہ کفر میں داخل نہیں ہوا۔

(٦)۔ ابو علی جبائی معتزلی اور ابو ہاشم معتزلی کا یہ مسلک ہے کہ فقط اعمال واجبہ کا نام ایمان ہے، باقی تفصیل حسب سابق ہے۔

(٧)۔ نظام معتزلی کا مذہب ہے جس کام پر وعید ہے اس کے ترک کرنے کا نام ایمان ہے۔

(٨)۔ خوارج کا مذہب ہے تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور انسان معصیت کے ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے خواہ معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

(٩)۔ کرامیہ کا یہ قول ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔

(١٠)۔ غیلان بن مسلم دمشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ اقرار بہ شرط معرفت کا نام ایمان ہے۔

(١١)۔ جہم بن صفوان کا یہ نظریہ ہے کہ فقط معرفت بالقلب کا نام ایمان ہے۔

(١٢)۔ مرجئہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: ایک بحث یہ ہے کہ آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنی ہے انقیاد (اطاعت) اور اذعان (ماننا اور تسلیم کرنا) اور اسلام کا شرعی معنی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا اور ممنوعات کو ترک کرنا کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور اسلام کا اطلاق دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں دین یہودیت، دین نصرانیت، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران: ١٩)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذاق طعم الاسلام من رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا۔

جس شخص نے اللہ کو رب مان لیا، اور اسلام کو دین مان لیا، اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔

پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے، محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں اور یہی صحیح ہے، اور بعض محدثین، متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام شرعاً مترادف ہیں، علامہ خطابی نے کہا ایمان اور اسلام مطلقاً متحد یا متغائر نہیں ہیں، کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا، (یعنی بعض اوقات اسلام کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا) اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے، (یعنی ہر وقت انقیاد باطن کرتا ہے) لہٰذا ہر مسلم مومن ہوتا ہے اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔

ایمان کی اصل تصدیق ہے ______ اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد (اطاعت) ہے بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گزار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گزار نہیں ہوتا، اور کبھی باطن میں صادق ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گزار نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم، خصوص مطلق کی نسبت ہے، جیسا کہ بعض فضلاء نے اس کی تصریح کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ کی وجود، اس کی وحدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے اسی طرح کوئی شخص تمام ضروریات دین پر ایمان لے آئے اور اقرار اور عمل کرنے سے پہلے اچانک مر جائے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے، کیونکہ اس نے باطنی اطاعت کی اور ظاہری اطاعت نہیں کی، اور منافقین ظاہری اطاعت کرتے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے تو وہ مسلم تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں، لہٰذا ایمان اور اسلام میں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہیں۔[1]

علامہ عینی کا ایمان اور اسلام کو متغائر قرار دینا صحیح نہیں ہے تحقیق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں، کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد ہے، یعنی احکام کو قبول کرنا اور ماننا، اور یہی ایمان کی حقیقت ہے، اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین ۰ فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین۔

اس بستی میں جو مومنین تھے ہم نے ان سب کو نکال لیا تو ہم نے اس میں مسلمین کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ پایا۔

(ذاریات، ۳۶ - ۳۵)

اگر اسلام ایمان کا غیر ہو تو اس آیت میں مومنین سے مسلمین کا استثناء صحیح نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فلاں شخص مومن ہے اور مسلم نہیں ہے یا مسلم ہے اور مومن نہیں ہے، ایمان اور اسلام کے اتحاد سے ہماری یہی مراد ہے (یعنی ان دونوں کا مصداق واحد ہے خواہ مفہوم متغائر ہو) اور مشائخ کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو مصداق کے لحاظ سے واحد اور مفہوم کے لحاظ

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۹، ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

سے مغائر مانتے ہیں، جیسا کہ کفایہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبروں اس کے اوامر اور نواہی کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور انقیاد اور خضوع (اطاعت) کا نام اسلام ہے، اور جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی تصدیق نہیں کرے گا، انقیاد متحقق نہیں ہوگا، اس لیے ایمان اسلام سے مصداق کے لحاظ سے الگ نہیں رہتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قالت الاعراب اٰمنا ط قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ (حجرات ۱۴)

دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے (مطیع ہوئے ہیں)۔

اس آیت میں ایمان کے بغیر اسلام کے تحقق کی تصریح ہے، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ شریعت میں جو اسلام معتبر ہے وہ ایمان کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے، جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ شہادت پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

الاسلام ان تشهد ان لا الٰه الا الله وان محمدا رسول الله وتقیم الصلوٰة وتؤتی الزکوٰة وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلا۔
(بخاری ومسلم)

اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اسلام سے مراد اسلام کے ثمرات اور اس کی علامات ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے وفد سے فرمایا:

اتدرون ما الایمان بالله وحده قالوا الله ورسوله اعلم قال شهادة ان لا الٰه الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وصیام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس۔
(بخاری)

کیا تم جانتے ہو کہ فقط اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا، یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الایمان بضع وسبعون شعبۃ اعلاھا قول لاالٰہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق۔ (بخاری ومسلم)

ایمان کے ستر اور کچھ حصے ہیں، سب سے اعلیٰ حصہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔ اور ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں[1]

نیز علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

حشویہ اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام میں تغایر ہے کیونکہ ایمان کا معنی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا اور اسلام کا معنی ہے تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا۔ اور تصدیق کا تعلق ہے خبر دینا اور اسلام کا متعلق ہے اوامر اور نواہی کو تسلیم کرنا ان کی ایک دلیل تو سورۃ حجرات کی آیت نمبر ۱۴ ہے جس کا جواب ہم ذکر کر چکے ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے:

ان المسلمین والمسلمت والمؤمنین و المؤمنت۔ (احزاب ۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔

اس آیت میں ایمان کا اسلام پر عطف کیا گیا ہے اور عطف تغائر کو چاہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عطف کے لیے تغائر بالمفہوم کافی ہے اور ہم یہی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں کا مرجع اذعان اور قبول ہے اور تصدیق کا تعلق جس طرح خبر دینے سے ہے اسی طرح اس کا تعلق اوامر اور نواہی سے بھی ہے بایں طور کہ تمام اوامر اور نواہی حق ہیں۔

علامہ تفتازانی نے ایمان اور اسلام کے اتحاد پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایمان کی جگہ اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کا استعمال کیا ہے:

یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان۔ (حجرات ۱۷)

یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں، آپ فرمائیں مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔

سیاق کلام میں اسلام کا ذکر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آخر میں اسلام کی جگہ ایمان کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔

ان تسمع الا من یؤمن باٰیٰتنا فھم مسلمون۔ (نمل ۸۱)

آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لا چکے ہیں تو وہی مسلمان ہیں۔

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ (بقرہ ۱۰۲)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم کو صرف حالت

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۹۲-۹۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اسلام میں ہی موت آئے۔

ان آیات میں اسلام کی جگہ ایمان کا، اور ایمان کی جگہ اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں:[1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

قد اتفق اهل الحق وهم فريقا الاشاعرة والحنفية على انه لا ايمان بلا اسلام وعكسه۔[2]

اہل حق یعنی اشاعرہ اور حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان اسلام کے بغیر اور اسلام ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے

اس عبارت کی شرح میں علامہ کمال بن ابی شریف لکھتے ہیں:

ای لا اسلام يعتبر بدون ايمان فلا ينفك احدهما عن الآخر[3]

یعنی ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہے ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

واما ان الاسلام هو الايمان فلان الايمان لو كان غير الاسلام لما قبل من يبتغيه لقوله تعالى ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه[4]

اسلام اور ایمان واحد ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایمان، اسلام کا غیر ہوتا تو پھر ایمان لانے والے کا ایمان مقبول نہ ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول کیا تو وہ ہرگز قبول نہیں ہوگا۔

علماء متکلمین کے ان دلائل اور تصریحات سے واضح ہوگیا کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں یہ مفہوماً متغایر ہیں اور مصداقاً متحد ہیں، اور جنہوں نے ان میں تغایر کا قول کیا ہے، ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

مومن اور مسلمان کی تعریف

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الايمان فى الشرع هو التصديق بما جاء به من عند الله تعالى اى تصديق النبى بالقلب فى جميع ما علم بالضرورة مجيئه به من عند الله تعالى اجمالا فانه كاف فى الخروج عن عهدة الايمان[5]

شریعت میں ایمان کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ (احکام اور خبریں) لے کر آئے ہیں ان سب کی تصدیق کی جائے، یعنی جن چیزوں کے متعلق بداہت کے ساتھ یہ اجمالاً معلوم ہو کہ آپ ان کو اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ان کو

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۶۱ - ۲۶۰، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ مع المسامرہ ج ۲ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان

[3] علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، مسامرہ ج ۲ ص ۳۰۵ - ۳۱۰۔ " "

[4] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[5] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

دل سے مان لینا مومن ہونے کے لیے کافی ہے۔

مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان پہلے ادیان باطلہ سے برأت کا اظہار کرے، پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی ذات اور تمام صفات پر ایمان لائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور آخری رسول ہونے پر ایمان لائے، قرآن مجید پر اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لائے، تمام نبیوں پر، تمام فرشتوں پر، تقدیر پر، قیامت پر، مرنے کے بعد اٹھنے پر اور جزاء اور سزا پر ایمان لائے، دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں پڑھنے، رمضان کے روزے رکھنے، نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے اور بہ شرط استطاعت حج کرنے کا اقرار کرے، جھوٹ، قتل، زنا، پاکدامن کو تہمت لگانے، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ اور دیگر تمام محرمات سے مجتنب رہنے کا اقرار کرے۔ اور اجمالاً یہ مانے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو خبریں لے کر آئے ہیں وہ سب سچی ہیں اور آپ جو احکام لے کر آئے ہیں وہ سب برحق ہیں، جن کاموں کا آپ نے حکم دیا ہے ان پر وہ عمل کرے گا اور جن کاموں سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے گا، اس عہد کو ماننے اور اس کی تصدیق کرنے سے انسان مسلمان ہو جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کی تفصیل قرآن مجید اور آپ کی احادیث میں ہے، ہم آپ کی احادیث کے ایک مجموعہ صحیح مسلم کی شرح لکھ رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق اور استطاعت دی تو ان شاء اللہ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھیں گے تاکہ اسلام کو ہم تفصیلی طور پر خود جانیں اور سمجھیں اور جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ لوگوں کو بھی سمجھا سکیں، الٰہ العالمین ہمیں اس شرح میں صراط مستقیم پر قائم رکھ اور خطاء اور زلل سے محفوظ رکھ، نفس کے شر سے بچا اور حق و صواب لکھنے اور بیان کرنے کی توفیق عطا فرما! فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ایمان کا بیان

قَالَ اَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِعَوْنِ اللّٰهِ نَبْتَدِئُ وَاِيَّاهُ نَسْتَكْفِيْ وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهٗ.

۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ كَهْمَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَهٰذَا حَدِيْثُهٗ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ اَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِيْنَا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ فَاكْتَنَفْتُهٗ اَنَا وَصَاحِبِيْ اَحَدُنَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِيْ سَيَكِلُ الْكَلَامَ اِلَيَّ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَذَكَرَ مِنْ شَاْنِهِمْ وَاَنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدَرَ وَاَنَّ الْاَمْرَ

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے ابتداء کرتے ہیں اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں اور ہماری توفیق صرف اللہ عزوجل کی مدد سے ہے۔

امام مسلم اپنی مکمل سند کے ساتھ یحییٰ بن یعمر سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ نے بیان کیا کہ جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ معبد جہنی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ میں رہتا تھا۔ یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ میں اور حمید بن عبدالرحمان حمیری حج یا عمرہ کی غرض سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا کاش ہماری ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی صحابی سے ہو جاتے اور ہم ان سے تقدیر کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس وقت ہوئی، جس وقت وہ مسجد کے اندر موجود تھے۔ میں اور میرے ساتھی ہم دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے حلقہ میں لے لیا، ایک نے دائیں جانب سے اور دوسرے نے بائیں جانب سے۔ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی مجھے بات کرنے کا موقع دے گا، لہٰذا میں نے کہا اے ابوعبدالرحمان! ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علمی بحثیں کرتے ہیں (راوی نے ان کی علمی فضیلت بیان کی) اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے اور جو کچھ بھی دنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ

اُنُفٌ فَقَالَ اِذَا لَقِيْتَ اُولٰٓئِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّيْ
بَرِيْٓءٌ مِّنْهُمْ وَاَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّيْ وَالَّذِيْ
يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ اَنَّ لِاَحَدِهِمْ
مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فَاَنْفَقَهٗ مَا قَبِلَ اللّٰهُ
مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِيْ
اَبِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ
عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ
بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعَرِ لَا
يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا
اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ
عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ
عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ
اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ
وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ
اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ
قَالَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ
قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ
تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ
رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ
خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ
عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ
تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ
قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ
مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ
قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَتِهَا قَالَ

کے علم سابق کے بغیر ابتداءً ظہور میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہ
بن عمر نے فرمایا جب تم ان لوگوں سے ملو ______
تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لاتعلق ہوں اور وہ مجھ
سے اور عبداللہ بن عمر حلفیہ کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں
سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے
تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کریگا.
جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔ پھر حضرت
عبداللہ بن عمر نے کہا میرے والد حضرت عمر بن الخطاب
نے فرمایا ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس
انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ اس شخص کی حالت
سے آثار سفر ظاہر نہیں ہوتے تھے، اور ہم میں سے
ہر شخص کے لیے وہ اجنبی تھا وہ آکر حضور صلے اللہ علیہ
وسلم کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں
کو حضور کے گھٹنوں کے ساتھ ملایا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی
رانوں پر رکھ لیں (یعنی حضور کے سامنے اس طرح بیٹھا
جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے با ادب بیٹھتا ہے)
اور کہنے لگا یا محمد (اے محمد) مجھ کو اسلام کے بارے
میں بتلائیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم
اللہ کی توحید اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے
کی گواہی دو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان شریف
کے روزے رکھو اور اگر توفیق ہو تو حج کرو، اس اجنبی
نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں
تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے اور بعد میں اس کی
تصدیق بھی کرتا ہے، اس شخص نے حضور سے کہا مجھے
ایمان کے بارے میں بتلائیے، حضور نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ
اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں،
قیامت اور ہر خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ
مانو، اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے، اب مجھے ([illegible])

أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ أَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهٗ جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ.

احسان کے بارے میں بتلائیے۔ حضور نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پا سکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو یقیناً دیکھ رہا ہے، اس نے کہا مجھے قیامت کے بارے میں بتلائیے، آپ نے فرمایا اس کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا پھر مجھے قیامت کی علامتیں بتلائیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔ حضرت عمر نے کہا پھر وہ شخص چلا گیا، حضرت عمر کہتے ہیں میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! کیا تم جانتے ہو یہ شخص کون تھا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھا جو تمہیں دین سکھانے کے لیے تمہارے پاس آیا تھا۔

---

۲ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ وَأَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ لَمَّا تَكَلَّمَ مَعْبَدٌ بِمَا تَكَلَّمَ بِهٖ فِيْ شَأْنِ الْقَدَرِ أَنْكَرْنَا ذٰلِكَ قَالَ فَحَجَجْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَجَّةً وَسَاقُوا الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ كَهْمَسٍ وَإِسْنَادِهٖ وَفِيْهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَنُقْصَانُ أَحْرُفٍ.

یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ جب معبد نے تقدیر کا انکار کیا تو ہم کو اس مسئلہ میں تردد ہوا۔ اتفاق سے میں اور حمید بن عبد الرحمان حمیری حج کے لیے گئے۔ امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد یحییٰ بن یعمر نے بعض لفظی فرق کے ساتھ وہی حدیث بیان کی ہے جو گذر چکی ہے اور اس میں کچھ زیادتی اور کمی ہے۔

---

۳ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا لَقِيْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَذَكَرْنَا الْقَدَرَ وَمَا يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ فَاقْتَصَّ

یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ ہماری ملاقات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی ــــ ہم نے ان سے منکرین تقدیر کا سارا ماجرا ذکر کیا، اس کے بعد انہوں نے وہی تمام قصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی مگر اس روایت کے بعض

الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِهِمْ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ شَيْءٌ مِنْ زِيَادَةٍ وَقَدْ نَقَصَ مِنْهُ شَيْئًا۔

الفاظ میں کمی بیشی ہے۔

---

۴ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

یحییٰ بن یعمر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کو بیان کرتے ہیں جو تفصیل سے گذر چکی ہے۔

---

۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبَهْمِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ایمان کی کیا تعریف ہے آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں اس کی تمام کتابوں، اس سے ملاقات کرنے، اس کے تمام رسولوں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو مان لو، اس نے کہا یا رسول اللہ! اسلام کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے کہا یا رسول اللہ! احسان کی تعریف کیجیے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اس حال میں عبادت کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر اس کیفیت کو نہ پا سکو تو وہ تو تم کو ہر حال دیکھ رہا ہے، اس نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے لیکن میں تم کو قیامت کی نشانیاں بتاتا ہوں، جب برہنہ تن، برہنہ پا لوگوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور جب چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں تو یہ قیامت کی علامت ہے۔ اور یہ علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا (بذاتِ خود) کوئی نہیں جانتا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ قَالَ ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوْا عَلَيَّ الرَّجُلَ فَاَخَذُوْا لِيَرُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَآءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِيْنَهُمْ۔

۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِيْ رِوَايَتِهٖ اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ بَعْلَهَا يَعْنِي السَّرَارِيَّ۔

۷۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوْنِيْ فَهَابُوْهُ اَنْ يَّسْاَلُوْهُ قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ لَا تُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَلِقَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَخْشَى اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنَّكَ اِنْ لَّا تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ

نے اس آیت کو تلاوت فرمایا: (ترجمہ:) "قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں فوت ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر دینے والا ہے۔"

پھر وہ شخص واپس چلا گیا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو واپس بلاؤ صحابہ بلانے گئے تو انھیں کچھ نظر نہ آیا، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلایا یہ جبرائیل تھے جو لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک فرق کے ساتھ یہی روایت منقول ہے، فرق یہ ہے کہ اس میں باندی سے اس کا مالک پیدا ہوگا کی جگہ یہ ہے کہ جب باندی سے اس کا شوہر پیدا ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: مجھ سے سوالات کیا کرو لیکن صحابہ سوال کرنے سے جھجکتے تھے، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں، پھر ایک دن ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اسلام کی تعریف کیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ ایمان کی تعریف کیجئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں، اس سے ملاقات، اس کے تمام رسولوں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور تمام امور کے تقدیر سے وابستہ ہونے پر ایمان لاؤ، اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ احسان کی تعریف کیجئے۔ فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جیسے اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ کر سکو تو وہ ہر حال میں تم کو دیکھ رہا ہے اس

مِنَ السَّائِلِ وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا رَأَيْتَ الْمَرْأَةَ تَلِدُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوكَ الْأَرْضِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَأَيْتَ رِعَاءَ الْبَهْمِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَرَأَ الْآيَةَ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ قَالَ ثُمَّ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوهُ عَلَيَّ فَالْتُمِسَ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرَادَ أَنْ تَعَلَّمُوا إِذَا لَمْ تَسْأَلُوا۔

شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہو گی؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن میں تم کو قیامت کی علامات بتاتا ہوں، جب تم دیکھو کہ باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں تو یہ قیامت کی علامت ہے، جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، بہرے گونگے علاقوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی علامت ہے اور جب تم دیکھو کہ چرواہے عظیم الشان عمارات بنانے لگے ہیں تو یہ قیامت کی علامت ہے اور وقوع قیامت کا علم اس غیب سے متعلق ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا (بذاتِ خود) کوئی نہیں جانتا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (ترجمہ) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں فوت ہو گا۔ (سورت کے آخر تک)۔

پھر وہ شخص چلا گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بلاؤ، اس کو ڈھونڈا گیا، صحابہ کرام نے نہ پایا اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھے انھوں نے چاہا کہ تم یہ باتیں جان لو کیونکہ تم نے ان کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام علماء اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا جواز

اس کتاب کے مرتب نے لکھا: امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری رضی اللہ عنہ نے کہا:

امام مسلم کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دعائیہ جملہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام علماء ربانیین اور صلحاء اور متقین کے نام کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ استعمال کیا جا سکتا ہے، البتہ ہر آدمی اور ہر کس و ناکس کے لیے ان تعظیمی کلمات کو استعمال نہیں کرنا چاہیے، اس کی دلیل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذٰلک لمن خشی ربہ۔ (البینہ: ۸)

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور یہ رضامندی ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم و رضوا عنه۔ (توبہ: ۱۰۰)

مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جو مسلمان ان کی اتباع بالاحسان کریں ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

پہلی آیت میں رضی اللہ عنہ کی بشارت، اللہ سے ہر ڈرنے والے مسلمان کے لیے ہے جس کو عرف میں متقی کہا جاتا ہے اور دوسری آیت میں یہ بشارت مہاجرین اور انصار صحابہ کی اتباع بالاحسان کرنے والوں کے لیے ہے، قیامت تک جو مسلمان صحابہ کرام کی حسن و خوبی کے ساتھ اتباع اور پیروی کریں گے اور ان کا حسن و خوبی کے ساتھ ذکر کریں گے ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی بشارت شامل ہو گی۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

یترضی و یترحم علی سائر العلماء و الاخیار و یکتب کل هذا[1]

تمام علماء دین اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

امام رازی کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی ائمہ مجتہدین کا ذکر کرتے ہیں ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں؛

امام رازی لکھتے ہیں:

قال ابو حنيفة رضي الله عنه اذا مات في الماء دابة ليس لها نفس سائلة لم يفسد الماء وللشافعي رضي الله عنه قولان في الماء القليل ۔[1]

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب پانی میں ایسا جانور مر جائے جس کا بہنے والا خون نہ ہو تو وہ پانی کو نجس نہیں کرتا، اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے کم پانی میں دو قول ہیں۔

نیز امام رازی لکھتے ہیں:

قال ابو حنيفة واصحابه رضي الله عنهم اعضاء المحدث نجسة نجاسة حكمية ۔[2]

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بے وضو کے اعضاء حکمی طور پر نجس ہیں۔

اللہ تعالیٰ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام لکھنے کے آداب

علامہ نووی لکھتے ہیں:

يستحب لكاتب الحديث اذا مر بذكر الله عز وجل ان يكتب عز وجل او تعالى او سبحانه وتعالى او تبارك وتعالى او جل ذكره او تبارك اسمه او جلت عظمته او ما اشبه ذلك وكذلك يكتب عند ذكر النبي صلى الله عليه وسلم بكمالهما لا رامزا اليهما ولا مقتصرا على احدهما وكذلك يقول في صحابي رضي الله عنه فان كان صحابيا ابن صحابي قال رضي الله تعالى عنهما ۔[3]

حدیث لکھنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا نام لکھے تو اس کے ساتھ عزوجل یا تعالیٰ یا سبحانہ وتعالیٰ یا تبارک وتعالیٰ یا جل ذکرہ، یا تبارک اسمہ یا جلت عظمتہ یا اس کے مشابہ کلمات لکھے، اس طرح جب لفظ نبی لکھے تو اس کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم مکمل لکھے اس کو مخفف کر کے صلعم یا ص نہ لکھے نہ صلوٰۃ اور سلام میں سے کسی ایک پر اختصار کرے (نبی علیہ السلام یا نبی علیہ الصلوٰۃ نہ لکھے بلکہ مکمل علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھے) اسی طرح صحابی کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھے اور اگر صحابی ابن صحابی ہو تو رضی اللہ عنہما لکھے۔

آج کل عام لکھنے والوں میں یہ روش ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی صلعم یا نبیؐ لکھتے ہیں، اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابوبکرؓ لکھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے مکمل صلے اللہ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا چاہیے، جیسا کہ علامہ نووی نے اس پر متنبہ فرمایا ہے۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " " " ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۰۸، " " ، "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وفی بعض الکتب اذا کتب اسم اللہ تعالٰی اتبع بالتعظیم بنحو عز وجل وکذا یحافظ علی کتب الصلوۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یسأم من تکرارہ وان لم یکن فی الاصل ویصلی بلسانہ ایضا وکذا الرضی والترحم علی الصحابۃ والعلماء ویکرہ الاقتصار علی الصلوۃ دون السلام وبالعکس وفی حاشیۃ مسکین عدم کراھۃ الافراد اقول لعل المنفیۃ التحریمیۃ والمثبتۃ التنزیھیۃ فیحصل التوفیق ویکرہ الرمز بالصلوۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع عن التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر بلا شک ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصدہ والا فالظاھر انہ لیس بکفر وکون لازم الکفر کفرا بعد تسلیم کونہ مذھبا مختارا محلہ اذا کان اللزوم بینا نعم الاحتیاط فی الاحتراز والشبھۃ۔[1]

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اللہ کا نام لکھا جائے تو تعظیم سے عزوجل لکھا جائے اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھا جائے اور بار بار لکھنے سے اکتاہٹ نہ کی جائے، خواہ اصل کتاب میں صلوٰۃ وسلام نہ لکھا ہو، اور زبان سے بھی صلوٰۃ وسلام کہے، اسی طرح صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھے اور علماء کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھے، صلوٰۃ وسلام میں سے کسی ایک پر اقتصار کرکے دوسرے کو نہ لکھنا مکروہ ہے، ملا مسکین نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ اقتصار مکروہ نہیں ہے لیکن ان کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تحریمی نہیں ہے، اور جنہوں نے مکروہ کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور صلے اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ عنہ کو مخفف کرکے لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ ان کو پورا پورا اور مکمل لکھنا چاہیے، فتاویٰ تاتارخانیہ کے بعض مقامات میں لکھا ہے کہ جس نے علیہ السلام کو مخفف کرکے م لکھا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف بلاشبہ کفر ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس میں یہ قید ہے کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف کے قصد سے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختصر کرکے م لکھے تو وہ کافر ہو جائے گا، ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے اور لازم کفر کا کفر ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو وہ لازم بین پر محمول ہے، ہاں کفر کے شبہ سے احتراز کرنا، اور احتیاط کرنا لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی یا آپ کی صفت کے ساتھ پورا صلوٰۃ وسلام لکھنا واجب ہے، اور ص یا صلعم لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس کو کفر کہا ہے، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے، ہم نے اس پر زیادہ تفصیلی گفتگو اس لیے کی ہے کہ اس دور میں عام اردو میں لکھنے والے مصنفین اس آفت میں مبتلا

---

[1] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ١٢٣١ ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ١ ص ٦، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ١٣٩٥ ھ

ہیں۔ واللہ الموفق!

قضاء و قدر کے لغوی معنی کی تحقیق

حدیث نمبر ایک میں مذکور ہے: جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ معبد جہنی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ میں رہتا تھا۔

قضاء کے معنی ہیں حکم، اللہ تعالیٰ کی قضاء یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم، اور قدر کے معنی ہیں اندازہ، اللہ تعالیٰ کی قدر، یعنی کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اس کے اندازے میں غلطی، اور اس کے علم میں تغیر اور تبدل محال ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

القدر القضاء الموفق يقال قدر الاله كذا تقديرا، واذا وافق الشيء الشيء قلت جاء قدره. ابن سيده: القدر والقدر القضاء والحكم وهو ما يقدره الله عز وجل من القضاء ويحكم به من الامور۔ [1]

قدر کا معنی ہے جس قضا کی توفیق دی گئی، کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو مقدر کر دیا، اور جب ایک چیز کسی چیز کے موافق ہو تو تم کہتے ہو اس کی تقدیر ہو گئی، ابن سیدہ نے کہا قدر اور قَدَر کا معنی ہے: قضاء اور حکم، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کا اندازہ کیا ہے۔

نیز علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

والتقدير على وجوه من المعاني: احدها التروية والتفكير في تسوية امر وتهيئته والثاني تقديره بعلامات يقطعه عليها، والثالث ان تنوي امرا بعقدك تقول: قدرت امر كذا وكذا اي نويته وعقدت عليه ويقال قدرت لامر كذا اقدر له واقدر قدرا اذا نظرت فيه ودبرته وقايسته ومنه قول عائشة رضوان الله عليها فاقدروا قدر الجارية الحديثة السن اي قدروا وقايسوا وانظروا وافكروا فيه، شمر يقال قدرت اي هيأت وقدرت اي اطقت وقدرت اي ملكت وقدرت اي وقّتُّ، قال ابو عبيد اقدر بذرعك بيننا اي ابصر واعرف قدرك (الى قوله) وقدره اي ضيقه، قال الفراء في قوله

تقدیر کے کئی معانی ہیں۔ (۱) کسی چیز کو بنانے میں غور و فکر کرنا، (۲) ایک چیز کو نشانیوں سے دوسری چیز کے مطابق کرنا، (۳) کسی چیز کی نیت کرنا، کسی چیز کا عزم بالجزم کرنا۔ (۴) کسی چیز کے متعلق غور و فکر کرنا، قیاس اور اندازہ کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر (اندازہ) کرو، شمر نے کہا تقدیر کے معنی ہیں بنانا، طاقت رکھنا۔ مالک ہونا اور کسی چیز کا وقت مقرر کرنا، ابوعبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے کسی چیز کا مرتبہ۔ نیز تقدیر کا معنی ہے تنگی کرنا، قرآن مجید میں ہے، حضرت یونس علیہ السلام جب اپنی قوم سے) ناراض ہو کر (اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر) چلے گئے تو انھوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے، اس آیت میں نقدر، تنگی کے معنی میں ہے اور

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران، ۱۴۰۵ھ

عزوجل وذاالنون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه من العقوبة ما قدرنا، فاما من اعتقد ان يونس عليه السلام ظن ان لن يقدر الله عليه فهو كافر لان من ظن ذلك غير مؤمن ويونس عليه السلام رسول لا يجوز ذلك الظن عليه (الى قوله) فاما يكون قوله ان لن نقدر عليه من القدرة فلا يجوز، لان من ظن هذا كفر [1]

جس نے اس کو قدرت کے معنی میں لیا یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قدرت نہیں پائیں گے وہ کافر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے، اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا اس آیت میں نقدر کے لفظ کو قدرت کے معنی میں لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

علامہ ازہری نے لیث سے نقل کیا ہے کہ اَلقَدَر کا معنی ہے، القضاء اور الحکم، اس کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ جو قضاء مقدر کرتا ہے اور جن چیزوں کا حکم دیتا ہے، نیز قدر کا معنی ہے کسی چیز کا مبلغ کو پہنچنا، مثلاً مقدار، اور قدر کا معنی ہے، طاقت، اور متکلم تقدیر کو قدریہ کہتے ہیں، اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسانوں میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم سابق کو ثبت کر دیا اور لکھ دیا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں، قدر کا معنی تنگی بھی ہے، حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو قرآن مجید میں فظن ان لن نقدر علیه (انبیاء: ۸۷) اس کا معنی ہے انھوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے“ اس آیت میں نقدر کو قدرت سے تعبیر کرنا کفر ہے۔ [2]

قضاء وقدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق

علامہ تفتازانی قضاء کا معنی لکھتے ہیں:

هو عبارة عن الفعل مع زيادة الاحكام [3]

قضاء مضبوط کام کو کہتے ہیں:

علامہ خیالی لکھتے ہیں:

يؤيده قوله تعالى فقضاهن سبع سموٰت فهو من الصفات الفعلية وفى شرح المواقف ان قضاء الله تعالى هو ارادته الازلية بالاشياء على ما هى عليه فيما لا يزال فهو من الصفات

قضاء کی فعل کے ساتھ تعبیر کرنے کی تائید اس آیت میں ہے: (ترجمہ:) تو انھیں مکمل سات آسمان بنا دیا (حٰم السجدۃ: ۱۲) لہٰذا قضاء صفات فعلیہ میں سے ہے، اور شرح المواقف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا جیسی وہ ہیں، ارادہ کیا تھا اس

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۷ - ۷۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۸۲ - ۴۸۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۹۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۷ھ

الذاتیۃ ۔[1]

ارادہ کا نام قضاء ہے، اس اعتبار سے قضاء صفات ذاتیہ میں سے ہے۔

فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قال الشارح فی التلویح التحقیق ان القضاء اتمام الشیء اما قولا کما فی قولہ تعالیٰ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ ای حکم، او فعلا کما فی قولہ تعالیٰ فقضاھن سبع سمٰوٰت۔[2]

علامہ تفتازانی نے تلویح میں لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ قضاء کا معنی حکم اور فعل ہے، حکم کے معنی میں یہ آیت ہے: اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (اسراء: ۲۳) اور فعل کے معنی میں یہ آیت ہے: تو انھیں مکمل سات آسمان بنا دیا (حٰم السجدۃ: ۱۲)

نیز فاضل سیالکوٹی لکھتے ہیں:

قضاء کے تین معنی ہیں، ایک لغوی معنی ہے یعنی حکم اور فعل، دوسرا معنی اشاعرہ کی اصطلاح ہے یعنی اشیاء جس طرح نفس الامر اور واقع میں ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ازل میں متعلق تھا، اس کا خلاصہ ہے ارادہ ازلیہ، اور تیسرا معنی فلاسفہ کی اصطلاح ہے یعنی موجودات جس طرح احسن نظام اور اکمل انتظام پر ہیں ان کا ازل میں اللہ تعالیٰ کو جو علم تھا وہ قضاء ہے اور یہی علم تمام موجودات کے لیے مبداء فیضان ہے، اس علم کو حکماء تمام اشیاء کے وجود اجمالی، وجود ظلی، لوح محفوظ اور جوہر عقلی سے بھی تعبیر کرتے ہیں، محقق طوسی نے اشارات میں لکھا ہے عالم عقلی میں تمام موجودات کا بطور تخلیق مجتمع ہونا قضاء ہے اور تمام موجودات کا خارج میں اپنے اپنے مواقع پر تفصیلاً ایک کے بعد دوسرے کا واقع ہونا قدر ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ (حجر: ۲۱)

اور ہر چیز ہمارے خزانوں میں ہے (یعنی ہمیں اس کا علم ہے) اور ہم ہر چیز کو ایک معلوم اور معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں (یعنی اپنے علم اجمالی کے مطابق ہر چیز کو اپنے وقت پر تفصیلی وجود میں لاتے ہیں۔)

علامہ تفتازانی نے بھی تلویح میں لکھا ہے کہ حکماء وجود مخلوقات کو قضاء سے تعبیر کرتے ہیں۔[3]

نوٹ: اللہ تعالیٰ کو ازل میں تمام ممکنات کا جو علم تھا اس کو علم اجمالی ـــــ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ ذات واحد تمام ممکنات کے لیے مبداء انکشافات ہے، علم اجمالی سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ معاذ اللہ اس کا کشف ناقص ہے،

---

[1] علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۶۰ھ، حاشیۃ الخیالی ص ۱۰۲، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

[2] علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۰ھ، حاشیۃ عبدالحکیم علی الخیالی مع الحواشی البہیۃ ص ۲۰۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ

[3] ″ ″ ″ ، حاشیۃ عبدالحکیم علی الخیالی مع الحواشی البہیۃ ص ۲۰۸، ″ ″ ″ ″

بلکہ اس کا کشف تام اور محیط ہے۔

علامہ میر سید شریف نے بھی قضاء و قدر کے یہی معنی اشاعرہ اور علامہ آمدی کے حوالے سے بیان کیے ہیں۔[1]

علامہ کمال بن ابی شریف نے بھی قضاء و قدر کے یہی معنی ذکر کیے ہیں۔[2]

علامہ تفتازانی قضاء و قدر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلاسفہ نے کہا ہے کہ تمام موجودات کلیہ اور جزئیہ کی تمام صور تخلیق اوّل سے عالم عقلی میں معقول تھیں اور جود الٰہی کا یہ تقاضا ہوا کہ ان تمام صورتوں کو حکمت کے ساتھ اپنے اپنے زمانے میں قوت سے فعل کی طرف لایا جائے، اور خارج میں موجود کیا جائے، پس تمام موجودات کا عالم عقلی میں اجمالاً، اجماعاً اور ایجاداً وجود قضاء ہے اور ان تمام موجودات کا خارج اور واقع میں تفصیلاً یکے بعد دیگرے واقع ہونا تقدیر ہے۔ نیز حکماء نے کہا کہ شر قضاء الٰہی میں بالتبع داخل ہے کیونکہ بعض چیزیں محض خیر ہیں جیسے افلاک اور فرشتے اور بعض چیزوں میں شر ہے لیکن ان پر خیر غالب ہے، جیسے اس جہان کی چیزیں، مثلاً مرض شر ہے لیکن صحت خیر ہے اور مرض سے زیادہ ہے یا مثلاً بارش کی وجہ سے بعض چیزوں کو نقصان پہنچتا ہے لیکن اس کی خیر غالب ہے اور حکیم شر قلیل کی وجہ سے خیر کثیر کو ترک نہیں کرتا۔[3]

تقدیر کی تعریف

علامہ تفتازانی تقدیر کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تقديره وهو تحديد كل مخلوق بحده الذي يوجد من حسن وقبح ونفع وضر وما يحويه من زمان او مكان وما يترتب عليه من ثواب وعقاب[4]

ہر مخلوق کی اس کے حسن، قبح نفع، ضرر، اس کے زمانہ (مدت حیات) اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب اور عذاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔

علامہ میر سید شریف نے بھی تقدیر کی یہی تعریف کی ہے۔[5]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تقدیر کو ماننے سے یہ لازم آئے گا کہ کافر اپنے کفر میں اور فاسق اپنے فسق میں مجبور ہو، پھر ان کو ایمان اور اطاعت کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار سے ان کے کفر اور فسق کا ارادہ کیا، لہٰذا یہ جبر نہیں ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ اپنے اختیار سے کفر اور فسق کریں گے اس لیے محال کا مکلف کرنا لازم نہیں آیا۔[6]

---

[1] علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۴۳، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[2] علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف متوفی ۹۰۶ھ، مسامرہ ج ۱ ص ۱۴۳، ۱۴۲، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان

[3] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۴۳ - ۱۴۲، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[4] 〃 〃 〃 ، شرح عقائد نسفی، ص ۶۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[5] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۲۹، مطبوعہ المطبعة الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[6] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۶۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

معتزلہ اور جبریہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے، اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

واللہ خلقکم وما تعملون .
(الصّٰفّٰت: ۹۶)

تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔

معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ ہم از خود چلنے والے اور رعشہ والے کی حرکت میں بداہۃً فرق دیکھتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری اور دوسری اضطراری ہے، نیز اگر انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہو تو انسان کو مکلف کرنا اس کے اچھے کاموں پر مدح اور ثواب اور بُرے کاموں کی مذمت اور ان پر عذاب دینا باطل ہو جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الزام جبریہ کی طرف متوجہ ہوگا جو انسان کے کسب اور اختیار کی بالکلیہ نفی کرتے ہیں، اور ہم بہرحال کسب اور اختیار کے قائل ہیں، جیسا کہ ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے۔

انسان کے افعال اختیاری ہوتے ہیں وہ اگر نیک کام کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اگر بُرے کام کرے تو اس کو عذاب ہوتا ہے، اس کے برخلاف جبریہ، یہ کہتے ہیں کہ بندہ کا بالکل اختیار نہیں ہوتا اور اس کی حرکات جمادات کی حرکت کی طرح ہیں اسے ان پر بالکل قدرت نہیں ہوتی، اور نہ اس کا کوئی قصد اور اختیار ہوتا ہے، اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم کسی چیز کو قوت کے ساتھ پکڑنے اور رعشہ کی حرکت میں بداہۃً فرق کرتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری ہے اور دوسری اضطراری ہے، اور اگر بندے کا بالکل کوئی فعل نہ ہوتا تو اس کو مکلف کرنا صحیح نہیں ہوتا اور نہ اس کے افعال پر ثواب اور عذاب کا استحقاق مرتب ہوتا اور انسان کی طرف اس کے افعال کی نسبت صحیح نہ ہوتی، حالانکہ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اس کی نفی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ۰
(سجدہ: ۱۷)

تو کسی کو (وہ) آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم نہیں جو ان کے لیے پوشیدہ رکھی گئی ہے (یہ) انعام ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔

اما الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلہم جنّٰت المأوٰی نزلا بما کانوا یعملون .
(سجدہ: ۱۹)

بہرحال جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، یہ مہمانی ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔

ھل یجزون الا ما کانوا یعملون .
(اعراف: ۱۴۷)

انھیں وہی بدلہ ملے گا جو کچھ وہ عمل کرتے تھے۔

انہم رجس ز وماوٰہم جہنم ج جزاء بما

بے شک وہ (منافق) ناپاک ہیں، اور ان کا ٹھکانا

کانوا یکسبون۔ (توبہ: ۹۵) جہنم ہے۔ یہ اس کسب کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بندہ کے فاعل بالاختیار ہونے کا صرف یہ معنی ہے کہ وہ قصد اور ارادہ کے ساتھ اپنے افعال کا موجد ہو، اور تم پہلے یہ کہہ چکے ہو کہ بندہ کے افعال کا اللہ تعالیٰ موجد ہے اور مقدور واحد دو مستقل قدرتوں کے تحت داخل نہیں ہو سکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بھی بداہت سے معلوم ہے کہ بعض افعال میں بندہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا مثلاً کسی چیز کو قوت سے پکڑنے میں اس کا دخل ہے اور رعشہ کی حرکت میں اس کا دخل نہیں ہے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کو صرف کرنا کسب ہے اور بندہ کے ارادہ کے بعد اس پر فعل پیدا کرنا خلق ہے، اور فعل کے ساتھ بندہ کی قدرت بہ حیثیت کسب متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بہ حیثیت خلق متعلق ہے۔ [1]

تقدیر کے متعلق اہلِ سُنّت اور اہلِ بدعت کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر ثابت ہے اور تقدیر کا معنی یہ ہے کہ ازل میں اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا (ان کا اندازہ کیا) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جان لیا کہ یہ اشیاء ان اوقات میں اس طرح واقع ہوں گی جن کا اللہ سبحانہ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ سبحانہ کو ازل میں علم تھا، قدریہ (منکرین تقدیر) نے ان کا انکار کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ سبحانہ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا، اور نہ پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا، ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ سبحانہ کو ان کا علم ہوتا ہے، اس فرقہ کو قدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے، متکلمین نے کہا کہ یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے اور اب اہل قبلہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے، البتہ بعد میں قدریہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو تقدیر کے معتقد ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور شر اس کے غیر کی جانب سے ہے، اہل حق تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کرتے ہیں اور تقدیر اور تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور قدریہ افعال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، امام الحرمین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قدریہ اس امت کے مجوس ہیں"۔ آپ نے یہ تشبیہ اس لیے دی ہے کہ مجوس دو خدا مانتے ہیں یزدان خالق خیر اور اہرمن خالق شر اسی طرح قدریہ بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں، یہ امام الحرمین اور امام ابن قتیبہ کا کلام ہے۔ امام الحرمین نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بہت لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قضا اور قدر کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے، تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۶۶ ۔ ۔ ۶۰ ملخصاً وموضحاً، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

کام کرے گا اور کیا کام نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر اور شر میں سے کیا کیا پیدا کیا ہے[1]

قرآن مجید میں ہے:

وکل شیء فعلوہ فی الزبر ۝ وکل صغیر وکبیر مستطر۔ (قمر: ۵۳-۵۲)

اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب نوشتوں میں موجود ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ نوشتوں میں موجود تھا انہوں نے وہی کیا بلکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ پہلے سے موجود تھا اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

یعنی ان سے پہلی امتوں نے جو کچھ اچھے اور برے کام کیے تھے وہ سب لکھے ہوئے تھے، اس آیت میں قرآن مجید کی اس آیت کا بیان ہے:

انا کل شیء خلقنٰہ بقدر۔ (قمر: ۴۹)

بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) اندازے سے بنائی ہے۔

اور زبر سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی انسانوں نے جو کچھ اپنے قصد اور اختیار سے کیا ہے وہ سب پہلے سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، ایک قول یہ ہے کہ کراماً کاتبین نے ان کے کاموں کو اعمال ناموں میں محفوظ کیا ہوا ہے اور انسان کا ہر گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اس کے کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ کا علم سابق اور علم ازلی ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔[2]

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا، یعنی چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے وہ ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کو جانتا تھا، پھر اس نے ان چیزوں کو اپنے علم سابق کے مطابق پیدا کیا، لہٰذا عالم سفلی ہو یا علوی اس میں جو چیز بھی صادر ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہوتا، البتہ مخلوق کا ایک قسم کا کسب ہوتا ہے اور ان کی طرف افعال کی نسبت اور اضافت ہوتی ہے اور یہ کسب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اس کی تیسیر، اس کی توفیق اور اس کے الہام سے ہوتا ہے اور خالق صرف اللہ سبحانہ ہے، اس کے برعکس قدریہ نے یہ کہا کہ اعمال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی مدت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران کا وفد آیا اور انہوں نے کہا عمل ہمارے قبضہ میں ہے اور اجل ہمارے غیر کے قبضہ میں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی:

انا کل شیء خلقنٰہ بقدر۔ (قمر: ۴۹)

بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) اندازے سے بنائی ہے۔

انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لیے گناہ لکھ دیا جاتا ہے، پھر ہمیں اس پر عذاب دیا جاتا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۱۴۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ ھ

ہے؛ آپ نے فرمایا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جھگڑو گے۔!

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو الزبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوس ہیں، ——— وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، وہ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ، اور اگر ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو، نیز امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے، مرجئہ اور قدریہ اور امام نحاس نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ قدریہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے، ان کے لیے میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ وہ مجھ سے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر پر ایمان لانا فکر اور غم کو دور کر دیتا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قسم کھا کر فرمایا: اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خیرات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا منکرین تقدیر سے کہہ دو کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا اللہ تعالیٰ کے اسی علم سابق کو تقدیر کہتے ہیں، بلا تشبیہ و تمثیل جس طرح ایک انجینئر ڈیم بنانے سے پہلے اس کی تمام تفصیلات پر غور کرتا ہے اس میں استعمال ہونے والے میٹریل اور اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے۔ اور ڈیم بنانے سے پہلے اس کا ایک تفصیلی نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس کو بنانے سے پہلے اس کے میٹریل کی استعداد اور اس کی کارکردگی کی عمر کا اندازہ کر کے پیش گوئی کر دیتا ہے کہ مثلاً یہ ڈیم سو سال تک کار آمد رہ سکتا ہے۔ لیکن انجینئر کا علم چونکہ ناقص ہوتا ہے اس لیے اس کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور صحیح ہے اس لیے اس کے اندازہ میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسے اس کائنات کی تمام حقیقتوں کا پیدا کرنے سے پہلے علم تھا کہ بعد میں پیدا ہونے والی یہ تمام مخلوق کس نہج پر کام کرے گی۔ کتنا عرصہ کام کرے گی اور اس کے کیے ہوئے کاموں میں سے کتنے کام قابل ستائش ہوں گے اور کتنے لائق مذمت، اللہ تعالیٰ کے اسی ازلی علم کا نام تقدیر ہے۔

تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔	بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷، ص ۱۴۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

(طلاق، ۳)

اندازہ مقرر کیا ہے۔

نحن قدرنا بینکم الموت (الواقعہ، ۶۰)

ہم نے ہی تمہارے درمیان موت کو مقدر فرمایا۔

وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب۔ (فاطر: ۱۱)

اللہ کے علم سے ہی ہر مادہ حاملہ ہوتی ہے اور وضع حمل کرتی ہے، اور جس عمر رسیدہ شخص کو عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے، وہ سب لوح محفوظ میں ہے۔

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبراھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتکم واللہ لا یحب کل مختال فخور۔

(حدید، ۲۳-۲۲)

زمین میں یا تمہارے نفسوں میں تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے، یہ اس لیے ہے کہ اگر کوئی چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو تم اس پر افسوس نہ کرو، اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو، اور اللہ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولنا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔

(توبہ: ۵۱)

آپ فرما دیجئے، ہمیں وہی (مصیبت) پہنچتی ہے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے، وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

یقولون لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ھھنا قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم (اٰل عمران: ۱۵۴)

منافق کہتے ہیں اگر ہماری بات مان لی جاتی تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، آپ کہیے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے لیے یہاں مرنا مقدر ہو چکا تھا وہ از خود نکل کر اپنے مقتل میں چلے آتے۔

ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔

(اعراف: ۳۴)

اور ہر قوم کی ایک میعاد ہے، اور جب ان کی میعاد آ جائے گی تو وہ ایک پل (ساعت) مؤخر ہو سکیں گے نہ مقدم۔

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ وان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذہ من عند اللہ وان تصبھم سیئۃ یقولوا ھذہ من عندک قل کل من عند اللہ فمال ھؤلاء القوم

تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم کو موت آ پکڑے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کچھ بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں (اے رسول) یہ آپ کی طرف سے ہے، آپ فرما دیجئے!

لا یکادون یفقھون حدیثا۔
(نساء، ۷۸)

کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اس قوم کو کیا ہوگیا ہے وہ یہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

انسان کے لیے آزادیٔ عمل اور کسب اور اختیار کا بیان

مسئلہ تقدیر میں ایک قوم نے غلو کیا اور یہ کہا کہ انسان مجبور محض ہے، اس کو کسی چیز کا اختیار نہیں ہے، یہ نظریہ بھی باطل ہے، یہ درست ہے کہ انسان کے عمل اور ارادہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نوع کا اختیار دیا ہے خلق اللہ کی جانب سے ہے اور کسب بندہ کی جانب سے ہے، اگر انسان کاسب اور مختار نہ ہوتا، تو انبیاء علیہم السلام کو حق کی تبلیغ کے لیے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مکلف کرنا، اور اس کو اس کے اعمال پر جزا اور سزا دینا بے معنی اور عبث ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا ہے، شر کی طرف ترغیب کے لیے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی طرف رہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انسان کو عقل و شعور دے کر یہ اختیار دیا کہ وہ ان میں جس راستے کو چاہے اختیار کرے، پھر وہ جس کام کا قصد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قدرت اس میں پیدا کر دیتا ہے اور وہ کام اس کے لیے آسان کر دیتا ہے، خواہ نیکی ہو یا بدی اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزاء اور سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الم نجعل له عينين ٥ ولسانا و شفتين ٥ وهدينه النجدين ٥ فلا اقتحم العقبة ٥
(بلد: ۸ - ۱۱)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں، اور (اس کی) زبان اور دو ہونٹ (نہیں بنائے) اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھا دیے تو وہ (عمل کی) دشوار گھاٹی میں سے کیوں نہیں گذرا!۔

ان سعيكم لشتى ٥ فاما من اعطى واتقى ٥ وصدق بالحسنى ٥ فسنيسره لليسرى ٥ واما من بخل واستغنى ٥ وكذب بالحسنى ٥ فسنيسره للعسرى ٥
(اللیل: ۴ - ۱۰)

بلا شبہ تمہاری کوششیں مختلف نوع کی ہیں، تو جس نے (راہ حق میں) دیا اور اللہ سے ڈرا، اور اچھی بات کو سچ مانا، تو عنقریب ہم اس کے لیے سہولت کا راستہ آسان کر دیں گے، اور جس نے (راہ حق میں) بخل کیا اور بے پروا رہا اور نیک بات کو جھٹلایا تو ہم بہت جلد اس کے لیے دشواری کا راستہ مہیا کر دیں گے۔

والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا۔ (عنکبوت: ۶۹)

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔

وان ليس للانسان الا ما سعى ٥ وان سعيه سوف يرى ٥ ثم يجزىه الجزاء الاوفى ٥ (نجم، ۳۹ - ۴۱)

انسان کو وہی اجر ملے گا جس کی وہ سعی کرتا ہے، اور عنقریب اس کی سعی دیکھی جائے گی، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ○ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ○ (زلزال: ۸-۷)

تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کی (جزاء) دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کی (سزا) دیکھے گا۔

انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ میں مختار ہونا

اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ انسان کن امور میں مجبور ہے، انسان امور سماویہ یا امور تکوینیہ میں مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں مختار ہے، مثلاً موت اور حیات، صحت اور مرض، حوادث اور مصائب، رزق کی تنگی اور دیگر سماوی اور تکوینی امور میں انسان مجبور ہے، اور ایمان اور کفر، نیک عمل اور بد عمل کرنے میں انسان مختار ہے اور انہی کے اعتبار سے انسان جزاء اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، ہم نے تقدیر کے ثبوت میں جو قرآن مجید سے آیات پیش کی تھیں، ان کا تعلق آسمانی اور تکوینی امور سے تھا جن میں انسان مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں انسان مختار ہے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر

(کہف: ۲۹)

تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وما ربک بظلام للعبید۔

(حم السجدۃ: ۴۶)

جس نے نیک کام کیا تو اپنے نفع کے لیے اور جس نے برا کام کیا تو اپنے ضرر کے لیے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت۔

(بقرۃ: ۲۸۶)

نفس نے جو (نیک کام) کیا تو اس کا فائدہ اسی کے لیے ہے، اور اس نے جو (برا کام) کیا تو اس کا ضرر (بھی) اسی کے اوپر ہے

بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض دلوں پہ مہر لگا دیتا ہے، پھر اگر وہ ایمان نہ لائیں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم۔

(بقرۃ: ۷)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر ثبت کر دی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے قصد اور اختیار سے بہت سخت جرم کیے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی ایسی شدید گستاخی کی جو ناقابل معافی تھی تو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا ان کے دلوں پہ مہر لگا دی کہ اب ان کے لیے ایمان لانا ممکن ہی نہیں رہا، قرآن مجید میں ہے:

فبما نقضہم میثاقہم وکفرہم بایت اللہ وقتلہم الانبیاء بغیر حق وقولہم قلوبنا غلف ط بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یؤمنون الا قلیلا۔

پھر ان کی عہد شکنی کے باعث، اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیاء کو ناحق قتل کیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، (غلاف نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے

(نساء: ۱۵۵)

ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے۔

اتخذوا ایمانهم جنة فصدوا عن سبیل الله ط انهم ساء ما کانوا یعملون ٥ ذلك بانهم امنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون ٥

(منافقون: ۲-۳)

منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا، پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا، بے شک وہ بہت ہی بُرے کام کر رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انھوں نے (دل کا) کفر ظاہر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ (کچھ) نہیں سمجھتے۔

اذا تتلی علیه ایتنا قال اساطیر الاولین ٥ کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون ٥

(تطفیف: ۱۳-۱۴)

جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں، (تو) کہتا ہے (یہ) پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں! ہرگز نہیں! بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث

تقدیر کی دو قسمیں ہیں تقدیر معلق اور تقدیر مبرم، تقدیر معلق بدلتی رہتی ہے اور تقدیر مبرم اٹل اور محکم ہے اس میں تبدیلی محال ہے کیونکہ تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تبدیلی جہل کو مستلزم ہے نہ اس کا علم بدل سکتا ہے نہ تقدیر مبرم بدل سکتی ہے، تقدیر معلق یہ ہے کہ مثلاً لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص شقی ہے یا سعید ہے، یا فلاں کی عمر اتنی ہے پھر اگر وہ کوئی نیک کام کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا کرے تو اس کی شقاوت، سعادت سے بدل جاتی ہے یا اس کی عمر بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ نیک کام نہ کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا نہ کرے تو وہ بدستور شقی رہتا ہے اور اس کی عمر اتنی ہی رہتی ہے اس کو محو اور اثبات سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں یہ مقرر ہوتا ہے کہ وہ بالآخر شقی ہوگا یا نہیں ہوگا اور اس کی عمر بڑھے گی یا نہیں اور یہی تقدیر مبرم ہے اس کو ام الکتاب سے بھی تعبیر کرتے ہیں مفسرین نے اس آیت سے تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کا استنباط کیا ہے:

یمحوا الله ما یشاء و یثبت ج و عنده ام الکتاب۔

(رعد: ۳۹)

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

اس آیت میں محو اور اثبات سے مراد قضاء معلق ہے اور ام الکتاب سے مراد قضاء مبرم ہے۔

قضاء معلق کا ذکر ان احادیث میں ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سلمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر هذا حدیث حسن

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی ہے اور عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے یہ حدیث حسن

غریب۔ [۱]

غریب ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزید فی العمر الا البر ولا یرد القدر الا الدعاء وان الرجل لیحرم الرزق بخطیئۃ۔ [۲]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے اور تقدیر صرف دعا سے ٹلتی ہے اور انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سرہ ان یبسط لہ رزقہ او ینسأ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ [۳]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس کو رزق کی کشادگی یا عمر میں زیادتی سے خوشی ہو وہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [۴]

اور قضاء مبرم کے متعلق یہ احادیث ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو ہریرۃ قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جف القلم بما انت لاق۔ [۵]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق فواللہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل النار حتی ما یکون بینہ وبینھا غیر ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل الجنۃ فیدخلھا وان الرجل لیعمل بعمل اھل

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا اور آپ بہت سچے ہیں "بخدا تم میں سے کوئی شخص دوزخ کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرتا ہے اور جنت

---

[۱] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، " " "

[۳] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[۴] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[۵] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الجنة حتی ما یکون بینه وبینها غیر ذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل النار فیدخلها۔ [1]

میں داخل ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء

قضاء معلق اور قضاء مبرم کے متعلق مفسرین کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

امام رازی یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے تو پھر لوح میں کسی چیز کے مٹانے اور اس کو ثابت رکھنے کا کیا مطلب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس محو اور اثبات کے متعلق بھی قلم خشک ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور اس کی قضاء میں یہ پہلے سے تھا کہ کس چیز کو مٹانا ہے اور کس چیز کو باقی رکھنا ہے، اور اس آیت میں ام الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ [2]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور یہ محو اور اثبات قضاء میں پہلے سے تھا، اور جو کچھ قضاء میں مقرر ہو چکا ہے وہ حتمی طور پر واقع ہوتا ہے، حضرت ابن عباس سے ام الکتاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ [3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

بعض افاضل نے تقدیر کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ ہر چیز میں تغیر اور تبدل ممکن ہے حتیٰ کہ قضاء ازلی میں بھی تغیر اور تبدل ممکن ہے، ان کے بعض دلائل یہ ہیں:

حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی:

وقنی شر ما قضیت۔

تو نے جو قضا کی ہے اس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔

اس دعا میں قضاء ازلی کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہے اور اگر قضاء ازلی میں تغیر ممکن نہ ہوتا تو اس سے محفوظ رہنے کی طلب صحیح نہیں تھی، نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے لیے نہ آنے کا عذر بیان کیا تو فرمایا:

خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا

مجھے یہ خدشہ ہے کہ تراویح تم پر فرض کر دی جائیگی

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

عنہا۔

اور تم اس کے پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے!

کیونکہ اگر قضاء ازلی میں اس کا فرض ہونا تھا تو یہ ہر حال میں فرض ہوتی اور اگر قضاء سابق میں اس کی فرضیت نہیں تھی تو اگر آپ تراویح پڑھاتے رہتے تب بھی اس کا فرض ہونا محال تھا۔ اس لیے آپ کو تراویح کی فرضیت کا جو خدشہ تھا وہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، نیز شب معراج آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ صرف پانچ نمازیں فرض ہوں گی اور ان کے علاوہ نماز فرض نہیں ہوگی، اس کے باوجود آپ کو یہ خدشہ تھا کہ تراویح فرض نہ ہو جائے اور یہ خدشہ بھی صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، نیز جب سخت آندھی آتی تو آپ کو یہ خوف ہوتا کہ کہیں قیامت نہ آگئی ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ قیامت آنے سے پہلے مہدی کا ظہور ہوگا، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا خروج ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا، اور ان علامتوں کے ظہور سے پہلے آپ کو قیامت کے آنے کا خوف دامن گیر ہونا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب آپ کے نزدیک قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، اسی طرح جن صحابہ کو آپ نے جنت کی بشارت دے دی تھی، وہ بھی دوزخ سے بہت ڈرتے تھے، حتیٰ کہ بعض یہ کہتے تھے کہ "کاش میری ماں نے مجھ کو جنا نہ ہوتا" حضرت عمر یہ فرماتے تھے کہ اگر یہ اعلان کر دیا جائے کہ ایک شخص کے سوا سب جنت میں چلے جائیں گے تو مجھے یہ گمان ہوگا کہ وہ ایک میں ہوں" اور جب مخبر صادق ان کے جنتی ہونے کی خبر دے چکے ہیں تو ان کے گمان کی صرف یہ وجہ ہے کہ قضاء میں تغیر ممکن ہے، نیز اگر قضاء میں تغیر ممکن نہ ہو تو پھر دعا کرنا لغو اور عبث ہوگا، کیونکہ اگر وہ کام ہونا ہے تو دعا کرے یا نہ کرے وہ کام ہو جائے گا اور اگر نہیں ہونا تو دعا بے سود ہے اور اس کام کو طلب کرنا محال کو طلب کرنا ہے، حالانکہ دعا کرنے کا حکم ہے، اور اس کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ محض بندگی کے اظہار اور اللہ کی طرف احتیاج کو بیان کرنے کے لیے دعا کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ادعونی استجب لکم۔

تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

نیز امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

لا ینفع الحذر من القدر ولکن اللہ تعالٰی یمحو بالدعاء ما یشاء من القدر۔

تقدیر سے ڈرنے سے فائدہ نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ دعاء کے سبب جو چاہتا ہے تقدیر سے مٹا دیتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور امام ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت (یمحو اللہ ما یشاء) کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاقرت عینک بتفسیرھا ولاقرت عین امتی بعدی بتفسیرھا الصدقۃ علی وجھھا وبر الوالدین واصطناع المعروف محول الشقاء سعادۃ ویزید فی العمر ویقی مصارع السوء۔

میں اس آیت کی تفسیر کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کروں گا اور میرے بعد میری امت کی آنکھیں تم ٹھنڈی کرنا، صحیح طریقے سے صدقہ کرنا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا اور نیکی کے کام کرنا، شقاوت کو سعادت سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس حدیث کا معنی اسی وقت درست ہوگا جب قضاء میں تغیر ممکن ہو، اور تقدیر میں تغیر اور تبدل کے متعلق اس قدر زیادہ احادیث اور آثار ہیں جو شمار سے باہر ہیں، لیکن اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ قضاء میں تغیر اور تبدل کے متعلق جس قدر احادیث اور آثار ہیں ان سب کا رجوع قضاء معلق کی طرف ہے اور قضاء میں تغیر اور تبدل کے بعد جو کچھ ہونا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے اور وہی تقدیر مبرم ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر اور تبدل ممکن نہیں ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا تعالی اللہ عن ذٰلک علوًا کبیرًا۔ [1]

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کی آراء

قضاء مبرم اور قضاء معلق کے متعلق محدثین کی آراء حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں جو نیک اعمال کی وجہ سے رزق اور عمر میں زیادتی کا ذکر ہے، یہ فرشتوں اور لوح محفوظ کے اعتبار سے ہے، مثلاً فرشتوں کے لیے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے، البتہ اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کی عمر چالیس سال زیادہ کر دی جائے گی، اور اللہ سبحانہ کو علم ہوتا ہے کہ واقع میں اس کی عمر کتنی ہوگی، اور قرآن مجید کی آیت یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت سے یہی مراد ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے اس کی عمر میں کوئی زیادتی نہیں ہے بلکہ زیادتی محال ہے اور مخلوق پر جو لوح محفوظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے زیادتی ہے اور یہی حدیث میں مراد ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں ہے اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا، اور جو چیز مخلوق کے علم میں ہے اس کے اعتبار سے تغیر اور تبدل جائز ہے، اس علم کا تعلق کراماً کاتبین اور دیگر ان فرشتوں سے ہوتا ہے جو انسانوں کے ساتھ موکل ہوتے ہیں، اور اسی علم میں محو اور اثبات واقع ہوتا ہے، مثلاً علم کا زیادہ اور کم ہونا، اور جو چیز اللہ کے علم میں ہے اس میں کوئی محو اور اثبات نہیں ہے اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ [3]

حافظ بدرالدین عینی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابو موسیٰ مدینی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا میری امت میں سے ایک شخص کے پاس ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آیا تو اس کے پاس اس کے باپ کی نیکی آئی اور اس نے ملک الموت کو واپس کر دیا۔ انھوں نے کہا یہ حدیث بہت حسن ہے۔ نیز انھوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! اپنے رب سے

---

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۳، ص ۱۷۱۔ ۱۷۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

ڈر اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر، اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر، اس سے تیری عمر میں اضافہ ہوگا، تیری آسانیاں (مزید) آسان ہوں گی، تیری مشکلات دور ہوں گی اور تیرا رزق آسان ہوگا، اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی عمر کو زیادہ کرتی ہے، اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر میں زیادتی صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتی ہے اور رزق میں زیادتی صرف صلہ رحمی سے ہوتی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا، صحیح طریقہ سے صدقہ دینا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، نیک کام کرنا، اور صلہ رحمی کرنا، بُری تقدیر کو اچھی تقدیر سے بدل دیتا ہے عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس شخص نے ان میں سے ایک نیکی بھی کر لی، اللہ تعالیٰ اس کو تینوں درجے عطا کرتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک انسان صلہ رحمی کرتا رہتا ہے اور اس کی (مقرر کردہ) عمر میں سے صرف تین دن باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال زیادہ کر دیتا ہے، اور ایک آدمی قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق منقطع) کرتا رہتا ہے اور ابھی اس کی (مقرر کردہ) عمر میں تیس سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کم کر دیتا ہے، حتیٰ کہ اس کی عمر میں صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں پھر کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور انھوں نے داؤد بن عیسیٰ سے روایت کیا کہ تورات میں لکھا ہے کہ صلہ رحمی، حسن اخلاق اور رشتہ داروں سے نیکی کرنا گھروں کو آباد رکھتا ہے، مال میں اضافہ کرتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے، خواہ لوگ کافر ہوں، پھر کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور حضرت ابو سعید خدری نے اس حدیث کو تورات سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (یہ تمام احادیث حافظ ابو موسیٰ مدینی نے الترغیب والترہیب میں اپنی اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں۔)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رزق اور عمر تقدیر میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے پھر اس میں یہ کمی اور زیادتی کس طرح متصور ہوگی؟ علامہ ابو الفرج نے اس کے پانچ جواب دیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

(۱)۔ رزق میں زیادتی سے مراد رزق کی وسعت اور عمر میں زیادتی سے مراد صحت بدن ہے کیونکہ غنیٰ کو حیات اور فقر کو موت کہا جاتا ہے۔

(۲)۔ انسان کی زندگی سو سال لکھی گئی، اور اس کی نیکی کی زندگی کے اسّی سال لکھے گئے اور جب اس نے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی میں بیس سال بڑھا دیے۔ یہ دونوں جواب علامہ ابن قتیبہ نے دیے ہیں۔

(۳)۔ عمر میں یہ زیادتی بھی ازل میں مقرر تھی، لیکن اس اضافہ کو بطور انعام کے صلہ رحمی پر موقوف کیا گیا تھا گویا، یوں لکھا گیا تھا کہ فلاں شخص پچاس سال زندہ رہے گا اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو ساٹھ سال زندہ رہے گا۔

(۴)۔ یہ زیادتی لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے (یعنی لوح میں پچاس سال مٹا کر ساٹھ سال لکھ دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کے مغائر ہے سو اللہ تعالیٰ کو جو انسان کی عمر کی انتہا معلوم ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں ہے اور

لوح محفوظ میں لکھی ہوئی عمر کو کبھی مٹا کر بڑھا دیا جاتا ہے اور کبھی اس کو برقرار رکھا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو انجام کار اس کی عمر کا جو علم ہے وہ حتمی اور قطعی ہے، اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں ہے، اگر یہ اشکال ہو کہ جب انسان کی حتمی عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی تو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی عمر میں کمی اور بیشی کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معاملات ظواہر پر مبنی ہیں اور معلوم باطن (اللہ تعالیٰ کا ازلی علم) مخفی ہے اس پر کوئی حکم معلق نہیں ہے پس یہ جائز ہے کہ لوح محفوظ کے لکھے گئے میں زیادتی اور کمی اور محو اور اثبات ہو تاکہ یہ کمی بیشی شارع علیہ السلام کی ترجمانی سے انسانوں تک پہنچے اور اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی فضیلت اور سعادت اور ماں باپ کی نافرمانی کی مذمت اور نحوست کا علم ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اس زیادتی اور کمی کا ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ تعلق ہو اور انھیں انسان کی عمر کو برقرار رکھنے اور اس میں تبدیلی کرنے کا حکم دیا جائے اور حتمی اور قطعی حکم پر ملائکہ علیہم السلام کو اطلاع نہ ہو۔

(۵)۔ عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت، نیک کاموں کی توفیق دینا اور کم عمر میں اپنی ان مہمات اور مقاصد کو انجام تک پہنچانا ہے جن کو دوسرے زیادہ عمر میں بہ مشکل پہنچا سکتے ہیں، اور قاضی عیاض نے یہ کہا اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد اس کا ذکر خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہے گا گویا کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے اور حکیم ترمذی نے کہا اس سے مراد برزخ میں کم عرصہ کا قیام ہے۔ [1]

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء

جن احادیث میں نیکی سے عمر میں اضافہ کا ذکر ہے، ان کے متعلق علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر انسان نے مثلاً یہ نیکی نہیں کی تو اس کی عمر چالیس سال ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان وہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے علم کی بناء پر اس اضافہ کی نسبت اس نیکی کی طرف کر دی گئی۔ [2]

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

> بلکہ صحیح جواب یہ ہے کہ یہ تمام احادیث اخبار آحاد ہیں اور جن آیات قطعیہ سے تقدیر مبرم ثابت ہے یہ ان سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں یا پھر عمر میں اضافہ سے مراد خیر اور برکت میں اضافہ ہے۔ [3]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اس بحث میں لکھتے ہیں:

> بعض احادیث میں مذکور ہے کہ عبادت سے عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مسبب مقدر ہے اسی طرح سبب بھی مقدر ہے اور یہ جواب مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا دم اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہیں، تو آپ نے فرمایا دم اور دعا کو بھی اللہ نے مقدر کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۲۔ ۱۸۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[3] علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ الخیالی ص ۱۱۳، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت ۚ وعندہ ام الکتاب ۔ (رعد: ۳۹)

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے ۔

اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دو کتابیں ہیں، ایک کتاب المحو والاثبات ہے، جس میں تغیر اور تبدل ہوتا ہے اور ایک ام الکتاب ہے جس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔

نیز علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

مسئلہ تقدیر میں لوگوں کی بعض خرافات ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ قضاء کی دو قسمیں ہیں ایک مبرم ہے جس میں تغیر نہیں ہوتا اور ایک قضاء معلق ہے جس میں دعاء اور دوا سے تغیر ہو جاتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ کل قضاء مبرم ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے منقلب ہو جائے گا۔ تعالی اللہ عن ذلک۔

انہی خرافات میں سے بعض شارحین بیضاوی کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم بھی متغیر ہو جاتا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک بچہ کے قرآن مجید پڑھنے سے حتمی عذاب اٹھ جاتا ہے اور تم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اسی طرح بعض صوفیا کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں صرف شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز تصرف کرتے ہیں، اور انہی خرافات میں سے یہ قول ہے کہ بعض مشائخ سے دعا کا سوال کیا گیا، انہوں نے کہا قضاء الٰہی میں اس کے خلاف مقرر ہو چکا ہے، پھر انہوں نے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہو گئی، اس قسم کے تمام اقوال باطل ہیں ۔[1]

میں کہتا ہوں کہ جن مشائخ اور اکابر صوفیہ کی عبارات میں یہ مذکور ہے کہ ان کی دعا سے قضاء مبرم ٹل جاتی ہے اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد مبرم اضافی ہے حقیقی مبرم نہیں ہے، مبرم اضافی سے یہ مراد ہے کہ حقیقت میں قضاء معلق ہے لیکن ان سے کم درجہ کے مشائخ کی دعا سے وہ قضاء نہیں ٹل سکتی تھی، اس لیے ان کے اعتبار سے وہ مبرم تھی، اور جو قضاء حقیقۃً مبرم ہو وہ اٹل ہے اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا، اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے، باقی علامہ پرہاروی کا قضاء معلق کو خرافات میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

تقدیر کا موضوع بہت وسعت کو چاہتا ہے، ہم نے یہاں مختصراً گفتگو کی ہے، تقدیر کے بعض پہلوؤں پر ہم نے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے، جو مقالات سعیدی میں شامل ہے، اور اس کے بعض دوسرے پہلوؤں پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بحث کی ہے، جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ ان مقامات کا بھی مطالعہ کریں۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم ان لوگوں (منکرین تقدیر) سے ملو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لاتعلق ہوں، اور وہ مجھ سے، اور عبد اللہ بن عمر حلفیہ کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

---

[1] علامہ عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۹۸ - ۲۹۶ ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعقیدہ لوگوں میں میل جول اور دوستی رکھنا حرام ہے، البتہ محبت اور دلی تعلق کے بغیر ان سے محض معاملہ اور کاروبار کرنا جائز ہے، کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت اور دوستی کی ممانعت قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے ثابت ہے۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق ج (ممتحنۃ: ۱)	اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔
یاایھا الذین اٰمنوا لاتتولوا قوما غضب اللہ علیھم قد یئسوا من الاٰخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور۔ (ممتحنۃ: ۱۳)	اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا، بے شک وہ آخرت سے مایوس ہوچکے، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہوچکے ہیں۔
لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم۔ (مجادلۃ: ۲۲)	(اے محبوب!) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انھیں اس حال پر نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہوں، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قریبی رشتہ دار!
لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ج ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقٰۃ ط ویحذرکم اللہ نفسہ ط والی اللہ المصیر۔ (اٰل عمران: ۲۸)	ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اگر تم ان سے جان بچانا چاہو، تو دوستی کے اظہار میں حرج نہیں) اور اللہ تمہیں اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔
ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ھود: ۱۱۳)	اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پہنچے گی۔

یا یھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا۔ (آل عمران ۱۱۸)

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ، وہ تمہاری تباہی میں کمی نہیں کریں گے۔

واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

(انعام: ۶۸)

اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے، حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔

اذا سمعتم ایت اللہ یکفر بھا ویستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلھم

(نساء ۱۴۰)

جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا استہزاء کیا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (ورنہ) بلاشبہ اس وقت تم (بھی) انھی کی مثل ہو جاؤ گے۔

آخرالذکر دو آیتوں سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے پاس اس وقت بیٹھنا منع ہے جب وہ دین اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں، ان کی مجلس میں مطلقاً بیٹھنا منع نہیں ہے، البتہ کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت اور دوستی رکھنا مطلقاً حرام اور ممنوع ہے، جیسا کہ باقی ذکر کردہ آیات سے واضح ہو گیا۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال سیکون فی اخر امتی اناس یحدثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاھم۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں۔

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ولا یفتنونکم۔ [1]

نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا رأیتم الذین یتبعون ما تشابه منه فاولئك الذین سمی الله فاحذروهم۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی تاویل کرتے ہیں، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دلوں میں کجی ہے، ان سے اجتناب کرو۔

عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال القدریة مجوس هذه الامة ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدریہ اس امت کے مجوس ہیں، وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔

عن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لكل امة مجوس ومجوس هذه الامة الذین یقولون لا قدر من مات منهم فلا تشهدوا جنازته ومن مرض منهم فلا تعودوهم۔ [4]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کے مجوس ہیں، اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو منکر تقدیر ہیں، وہ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔

عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا تجالسوا اهل القدر ولا تفاتحوهم۔ [5]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منکرین تقدیر کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو۔

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعائشة یا عائشة ان

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۴-۲۷۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸، " " " "

[4] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸، " " " "

[5] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۳، " " " "

الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا ھم اصحاب البدع واصحاب الاھواء لیس لھم توبۃ انا منھم بری وھم منی براء رواہ الطبرانی فی الصغیر وفیہ بقیۃ ومجالد بن سعید وکلاھما ضعیف[1]

فرمایا: "جن لوگوں نے دین میں تفریق کی وہ ایک گروہ تھا:" اس سے مراد بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں، ان کی توبہ نہیں ہے میں ان سے بری ہوں اور یہ مجھ سے بری ہیں، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا ہے اور اس میں بقیہ اور مجالد بن سعید دو ضعیف راوی ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

والعقیلی فی الضعفاء عن انس ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم[2]

امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے اصحاب اور سسرال کو منتخب فرمایا، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو میرے اصحاب اور سسرال والوں کو برا کہیں گے اور ان کے عیب نکالیں گے، تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا، ان کے ساتھ پینا نہ کھانا، اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن ایوب: قال ابو قلابۃ لا تجالسوا اھل الاھواء ولا تجادلوھم فانی لا امن ان یغمسوکم فی ضلالتھم اویلبسوا علیکم ما کنتم تعرفون۔[3]

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا گمراہ فرقوں کے پاس نہ بیٹھو، نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو مبتلاء کر دیں گے، یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کر دیں گے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے[4]

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر قال: لا تجالسوا اھل الاھواء فانھم الذین یخوضون فی ایات اللہ[5]

ابو جعفر کہتے ہیں کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ نہ بیٹھو، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں کج بحثی

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ ص ۴، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ

[3] امام عبد اللہ بن عبد الرحمان داری متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۷، ص ۶۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[5] " " " " شعب الایمان ج ۷ ص ۶۰، " " " " "

کرتے ہیں۔

عن الوضين بن عطاء قال اوحى الله عز و جل الى يوشع بن نون انى مهلك من قومك مائة الف و اربعين الفا من خيارهم وستين الفا من شرارهم قال: يا رب تهلك شرارهم فما بال خيارهم؟ قال: انهم يدخلون على الاشرار فيأكلونهم ويشاربونهم ولا يغضبون غضبي۔[1]

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نیکوکاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں! حضرت یوشع نے عرض کیا اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے گا، نیکوکاروں کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بدکاروں کے پاس جاتے تھے، ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال

کفار، مشرکین اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی اور محبت رکھنا تو مطلقاً حرام اور ممنوع ہے، البتہ غیر حربی کافروں اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا اور معاشرتی معاملات قائم رکھنا جائز ہے اور مرتدین کے ساتھ ہر قسم کا معاملہ کرنا، ناجائز اور حرام ہے۔

غیر حربی کافروں اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور معاشرتی معاملات کے جواز پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين. (ممتحنة: ۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا، جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، شعب الایمان ج ۷، ص ۵۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم هاجر ابراهيم بسارة فدخل قرية فيها ملك او جبار فقال اعطوها أجر واهديت للنبي صلى الله عليه وسلم شاة فيها سم وقال ابو حميد واهدى ملك ايلة للنبي صلى الله عليه وسلم بغلة بيضاء فكساه بردا وكتب لهم ببحرهم۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی وہ ایک بستی میں گئے جس میں ایک ظالم بادشاہ تھا، اس ظالم بادشاہ نے کہا حضرت سارہ کو ہاجرہ ہدیہ میں دے دو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت کی طرف سے ایک زہر آلود بکری دی گئی، اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ کو ایک چادر پہنائی اور اس کے لیے اس علاقے کی حکومت لکھ دی۔

عن انس ان اكيدر دومة اهدى الى النبي صلى الله عليه وسلم [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اکیدر دومہ (تبوک کے قریب ایک بستی کا عیسائی سردار) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا۔

صحیح مسلم میں ہے اس نے آپ کو ایک ریشمی کپڑا ہدیہ کیا تھا۔ [3]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن ابي بكر قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثين ومائة فقال النبي صلى الله عليه وسلم هل مع احد منكم طعام فاذا مع الرجل صاع من طعام او نحوه فعجن ثم جاء رجل مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها فقال النبي صلى الله عليه وسلم بيعا ام عطية او قال ام هبة قال لا بل بيع فاشترى منه شاة۔ [4]

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم ایک سو تیس نفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی ایک شخص کے پاس طعام ہے؟ اس وقت کسی ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے قریب طعام تھا اس کو گوندھا گیا! پھر ایک دراز قد مشرک آدمی آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، وہ بکریاں ہنکاتا ہوا لا رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بکریاں بیچو گے یا ہبہ کرو گے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶ " " " "

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

میں بیچوں گا، آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

عن اسماء بنت ابي بكر قال قدمت علي امي وهي مشركة في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستفتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت وهي راغبة افاصل امي قال نعم صلي امك۔ [1]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میری والدہ میرے پاس آئیں وہ اس وقت مشرکہ تھیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں نے کہا وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں، کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔

امام ابن عدی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابي سعيد الخدري قال اهدى ملك الروم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم هدايا فيها جرة زنجبيل فقسمها بين اصحابه فاعطى كل انسان قطعة فاعطاني قطعة۔ [2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ ہدیے بھیجے، جن میں ایک سونٹھ کا گھڑا تھا، آپ نے اس کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا، آپ نے ہر انسان کو ایک ٹکڑا دیا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا دیا۔

عن انس ان اكيدر دومة الجندل اهدى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم جرة من مَن فاعطى اصحابه قطعة قطعة۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دومۃ الجندل کے ایک عیسائی سردار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گوند کا ایک گھڑا ہدیہ کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کا ایک ایک ٹکڑا عطا فرمایا۔

عن جابر قال: اهدى النجاشي لرسول الله صلى الله عليه وسلم قارورة من غالية واسلم۔ [4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجاشی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مشک، عنبر اور کافور سے مرکب خوشبو کی ایک شیشی ہدیہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن عبد الله بن الزبير قال قدمت قتيلة ابنة عبد العزى بن اسعد بن ملك بن حسل على بنتها

حضرت عبد اللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ قتیلہ بنت عبد العزیٰ (حضرت ابو بکر کی زوجہ جو مشرکہ تھیں)

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی متوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۵ ص ۱۷۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] 〃 〃 〃 ، الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۵ ص ۱۷۸۶ 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 ، الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۶ ص ۲۱۱۴ 〃 〃

اسماء بنت ابی بکر بھدایا ضباب وترمس و سمن فابت اسماء ان تقبل ھدیتھا وتدخلھا بیتھا فسالت عائشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ عز وجل (لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین) الی اخر الایۃ فامرھا ان تقبل ھدیتھا و تدخلھا بیتھا۔ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر وجودہ ۔ وفیہ مصعب بن ثابت ضعفہ احمد و غیرہ ووثقہ ابن حبان[1]

اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر کے پاس گوہ، ترمس (ایک قسم کی سبزی) اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی، حضرت اسماء نے اس کا ہدیہ لینے سے انکار کیا اور اس کو اپنے گھر آنے سے بھی منع کر دیا، حضرت عائشہ نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ): "اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی" آپ نے اس کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کو گھر میں آنے کی اجازت دینے کا حکم دیا۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کو عمدہ قرار دیا ہے، اس کی سند میں مصعب بن ثابت ہے۔ امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

عن بریدۃ قال اھدی المقوقس القبطی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاریتین احداھما ام ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والاخری وھبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحسان بن ثابت و اھدی لہ بغلۃ فقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک۔ رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط ورجال البزار رجال الصحیح[2]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مقوقس قبطی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کنیزیں ہدیہ کیں، ان میں سے ایک ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ تھیں (حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) اور دوسری کنیز آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی، اس نے آپ کو ایک خچر بھی ہبہ کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، امام بزار کی سند صحیح ہے۔

عن عائشۃ قالت اھدی المقوقس صاحب الاسکندریۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکحلۃ عیدان شامیۃ و مراۃ ومشطا رواہ الطبرانی فی الاوسط

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شامی لکڑی کی سرمہ دانی، ایک آئینہ اور ایک کنگھا ہدیہ کیا، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] // // // // // ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲،

ورجالہ ثقات۔[1] روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

زیر بحث آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو مشرکین کے ساتھ نیکی کرنے سے منع نہیں کرتا، البتہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتا ہے، اور یہ مشرکین کی شدت عداوت کے باوجود ان پر رحمت ہے۔ اہل تاویل نے کہا یہ آیت مشرکین اور مومنین کے درمیان نیکی کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اگرچہ مشرکین کے ساتھ دوستی اور موالات منقطع ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور نیکی کرنے کو پسندیدہ قرار دیا ہے، مقاتل نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد پورے کرو اور عدل و انصاف کرو۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

امام موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ عامر بن مالک مشرک نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک ہدیہ دیا تو آپ نے فرمایا میں مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتا، اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے، کہ عیاض بن حمار نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی ہدیہ کی، آپ نے اس سے پوچھا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا مجھے مشرکین کا ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کے باب میں متعدد احادیث روایت کی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے مشرکین سے ہدیہ قبول کیا ہے، اور اس سے امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ مشرک کا ہدیہ مسترد کرنے کے سلسلہ میں جو احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

علامہ طبری نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جس نے خصوصیت سے آپ کو ہدیہ دیا وہ آپ نے مسترد کر دیا اور جس نے عام مسلمانوں کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے قبول فرما لیا، یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ خصوصیت کے ساتھ آپ کو ہدیہ دیا گیا، اور آپ نے اس کو قبول فرمایا، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نے محبت اور دوستی کے اظہار کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے مسترد کر دیا، اور جس کے اسلام کی آپ کو توقع تھی اس کو آپ نے قبول کر لیا، یہ پہلے جواب سے قوی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اہل کتاب کے ہدیے آپ نے قبول کر لیے، اور بت پرستوں کے ہدیے رد کر دیے، ایک قول یہ ہے کہ مشرکین سے ہدیہ قبول کرنا آپ کی خصوصیت ہے اور امراء کے لیے ممنوع ہے، بعض نے کہا ممانعت کی احادیث قبول کرنے کی احادیث سے منسوخ ہیں، بعض نے اس کے برعکس کہا، یہ تینوں جواب ضعیف ہیں کیونکہ نسخ احتمال سے ثابت

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہوتا ہے نہ تخصیص سے۔ [۱]

مشرکین کو ہدیہ دینے کے متعلق جو امام بخاری نے احادیث ذکر کی ہیں ان کی تشریح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جس طرح مسلمان ماں کے ساتھ مال سے صلہ رحمی کی جاتی ہے اسی طرح مشرکہ ماں سے بھی مال کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے گی، اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اولاد مسلمان ہو اور ماں باپ مشرک ہوں تو اولاد پر ان کا نفقہ واجب ہے، نیز ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حربی مشرکوں سے کیا ہوا عہد پورا کیا جائے گا اور امن کے زمانہ میں ان سے معاملات کرنا جائز ہیں۔ [۲]

بعض علماء نے یہ کہا قرآن مجید کی یہ آیت ”اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی“ (ممتحنہ: ۸) سورہ توبہ کی اس آیت سے منسوخ ہو گئی اور تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ سورہ توبہ کی یہ آیت حربی کافروں سے متعلق ہے اور یہ حکم ذمیوں کو شامل نہیں ہے اور سورہ ممتحنہ میں جو مشرکین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے یہ ذمی کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اکثر علماء تاویل نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی مشرکہ ماں جب ان کے پاس آئیں تو آیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ”اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی“ (ممتحنہ: ۸) ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیوی قتیلہ (قتیلہ) کو طلاق دے دی تھی، وہ صلح کے ایام میں اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لیے ہدیے لے کر آئی انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اس سے ملنے اور ہدیے لینے سے انکار کر دیا جب آپ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [۳]

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان کافروں کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا جو مسلمانوں سے دین میں جنگ نہیں کرتے، پھر حافظ ابن کثیر نے امام احمد اور امام ابن جریر کے حوالوں سے اول الذکر دونوں حدیثیں بیان کی ہیں۔ [۴]

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۱ - ۲۳۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] ” ” ” ” ” فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۴، ” ” ” ”

[۳] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۵۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

[۴] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۶۲۸، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ!

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین کا یہ مختار ہے کہ یہ آیت ان کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ذمیوں پر صدقہ کرنا جائز ہے اور اگر کسی کا باپ ذمی ہو تو اس کا نفقہ واجب ہے، اور اگر اس کا باپ حربی ہو تو پھر اس کا نفقہ دینا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس کو قتل کرنا واجب ہے، علامہ عز بن عبد السلام نے فتاویٰ کبریٰ کے باب السیر میں لکھا ہے کہ کافر کے لیے قیام نہ کیا جائے، کیونکہ ہم کو ان کی اہانت کا حکم دیا گیا ہے ہاں اگر کافر سے کسی بڑے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر اس کے لیے قیام جائز ہے۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ویجوز ان یوصی المسلم للکافر والکافر للمسلم فالاول لقوله تعالٰی لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الاٰیة والثانی لانهم بعهد الذمة ساووا المسلمین فی المعاملات ولهذا جاز التبرع من الجانبین فی الحیوة فکذا بعد الممات وفی الجامع الصغیر الوصیة لاهل الحرب باطلة لقوله تعالٰی انما ینهاکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین۔ [2]

مسلمان کا کافر کے لیے وصیت کرنا جائز ہے اور کافر کا مسلمان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے، اول الذکر کے جواز کی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی، اور ثانی الذکر کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ جب کافروں سے ذمہ (جزیہ) کا معاہدہ ہوگیا تو وہ معاملات میں مسلمانوں کے مساوی ہوگئے، اس لیے دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا جائز ہے اور جب زندگی میں جائز ہے تو موت کے بعد بھی جائز ہے، جامع صغیر میں ہے کہ حربی کافروں کے لیے وصیت کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔

پاکستان کی اسلامی حکومت نے اپنے آئین کے ذریعہ تمام شہریوں کی جان اور مال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر غیر حربی ہیں اور ذمیوں کے حکم میں ہیں، اسی لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر یا بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور دیگر معاشرتی معاملات استوار کرنا جائز ہے، البتہ ان کے ساتھ محبت اور دوستی

---

[1] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۸ ص ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۶۵۰، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

کے تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے، اور مرتدین کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ واضح رہے کہ مرتدین کی اولاد کافر ہوتی ہے مرتد نہیں ہوتی، مثلاً غلام احمد قادیانی کی دعوت پر جنھوں نے العیاذ باللہ اسلام کو ترک کر کے قادیانیت کو اختیار کیا وہ مرتد ہیں، لیکن ان کی اولاد جو ابتداءً قادیانیت پر ہے وہ مرتد نہیں کافر ہے ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہیں ہوگا سب مرتد ہوں گے، کیونکہ جس قدر کفار ہیں وہ کسی نہ کسی مرتد کی اولاد ہیں۔

نداء یا محمد کا جواز اور بحث ونظر

اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے بیان کیا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک ایسا شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔

یہ آنے والے شخص حضرت جبرائیل تھے جو بشکل انسانی میں آئے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے جس شکل میں چاہیں متشکل ہو سکتے ہیں، فرشتوں کی حقیقت اور انسان اور فرشتہ میں باعتبار حقیقت کون افضل ہے۔ ان تمام امور پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع (۷) میں مفصل بحث کی ہے۔

اس آنے والے نے کہا یا محمد مجھ کو اسلام کے متعلق بتلائیے!

اس حدیث میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کیا ہے، بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا جائز ہے اور آپ کی امت کے لیے ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا امت پر حرام کر دیا ہے، اس لیے یا محمد کہنا ناجائز ہے، البتہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہیے، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ۔ (نور: ۶۳)

اپنے درمیان رسول کو بلانے کو ایسا نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

مانعین کا استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب دعا کا معنی بلانا اور پکارنا ہو اور دعا کی رسول کی طرف اضافت اضافت الی المفعول ہو، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ بلاؤ جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو اور اس آیت میں زیادہ ظاہر اور نظم قرآن مجید کے قریب یہ ترکیب ہے کہ یہ اضافت الی الفاعل ہے، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو، جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو یا دعا کا معنی اللہ سے دعا کرنا ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہ کرو، اور اپنے خلاف آپ کی دعا کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کی دعا حتماً قبول ہوتی ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت میں کئی ترکیبیں ہیں:

(۱)۔ مبرد اور قفال نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تم کو جو حکم دیتے ہیں اور تم کو بلاتے ہیں، اُسے تم آپس میں بلانے کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کا حکم ماننا فرض اور لازم ہے، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے بعد یہ ارشاد ہے:

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ

تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔
(نور: ۶۳)

اس سے ڈریں کہ انھیں کوئی آفت پہنچے، یا ان کو دردناک عذاب پہنچ جائے۔

(۲)۔ سعید بن جبیر نے یہ تفسیر کی ہے کہ جس طرح تم (عامیانہ انداز سے) ایک دوسرے کو ندا کرتے ہو اس طرح آپ کو ندا نہ کرو، بلکہ آپ کو (تعظیم سے پکارو) یا محمد۔ یا ابا القاسم نہ کہو، بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہو۔

(۳)۔ آپ کو بلند آواز سے نہ بلاؤ، کیونکہ قرآن مجید میں ان لوگوں کی مدح کی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست رکھتے ہیں۔

(۴)۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر کے اپنے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا (ضرر) سے ڈرو، کیونکہ آپ کی دعا، عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، اس کی قبولیت حتمی ہے۔ [1]

بعض علماء نے سعید بن جبیر کی تفسیر کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کہہ کر نداء کرنا منع ہے اور یا رسول اللہ کہہ کر ندا کرنا جائز ہے۔ اس کے چند محمل ہیں:

(ا)۔ آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا اس صورت میں منع ہے جب اس ندا سے آپ کو بلانا مقصود ہو، جیسے ہم نام لے کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، مطلقاً یا محمد کہنا منع نہیں ہے۔

(ب)۔ لفظ محمد کے دو اعتبار ہیں ایک لحاظ سے یہ آپ کا نام اور علَم ہے جب اس لفظ سے آپ کا شخص کریم مراد ہو، اور ایک اعتبار سے یہ آپ کی صفت ہے اور سعید بن جبیر کی تفسیر کے مطابق لفظ محمد سے آپ کا علَم اور نام مراد لے کر یا محمد کہنا منع ہے، اور بہ حیثیت صفت کے یا محمد کہنا جائز ہے اور حضرت جبرائیل کا آپ کو یا محمد کہنا اسی صورت پر محمول ہے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

ویقال: حمد فہو محمد کما یقال: علم فہو معلم وھذا علم وصفۃ اجتمع فیہ الامران فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2]

کہا جاتا ہے اس کی حمد کی گئی تو وہ محمد ہے، جس طرح کہا جاتا ہے اس نے تعلیم دی تو وہ معلم ہے لہٰذا یہ (لفظ محمد) علَم (نام) بھی ہے اور صفت بھی اور آپ کے حق میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں۔

نیز علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

والوصفیۃ فیھما لاتنافی العلمیۃ وان معناھما مقصود۔ [3]

محمد اور احمد میں وصفیت علمیت (نام ہونے) کے منافی نہیں ہے اور ان دونوں معنوں کا قصد کیا جاتا ہے۔

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۹۲، مطبوعہ المکتبۃ النوریہ الرضویہ فیصل آباد

[3] ״ ״ ״ ״ ״ ، جلاء الافہام ص ۱۱۳ ״ ״ ״ ״ ״ ״

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

او قصد به المعنى الوصفي دون المعنى العلمي۔[1]

جب حضرت جبرائیل نے آپ کو یا محمد کہا تو اس سے لفظ محمد کے وصفی معنی کا ارادہ کیا اور علمی (نام کے) معنی کا ارادہ نہیں کیا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی ملا علی قاری کے حوالے سے اس جواب کا ذکر کیا ہے۔[2]

(ج) لفظ محمد سے آپ کا علم اور نام ہی مقصود ہو لیکن آپ کو بلانا مقصود نہ ہو صرف اظہار محبت اور ذوق و شوق سے محض آپ کے نام کا نعرہ لگانا مقصود ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

امام مسلم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطريق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله[3]

(جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو) مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے، اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ نعرے لگا رہے تھے یا محمد، یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ۔

حافظ ابن کثیر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:

وكان شعارهم يومئذ يا محمداه[4]

اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔

حافظ ابن اثیر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[5]

(د) لفظ یا محمد کہہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور آپ کو یاد کرنا مقصود ہو پھر بھی یا محمد کہنا جائز ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد[6]

عبدالرحمن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کا پیر سُن ہو گیا، ایک شخص نے کہا اس کو یاد کرو، جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو، حضرت ابن عمر نے کہا یا محمد۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۴۲، مطبوعہ مدینہ پریس بجنور

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[5] علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵۰، مطبوعہ المطبعۃ الاثریہ لائل پور

یا محمد کہنے کے جواز پر سب سے واضح اور صریح دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی اس میں یہ الفاظ ہیں:

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجہت بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی۔[1]

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف محمد نبی رحمت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ! حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما!۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن نسائی اور متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔[2]

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ، امام حاکم اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔[3]

اور امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسی بن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر، ولیصلحن ذات البین ولیذھبن الشحنا ولیعرضن علیہ المال فلا یقبلہ ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجبتہ۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ منصف امام اور عادل حاکم ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، لوگوں کی صلح کرائیں گے، بغض کو دور کریں گے، ان پر مال پیش کیا جائے گا وہ اس کو قبول نہیں کریں گے۔ پھر بخدا اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد کہیں تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

اس حدیث کا حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے، اور اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات پر استدلال کیا ہے۔[5]

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ سعودی عربیہ

[3] شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] حافظ احمد بن علی مثنیٰ تمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

[5] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیۃ ج ۴ ص ۳۴۹، ۲۳، مطبوعہ مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

بیہقی، امام علقمہ و امام اسود اور ابونعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی لا تقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ "یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو"۔ اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں، حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے۔[1]

ہوسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے قرآن مجید میں سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہیں پکارا، ورنہ احادیث قدسیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بکثرت یا محمد کے ساتھ خطاب کیا ہے اور ندا کی ہے۔ اور ہمارے نزدیک احادیث بھی حجت ہیں۔

امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فقال الجبار یا محمد قال لبیک وسعدیک قال انہ لا یبدل القول لدی کما فرضت علیک فی ام الکتاب فکل حسنة بعشر امثالها فهی خمسون فی ام الکتاب وهی خمس علیک[2]	اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یا محمد! آپ نے کہا میں حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں (نمازیں) فرض کی ہیں، تو ہر نیکی دس گنی ہے، لہٰذا ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پہ پانچ نمازیں (فرض) ہیں

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

فلم ارجع بین ربی وبین موسیٰ علیہ السلام حتی قال یا محمد انهن خمس صلوات کل یوم ولیلة[3]	میں اپنے رب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مسلسل آتا جاتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔

امام ترمذی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فاذا بربی تبارک وتعالیٰ فی احسن صورة فقال یا محمد قلت ربی لبیک قال فیم یختصم	اچانک میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! میں

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی الیقین ص ۲۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الملأ الاعلیٰ الحدیث قال ابو عیسیٰ ھٰذا حدیث صحیح سألت محمد بن اسماعیل عن ھٰذا الحدیث فقال ھٰذا صحیح۔ [1]

نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ الحدیث۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز امام ترمذی حضرت ابن عباس سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

قال اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلت لبیک ربی وسعدیک۔۔۔ الحدیث [2]

میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین ترین صورت میں دیکھا میرے رب نے کہا یا محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں۔

یہ دونوں حدیثیں جامع ترمذی کے قدیم نسخوں کے متن میں درج ہیں، نور محمد نے اپنے ایڈیشن میں ان حدیثوں کو حاشیہ میں نسخہ کے عنوان سے درج کیا ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں بھی یہ حدیثیں ترمذی کے متن میں درج ہیں۔

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے، اس میں ہے:

اتانی ربی عزوجل اللیلۃ فی احسن صورۃ احسبہ یعنی فی النوم فقال یا محمد تدری فیما یختصم الملأ الاعلیٰ۔ الحدیث۔ [3]

ایک رات کو یعنی خواب میں میرے پاس میرا رب عزوجل حسین ترین صورت میں آیا اور فرمایا یا محمد! کیا آپ (ازخود) جانتے ہیں کہ ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

امام احمد عبد الرحمٰن بن عائش کی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

اتانی ربی عزوجل اللیلۃ فی احسن صورۃ قال یا محمد۔ [4]

آج رات میرے پاس میرا رب عزوجل بہترین صورت میں آیا اور فرمایا: یا محمد۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ہے،

رایت ربی تعالیٰ فی احسن صورۃ فقال یا محمد۔ [5]

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا اس نے فرمایا یا محمد۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو عبد الرحمٰن بن عائش کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ہے:

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " ، جامع ترمذی ص ۴۶۶، " " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] " " ، مسند احمد ج ۴ ص ۶۶، " " "

[5] امام ابو الفرج عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

یا محمد! فیما یختصم الملأ الاعلی؟ (الی ان قال) یا محمد! اذا صلیت فقل اللھم انی اسئلك الطیبات وترك المنکرات وحب المساکین وان تتوب علی واذا اردت فتنۃ فی الناس فتوفنی غیر مفتون۔ [1]

یا محمد! ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ (اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) یا محمد! جب آپ نماز پڑھیں تو یہ دعا کریں: اے اللہ! میں تجھ سے اچھی چیزوں کے حصول اور بری چیزوں کے ترک کا سوال کرتا ہوں، اور مسکینوں سے محبت کا اور میری توبہ کی قبولیت کا اور جب تو لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے بغیر فتنہ کے اٹھا لینا۔

امام ابن جوزی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

فاذا انا بربی عزوجل فی احسن صورۃ فقال یا محمد اتدری فیما یختصم الملأ الاعلی [2]

پس اچانک میرے سامنے میرا رب عزوجل حسین ترین صورت میں تھا اس نے فرمایا یا محمد! کیا آپ جانتے ہیں ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟

امام ابن جوزی نے دیگر اسانید سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے [3]

علامہ زبیدی نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام طبرانی اور امام حاکم کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [4]

امام بخاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فیقال یا محمد ارفع راسك وقل یسمع لك وسل تعطہ واشفع تشفع۔ [5]

پھر کہا جائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اس حدیث کو امام مسلم [6] اور امام ابن ماجہ [7] اور امام احمد [8] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام بخاری حضرت انس سے حدیث شفاعت روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

---

[1] امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹ - ۱۸، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹، " " "

[3] " " " " ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱ - ۲۰، " " "

[4] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۸۰ - ۷۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[6] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، " ، ۱۳۷۵ھ

[7] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[8] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

فاذا رایتہ وقعت ساجدا فیدعنی ماشاء اللہ ان یدعنی ثم یقول ارفع محمد وقل تسمع واشفع تشفع وسل تعطہ[1]

پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دیگا، پھر فرمائے گا یا محمد! کہیے آپ کی بات سنی جائے گی شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا۔

اس حدیث میں نحوی قواعد کے مطابق یا محذوف ہے۔

امام ابوعوانہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فیقول اللہ یا محمد ارفع راسک وقل تسمع واشفع تشفع۔[2]

اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

امام ابویعلیٰ حضرت انس بن مالک سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

فیدعنی ماشاء اللہ ثم قال لی: ارفع راسک یا محمد قل تسمع و اشفع تشفع وسل تعطہ۔[3]

پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا، پھر مجھ سے فرمائے گا: یا محمد! اپنا سر اٹھایئے کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا۔

امام ابویعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما زلت اشفع الی ربی و یشفعنی حتی اقول: رب شفعنی فیمن قال لا الہ الا اللہ، قال فیقول: لیست ھذہ لک یا محمد انما ھی لی اما وعزتی وحلمی ورحمتی لا ادع فی النار احدا اوقال عبدا قال، لا الہ الا اللہ[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کی طرف مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا اور میری شفاعت قبول کی جاتی رہے گی، حتیٰ کہ میں کہوں گا اے میرے رب جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے ان کے لیے میری شفاعت قبول فرما، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یا محمد! ان کی مغفرت کرانا تمہارا منصب نہیں ہے، (ان کی ازراہ راست) مغفرت کرنا صرف میری خصوصیت ہے،

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] حافظ احمد بن علی المثنی التیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۲۷۹، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

[4] حافظ احمد بن علی المثنی التیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۱۸۰، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

مجھے اپنی عزت، اپنے علم اور اپنی رحمت کی قسم میں دوزخ میں کسی ایسے شخص کو نہیں رہنے دوں گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ عسیبا یسکت بہ الناس فاوحی اللہ الیہ یا محمد لا تکسر قرون امتك فما رئی العسیب معہ بعد۔[1]

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ رکھی جس سے لوگوں کو خاموش کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی: یا محمد! اپنی امت کے سروں کو نہ توڑیں، اس کے بعد آپ کے پاس وہ شاخ نہیں دیکھی گئی۔

علامہ علی المتقی ہندی، نرسی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح الامین جبرائیل عن اللہ عزوجل قال: یا محمد اکثر من صنائع المعروف فانھا تقی مصارع السوء الحدیث۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جبرائیل علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: یا محمد! بہ کثرت نیک کام کیا کریں، کیونکہ نیکیاں ناگہانی آفات سے بچاتی ہیں۔

امام بخاری نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی نصر بن باب ہے جس پر لوگ جھوٹ کی تہمت لگاتے ہیں، یعنی یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عیاض بن حمار المجاشعی ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم فی خطبتہ الا ان ربی امرنی ان اعلمکم ما جھلتم مما علمنی یومی ھذا فذکر الحدیث قال فقال یا محمد انما بعثتك لابتلیك وابتلی بك وانزلت علیك کتابا لا یغسلہ الماء۔

عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دوران خطبہ فرمایا: سنو میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جو چیزیں تم کو نہیں معلوم وہ تم کو بتلاؤں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے آج علم دیا ہے، پھر فرمایا یا محمد! میں نے تم کو امتحان میں ڈالنے کے لیے مبعوث کیا ہے اور میں تمہاری وجہ سے (بھی) امتحان لوں گا، اور میں نے تم پر

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۲ ص ۵۹۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

تقرأه نائما و یقظان الحدیث [1]

ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی نہیں دھو سکتا، تم اس کو نیند اور بیداری میں پڑھتے ہو الحدیث۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عز وجل زوی لی الارض حتی رایت مشارقها و مغاربها و اعطانی الکنزین الاحمر و الابیض فان ملك امتی سیبلغ ما زوی لی منها و انی سالت ربی عز وجل ان لا یهلکهم بسنة عامة و ان لا یسلط علیهم عدوا من غیرهم فیهلکهم و ان لا یلبسهم شیعا و یذیق بعضهم باس بعض فقال یا محمد انی اذا اعطیت عطاء فلا مرد له انی اعطیتك لامتك ان لا یهلکوا بسنة عامة و ان لا اسلط علیهم عدوا من غیرهم فیستبیحهم ولو اجتمع علیهم من اقطارها الحدیث۔ [2]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا ہے حتیٰ کہ میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیے ہیں، پس میری امت کی حکومت اس جگہ تک پہنچے گی جو مجھے دکھائی گئی، اور میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ سوال کیا ہے کہ وہ میری امت کو عام قحط میں مبتلا نہ کرے اور ان کے اوپر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کرے جو ان کو ہلاک کر دے اور ان کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم نہ کرے کہ وہ ایک دوسرے سے لڑتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! جب میں کوئی چیز دیتا ہوں تو اس کو کوئی واپس لینے والا نہیں ہے میں نے آپ کی امت کے لیے یہ دعا قبول کر لی ہے کہ وہ عام قحط سے ہلاک نہیں ہونگے اور میں ان پر کوئی دشمن جو ان کا غیر ہو مسلط نہیں کروں گا جو ان سب کو ہلاک کر دے، خواہ وہ تمام روئے زمین سے جمع ہوں۔ الحدیث۔

علامہ زبیدی، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبرائیل قال اللہ عز وجل یا محمد من امن بی ولم یؤمن بالقدر خیره و شره فلیلتمس ربا غیری۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرائیل نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہو اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ہو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کر لے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " " ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۱۸۱

[3] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۱۵۱، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ ھ

یہ بیس احادیث قدسیہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا

امام بخاری حدیث معراج میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

یا محمد واللہ قد راودت بنی اسرائیل قومی علی ادنی من ھذا فضعفوا وترکوہ [1]

یا محمد! بہ خدا میں نے اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کیا ہے، وہ کمزور ہو گئے اور انھوں نے ان نمازوں کو ترک کر دیا۔

علامہ علی متقی، امام ابو نعیم اور امام ابن النجار کے حوالوں سے حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں:

فقال ابراھیم یا محمد مر امتك فلیکثروا من غراس الجنة فان ارضھا واسعة وتربته طیبة فقال محمد لابراھیم وما غراس الجنة فقال ابراھیم، لاحول ولا قوۃ الا باللہ [2]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا یا محمد! اپنی امت کو حکم دیں کہ جنت کے درختوں میں اضافہ کریں، کیونکہ اس کی زمین وسیع ہے اور اس کی مٹی پاکیزہ ہے، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: جنت کے درخت کیا چیز ہیں؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ کی روایت ذکر کرتے ہیں:

ولئن قام علی قبری فقال: یا محمد لاجیبنه [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہو کر ندا کریں "یا محمد" تو میں اس کا جواب دوں گا۔

امام ابو یعلیٰ کی وہ روایت یہ ہے:

عن ابی ھریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ انصاف کرنے والے امام اور عدل کرنے والے حاکم ہوں گے وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ ج ۴ ص ۳۴۹، ۲۳، مطبوعہ مکہ مکرمہ

وليذهبن الشحناء وليعرضن عليه المال فلا يقبله ثم لئن قام على قبري فقال يا محمد لاجيبته ۔[1]

کریں گے اور لڑنے والوں میں صلح کرائیں گے اور بغض کو دور کریں گے ان پر مال ضرور پیش کیا جائے گا اور وہ اس کو قبول نہیں کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں ”یا محمد“ تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

ہم نے بیس مستند احادیث بیان کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کے ساتھ ندا کی ہے، اور پانچ احادیث بیان کی ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے اور صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کے یا محمد کے ساتھ ندا کے حوالے ہم نے پہلے بیان کر دیے ہیں۔ اب ہم خود اعلیٰ حضرت احمد رضا رحمہ اللہ کی کتاب مذکور کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما حلف الله بحيوة احد قط الا بحيوة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم قال تعالى لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون وحياتك يا محمد۔

اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی، سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آیہ لعمرک میں فرمایا مجھے تیری جان کی قسم اے محمد۔[2]

اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا حرام ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے۔ اور صفحہ ۲۸ پر یہ روایت استدلال میں پیش کی ہے جس میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے۔

ہم اس تعارض اور تسامح سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث اور آثار کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے، اور یہ ندا ادب اور احترام کے خلاف نہیں ہے، اگر ندا کرنا ادب اور احترام کے خلاف ہوتا تو یا اللہ کہنا بھی حرام ہوتا: ندا کا معنی ہے منادی کو اپنی طرف متوجہ کرنا، ہم یا محمد کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، ادب کے خلاف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے پکار کر بلایا جائے جیسے زید، عمرو کو نام لے کر بلاتے ہیں اور ایک تفسیر کے مطابق اسی کی قرآن مجید میں ممانعت ہے نیز ”محمد“ آپ کا نام بھی ہے اور آپ کی صفت بھی سو اگر اس لفظ سے آپ کی صفت کا قصد کر کے ندا کی جائے تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے اور کبھی ندا کسی کو یاد کرنے کے لیے بھی کی جاتی ہے لہٰذا یا محمد اگر بہ طور ذکر کہا جائے یا اظہار مسرت کے لیے نعرہ لگاتے ہوئے یا محمد کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور صحابہ کرام نے جو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے وہ اسی معنی پر محمول ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جو یا محمد کہا تھا وہ سورہ نور کی آیت لا تجعلوا دعاء الرسول الخ (۶۳) سے منسوخ ہو گیا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یا محمد کہنے میں بے ادبی تھی تو کیا اس آیت کے نازل ہونے سے

---

[1] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلی الموصلی ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی الیقین ص ۲۸، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی العیاذ باللہ جائز تھی؟ جب کہ اس آیت کے نزول کے بعد بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام اور تابعین عظام یا محمد کے ساتھ ندا کرتے رہے ہیں، اس مسئلہ پر مزید دلائل اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع کے شروع اور آخر میں کی ہے اس بحث کو وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔ ہم نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنے کو مسلمان حرام سمجھنے سے باز رہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، صحابہ کرام، تابعین عظام، سلف صالحین اور اخیار امت کی اتباع کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

ارکانِ اسلام میں جہاد کو ذکر نہ کرنے کی وجہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارکان اسلام میں توحید و رسالت کی گواہی، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا ذکر فرمایا اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے ارکانِ اسلام میں جہاد کا ذکر نہیں فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان ارکان کا بیان فرمایا ہے جو ہر حال میں فرض عین ہیں اور جہاد بعض احوال میں فرض عین ہے اور بعض احوال میں فرض کفایہ ہے، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور جب کفار کسی مسلمان ملک کی سرحدوں پر حملہ کریں تو اس ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہر اس مسلمان پر جہاد کرنا فرض عین ہے جس کو مسلمانوں کا امیر جہاد کے لیے بلائے۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ اسلام اور ایمان کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور ان کے باہمی مفہوموں میں فرق کی تفصیل اور تحقیق ہم کتاب الایمان کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

اس حدیث میں ہے، حضرت جبرائیل نے کہا مجھے (مرتبہ) احسان کے متعلق بتائیے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پا سکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو یقیناً دیکھ رہا ہے۔

مرتبۂ احسان کی تفصیل اور تحقیق

علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو احسان کے دو مرتبے بیان کیے ہیں ان دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس کو دیکھ رہا ہو تو وہ عبادت کو پورے کمال کے ساتھ انجام دے گا اور اس کے ظاہری ارکان و آداب اور باطنی خضوع و خشوع میں سے کسی چیز میں کمی نہیں کرے گا، اور انتہائی احسن اور اکمل طریقہ سے عبادات کو انجام دے گا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ ہر حال میں عبادت اس طرح کرو کہ گویا کہ تم خدا کے سامنے کھڑے ہو یا خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان فرمایا ہے کہ احسان کے پہلے مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے دل پر معرفتِ الٰہیہ کا اس قدر غلبہ ہو کہ وہ مشاہدۂ حق میں اس طرح کھو جائے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ معرفتِ الٰہیہ کے اس مقام پر تو اگرچہ نہ ہو لیکن اس کے ذہن میں ہر وقت یہ بات حاضر رہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کو دیکھ رہا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسان کا پہلا مرتبہ عارف کے احوال اور اس کی واردات قلبیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی سالک پر ایسا حال طاری ہو جائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور احسان کے دوسرے مرتبہ میں عابد کے علم کی طرف اشارہ ہے یعنی جس وقت کوئی مسلمان عبادت کرے تو اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور جب کسی مزدور کو یہ علم ہو کہ مالک اس کو کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے تو وہ کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا ـــ پس عابد بھی علم کی اسی کیفیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

احسان کا پہلا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کاملین کا حصہ ہے، کیونکہ ان لوگوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ نعمت ملنے کے وقت اُن کی نظر نعمت پر نہیں منعم کی طرف ہوتی ہے، اس طرح مصیبت کے حال میں ان کی توجہ مصیبت پر نہیں ہوتی اور نہ اس کے اثرات یعنی رنج و ملال ان کی طبیعت پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ ان کی نظر مصیبت ڈالنے والے کی طرف ہوتی ہے اور جن لوگوں کا یہ حال ہو وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک چھت سے سانپ گر پڑا تمام لوگ مسجد سے نمازیں توڑ کر بھاگ گئے لیکن امام اعظم کو پتا بھی نہ چلا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح عروہ بن مسعود کے جسم کے کسی عضو میں زخم تھا لوگ اس عضو کو کاٹنا چاہتے تھے۔ نماز کی حالت میں ان کا عضو کاٹ ڈالا گیا۔ اور ان کو اس کا مطلقاً احساس نہیں ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔

ایک مرتبہ امام بخاری نماز پڑھ رہے تھے، نماز کے بعد انہوں نے قمیص کا دامن اٹھایا اور ایک شاگرد سے کہا ذرا دیکھنا میری قمیص کے نیچے کیا ہے شاگرد نے دیکھا قمیص کے نیچے زنبور (بھڑ) تھی جس نے ان کے بدن پر سولہ ڈنک لگائے تھے جس کی وجہ سے ان کا جسم جگہ جگہ سے سوج گیا تھا، شاگرد نے پوچھا جب زنبور نے پہلی مرتبہ کاٹا تھا تو آپ نے اس وقت نماز کیوں نہیں توڑ دی، فرمایا میں قرآن کریم کی جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا اس کے ذوق میں اتنا مدہوش تھا کہ اس تکلیف کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکا۔ (ہدی الساری ج ۲ ص ۲۵۳، مطبوعہ مصر)۔

بہرحال یہ نفوس قدسیہ مشاہدہ جمال ذات اور معرفت میں اس قدر منہمک اور مستغرق ہوتے ہیں کہ نماز کی حالت میں دنیا کی کسی بات یا جسمانی تکلیف کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی، بھلا جب مخلوق کے حُسن و جمال میں محویت کا یہ عالم تھا کہ مصر کی عورتوں نے جلوہ یوسف دیکھنے کے بعد لیموں کی جگہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں تو جن نفوسِ قدسیہ کے سامنے تجلیاتِ خالق بے حجاب ہوتی ہوں انہیں اپنا یا اپنے گرد و پیش کا کب احساس ہو سکتا ہے۔

اور احسان کا دوسرا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کرنے والا یہ یقین رکھے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے یہ متوسطین حضرات کا مرتبہ ہے جن کی صفت یہ ہے کہ اگر مشاہدہ ذات اور معرفت حق کے اس مرتبہ کو نہیں پا سکے تو کم از کم خضوع و خشوع اور اخلاص اور للہیت کا یہ مرتبہ تو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے کہ عین عبادت کے عالم میں یہ ذہن میں رکھیں کہ خود معبود ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ عابدین کے باعتبار ایمان کے تین مراتب ہیں، ایک وہ شخص ہے جو عذاب کے خوف اور ثواب کی طمع سے اطاعت کرتا ہے اس کا ایمان علم الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو

عبادت کہتے ہیں دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اطاعت کے شوق سے کرتا ہے اس کا ایمان عین الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودیت کہتے ہیں تیسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے اس شخص کا ایمان حق الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودۃ کہتے ہیں اور احسان کے پہلے مرتبہ سے مراد اصحاب حق الیقین ہیں اور احسان کے دوسرے مرتبہ سے مراد اصحاب عین الیقین ہیں، رہے ہم لوگ تو وہ ایمان کے تیسرے درجہ میں آتے ہیں جن کا ایمان علم الیقین کے درجہ کا ہے اور جن کی اطاعت عبادت سے آگے نہیں بڑھتی، ہم وہ لوگ ہیں جو مرتبہ احسان کی دونوں قسموں سے عاری ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ہمیں مرتبہ احسان سے حظ وافر عطا فرمائے (آمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات

اس حدیث میں ہے سائل نے کہا مجھے قیامت کے متعلق بتلائیے! آپ نے فرمایا: اس کے متعلق جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔

قیامت کب واقع ہوگی، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، انسان کل کیا کرے گا اور کون شخص کس جگہ مرے گا، یہ وہ امور خمسہ ہیں جن کا واقعی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں، بعض علماء سلف نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا یہ علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا، اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ اب ہم ذیل میں ان علماء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان علوم کے عطا کیے جانے کی تصریح کی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

قال القرطبی فمن ادعی علم شیء منہا غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبا فی دعواہ۔[1]	علامہ قرطبی نے کہا جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی[2]، علامہ احمد قسطلانی[3]، ملا علی قاری[4] اور شیخ عثمانی[5] نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال بعضهم ليس في الاٰية دليل على ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يامره انه يطلعهم وقد قالوا في علم الساعة نحو هٰذا والله اعلم[1]

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورۂ بنی اسرائیل کی آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو، اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو، قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ احمد قسطلانی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔[2]

علامہ زرقانی المواہب کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا في علم الساعة) وباقي الخمس المذكورة في اٰية ان الله عنده علم الساعة (نحو هٰذا) يعني انه علمها ثم امر بكتمها[3]

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الى انه صلى الله عليه وسلم اوتي علم الخمس ايضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بكتم ذٰلك۔[4]

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا بھی علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول

---

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۷ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۲ھ

ایضاً علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۲ھ

[3] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

ایضاً علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

الدنیا حتی اطلعہ اللہ علی تلک الخمس ولکنہ امرہ بکتمہا۔[1]

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمادیا لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

لم یقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی علم کل شیء یمکن العلم بہ۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ویجوز ان یکون اللہ تعالیٰ قد اطلع حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی وقت قیامہا علی وجہ کامل لکن لا علی وجہ یحاکی علمہ تعالیٰ بہ الا انہ سبحانہ اوجب علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتمہ لحکمۃ ویکون ذلک من خواصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ولیس عندی ما یفید الجزم بذلک۔[3]

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اس کا اخفا واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہو، لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ المخصوص وہو قیام القیامۃ احدا ثم قال بعدہ لکن من ارتضی من رسول۔[4]

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

---

[1] علامہ احمد صاوی مالکی، تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۳۱، ۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔[1]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب ھھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیٰمۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسل من الملٰئکۃ او البشر۔[2]

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحق آنست کہ در آیت دلیلے نیست بر آنکہ حق تعالیٰ مطلع نگر دانیدہ است حبیب خود را صلے اللہ علیہ وسلم بر ماہیت روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گردانیدہ باشد و امر نکردہ اورا کہ مطلع گرداند ایں قوم را و بعضی از علماء در علم ساعت نیز ایں معنی گفتہ اند الی ان قال وے گوید بندہ مسکین خصہ اللہ بنور العلم والیقین وچگونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح سید مرسلین و امام العارفین صلے اللہ علیہ وسلم کند و دادہ است او را حق سبحانہ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب حقیقت جامعہ وی قطرہ ایست از دریائے از بیضائے فافہم وباللہ التوفیق۔[3]

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے۔ وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔

سید عبد العزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں:

وکیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ

[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف الا بمعرفۃ ھذہ الخمس۔[1]

کا علم کیسے مخفی ہوگا، حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب کہ اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب

سورہ لقمان کی اس آخری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے:

ان اللہ عندہ علم الساعۃ ۚ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا ؕ وما تدری نفس بای ارض تموت ؕ ان اللہ علیم خبیر۔ (لقمان: ۳۴)

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش نازل کرتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کسب کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا، بے شک اللہ ہی جاننے والا (اور جسے چاہے) خبر دینے والا ہے۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ہر چیز کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ مشرکین ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے اس لیے بتایا گیا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے، حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے حارث بن عمرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا، اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے میں نے اس میں بیج ڈالے ہیں، بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مونث، اور مجھے گذشتہ کل کا تو علم ہے لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا، لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

---

[1] سید احمد بن عبد المبارک الابریز من کلام سیدی عبد العزیز دباغ ص ۲۸۳، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ

اور یہ جو بعض روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا، وحی، الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے، لہٰذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیوب پر انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا ۝ الا من ارتضی من رسول۔

(جن ۲۷: ۲۶)

(اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمایا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اور بعض غیوب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا، جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو۔

(انعام، ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا (بذات خود) انھیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انھی امور میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا، لیکن صاحب شرع کی زبان سے اس کی علامتوں کو ظاہر فرما دیا، مثلاً خروج دجال، نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اسی طرح بعض اولیاء نے الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ مال کے پیٹ میں کیا ہے، اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے انھوں نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض میں شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی، اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا، اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرمانے اور سن بیان نہ فرمانے کا سبب

اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتیں بتلائیں، جب باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم تھا لیکن اس علم کو عام لوگوں سے مخفی رکھنا

---

[1] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۷، ص ۱۰۵-۱۰۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

مقصود تھا، اس لیے سائل نے جب وقت وقوع قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وقت قیامت کو نہیں جانتا بلکہ یہ فرما کر بات ٹال دی کہ اس بات کے بارے میں میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

باندیوں سے آقا پیدا ہونے کے شارحین نے بہت سے مطالب بیان کیے ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ قرب قیامت میں اولاد اپنی ماں کی نافرمانی کرے گی، اس سے توہین آمیز سلوک کرے گی اور ماں پر اپنا حکم چلائے گی اور اولاد کے سامنے مائیں یوں معلوم ہوں گی جیسے آقاؤں کے سامنے ان کی باندیاں ہوں۔

قیامت کی علامتوں میں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صرف دو علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک باندیوں سے آقا کا پیدا ہونا، دوسری چرواہوں کا امیر وکبیر ہو جانا، دیگر احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور بھی متعدد علامتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا خروج اور حضرت عیسیٰ اور مہدی کا ظہور، عورتوں کا عریاں لباس پہننا، نااہل لوگوں کا منصب امارت پر فائز ہونا ان کے علاوہ حضور نے مہینہ اور تاریخ بھی بتلائی کہ محرم کا مہینہ اور دس تاریخ ہوگی دن بھی بتلایا کہ جمعہ کا دن ہوگا صرف سن نہیں بتلایا، کیونکہ اگر سن بھی بتلا دیتے تو آج ایک بچہ بھی حساب لگا کر جان لیتا کہ قیامت آنے میں کتنے سال رہ گئے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

لا تاتیکم الا بغتۃ۔ (اعراف: ۱۸۷) تم پر قیامت اچانک ہی آئے گی۔

اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقوع قیامت کا سن بھی بتلا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے مکذب نہیں مصدق بن کر آئے ہیں۔ پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تصدیق کے لیے سن نہیں بتلایا اور اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے آپ نے عام علامتوں سے لے کر دن اور تاریخ تک سب کچھ بتلا دیا۔

جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تین دن بعد بتلایا کہ وہ اجنبی شخص حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جس کا ذکر امام مسلم اسی باب کی پانچویں اور چھٹی حدیث میں کریں گے، مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اجنبی شخص کے جاتے ہی فرمایا اس کو واپس بلاؤ، صحابہ کرام فوراً مجلس سے اٹھ کر گئے لیکن انھیں وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتلایا کہ وہ آنے والا شخص جبرئیل تھا، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کو جو تین دن بعد معلوم ہوا، اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں گے اور پھر تین دن بعد ان کو حضور سے پوچھنے پر معلوم ہوا ہوگا کہ وہ شخص جبرئیل تھے۔ [1]

⁂

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

بَابُ بَيَانِ الصَّلَوَاتِ الَّتِي هِيَ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

نمازوں کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہیں

۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جَمِيلِ بْنِ طَرِيفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک شخص حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اس آواز کی گنگناہٹ سن رہے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تب معلوم ہوا کہ وہ پوچھ رہا ہے کہ اسلام کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنا اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے، آپ نے فرمایا نہیں! البتہ تم نفلی نمازیں پڑھ سکتے ہو، اور ماہ رمضان کے روزے، اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور روزے بھی فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں! البتہ تم نفلی روزے رکھ سکتے ہو، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر کیا، اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ اور کوئی صدقہ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں! البتہ تم نفلی صدقہ کر سکتے ہو، حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے کہہ رہا تھا بخدا میں ان احکام میں زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

۹ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آخر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا یا فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

نفلی عبادات کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل

حدیث نمبر ۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں، اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے ! آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفلی نمازیں پڑھو۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ جملہ استثناء منقطع ہے، اور اس کا معنی یہ ہے لیکن تمہارے لیے نفل پڑھنا مستحب ہے، بعض علماء نے اس کو استثناء متصل قرار دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ جس آدمی نے نفلی روزہ یا نفلی نماز شروع کی، اس پر اس کو پورا کرنا واجب ہے، اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ نفل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔[۱]

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ نفلی عبادات مثلاً نمازیا روزے کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا واجب ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے نفل شروع کر کے اس کو توڑ دیا اور بعد میں اس کو قضاء نہیں کیا تو اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا، اور قرآن مجید میں ہے:

ولا تبطلوا اعمالکم۔ (محمد: ۳۳) اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اس لیے نفلی نماز اور نفلی روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت کنت انا وحفصۃ صائمتین فعرض لنا طعام اشتہیناہ فاکلنا منہ قال اقضیا یوما اخر مکانہ۔[۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ (نفلی) روزے سے تھیں، ہمارے پاس ایسا کھانا آیا جسے کھانے کو ہمارا دل چاہتا تھا، ہم نے اس سے کچھ کھایا، آپ نے فرمایا: اس کے بدلے دوسرا روزہ قضاء کرنا۔

اس حدیث کو امام مالک[۳] اور امام احمد[۴] نے بھی روایت کیا ہے۔

قرآن مجید کی آیت کریمہ اور ان متعدد احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نفلی نماز اور روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور اس معاملہ میں فقہاء احناف کثرہم اللہ کا مذہب بھی قرآن اور حدیث

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۳] امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۲۴۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور

[۴] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۳، ۲۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

نے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے وہ شخص واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا بخدا میں ان احکام میں زیادتی کروں گا نہ کمی، رسول ریا: اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کامیابی کی جو بشارت دی ہے وہ اس شخص کے اس قول کی وجہ سے ہے "میں ان احکام میں کوئی زیادتی کروں گا اور نہ کمی"۔ اگر اس پر یہ اشکال ہو کہ اگر کسی شخص نے نفلی عبادات زیادہ کیں تو کیا وہ کامیاب نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ جب صرف فرض اور واجب کی ادائیگی سے فلاح حاصل ہو جائے گی تو ان کے ساتھ مستحبات ادا کرنے سے بطریق اولیٰ فلاح حاصل ہو گی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس شخص نے یہ کیوں کہا کہ میں ان عبادات پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا، حالانکہ اس حدیث میں تمام واجبات کا ذکر ہے نہ تمام منہیات کا اور مستحبات کا، اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے، اس میں مذکور ہے اس شخص نے کہا: بخدا، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو کچھ فرض کیا ہے اس میں میں کوئی اضافہ کروں گا نہ کمی، باقی رہے نوافل تو ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث نوافل کی مشروعیت سے پہلے کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرض میں اضافہ کرنے سے اس کی مراد یہ ہو کہ مثلاً وہ ظہر کے فرض چار رکعت ہی پڑھے گا، پانچ رکعت نہیں پڑھے گا یا اس کی مراد یہ ہو کہ وہ دن رات میں پانچ فرض نمازیں پڑھے گا، چھ فرض نہیں پڑھے گا، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف فرائض اور واجبات ادا کرے اور سنن اور نوافل اور مستحبات کو ترک کر دے، تب بھی اس کو نفس فلاح اور نجات حاصل ہو جائے گی اگرچہ فلاح کامل کے لیے سنن اور نوافل کو ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض روایات میں حج کا ذکر نہیں ہے، بعض میں روزے کا اور بعض میں صلہ رحمی کا، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض راویوں سے بعض چیزوں کا ذکر چھوٹ گیا، ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام فرائض اور واجبات بیان فرما دیے تھے۔[1]

غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم

حدیث نمبر ۱ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے باپ کی قسم! اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا!

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی ہے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہارے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "اس کے باپ کی قسم" یہ اہل عرب کے کلام اور ان کے عرف اور عادت کے مطابق ہے کہ وہ قسم کا ارادہ کیے بغیر اس قسم کے کلمات کہتے تھے اور آپ کا منع فرمانا قصد اور ارادہ سے غیر اللہ کی قسم کھانے پر محمول ہے یا جب کوئی شخص کسی آدمی کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ مشابہ کر

---

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

کے اس کی قسم کھائے، یا آپ کا یہ قسم کھانا پہلے کا واقعہ اور غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت [illegible] کا ایک یہ جواب بھی ہے کہ حانث ہونے کے قصد سے غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے اور اس کے بغیر جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)۔

تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان

اس حدیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز اسلام کا رکن ہے اور جیسا کہ دیگر احادیث میں بیان کیا گیا ہے، دن اور رات میں ہر مکلف پر پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں، مکلف کی قید اس لیے ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت حیض اور نفاس کی مدت میں نماز کی مکلف نہیں ہے اور باقی احکام شرعیہ کی مکلف ہے، نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ امت کے حق میں تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی نماز کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے، امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ آپ کے حق میں بھی تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ [1]

وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلیل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کی نماز واجب نہیں ہے اور عید کی نماز بھی واجب نہیں ہے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے اور علامہ ابو سعید اصطخری شافعی کا مذہب یہ ہے کہ عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔ [2]

علامہ نووی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے وتر کے وجوب کی نفی ہوتی ہے، اس حدیث میں فرض نماز کا ذکر ہے اور اس شخص نے یہ کہا کہ میں فرض نمازوں پر زیادتی یا کمی نہیں کروں گا، سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی نماز فرض نہیں ہے، اس سے وتر کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز فرض نہیں واجب ہے اور وتر کے وجوب کی یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وتر فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا کرنے کا حکم دیا ہے اور قضا واجب کی ہوتی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن الوتر او نسیہ فلیصل اذا ذکر و اذا استیقظ۔ [3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر کی نماز پڑھے بغیر سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو وتر کی نماز جب یاد آئے یا بیدار ہو تو وہ اس کو پڑھ لے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] ” ” ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، ” ” ، ” ”

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، ” ” ، ” ”

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ ابن زید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نام عن وترہ فلیصل اذا اصبح[۱]

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر کی نماز پڑھے بغیر سو جائے تو جب صبح ہو وتر پڑھ لے۔

رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں ہے، نہ رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے، اور یہ اجماعی امر ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا یا فرض، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، اظہر قول یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں تھا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب تھا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسلمان صاحب نصاب ہو اس کے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق واجب نہیں ہے۔[۲]

قضاء رمضان، کفارۂ ظہار، کفارۂ قتل اور کفارۂ قسم کے روزے بھی فرض ہیں، قصداً رمضان کا روزہ توڑنے سے کفارے کے روزے بھی فرض ہیں، احرام میں ممنوع کام کرنے سے بھی روزے فرض ہیں، اور نذر کے روزے واجب ہیں، مالی صدقات میں روزہ کا فدیہ واجب ہے اور صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے، اور اگر کسی صدقہ کی نذر مان لی تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اس لیے علامہ نووی کا علی الاطلاق یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے نہ زکوٰۃ کے سوا اور کوئی مالی صدقہ واجب ہے۔

بَابُ السُّوَالِ عَنْ اَرْکَانِ الْاِسْلَامِ

ارکان اسلام سے متعلق سوال

۱۰۔ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُکَیْرِ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیْرَۃِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ نُهِیْنَا اَنْ نَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا، اس لیے ہماری خواہش ہوتی کہ کوئی سمجھدار دیہاتی آئے اور حضور سے سوالات کرے اور ہم حضور

---

[۱] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيءَ الرَّجُلُ
مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ
فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
أَتَانَا رَسُولُكَ فَزَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ
اللّٰهَ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ
السَّمَاءَ قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ
وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَبِالَّذِي
خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ هٰذِهِ
الْجِبَالَ آللّٰهُ أَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ
رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا
وَلَيْلَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ
أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ
أَنَّ عَلَيْنَا زَكٰوةً فِي أَمْوَالِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ
فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ
قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ
رَمَضَانَ فِي سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي
أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَ
زَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ
اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ ثُمَّ وَلّٰى
قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِنَّ
وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ ۔

کے جوابات سنیں ایک دن ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلے اللہ علیک وسلم) آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، اس نے پوچھا آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پوچھا زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اس نے پوچھا زمین پر پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور باقی چیزیں ان میں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان کو پیدا کیا، جس نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو اس میں نصب کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان نمازوں کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال میں زکوٰۃ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے پوچھا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا کیا اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے ہم پر سال میں ایک بار ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے کہا میں آپ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا آپ کو اللہ تعالےٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم میں سے جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے

آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا، حضرت انس کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی چلا گیا اور جاتے وقت کہہ رہا تھا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے نہ میں ان احکام میں اپنی طرف سے کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کمی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

۱۱۔ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ ھَاشِمٍ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا بَھْزٌ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیْرَۃِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ کُنَّا نُھِیْنَا فِی الْقُرْاٰنِ اَنْ نَّسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ شَیْءٍ وَّسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمِثْلِہٖ۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم میں ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا اور باقی حدیث حسب سابق بیان کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے کی وجوہات

اس باب کی حدیث نمبر ۱۰ میں ہے ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

قرآن مجید کی اس آیت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا ہے:

یا یہا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔ (مائدہ: ۱۰۱)	اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کرو، جو اگر تم کو بتا دی جائیں تو تم کو ناگوار ہو۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بارگاہ نبوت کے آداب بتلائے ہیں کہ آپ سے غیر متعلق اور بے فائدہ چیزوں کے متعلق سوالات مت کرو، اور ان کی تحقیق کے درپے نہ ہو، کیونکہ اگر تم پر وہ امور ظاہر کر دیے گئے تو بعض اوقات وہ تم پر گراں گزریں گے، امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ سے بکثرت سوالات کیے گئے تو آپ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا "تم آج مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا، یہ سن کر صحابہ خوف زدہ ہو گئے اور ہر شخص اپنے کپڑے میں منہ چھپا کر رونے لگا، پھر ایک شخص اٹھا جس کے نسب میں طعن کیا جاتا تھا، اس نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے! پھر حضرت عمر کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں، اور دین اسلام پر راضی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ نیز امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حالانکہ آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ تھا، جب آپ منبر پر بیٹھ گئے تو ایک شخص نے سوال کیا میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں! اس

کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے استہزاءً سوال کرتے تھے کوئی کہتا تھا میرا باپ کون ہے؟ کوئی کہتا تھا میری اونٹنی کہاں گم ہو گئی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ (آل عمران: ۹۷)

لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ حج بیت اللہ کریں جو اس کے راستہ کی طاقت رکھتا ہو۔

تو صحابہ کرام نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ خاموش رہے، انھوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے، آپ پھر خاموش رہے، انھوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے، تب آپ نے فرمایا نہیں! اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اگر یہ ہر سال فرض ہو جاتا تو تم اس کو ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کرو جو اگر تم کو بتا دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔[1]

انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے، آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم پر ہر سال میں ایک بار ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔

اس حدیث میں روزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ہمارے زمانہ میں انجیکشن ایک تازہ ایجاد ہے، انجیکشن دوا کا بھی لگایا جاتا ہے اور گلوکوز کی صورت میں غذا کا بھی انجیکشن لگایا جاتا ہے، اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ خواہ کسی قسم کا انجیکشن لگایا جائے، وہ دوا کا انجیکشن ہو، جسمانی طاقت کا، یا جنسی طاقت کا، یا گلوکوز کی ڈرپ لگائی جائے یا کسی دوا کی ڈرپ لگائی جائے، کسی طریقہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ ان کے نزدیک جب تک دوا یا غذا جوف معدہ یا جوف دماغ میں نہ پہنچے (ان کا کہنا ہے کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ (نالی) ہے جس کے ذریعہ دماغ سے معدہ میں غذا یا دوا منتقل ہوتی ہے) روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اس مسئلہ میں ہماری رائے یہ ہے کہ دوا یا گلوکوز کا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ غذا ہضم کے مراحل طے کرنے کے بعد گلوکوز بن جاتی ہے، اور اسی سے ہمارے جسم کو توانائی حاصل ہوتی ہے لہٰذا جب منہ کے ذریعہ غذا گلوکوز بن کر ہمارے جسم میں پہنچ جائے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اگر براہ راست گلوکوز انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ ہمارے جسم میں پہنچا دیا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح جب منہ سے دوا کھائی جائے تو وہ ہضم کے بعد ہمارے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اگر انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ انجیکشن کے ذریعہ دوا خون میں پہنچانے سے بھی وہی فائدہ زیادہ سرعت اور زیادہ اثر انگیزی سے

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۶۰ ۔ ۶۵۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

حاصل ہوتا ہے، لہٰذا انجکشن سے بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر کوئی روزہ دار شخص روزے کی حالت میں کسی اچانک تکلیف یا بیماری کا شکار ہو جائے تو اس کے لیے اسلام میں روزہ توڑنے کی رخصت ہے بلکہ اس حالت میں اس پر روزہ توڑنا واجب ہے، کیونکہ اس کے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور وہ اس جسم کو کسی طرح سے بھی نقصان پہنچانے کا مجاز نہیں ہے، لہٰذا ڈاکٹر اس کے لیے انجکشن لگانا تجویز کرے یا منہ سے کھانے کی دوا، اس پر لازم ہے کہ وہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق علاج کرے اور اس صورت میں تندرست ہونے کے بعد اس پر اس روزے کی صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، ان تمام امور پر ہم آگے چل کر تفصیل سے شرعی دلائل بیان کریں گے۔

اس سلسلہ میں ہم پہلے روزے کا لغوی اور شرعی معنی بیان کریں گے، پھر روزے کے مفسدات بیان کریں گے (وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے) پھر عقل، مشاہدہ اور تجربہ کی رو سے یہ استدلال کریں گے کہ انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر احادیث صحیحہ سے استشہاد کریں گے اور اس کے بعد فقہاء کے ذکر کردہ جزئیوں سے اس پر استدلال کریں گے، پھر جوف معدہ اور دماغ کی قید اور منافذ اصلیہ کی شرط پر گفتگو کریں گے، پھر انجکشن لگانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ کریں گے، اور اخیر میں یہ بیان کریں گے کہ اگر کسی روزہ دار کو روزے کی حالت میں اچانک کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہو جائے تو اس پر اس کا علاج کرانے کے لیے روزہ توڑ دینا واجب ہے، خواہ اس علاج میں منہ سے کھانے والی دوا کھانی پڑے یا انجکشن لگوانا پڑے اور اس کا روزہ نہ توڑنا کوئی تقویٰ یا پرہیزگاری نہیں ہے بلکہ شدید گناہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارک اور آپ کے احکام کی سخت خلاف ورزی ہے، اور اس عذر کی بناء پر روزہ توڑنے سے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ تندرست ہونے کے بعد صرف قضاء لازم ہوگی۔

روزہ کے لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الصوم ترك الطعام والشراب والنكاح والكلام۔ [1]

کھانے پینے، جماع اور کلام کے ترک کرنے کا نام روزہ ہے۔

عالمگیری میں ہے:

اما تفسيره فهو عبارة عن ترك الاكل والشرب والجماع من الصبح الى غروب الشمس بنية التقرب من الاهل كذا فى الكافى۔ [2]

روزہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کا اہل ہو وہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے، کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دے۔

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران ۱۴۰۵ھ

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ روزہ کی اہلیت کے لیے مسلمان اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے، عقل، بلوغ اور صحت روزے کی اہلیت کے لیے شرط نہیں ہیں، کیونکہ بچہ، مجنون اور بیمار کا روزہ بھی صحیح ہے[1]

روزے کے مفطرات اور مفسدات کا بیان

بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر صرف قضا لازم ہے اور بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز صورۃً اور معنیً دونوں طرح مفطر ہو مثلاً منہ کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا پہنچانا، یا کسی عورت سے جماع کرنا اس سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اور جو چیز صرف صورۃً مفطر ہو معنیً نہ ہو، مثلاً کاغذ، مٹی، کنکر، لوہے کا ٹکڑا یا پلاسٹک کا بٹن کھا لینا اس سے صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، اور جو چیز صرف معنیً مفطر ہو صورۃً مفطر نہ ہو مثلاً کان میں تیل یا دوا ڈالنا کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے یا استمناء بالید کرنا کیونکہ اس سے معنیً شہوت پوری ہو جاتی ہے، اس سے بھی صرف روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

فاما صوم رمضان فیتعلق بفسادہ حکمان احدھما وجوب القضاء والثانی وجوب الکفارۃ اما وجوب القضاء فانہ یثبت بمطلق الافساد سواء کان صورۃ ومعنی او صورۃ لا معنی او معنی لا صورۃ وسواء کان عمدا او خطأ وسواء کان بعذر او بغیر عذر لان القضاء یجب جبرا للفائت فیستدعی فوات الصوم لا غیر والفوات یحصل بمطلق الافساد فتقع الحاجۃ الی الجبر بالقضاء لیقوم مقام الفائت فینجبر الفوات معنی واما وجوب الکفارۃ فیتعلق بافساد مخصوص وھو الافطار الکامل بوجود الاکل او الشرب او الجماع صورۃ ومعنی متعمدا من غیر عذر مبیح ولا مرخص ولا شبھۃ الاباحۃ ونعنی بصورۃ الاکل و الشرب ومعناھما ایصال ما یقصد بہ التغذی او التداوی الی جوفہ من الفم لان بہ یحصل

روزہ توڑنے کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں، ایک قضاء کا وجوب اور دوسرا کفارہ کا وجوب، روزہ توڑنے سے قضاء تو مطلقاً واجب ہے، خواہ صورۃً اور معنیً روزہ توڑے، یا صرف صورۃً یا صرف معنیً، عام ازیں کہ عمداً روزہ توڑے یا خطاءً، عذر کی وجہ سے روزہ توڑے یا بغیر عذر کے، کیونکہ قضا کسی فوت شدہ چیز کی تلافی کے لیے واجب ہوتی ہے، اس وجہ سے قضاء کے لیے صرف روزہ کا فوت ہونا کافی ہے، اور روزہ کا فوت ہونا اس کو مطلقاً توڑنے سے حاصل ہو جائے گا، اور کفارہ کا وجوب روزے کو مخصوص طریقہ سے توڑنے پر ہوگا اور وہ افطار کامل سے ہوگا، یعنی کھانا یا پینا یا جماع کرنا صورۃً اور معنیً دونوں طرح سے ہو اور عمداً اور بلا عذر ہو اور اس میں روزہ توڑنے کی رخصت کا کوئی عذر (سفر یا مرض) ہو نہ اس کا شبہ ہو، صورۃً اور معنیً مفطر ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ منہ کے

---

[1] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

قضاء شهوة البطن على سبيل الكمال ونعني بصورة الجماع ومعناه ايلاج الفرج في القبل لان كمال قضاء شهوة الفرج لا يحصل الا به ولا خلاف في وجوب الكفارة على الرجل بالجماع ۔[1]

راستے پیٹ میں اس چیز کو پہنچانا جس سے دوا یا غذا کا قصد کیا جاتا ہو، کیونکہ اس سے مکمل طور پر پیٹ کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور صورۃً اور معنیً جماع سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنے آلہ کو عورت کے اندام نہانی میں داخل کرے، کیونکہ اسی سے فرج کی شہوت کا تقاضا مکمل طور پر پورا ہوتا ہے اور اس پر کفارہ کے واجب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (مرد اور عورت دونوں پر کفارہ واجب ہے)

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولو اقطر في اذنيه الماء او دخلهما لا يفسد صومه لانعدام المعنى والصورة بخلاف ما اذا ادخله الدهن ۔[2]

اگر روزہ دار نے اپنے کان میں پانی ٹپکایا یا پانی خود چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں فاسد ہوگا، کیونکہ یہ صورۃً مفطر نہیں ہے (کیونکہ منہ سے نہیں پیا) اور نہ معنیً مفطر ہے (کیونکہ پانی کے چند قطروں سے اصلاح بدن نہیں ہوتی) اس کے برخلاف کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

يعني افطر اذا ادخل في اذنيه الدهن لوجود صلاح البدن ۔[3]

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے صلاح (منفعت) بدن حاصل ہوتی ہے۔

نیز علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ومن ابتلع الحصاة او الحديد افطر لوجود صورة الفطر ولا كفارة عليه لعدم المعنى ۔[4]

جس شخص نے لوہے یا کنکر کا ٹکڑا نگل لیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ عمل صورۃً مفطر ہے اور اس پر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل معنیً مفطر نہیں ہے، (کیونکہ یہ چیزیں دوا یا غذا نہیں ہیں)

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۸۔۹۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۹۹، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو انزل فیما دون الفرج فعلیہ القضاء ولا کفارۃ علیہ لقصور فی الجماع لوجودہ معنی لا صورۃ۔[1]

اگر کسی شخص نے عورت کے اندام نہانی کے بغیر اپنی منی خارج کی، تو اس پر روزے کی قضا ہے اور کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ ناقص جماع ہے، معنیً جماع ہے اور صورۃً نہیں ہے

انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ سے استدلال

ہم منہ کے ذریعہ اناج، سبزیاں، پھلوں، لحمیات اور چکنائی پر مشتمل جو غذا کھاتے ہیں اس میں مختلف حیاتین (VITAMINS) اور معدنی نمکیات (MINERALS) ہوتے ہیں۔ وٹامنز کے ذریعہ غذا مکمل طور پر منہضم ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے، اس لیے انسان کی نشو و نما اور جسمانی ساخت کی خوب صورتی اور بقاء کے لیے وٹامنز ایک اہم رول ادا کرتے ہیں، اسی طرح معدنی نمکیات بھی انسان کی صحت اور بقاء کے لیے بہت ضروری ہیں، خون کی کمی دور کرنے کے لیے فولاد (IRON) کی ضرورت ہوتی ہے، ہڈیوں اور اعصاب کی کمزوری دور کرنے کے لیے اور فولاد کو جسم میں جذب کرنے کے لیے کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے اور بلڈ پریشر کو متوازن رکھنے کے لیے سوڈیم کی ایک خاص مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔

پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی (Paul Jay Friedman. M.D) لکھتے ہیں:

(۱)۔ وٹامن۔ اے (V.A) قوت بینائی میں مدد دیتا ہے اور جلد کی خوبصورتی برقرار رکھتا ہے۔[2]

(۲)۔ وٹامن۔ بی۔ کمپلکس (V.B. Complex) جسم کی نشو و نما کے لیے بے حد ضروری ہے، اس کی کمی سے اعصابی، جلدی اور ہاضمہ کا نظام صحیح طور پر کام نہیں کر پاتا، نیز اس کی کمی سے خون کی کمی (ANEMIA) ہو جاتی ہے۔[3]

(۳)۔ وٹامن۔ سی۔ (ASCORBIC ACID) جسم میں فولاد کو جذب کرنے میں معاون ہے، اس کی کمی سے مسوڑھوں کی بیماری ہو جاتی ہے۔[4]

(۴)۔ وٹامن۔ ڈی۔ (V.D) جسم میں کیلشیم کو جذب کرنے میں معاون ہے۔[5]

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[2] پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۶، مطبوعہ میری لینڈ، بار سوم

[3] " " " ۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۲۔۴۸، " ، "

[4] " " " ۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۵ ، " ، "

[5] " " " ۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۸۔۵۷، " ، "

(۵)۔ وٹامن۔ ای (V.E) جسم میں چربی کے انہضام میں معاون ہے، اس کی کمی سے خون میں سرخ خلیے ٹوٹنے لگتے ہیں، اعصابی کمزوری ہوتی ہے اور مادہ تولید میں کمی ہوتی ہے۔ ۱؎

(۶)۔ وٹامن۔ کے (V.K) اس کی کمی سے خون میں جمنے کی صلاحیت کم ہوجاتی ہے۔ ۲؎

یہ تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات مختلف سبزیوں، پھلوں، چکنائی اور لحمیات میں ہوتے ہیں، بعض اوقات غذا مکمل طور پر ہضم نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ وٹامنز جسم میں بالکل تیار ہی نہیں ہوتے یا پھر بہت کم مقدار میں تیار ہوتے ہیں، اور ان کی کمی کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں میں مبتلاء ہوجاتا ہے، قدیم زمانہ میں اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب کیمیائی طریقہ سے ان تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات کو تیار کرلیا گیا ہے اور جس شخص کو ان وٹامنز یا معدنی نمکیات کی ضرورت ہو اس کی روزمرہ کی غذا میں یہ کیمیائی وٹامنز اور معدنی نمکیات اضافی طور پر شامل کیے جاتے ہیں اور اگر اس کے معدہ کی کارکردگی بہت سست ہو یا اس کے جسم کو ان کی فوری ضرورت ہو تو یہ وٹامنز اور معدنی نمکیات انجکشن اور ڈرپ کے ذریعہ اس کے خون میں داخل کردیے جاتے ہیں۔

یہی حال منہ سے کھانے والی دواؤں کا ہے، جب کسی مرض کے تقاضے سے دوا کا فوری اثر مطلوب ہو اور انسان کا معدہ بہت کمزور ہو اور نظام ہضم بہت خراب ہو اور منہ کے ذریعہ دوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گذرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف مؤثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مرجاتا ہے، انجکشن کی ایجاد سے پہلے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب مرض کی شدت اور فوری علاج کے حصول کے لیے منہ سے کھانے والی دوا کے طریقہ کار کو ترک کرکے انجکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

یہی حال غذا کا ہے ہم جو کچھ بھی غذا کھاتے ہیں وہ ہضم کے مراحل سے گذرنے کے بعد مآل کار گلوکوز بن جاتی ہے تو اگر انجکشن یا ڈرپ کے ذریعہ خود گلوکوز کو براہ راست جسم میں پہنچا دیا جائے تو گلوکوز کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے، یہ درست ہے کہ ______ گلوکوز عام معتاد اور معروف غذا نہیں ہے، لیکن یہ کسی نہ کسی درجہ میں غذا کا متبادل ضرور ہے، جب کسی انسان کے پتہ کا آپریشن کرنا ہو یا کوئی اور پیٹ کا بڑا آپریشن کرنا ہو تو اس کے معدہ کو خالی کرلیا جاتا ہے، اور بعض اوقات دس پندرہ دن تک اس کا آپریشن نہیں ہوتا، اس عرصہ میں اس کا معدہ غذا سے خالی رکھا جاتا ہے اور صرف گلوکوز کی ڈرپ کے ذریعہ اس کو غذا ملتی ہے۔

ڈاکٹر رچرڈ۔ اے۔ ہاروے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (RICHARD.A.HARVEY, PH.D) لکھتے ہیں:

This is equivalent to 3.74 Kcal/G of glucose. ۳؎

ایک گرام گلوکوز سے ۳٫۷۴ کیلوریز (حرارے) حاصل ہوتی ہیں۔

۱؎ پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیوکیمسٹری ص ۵۸، مطبوعہ نیوزی لینڈ) بار سوم

۲؎ " " " - بائیوکیمسٹری ص ۵۹، " " ، "

۳؎ RICHARD.A.HARVEY, PH.D. LIPPINCOTTS PAGE 96-London/New York Sydney.

خلاصہ یہ ہے کہ انجکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا (گلوکوز) داخل کی جاتی ہے خواہ وہ انجکشن رگ میں لگایا جائے یا مسلز میں لگایا جائے اور اس سے انسان کے بدن کو صلاح اور منفعت حاصل ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جس کے دخول سے انسان کے بدن کو صلاح یا منفعت حاصل ہو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ انجکشن یا ڈرپ کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کے دخول سے روزہ دار پر صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی اور ان کے زمانہ میں انجکشن یا ڈرپ کے ذریعہ انسان کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچانے کا کوئی تصور نہیں تھا، ان کے زمانہ میں صرف منہ یا ناک کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا پہنچائی جا سکتی تھی، اس لیے انھوں نے صرف اسی معروف طریقہ سے جسم میں دوا یا غذا پہنچانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے، اور دوا یا غذا کے جوف معدہ میں پہنچنے کی قید انھوں نے اپنے اجتہاد سے اس لیے لگائی تھی کہ جب تک غذا یا دوا معدہ کے عمل ہضم سے گزر کر خون میں نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس سے منفعت اور صلاح حاصل نہیں ہوتی، اور جب یہ دوا یا غذا (گلوکوز) معدہ کی وساطت کے بغیر انجکشن کے ذریعہ براہ راست خون میں پہنچ جائے تو پھر بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال

یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ غذا یا دوا کے لیے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنے کی قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی ہے احادیث اور آثار میں بغیر کسی قید کے مطلقاً یہ حکم ہے کہ الفطر مما دخل "کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے"۔ عام ازیں کہ وہ چیز جسم کے کسی حصہ میں بھی داخل ہو ماسوا جسم کے ان حصوں کے جن کا شارع علیہ السلام نے خود استثناء کر دیا ہے مثلاً آنکھ میں سرمہ ڈالنے کی اجازت دی ہے یا مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کی اجازت ہے، ان حصوں اور ان چیزوں کے سوا جسم کے جس حصہ میں کسی طریقہ سے بھی دوا یا غذا پہنچائی گئی تو ان احادیث اور آثار کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا وہ احادیث اور آثار یہ ہیں:

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا عائشة هل من کسرة فاتیته بقرص فوضعه علی فیه وقال یا عائشة هل دخل بطنی منه شیء کذلك قبلة الصائم انما الافطار مما دخل ولیس مما خرج رواه ابو یعلی[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے؟ میں آپ کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئی، آپ نے اسے منہ پر رکھ کر فرمایا: اے عائشہ! بتاؤ اس سے کوئی چیز میرے پیٹ میں گئی؟ یہی معاملہ روزہ دار کے بوسہ لینے کا ہے، روزہ صرف کسی چیز کے داخل ہونے سے

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۷، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

(۵)۔ وٹامن۔ ای (V. E) جسم میں چربی کے انہضام میں معاون ہے، اس کی کمی سے خون میں سرخ خلیے ٹوٹنے لگتے ہیں، اعصابی کمزوری ہوتی ہے اور مادہ تولید میں کمی ہوتی ہے۔[1]

(۶)۔ وٹامن۔ کے (V. K) اس کی کمی سے خون میں جمنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔[2]

یہ تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات مختلف سبزیوں، پھلوں، چکنائی اور لحمیات میں ہوتے ہیں، بعض اوقات غذا مکمل طور پر ہضم نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ وٹامنز جسم میں بالکل تیار ہی نہیں ہوتے یا پھر بہت کم مقداریں تیار ہوتے ہیں، اور ان کی کمی کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں میں مبتلاء ہو جاتا ہے، قدیم زمانہ میں اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب کیمیائی طریقہ سے ان تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات کو تیار کر لیا گیا ہے اور جس شخص کو ان وٹامنز یا معدنی نمکیات کی ضرورت ہو اس کی روزمرہ کی غذا میں یہ کیمیائی وٹامنز اور معدنی نمکیات اضافی طور پر شامل کیے جاتے ہیں اور اگر اس کے معدہ کی کارکردگی بہت سست ہو یا اس کے جسم کو ان کی فوری ضرورت ہو تو یہ وٹامنز اور معدنی نمکیات انجکشن اور ڈرپ کے ذریعہ اس کے خون میں داخل کر دیے جاتے ہیں۔

یہی حال منہ سے کھانے والی دواؤں کا ہے، جب کسی مرض کے تقاضے سے دوا کا فوری اثر مطلوب ہو اور انسان کا معدہ بہت کمزور ہو اور نظام ہضم بہت خراب ہو اور منہ کے ذریعہ دوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گزرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف موثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے، انجکشن کی ایجاد سے پہلے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب مرض کی شدت اور فوری علاج کے حصول کے لیے منہ سے کھانے والی دوا کے طریقہ کار کو ترک کر کے انجکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

یہی حال غذا کا ہے ہم جو کچھ بھی غذا کھاتے ہیں وہ ہضم کے مراحل سے گزرنے کے بعد آل کار گلوکوز بن جاتی ہے تو اگر انجکشن یا ڈرپ کے ذریعہ خود گلوکوز کو براہ راست جسم میں پہنچا دیا جائے تو گلوکوز کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، یہ درست ہے کہ ________ گلوکوز عام معتاد اور معروف غذا نہیں ہے، لیکن یہ کسی نہ کسی درجہ میں غذا کا متبادل ضرور ہے، جب کسی انسان کے پتہ کا آپریشن کرنا ہو یا گردے اور پیٹ کا بڑا آپریشن کرنا ہو تو اس کے معدہ کو خالی کر دیا جاتا ہے، اور بعض اوقات دس پندرہ دن تک اس کا آپریشن نہیں ہوتا، اس عرصہ میں اس کا معدہ غذا سے خالی رکھا جاتا ہے اور صرف، گلوکوز کی ڈرپ کے ذریعہ اس کو غذا ملتی ہے۔

ڈاکٹر رچرڈ۔ اے۔ ہاروے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (RICHARD. A. HARVEY, PH. D) لکھتے ہیں:

This is equivalent to 3.74 Kcal/G of glucose.[3]

ایک گرام گلوکوز سے ۳٫۷۴ کیلوریز (حرارے) حاصل ہوتی ہیں۔

---

[1] پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۸، مطبوعہ نیوزی لینڈ، بار سوم

[2] " " " " ۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۹، " " ، " "

[3] RICHARD. A. HARVEY, PH. D. LIPPINCOTTS PAGE 96-London/New York Sydney.

اسی طرح اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو چیز جسم سے خارج ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن عمداً منہ بھر کر قے کرنا اور حیض اور نفاس کا خروج اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ذرعہ القیٔ فلیس علیہ قضاء ومن استقاء عمدا فلیقض[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو از خود قے آجائے اس پر قضاء نہیں ہے اور جو عمداً قے کرے اس پر قضاء لازم ہے

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت کنا نحیض عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نطھر فیامرنا بقضاء الصیام ولا یامرنا بقضاء الصلوٰۃ[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہمیں حیض آتا تھا، پھر ہم حیض سے پاک ہو جاتے، آپ ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیتے تھے اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیتے تھے۔

نفاس بھی شرعاً حیض کے حکم میں ہے اس طرح اب یہ کلیہ ہے کہ عمداً منہ بھر کر قے کرنے، حیض اور نفاس کے علاوہ جو چیز بھی جسم سے خارج ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور سرمہ لگانے اور ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کے سوا جو چیز بھی جسم میں داخل ہو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس حدیث میں دونوں جگہ لفظ "ما" عام ہے، اور جب عام سے معلوم اور متعین افراد مستثنیٰ ہوں تو وہ باقی افراد کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے، اور باقی افراد میں اس کا عموم قطعی ہوتا ہے۔

اس حدیث کے قاعدہ کلیہ ہونے کی مزید وضاحت یہ ہے کہ فقہاء کرام نے اس حدیث سے حقنہ (انیما) کرانے، ناک میں دوا ڈالنے اور کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹنے پر استدلال کیا ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

واذا احتقن او استعط او اقطر فی اذنیہ افطر لقولہ علیہ السلام الفطر مما دخل ولیس مما خرج[3]

جب روزہ دار نے حقنہ کرایا یا ناک میں دوا ڈلوائی یا کان میں دوا ڈلوائی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے، کسی چیز کے خارج ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] " " ، جامع ترمذی ص ۱۳۶، " " " "

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

علیٰ ہذا القیاس جب انجکشن یا ڈرپ کے ذریعہ کسی روزہ دار کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچایا جائے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس پر اس روزہ کی صرف قضاء لازم ہوگی۔

اور عمداً منہ بھر کر قے کرنے کے متعلق علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

فان استقاء عمدا ملاء فیہ فعلیہ القضاء لما روینا والقیاس متروک بہ ولا کفارۃ لعدم الصورۃ۔ [1]

اگر کسی شخص نے عمداً منہ بھر کر قے کی تو اس پر قضاء ہے، اس کی وجہ وہ حدیث ہے جس کو ہم روایت کرچکے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائیگا اور چونکہ یہ عمل صورۃً مفطر نہیں ہے اس لیے اس پر کفارہ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ متعدد اسانید صحیحہ سے یہ حدیث وارد ہے کہ کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور جوف معدہ یا جوف دماغ تک پہنچنے کی قید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں لگائی، یہ قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی تھی کیونکہ دوا یا گلوکوز کے خون میں شامل ہونے کا انحصار صرف معدہ کے عمل ہضم پر تھا، اور اب چونکہ انجکشن اور ڈرپ کے ذریعہ دوا اور گلوکوز کو معدہ کے عمل کی وساطت کے بغیر براہ راست خون میں داخل کیا جا سکتا ہے اس لیے اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ اس سے صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے نزدیک کسی بھی انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ جسمانی طاقت کا انجکشن ہو، جنسی طاقت کا انجکشن ہو، دوا کا انجکشن ہو، گلوکوز کی ڈرپ ہو یا دوا کی، کسی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے تو روزے میں کھانا پینا بند کر کے انسان کو بھوک اور پیاس میں مبتلا کیا ہے اور اس کی حیوانی طاقت کو کم کیا ہے، اب ایک شخص روزہ رکھ کر گلوکوز کی ڈرپ لگوا کر تر و تازگی اور توانائی کو روزے میں بحال رکھ رہا ہے تو کیا یہ شخص اللہ تعالےٰ کے بنائے ہوئے شرعی نظام کو ناکام کرنے کی سعی نہیں کر رہا!۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ فقال عبد اللہ کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم شبابا لا نجد شیئا فقال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحسن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوانی میں تھے، اور ہمارے پاس بالکل مال نہیں تھا، ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوانو! تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی وسعت رکھتا ہو وہ شادی کرلے، کیونکہ اس سے نظر نیچی رہتی ہے

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۹۸، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

فانه له وجاء۔[1]

اور آدمی پاک دامن رہتا ہے اور جو شادی کرنے کی وسعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے، کیونکہ روزہ اس کی جنسی طاقت کم کرے گا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ روزوں سے جنسی طاقت کم ہوتی ہے اب فرض کیجئے ایک شخص روزہ رکھتا ہے اور روزوں میں جنسی طاقت کے انجیکشن لگاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات غلط ہوگئی، میں نے روزے رکھے اور میری جنسی طاقت میں کمی نہیں ہوئی۔ یہ نہایت قوی اشکال ہے اور اس کا صحیح جواب اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب یہ مان لیا جائے کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس شخص سے کہا جائے کہ تم نے روزے رکھے ہی نہیں، کیونکہ انجیکشن لگوانے سے تمہارا روزہ جاتا رہا۔ اس لیے اگر زبانِ رسالت کی تصدیق کرنی ہے تو یہ ماننا ہوگا کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہی جزئیات سے استدلال

ہمارے قدیم فقہا اور ائمہ مجتہدین نے اگر انجیکشن لگوانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار نہیں دیا تو وہ اس میں معذور تھے، کیونکہ ان کے زمانہ میں انجکشن ایجاد نہیں ہوا تھا تاہم ان کے بیان کردہ بعض اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روزے میں انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ کھانا، پینا صورۃً ہو یا معنًی اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجکشن کے ذریعہ معنًی دوا یا گلوکوز حاصل ہوتا ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

لان انتقاض الشیء عند فوات رکنه امر ضروری وذلک بالاکل والشرب والجماع سواء کان صورۃ ومعنًی او صورۃ لا معنًی او معنًی لا صورۃً الخ[2]

کسی چیز کے رکن کے فوت ہو جانے سے اس چیز کا ٹوٹ جانا بدیہی امر ہے اور یہ (یعنی روزہ ٹوٹنا) کھانے اور پینے اور جماع سے ہوتا ہے، خواہ یہ صورۃً اور معنًی ہو یا صرف صورۃً ہو معنًی نہ ہو یا صرف معنًی ہو صورۃً نہ ہو۔

نیز فقہاء کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ جب منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کوئی چیز جسم میں داخل ہو تو اس سے روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن حاصل ہو کیونکہ فقہاء کے نزدیک کان میں پانی جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور تیل سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ ھ

ولو اقطر فی اذنیہ الماء او دخلھما لا یفسد صومہ لانعدام المعنی والصورۃ بخلاف ما اذا ادخلہ الدھن۔ [۱]

اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی ٹپکایا یا خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ صورۃً مفطر ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ معنیً (صلاح بدن) اس کے برخلاف کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

علامہ بدر الدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی افطر اذا ادخل فی اذنیہ الدھن لوجود صلاح البدن۔ [۲]

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے صلاح بدن حاصل ہو جاتی ہے۔

جدید طبی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی سوراخ نہیں ہے اور کان کا معدہ یا دماغ کی طرف کوئی منفذ نہیں ہے، اور جب کان میں تیل یا دوا ڈالی جائے تو وہ معدہ یا دماغ کی طرف نہیں پہنچتی، اس کے باوجود تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ جزئیہ بعینہٖ انجکشن سے روزہ ٹوٹنے پر دلیل ہے کہ جب انجکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچا دیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ وہ دوا معدہ یا دماغ تک نہ پہنچے۔

نیز ہمارے فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ پر آلۂ تناسل رگڑے اور اس کو انزال ہو جائے یا اس کو بوسہ دے یا اس کو آغوش میں لے اور اس کو انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے، کیونکہ اس کا یہ فعل معنیً جماع ہے، اس لیے کہ اس فعل سے قضاء شہوت ہو جاتی ہے (اگرچہ یہ فعل صورۃً جماع نہیں ہے اس لیے اس پر کفارہ نہیں ہے) اسی اصول کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ انجکشن لگوانے سے خون میں دوا یا غذا پہنچ جاتی ہے اور منہ کے ذریعہ معدہ میں دوا یا غذا پہنچانے سے بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ خون میں دوا یا گلوکوز پہنچے اس لیے دوا یا غذا کھانے کا مقصد انجکشن لگوانے سے بدرجہ اتم پورا ہو جاتا ہے اس لیے انجکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ یہ صرف معنیً مفطر ہے صورۃً مفطر نہیں ہے اس لیے اس میں بھی صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، ہم نے فقہاء کے بیان کردہ جس مسئلہ پر قیاس کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو جامع امراتہ فیما دون الفرج فانزل او باشرھا او قبلھا او لمسھا بشھوۃ فانزل

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے فرج کے ماسوا میں جماع کیا اور اس کو انزال ہو گیا، یا اس کو لپٹایا یا اس

---

[۱] علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[۲] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۲۳۹، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

يفسد صومه وعليه القضاء ولا كفارة عليه وكذا اذا فعل ذلك فانزلت المرأة لوجود الجماع من حيث المعنى وهو قضاء الشهوة بفعله وهو المس [1]

کو بوسہ دیا یا اس کو شہوت سے چھوا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، اسی طرح اس صورت میں اگر عورت کو انزال ہو گیا (تو اس پر بھی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے) کیونکہ یہ من حیث المعنی جماع ہے کیونکہ اس کے چھونے سے اس کی شہوت پوری ہو گئی اور یہی جماع کا مقصد ہے۔

منافذ اصلیہ کے اشکال کا جواب

باقی رہا یہ اشکال کہ ہمارے فقہاء نے معنیً کھانا پینا اس کو قرار دیا ہے کہ انسان کے جسم میں منافذ اصلیہ (مثلاً منہ، ناک، کان اور دُبر) سے کوئی چیز اس کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جاتے اور اگر کسی مصنوعی سوراخ سے کوئی دوا یا غذا معدہ اور دماغ کے سوا جسم کے کسی حصہ میں پہنچ جاتے تو یہ ان کے نزدیک معنیً کھانا پینا نہیں ہے اور نہ اس سے ان کے نزدیک روزہ ٹوٹتا ہے۔

اس کا اولاً جواب تو یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کسی مصنوعی سوراخ سے بھی جوف معدہ یا جوف دماغ میں دوا پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جسم میں دوا یا غذا پہنچنے کے لیے منفذ اصلی ضروری اور شرط ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

واما ما وصل الى الجوف او الى الدماغ عن غير المخارق الاصلية بان داوى الجائفة والآمة فان داواها بدواء يابس لا يفسد لانه لم يصل الى الجوف ولا الى الدماغ ولو علم انه وصل يفسد فى قول ابى حنيفة وان داواها بدواء رطب يفسد عند ابى حنيفة وعندهما لا يفسد هما اعتبرا المخارق الاصلية لان الوصول الى الجوف من المخارق الاصلية متيقن به ومن غيرها مشكوك فيه فلا نحكم بالفساد مع الشك ولابى حنيفة ان الدواء اذا كان رطبا فالظاهر هو الوصول لوجود المنفذ الى الجوف فيبنى الحكم

جو چیز پیٹ یا دماغ میں منفذ اصلی کے بغیر (مصنوعی سوراخ کرنے سے) پہنچے بایں طور کہ پیٹ یا دماغ کے زخم پر دوائی لگائی جائے، تو اگر خشک دوا لگائی گئی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ وہ پیٹ تک پہنچی ہے نہ دماغ تک، اور اگر یہ یقین ہو جائے کہ وہ دوا پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی ہے تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تر دوا لگائی ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک بہرحال روزہ ٹوٹ جائے گا اور صاحبین کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا، صاحبین منافذ اصلیہ کا اعتبار کرتے ہیں کیونکہ منافذ اصلیہ سے پیٹ تک پہنچنا یقینی ہے اور غیر منافذ اصلیہ سے پیٹ تک پہنچنا مشکوک ہے،

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

علی الظاہر [1]

اس لیے شک کے ساتھ روزے کے فساد کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جو دوا تر ہے اس کا پیٹ تک پہنچنا ظاہر ہے کیونکہ زخم کی وجہ سے پیٹ تک منفذ ہے اس لیے ظاہر حال کے اعتبار سے حکم لگا دیا جائے گا۔

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دوا یا گلوکوز کو منفذ اصلی سے جسم میں پہنچایا جائے بلکہ اگر کسی مصنوعی سوراخ کے ذریعہ بھی دوا یا گلوکوز جسم میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء کے نزدیک دوا یا غذا کا مطلقاً جسم میں پہنچنا مفسد صوم نہیں ہے بلکہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کا جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنا ضروری ہے، تو اس کے متعدد جواب ہیں،

(ا)۔ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے فقہاء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ اب یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی ایسا سوراخ یا منفذ نہیں ہے جس سے تیل یا دوا معدہ یا دماغ تک پہنچ جائے۔ اول الذکر فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ فساد صوم میں دوا یا غذا جسم میں پہنچانے کے لیے منفذ اصلی ضروری نہیں ہے اور ثانی الذکر فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ فساد صوم کے لیے دوا یا غذا کا معدہ یا دماغ تک پہنچنا ضروری نہیں ہے، صرف اصلاح بدن ضروری ہے اور ان دونوں جزئیوں سے یہ معلوم ہوا کہ انجکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کو جسم میں پہنچا دیا جائے خواہ وہ معدہ یا دماغ تک نہ پہنچے تب بھی اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ب)۔ فقہاء نے دوا یا غذا کے معدہ میں پہنچنے کی شرط اس لیے لگائی تھی کہ جب تک معدہ کے عمل ہضم کا مرحلہ طے ہو اس وقت تک غذا گلوکوز بن کر خون میں شامل نہیں ہوتی، اور نہ ہی دوا خون میں شامل ہوتی ہے اسی چیز کو فقہاء وصول کامل سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، اور انجیکشن کا طریقہ دریافت نہیں ہوا تھا جس سے معدہ کی وساطت کے بغیر دوا یا گلوکوز کو براہ راست خون میں پہنچا دیا جائے، اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کو خون میں پہنچانے کا طریقہ دریافت ہو گیا ہوتا تو وہ یقیناً اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم لگا دیتے۔

(ج)۔ انسانی جسم اور اس کے تمام اعضاء اور ان کی ساخت اور ان کے باہمی ارتباط کے بارے میں قدیم زمانہ میں اتنی معلومات نہیں ہوئی تھیں، اب تو پوسٹ مارٹم کے ذریعہ انسانی جسم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک رگ وریشہ کے متعلق صحیح معلومات مہیا ہو گئی ہیں جو مشاہدہ اور مطالعہ پر مبنی ہیں اور انسانی جسم کی ساخت کے متعلق قدیم فقہاء کے بعض نظریات کا غلط ہونا واضح ہو گیا ہے اس لیے روزے کے جو احکام انسان کے بدن کی تشریح کے متعلق ہیں ان کو اب بھی قدیم فقہاء کی آراء کے مطابق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

اس کی تفصیل ہم بیان کر رہے ہیں:

انسانی بدن کی تشریح کے مطابق قدیم فقہاء کی بعض آراء کا غلط ہونا

قدیم زمانہ میں فقہاء نے جو کچھ کہا وہ ان کے ظن اور تخمین پر مبنی تھا وہ ان کے محض قیاس اور اندازے تھے (اور وہ اس میں معذور تھے) اور موجودہ علم اور تحقیق سے ان کی کئی باتیں غلط ثابت ہو گئی ہیں، اس لیے اب علم اور تحقیق سے حقائق سامنے آنے کے باوجود اسی پرانی لکیر کو پیٹتے جانا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے مثلاً قدیم فقہاء نے کہا کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ ہے اور دماغ سے چیز معدہ میں پہنچ جاتی ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اما اذا وصل الی الجوف فلاشك فيه لوجود الاكل من حيث الصورة وكذا اذا وصل الى الدماغ لانه له منفذا الى الجوف فكان بمنزلة زاوية من زوايا الجوف۔[1]

جب دوا یا غذا پیٹ میں پہنچ جائے تو فساد صوم میں کوئی شک نہیں کیونکہ صورۃً افطار پایا گیا، اسی طرح جب کوئی چیز دماغ میں پہنچ جائے (تو روزہ فاسد ہوگا) کیونکہ دماغ کا پیٹ کی طرف منفذ ہے اور دماغ پیٹ کے زاویوں (گوشوں، کونوں) میں سے ایک زاویہ (گوشہ، کونہ) ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وفی التحقیق ان بین الجوفین منفذا اصلیا فما وصل الی جوف الراس یصل الی جوف البطن کذا فی النہایۃ والبدائع[2]

تحقیق یہ ہے کہ جوف دماغ اور جوف معدہ کے درمیان منفذ اصلی (نالی) ہے تو جو چیز جوف دماغ میں پہنچتی ہے وہ پیٹ کے جوف میں پہنچ جاتی ہے اسی طرح نہایہ اور بدائع میں لکھا ہے۔

یہ بات تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے دماغ اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے اور نہ دماغ پیٹ کا زاویہ ہے۔

اسی طرح قدیم فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کان اور پیٹ کے درمیان منفذ ہے اور کان سے کوئی چیز ڈال جائے تو وہ پیٹ میں پہنچ جاتی ہے، اسی طرح کان اور دماغ میں منفذ ہے اور کان میں پانی ڈالنے سے دماغ میں چلا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اذا خاض الماء فدخل اذنه لا یفسد

جب کسی شخص نے پانی میں غوطہ لگایا اور پانی اس

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

صومه وان صب الماء فیها اختلفوا فیه و الصحیح هو الفساد لانه موصل الی الجوف بفعله۔[۱]

کے کان میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس نے خود کان میں پانی ڈالا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنے فعل سے پانی کو پیٹ تک پہنچا رہا ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

فلو دخل الماء فی الغسل انفه او اذنه و وصل الدماغ لا شیء علیه[۲]

اگر غسل کرتے وقت پانی ناک یا کان میں چلا گیا اور دماغ میں پہنچ گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے، کان میں ایک پردہ ہے اور اس میں کوئی سوراخ نہیں ہے، نہ کوئی منفذ ہے، جو چیز کان میں ڈالی جائے وہ کان ہی میں رہتی ہے، کان سے پیٹ میں جاتی ہے، نہ دماغ میں پہنچتی ہے۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف میں یہ اختلاف ہے کہ پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ ہے یا نہیں؟

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

وقع عند ابی یوسف ان بینه و بین الجوف منفذا ولهذا یخرج منه البول و وقع عند ابی حنیفة رحمه الله ان المثانة بینهما حائل والبول یترشح منه[۳]

امام ابویوسف کے نزدیک مثانہ اور پیٹ کے درمیان ایک منفذ (نالی) ہے، اسی لیے مثانہ سے پیشاب خارج ہوتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان مثانہ حائل ہے جس سے پیشاب مترشح ہو کر پیشاب کی نالی سے خارج ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے اس اختلاف سے یہ معلوم ہو گیا کہ تشریح الابدان کے متعلق فقہاء کا علم صرف ظن، تخمین، قیاس اور اندازے پر مبنی تھا انھوں نے اعضاء بدن کا مشاہدہ نہیں کیا تھا، اس لیے ان امور میں صحیح فیصلہ صحیح معلومات کی بنیاد پر ہی کیا جا سکتا ہے۔

علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

وهذا لیس من باب الفقه ای فقه الشریعة بل یرجع الی معرفة فقه الطب۔[۴]

اس چیز کا تعلق شریعت کی فقہ سے نہیں ہے، بلکہ طب کی فقہ سے ہے۔

---

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۲] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[۳] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۲۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[۴] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی الهدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

کیونکہ پیٹ سے مثانہ کی طرف پیشاب کا منتقل ہونا کسی فقیہ کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اور یہ واقع میں ایک طریقہ ہے، اور اس کی معرفت علم طب کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنے کی شرط، قرآن مجید اور حدیث شریف میں مذکور نہیں ہے، یہ شرط قدیم فقہاء نے صرف اپنے اجتہاد سے لگائی ہے، اور اس شرط کا تعلق انسان کے اعضاء اور تشریحات بدن سے ہے، اور تشریحات بدن کے متعلق صحیح علم حاصل کرنے کے ذرائع اس دور میں میسر نہیں تھے، اس لیے اس سلسلہ میں ان کا اس وقت کا اجتہاد غیر معتبر اور غیر مستند ہے، نیز ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ معدہ کے عمل ہضم کے بعد ہی دوا خون میں شامل ہوتی ہے اور معدہ میں ہضم ہونے کے بعد ہی غذا گلوکوز بن کر خون میں داخل ہوتی ہے، اس لیے قدیم فقہاء نے معدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اور اب جب کہ دوا یا گلوکوز کو معدہ کی وساطت کے بغیر انجکشن کے ذریعہ براہ راست خون میں پہنچایا جاتا ہے تو اس سے بطریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس سے اس روزہ کی صرف قضا لازم ہوگی اور اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجکشن ایجاد ہو گیا ہوتا تو وہ بھی یہی حکم دیتے، کیونکہ شریعت کی منشاء اور اس کا صحیح ادراک اور معرفت علماء ہماری بہ نسبت ان میں بہت زیادہ تھا۔

انجکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ

انجکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے پر بعض علماء نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ بچھو، شہد کی مکھی، یا بھڑ کے ڈنک مارنے یا کسی بھی زہریلے کیڑے کے کاٹنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، حالانکہ ان تمام جانوروں کے کاٹنے سے جسم کے اندر زہریلا مادہ اس انداز سے داخل ہوتا ہے جس انداز سے انجکشن لگانے سے داخل ہوتا ہے۔ اس پر یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انجکشن بھی مفسد صوم نہیں ہے۔

یہ دلیل حسب ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے:۔

(۵)۔ شہد کی مکھی، بھڑ یا کسی بھی زہریلے جانور کے ڈنک سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور اس سے احتراز کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے اور جس سے احتراز کرنا ممکن نہ ہو (اس کو عموم بلویٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے) اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو دخل الذباب حلقه لم يفطر لانه لا يمكنه الاحتراز عنه۔ [1]

اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس سے احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔

عالمگیری میں ہے:

وما ليس بمقصود بالاكل ولا يمكن

جس کا کھانا مقصود نہ ہو اور جس سے احتراز

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی

الاحتراز عنه كالذباب اذا وصل الى جوف الصائم لم يفطره [1]

ممکن نہ ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً مکھی روزہ دار کے پیٹ میں چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(ب)۔ جس چیز کا دخول انسان کے علم اور قصد کے بغیر بے خبری سے ہو، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً سگریٹ کا دھواں اس کے علم اور قصد کے بغیر ناک یا حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر سگریٹ کا دھواں خود کشید کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

عالمگیری میں ہے:

ولو دخل حلقه غبار الطاحونة او طعم الادوية او الدخان واشباه ذلك لم يفطره [2]

اگر روزہ دار کے حلق میں چکی کے آٹے کا غبار، دواؤں کا ذائقہ یا دھواں یا اسی جیسی چیزیں (مثلاً مٹی کا غبار) چلی جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(ج)۔ جب منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کوئی چیز جسم میں داخل ہو تو روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن حاصل ہو، کیونکہ فقہاء کے نزدیک کان میں پانی چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور تیل سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

يعني افطر اذا ادخل في اذنيه الدهن لوجود صلاح البدن [3]

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ولو اقطر في اذنيه الماء او دخلهما لا يفسد صومه لانعدام المعنى والصورة [4]

اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی ٹپکایا یا از خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ صورۃً مفطر ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ معنیً مفطر ہے (کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی)

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] " " ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۳ ، " " "

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اوّلین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

اس کے برخلاف بھڑ یا کسی بھی زہریلے کیڑے کے کاٹنے سے بطور انجیکشن جو زہریلا مادہ جسم میں داخل ہوتا ہے اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی بلکہ اضرار بدن ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بھڑ وغیرہ کے ڈنک لگانے اور دوا، یا طاقت کے انجیکشن لگانے میں تین وجہ سے فرق ہے، بھڑ وغیرہ کا کاٹنا علم اور ارادہ کے بغیر ہوتا ہے، اس سے احتراز ممکن نہیں اور اس میں اضرار بدن ہے، اور دوا یا طاقت کے انجیکشن علم اور ارادہ سے لگائے جاتے ہیں، ان سے احتراز ممکن ہے اور اس میں بدن کی اصلاح اور تقویت ہے، اس لیے بھڑ وغیرہ کے ڈنک لگانے پر انجیکشن کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

آیا روزہ دار مریض انجیکشن لگوائے یا نہیں؟

اس چیز کی وضاحت کے بعد کہ انجیکشن یا ڈریپ لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی روزہ دار مریض کو اچانک روزے میں کوئی تکلیف لاحق ہو جائے اور ڈاکٹر اس کے لیے منہ سے کھانے کی دوا یا انجیکشن تجویز کرے تو اس کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق فوری علاج کرانا چاہیے، اور علاج نہ کرا کر بیماری کو برقرار رکھنا یا بیماری بڑھانا کوئی تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں ہے بلکہ گناہ ہے کیونکہ ہم جسم کے مالک نہیں ہیں اور اس کو ہلاک کرنے کا ہمیں اختیار ہے نہ اجازت، اس لیے روزہ میں لاحق ہونے والے مرض کا علاج کرانا لازم ہے اور اس روزے کی صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اصل حکم (عزیمت) بھی مشروع فرمایا ہے، اور عذر کے وقت رخصت بھی مشروع فرمائی ہے کیونکہ اسلام دین فطرت اور دین یسر ہے، اور جس طرح بلا عذر اصل حکم پر عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسی طرح عذر کے وقت رخصت پر عمل نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم برخصة الله الذى رخص لكم.[1]	حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے اللہ کی ان دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنا واجب ہے جو اس نے تم کو دی ہیں۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقبل رخصۃ اللہ کان علیہ من الاثم مثل جبال عرفۃ[1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل نہیں کیا اس کو عرفات کے پہاڑوں جتنا گناہ ہو گا۔

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب ان تؤتی رخصہ کما یکرہ ان تؤتی معصیتہ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج عام الفتح الی مکۃ فی رمضان فصام حتی بلغ کراع الغمیم فصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعہ حتی نظر الناس الیہ ثم شرب فقیل لہ بعد ذلک ان بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ اولئک العصاۃ۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رمضان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ روانہ ہوئے، آپ نے روزہ رکھ لیا جب آپ کراع الغمیم پر پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگا کر اسے اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اسے دیکھ لیا، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ اپنے روزے پر برقرار ہیں، آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں! وہ نافرمان ہیں!!

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھٰذا محمول علی من تضرر بالصوم[4]

سفر میں روزہ رکھنا اس وقت گناہ ہے جب سفر میں روزہ رکھنے سے ضرر ہو۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ومن کان مریضا فی رمضان فخاف

جو شخص رمضان میں بیمار ہو اور روزہ پر برقرار

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] " " " ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸، " "

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶، " " "

ان صام ازداد مرضہ افطر وقضی (الی قولہ) لان زیادۃ المرض وامتدادہ قد تفضی الی الھلاک فیجب الاحتراز عنہ۔[1]

رہنا مرض میں اضافہ کا سبب ہو تو روزہ افطار کرلے اور اس روزے کی قضا کرے، کیونکہ مرض کا بڑھنا بعض اوقات ہلاکت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے اس سے احتراز کرنا واجب ہے۔

ان احادیث اور عبارات فقہاء سے یہ معلوم ہوا کہ جب مریض کے لیے روزہ پر برقرار رہنا مرض میں اضافہ درد اور تکلیف میں شدت کا سبب ہو تو اب روزہ کو توڑنا واجب ہے اور روزے کو برقرار رکھنا گناہ ہے، اس لیے ایک معقول اور مخلص ڈاکٹر مریض کو یہ بتائے کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متقی نہیں ہو، آپ نے سفر میں ضرر کی وجہ سے روزہ افطار کر لیا تھا۔ اس لیے تم بھی افطار کرو، اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرو، اور یہ کہ رخصت پر عمل کرنا کار ثواب ہے اور عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسلام دین فطرت اور دین یسر ہے اس نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا، اس لیے ضرورت مند مریض روزے میں انجکشن ضرور لگوائے، بلکہ کھانے کی دوا بھی کھائے اور اس ایک روزہ کی قضا کرے۔ اور یہ اس سے کہیں آسان ہے کہ انجکشن لگا کر بدن کی اصلاح بھی حاصل کرے، اور اپنے نفس کو یہ فریب دے کر وہ بدستور روزہ دار ہے! اور روزے کی قضا سے جان چھڑاتا ہے۔

انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا ثمرۂ اختلاف اور بر سبیل تنزل استدلال

جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ان کے اور ہمارے اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر کسی بیمار آدمی نے روزے میں انجکشن لگوا لیا تو ان کے نزدیک اس روزے کی قضا لازم نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس روزے کی قضا لازم ہے، اب دیکھیے شرعی تقاضے کو پورا کرنے، عرف علماء اور احتیاط کے اعتبار سے کون سا نظریہ زیادہ صحیح ہے آیا اس روزہ کی قضا کرنا یا قضا نہ کرنا، اگر بالفرض دوسروں کی رائے درست ہوئی اور پھر بھی اس روزے کی قضا کر لی گئی تو آخرت میں اس شخص کو ایک زائد روزہ رکھنے کا ثواب مل جائے گا، اور اگر واقع میں ہماری رائے درست ہوئی اور روزہ دار نے روزے میں انجکشن لگا کر اس روزہ کی قضا نہ کی تو اس سے اس روزے کا مواخذہ ہوگا اور اگر اس نے اس روزہ کی قضا کر لی تو وہ بار عبادت سے بری الذمہ ہوگا، اس لیے ہر تقدیر پر اخروی فلاح ہمارے ہی نظریہ کے مطابق عمل کرنے پر موقوف ہے اور انجکشن لگا کر روزہ کی قضا نہ کرنے والا اخروی مواخذہ کے خطرہ سے بہرحال دوچار رہے گا۔!

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر

الفتاویٰ الاسلامیہ (ج ۱ ص ۸۹، ج ۵ ص ۱۷۵۴، مطبوعہ مصر) یسئلونک فی الدین والحیاۃ (ج ۵ ص ۱۴۴، مطبوعہ بیروت)۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ (ج ۲ ص ۶۵۸،

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۱، مطبوعہ کراچی

مطبوعہ بیروت) اور فتاویٰ نوریہ (ج ۲ ص ۱۴۳ - ۱۰۰ مطبوعہ لاہور) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافذ اصلیہ کے علاوہ کسی اور سوراخ سے معدہ اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا قدیم فقہاء کے زمانہ میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور معدنیات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ صرف معدہ کا عمل ہضم تھا اس لیے انہوں نے غذا یا دوا کے لیے معدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اگر ان کے زمانہ میں کیمیائی طریقوں سے معدہ کی وساطت کے بغیر براہ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور ادویات کے براہ راست خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بطریق اولیٰ لگاتے ، اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے صرف ہوا کی وساطت سے سامع تک آواز پہنچانے کا ذریعہ تھا، اور جب لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوا تو بجلی کی وساطت سے دور تک آواز پہنچانے کا ذریعہ نیا ہو گیا اس لیے متقدمین فقہاء کی تصانیف میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے اور پڑھنے کا ذکر نہیں ہے ، لیکن متاخرین نے اس کو اشتراک علت کی وجہ سے جائز قرار دیا ، اسی طرح پہلے نظر کی عینک لگا کر قرآن مجید پڑھنے کا تصور نہیں تھا ، دوربین سے چاند دیکھنے کا تصور نہیں تھا، لیکن جب یہ آلات ایجاد ہو گئے تو اشتراک علت کی بناء پر احکام شرعیہ میں ان سے استفادہ کیا جانے لگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کیا جاتا تھا، اور اسی کے لحاظ سے مسافت قصر کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے، اب ریل اور ہوائی جہاز سے مسافت قصر کے احکام مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ مسافت قصر کی علت ان تمام سواریوں میں مشترک ہے اسی طرح معدہ میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے اور یہ مقصد انجکشن کے ذریعہ بدرجہ اتم پورا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ روزے میں انجکشن لگوانے سے صرف روزہ کی قضاء لازم ہو گی، کفارہ لازم نہیں ہو گا۔ میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں ، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین اکرم الاولین والآخرین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین ۔

بَابُ بَيَانِ الْاِيْمَانِ الَّذِيْ يُدْخَلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَاَنَّ مَنْ تَمَسَّكَ بِمَا اُمِرَ بِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ

ایمان کے جس درجہ کی وجہ سے جنت کے دخول کا استحقاق ہے اور جس نے احکام پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَأَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِزِمَامِهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوْ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي بِمَا يُقَرِّبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ فَكَفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ وُفِّقَ أَوْ لَقَدْ هُدِيَ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ فَأَعَادَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَةَ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے جا رہے تھے، اچانک ایک دیہاتی آیا اور آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر کہنے لگا یا رسول اللہ وہ چیز بتلائیے جو مجھ کو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر رک گئے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا اس شخص کو اس سوال کی جانب اللہ توفیق ملی ہے، اس کے بعد آپ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم نے کیا کہا تھا، اس شخص نے اپنا سوال دہرایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور صلہ رحم کرو۔ (اب) اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو۔

۱۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری کی بعینہٖ یہی روایت ذکر فرمائی ہے۔

۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْنِينِي مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ ذَا رَحِمِكَ فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَمَسَّكَ بِمَا أُمِرَ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ إِنْ تَمَسَّكَ بِهِ۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھ کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص نے ان باتوں پر عمل کیا تو جنت میں جائے گا۔

١٥۔ **حَدَّثَنِیْ** اَبُوْبَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَآ اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا شَیْئًا اَبَدًا وَّلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلائیے جس کو اختیار کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، دیہاتی نے کہا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان احکام میں نہ کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کمی، جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کے دیکھنے سے خوش ہوتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

١٦۔ **حَدَّثَنَا** اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ وَّاللَّفْظُ لِاَبِیْ كُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقَلٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِذَا صَلَّیْتُ الْمَكْتُوْبَةَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَاَحْلَلْتُ الْحَلَالَ اَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نعمان بن قوقل آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں فرض نمازیں پڑھتا رہوں، حرام سے بچتا رہوں اور حلال کام کرتا رہوں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

١٧۔ **وَحَدَّثَنِیْ** حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِیَّآءَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُوْسٰی عَنْ شَیْبَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ وَّاَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النُّعْمَانُ ابْنُ قَوْقَلٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِمِثْلِهٖ وَزَادَ فِیْهِ وَلَمْ اَزِدْ عَلٰی ذٰلِكَ شَیْئًا۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر کی یہی روایت ذکر کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ نعمان بن قوقل نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ان احکام پر کچھ زیادتی نہ کروں گا۔

١٨۔ **وَحَدَّثَنِیْ** سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ شَيْئًا أَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى ذٰلِكَ شَيْئًا۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں فرض نماز پڑھتا رہوں، رمضان کے روزے رکھوں، حلال کام کروں حرام سے بچوں اور ان کاموں پر کوئی اضافہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اس شخص نے کہا بخدا! میں ان احکام پر کوئی اضافہ نہ کروں گا۔

توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف

حدیث نمبر ۱۲ میں مذکور ہے: اس شخص کو من جانب اللہ توفیق ملی ہے علامہ نووی لکھتے ہیں توفیق کا معنی ہے اطاعت کی قدرت کو پیدا کرنا اور خذلان کا معنی ہے معصیت کی قدرت کو پیدا کرنا۔ اسی حدیث میں ہے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اللہ کے شریک بنانے کا یہ معنی ہے کسی کو اللہ کے مساوی ماننا۔ یعنی کسی شخص کو واجب الوجود اس کی صفات کو مستقل اور قدیم اور اس کو عبادت کا مستحق ماننا۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام [1]

شرک کرنا یہ ہے کہ کسی شریک کو واجب الوجود اور الٰہ مانا جائے جیسے مجوسی مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسے بت پرست مانتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ شخص ان احکام پر عمل کرے گا اور ان کو ہمیشہ کریگا، اور جنت میں داخل ہوگا۔ [2]

باب ۲ بَیَانِ اَرْکَانِ الْاِسْلَامِ وَدَعَآئِمِهِ الْعِظَامِ اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

١٩۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ الْأَحْمَرَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ فَقَالَ رَجُلٌ الْحَجِّ وَصِيَامِ رَمَضَانَ قَالَ لَا صِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ هٰكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان کے روزے؟ فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یونہی سنا ہے۔

٢٠۔ **حَدَّثَنَا** سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَسْكَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ السُّلَمِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اللّٰهُ وَيُكْفَرَ بِمَا دُونَهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے سوا سب کی عبادت کا انکار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

٢١۔ **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَاصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

٢٢۔ **وَحَدَّثَنِي** ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ يُحَدِّثُ طَاوُسًا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے سوال کیا آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،

ابْنُ عُمَرَ اَلَا تَغْزُوْا فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْاِسْلَامَ بُنِيَ عَلٰى خَمْسَةٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ۔

آپ فرما رہے تھے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔

الفاظ حدیث میں ردوبدل کرنے کی ممانعت

رمضان کے روزے ۲ھ کو فرض ہوئے ہیں اور حج ۹ھ کو فرض ہوا۔

حدیث نمبر ۱۹ میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسلام کی پانچ بنیادیں بیان کرتے ہوئے رمضان کے روزے اور حج کا ذکر کیا اور جب ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان کے روزے؟ تو فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، اور حدیث نمبر ۲۱ میں حضرت عبد اللہ بن عمر نے خود ان پانچ چیزوں کے بیان میں پہلے حج اور پھر رمضان کے روزوں کا ذکر کیا۔

علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس کی توجیہ میں اختلاف ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج کو رمضان سے مقدم کرنے پر کیوں انکار کیا جب کہ حضرت ابن عمر سے بھی اسی ترتیب سے روایت ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ یہ حدیث سنی، ایک بار آپ نے رمضان کو حج پر مقدم فرمایا اور دوسری بار حج کو رمضان پر، اور اسی طرح حضرت ابن عمر نے ان دو حدیثوں کو دو مختلف وقتوں میں روایت کیا، اور جب اس شخص نے اس حدیث کو دہرایا اور حج کا ذکر مقدم کیا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا تم بغیر علم کے اس روایت کی ترتیب نہ بدلو اور اس پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، اور اس میں دوسری روایت کی نفی نہیں ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس وقت حضرت ابن عمر کو وہ دوسری روایت یاد نہ رہی ہو۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اس شخص کو ٹوکا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حدیث سنی ہو اسی طرح روایت کرنا چاہیے۔ متن میں تغیر و تبدیل کرنا اور حدیث کے الفاظ کی ترتیب بدلنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَآئِعِ الدِّيْنِ وَالدُّعَاءِ اِلَيْهِ وَالسُّؤَالِ عَنْهُ وَحِفْظِهٖ وَتَبْلِيْغِهٖ مَنْ لَّمْ يَبْلُغْهُ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے احکام شریعت پر عمل کرنے ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا حکم

۲۳ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

كَثِيرٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَعْمَلُ بِهِ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ فَقَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءُ الزَّكٰوةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُقَيَّرِ وَزَادَ خَلَفٌ فِي رِوَايَتِهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً۔

۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ تَسْأَلُهُ عَنْ نَبِيذِ الْجَرِّ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا رَبِيعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامٰى قَالَ

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں اور ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں لہٰذا آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیجیے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ پر ایمان لانا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر کی اور فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا، اور میں تم کو خشک کدو کے برتن، سبز گھڑے، لکڑی کے برتن اور اس برتن کے استعمال سے منع کرتا ہوں جس پر روغن قار (رال) ملا ہوا ہو، خلف بن ہشام نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر فرمایا تو اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

ابو جمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے لوگوں کے درمیان ترجمانی کیا کرتا تھا، ایک دفعہ ایک عورت آئی اور اس نے حضرت ابن عباس سے گھڑے میں بنائے ہوئے نبیذ کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ ان لوگوں نے کہا ربیعہ، آپ نے فرمایا ان لوگوں کو خوش آمدید ہو یہ لوگ یہاں شرمندہ اور نادم نہیں ہوں گے، ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں بہت دور سے آئے ہیں۔ حضور ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ

فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْتِيْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ وَاِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَاِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَّاْتِيَكَ اِلَّا فِيْ شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرُ بِهٖ مَنْ وَّرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ قَالَ فَاَمَرَهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ وَّنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ قَالَ فَاَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسًا مِّنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ النَّقِيْرِ قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ قَالَ احْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْا بِهٖ مِنْ وَّرَاءَكُمْ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ رِوَايَتِهٖ مَنْ وَّرَاءَكُمْ وَلَيْسَ فِيْ رِوَايَتِهِ الْمُقَيَّرِ۔

مضر کے کفار حائل ہیں اس لیے ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور کسی مہینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے لہٰذا آپ ہمیں کوئی فیصلہ کن بات بتا دیجئے جس کی تبلیغ ہم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی کریں اور ہم جنت میں داخل ہو جائیں، حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے روکا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو خدائے واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا اور فرمایا کیا تمہیں خدائے واحد پر ایمان لانے کا مطلب معلوم ہے؟ انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا، اور ان کو خشک کدو سے بنائے ہوئے برتن، سبز گھڑے اور روغن قار ملے ہوئے برتن کے استعمال سے روکا، شعبہ نے لکڑی کے برتن کا بھی ذکر کیا، حضور نے فرمایا ان باتوں کو خود بھی یاد رکھو اور اپنے قبیلہ کے لوگوں تک پہنچا دو، ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں لکڑی کے برتن کا ذکر نہیں کیا۔

۲۵- وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ اَنَا اَبِيْ قَالَا جَمِيْعًا حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ نَحْوَ حَدِيْثِ شُعْبَةَ وَقَالَ اَنْهَاكُمْ عَمَّا يُنْبَذُ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ

امام مسلم اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کر کے یہ اضافہ ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اس نبیذ سے منع کرتا ہوں جو کدو اور لکڑی کے برتن میں اور سبز گھڑے اور روغن قار ملے ہوئے برتن میں بنایا جاتا ہے، اور معاذ نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفد عبد القیس کے سردار سے کہا تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَشَجِّ اَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ لَقِيَ الْوَفْدَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ سَعِيْدٌ وَذَكَرَ قَتَادَةُ اَبَا نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فِيْ حَدِيْثِهٖ هٰذَا اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا حَيٌّ مِّنْ رَّبِيْعَةَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَا نَقْدِرُ عَلَيْكَ اِلَّا فِيْ اَشْهُرِ الْحُرُمِ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ نَّاْمُرُ بِهٖ مَنْ وَّرَآءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ اِذَا نَحْنُ اَخَذْنَا بِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَصُوْمُوْا رَمَضَانَ وَاَعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْغَنَائِمِ وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا عِلْمُكَ بِالنَّقِيْرِ قَالَ بَلٰى جِذْعٌ تَنْقُرُوْنَهٗ فَتَقْذِفُوْنَ فِيْهِ مِنَ الْقُطَيْعَآءِ قَالَ سَعِيْدٌ اَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ تَصُبُّوْنَ فِيْهِ مِنَ الْمَآءِ حَتّٰى اِذَا سَكَنَ غَلَيَانُهٗ شَرِبْتُمُوْهُ حَتّٰى اِنَّ اَحَدَكُمْ اَوْ اِنَّ اَحَدَهُمْ لَيَضْرِبُ ابْنَ عَمِّهٖ بِالسَّيْفِ قَالَ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ اَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ وَكُنْتُ اَخْبَاهَا حَيَآءً مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتا ہے: سمجھ اور بردباری۔

قتادہ کہتے ہیں میں نے اس شخص سے حدیث سُنی ہے جس نے اس وفد سے ملاقات کی تھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سعید بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ قتادہ نے بیان کیا کہ انھوں نے ابونضرہ کے واسطے سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت بیان کی کہ عبدالقیس کے کچھ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں اس لیے حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور کسی مہینہ میں حاضری ہمارے لیے ممکن نہیں ہے لہٰذا آپ ہم کو ایسا حکم دیجئے جو ہم اپنے قبیلہ تک پہنچائیں اور ہم خود بھی اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک مت بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو، اور چار چیزوں سے تم کو روکتا ہوں، ان کا استعمال مت کرو، خشک کدوؤں سے بنائے ہوئے برتن، سبز گھڑے، لکڑی کے برتن اور روغن قار ملے ہوئے برتن۔ ان لوگوں نے عرض کیا حضور آپ کو معلوم ہے لکڑی کا برتن کیسا ہوتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! تم لکڑی کو کھوکھلا کر کے اس میں کھجوریں بھگو دیتے ہو (راوی کو شک ہے کھجوریں فرمایا یا چھوہارے) اور جب اس کا کچا پانی جوش کھا کر ٹھہر جاتا ہے تو پھر

فَقُلْتُ فَفِيْمَ نَشْرَبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فِيْ أَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِيْ يُلَاثُ عَلٰى أَفْوَاهِهَا فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّ أَرْضَنَا كَثِيْرَةُ الْجُرْذَانِ وَلَا تَبْقٰى بِهَا أَسْقِيَةُ الْأَدَمِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ قَالَ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ إِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ۔

تم اس کو پیتے ہو جس کے نشہ کا یہ اثر ہوتا ہے) یہاں تک کہ تم میں سے ایک شخص اپنے چچا زاد کو تلوار سے قتل کر ڈالتا ہے۔ وفد میں سے ایک شخص تھا جس کو اسی وجہ سے زخم لگا تھا اور اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شرم کی وجہ سے اپنا زخم چھپایا ہوا تھا اس نے کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر ہم کس قسم کے برتنوں میں پیا کریں، آپ نے فرمایا چمڑے کی ان مشکوں میں پیو جن کے منہ بندھے ہوئے ہوں۔ اہل وفد نے عرض کیا یا نبی اللہ! ہمارے علاقہ میں چوہے بکثرت ہیں وہاں چمڑے کے مشکیزہ وغیرہ نہیں رہ سکتے، یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہی برتنوں میں پیو اگرچہ چوہے کاٹ ڈالیں، اگرچہ چوہے کاٹ ڈالیں، اگرچہ چوہے کاٹ ڈالیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے سردار سے فرمایا تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: سمجھ اور بردباری۔

امام مسلم نے قتادہ کی اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کیا جس میں کچھ لفظی تغیر ہے کھجوروں کو پانی میں ڈالنے کے لیے تقذفون کی جگہ تذیفون کا لفظ ہے اور اس میں راوی سعید کا یہ قول بھی نہیں کہ "اس کو شک ہے کہ حضور نے کھجوروں کا ذکر کیا تھا یا چھواروں کا!"

٢٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ غَيْرُ وَاحِدٍ لَقِيَ ذٰلِكَ الْوَفْدَ وَذَكَرَ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا قَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ غَيْرَ أَنَّ فِيْهِ وَتَذِيْفُوْنَ فِيْهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ وَالتَّمْرِ وَالْمَاءِ وَلَمْ يَقُلْ قَالَ سَعِيْدٌ أَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ۔

٢٨۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ قَزَعَةَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وفد عبد القیس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا کرے کس قسم کے برتنوں میں پینا

أَنَّ أَبَا نَضْرَةَ أَخْبَرَهُ وَحَسَنًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاكَ مَاذَا يَصْلُحُ لَنَا مِنَ الْأَشْرِبَةِ فَقَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي النَّقِيرِ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاكَ أَوَتَدْرِي مَا النَّقِيرُ قَالَ نَعَمْ الْجِذْعُ يُنْقَرُ وَسَطُهُ وَلَا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْحَنْتَمَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُوكَا۔

ہمارے لیے جائز ہے، آپ نے فرمایا لکڑی کے برتنوں میں مت پیا کرو۔ اہل وفد نے عرض کیا یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا کرے آپ کو معلوم ہے لکڑی کا برتن کیسا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں لکڑی کو اندر سے کھود دیتے ہیں پھر فرمایا کدو کے برتن کو استعمال کرو نہ سبز گھڑے کو ان کی بجائے چمڑے کی ان مشکوں سے پیا کرو جن کا منہ بندھا ہوا ہو۔

حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۲۳ میں ہے: وفد عبد القیس نے کہا ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں آسکتے ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

حرمت والے مہینے چار ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے، اور وہ یہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب، تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حرمت والے مہینے ہیں۔ [1]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اہل عرب میں حضرت ابراہیم کے زمانہ سے یہ قاعدہ چلا آرہا تھا کہ انھوں نے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے حج کے لیے خاص کر لیے تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ، قتل اور غارت گری ممنوع تھی تاکہ زائرین کعبہ امن و امان سے بیت اللہ تک جائیں اور حج یا عمرہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں، اس بناء پر ان مہینوں کو حرمت والے مہینوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

وفد عبد القیس کا مطلب بھی یہ تھا کہ چونکہ ان کی سفر کے کافروں سے آویزش رہتی ہے اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلامتی کے ساتھ حاضر ہونے کے لیے حرمت والے مہینوں کا وقت ہی مناسب تھا جب کافر بھی جنگ سے اپنے ہاتھ روک لیتے تھے۔

ان حرمت والے مہینوں میں مسلمانوں کو کفار سے ابتداءً جنگ کرنے سے روک دیا گیا تھا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

یا یھا لذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام۔ (مائدہ: ۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کرو۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا ان مہینوں میں اب بھی کفار سے جہاد کرنا ناجائز ہے؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے تابعین میں عطاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ حکم ابھی باقی ہے اور مسلمان ان مہینوں میں کفار پر حملہ آور نہیں ہو سکتے الآیہ کہ ان

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

مہینوں میں کفار مسلمانوں پر حملہ کریں اور ان سے مدافعت میں جنگ کی جائے۔ اور تابعین میں سے دوسرے بزرگ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے، کیونکہ اسلام کی سرحدیں اب سرزمین عرب تک محدود نہیں رہیں بلکہ شرق و غرب میں پھیل چکی ہیں اور سرزمین عرب کے علاوہ دوسرے علاقوں میں جہاد کرنے کے لیے ان مہینوں کی حرمت مانع نہیں ہے کیونکہ جس وجہ سے ان مہینوں میں جنگ و جدال سے منع کیا تھا وہ وجہ غیر عرب علاقوں میں نہیں پائی جاتی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصین فزاری کو محرم ۹ھ میں بنو تمیم پر حملہ کے لیے بھیجا اور بسند صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی محرم کو طائف کا محاصرہ کیا۔ اور محرم حرمت والے مہینوں میں سے ہے نیز علامہ آلوسی نے بیان کیا ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے[1]

عنوان باب کی مطابقت حدیث شریف کے اسی جملہ سے ہے جس میں وفد عبد القیس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور ان کو احکام بیان فرمائیں تاکہ وہ ان احکام کی اپنے قبیلہ میں تبلیغ کریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ رسالت میں احادیث کو یاد کرنے اور انھیں دوسروں تک پہنچانے کا رواج تھا اور یہ حجیت حدیث کی دلیل ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہوتی ہے۔

ایک اشکال کا جواب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن پانچ چیزیں فرمائیں (۱) ایمان (۲) توحید اللہ کی گواہی (۳) نماز (۴) زکوٰۃ (۵) مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اس سوال کے کئی جواب دیئے گئے ہیں جن میں سے زیادہ معقول جواب یہ ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا کوئی علیحدہ حکم نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ ہی کا ایک حصہ ہے۔

چار قسم کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی وضاحت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چار قسم کے برتنوں میں نبیذ بنا کر پینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے یا منسوخ ہو گیا۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو مشکیزوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اب ہر برتن میں نبیذ بنا سکتے ہو لیکن اس کو نشہ آور کر کے نہ پینا۔ اس کے برخلاف صحابہ میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور ائمہ میں سے امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حرمت کا یہ حکم اب بھی باقی ہے۔

نبیذ کا معنی

انگور، جو یا کھجوروں کو اتنی دیر تک پانی میں رکھا جائے کہ اس میں کچھ مٹھاس پیدا ہو جائے یا ان چیزوں کو پانی میں ڈال کر معمولی جوش دیا جائے تو اس سے نبیذ بن جاتا ہے اس کا پینا جائز ہے۔ صحابہ کرام بالعموم نبیذ پیتے تھے لیکن اگر ان چیزوں کو پانی میں زیادہ دیر رکھا جائے حتی کہ پانی گاڑھا ہو کر جھاگ چھوڑنے لگے تو پھر یہ نشہ آور ہو جاتا ہے اور یہ شراب خالص ہے اس کا پینا حرام ہے اور یہ ناپاک ہے۔ خمر اور دیگر نشہ آور شرابوں کی تعریف اور ان کے احکام شرح صحیح مسلم جلد رابع اور جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۵۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ف : حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وفد عبد القیس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رجب سنہ ۹ھ میں حاضر ہوا تھا۔ [1]

بَابُ الدُّعَآءِ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ وَ شَرَآئِعِ الْإِسْلَامِ

توحید و رسالت کی گواہی اور احکام شرعیہ کی دعوت دینا

۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ زَكَرِيَّاءَ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رُبَّمَا قَالَ وَكِيْعٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِيْ قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ فِيْ فُقَرَآئِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَآئِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (یمن کا حاکم بنا کر) بھیجا اور فرمایا تم بعض اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو تو پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت وینے کی دعوت دینا جب وہ اس کو مان لیں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ ان کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو ان کے دولت مند لوگوں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی جب وہ اس کو قبول کر لیں تو تم زکوٰۃ میں ان کا بہترین مال ہرگز نہ لینا اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا، کیونکہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

۳۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ ابْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ سَتَأْتِيْ قَوْمًا بِمِثْلِ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ ۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا اور وہی ہدایات بیان کیں جو پہلی حدیث میں گزر چکی ہیں۔

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۱- حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتٰبٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے سب سے پہلے انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینا، جب وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ اس حکم کی تعمیل کر لیں تو انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی، جب وہ اس کو مان لیں تو ان سے زکوٰۃ لینا لیکن ان کے بہترین مال سے تعرض نہ کرنا۔

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ خبر واحد کو قبول کرنا صحیح ہے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۲)۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر واجب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اپنی وفات سے بہت کم عرصہ پہلے یمن بھیجا تھا اور اس حدیث میں صرف دن اور رات میں پانچ نمازوں کی فرضیت کا ذکر ہے" علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ وتر فرض نہیں ہے، واجب ہے اور اس کے وجوب پر دلیل ہم باب: ۱ میں بیان کر چکے ہیں۔

(۳)۔ سنت یہ ہے کہ کفار سے جدال کرنے سے پہلے انھیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی جانی چاہیے۔

(۴)۔ جب تک کوئی شخص کلمہ شہادت نہ پڑھے اس پر اسلام کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

(۵)۔ دن اور رات میں پانچ نمازوں کا پڑھنا فرض ہے۔

(۶)۔ ظلم بہت شدید حرام ہے اور امام پر لازم ہے کہ وہ اپنے حکام کو نصیحت کرے، ان کو اللہ سے ڈرائے اور شدت کے ساتھ ظلم کرنے سے روکے اور ظلم پر آخرت کے عذاب کو بیان کرے۔

(۷)۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین پر زکوٰۃ دینے والوں کے بہترین مال کو لینا حرام ہے، اسی طرح زکوٰۃ دینے والے پر خراب مال دینا حرام ہے بلکہ متوسط مال دینا اور لینا چاہیے۔

(۸)۔ کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اسی طرح غنی (مالک نصاب) کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں ہے۔

(۹)۔ علامہ خطابی مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو دوسرے شہر والوں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے اغنیاء سے مال لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ ان کے فقراء کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے، اور جب دونوں احتمال ہیں تو استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کفار نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت اور قتل اور زنا کی حرمت ایسے احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے ان کو اللہ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دینے کی دعوت دینا سو اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان پر پانچ نمازیں پڑھنا واجب نہیں ہے، یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان کو یہ بتلایا جائے کہ دنیا میں ان سے نماز پڑھنے اور دیگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا مطالبہ ہے، اور دنیا میں یہ مطالبہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہی ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احکام شرعیہ کے مخاطب نہ ہوں تاکہ ان احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان پر عذاب زیادہ کیا جائے، نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوت دینے میں اہمیت کے اعتبار سے تدریج کو اختیار فرمایا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا پہلے ان کو نماز کی دعوت دو جب اس کو مان لیں تو ان کو یہ بتاؤ کہ ان پر زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ انسان صرف فرضیت نماز کا مخاطب ہے اور زکوٰۃ کا مخاطب نہیں ہے۔

آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟

علامہ نووی نے کہا ہے کہ محققین اور اکثرین کا قول یہ ہے کہ کفار تمام احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں، عام ازیں کہ وہ احکام مامورات ہوں یا منہیات، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ احکام فرعیہ کے مطلقاً مخاطب نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مامورات کے مخاطب ہیں اور منہیات کے مخاطب نہیں ہیں۔[1]

قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ (بقرہ: ۲۱)	اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا اس امید سے کہ تم کو تقویٰ ملے

قاضی بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اگرچہ کفار کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے لیکن یہ حکم کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ عبادت کرنے کا حکم، عبادت کی ابتداء کرنے اور عبادت میں زیادتی اور دوام کرنے میں مشترک ہے، پس کفار سے مطلوب یہ ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کہ وہ اللہ پر ایمان لا کر عبادت کو شروع کریں کیونکہ عبادت کی صحت ایمان لانے پر موقوف ہے اور جب کسی چیز کو واجب کیا جائے تو اس کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے اور جس طرح کسی شخص کا بے وضو ہونا اس پر نماز کے وجوب کے منافی نہیں، اسی طرح کسی شخص کا کفر اس پر عبادت کے وجوب پر منافی نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ ایمان لا کر عبادت کو شروع کرے، اور مومنین سے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت کرنے پر ثابت قدم رہیں اور اس عبادت میں اور زیادتی کریں۔ [1]

علامہ محی الدین قوجوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یا یھا الناس میں تین فرقوں سے خطاب کر کے ان کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ا) مومن مخلص (ب) کافر ظاہر (ج) منافق مداہن، کافر ظاہر کو جو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ پہلے تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کریں اور پھر عبادت کریں کیونکہ عبادت کی شرط ایمان ہے اور کسی کام کا حکم اس کام کی شرط کے حکم کو بھی مستلزم ہوتا ہے جیسے بے وضو مسلمان کو نماز کا حکم دینا اسے پہلے وضو کے حکم کو مستلزم ہوتا ہے اور مسلمان کو عبادت کے حکم سے مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت پر برقرار رہے اور زیادہ عبادت کرے اور منافق کو عبادت کے حکم سے مطلب یہ ہے کہ وہ دعویٰ ایمان میں اخلاص سے کام لے۔ لفظ عبادت ان تینوں معانی میں مشترک ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک لفظ مشترک سے بیک وقت متعدد معانی کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک بھی اشتراک معنوی جائز ہے یعنی لفظ مشترک سے ایک عام معنی مراد لیا جائے اور تمام مختلف معانی اس کے افراد بن جائیں، سو یہاں مراد ہے عبادت کو دوام اس کو شرائط عبادت کے بعد ابتداء عبادت کرو یا عبادت میں برقرار رہو، یا عبادت میں اخلاص لاؤ۔ [2]

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

یہ اس بحث کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل اصول فقہ میں بیان کی گئی ہے کہ آیا کفار احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں، علامہ ابن ہمام نے "تحریر" میں لکھا ہے کہ محل نزاع یہ ہے کہ جن احکام کے لئے ایمان شرط ہے آیا بغیر ایمان کے ان احکام کا مکلف کرنا صحیح ہے یا نہیں، مشائخ سمرقند نے یہ کہا ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے ان کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہے، ایمان تمام عبادات میں اعظم اور تمام طاعات میں اصل ہے، لہٰذا اس سے کم درجہ کی طاعات میں ایمان کو شرط اور تبع قرار دے کر اس کا مکلف نہیں کیا جائے گا اور مشائخ سمرقند کے علاوہ باقی تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ احکام فرعیہ کا مکلف کرنا صحیح ہے اور ان کا اختلاف اس میں ہے کہ حق اعتقاد اور حق ادا دونوں اعتبار سے ایمان کا مکلف کرنا صحیح ہے یا احکام فرعیہ کا صرف اعتقاد کے اعتبار سے مکلف کیا جائے گا۔ فقہاء احناف میں سے اہل عراق کا اور فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے کہ کفار کو احکام فرعیہ کے اعتقاد اور ان کے ادا کرنے دونوں کا مکلف کیا جائے گا، ان کے نزدیک کفار کو احکام فرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بھی گناہ ہوگا اور فقہاء بخارا کا نظریہ یہ ہے کہ انھیں صرف احکام فرعیہ پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے گناہ ہوگا، امام

---

[1] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۲ ص ۶۵ ـ ۷۰، مطبوعہ دار صادر بیروت

[2] علامہ محی الدین محمد بن مصطفےٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ص ۱۶۹ ـ ۱۷۰، مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند ہند

ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی چیز کی تصریح نہیں کی ہے، البتہ امام محمد کے قول میں فقہاء شافعیہ کے مختار پر دلالت ہے اور قرآن مجید کی اس آیت سے بھی بہ ظاہر اسی کی تائید ہے:

وویل للمشرکین ○ الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کٰفرون ۔ (حٰم السجدۃ: ۷-۶)	اور ہلاکت ہے مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

البتہ اس پر اتفاق ہے کہ کفار عذاب اور معاملات کے مخاطب ہیں۔[1]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

کفار بھی عبادات کرنے کے حکم میں داخل ہیں اور ان کو جس طرح احکام فرعیہ پر اعتقاد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح ان کو ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، اور کسی چیز کا حکم اس کے مقدمہ اور موقوف علیہ کا بھی حکم ہوتا ہے، اور یہ کہنا باطل ہے کہ ایمان عبادات کی اصل ہے، اگر احکام فرعیہ کے سبب سے ایمان واجب ہوا تو جو اصل تھا وہ بالتبع ہو جائے گا، کیونکہ یہ تب ہوتا جب ایمان اصالتًہ اور استقلالًا واجب نہ ہوتا، اور تعجب ہے کہ مشائخ سمرقند پر یہ نکتہ کیسے مخفی رہا، فقہاء عراق اور فقہاء شافعیہ کے مذہب پر یہ آیات دلیل ہیں:

وویل للمشرکین ○ الذین لا یؤتون الزکوٰۃ ۔ (حٰم السجدۃ: ۷-۶)	اور ہلاکت ہے مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔
ما سلککم فی سقر ○ قالوا لم نک من المصلین ○ ولم نک نطعم المسکین ○ (مدثر: ۴۴-۴۲)	(جنتی مجرموں سے پوچھیں گے) تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی، وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔

فقہاء بخارا کا مذہب یہ ہے کہ کفار احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد رکھنے کے مکلف ہیں، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں کسی جانب تصریح نہیں کی، لیکن امام محمد کے کلام میں اس پر دلالت ہے، امام اعظم نے اس لیے تصریح نہیں کی کہ دنیا میں اس اختلاف کا کوئی ثمرہ نہیں، کیونکہ جب وہ کافر ہیں تو ان کا احکام فرعیہ پر عمل کرنا محال ہے اور ایمان لانے کے بعد ان سے ان احکام کی قضاء کا مطالبہ نہیں ہوگا، اس اختلاف کا ثمرہ صرف آخرت میں ہوگا جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک آخرت میں کفار کو ان احکام پر اعتقاد نہ رکھنے اور عمل نہ کرنے دونوں وجہوں سے عذاب ہوگا، اور جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں، صرف ان پر اعتقاد رکھنے کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک کفار کو آخرت میں احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔[2]

بَابُ الْاَمْرِ بِقِتَالِ النَّاسِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں ان سے قتال کرنے کا حکم

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۷ ص ۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

٣٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَإِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے (اور حضرت ابوبکر نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا) تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان و مال محفوظ ہے البتہ جس شخص نے احکام اسلامیہ کی خلاف ورزی کی اس سے مواخذہ ہوگا۔ اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے حضرت ابوبکر نے اس کے جواب میں فرمایا بخدا میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں فرق کرے گا، کیونکہ مال زکوٰۃ میں اللہ کا حق ہے۔ بخدا اگر یہ لوگ رسی کے اس ٹکڑے کو دینے سے بھی انکار کریں جس کو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بخدا میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں حضرت ابوبکر کا سینہ کھول دیا ہے، اور مجھے بھی یقین ہو گیا کہ صحیح بات یہی ہے۔

٣٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ پڑھ لیں، اور لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اگر کسی شخص نے اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی تو اس سے مواخذہ ہوگا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

۳۴۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ ح وَحَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَعْقُوْبَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوْا بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نہ دیں اور میری رسالت کا اقرار نہ کریں اس کے بعد میری طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور ان کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا۔

۳۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ کی یہی روایت بیان کی ہے۔

۳۶۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا جَمِيْعًا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے، البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے پھر آپ نے ایک آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) آپ محض لوگوں کو نصیحت کرنے والے ہیں ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔

۳۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَإِذَا فَعَلُوهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔

جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی نہ دیں اور نماز اور زکوٰۃ کو ادا نہ کریں اس کے بعد میری طرف سے ان کی جانیں اور اموال محفوظ ہیں البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے باطن کا حال اللہ تعالےٰ کے سپرد ہے۔

۳۸ - وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِيَانِ الْفَزَارِيَّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ۔

ابو مالک کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کلمہ پڑھا اور تمام باطل خداؤں کا انکار کیا اس کی جان اور مال محترم اور محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالےٰ کے سپرد ہے۔

---

۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ وَحَّدَ اللّٰهَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

ابو مالک کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو ایک مانا . . . اس کے بعد مذکورۂ بالا حدیث بیان کی۔

حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان

حدیث نمبر ۳۲ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوگئے اور عرب کے بعض قبائل کافر ہوگئے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مرتدین عرب کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ لوگ تھے جو دین اسلام سے بالکلیہ مرتد ہوکر اپنے پہلے کفر کی طرف لوٹ گئے تھے، انھی کے متعلق حضرت ابوہریرہ نے یہ کہا ہے کہ عرب کے بعض قبائل کافر ہوگئے تھے، ان لوگوں میں دو گروہ تھے، ایک بنو حنفیہ میں سے مسیلمہ کذاب کے پیروکار تھے جنھوں نے اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی، اسی طرح یمن کے لوگ اسود عنسی کے ساتھی اور اس کے پیروکار تھے، یہ لوگ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مطلقاً منکر تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سب سے قتال کیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو یمامہ میں ہلاک کر دیا اور عنسی کو صنعاء میں ہلاک کر دیا، ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور اکثر لوگ مارے گئے، دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنھوں نے شریعت کا مطلقاً انکار کیا، نماز، زکوٰۃ

اور دیگر احکام شرعیہ کو ترک کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے پچھلے طریقہ کی طرف لوٹ گئے، اس وقت روئے زمین پر صرف تین مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جا رہا تھا، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد عبد القیس جو بحرین میں قریہ جواثا میں تھی۔

مرتدین عرب کی دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا تھا، انہوں نے نماز کی فرضیت کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب کا انکار کیا، یہ لوگ درحقیقت باغی تھے، اس زمانہ میں ان لوگوں کو باغی نہیں کہا گیا تھا اور ان کو مرتدین کی سلک میں منسلک کر دیا گیا تھا کیونکہ باغیوں کی اصطلاح حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوئی تھی، ان میں سے بعض لوگ زکوٰۃ دینا چاہتے تھے، مگر ان کے سرداروں نے انہیں روک دیا، یہ بنو یربوع کے لوگ تھے، انہوں نے اپنے صدقات جمع کر کے حضرت ابوبکر کو دینا چاہا، لیکن مالک بن نویرہ نے ان کو منع کر دیا اور ان کے صدقات کو انہی میں تقسیم کر دیا، انہی لوگوں کے معاملہ میں حضرت عمر کو شبہ لاحق ہوا تھا اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہوا اور بحث ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا؟ مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا، حضرت عمر نے اس حدیث کی ظاہری عبارت سے استدلال کیا تھا اور اس کے معانی اور شرائط پر غور نہیں کیا تھا حضرت ابوبکر نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور کلمہ پڑھنے والے کی جان اور مال اس وقت محفوظ رہے گی جب وہ ان کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور تمام احکام شرعیہ کو تسلیم کرے گا، کیا جس شخص نے نماز کا انکار کیا اس سے قتال واجب نہیں؟ اسی طرح زکوٰۃ کا انکار کرنے والے سے بھی قتال واجب ہے، حضرت عمر نے حدیث کی ظاہر عبارت سے استدلال کیا تھا اور حضرت ابوبکر نے قیاس سے استدلال کیا تھا، انہوں نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا تھا۔

مانعین زکوٰۃ کا شبہ

مانعین زکوٰۃ میں سے بعض مرتدین تھے جنہوں نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کر دیا تھا اور بعض اصل دین پر قائم تھے، زکوٰۃ کی فرضیت مانتے تھے، لیکن امام کو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ زکوٰۃ وصول کرنا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے تھا:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ط ان صلوتك سكن لهم۔

(توبہ: ۱۰۳)

ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک اور بابرکت کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے

مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب

یہ لوگ دراصل باغی تھے، لیکن ان کو بھی اس دور میں مرتدین کے ساتھ مرتد کہا گیا، اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ دین کے بعض احکام پر عمل نہ کرنے اور اس پر اصرار کرنے میں یہ مرتدین کے ساتھ تھے یا ان پر مرتد کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے کیا گیا، کیونکہ یہ ادائیگی زکوٰۃ کے طریقہ سابقہ سے پھر گئے تھے، اور اس اعتبار سے یہ بھی مرتد تھے، باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا،

یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کے خطابات کئی قسم کے ہیں (ا) خطاب عام (ب) وہ خطاب جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور دوسرا اس میں شریک نہ ہو، (ج) وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور امت بھی اس میں آپ کے ساتھ شریک ہے۔ (د) وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کا غیر ہے۔ ان کی مثالیں حسب ذیل ہیں

قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام خطاب عام کی مثال یہ ہے:

یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام۔
(بقرۃ : ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

یا یھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ۔
(بقرۃ : ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لو۔

اور جو خطاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور اس خطاب میں آپ کی امت شریک نہ ہو، اس کی یہ مثال ہے:

ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک۔
(بنو اسرائیل : ۷۹)

رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

وامراۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المؤمنین۔
(احزاب : ۵۰)

اور مسلمان عورت اگر (بلا مہر) اپنے آپ کو نبی کے لیے ہدیہ کر دے سو اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہے بغیر دوسرے مسلمانوں کے۔

جو خطاب آپ کے ساتھ مخصوص ہو اس میں اس قسم کی خصوصیت کی علامات ضروری ہیں جیسی مذکور الصدر آیات میں ہیں اور جس آیت میں خطاب آپ کو ہو اور آپ کی امت بھی اس حکم میں شریک ہو اس کی مثال یہ ہے:

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل۔
(بنی اسرائیل : ۷۸)

آپ نماز قائم کریں سورج ڈھلنے کے وقت (ظہر) رات کی تاریکی تک (مغرب اور عشاء)

فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم۔
(نحل : ۹۸)

جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔

ہر چند کہ ان آیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، لیکن اس کا حکم آپ، اور آپ کی امت دونوں کو شامل ہے، اسی طرح خذ من اموالھم صدقۃ میں بھی خطاب اگرچہ آپ کو ہے لیکن اس کے حکم میں آپ اور آپ کی امت دونوں شامل ہیں، کیونکہ اس آیت میں آپ کے ساتھ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی علامت نہیں ہے، اور جب یہ حکم دونوں کو شامل ہے تو آپ کو خطاب کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ احکام شرعیہ کے حامل ہیں اور آیات قرآن کے معانی اور مراد بیان کرنے والے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بعض مواقع پر صرف آپ کو خطاب کیا اور بعض مواضع پر پہلے آپ کو خطاب کیا اور پھر آپ کی امت کو خطاب کیا، تاکہ اس حکم پر عمل کرنے میں امت آپ کے عمل سے راہنمائی حاصل کرے، اس نہج پر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یا یھاالنبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن۔

(طلاق: ۱)

اے نبی! جب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (سے پہلے طہر میں) انھیں طلاق دو۔

اور کبھی آیت میں خطاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے اور اس سے مراد آپ کا غیر ہوتا ہے، اس کی مثال یہ ہے:

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فاسئل الذین یقرءون الکتاب من قبلک۔

(یونس: ۹۴)

تو (بالفرض) اگر آپ کو اس کلام میں شک ہو جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے، تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں، جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے اللہ کے کلام ہونے میں شک ہو اس لیے لامحالہ اس خطاب میں آپ سے مراد آپ کا غیر ہے۔

لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ (زمر: ۶۵)

اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے سب عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور ضرور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذا لمن الظالمین۔

(بقرہ، ۱۴۵)

اور اگر (بالفرض) علم آنے کے بعد آپ نے ان (کافروں) کی پیروی کی تو بے شک اس وقت ضرور آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شرک کرنا اور کافروں کی اتباع کرنا دونوں امر محال ہیں اس لیے لامحالہ ان آیات میں اگرچہ خطاب آپ کو ہے لیکن مراد آپ کے غیر ہیں۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی آیت میں آپ کو خطاب ہونے (مثلاً خذ من اموالھم صدقۃ) سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ یہ بھی لازم نہیں ہے کہ اس خطاب سے آپ ہی کی ذات مقدسہ مراد ہو کیونکہ بعض اوقات اس خطاب سے آپ کا غیر مراد ہوتا ہے، اور بعض اوقات اس خطاب میں امت بھی شریک ہوتی ہے وہ حکم آپ کے ساتھ اس وقت مخصوص ہوتا ہے جب کہ اس کی خصوصیت پر قرائن اور علامات ہوں جیسے ہم اس کی مثال بیان کر چکے ہیں، اس لیے مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم قیامت تک کے تمام ائمہ مسلمین کو ہے اور ائمہ اور عاملین زکوٰۃ کے لیے مستحب ہے کہ وہ صدقہ دینے والے کے لیے حصول برکت کی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھیں کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے گا۔

ضروریات دین کا انکار کفر ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان کو تم نے باغی قرار دیا ہے تو اگر آج کوئی گروہ زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو ادائیگی کا انکار کر دے تو آیا اس کو باغی قرار دیا جائے گا یا مرتد؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اب زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا وہ اجماع مسلمین سے کافر ہے، اس زمانہ کے

لوگوں میں اور اب کے لوگوں میں فرق ہے، وہ لوگ نزول شریعت کے زمانہ کے قریب تھے جب احکام منسوخ ہوتے رہتے تھے، نیز وہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہونے تھے، ان کو احکام اسلام کا پورا پورا علم نہیں تھا اس لیے وہ لوگ ان شبہات کی وجہ سے معذور تھے، لیکن اب دین اسلام کی مکمل اشاعت ہو چکی ہے، اور ہر خاص و عام کو زکوٰۃ کی فرضیت قطعیہ کا علم ہو چکا ہے، اس میں عالم اور جاہل کا کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے اب جس شخص نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اس کے لیے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو لامحالہ کافر قرار دیا جائے گا، اسی طرح پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، غسل جنابت کی فرضیت، زنا، شراب، قتل اور محارم سے نکاح کی حرمت وغیرہ، یہ امور ضروریات دین میں سے ہیں اور ان کے دین ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان کا علم شائع ہو چکا ہے، لہٰذا جس شخص نے ان میں سے کسی کا بھی انکار کیا وہ کافر ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو جس طرح روایت کیا ہے اس میں کافی عبارت اور حدیث کے الفاظ محذوف ہیں اور ان الفاظ کے ذکر نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر کو یہ شبہ لاحق ہوا، ورنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں تمام الفاظ حدیث موجود ہیں جس کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہوتا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جب وہ یہ کریں گے، تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے، البتہ جو اسلام کا حق ہو گا وہ لیا جائے گا اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور وہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں اور ہماری نماز پڑھیں، جب وہ ایسا کریں گے تو ان کا خون اور ان کا مال ہم پر حرام ہے، ہاں جان اور مال کا حق ان سے وصول کیا جائے گا اور ان کے لیے وہی حقوق اور فرائض ہوں گے جو مسلمانوں کے حقوق اور فرائض ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی پوری روایت مستحضر نہیں تھی ورنہ حضرت عمر کے اس اشکال کا جواب اسی حدیث میں صراحۃً موجود ہے، اور حضرت ابوبکر کو بھی قیاس سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے جو زکوٰۃ نہیں دے گا اس سے جنگ کی جائے گی۔

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں جن سے قتال کا حکم ہے وہ کفار اور مشرکین ہیں۔

(۲)۔ "جان اور مال کا حق وصول کیا جائے گا" اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے اسلام لانے کے بعد کسی کا ظلماً ہاتھ کاٹا تو اس کے بدلہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اگر کسی کو قتل کیا تو بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا اور مال کے بدلہ میں مال وصول کیا جائے گا۔

(۳)۔ "ان کا حساب اللہ پر ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اگر کسی کا حق مار لیا اور اس کا پتا نہیں چلا تو اس کا حساب اللہ پر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اسلام کو ظاہر کیا اور دل میں کفر رکھا تو اس کا اسلام قبول کیا جائے گا اور اس کا حساب اللہ پر ہے، اکثر علماء کا یہی قول ہے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی، امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔

(۴)۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا "اگر کسی شخص نے وہ عقال نہیں دی جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیتا تھا تو میں اس سے قتال کروں گا" اس حدیث میں عقال کا کیا معنی ہے؟ بعض علماء نے کہا عقال سے مراد سالانہ زکوٰۃ ہے، بعض علماء نے کہا اونٹ کے گلے کی رسی مراد ہے یعنی اگر زکوٰۃ میں ایک اونٹ دینا ہے تو اس کے گلے کی رسی بھی دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص رسیوں کی تجارت کرتا ہو تو زکوٰۃ کے حساب سے جو رسی نکلے وہ دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک رسی کے ٹکڑے کے برابر بھی زکوٰۃ نکلتی ہو تو دینا ہوگی۔

(۵)۔ حضرت عمر نے بحث کے بعد حضرت ابوبکر کے قول کی طرف رجوع کر لیا یہ ان کی للّٰہیت کی علامت ہے۔

(۶)۔ اس حدیث میں ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اس سے قتال نہیں کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص دین اسلام پر ایمان لے آئے اور کلمہ پڑھ لے تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے اور اس پر متکلمین کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

(۷)۔ اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت پر دلیل ہے کیونکہ وہ کفار اور مرتدین کے خلاف جنگ کرنے میں ثابت قدم رہے، انھوں نے مدینہ منورہ سے باہر دشمنانِ اسلام سے بھی جنگ کی اور مدینہ منورہ کے اندر جو داخلی فتنے اٹھے ان کا بھی جرأت سے مقابلہ کیا، اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم پر بھی دلیل ہے انھوں نے دقت نظر اور صحیح فکر و فراست سے وہ مسائل مستنبط کیے جن میں کسی کو ان پر سبقت نہیں ہے اسی وجہ سے اہل حق کا اجماع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہیں۔

(۸)۔ اس حدیث میں اہل علم کے مباحثہ اور حق کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہے۔

(۹)۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ احکام اسلام جاری کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھا جائے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں جہاد کے وجوب کا بیان ہے۔

(۱۱)۔ جو شخص کلمہ پڑھ لے اس کی جان اور مال محفوظ ہے۔

(۱۲)۔ احکام شرعیہ انسان کے ظاہر حال کے مطابق جاری ہوتے ہیں اور دل کے حال کا اللہ مالک ہے۔

(۱۳)۔ اس حدیث میں قیاس سے استدلال کرنے اور اس پر عمل کرنے کا بیان ہے۔

(۱۴)۔ نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام شرعیہ میں سے اگر کوئی شخص کسی حکم پر تھوڑا سا عمل کرنے سے بھی انکار کرے تو اس سے جہاد کرنا واجب ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر نے فرمایا اگر یہ زکوٰۃ میں سے ایک بکری کا بچہ یا رسی کا ٹکڑا بھی نہ دیں تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

(۱۵)۔ اس حدیث میں عموم سے استدلال کرنے کا بیان ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

(۱۶)۔ باغیوں سے قتال کرنا واجب ہے۔

(۱۷)۔ پیش آمدہ مسائل میں علماء کو غور و فکر کرنا اور بحث مباحثہ کرنا چاہیے اور حق واضح ہونے کے بعد اپنے ساتھی کی بات مان لینی چاہیے۔

(۱۸)۔ مسائل فرعیہ میں جب مجتہدین کا اختلاف ہو تو ایک دوسرے کو غلط نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے یہ نہیں کہا تم غلط کہتے ہو۔

(۱۹)۔ اگر مجتہدین میں سے ایک کا بھی اختلاف ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

(۲۰)۔ اس حدیث میں لا الٰہ الا اللہ پڑھنے پر ترک قتال کا بیان ہے، اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورا کلمہ ہے اور یہاں جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے، یا اس لیے کہ لا الٰہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم (نام) ہے، جیسے کہتے ہیں الحمد شریف پڑھو، یعنی سورہ فاتحہ پڑھو، یہ واضح رہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی مفصل روایات میں پورے کلمہ طیبہ کا ذکر ہے، یہ اختصار صرف حضرت ابوہریرہ نے کیا ہے۔[1]

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى صِحَّةِ اِسْلَامِ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ مَالَمْ يَشْرَعْ فِي النَّزْعِ وَهُوَ الْغَرْغَرَةُ وَنَسْخِ جَوَازِ الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ وَالدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى الشِّرْكِ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ وَلَا يُنْقِذُهُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ مِّنَ الْوَسَائِلِ۔

موت کے وقت غرغرہ موت سے پہلے ایمان لانے کی صحت، مشرکین کے لیے استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر دلیل کہ شرک پر مرنے والا جہنمی ہے

۴۰۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ اَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اُمَيَّةَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سعید بن مسیب کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آپہنچا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہو تو میں تمہارے حق میں اسلام کی گواہی دوں گا۔ ابوجہل اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۔۳۸، ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

يَا عَمِّ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدُ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتّٰى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبٰى أَنْ يَقُولَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔

عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے اے ابوطالب کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کی ملت کو چھوڑ رہے ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلسل ابوطالب کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے رہے، بہرحال ابوطالب نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے میں اپنے باپ عبدالمطلب کی ملت پر ہوں اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں اس وقت تک تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) نبی اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں خواہ وہ ان کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جب کہ ان کا جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو۔ اور ابوطالب کے بارے میں یہ آیت بھی نازل فرمائی: (ترجمہ) ہر وہ شخص جس کو آپ چاہیں آپ اس میں ہدایت جاری نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے بخوبی واقف ہے۔

۴۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ صَالِحٍ انْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْآيَتَيْنِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ وَيَعُودَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ وَفِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ مَكَانَ هٰذِهِ الْمَقَالَةِ فَلَمْ يَزَالَا بِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں ان دو آیتوں کا ذکر نہیں ہے۔

۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) کی موت کے وقت فرمایا آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں میں قیامت کے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ عِنْدَ الْمَوْتِ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَأَبٰى قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ الْآيَةَ۔

دن آپ کے اسلام کی گواہی دوں گا لیکن ابوطالب نے انکار کر دیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: انک لاتہدی من احببت ۔

---

٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِيْ قُرَيْشٌ يَقُوْلُوْنَ إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) سے فرمایا آپ کلمہ پڑھ لیجیے میں قیامت کے دن آپ کے اسلام کی گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ان باتوں سے عار نہ ہوتا کہ "ابوطالب موت سے ڈر کر مسلمان ہو گیا"، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔

غرغرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو دعوت اسلام دی۔

غرغرہ موت اس وقت کو کہتے ہیں جب انسان کے بدن سے روح نکالی جاتی ہے، جب انسان اخروی معاملات کو دیکھ لیتا ہے، اس وقت ایمان لانا مقبول نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے:

ولیست التوبة للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الأن ولا الذین یموتون وھم کفار۔ (نساء : ۱۸)

اور ان لوگوں کی توبہ (مقبول) نہیں جو (مسلسل) گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہے میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان کی (توبہ مقبول ہے) جو کفر پر مرتے ہیں۔

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو دعوت اسلام دی تھی تو اس پر یہ وقت ابھی نہیں آیا تھا کیونکہ ابوطالب نے اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش سے کافی باتیں کی تھیں۔

ابوطالب کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں ہوئی، ابن فارس نے کہا ہے کہ جس وقت ابوطالب کی وفات ہوئی اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ، گیارہ دن تھی، ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی[1]

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

جب ابوطالب پر موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور ابوطالب کو اسلام کی دعوت دی، علامہ خطابی نے کہا، ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے پھر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی، اور جب وہ فوت ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی، ابوطالب آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کی حفاظت کرتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ آپ کو ایذاء پہنچانے کی کوشش کرتے ان سے مدافعت کرتے تھے، قریش نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ان کے حوالے کر دیں، مگر ابوطالب نے انکار کر دیا، پھر قریش اور کفار مکہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ بنو ہاشم کا بائیکاٹ کریں گے، ان سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں گے نہ نکاح کریں گے پھر شعب ابی طالب میں ابوطالب اور بنو ہاشم تین سال تک سخت تنگی میں محصور رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اعلان کے صحیفہ کو ختم کر دیا۔

اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ شرک پر ہوا۔ سہیلی نے کہا ہے کہ میں نے مسعودی کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابوطالب کی موت ایمان پر ہوئی لیکن یہ قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث کی وجہ سے صحیح نہیں ہے جو اس باب میں مذکور ہیں، اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عباس نے کہا میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کا آپ نے حکم دیا، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا، اور عباس اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اس لیے ان کی شہادت معتبر نہیں ہے، اور یہ شیعہ کی روایت ہے، امام بیہقی نے کہا اس کی سند منقطع ہے، نیز صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۶)۔ سیدی غفرلہ! اگر یہ کہا جائے کہ ابوطالب دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا تو کیا اس وجہ سے اس کو مومن کہا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ایمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔ ؎

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت سے کچھ وقت پہلے ابوطالب کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی لیکن ابوطالب نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی:

ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا

نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ

؎ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۱۱۔۱۱۰ ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم ۔

(توبہ، ۱۱۳)

مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ امام احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن منذر اور امام بیہقی نے مسیب بن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت اس کے پاس، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ کہو، میں اللہ کے نزدیک اس کلمہ سے حجت پکڑوں گا، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر لا الہ الا اللہ پیش کرتے رہے، اور ابو جہل اور عبد اللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے، آخر میں ابو طالب نے کہا کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابو طالب کی موت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے، اور یہ سورت مدینہ میں آخر میں نازل ہوئی ہے، اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا شان نزول قرار دینا مستبعد ہے، علامہ واحدی نے کہا یہ استبعاد خود مستبعد ہے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی موت کے بعد اس کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہو گئی کیونکہ کفار کے ساتھ سختی کرنے کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں، اس تاویل کی بناء پر حدیث کا معنی یہ ہوگا، اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل کی، یہ معنی نہیں ہوگا، اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فانزل میں فا سببیت کے لیے ہوگی نہ کہ تعقیب کے لیے، اکثر علماء نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی عمدہ توجیہ۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ ابو طالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے استغفار کرتے رہے، حتیٰ کہ جبرائیل اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت مکہ میں پہلے نازل ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس سورت کو باعتبار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو، بہر حال یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابو طالب کفر پر مرا اور یہی اہل سنت وجماعت کا معروف مذہب ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اے چچا آپ لا الہ الا اللہ کہیں تاکہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے باصرار ترغیب دی، ابو طالب نے کہا بخدا! اے بھتیجے اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر

ملامت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں صرف تمہاری خوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا، جب ابوطالب پر موت کا وقت قریب آیا تو عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ ہل رہے تھے، انہوں نے کان لگا کر سنا اور حضور سے کہا اے بھتیجے! تم نے اسے جس کلمہ کو پڑھنے کے لیے کہا تھا اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۲۳) اس روایت سے اور ابوطالب کے جو اشعار حضور کی مدح میں مشہور ہیں، ان سے علماء شیعہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابوطالب مومن تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشعار کی سند منقطع ہے، علاوہ ازیں ان اشعار میں ابوطالب کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے، رہی یہ روایت تو یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا "میں نے نہیں سنا" باقی ابوطالب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام کی محبت میں نہیں کی بلکہ نسب اور قرابت کی محبت کی وجہ سے کی، اور اعتبار دینی محبت کا ہے نسبی محبت کا نہیں ہے، علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید اصرار کے بعد بھی ابوطالب نے ایمان نہ لا کر آپ کو سخت اذیت بھی تو پہنچائی ہے، تاہم ابوطالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح مذمت نہ کی جائے جس طرح ابوجہل اور دیگر کفار کی مذمت کی جاتی ہے۔ [1]

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے لیے استغفار کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ مشرک تھا۔ [2]

حافظ ابن کثیر حنبلی نے اس آیت کی تفسیر میں احادیث کے حوالے سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا ہے۔ [3]

علامہ قرطبی مالکی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۳۳-۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۰۲، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۷۳-۲۷۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[5] امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے، اور حضرت عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا! وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا! آپ نے فرمایا ہاں! وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور وہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔
(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۶)

نیز قرآن مجید میں ہے:

انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء ۔

(قصص: ۵۶)

بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کرتے، لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔ (آپ بظاہر ہدایت دیتے ہیں، حقیقۃً ہدایت نہیں دیتے، حقیقۃً ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے، یعنی ہدایت کو پیدا کرتا ہے۔)

حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بکثرت احادیث کے حوالوں سے ابو طالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

بظاہر اس آیت کی ابو طالب کے کفر پر دلالت نہیں ہے۔ زجاج نے کہا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابو طالب نے اپنی موت کے وقت کہا: اے بنو عبد مناف کی جماعت! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو، اور ان کی تصدیق کرو، تم ہدایت اور فلاح پاؤ گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا آپ ان کو تو نصیحت کر رہے ہیں خود اس نصیحت پر عمل کیوں نہیں کرتے، ابو طالب نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا آج آپ کا دنیا میں آخری دن ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کہیں تاکہ میں اللہ کے سامنے آپ کے ایمان کی گواہی دوں! ابو طالب نے کہا اے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تم صادق ہو لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ ابو طالب موت سے ڈر گیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بہت نصیحت کرتے ہو، اور بہت غم کھاتے ہو، لیکن میں عنقریب عبد المطلب، ہاشم اور عبد مناف کی ملت پر جان دوں گا۔ [3]

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن مردویہ، اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابو طالب پر موت آنے لگی، تو اس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا: اے چچا! لا الٰہ الا اللہ کہیے، میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ کے حق میں گواہی دوں گا، ابو طالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ملامت کا خدشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۹۳-۲۹۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

انک لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء۔ بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کر سکتے لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام نسائی، اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے اسلام لانے کے لیے شدید اصرار کیا، امام ابن مردویہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے (علامہ نووی شافعی نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱)۔

ابو طالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا، یا تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ علماء شیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ ابو طالب اسلام لے آئے تھے، اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے، اور ابو طالب کے اکثر قصائد اس پر شاہد ہیں، اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ علماء شیعہ کے اختلاف اور ان کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے تاہم ابو طالب کے اسلام نہ لانے کے قول کے باوجود ابو طالب کو بُرا نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے حق میں یاوہ گوئی کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے علویین کو ایذاء پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء پہنچے۔[1]

قرآن مجید میں ہے:

وھم ینھون عنه وینئون عنه۔ (انعام: ۲۶) اور وہ لوگوں کو (انھیں ایذاء پہنچانے سے) روکتے ہیں اور خود (ان سے) دور رہتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی نے اس آیت سے ابو طالب کا ایمان نہ لانا ثابت کیا ہے اور قرآن اور حدیث سے بکثرت دلائل پیش کیے ہیں۔[2]

حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ابو طالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔[3]

اور امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: بعض علماء نے کہا کہ کفار لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے اور آپ کی رسالت کا اقرار کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں اور عطاء اور مقاتل نے یہ کہا کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابو طالب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے سے قریش کو منع کرتا تھا اور خود بھی آپ سے دور رہتا تھا، اور آپ کے دین کی اتباع نہیں کرتا تھا لیکن قول اول حق کے زیادہ مشابہ ہے۔[4]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۰، [illegible] - ۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۴۰۸ - ۴۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] حافظ عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۳، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[4] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام ابن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن المنذر وغیرہم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے کہ کفار لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے ہیں اور خود بھی قرآن سے دور بھاگتے ہیں، اور امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابی حاتم، امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ کفار لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوطالب اور ان کے اتباع کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اور اس کے باوجود خود آپ سے دور رہتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

اس روایت کی بناء پر بعض علماء نے اس آیت سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے پر استدلال کیا ہے لیکن امام رازی نے اس تفسیر کو رد کر دیا ہے کیونکہ تمام آیات متقدمہ مشرکین کی مذمت میں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء رسانی سے روکنا مذموم نہیں ہے۔[1]

امام رازی کے اعتراض کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مذمت آپ کو ایذاء رسانی سے منع کرنے کی نہیں ہے بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اور ایمان لانے سے دور بھاگتے ہیں، جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود نیکی نہیں کرتے۔

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون۔ (بقرہ: ۴۴)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو؟ اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

اس آیت میں بھی نیکی کا حکم دینے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ نیکی کا حکم دینے کے باوجود نیکی پر عمل نہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کی ممانعت کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ آپ کو ایذاء رسانی سے منع کرنے کے باوجود یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ سے دور بھاگتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ توبہ، سورہ قصص اور سورہ انعام کی ان تین آیتوں میں ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا گیا ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا مسلک ہے، البتہ جب کوئی مسئلہ پوچھے تو صرف اتنا کہنا چاہیے کہ ابوطالب کا ایمان قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور یہی اہل سنت وجماعت کا مختار ہے، بلاضرورت اور بلاوجہ ابوطالب کو کافر کہنے کی رٹ لگانا چاہیے اور نہ دیگر کفار قریش کی طرح ابوطالب کو برا کہنا چاہیے کیونکہ بہرحال ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش، آپ کی حفاظت اور آپ کی مدافعت کی ہے اور نسبی قرابت اور ابوطالب کی خدمات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب سے بہت محبت تھی، آپ آخر وقت تک ابوطالب کو مسلمان کرنے کی کوشش فرماتے رہے لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے، اب ہم ابوطالب کے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷، ص ۱۲۷-۱۲۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث بیان کر رہے ہیں:

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ناسعید بن المسیب عن ابیہ انہ اخبرہ انہ لما حضرت ابا طالب الوفاۃ جاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجد عندہ ابا جہل بن ہشام وعبد اللہ بن ابی امیۃ بن المغیرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب ای عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ اشہد لک بہا عند اللہ فقال ابو جہل وعبد اللہ بن ابی امیۃ یا ابا طالب اترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضہا علیہ ویعودان بتلک المقالۃ حتی قال ابو طالب آخر ما کلمہم ہو علی ملۃ عبد المطلب وابی ان یقول لا الہ الا اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ لاستغفرن لک ما لم انہ عنہ فانزل اللہ فیہ ما کان للنبی الآیۃ۔[1]

سعید بن مسیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کو موت آنے لگی تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، آپ نے وہاں ابوجہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے کہا: اے چچا! کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیے میں قیامت کے دن اس کلمہ کی آپ کے لیے شہادت دوں گا، ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب کیا تم عبد المطلب[4] کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ابوطالب پر کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے، حتی کہ ابوطالب نے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے، اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ خدا! میں آپ کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: نبی اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔

اس حدیث کو امام مسلم[2] امام نسائی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸ - ۱۸۱، ج ۲ ص ۶۷۵، ۷۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی

[4] حضرت عبد المطلب عہد فترت میں تھے، یہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، ثانیاً بعض روایات صحیحہ سے حضرت عبد المطلب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء کا موحد اور مومن ہونا ثابت ہے، شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں ہم نے اس پر دلائل پیش کیے ہیں، اس لیے ابوطالب کا اپنے دین کو حضرت عبد المطلب کی ملت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ حدیث مسند احمد[1] اور دلائل النبوۃ[2] میں بھی موجود ہے۔

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعمه قل لا اله الا الله اشهد لك بها یوم القیامة قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حمله علی ذلك الجزع لاقررت بها عینك فانزل الله تعالی انك لا تهدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا لا الہ الا اللہ پڑھیں، میں قیامت کے دن آپ کے حق میں اس کی گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ یہ بے صبری کی وجہ سے مسلمان ہو گیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کر دیتا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت یافتہ نہیں کرسکتے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی[4] اور امام احمد[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا العباس بن عبد المطلب قال للنبی صلی الله علیه وسلم ما اغنیت عن عمك فانه كان یحوطك ویغضب لك قال هو فی ضحضاح من نار ولولا انا لكان فی الدرك الاسفل من النار۔[6]

حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کس عذاب کو دور کیا؟ وہ آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے آپ کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے! آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۳۔ ۳۴۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱۔ ۴۳۴، ج ۵ ص ۳۴۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام مسلم[1]، امام احمد[2]، امام ابویعلیٰ[3] اور امام بیہقی[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکر عندہ عمہ فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیامۃ فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ[5]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابو طالب کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو نفع پہنچے گا، اس کو تھوڑی سی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی، جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

اس حدیث کو امام مسلم[6]، امام احمد[7] اور امام بیہقی[8] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اھون اھل النار عذابا ابو طالب وھو منتعل بنعلین یغلی منھما دماغہ[9]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے کم دوزخ کا عذاب ابو طالب کو ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد[10] اور امام بیہقی[11] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۷، ج ۳ ص ۵۵، ۵۰، ۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی ج ۲ ص ۳۹۹ - ۱۲۵، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

[4] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[6] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[7] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۵۵، ۵۰، ۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[8] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[9] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[10] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[11] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن النعمان بن بشير قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم ان اهون اهل النار عذابا يوم القيمة رجل اخمص قدميه جمرتان يغلي منهما دماغه كما يغلي المرجل بالقمقم[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا قیامت کے دن دوزخ میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پیروں کے تلووں میں دو انگارے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح پتیل کی دیگچی میں پانی کھولتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم[2]، امام ترمذی[3] اور امام دارمی[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ[5]، حضرت ابوسعید خدری[6] اور حضرت نعمان بن بشیر[7] رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے!

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن علي قال قلت للنبي صلى الله عليه وسلم ان عمك الشيخ الضال قد مات فمن يواريه قال اذهب فوار اباك[8]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ کا بوڑھا گمراہ چچا فوت ہوگیا اس کو زمین میں کون دفن کرے گا؟ آپ نے فرمایا جاؤ، اپنے باپ کو زمین میں دفن کردو۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[9]، امام ابن ابی شیبہ[10] اور امام بیہقی[11] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، مسند دارمی ج ۲ ص ۳۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹، ۴۳۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] 〃 〃 〃 〃، مسند احمد ج ۳ ص ۷۸، ۱۳، 〃 〃 〃 〃

[7] 〃 〃 〃 〃، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۴، ۲۷۱، 〃 〃 〃 〃

[8] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[9] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[10] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۴۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[11] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۳۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

عن علی رضی اللہ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان ابا طالب مات فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذهب فوارہ فقال انہ مات مشرکا فقال اذهب فوارہ فلما واریتہ رجعت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی اغتسل۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابوطالب فوت ہوگیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جاکر اس کو دفن کر دو، میں نے عرض کیا وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے، آپ نے فرمایا جاکر اس کو دفن کر دو، جب میں دفن کرکے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا تو آپ نے فرمایا غسل کر لو۔

اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال لما مات ابو طالب جاء علی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان عمک الشیخ الکافر قد مات الحدیث۔[3]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر کہا آپ کا بوڑھا چچا جو کافر تھا وہ فوت ہو گیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس فی قول اللہ عز وجل: (وهم ینهون عنه وینئون عنه) قال نزلت فی ابی طالب کان ینهی المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویتباعد عما جاء به۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن مجید کی آیت: "اور وہ لوگوں کو انھیں ایذاء پہنچانے سے منع کرتے ہیں اور خود ان سے دور رہتے ہیں" ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی تھی، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا، اور آپ کے لائے ہوئے دین سے دور رہتا تھا۔

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف

قرآن مجید کی اول الذکر آیات
الا ثانی الذکر احادیث صحیحہ

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۰۳، ۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ج ۳ ص ۳۴۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی روشنی میں مذاہب اربعہ کے معروف علماء، فقہاء، مفسرین اور جمہور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے، ہم نے قصداً ان تمام تصریحات کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہمارے لیے یہ کوئی خوشگوار موضوع نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئیں، لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہا، یہ بہت نازک مقام ہے، جو لوگ اس مسئلہ میں شدت کرتے ہیں اور ابو طالب کی ابولہب اور ابوجہل کی طرح مذمت کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کے خطرہ میں ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گراں اور باعث رنج ہے جتنی اہل بیت کے لیے ہے، اس سے زیادہ ہم اس بحث میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں الجھنا چاہتے ہیں، بعض علماء اہل سنت نے ابو طالب کے ایمان کو ثابت کیا ہے، ہر چند کہ یہ رائے تحقیق اور جمہور کے موقف کے خلاف ہے، لیکن ان کی نیت محبت اہل بیت ہے، اس لیے ان پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔

باب۹ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى التَّوْحِيْدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں قطعی طور پر داخل ہوگا

۴۴- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِى الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حُمْرَانَ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس ایمان پر مرا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِىُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنِ الْوَلِيْدِ اَبِىْ بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ سَوَآءً۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عثمان کی یہی روایت بیان کی ہے۔

۴۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ اَبِى النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

عُبَيْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ ابْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتّٰى هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ اَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَيْهَا قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَآءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهٖ وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهٖ قَالَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَذُو النَّوَاةِ بِنَوَاتِهٖ قُلْتُ وَمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ بِالنَّوٰى قَالَ كَانُوْا يَمُصُّوْنَهٗ وَيَشْرَبُوْنَ عَلَيْهِ الْمَآءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا قَالَ حَتّٰى مَلَاَ الْقَوْمُ اَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(غزوۂ تبوک) میں جا رہے تھے کہ زادِ راہ ختم ہو گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ بعض اونٹ ذبح کر دیے جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش آپ لوگوں کے بچے کچھے کھانے کو جمع کر کے اس پر برکت کی دعا فرمائیں! حضور نے ایسا ہی کیا۔ پھر جس شخص کے پاس گندم تھا وہ گندم لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لے آیا۔ مجاہد نے کہا اور جس کے پاس گٹھلیاں تھیں وہ گٹھلیاں لے آیا۔ راوی نے کہا میں نے مجاہد سے پوچھا کہ گٹھلیوں کا وہ لوگ کیا کرتے تھے؟ مجاہد نے کہا ان کو چوس کر پانی پی لیتے تھے، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے دعا فرمائی جس کی برکت سے وہ کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام لوگوں نے اپنے برتنوں کو بھر لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں جو شخص توحید و رسالت پر ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ جنتی ہو گا۔

۴۷۔ وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَوْ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ شَكَّ الْاَعْمَشُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلُوْا قَالَ فَجَآءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ

حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوہ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھا لیں اور چربی کا تیل بنا لیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی، البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگا لیجیے اور اس پر برکت کی دعا کیجیے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ قَالَ وَجَعَلَ يَجِيءُ الْآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ قَالَ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيرٌ قَالَ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ قَالَ فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَئُوهُ قَالَ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ.

۴۸۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَابْنُ أَمَتِهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ.

نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جوار اور کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آ رہا تھا، یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ وہ شخص جنتی ہوگا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اور اس بات کی گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے بندے، اس کی بندی مریم کے بیٹے ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے حضرت مریم کی طرف القا کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے وہ چاہے گا اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

۴۹۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ

امام مسلم نے یہی حدیث ایک اور سند سے بھی ذکر کی ہے جس کے اخیر میں یہ ہے کہ اس کے عمل جیسے بھی ہوں اللہ تعالےٰ اُسے جنّت میں داخل کر دیگا، اور اس روایت میں آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے"

عَمَلٍ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ۔

۵۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لِي مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا وَسَوْفَ أُحَدِّثُكُمُوهُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحِيطَ بِنَفْسِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔

۵۱۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا

کا ذکر نہیں ہے۔

صنابحی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن صامت کی عیادت کے لیے گیا، حضرت عبادہ نزع کی حالت میں تھے میں انہیں دیکھ کر رونے لگا انھوں نے فرمایا رکو تم کیوں روتے ہو! بہ خدا اگر مجھے گواہ بنایا گیا تو میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا، اور اگر مجھے شفیع بنایا گیا تو میں تمہارے حق میں شفاعت کروں گا، اور اگر مجھے قدرت ہوئی تو تم کو ضرور نفع پہنچاؤں گا، اس کے بعد فرمایا میں نے ایک حدیث کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی تمام احادیث تم کو سنا دیں اور وہ حدیث بھی آج تم کو سنا دیتا ہوں، کیونکہ یہ میرا آخری وقت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک سفر میں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی حائل تھی، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! کچھ دور چلنے کے بعد پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! پھر کچھ دور چلنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا میں آپ کی فرمانبرداری کے لیے تیار ہوں، آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو بندوں پر اللہ

بِهٖ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ۔

تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والا ہے آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اس کے بعد حضور کچھ دیر تک سفر کرتے رہے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل میں نے عرض کیا لبیک میں آپ کے احکام کی اطاعت کے لیے حاضر ہوں، یا رسول اللہ! فرمایا تمہیں معلوم ہے جب بندے یہ احکام بجا لائیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، فرمایا بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے

* * *

۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ قَالَ فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَتَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں عفیر نامی دراز گوش پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا۔ حضور نے فرمایا اے معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والا ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے، جنھوں نے کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرایا، حضرت معاذ کہتے ہیں میں نے عرض کیا حضور میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سناؤں! فرمایا نہیں ورنہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ جائیں گے۔

۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے

قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ وَالْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا الْاَسْوَدَ بْنَ هِلَالٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ اَتَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ يُّعْبَدَ اللّٰهُ وَلَا يُشْرَكَ بِهٖ شَيْءٌ قَالَ اَتَدْرِيْ مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ قرار دیں۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے یہ احکام بجا لائیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والا ہے۔ فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔

٥٤۔ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَآئِدَةَ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذًا يَّقُوْلُ دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى النَّاسِ نَحْوَ حَدِيْثِهِمْ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں یہ تغیر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو بلایا اور پھر یہ مکالمہ ہوا۔

٥٥۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فِيْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَيْنَا وَخَشِيْنَا اَنْ يُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَيْتُ حَآئِطًا لِّلْاَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِيْعٌ يَّدْخُلُ فِيْ جَوْفِ حَآئِطٍ مِّنْ بِئْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے، اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں خدانخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو، اس خیال سے ہم سب کھڑے ہو گئے سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بنی نجار کے باغ تک پہنچ گیا، میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا

خَارِجَةٍ وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا شَاْنُكَ قَالَ قُلْتُ كُنْتَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَاْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِيْ فَقَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَعْطَانِيْ نَعْلَيْهِ فَقَالَ اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيْتَ مِنْ وَّرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ لَقِيْتُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ قَالَ فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِيْ فَقَالَ ارْجِعْ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْهَشْتُ بُكَاءً وَّرَكِبَنِيْ عُمَرُ فَاِذَا هُوَ عَلٰى اَثَرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَقِيْتُ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِيْ بَعَثْتَنِيْ بِهٖ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً فَخَرَرْتُ لِاسْتِيْ قَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَبَعَثْتَ اَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ

جو باہر کے کنوئیں سے باغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا، میں لومڑی کی طرح گھسٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ! میں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے آپ کی واپسی میں دیر ہو گئی، اس وجہ سے ہمیں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر پریشان نہ کریں، ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا۔ پس میں اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح گھسٹ کر باغ کے اندر آگیا، باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک مجھے عطا فرمائیں اور فرمایا اے ابوہریرہ! میری یہ دونوں جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہوا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا اے ابوہریرہ یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں جو حضور نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص بھی مجھے یقین کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے اس کو میں جنت کی بشارت دے دوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا، پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤ! پس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر

أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّيْ أَخْشٰى أَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ۔

رونے لگا ساتھ ہی حضرت عمر بھی آ پہنچ گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوہریرہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر سے ہوئی میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا انھوں نے میرے سینہ پر تھپڑ مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرا دیا اور کہا واپس چلے جاؤ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اسے یقین قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! حضرت عمر نے عرض کیا حضور ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ پھر کلمہ پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے ان کو عمل کرنے دیجیے۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر انھیں عمل کرنے دو۔

۵۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَدِيْفُهٗ عَلَى الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَّشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهَا فَيَسْتَبْشِرُوْا قَالَ إِذًا يَّتَّكِلُوْا وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَأَثُّمًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار تھے اور حضرت معاذ بن جبل آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نے فرمایا یا معاذ! حضرت معاذ نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے پھر فرمایا یا معاذ! حضرت معاذ نے کہا لبیک یا رسول! آپ نے پھر فرمایا اے معاذ! حضرت معاذ بن جبل نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالےٰ اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ حضور! میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں۔ آپ نے فرمایا پھر لوگ اس پر اعتماد کر کے بیٹھ

جائیں گے، پھر حضرت معاذ نے موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے یہ حدیث بیان کر دی۔

۵۷۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيْتُ عِتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَالَ اَصَابَنِيْ فِيْ بَصَرِيْ بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اُحِبُّ اَنْ تَاْتِيَنِيْ تُصَلِّيَ فِيْ مَنْزِلِيْ فَاَتَّخِذَهٗ مُصَلًّى قَالَ فَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ مَنْزِلِيْ وَاَصْحَابُهٗ يَتَحَدَّثُوْنَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ اَسْنَدُوْا عُظْمَ ذٰلِكَ وَكِبْرَهٗ اِلٰى مَالِكِ ابْنِ دُخْشُمٍ قَالَ وَدُّوْا اَنَّهٗ دَعَا عَلَيْهِ فَهَلَكَ وَوَدُّوْا اَنَّهٗ اَصَابَهٗ شَيْءٌ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اَلَيْسَ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا اِنَّهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَمَا هُوَ فِيْ قَلْبِهٖ قَالَ لَا يَشْهَدُ اَحَدٌ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَيَدْخُلَ النَّارَ اَوْ تَطْعَمَهٗ قَالَ اَنَسٌ فَاَعْجَبَنِيْ هٰذَا الْحَدِيْثُ فَقُلْتُ لِابْنِيْ اُكْتُبْهُ فَكَتَبَهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمود بن ربیع نے کہا کہ مدینہ میں میری ملاقات عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے کہا میں نے آپ کی روایت کردہ ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے براہ راست سنائیے، حضرت عتبان نے کہا میری آنکھوں میں کچھ تکلیف واقع ہو گئی تھی۔ اس لیے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ حضور میری تمنا ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھ لیں۔ تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے متعین کر لوں، حضرت عتبان نے کہا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے اور صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے، دوران گفتگو مالک بن دخشم کا بھی ذکر کیا گیا، لوگوں نے اسے مغرور اور متکبر کہا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ حضور اس کے حق میں ہلاکت کی دعا فرمائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے پوچھا کہ کیا مالک بن دخشم اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، صحابہ نے کہا وہ زبانی تو کہتا ہے لیکن دل سے نہیں کہتا، آپ نے فرمایا جو شخص بھی اس بات کی گواہی دیگا کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، وہ دوزخ میں داخل ہو گا نہ دوزخ اسے کھائے گی، حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی، میں نے اپنے بیٹے سے کہا اس کو لکھ لو، تو انھوں نے اس حدیث کو لکھ لیا۔

۵۸۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ نابینا ہو گئے

حَدَّثَنِي عِتْبَانُ ابْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ عَمِيَ فَأَرْسَلَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ فَخُطَّ لِي مَسْجِدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ قَوْمُهُ فَتَغَيَّبَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِمِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ۔

تھے اس وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرے مکان پر تشریف لا کر نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ متعین کر دیجئے، جب حضور تشریف لائے تو حضرت عتبان بن مالک کے خاندان کے لوگ آئے، لیکن مالک بن دخیشم نہیں آئے، باقی حدیث حسب سابق ہے۔

آیا مرتکب کبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں

حدیث نمبر ۴۴ میں ہے جو شخص توحید پر مرا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص بھی توحید و رسالت کے عقیدہ پر فوت ہوا وہ ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا، اگر وہ گناہوں سے بالکل محفوظ تھا مثلاً نابالغ بچہ، وہ شخص جو بلوغت کی ابتداء سے مجنون تھا اور اسی جنون پر فوت ہوا، جس شخص نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور بعد میں کوئی گناہ نہیں کیا، اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا، یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ میں بالکل داخل نہیں ہوں گے، البتہ ان کا صرف جہنم کو عبور کرنے کے لیے جہنم سے گذر ہوگا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ جہنم سے گذریں گے یا جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گذریں گے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ان کا پل صراط سے ہی گذر ہوگا (اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ اور تمام ضرر دینے والی چیزوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔) اور جس شخص نے گناہ کبیرہ کیے ہوں اور توبہ کیے بغیر مر گیا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کے گناہوں کے حساب سے اس کو عذاب دے اور پھر جنت میں داخل کر دے، لہٰذا جو شخص بھی عقیدہ توحید پر فوت ہوا اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا، خواہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں، جس طرح وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا کفر پر خاتمہ ہوا ہو، خواہ اس نے کتنی ہی نیکیاں کی ہوں، یہ اس مسئلہ میں اہل حق کے موقف کا مختصر بیان ہے، اور قرآن و سنت اور اجماع سے اس موقف پر بکثرت دلائل قائم ہیں، اور اس موقف پر نصوص متواترہ قائم ہیں جن سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے اور احادیث سے بھی اس کی تائید اور تقویت ہوتی ہے اور جو حدیث بظاہر اس موقف کے خلاف ہو اس کی تاویل اور توجیہ کرنا واجب ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے، اس کے متعلق اختلاف ہے، مرجیہ نے کہا کہ ایمان کے بعد معصیت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا، خوارج نے کہا کہ معصیت کے ارتکاب سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، معتزلہ نے کہا معصیت کبیرہ سے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا، اور اس پر مومن کا اطلاق ہوگا نہ کافر کا، اور وہ فاسق ہے، اشاعرہ نے کہا بلکہ وہ مومن ہے اور اگر اس کی مغفرت نہ ہو اور اس کو عذاب ہو تو بہرحال اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اور اس باب کی حدیثیں خوارج اور معتزلہ پر حجت ہیں، مرجیہ

اس باب کی احادیث سے استدلال کر سکتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کی مغفرت کر دی جائے گی اس لیے وہ جنت میں جائے گا، یا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا یہ تاویل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ بعض احادیث میں گناہوں پر سزا دینے کا بیان ہے اگر ان احادیث میں تاویل نہ کی جائے تو پھر احادیث میں تعارض لازم آئے گا۔ [1]

کلمہ گو کے لیے جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل

حدیث نمبر ۵۵ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ اٹھ کر چلے گئے اور واپس آنے میں دیر ہو گئی، حضرت ابو ہریرہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے بنو نجار کے باغ میں پہنچے آپ نے کلمہ پڑھنے والے کو جنت کی بشارت دینے کا حکم دیا، پھر حضرت عمر کے مشورہ سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

اس حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل حسب ذیل ہیں،

(۱)۔ عالم کو اپنے اصحاب اور عام سائلین کے ساتھ بیٹھنا چاہیے تاکہ ان کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائے۔

(۲)۔ صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم اور آپ سے محبت کرتے تھے اور اگر آپ کو ذرا دیر ہو جاتی تو متفکر ہو جاتے۔

(۳)۔ بنو نجار کے باغ کے چاروں طرف چار دیواری تھی، اور سب دروازے بند تھے، اس کے باوجود حضرت ابو ہریرہ کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشام نبوت اور خوشبوئے رسالت سے آشنا تھے۔ انھیں باغ کے اندر سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آرہی تھی، اس لیے انھوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، نیز باغ میں جس قسم کے پھول یا پھل ہوں ان پھولوں اور پھلوں کی خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشبو اس باغ کے پھولوں کی خوشبو پر غالب تھی اور باغ کے پھولوں کی خوشبو مغلوب تھی۔

(۴)۔ جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ مالک کو اس کے آنے سے اعتراض نہیں ہوگا تو مالک کی اجازت کے بغیر بھی اس کی ملک میں داخل ہونا جائز ہے۔

کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس باغ میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، اور یہ اجازت صرف کسی کے گھر جانے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس کی چیزوں کو استعمال کرنے، اس کے طعام کو کھانے، اس کے طعام کو اٹھا کر اپنے گھر لے جانے، اس کی سواری پر سوار ہونے اور اس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۔۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قسم کے دیگر تصرفات کو بھی شامل ہے، جمہور سلف اور خلف کے نزدیک یہی صحیح مذہب ہے، البتہ قدر معروف سے زیادہ کھانا اور اٹھا کر لے جانا جائز نہیں ہے، اور اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰباءکم او بیوت امھتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخوتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خلتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتاؕ

(النور: ۶۱)

اندھے پر کچھ تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی روک اور نہ تمہاری جانوں پر (کوئی رکاوٹ) کہ کھاؤ اپنے (اور اپنی اولاد کے) گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جس جگہ کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے، تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو جو اپنی نعلین دے کر بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ جب امام قوم کی طرف کسی کو اپنا پیغام دے کر بھیجے تو ایسی علامت دے کر بھیجے جس کو وہ پہچانتے ہوں تاکہ وہ مطمئن ہوں۔

۶۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے انسان دوزخ کے دائمی عذاب سے محفوظ رہتا ہے اس کا زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے۔

۷۔ حضرت عمر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا جس سے وہ گر گئے اور بعد میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی نعلین دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی یقین سے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دے دو! اس سے حضرت عمر کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا یا آپ کے حکم کو مسترد کرنا نہ تھا، کیونکہ اس پیغام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف امت کی دلداری اور ان کو بشارت دینا تھا، حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ اس بشارت کو مخفی رکھنا بہتر ہے تاکہ لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے پر ہی تکیہ نہ کر لیں اور اعمال سے غافل ہو جائیں، اور جب حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ رائے پیش کی تو آپ نے اس کو صحیح قرار دیا۔ اس حدیث میں اکابر کا اصاغر کی رائے سے موافقت کرنے کا بیان ہے۔

۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اگر اصاغر کی رائے میں کوئی مصلحت ہو تو اکابر کو ان کی رائے کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔

……

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو یہ حکم دیا تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھنے والوں کو نجات کی عام بشارت دے دیں اور پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا تو وہ اس پر مبنی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد متغیر ہو گیا تھا اور محققین کے نزدیک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ واقع ہے اور آپ کو تمام مجتہدین پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ آپ اجتہادی خطأ پر برقرار نہیں رہتے، اور جو علماء آپ کے اجتہاد کی نفی کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امور دینیہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر کچھ نہیں فرماتے، ان کے طور پر بھی یہ ہو سکتا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمر سے گفتگو فرما رہے تھے، تو اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی ہو جس کی وجہ سے آپ نے اپنے سابق قول کو منسوخ کر دیا ہو۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تفصیل مشہور ہے، دنیاوی امور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز اور وقوع پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اور احکام دینیہ میں اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، کیونکہ جب دوسروں کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے تو آپ کے لیے بطریق اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا، اور بعض علماء نے کہا آپ کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعہ یقینی حکم حاصل کرنے پر قدرت ہے۔ بعض علماء نے کہا جنگی معاملات میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور باقی معاملات میں جائز نہیں ہے، اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا، پھر جمہور علماء جن کے نزدیک آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے، ان میں یہ اختلاف ہے کہ اجتہاد واقع ہے یا نہیں، ان میں سے اکثر نے کہا کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے اور دوسروں نے کہا آپ نے اجتہاد نہیں کیا، اور بعض نے توقف کیا، پھر وہ اکثر علماء جنھوں نے کہا آپ کا اجتہاد جائز ہے اور آپ نے اجتہاد کیا ہے، ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی اجتہادی خطاء جائز ہے یا نہیں، محققین نے کہا آپ کی اجتہادی خطاء جائز نہیں ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ آپ کی اجتہادی خطاء جائز ہے لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق پوری تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بیان کر دی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟

حدیث نمبر ۵۶ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ کی شہادت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے، حضرت معاذ نے پوچھا میں لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر اعتماد کر لیں گے! پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کے لیے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت معاذ علم کی حفاظت کرتے تھے اور ان کو یہ خدشہ تھا کہ ان کی موت سے یہ علم رخصت ہو جائے گا اور ان کا شمار علم کے چھپانے والوں میں ہوگا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا ہے اس پر ان سے عمل نہیں ہو سکے گا، اس لیے انھوں نے احتیاط پر عمل کیا، اور موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی، اور ان کا یہ خیال تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو بیان کرنے سے تحریماً منع نہیں فرمایا، یا ان کا خیال تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ ہو سکتا تھا جن لوگوں کی فہم و فراست کم ہو وہ اس حدیث کو سن کر غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور صرف کلمہ پڑھ لینے کو ہی نجات کے لیے کافی سمجھیں اور اعمال کو ترک کر دیں، اس لیے حضرت معاذ نے موت سے پہلے خواص اور اہل علم کو اس حدیث کی اطلاع دے دی۔[1]

حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل

حدیث نمبر ۵ میں ہے:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اس کو مصلّٰی بنا لوں!

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ جب کوئی شخص مسجد میں جانے سے معذور ہو تو گھر کی کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کر دینا مستحب ہے۔

۲۔ نوافل کی جماعت جائز ہے۔

۳۔ رئیس کا اپنے ماننے والوں کے گھر جانا جائز ہے۔

۴۔ اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور تواضع کا بیان ہے۔

۵۔ نابینا شخص کی امامت جائز ہے۔

۶۔ بارش، اندھیرے یا جان کے خوف کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک کرنا جائز ہے۔

۷۔ کسی شخص کا اپنی بیماری یا اور کسی مصیبت کی خبر دینا، شکایت ہے نہ صبر کے خلاف ہے۔

۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مہمان گھر والوں کو نماز کی امامت کرا سکتا ہے، بعض علماء نے کہا کہ صاحب خانہ مہمان کی بہ نسبت امامت کرانے کا زیادہ حقدار ہے، اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان جماعت کرا سکتا ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ صاحب خانہ کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب اس سے افضل شخص اس کے گھر آئے تو اس کو نماز کے لیے مقدم کرے اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان کا نماز پڑھانا جائز ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۹۔ مکان میں جس جگہ کو مسجد بنا لیا جائے وہ مالک مکان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اس کے برخلاف محلہ میں جو مسجد بنائی جائے وہ بنانے والے کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ نیک لوگوں کے نماز پڑھنے اور فاضل لوگوں کے سجدہ کرنے کی جگہ سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

۱۱۔ جب کسی نیک شخص کو کوئی آدمی اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے بلائے تو اس کو جانا چاہیے، بہ شرطیکہ اس سے تکبر پیدا نہ ہو۔

۱۲۔ جب کہیں جانے کا وعدہ کیا جائے تو اس کو پورا کرے۔

۱۳۔ دن میں نوافل کی جماعت جائز ہے۔

۱۴۔ علماء کی ضیافت کر کے ان کی تعظیم کرنا چاہیے۔

۱۵۔ امام کو فساق اور منافقوں پر متنبہ کرنا جائز ہے۔

۱۶۔ اگر لوگ کسی شخص پر فسق کی تہمت لگائیں اور وہ فاسق نہ ہو تو امام پر لازم ہے کہ اس کی برأت بیان کرے۔

۱۷۔ اگر کوئی شخص بغیر عذر کے جماعت میں شریک نہ ہو تو وہ بدگمانی کے محل میں ہے۔

۱۸۔ دن کے نوافل دو، دو کر کے پڑھنے چاہئیں۔

۱۹۔ اگر کسی شخص کو دعوت دی ہو پھر بھی اس کو میزبان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے۔

۲۰۔ جب کوئی نیک شخص کسی کے گھر جائے تو اہل محلہ کو بھی اس کی زیارت اور اس سے استفادہ کے لیے جانا چاہیے۔

۲۱۔ جو شخص توحید پر مرے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا۔

۲۲۔ بعض صحابہ نے حضرت مالک بن دخشم کے متعلق یہ گمان کیا تھا کہ وہ دل سے کلمہ نہیں پڑھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کے حال پر مطلع ہیں۔

۲۳۔ اس حدیث کے آخر میں ہے حضرت انس نے اپنے بیٹے سے کہا اس حدیث کو لکھ لو، اس میں احادیث کے لکھنے کا ثبوت ہے، اور جس حدیث میں حدیث کو لکھنے کی ممانعت ہے وہ ابتداء امر پر محمول ہے، اس کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے۔

۲۴۔ اس حدیث میں ہے پہلے آپ نے نماز پڑھائی اور پھر کھانا کھایا، کیونکہ حضرت عتبان نے آپ کو نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا، اور حضرت ام سلیم کی حدیث میں ہے پہلے آپ نے کھانا کھایا پھر آپ نے نماز پڑھائی، کیونکہ انہوں نے آپ کو کھانا کھانے کے لیے بلایا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جگہ آپ نے تقاضائے حال کے لحاظ سے ترتیب رکھی۔

۲۵۔ اگر نمازی بیٹھے ہوئے لوگوں کی باتیں نماز میں سن لے تو اس سے نماز کے خشوع میں فرق نہیں آتا کیونکہ حضور نے صحابہ کی باتیں سنیں اور ان پر تبصرہ فرمایا:

نوٹ: یہ حدیث صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں زیادہ تفصیل سے آئی ہے اور یہ فوائد اس حدیث کی تمام روایات کے اعتبار سے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَإِنِ ارْتَكَبَ الْمَعَاصِيَ الْكَبَائِرَ

جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے

٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَبِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

ف: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کے سوا اور کسی چیز کو اپنا مطلوب نہیں بنایا، اسلام کے سوا اور کسی طریقہ کو نہیں اپنایا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی شریعت کو نہیں اپنایا، اس کے ظاہر اور باطن میں اسلام سرایت کر جائے گا۔

بَابُ بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَأَفْضَلِهَا وَأَدْنَاهَا وَفَضِيلَةِ الْحَيَاءِ وَكَوْنِهِ مِنَ الْإِيمَانِ

ایمان کی شاخوں کی تعداد ایمان کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے

٦٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر (۷۰) سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

٦١ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل شاخ کلمہ طیبہ کا اعتقاد ہے اور سب سے ادنیٰ شاخ راستہ میں سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیاء کرنے سے منع کر رہا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَرَّ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَعِظُ أَخَاهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے اسی حدیث کو روایت کیا جس میں یہ بیان ہے کہ حیاء سے روکنے والا شخص ایک انصاری صحابی تھا۔

٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا السَّوَّارِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّهُ مَكْتُوْبٌ فِي الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ وَقَارًا وَمِنْهُ سَكِيْنَةً فَقَالَ عِمْرَانُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِيْ عَنْ صُحُفِكَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء سے بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے یہ سن کر بشیر بن کعب نے کہا کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حیاء سے وقار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، حضرت عمران نے اس کے جواب میں کہا میں تم کو حدیث رسول سنا رہا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنی کتابوں کی باتیں پیش کر رہے ہو۔

٦٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ إِسْحَاقَ وَهُوَ ابْنُ سُوَيْدٍ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ حَدَّثَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِيْ رَهْطٍ مِنَّا وَفِيْنَا بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَنَا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت عمران بن حصین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں بشیر بن کعب بھی موجود تھے، حضرت عمران نے ایک حدیث

عِمْرَانُ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ قَالَ اَوْ قَالَ اَلْحَيَاءُ كُلُّهٗ خَيْرٌ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ اِنَّا لَنَجِدُ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ اَوِ الْحِكْمَةِ اَنَّ مِنْهُ سَكِيْنَةً وَّوَقَارًا لِلّٰهِ تَعَالٰى وَمِنْهُ ضَعْفٌ قَالَ فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ وَقَالَ اَلَا اَرَانِيْ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَتُعَارِضُ فِيْهِ قَالَ فَاَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيْثَ قَالَ فَمَا زِلْنَا نَقُوْلُ اِنَّهٗ مِنَّا يَا اَبَا نُجَيْدٍ اِنَّهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ.

۶۶۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا اَبُوْ نَعَامَةَ الْعَدَوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حُجَيْرَ بْنَ الرَّبِيْعِ الْعَدَوِيَّ يَقُوْلُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ۔

بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء پوری کی پوری خیر ہے یا آپ نے فرمایا حیاء مکمل خیر ہے۔ بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ بعض دفعہ حیاء سے وقار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس سے کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمران کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں اور فرمانے لگے میں تم کو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سناتا ہوں اور تم اس کے خلاف باتیں کرتے ہو۔ یہ کہہ کر حضرت عمران نے دوبارہ یہی حدیث بیان کی اور ہم ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کہنے لگے اے ابو نجید! بشیر ہم ہی میں سے ہیں اور انھوں نے یہ بات کسی بری نیت سے نہیں کہی۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بعینہٖ اسی طرح ذکر کی ہے۔

* * *

ایمان کی شاخوں کی تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان

علامہ یحیی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں اور امام بخاری نے بعض اسانید سے ساٹھ اور کچھ شاخوں کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کون سی روایت راجح ہے، قاضی عیاض نے کہا ستر شاخوں والی روایت صحیح ہے، امام بیہقی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، اور بعض علماء نے ساٹھ شاخوں والی روایت کو ترجیح دی ہے، پھر ان ساٹھ شاخوں کی تعیین میں بھی تفصیل ہے، امام ابوعبداللہ حلیمی شافعی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، اور اسی کی طرز کی ایک کتاب امام بیہقی نے لکھی ہے جس کا نام انھوں نے شعب الایمان رکھا ہے۔[1] (یہ کتاب پہلے نایاب تھی، اب الحمد للہ بیروت میں چھپ گئی ہے اور ہمیں دستیاب بھی ہے۔ اس موضوع پر اور بھی کتابیں ہیں، سعیدی غفرلہٗ)

ایمان کی شاخوں کی تفصیل اور تعیین

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

"ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں" ان کی تفصیل اور تعیین میں بہت کچھ کہا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کی اصل تین چیزیں ہیں، تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان، تصدیق کے لحاظ سے ایمان کی اکتیس شاخیں ہیں، اقرار کے لحاظ سے سات اور عمل کے لحاظ سے چالیس شاخیں ہیں اور یہ کل اٹھتر شاخیں ہیں۔

تصدیق بالقلب کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور وحدانیت پر ایمان لانا بایں طور کہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے (۲) اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے پر ایمان لانا۔ (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا (۶) ہر خیر اور ہر شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا۔ (۷) قیامت پر ایمان لانا، اس میں قبر کے سوال اور عذاب، مرنے کے بعد اٹھنا، حساب میزان اور پل صراط پر ایمان لانا داخل ہے (۸) جنت کے وعدہ اور اس کے دوام پر ایمان لانا (۹) دوزخ کی وعید، اس کے عذاب اور اس کے غیر فانی ہونے پر ایمان لانا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی محبت پر ایمان لانا۔ (۱۱) اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض مثلاً مہاجرین اور انصار تمام صحابہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا اور کافروں سے بغض رکھنا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا، آپ پر درود پڑھنا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرنا (۱۳) اخلاص، اس میں ریاء اور نفاق کو ترک کرنا داخل ہے۔ (۱۴) توبہ کرنا اور نادم ہونا۔ (۱۵) خدا سے ڈرنا (۱۶) خدا سے امید رکھنا۔ (۱۷) ناامیدی کو ترک کرنا (۱۸) شکر کرنا (۱۹) عہد پورا کرنا (۲۰) صبر کرنا (۲۱) تواضع کرنا اور بڑوں کی تعظیم کرنا۔ (۲۲) رحمت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا (۲۳) قضاء و قدر پر راضی رہنا (۲۴) توکل کرنا (۲۵) تکبر کو ترک کرنا، اس میں خود سرائی اور خود پسندی کو ترک کرنا بھی داخل ہے (۲۶) حسد کو ترک کرنا (۲۷) کینہ اور بغض کو ترک کرنا (۲۸) غیظ و غضب کو ترک کرنا (۲۹) دھوکا دہی کو ترک کرنا، بدگمانی اور مکر و فریب کو ترک کرنا بھی اس میں داخل ہے (۳۰) دنیا یعنی مال اور جاہ کی محبت کو ترک کرنا۔ (۳۱) حیاء کرنا، یعنی خوفِ خدا سے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

گناہوں اور بری باتوں کو ترک کرنا۔

اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں

(۱)۔ توحید و رسالت کا اقرار کرنا (۲) قرآن کی تلاوت کرنا (۳) علم دین حاصل کرنا (۴) علم دین پڑھانا۔ (۵) دعا کرنا (۶) ذکر کرنا، اس میں استغفار کرنا بھی داخل ہے (۷) فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔

عمل بالارکان یعنی بدن کے اعمال کے اعتبار سے ایمان کی شاخیں:

(۱)۔ پاکیزگی حاصل کرنا، یعنی بدن، کپڑے اور جگہ کو پاک کرنا اس میں وضو اور غسل جنابت اور حیض و نفاس کے انقطاع کے بعد غسل کرنا داخل ہے۔ (۲) نماز پڑھنا، اس میں فرائض، نوافل اور قضاء نمازوں کا پڑھنا داخل ہے (۳) زکوٰۃ ادا کرنا، اس میں صدقہ فطر، اور دیگر صدقات داخل ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا بھی اس میں داخل ہے۔ (۴) روزہ رکھنا خواہ فرض ہو یا نفل (۵) حج اور عمرہ کرنا (۶) اعتکاف کرنا اور لیلۃ القدر کو تلاش کرنا (۷) دین کو بچانے کے لیے جنگل کی طرف بھاگنا اور دار الکفر سے ہجرت کرنا (۸) نذر پوری کرنا (۹) قسم پوری کرنا (۱۰) کفارہ ادا کرنا (۱۱) شرمگاہ کی حفاظت کرنا خواہ نماز کی حالت ہو یا غیر حالت نماز (۱۲) قربانی کرنا (۱۳) نماز جنازہ پڑھنا (۱۴) قرض ادا کرنا (۱۵) معاملات میں صدق اور اخلاص سے کام لینا اور ریاء سے احتراز کرنا (۱۶) سچی گواہی دینا اور گواہی چھپانے سے احتراز کرنا (۱۷) نکاح کے ذریعہ پاکیزگی حاصل کرنا (۱۸) اہل و عیال اور خدام کے حقوق ادا کرنا (۱۹) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کرنا (۲۰) اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا (۲۱) رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا (۲۲) مالک کی اطاعت کرنا (۲۳) لوگوں کے درمیان صلح کرانا اور خارجیوں اور باغیوں سے جنگ کرنا (۲۴) عدل سے حکومت کرنا۔ (۲۵) جماعت کی پیروی کرنا (۲۶) حکام کی اطاعت کرنا (۲۷) نیکی میں تعاون کرنا (۲۸) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (۲۹) حدود قائم کرنا (۳۰) جہاد کرنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا (۳۱) قرض کو وقت پر ادا کرنا (۳۲) پڑوسی کے حقوق ادا کرنا (۳۳) حسن معاشرت سے کام لینا (۳۴) مال کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنا اور بخل اور اسراف سے اجتناب کرنا (۳۵) سلام کا جواب دینا (۳۶) چھینک کا جواب دینا۔ (۳۷) لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا (۳۸) لہو و لعب سے اجتناب کرنا۔ (۳۹) راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔

ایمان کی یہ اٹھہتر شاخیں ہیں۔ لہ

حیاء کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس حدیث میں ہے حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے حیاء جزء ایمان ہے، بعض روایات میں ہے حیاء سے صرف خیر حاصل ہوتی ہے بعض میں ہے حیاء پوری کی پوری خیر ہے۔

لہ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۹ - ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

امام واحدی نے کہا اہل لغت کے نزدیک حیاء، حیات سے ماخوذ ہے، کیونکہ حیات کے سبب سے علم حاصل ہوتا ہے اور جب انسان کو عیب لگنے کے کاموں کا علم ہو تو وہ ان سے احتراز کرتا ہے اور یہی حیا ہے، لہٰذا حیاء حیات اور حس کی قوت اور لطف سے حاصل ہوتی ہے، استاذ ابوالقاسم قشیری نے سید جنید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اور اپنی تقصیر کو دیکھتا ہے تو اس سے جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ حیاء ہے۔ قاضی عیاض اور دیگر شراح نے بیان کیا ہے کہ حیا انسان کی ایک جبلی اور فطری صفت ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہے اس کے باوجود حیاء کو ایمان کا جزو قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان اور دیگر نیک کاموں کی طرح حیاء کا بھی اکتساب کرتا ہے اور اس کو اپنے قصد اور اختیار سے حاصل کرتا ہے، حیاء انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو نیک کاموں پر برانگیختہ کرتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے، اس اعتبار سے حیاء ایمان کا جزو ہے، بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ بعض اوقات انسان شدت حیاء کی وجہ سے کسی شخص کے سامنے حق بات کہہ نہیں سکتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیتا ہے اور بعض اوقات حیا کی وجہ سے انسان بعض حقوق کی ادائیگی نہیں کر پاتا، پھر حیاء پوری کی پوری خیر کس طرح ہوگی؟ علامہ ابوعمرو بن الصلاح نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ وصف حیاء نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان حق بات نہ کہہ سکے اور حق کام نہ کر سکے بلکہ یہ عجز، کم ہمتی اور بزدلی ہے، اس کو عرف میں مجازاً حیاء کہتے ہیں، حقیقت میں یہ حیاء نہیں ہے، حیاء کی تعریف یہ ہے:

الحیاء خلق یبعث علی ترک القبیح ویمنع من التقصیر فی حق ذی الحق۔[1]

حیاء وہ وصف ہے جو برے کام کے ترک پر برانگیختہ کرتا ہے اور حقدار کے حق کی ادائیگی میں تقصیر سے منع کرتا ہے۔

حیاء کا شرعی معنی

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ جس سے حیاء کرنی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھے جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ پاؤ، تو یہ یقین رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے" اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو جو حیاء کرنے کا حق ہے، صحابہ کرام نے کہا: الحمد للہ ہم حیاء کرتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ حیاء نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرنا جو حیاء کا حق ہے، وہ یہ ہے کہ سر اور اس کے نیچے کے اعضاء اور پیٹ اور اس کے نیچے والے اعضاء کی (ارتکاب معصیت سے) حفاظت کرو، اور موت کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو، سو جس نے ایسا کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کی جو حیاء کرنے کا حق ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ایک سوال یہ ہے کہ تمام شاخوں میں سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حیاء کا خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء تمام شاخوں کو شامل ہے، کیونکہ گناہ اور بے حیائی کے کام کرنے سے دنیا اور آخرت میں رسوائی ہوتی ہے اور حیاء دار آدمی رسوائی سے ڈرتا ہے اس لیے وہ گناہوں سے باز رہے گا اور تمام احکام شرعیہ پر عمل کرے گا، علامہ طیبی نے کہا کہ حیاء کو خصوصیت سے الگ ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخوں میں سے ایک شاخ ہے کیا انسان نے اس کو مکمل طور پر حاصل کر لیا ہے! اس پر قیاس کر کے سوچیے کہ ایمان کی تمام شاخوں کو حاصل کرنا کس قدر مشکل ہے!

نیز علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ان الحياء تغير وانكسار عند خوف ما يعاب او يذم.

کسی کام کے ارتکاب کے وقت مذمت اور ملامت کے خوف سے انسان کی ہیئت کا متغیر ہونا حیاء ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس سے مراد صرف ترک کرنا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

ان اللّٰه حيي كريم يستحي اذا رفع اليه العبد يديه ان يردهما صفرا حتى يضع فيهما خيرا.

اللہ تعالیٰ حیاء دار کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے، حتیٰ کہ ان ہاتھوں میں خیر رکھ دیتا ہے۔

اس حدیث میں حیاء کا معنی ترک کرنا ہے، اسی طرح قرآن مجید اور دیگر احادیث میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لیے حیا کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنی ترک کرنا ہے۔ [1]

ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے، حیاء ایمان کی جز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ذواجزاء ہے اور مرکب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء ایمان کامل کی جز ہے اور وہ ذواجزاء ہے۔

بَابُ ۱۲ جَامِعِ اَوْصَافِ الْاِسْلَامِ

اسلام کے جامع اوصاف

٦٧۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسا ارشاد فرمائیے کہ پھر میں آپ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں، ابو اسامہ کی روایت میں ہے، میں آپ کے غیر سے سوال نہ کروں، آپ نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اسی پر مستقیم رہو۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

استقامت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جوامع کلمات میں سے ہے اور یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔
(حٰم السجدۃ: ۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ پورے قرآن میں جو آیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ دشوار اور شاق تھی وہ یہ تھی:

فاستقم کما امرت۔
(ھود: ۱۱۲)

جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اس کے مطابق قائم رہیں۔

اس لیے جب صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد نمودار ہو گئے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ استاذ ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ استقامت وہ درجہ ہے جس سے تمام امور کامل ہوتے ہیں، کیونکہ تمام نیکیاں اسی سے حاصل ہوتی ہیں، اور جو شخص استقامت پر نہ ہو اس کی جد و جہد ضائع اور بے کار جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اکابر کے سوا استقامت کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے معمولات اور رسم و رواج کو ترک کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے احکام کے مطابق کرے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "استقامت پر رہو اور تم اس کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکو گے" علامہ واسطی نے کہا استقامت وہ وصف ہے جس کی وجہ سے نیکیوں میں حسن پیدا ہوتا ہے اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے نیکیاں قبیح ہو جاتی ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: یا رسول اللہ! آپ کو میرے متعلق کس چیز کا زیادہ خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کا۔[1]

"جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے" اس کی تفسیر میں میں نے لکھا تھا: یعنی اس اقرار کے بعد اس سے انحراف نہیں کیا اور زندگی بھر اللہ تعالےٰ کے تمام احکام کی اطاعت کا التزام کرتے رہے اور کسی آن اور کسی لحظہ بھی اس کی یاد سے غافل اور اس کی اطاعت سے باہر نہیں رہے، کڑے سے کڑے امتحان اور مشکل سے مشکل مرحلہ میں حرص و ہوس کی آندھیوں میں اور خوف و خطر کے طوفانوں میں، خلوت، جلوت، سفر و حضر ہر موقع اور ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اس کے حکم کی تعمیل کے مقابلہ میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لانا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہی استقامت ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا حکم دیا گیا، فاستقم کما امرت۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ یہ مرتبہ کاملین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا، اللہ تعالےٰ نے ہم کو اس مرتبہ سے حظ وافر عطا فرمائے (آمین)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہو! حضرت علی نے کہا میرا رب اللہ ہے اور صرف اللہ کی مدد سے مجھے توفیق ہے، میں نے صرف اسی پر توکل کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اے ابو الحسن، تم کو یہ علم مبارک ہو، یہ حدیث توحید الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو شامل ہے، جب بندہ نے یہ کہا میرا رب اللہ ہے تو یہ توحید کو ماننا ہے اور جب اس پر وہ مستقیم ہو گیا تو یہ تمام طاعات کو شامل ہے، کیونکہ استقامت کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اس میں قلب اور بدن کے تمام اعمال آ گئے، کیونکہ اگر ذرا سی بھی کجی اور ناہمواری ہو تو استقامت متحقق نہیں ہوگی۔ اسی لیے صوفیہ نے کہا ہے کہ ہزار ہا کرامتوں سے استقامت بہتر ہے۔

امام رازی نے کہا ہے کہ استقامت بہت مشکل چیز ہے کیونکہ یہ تمام عقائد صحیحہ اور اعمال حسنہ کو شامل ہے بایں طور کہ تمام باطل عقائد سے اجتناب کرے اور تمام بُرے اخلاق سے احتراز کرے اور ہر معاملہ میں افراط اور تفریط سے بچے اور طریق متوسط پر گامزن رہے۔

امام غزالی نے کہا ہے کہ دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس طرح پل صراط سے گذرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

استقامت اعوجاج (ٹیڑھا ہونا) کی ضد ہے اور یہ اعمال کی استقامت اور قلب کی استقامت دونوں کو شامل ہے، اعمال کی استقامت یہ ہے کہ اعمال متوسط ہوں، سنت سے متجاوز نہ ہوں، اخلاص سے خارج نہ ہوں، ان میں ریا ہو نہ کسی سے عوض کی طلب ہو اور نہ کوئی غرض ہو، اور قلب کی استقامت یہ ہے کہ وہ صحیح چیز پر ثابت ہو اور اس کو سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو، سیر الی اللہ کا مطلب ہے صفات الٰہیہ کا مشاہدہ کرنا، اور سیر فی اللہ کا مطلب ہے صفات الٰہیہ سے متصف ہونا، فاستقم کما امرت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سیر فی اللہ میں استقامت کا حکم دیا گیا تھا۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم توحید سے واقف ہو جاؤ اور جلال ذات کا مشاہدہ کر لو تو ہر حال میں حق کے تابع رہو اور مقام رضا کی بلندی کو چھوڑ کر نفس اور خواہش کی پستی میں نہ گرو، امام غزالی نے کہا استقامت کی اہمیت کی وجہ سے ہر روز پانچ نمازوں میں استقامت کو طلب کرنے کی دعا کا حکم دیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے استقامت کی اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔ (آمین)[1]

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج اص ۸۵، ۸۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کفر، فسق، جہل، بدعت اور خواہش نفس کے جہنم کی پشت پر بندے اور اللہ سبحانہ کے درمیان ایک پل بچھا ہوا ہے اور یہ علم، عمل، خُلق اور حال کے اعتبار سے شریعت پر استقامت کا پل ہے اور آخرت میں یہی پل نار جہنم کی پشت پر رکھ دیا جائے گا، شریعت پر استقامت کا پل بھی بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جو دنیا میں اس پل سے آسانی سے گذر گیا وہ آخرت میں پل صراط سے بھی آسانی سے گذر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں شریعت پر استقامت نصیب فرمائے اور آخرت میں پل صراط سے آسانی اور سہولت سے گذار دے۔[1] (آمین)

بَابُ ١٣ بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ وَأَيِّ أُمُوْرِهٖ أَفْضَلُ

احکام اسلام میں سے بعض کی بعض پر فضیلت

٦٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کا کون سا حکم بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا خواہ وہ شخص تمہارا جانا پہچانا ہو یا اجنبی۔

٦٩ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ أَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا مسلمان بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

٧٠ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ أَبِيْ عَاصِمٍ قَالَ عَبْدٌ أَنْبَأَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۷۱۔ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ اسلام کا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا مسلمان کے جس عمل کے سبب سے اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۷۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ سے یہی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کون سا مسلمان افضل ہے۔

افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۶۸ میں ہے اسلام کا سب سے افضل حکم لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا ہے، اور حدیث نمبر ۶۹ میں ہے سب سے افضل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہے کہ افضل عمل تو ایک ہی ہو سکتا ہے اور یہاں ایک حدیث میں لوگوں کو کھانا کھلانا افضل عمل بتلایا ہے اور دوسری حدیث میں زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کو افضل عمل فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حصول منفعت کے اعتبار سے لوگوں کو کھانا کھلانا افضل عمل ہے اور دفع ضرر کے اعتبار سے زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو محفوظ رکھنا افضل عمل ہے، یا یہ جواب سائلین اور حاضرین کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہے، جس موقع پر حاضرین میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کی کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا اور جس موقع پر حاضرین میں ایذاء رسانی سے احتراز میں کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا۔ زبان کا ذکر اس لیے مقدم کیا ہے کہ زبان کا ضرر ہاتھ سے زیادہ ہوتا ہے اور حاضر و غائب سب کو شامل ہوتا ہے۔

بَابُ ۱۴ خِصَالٍ مَنِ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ

ان خصائل کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔

۷۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی، وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا۔

(۱)۔ اللہ اور اس کا رسول اس کو باقی تمام چیزوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ۔

۷۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ۔

۷۵۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَنْبَاَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ اَنْ يَّرْجِعَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا۔

سے زیادہ محبوب ہوں جس شخص سے بھی اس کو محبت ہو وہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہو (۳) کفر سے نجات پالنے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کا مزہ پالے گا۔ (۱) جس شخص سے محبت کرے محض اللہ کے لیے کرے (۲) اللہ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنا اس کو آگ میں ڈالے جانے سے زیادہ ناپسند ہو

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت ذکر کی ہے جس میں یہ تغیر ہے دوبارہ یہودی یا نصرانی ہوجانے سے آگ میں ڈالے جانے کو زیادہ بہتر سمجھے۔

حلاوت ایمان کا معنی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ایمان کی حلاوت کا معنی یہ ہے کہ انسان کو عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر مشقت برداشت کرنے میں لذت حاصل ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالا کر اور اس کی مخالفت کو ترک کرکے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دنیا اور دنیا والوں کی محبت پر ترجیح دے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کی محبت اور کفر سے نفرت اسی وقت متحقق ہوگی، جب اس کا ایمان قوی ہوگا، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے میں اس کو شرح صدر ہوگا اور اس کا نفس مطمئن ہوگا اور یہ ایمان اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرجائے گا اس وقت انسان کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی۔

اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رضا پر اس کا دل راضی ہو، انسان اسی چیز کو پسند کرے جو اللہ کو پسند ہو اور جو چیز اللہ کو

ناپسند ہو وہ اس کو ناپسند ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ انسان اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اس کے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے، مثلاً حسین و جمیل صورتیں، اچھی آوازیں، مزے دار کھانے، اور کبھی ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جن سے اس کی عقل کو لذت حاصل ہوتی ہو، مثلاً علم و حکمت کی باتیں، تقویٰ اور طہارت، علماء اور متقی لوگ، اور کبھی وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے شر اور ضرر کو دور کرے، محبت کے یہ تمام اسباب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں، حواس کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ حسن و جمال ہے، عقل کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ علم اور آپ کا سب سے زیادہ زہد و تقویٰ ہے اور اگر حسن سلوک اور دفع شر کی وجہ سے محبت ہو تو آپ محسن انسانیت ہیں آپ نے صراط مستقیم اور دوام نعیم کی ہدایت دی ہے اور جہنم کے عذاب سے بچایا ہے اور ان تمام محاسن اور فضائل کا مبداء اللہ عزوجل کی ذات ہے، اس لیے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہیے۔ [1]

بَابُ وُجُوْبِ مَحَبَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنَ الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ وَاِطْلَاقِ عَدَمِ الْاِيْمَانِ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُحِبَّهٗ هٰذِهِ الْمَحَبَّةَ

اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب

۷۶ - وَحَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ وَفِیْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ الرَّجُلُ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل، اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ .

لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل ان كان اباؤكم وابناؤكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لا يهدي القوم الفسقين .

(توبہ: ۲۴)

”آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ، اولاد، بھائی . بیویاں، دیگر رشتہ دار، کمایا ہوا مال، وہ تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکان تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو، اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ

ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں: ”ایک ”محبت طبعی“ اور دوسری ”محبت عقل“ محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کی محبت، اور ”محبت عقل“ اختیاری ہوتی ہے، محبت عقل سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے، یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات، اپنے ماں باپ، دیگر اقرباء اور مال و دولت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کر دے، جیسا کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے، اور حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ نے اپنے باپ کے خلاف مبارزت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں کو قتل کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر صحابہ کرام اپنے وطن، اقرباء، مکانوں اور مال و دولت کو چھوڑ کر بے سر و سامانی کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر نے سارا مال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھ دیا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

ولو انا كتبنا عليهم ان اقتلوا انفسكم . (نساء: ۶۶) اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو۔

تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا حضور اگر حکم دیں تو میں ابھی اپنی گردن کاٹ دوں۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایمان کامل کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً فرض ہے جس شخص میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً نہ ہو وہ مطلقاً مومن نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات

(۱) انسان حسن و جمال سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں

سب سے زیادہ حسن اور جمال عطا فرمایا ہے۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن البراء کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجھا [1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا۔

عن کعب بن مالک یحدث حین تخلف عن تبوک فلما سلمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبرق وجھہ من السرور وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سر استنار وجھہ حتی کانہ قطعۃ قمر [2]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے تخلف کی حدیث بیان کر رہے تھے، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، اس وقت آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی بات سے خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح روشن ہو جاتا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر [3]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک رات دیکھا جب بادل نہیں تھے، آپ نے سرخ حلّہ پہنا ہوا تھا، میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف، بلاشبہ آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(۲)۔ انسان علم و حکمت سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو علم دیا اس کے متعلق فرمایا:

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ (بنو اسرائیل: ۸۵)

اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہی ہے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو علم عطا کیا ہے اس کے متعلق فرمایا:

وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ (نساء: ۱۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دیا جن کو آپ پہلے (نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا آپ پر

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳ " " "

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۶۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

فضل عظیم ہے

غور کیجئے! اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے علم کو تھوڑا فرمارہا ہے تو جس کے علم کو وہ عظیم فرمادے، اس کی وسعتوں اور عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے!

(۳)۔ بعض لوگ داد و دہش اور جود و سخا سے محبت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر سخاوت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تبسطها کل البسط۔

اور نہ آپ اپنے ہاتھ کو پوری طرح کھول دیں!

(بنی اسرائیل: ۲۹)

(۴)۔ انسان زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا یھا المزمل۝ قم اللیل الا قلیلا۔

اے چادر لپیٹنے والے (محبوب)! رات کو (نماز میں) تھوڑا قیام کیا کریں۔

(مزمل، ۲-۱)

(۵)۔ انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرم دل اور رحم کرنے والا ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فبما رحمة من الله لنت لهم ۚ ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولك۔

تو اللہ کی کیسی (رحمت بے پایاں) رحمت سے آپ ان (مسلمانوں) کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گرد و پیش سے بھاگ جاتے۔

(آل عمران، ۱۵۹)

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم۔

بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر بہت شفیق اور رحیم ہیں۔

(توبہ: ۱۲۸)

(۶)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور بد خلق سے متنفر ہوتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وانك لعلی خلق عظیم۔

اور بلاشبہ آپ عظیم خلق پر فائز ہیں۔

(قلم، ۴)

(۷)۔ انسان کو جس سے علم اور ادب حاصل ہو اس سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مومنوں کو تعلیم دیتے تھے اور ان کا تزکیہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان

رسولا من انفسهم یتلوا علیهم اٰیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة ۚ و ان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۔

(آل عمران ۳: ۱۶۴)

کیا جب ان میں انھی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے انھیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰته و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب و الحکمة ۚ و ان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۙ و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ۚ و ھو العزیز الحکیم ۔

(جمعہ: ۲-۳)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انھی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں، انھیں پاک کرتے ہیں، اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور بے شک وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور ان میں سے دوسروں کو بھی (کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور پاک کرتے ہیں) جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے نہیں ملے، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتاب و الحکمة و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ۔

(بقرہ ۲: ۱۵۱)

جس طرح ہم نے تم میں ایک عظیم رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں پاک کرتے ہیں اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اور تم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو پہلے تم نہیں جانتے تھے۔

(۸) انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دنیا کی کسی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان اللّٰه لیعذبھم و انت فیھم ۔

(انفال: ۳۳)

اور اللہ کی شان نہیں کہ لوگوں کو عذاب دے درآں حالیکہ (اے محبوب) آپ ان میں موجود ہیں۔

(۹) جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبت سے نجات ملے جب انسان اس سے محبت کرتا ہے تو اس سے محبت کرنا زیادہ لائق ہے جس کی وجہ سے اس کو آخرت کی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور آخرت میں جب ہیبت الٰہی سے تمام انبیاء اور رسل خوف زدہ ہوں گے، جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، سب نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اس وقت صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے شفاعت کر کے لوگوں کو مصیبت سے چھڑائیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع الله الناس يوم القيامة فيقولون لو استشفعنا على ربنا حتى يريحنا من مكاننا فياتون ادم فيقولون انت الذى خلقك الله بيده ونفخ فيك من روحه وامر الملائكة فسجدوا لك فاشفع لنا عند ربنا فيقول لست هناكم ويذكر خطيئته ايتوا نوحا اول رسول بعثه الله فياتونه فيقول لست هناكم ويذكر خطيئته ايتوا ابراهيم الذى اتخذه الله خليلا فياتونه فيقول لست هناكم فيذكر خطيئته ايتوا موسى الذى كلمه الله فياتونه فيقول لست هناكم فيذكر خطيئته ايتوا عيسى فياتونه فيقول لست هناكم ايتوا محمدا صلى الله عليه وسلم فقد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر فياتونى فاستاذن على ربى فاذا رايته وقعت ساجدا فيدعنى ما شاء الله ثم يقال لى ارفع راسك سل تعطه وقل تسمع واشفع تشفع فارفع راسى فاحمد ربى بتحميد يعلمنى ثم اشفع فيحد لى حدا ثم اخرجهم من النار فادخلهم الجنة ثم اعود فاقع ساجدا مثله فى الثالثة او الرابعة حتى ما بقى فى النار الا من حبسه القران وكان قتادة يقول عند هذا اى وجب عليهم الخلود۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا، لوگ کہیں گے کہ کاش ہم اپنے رب کے حضور کسی کی شفاعت طلب کریں جو ہم کو اس جگہ سے راحت دلائے، پھر وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں، آپ ہمارے رب کے حضور شفاعت کیجئے۔ حضرت آدم کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطاء یاد کریں گے، تم نوح کے پاس جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کے ساتھ بھیجا، لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطاء یاد کریں گے، تم ابراہیم کے پاس جاؤ جن کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا تھا، لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطاء یاد کریں گے، تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا، لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی اجتہادی خطا کو یاد کریں گے۔ تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا، تم (حضرت) محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، جن کی اگلی اور پچھلی سب (ظاہری یا اجتہادی) خطائیں معاف کر دی گئی ہیں پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، میں سجدہ میں گر جاؤں گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھاؤ، مانگو تم کو دیا جائے گا کہو تمہاری بات سنی جائے گی، شفاعت کرو قبول کی جائے گی، پھر میں

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

اپنا سر اٹھاؤں گا پھر میں اپنے رب کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو وہ مجھے تعلیم دیگا پھر میں شفاعت کرونگا پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائیگی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرونگا پھر میں دوبارہ سجدہ کرونگا پھر تیسری بار یا چوتھی بار فرمایا، حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کا جہنم سے نکلنا از روئے قرآن منع ہے۔ یعنی جن لوگوں کے لیے جہنم میں خلود ہے، (اور یہ کفار ہیں)۔

اللہ اکبر! وہ عجیب منظر ہوگا، لوگ حیران ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرتے ہی کیسا انقلاب آگیا وہ خدائے قہار جو کسی کے منانے سے مان نہیں رہا تھا، کسی سے راضی نہیں ہو رہا تھا وہ اب مصطفیٰ علیہ الثناء کو راضی کر رہا ہے!۔

(۱۰)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جو اس پر احسان کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نوع انسانیت پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً احسان کیے ہیں ان کو کون شمار کر سکتا ہے! لوگ بے تحاشا جہنم کی طرف بھاگ رہے تھے آپ ان کو پکڑ پکڑ کر جہنم سے جنت کی طرف لائے، پتھر کھا کر، گالیاں سن کر ان جفاکیشوں کو دائمی نعمتوں کی طرف بلاتے رہے، دنیا میں نیکی کے ساتھ جینے اور حق کی راہ میں مرنے کا چلن سکھاتے رہے۔ جن کی تعلیم و تربیت نے کایا پلٹ دی، بت پرستوں کو بت شکن، رہزنوں کو راہنما اور عصیاں شعاروں کو رشک قدسیاں بنا دیا!

تو اگر تم جمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا کوئی جمیل نہیں اور اگر کمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا کسی میں کمال نہیں، وہ ایسے باکمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ تخلیق نبوت کو ان پر ختم کر دیا، اور اگر احسان کرنے والے سے محبت کرتے ہو تو وہ محسن اعظم ہیں دنیا کی نعمت ہو یا آخرت کی نعمت ہو، ہر نعمت ان کے ذریعہ اور ان کے وسیلہ سے ملتی ہے تو ایسے منعم اور محسن سے ایسے حسین و جمیل اور صاحب کمال سے جتنی محبت کی جائے وہ کم ہے اور حق یہ ہے کہ ان کو اپنے آپ سے زیادہ چاہا جائے، بلکہ اپنے ماں باپ اور اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ چاہا جائے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش ان کے تمام اہل اور مال کو لے لیا جائے اور اس کے بدلے ان کو میری زیارت حاصل ہو جائے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹)

......

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر میرے باپ ابوقحافہ کی بجائے ابوطالب ایمان لے آتے تو اس سے میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک پہنچتی کیونکہ ابوطالب کا اسلام لانا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔

امام بیہقی اور امام بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک (میرے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ آپ کا اسلام لانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا۔

ان حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی محبت پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۳)

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں لکھا ہے اور امام بیہقی نے اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ انصار کی ایک خاتون کا باپ، بھائی اور شوہر جنگ احد میں شہید ہو گئے، یہ تینوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں گئے تھے، اس نے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ کا شکر ہے جس طرح تمہاری تمنا تھی آپ خیریت سے ہیں، اس نے کہا مجھے دکھاؤ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں حتیٰ کہ میں آپ کو دیکھ لوں! جب اس نے آپ کی زیارت کی تو کہنے لگی، آپ کو سلامت دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے، اور اب مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔)

امام بیہقی نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو ابوسفیان نے کہا اے ابوزید! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تمہارے بجائے ان کی گردن ماری جاتی؟ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں عافیت سے ہوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیر میں کانٹا چبھ جائے، ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم! میں نے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [1]

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ نے کنکھیوں سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے کہا خدا کی قسم، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی تھوکتے تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے لعاب کو اپنے ہاتھوں پہ لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا، اور جب آپ انھیں کسی چیز کا حکم دیتے تو اس پر عمل کرنے کے لیے سب جھپٹ پڑتے، اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے جسم سے لگ کر گرنے والے پانی کو لینے کے لیے

---

[1] قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۹-۱۰، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

وہ ٹوٹ پڑتے اور یوں لگتا تھا اس پانی کو حاصل کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے، جب آپ گفتگو کرتے تو وہ سب خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے، جب عروہ اپنے ساتھیوں (کفار مکہ) کی طرف لوٹا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں قیصر کسریٰ اور نجاشی کے ہاں گیا ہوں، خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس بادشاہ کی اس قدر تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ۱؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں ہیں، ہم یہاں پر ان میں سے بعض علامتوں کا بیان کر رہے ہیں:

اطاعت رسول

جس شخص سے محبت ہوتی ہے انسان اس کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور آپ کے نقش قدم پر چلا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا ۔ (حشر: ۷)

اور رسول تمہیں جو حکم دیں، اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم ۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

قل اطیعوا اللہ والرسول ج فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین ۔ (آل عمران: ۳۲)

آپ فرما دیجئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ کافروں کو پسند نہیں فرماتا۔

اس لیے آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور جن کاموں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے، خواہ تکلیف ہو یا راحت، خوشی ہو یا رنج، ہر حال میں آپ کے افعال کی اتباع اور آپ کی سنتوں کی اقتداء کی جائے اور اپنے نفس کی خواہشوں اور تقاضوں پر آپ کی سنت کو ترجیح دی جائے۔

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

۱؎ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

من احب سنتی فقد احبنی[1]

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی ان قدرت ان تصبح و تمسی لیس فی قلبک غش لاحد فافعل ثم قال لی یا بنی و ذلک من سنتی ومن احیا سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے اگر تم اس پر قادر ہو کہ اس حال میں صبح اور شام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف کھوٹ نہ ہو تو ایسا کرو، پھر فرمایا: اے بیٹے یہ میری سنت ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

قاضی عیاض نے اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا[3]، (اس روایت کی اصل امام ابن عساکر کی روایت ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اتباع کرتا ہے اس کو آپ سے کامل محبت ہے اور جس کی اطاعت اور اتباع میں کمی ہے اس کی محبت میں کمی ہے لیکن وہ محبت سے خالی نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اسمہ عبد اللہ وکان یلقب حمارا وکان یضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد جلدہ فی الشراب فاتی بہ یوما فامر بہ فجلد فقال رجل من القوم اللھم العنہ ما اکثر ما یؤتی بہ فقال النبی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبداللہ نام کا ایک شخص تھا، اس کو حمار کا لقب دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی پر کوڑے لگائے تھے، اس کو ایک دن پھر لایا گیا اور آپ نے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا، لوگوں میں سے ایک

---

[1] حافظ ابوالقاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۴۵، مطبوعہ بیروت

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوہ فواللہ ما علمت انہ یحب اللہ ورسولہ۔[1]

شخص نے کہا اے اللہ! اس پر لعنت کر، اس کو کتنی دفعہ کوڑے لگائے گئے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لعنت نہ کرو، بہ خدا تم کو نہیں معلوم! یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے!

اتباع رسول کی حلاوت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چاشنی اور آپ کی اتباع کی حلاوت یہ ہے کہ آپ کی مطلقاً اتباع کی جائے، خواہ کسی کام کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے اور کسی فعل کا فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے جو کام آپ نے کیا ہو اس کام کو صرف اس نیت سے کیا جائے کہ چونکہ آپ نے یہ کام کیا ہے اس لیے ہم کر رہے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال رایت عمر بن الخطاب قبل الحجر وقال لولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک۔[2]

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور کہا اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن امیۃ بن عبد اللہ بن خالد انہ قال لعبد اللہ بن عمر انا نجد صلوۃ الحضر وصلوۃ الخوف فی القرآن ولا نجد صلوۃ السفر فقال لہ عبد اللہ ان اللہ بعث الینا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ولا نعلم شیئا فانما نفعل ما راینا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم یفعل۔[3]

امیہ بن عبد اللہ بن خالد کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ وطن میں اور حالت جنگ میں نماز پڑھنے کا طریقہ تو قرآن میں مذکور ہے لیکن سفر میں نماز پڑھنے کا طریقہ (یعنی قصر کرنا) ہمیں قرآن میں نہیں ملا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث کیا ہمیں کسی چیز کا علم نہیں، ہم وہی کرتے ہیں جو ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے

علامہ خفاجی مسند بزار اور مسند احمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۸، " " " "

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن عبد اللہ بن عمر یدیر ناقتہ فی مکان فسئل فقال لا ادری الا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ ففعلتہ۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مقام پر اونٹنی پر سوار ہو کر دائرہ بنا رہے تھے (یعنی گول چکر لگا رہے تھے) ان سے پوچھا گیا اس طرح گول چکر لگانے کی کیا حکمت ہے؟ انھوں نے کہا مجھے کچھ پتا نہیں، میں نے اس مقام پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چکر لگاتے دیکھا تھا سو میں اسی طرح چکر لگا رہا ہوں۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبید بن جریج انہ قال لعبد اللہ بن عمر یا ابا عبد الرحمن رایتک تصنع اربعا لم ار احدا من اصحابک یصنعها قال وما ھی یا ابن جریج قال رایتک لا تمس من الارکان الا الیمانیین ورایتک تلبس النعال السبتیة ورایتک تصبغ بالصفرة ورایتک اذا کنت بمکة اهل الناس اذا راوا الهلال ولم تهل انت حتی کان یوم الترویة قال عبد اللہ اما الارکان فانی لم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمس الا الیمانیین واما النعال السبتیة فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لیس فیها شعر ویتوضا فیها فانا احب ان البسها واما الصفرة فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بها فانی احب ان اصبغ بها واما الاهلال فانی لم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یهل

عبید بن جریج کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا اے ابو عبدالرحمان میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی نہیں کرتا، حضرت ابن عمر نے پوچھا وہ کیا کام ہیں؟ انھوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ آپ کعبہ کے چار رکنوں میں سے صرف دو رکنوں کو مس کرتے ہیں (حجر اسود اور رکن یمانی) اور میں نے آپ کو بغیر بالوں کی کھال کی جوتی پہنے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے آپ کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے دیکھا آپ مکہ میں تھے لوگوں نے چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیا اور آپ نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) سے پہلے احرام نہیں باندھا، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ارکان کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے اور رہی بغیر بالوں کے کھال کی جوتی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس چمڑے کی جوتی پہنتے تھے جس میں بال نہیں ہوتے تھے، اور اسی میں وضو کرتے تھے تو میں

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

حتی تنبعث به راحلته۔ ؎

بھی ایسے چمڑے کی جوتی پہننا پسند کرتا ہوں اور رہا زرد رنگ کا خضاب تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہوئے دیکھا ہے تو مجھے بھی زرد رنگ کا خضاب لگانے سے محبت ہے اور رہا آٹھ تاریخ کو احرام باندھنا تو میں نے آپ کو اسی دن احرام باندھے ہوئے دیکھا ہے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر روانہ ہوتی۔

ویسے تو اس حدیث میں مذکور چاروں امور، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اتباع رسول پر دلالت کرتے ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ پہلا امر قابل غور ہے کیونکہ کعبہ کے چاروں کونے عقلی اعتبار سے تعظیم کیے جانے میں مساوی ہیں اور رکن یمانی والے کونوں کی عقلاً کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر نے چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف ارکان یمانیہ ہی کو مس کرتے ہوئے دیکھا تھا اسی لیے وہ صرف انہی کو مس کرتے تھے۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام عمرہ حدیبیہ کرنے گئے تو کفار مکہ نے صحابہ کرام کو دیکھ کر کہا یثرب کے بخار نے ان کو کمزور کر دیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ سے فرمایا کہ وہ طواف میں رمل کریں، یعنی پہلوانوں کی طرح اکڑ اکڑ کر طواف کریں تاکہ کفار مکہ کو پتہ چلے کہ یہ کمزور نہیں توانا ہیں، لیکن جب مکہ فتح ہوگیا اور تمام سرزمین عرب میں اسلام پھیل گیا تو اب عقلاً طواف میں رمل کی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا تھا اس لیے اصحاب رسول بعد میں بھی طواف میں رمل کرتے رہے اور آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیه ان عمر بن الخطاب قال للرکن اما واللہ انی لاعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولو لا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم استلمك ما استلمتك فاستلمه ثم قال وما لنا وللرمل انما کنا رأینا به المشرکین وقد اهلکهم اللہ ثم قال شیء صنعه رسول اللہ

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو مخاطب ہو کر کہا: خدا کی قسم مجھے یقیناً علم ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان! اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر حضرت عمر نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر فرمایا: اب ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم تو مشرکین کو (اپنی قوت) دکھانے

؎ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

صلی اللہ علیہ وسلم فلا نحب ان نترکہ۔[1]

کے پیچھے رمل کرتے تھے، اور اب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ختم کر دیا ہے، پھر فرمایا: رمل وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور جس کام کو آپ نے کیا ہو ہم اس کو ترک کرنا ناپسند کرتے ہیں۔

ہم نے بعض احادیث بیان کی ہیں ورنہ احادیث اور آثار میں ایسی بہت مثالیں ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر اس کام کو کرتے تھے جس کو آپ نے کیا ہو خواہ اس کام کی کوئی حکمت اور عقلی توجیہ ہو یا نہ ہو اور اسی میں اتباع رسول کی علامت ہے اور یہی آپ کی محبت کی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا

محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس شخص کو کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اپنے محبوب کا کوئی عیب دیکھ سکتا ہے نہ اس کا عیب سن سکتا ہے؛

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حبک الشیٔ یعمی و یصم۔[2]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شے کی محبت تم کو (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا کر دیتی ہے، اور (اس کا عیب سننے سے) بہرا کر دیتی ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے:[3]

ایک مرتبہ کسی مجلس میں ایک شخص کے شیخ طریقت کا ذکر ہو رہا تھا، ان کی خشخشی ڈاڑھی تھی، کسی نے کہا پیر صاحب کامل بزرگ ہیں لیکن ان کی ڈاڑھی چھوٹی ہے، اس شخص نے کہا نہیں نہیں، ان کی ڈاڑھی پوری ہے یہ ہماری نظروں کا نقص ہے کہ ان کی ڈاڑھی پوری نظر نہیں آتی، ہماری نظر میں کمی ہے، ان کی ڈاڑھی میں کوئی کمی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر فی الواقع محبوب میں کوئی عیب ہو تو محب کو وہ عیب نظر نہیں آتا، اور نہ وہ اس عیب کا ذکر سن سکتا ہے فوراً اس کا رد کر دے گا تو جس ذات کریم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی بے عیب ہو، جو شخص اس میں عیب نکالے یا کوئی شخص ان کا عیب نکالے اور وہ سن کر خاموش رہے اور عیب نکالنے والے کا رد نہ کرے وہ ان کا محب نہیں ہو سکتا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری، ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۴، ج ۶ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بے عیب ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "محمد" فرمایا ہے اور محمد کا معنی ہے جس کی حمد اور تعریف کی گئی ہو جس کو سراہا گیا ہو، اور جس میں عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے حمد نہیں کی جاتی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً محمد فرمایا ہے، اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے۔

ایک مرتبہ ایک علمی مجلس میں، میں نے یہ دلیل بیان کی تو ایک عالم نے یہ اعتراض کیا کہ احتیاج الی الغیر عیب ہے یا حسن، اگر یہ عیب ہے تو آپ میں عیب ثابت ہو گیا اور اگر یہ حسن ہے تو تمام محاسن کا جامع اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے، میں نے کہا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج کرنا یہ افعال قبیح ہیں یا حسن ہیں، اگر یہ قبیح ہوں تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا لائق مذمت ہو، اور اگر یہ حسن ہوں تو آپ کی دلیل کے اعتبار سے چاہیے کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج کرے اور کسی کی عبادت کرے کیونکہ وہ تمام محاسن کا جامع ہے، اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ افعال حسن للذاتہ اور قبیح لغیرہ ہیں، بندہ کے اعتبار سے یہ افعال حسن ہیں کیونکہ بندہ کا حسن یہ ہے کہ وہ مولیٰ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کی عبادت کرے اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے غیر کا محتاج ہونا قبیح ہے اور اس کی شان کے لائق نہیں ہے، لہٰذا احتیاج الی الغیر حسن للذاتہ اور قبیح لغیرہ ہے، بندہ کے اعتبار سے حسن ہے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہے لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں کسی اعتبار سے کوئی عیب نہیں ہے اور آپ کا محمد ہونا آپ کے بے عیب ہونے پر دلیل ہے، اور جو شخص آپ میں عیب نکالے وہ سب کچھ ہو سکتا ہے آپ کا محب نہیں ہو سکتا، یہ نکتہ کفار مکہ کو بھی معلوم تھا اس لیے وہ آپ کو محمد کہہ کر برا نہیں کہتے تھے، کیونکہ محمد تو برا ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے انھوں نے آپ کا نام اپنے طور پر مذمم رکھ دیا اور اب وہ محمد کی بجائے مذمم کی برائی کرتے تھے، اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی مذمت سے بری کر دیا۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تعجبون کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش ولعنھم یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمد۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے قریش کے سب وشتم کو مجھ سے کیسے دور کر دیا وہ مذمم کو برا کہتے ہیں اور مذمم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

دوسری چیز یہ ہے کہ محب محبوب کے متعلق کوئی عیب سن نہیں سکتا اگر کوئی عیب بیان کرے تو محب فوراً اس کا رد کرتا ہے، ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیات نازل کیں:

ن والقلم وما يسطرون ○ ما انت بنعمة ربك بمجنون ○ و ان لك لاجرا غير ممنون ○ وانك لعلى خلق عظيم ○ فستبصر و يبصرون ○ بايكم المفتون ○ ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين ○ فلا تطع المكذبين ○ ودوا لو تدهن فيدهنون ○ ولا تطع كل حلاف مهين ○ هماز مشاء بنميم ○ مناع للخير معتد اثيم ○ عتل بعد ذلك زنيم ○

(قلم: ۱-۱۳)

ن، قسم قلم کی اور اس کی جو (فرشتے) لکھتے ہیں! (اے محبوب) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں، اور یقیناً آپ کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب ہے، اور بے شک آپ بہت عظیم خلق پر فائز ہیں، اور عنقریب آپ دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون مجنون تھا بے شک آپ کا رب ہی اس کو خوب جانتا ہے جو راہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے، تو آپ مکذبین کی بات سے متاثر نہ ہوں، انھوں نے یہی چاہا کہ آپ ان سے (بےجا) نرمی کریں تو وہ بھی آپ کے ساتھ نرمی کریں، اور آپ کسی ایسے شخص کی بات سے متاثر نہ ہوں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے، بڑا طعنہ زن، بہت چلتا پھرتا چغل خور، نیکی سے منع کرنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گنہ گار، نہایت بدخو، اور اس کے علاوہ ولد الحرام ہے۔

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہو گیا تو عاص بن وائل نے آپ کو ابتر (مقطوع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

انا اعطينك الكوثر • فصل لربك وانحر • ان شانئك هو الابتر •

(کوثر: ۱-۳)

(اے محبوب) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی، تو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں، بے شک آپ کا دشمن ہی (ہر خیر سے محروم اور) مقطوع النسل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محبت کی علامت یہ ہے کہ محب محبوب میں کوئی عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کے متعلق کوئی عیب سننا گوارا کر سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ محب محبوب کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام دیلمی کی مسند الفردوس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب شیئا اکثر ذکرہ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔

علامہ زبیدی نے بھی اس حدیث کا امام دیلمی کی مسند الفردوس اور امام ابو نعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب ہے اور اس نے قرآن مجید میں آپ کا بہ کثرت ذکر کیا ہے اور فرمایا:

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی۔ (احزاب: ۵۶)

اللہ اور اس کے سارے فرشتے اس نبی پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں (درود بھیجتے رہتے ہیں)

یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہے اور اس قسم کا جملہ دوام تجددی پر دلالت کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں، فرشتے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل کرتا رہتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و رفعنا لک ذکرک۔ (انشراح: ۴)

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت آفتاب غروب ہو رہا ہے اور جہاں آفتاب غروب ہو رہا ہے وہاں اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ پڑھا جا رہا ہے، اسی طرح دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ طلوع فجر کا وقت ہے اور فجر کی اذان ہو رہی ہے اور بہ آواز بلند آپ کا نام پڑھا جا رہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر لمحہ روئے زمین آپ کا ذکر بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک آپ کا ذکر یونہی بلند ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت صلوٰۃ و سلام پڑھنا، محافل میلاد اور مجالس سیرت منعقد کرنا اور آپ کی عظمت اور شان پر مشتمل نعتیں پڑھنا یہ تمام امور آپ کی محبت کی علامت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا

محبت کی چوتھی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر سننے سے محب خوش ہوتا ہے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھی جا رہی ہو اور آپ کے فضائل و کمالات بیان کیے جا رہے ہوں تو جن چہروں پر خوشی اور مسرت کے آثار ہوں، جو چہرے پھول کی طرح کھل جائیں جو لوگ آپ کی تعریف سن کر وجد میں آنے لگیں اور مسرت سے نعرے لگائیں وہ آپ کے محب ہیں اور جن لوگوں کے چہرے آپ کے فضائل

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۲۰۰، ج ۹ ص ۶۲۱ مطبوعہ مطبعہ میمنہ

و کمالات سن کر مرجھا جائیں، جو لوگ آپ کے محامد اور محاسن سن کر غیظ و غضب میں آجائیں، جو لوگ آپ کا ذکر کرنے اور آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے روکیں اور منع کریں وہ آپ کے محب نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے اور آپ کی نعت میں یہ ادب ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے برابر بیان کیا جائے نہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھایا جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے: خدا کا ذکر مٹ جائے گا اور مصطفےٰ کا ذکر جاری رہے گا یا خدا کی دی ہوئی آنکھ میں اتنی روشنی نہیں تھی جتنی مصطفےٰ کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی، اس طرح یہ شعر بھی غلط ہے:

؎ خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد — محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا۔

یہ شعر بھی غلط ہے:

؎ بجاتے تھے جو دنیا میں انی عبدہٗ کی بنسری ہر دم — وہ محشر میں انی انا اللہ کہہ کے نکلیں گے۔

بعض واعظین کلمہ میں اللہ کے ذکر کے مقدم ہونے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے لا الہ الا اللہ کہنے سے زبان پاک ہو جائے، پھر محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔

بعض واعظین جوش خطابت میں یا نعرہ لگانے اور داد حاصل کرنے کے شوق میں اس قسم کی باتیں کہہ جاتے ہیں ان سے احتراز لازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں، خدا ہیں نہ خدا سے بڑھ کر ہیں، نہ اس میں آپ کی کوئی فضیلت ہے نہ آپ ایسی تعریف سے خوش ہوتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں اور یہ آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا

محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر کرنا، اور آپ کا اسم مبارک سننے پر اظہار خضوع اور خشوع کرنا آپ سے محبت کی علامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

ابو ابراہیم یحییٰ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب اس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو وہ ادب اور احترام سے سنے اور بدن کو جنبش بھی نہ دے اور خود پر اس طرح ہیبت جلال طاری کرلے گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہے، حضرت ابو ایوب سختیانی کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس قدر روتے کہ لوگوں کو ان کے حال پر رحم آجاتا، جعفر بن محمد کثیر المزاح اور ہنس مکھ شخص تھے مگر جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو رونے لگتے حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کے آنسو باقی نہ رہتے، زہری بڑے با اخلاق اور مجلسی آدمی تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس طرح گم صم ہو جاتے کہ گویا وہ کسی کو

جانتے ہیں نہ کوئی ان کو جانتا ہے، عبد الرحمان بن مہدی کے سامنے جب حدیث پڑھی جاتی لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور کہتے:

یا یہا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ (حجرات: ۲)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو۔

وہ کہتے تھے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کے دوران خاموش رہنا ضروری ہے اسی طرح آپ کی حدیث سننے کے وقت بھی خاموش رہنا ضروری ہے کیونکہ حدیث بھی آپ کا کلام ہے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر سننے کے بعد محبوب کے حق میں دعا کرے اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آپ کا نام لے یا اس کے سامنے آپ کا نام لیا جائے تو وہ آپ پر صلوٰۃ وسلام (درود شریف) پڑھے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر طحاوی اور علامہ ابو عبد اللہ حلیمی کا مسلک یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ کا ذکر کرے تو اس پر آپ کے ذکر کے ساتھ درود شریف پڑھنا فرض ہے اور نہیں پڑھے گا تو گنہ گار ہوگا، ان کے دلائل یہ ہیں:

امام ترمذی نے سند حسن اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔ نیز انھوں نے کہا کہ جس شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا اس نے آپ سے بے وفائی کی اور کسی مسلمان کے لیے آپ سے بے وفائی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام عبد الرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلا یصلی علی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بے وفائیوں میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، صلے اللہ علیہ وسلم۔

اور حدیث صحیح میں ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ سے محبت نہ کرے، اس لیے مومن کے نزدیک آپ کا سب سے زیادہ محبوب ہونا

---

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فرض ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ وہ آپ کی تعظیم و توقیر کرے، اور تعظیم و توقیر کو یہ لازم ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے یا آپ کا ذکر سنے تو آپ پر درود شریف پڑھے اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مستحب ہے۔[1]

نیز علامہ ابن قیم جوزیہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ابوبکر محمد بن عمر نے کہا کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اچانک شبلی آگئے تو ابوبکر بن مجاہد ان کے لیے کھڑے ہوگئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا یا سیدی! تمام بغداد کے لوگ تو شبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ نے اس کی اس قدر تعظیم کی! انہوں نے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، شبلی آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہوگئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ شبلی کی اس قدر عزت افزائی کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا یہ شخص ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم۔ (توبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم رسول تشریف لائے، ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر نہایت رحیم اور بے حد مہربان ہیں۔

اس آیت کے بعد تین بار مجھ پر درود پڑھتا ہے اور کہتا ہے صلی اللہ علیک یا محمد، پھر جب میرے پاس شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ ہر نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا

محبت کی ساتویں علامت محبوب سے ملاقات کا شوق ہے، ہر طالب اور محب اپنے مطلوب اور محبوب سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں آپ کی زیارت اور آپ سے ملاقات کا شوق ہو۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اشد امتی الی حبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لو رانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے، ان میں سے کسی ایک شخص

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۲۳۰۔۲۲۹، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] ۔ " " " " " ، جلاء الافہام ص ۲۵۸ ، " "

باهله وماله [1]

کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اس کے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں اس کو میری زیارت ہو جائے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [2]

امام دیلمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا

محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ انسان محبوب کے محبوبوں سے بھی محبت کرتا ہے

اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، اہل بیت اور ازواج مطہرات سے بھی محبت ہو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله في اصحابي لا تتخذوهم غرضا بعدي فمن احبهم فبحبي احبهم ومن ابغضهم فببغضي ابغضهم ومن اذاهم فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله ومن اذى الله يوشك ان يأخذه هذا حديث غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه [4]

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے بعد انہیں اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے انہیں اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی (ناراض کیا) اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے یہ حدیث غریب ہے [4]

عن البراء بن عازب انه سمع النبي

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۶/۱۰۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۱۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

صلی اللہ علیہ وسلم او قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الانصار لا یحبهم الا مؤمن ولا یبغضهم الا منافق —— من احبهم فاحبه الله ومن ابغضهم فابغضه الله فقلنا له انت سمعته من البراء فقال ایای حدث هذا حدیث صحیح ۔ [1]

ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا یا حضور نے انصار کے بارے میں فرمایا ان سے مومن ہی محبت رکھتا ہے اور منافق ہی بغض رکھتا ہے جو ان سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے عداوت رکھے وہ اللہ تعالیٰ کا مبغوض ہے۔ راوی کہتے ہیں ہم نے عدی بن ثابت سے پوچھا کیا آپ نے حضرت براء سے سنا فرمایا انھوں نے مجھ ہی سے تو بیان کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے

عن عمرو بن العاص ان رسول الله صلی الله علیه وسلم استعمله علی جیش ذات السلاسل قال فاتیته فقلت یارسول الله ای الناس احب الیك قال عائشة قلت من الرجال قال ابوها هذا حدیث حسن صحیح ۔ [2]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنگ، ذات السلاسل کا سردار مقرر فرمایا، فرماتے ہیں میں نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو لوگوں میں سب سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا "عائشہ" عرض کیا مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن المسور بن مخرمة قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول وهو علی المنبر ان بنی هشام بن المغیرة استاذنونی فی ان ینکحوا ابنتهم علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب —— ان یطلق ابنتی وینکح ابنتهم فانها بضعة منی یریبنی ما ارابها ویؤذینی ما اذاها هذا حدیث حسن صحیح ۔ [3]

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی لڑکی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں، میں انھیں اجازت نہیں دیتا پھر میں انھیں اجازت نہیں دیتا —— مگر یہ کہ علی بن ابی طالب میری صاحبزادی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کریں، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں اس کی تکلیف میری تکلیف ہے جو چیز اسے اذیت دے میرے لیے بھی اذیت ناک ہے۔ یہ حدیث

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۵۵۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۵۱، " " " "

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۴۹، " " " "

حسن صحیح ہے۔

عن ابن بریدة عن ابیہ قال کان احب النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمة ومن الرجال علی قال ابراھیم یعنی من اھل بیتہ ھذا حدیث غریب[1]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں سے حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں "یعنی اہل بیت میں سے" یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن زید بن ارقم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی وفاطمة والحسن والحسین انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم ھذا حدیث غریب[2]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی فاطمہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا جن سے تم لڑو گے میں بھی ان سے لڑوں گا اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری بھی صلح ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

عن المساور الحمیری عن امہ قالت دخلت علی ام سلمة فسمعتھا تقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یحب علیا منافق ولا یبغضہ مؤمن وفی الباب عن علی ھذا حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ[3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی منافق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں ہو سکتی اور کوئی مومن آپ سے بغض نہیں رکھتا۔ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مذکور ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن یعلی بن مرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا[4]

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔

عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابصر حسنا وحسینا فقال اللھم

حضرت براء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۵۵۰، " " "

[3] " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۳، " " "

[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۵۴۰، " " "

انی احبهما فاحبهما هذا حدیث حسن صحیح ۱؎

محمد بن بکر عن ابن جریج عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر انه فرض لاسامة فی ثلاثة آلاف وخمس مائة وفرض لعبد الله بن عمر فی ثلاثة آلاف فقال عبد الله بن عمر لابیه لم فضلت اسامة علی والله ما سبقنی الی مشهد قال لان زیدا کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم من ابیک وکان اسامة احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم منك فآثرت حب رسول الله صلی الله علیه وسلم علی حبی هذا حدیث حسن غریب ۔ ۲؎

دیکھا تو فرمایا: یا اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی انہیں محبوب رکھ، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

زید بن اسلم سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار مقرر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے والد سے پوچھا آپ نے حضرت اسامہ کو مجھ پر کیوں فضیلت دی! وہ کسی جنگ میں مجھ پر سبقت نہیں لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید، تمہارے باپ سے اور حضرت اسامہ تم سے زیادہ محبوب تھے۔ تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا

محبت کی قوی علامت یہ ہے کہ جب کسی شخص سے محبت ہو تو وہ اس کی نسبتوں سے بھی محبت کرتا ہے، سو جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے وہ قرآن مجید سے محبت کرے گا کہ یہ کلام آپ پر نازل ہوا ہے، وہ مکہ مکرمہ سے محبت کرے گا کہ یہ آپ کا مولد ہے، وہ مدینہ منورہ سے محبت کرے گا کہ یہ آپ کا مسکن ہے، وہ کعبہ سے محبت کرے گا کہ آپ اس کا طواف کرتے تھے، وہ غارِ حرا سے محبت کرے گا کہ اس میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی، وہ غارِ ثور سے محبت کرے گا کہ ہجرت کے موقع پر تین دن آپ اس غار میں مستور رہے، وہ اُحد پہاڑ سے محبت کرے گا کہ آپ نے فرمایا "اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں" وہ وادیٔ بدر سے محبت کرے گا کہ یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے دفاع میں کفار سے پہلا مقابلہ کیا تھا، وہ مکہ اور مدینہ کے سنگ ریزوں سے محبت کرے گا کہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کفِ پا سے نسبت ہے، آخر اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا تھا!

لا اقسم بهذا البلد ○ وانت حل بهذا البلد ○ (بلد: ۱-۲)

میں اس شہر کی قسم صرف اس وجہ سے کھاتا ہوں کہ (اے محبوب) اس شہر میں آپ جلوہ فرما ہیں۔

۱؎ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲؎ " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۴۳،

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی طالوت قال دخلت علی انس بن مالك وهو يأكل القرع وهو يقول يالك شجرة ما احبك الی لحب رسول الله صلی الله عليه وسلم اياك هذا حديث غريب[1]

ابو طالوت کہتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا در آں حالیکہ وہ کدو (لوکی) کھا رہے تھے، اور فرما رہے تھے اے کدو! تیری کیا شان ہے میں تجھ سے کس قدر محبت کرتا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے محبت کرتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

عن انس بن مالك قال رايت رسول الله صلی الله عليه وسلم يتتبع فی الصحفة يعنی الدباء فلا ازال احبه هذا حديث حسن صحيح[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ میں کدو تلاش کر رہے ہیں میں اس وقت سے کدو سے محبت کرتا ہوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد الحديث[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ہمیں مدینہ، مکہ کی طرح محبوب کر دے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

عن عمر قال اللهم ارزقنی شهادة فی سبيلك واجعل موتی ببلد رسولك[4]

حضرت عمر نے دعا کی اے اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما، اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت عطا فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء سے عداوت رکھنا

محبت کی دسویں علامت یہ ہے کہ محب محبوب کے اعداء سے عداوت رکھتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے اعداء سے عداوت رکھی جائے اور جو آپ کے دین کے مخالف ہوں ان کی مخالفت کی جائے اور ان سے محبت نہ رکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم

(اے محبوب!) جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۲۷۷، " " " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴-۲۵۳، " " " "

الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کان آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ط

(مجادلہ: ۲۲)

پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے، یا بھائی یا قریبی رشتہ دار۔

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (عبد اللہ بن ابی) کے خلاف اس وقت تلوار کھینچ لی تھی جب اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک گستاخانہ کلمہ کہا اور اس وقت تک تلوار میان میں نہیں رکھی جب تک کہ اس نے اس گستاخانہ کلمہ کو واپس نہیں لے لیا۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

غزوہ بنو عبد المصطلق میں رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول نے ایک گستاخانہ کلمہ کہا جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے:

یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل۔

(منافقون: ۸)

(وہ منافقین) کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

متعدد اسانید سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی رضی اللہ عنہ مخلص صحابی تھے ان کو جب یہ علم ہوا کہ عبد اللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا ہے تو انھوں نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اپنے باپ پر تلوار سونت لی، اور کہا خدا کی قسم میں اس تلوار کو اس وقت تک میان میں نہیں ڈالوں گا جب تک تم یہ نہیں کہو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عزت والے اور میں ذلت والا ہوں، اور جب تک عبد اللہ بن ابی نے یہ نہیں کہا انھوں نے اس کو نہیں چھوڑا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن ابی کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا جب تک تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت حاصل نہیں کرو گے میں تم کو مدینہ جانے نہیں دوں گا، تاکہ تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ آج عزت والا کون ہے اور ذلت والا کون ہے حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی، تب حضرت عبد اللہ بن ابی نے اس کو مدینہ میں داخل ہونے دیا۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا تو حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں! تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو، لوگ یہ نہ کہیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ لہ

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف

لہ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸ ص ۱۱۶ - ۱۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ایک یہودی تاجر تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذاء پہنچاتا تھا اور عربوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتا تھا جب وہ قتل کر دیا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہودی تم لوگوں کے ہاتھ لگے اس کو قتل کر دو، تو حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن سنینہ نام کے ایک یہودی تاجر کو قتل کر دیا، حضرت محیصہ کے بڑے بھائی حویصہ بن مسعود اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، جب حضرت محیصہ نے اس کو قتل کر دیا تو حویصہ حضرت محیصہ کو مارنے لگے اور کہنے لگے اے دشمن خدا! تم نے اس کو قتل کر دیا خدا کی قسم! اس کے مال کی چربی تو ابھی تک تمہارے پیٹ میں موجود ہے! حضرت محیصہ نے ان سے کہا خدا کی قسم! جس ذات نے مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یہ تو الگ رہا، اگر وہ مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تمہاری گردن بھی تن سے جدا کر دیتا! حویصہ نے کہا: کیا واقعی اگر وہ میرے قتل کرنے کا حکم دیتے تو تم مجھے قتل کر دیتے؟ حضرت محیصہ نے کہا: ہاں خدا کی قسم اگر وہ مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تم کو قتل کر دیتا، حویصہ نے کہا: خدا کی قسم یہ دین تمہارے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین اسلام کی اس اطاعت کے جذبے سے متاثر ہو کر حویصہ نے بھی اسلام قبول کر لیا! رضی اللہ عنہما۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص کو قتل کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لیے للکارا۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت میں حرف آخر

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

سہل بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن مجید سے محبت کی علامت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت آپ کی سنت سے محبت کرنا ہے اور سنت سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے علاوہ دنیا کے مال کو ذخیرہ نہ کیا جائے۔ اور حضرت ابن مسعود نے کہا جو شخص قرآن مجید سے محبت رکھتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی امت پر شفقت کی جائے

---

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۳ ص ۵۰۰۔۴۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء ج ۲ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت

اور اس کی خیر خواہی کی جائے، اس کے لیے بھلائیوں کے حصول کی کوشش کی جائے اور اس سے برائیوں کو دور کرنے کی سعی کی جائے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شفقت اور مہربانی فرماتے تھے، نیز آپ کی محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کی جائے اور آخرت کو ترجیح دی جائے اور مال و دولت کے مقابلہ میں فقر کو اختیار کیا جائے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہا اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے سونے کا پہاڑ بنا دے تو آپ نے انکار کر دیا، ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ کو یہ پیشکش کی گئی کہ مکہ کی وادی کو سونے کا بنا دیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں، اے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور جب سیر ہو کر کھاؤں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا۔ شرح الشفا للقاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا! تم میں سے جو شخص مجھ سے محبت کرے گا اس کی طرف فقر ایسی تیزی اور سرعت کے ساتھ آئے گا جیسے تیزی کے ساتھ وادی کی اوپر والی جانب سے پانی نیچے کی طرف آتا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں! آپ نے فرمایا سوچ! تم کیا کہہ رہے ہو! اس نے تین بار کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تو پھر فقر کی تیاری کرو۔[1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بیان میں بہت دماغ سوزی اور محنت کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دس وجوہات اور آپ سے محبت کی دس علامتیں بیان کی ہیں، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور میری اس کاوش کو میرے لیے توشۂ آخرت کر دے اور میرے اور میرے قارئین کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت پیدا کر دے، اور دنیا اور آخرت میں ہمیں آپ کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، دنیا اور آخرت کے ہر رنج، بلا اور عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور آخرت کی ہر نعمت، جنت الفردوس اور اپنا دیدار عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک رحمۃ للعلمین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی اٰلہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ الراشدین المہدیین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین اجمعین۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مِنْ خِصَالِ الْاِيْمَانِ اَنْ يُّحِبَّ لِاَخِيْهِ الْمُسْلِمِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ مِنَ الْخَيْرِ

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ اَوْ قَالَ لِجَارِهٖ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی یا پڑوسی کے لیے ایسی چیز پسند نہ کرے جس کو خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

۷۹ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِجَارِهٖ اَوْ قَالَ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک اپنے پڑوسی یا بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہ کرے جسے وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس وقت تک ایمان کامل حاصل نہیں ہوگا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس چیز سے مراد عبادات ہیں یا اشیاء مباحہ، اور جس شخص کا ایمان کامل ہوگا وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی نعمت کو پسند کرے گا جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔[1]

جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ ہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔

بعض دفعہ ایک چیز کسی کے مزاج کے موافق اور دوسرے کے مخالف ہوتی ہے مثلاً ذیابیطس کے مریض کے لیے میٹھی چیز اور بلند فشار دم کے مریض کے لیے نمکین اور کلسٹرول کی زیادتی اور یرقان کے مریض کے لیے چکنائی اور گوشت منع ہیں، ایسی اشیاء اس حدیث کے عموم میں داخل نہیں ہیں، نیز بعض اشیاء فی نفسہا مفید ہوتی ہیں لیکن اگر بعض اہل ثروت ان کو اپنے لحاظ سے لائق استعمال نہ سمجھیں اور وہ چیز اپنے نوکروں کو دے دیں۔ اور وہ چیزیں ان کے حق میں مفید ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہیں، علاوہ ازیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان ننزل الناس منازلہم[1] کہ ہر شخص سے اس کی حیثیت اور رتبہ کے لحاظ سے سلوک کرو۔

مثلاً اگر کسی شخص کے ہاں امیر تاجر مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کے رتبہ کے لحاظ سے کی جائے اور اگر ایک عام مزدور مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کی حیثیت سے کی جائے گی، اسی طرح رشتہ داروں کے قریب و بعید اور دوستوں کے ساتھ تعلقات کی ترتیب کے لحاظ سے بھی سلوک میں حسب مراتب فرق ہو گا۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز فی نفسہٖ اپنی افادیت کھو چکی ہو جیسے پھل گل سڑ جائیں یا جو کھانا خراب ہو چکا ہو تو وہ کسی کو نہ دیا جائے۔ یا کوئی چیز ہے تو عمدہ لیکن جس شخص کو دی جا رہی ہے اس کے رتبہ کے اعتبار سے وہ مناسب نہیں ہے جبکہ دینے والا اس کا ہم رتبہ ہو، یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے لیے جس کام کو ناپسند کرتا ہو اس کا حکم دوسرے کو نہ دے لیکن یہاں بھی جانبین کے درمیان مساوات مرتبہ کی قید ملحوظ ہو گی۔

بَابُ تَحْرِيمِ إِيذَاءِ الْجَارِ

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت

۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

پڑوسی کے حقوق کا بیان

جو شخص اس حکم شرعی کو جانتا ہو اور اس کو معمولی اور غیر اہم سمجھ کر پڑوسی کو تکلیف دے یا اس حکم شرعی کی مخالفت یا توہین کرنے کے لیے پڑوسی کو تکلیف دے وہ شخص کافر ہو جائے گا اور مطلقاً جنت میں نہیں جائے گا اور جس شخص کی نیت یہ نہ ہو بلکہ غفلت یا غلبہ معصیت سے مغلوب ہو کر پڑوسی کو ستائے گا اور اس کی تلافی کیے بغیر مر جائے تو وہ اولاً جنت میں نہیں جائے گا، بعد میں سزا بھگت کر بفضل الٰہی چلا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کو ابتداءً سلام کرے اور اس سے زیادہ دیر گفتگو نہ کرے، اس کے خانگی معاملات کی تفتیش نہ کرے۔ بیماری میں اس کی عیادت کرے۔ مصیبت میں اظہار ہمدردی اور موت میں اس کی تعزیت کرے۔ اور تجہیز و تکفین میں شریک ہو، خوشی کے موقع

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

پر اس کو مبارک باد دے اور اس کی خوشیوں میں شریک ہو، اس کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے گھر میں نظر نہ ڈالے اور اگر اس کے گھر کا اندرونی منظر دکھائی دیتا ہو تو اس کو چھپانے کی کوشش کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کا خیال رکھے، اور اس کی خواتین سے گفتگو کرنی پڑے تو نظر نیچی رکھے، اس کے بچوں سے پیار کرے اور دین اور دنیا کی بھلائی سے جو باتیں اس کے بچے نہ جانتے ہوں ان کو بتلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تم سے مدد طلب کرے تو مدد کرو، اگر قرض مانگے تو قرض دو۔ فقر اور مرض میں اس کی عیادت کرو۔ مر جائے تو جنازہ میں شریک ہو، خوشی میں مبارکباد دو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے مکان کے سامنے اتنا اونچا مکان نہ بناؤ جس سے اس کی ہوا رک جائے (یا بے پردگی ہو، سیدی) اس کو ایذا مت پہنچاؤ، اگر پھل خریدو تو اس کو ہدیہ دو اگر نہ دے سکو تو اپنے گھر میں چپکے سے پھل لے جاؤ تاکہ اس کے بچوں کو پتا نہ چلے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ کر دیا کرو۔ تاکہ بوقت ضرورت پڑوسی کو دے سکو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسن اپنی پڑوسن کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ اس کے پاس بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ بھیجے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے باغ میں کوئی شریک یا اس کا پڑوسی ہو وہ اس کو باغ خریدنے کی پیش کش کیے بغیر نہ فروخت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تمہاری دیوار میں اپنا شہتیر رکھنا چاہے تو اس کو منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پڑوسی کے بارے میں اس قدر احکامات دیے ہیں کہ ہمیں خوف تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہمارے اموال میں وارث نہ بنا دیں۔

نیز امام غزالی نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں اول وہ جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی، اس کا حق سب سے زیادہ ہے، دوسری قسم عام مسلمان پڑوسی ہے، اس کا حق دوسرے درجہ پر ہے، اور اس تفصیل میں تمام احکام اسی سے متعلق ہیں۔ اور تیسرا پڑوسی غیر مسلم شخص ہے اور جو احکام مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں، ان تمام احکام اور حقوق کا غیر مسلم پڑوسی بھی مستحق ہے۔ [1]

بَابُ ۱۸ الْحَثِّ عَلٰی اِکْرَامِ الْجَارِ وَالضَّیْفِ وَلُزُوْمِ الصَّمْتِ اِلَّا عَنِ الْخَیْرِ وَکَوْنِ ذٰلِکَ کُلِّہٖ مِنَ الْاِیْمَانِ۔

پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور نیکی کی بات کے سوا خاموش رہنا علامات ایمان سے ہے

---

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۱۴ - ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

٨١ - حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَنْبَاَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ.

٨٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ حُصَیْنٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْكُتْ.

٨٣ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا عِیْسَی ابْنُ یُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ حُصَیْنٍ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِهٖ.

٨٤ - حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُیَیْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَیْرٍ یُخْبِرُ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِهٖ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْكُتْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

حضرت ابوشریح خزاعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

افضلیت سکوت کے مواقع

ہر چند کہ سکوت بہتر ہے لیکن مطلقاً باتیں کرنا مباح ہے، بشرطیکہ وہ جھوٹ، غیبت، تہمت، چاپلوسی اور دیگر ممنوع اور حرام باتیں نہ ہوں، اور بعض دفعہ سکوت حرام ہوتا ہے جبکہ خاموشی سے کسی کو نقصان پہنچنا یقینی ہو، یا کوئی کلمہ حق کو چھپا رہا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اظہار حق، یا کسی کو یقینی ضرر سے بچانے کے لیے بولنا واجب ہے اور وعظ و نصیحت اور حکیمانہ باتوں کے لیے بولنا مستحب ہے اور عام دنیاوی باتیں کرنا مباح ہے لیکن اس کے مقابلہ میں سکوت افضل ہے۔

مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب

امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہمان کو ناپسند نہ کرو، جو شخص مہمان کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو ناپسند کرتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر اس کی ضیافت کی، امام غزالی فرماتے ہیں کہ مہمانوں کی ضیافت سے شہرت اور فخر کا ارادہ نہ کرے بلکہ مہمان کو خوش کرنے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے کا ارادہ کرے۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ جب کوئی مہمان تمہارے پاس آئے تو اس کی ضیافت کے وقت تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ وہ اس دعوت کے عوض میں تمہیں کوئی چیز دے گا یا تم اس سے کوئی دنیوی مطلوب حاصل کر لو گے، ورنہ اس دعوت سے اخلاص کی دولت نصیب ہوگی نہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت حاصل ہوگی۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ خود کھانا کھانا چاہیے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر ایک دو دن کے بعد مہمان رخصت ہونے کا ارادہ ظاہر کرے کہ میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمان کو تنہا کھانا کھانے کا موقع دے ممکن ہے کہ میزبان کا ساتھ کھانا کھانا اس پر گراں گزرتا ہو۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان کی تعظیم و تکریم نہ کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ لوگ اس کے پاس اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں ان کے آنے سے خوش ہو اور سنت نبوی کے مطابق ان سے حسن سلوک اور ان کی خاطر تواضع کرے۔

نیز انہوں نے فرمایا اگر کسی دوسرے شیخ، استاذ یا کسی دوسرے صاحب منصب کے مریدین، تلامذہ اور متعلقین کسی شخص کے ہاں مہمان بن کر جائیں تو ان کے سامنے ان کے ممدوح کی شان میں کوئی کلمہ تنقیص نہ کہے اور نہ ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے جو ان کے ممدوحین سے منقطع ہونے کا سبب ہو بلکہ جس قدر ممکن ہو ان کے سامنے ان کے ممدوحین کی وہ خوبیاں بیان کرے جو دراصل ان میں موجود ہوں۔ ۱؎

۱؎ امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ، لواقع الانوار القدسیہ ص ۲۳۶-۲۳۵، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، بمصر ۱۳۷۸ھ

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ

بُرائی سے روکنا ایمان کی علامت ہے، اور ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔

۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ وَهٰذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ مَرْوَانُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلٰوةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن نماز سے پہلے جس شخص نے سب سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا وہ مروان تھا۔ ایک شخص نے مروان کو ٹوکا اور کہا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہوتی ہے، مروان نے جواب دیا کہ وہ دستور اب متروک ہو چکا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص پر شریعت کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔ میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص خلاف شریعت کام دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اس کی اصلاح کرے اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا رد کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي قِصَّةِ مَرْوَانَ وَحَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۸۷ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحِ ابْنِ كَيْسَانَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی جو نبی بھیجا اس نبی کے لیے اس کی امت میں سے کچھ مددگار اور اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کے طریقہ پر کاربند

بْنِ الْمِسْوَرِ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَّقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَحَدَّثْتُ بِهٖ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَاَنْكَرَهٗ عَلَيَّ فَقَدِمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَنَزَلَ بِقَنَاةَ فَاسْتَتْبَعَنِيْ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ يَعُوْدُهٗ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْنَا سَاَلْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثْتُهُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ صَالِحٌ وَقَدْ تُحُدِّثَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ ۔

٨٨- وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَارِثُ بْنُ الْفُضَيْلِ الْخَطْمِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ كَانَ لَهٗ حَوَارِيُّوْنَ يَهْتَدُوْنَ بِهَدْيِهٖ وَيَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِهٖ بِمِثْلِ حَدِيْثِ صَالِحٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ قُدُوْمَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاجْتِمَاعَ ابْنِ عُمَرَ مَعَهٗ ۔

رہتے، پھر ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے فعل کے خلاف قول اور قول کے خلاف فعل کیا لہٰذا جس شخص نے ہاتھوں سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے دل سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہے، ابو رافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے اس کو نہیں مانا، اتفاق سے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود بھی آچکے تھے اور مدینہ کی ایک وادی قنات میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ان کی عیادت کے لیے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے، جب ہم سب وہاں جمع ہوئے تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انھوں نے وہ حدیث پھر اسی طرح سنائی جس طرح میں حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا چکا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے کچھ حواری (مددگار) ہوتے تھے جو اس نبی کے طریقہ پر کاربند رہتے تھے، باقی روایت اس سے پہلی حدیث کی طرح ہے مگر اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر کی ملاقات کا ذکر نہیں ہے۔

خطبہ کو نماز عید پر مقدم کرنے کا پس منظر اور پیش منظر

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں :

مروان نے خطبہ کو عید کی نماز پر اس لیے مقدم کیا تھا کہ لوگ عید کی نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھتا تھا، اور جو طریقہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ پہلے عید کی نماز پڑھی جائے اور اس کے بعد خطبہ پڑھا جائے اور بنوامیہ کے بعض خلفاء کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور اسی پر اجماع ہے اور جب مروان نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تو اس کو ٹوکا گیا، اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص پر جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی بُرے کام کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے بدلے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ رکھے تو اس کو اپنے دل سے بُرا جانے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ مروان سے پہلے ________ اس بدعت کا کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا، اور قاضی عیاض وغیرہ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ نے بھی خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا وہ صحیح نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت ابو سعید نے خود مروان کو کیوں نہیں ٹوکا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو سعید بعد میں آئے ہوں جس وقت وہ شخص ٹوک چکا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو سعید کو اپنی جان پر خطرہ ہو، اس لیے انھوں نے خود نہ ٹوکا ہو۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی باب صلوٰۃ العید میں یہ روایت ہے کہ جب نماز سے پہلے مروان خطبہ پڑھنے کے لیے منبر کی طرف جا رہا تھا تو حضرت ابو سعید نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا پہلے نماز پڑھو، اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ دو واقعات ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق

برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا فرض کفایہ ہے، جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، اور جب تمام لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیں تو سب گنہگار ہوں گے، اور جس جگہ کوئی اور شخص برائی سے روکنے والا نہ ہو اور وہاں صرف ایک عالم ہو تو اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو، اپنی اولاد کو یا اپنے نوکر کو کوئی بُرا کام کرتے دیکھے یا کسی نیکی میں تقصیر کرتا ہوا پائے تو اس کے لیے نہی عن المنکر فرض ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص خود کامل ہو تمام احکام شرعیہ پر عامل اور تمام محرمات شرعیہ سے مجتنب ہو اور نہ ہی یہ حکام کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی علماء کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو احکام ظاہر اور مشہور ہیں مثلاً نماز، روزہ کی فرضیت، جھوٹ، قتل، زنا اور چوری وغیرہ کی حرمت ان کا علم ہر مسلمان کو ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مثلاً نماز نہ پڑھنے اور جھوٹ بولنے پر ٹوکے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور جو احکام شرعیہ غامض اور دقیق ہیں یا جن کا تعلق اجتہاد سے ہے، عام لوگوں کا ان میں دخل نہیں ہے اور نہ وہ اس میں انکار کر سکتے ہیں۔ مثلاً

روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں، ٹیلی فون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں، اعضاء اور قرنیہ کی پیوندکاری، انتقالِ خون وغیرہ) جو مسئلہ اجتہادی اور مختلف فیہ ہو، مثلاً کسی مجتہد کے نزدیک جائز اور کسی کے نزدیک ناجائز ہو اور عمل کرنے والا کسی مفتی کے فتویٰ کے مطابق عمل کر رہا ہو تو اس کو گناہ نہیں ہوگا خواہ وہ دوسرے مجتہد کے نزدیک ناجائز ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورت میں بھی عالم کو چاہیے کہ اس کو کرنے تاکہ وہ ایسی صورت پر عمل کرے جس میں کسی مجتہد کا اختلاف نہ ہو (مثلاً بیمار روزہ دار، اگر روزہ میں انجیکشن لگواتا ہے تو اس روزہ کی قضا کرے۔)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر۔ (آل عمران: ۱۰۴)	اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔
كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر۔ (آل عمران: ۱۱۰)	ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔
يٰبني اقم الصلوٰة وأمر بالمعروف وانه عن المنكر۔ (لقمان: ۱۷)	اے میرے بیٹے نماز قائم رکھ، اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک۔
وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احدٰهما على الاخرٰى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء الى امر الله۔ (حجرات: ۹)	اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو اس جماعت سے جنگ کرو جو زیادتی کرے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔
لعن الذين كفروا من بني اسراءيل على لسان داوٗد وعيسى بن مريم ذٰلك بما عصوا وكانوا يعتدون ۝ كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون ۝ (مائدہ: ۷۸-۷۹)	بنو اسرائیل سے جنھوں نے کفر کیا، وہ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نافرمانی کی، اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انھوں نے کیے تھے۔ یقیناً وہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ امر بالمعروف اور

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث

نہی عن المنکر واجب ہے، اور اس کے کئی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اگر طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکے اور اگر برائی کو ہاتھ سے روکنے میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو زبان سے برائی کا انکار کرے، اور اگر زبان سے برائی کو روکنے میں بھی جان کا خطرہ ہو تو دل سے اس برائی کا انکار کرے، (اس باب کی احادیث میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور حضرت عبداللہ بن جریر بجلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جس قوم میں کثرت سے گناہ کیا جائے اور ان کو گناہ سے روکا نہ جائے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل پر جو پہلا نقصان داخل ہوا وہ یہ تھا کہ ایک شخص کسی شخص سے ملاقات کر کے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈرو اور اس کام کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ کام تمہارے لیے جائز نہیں ہے، پھر اگلے دن جب اس سے ملتا تو اس کو منع نہ کرتا، اس کے ساتھ کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا، جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے موافق کر دیے، اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانوں سے ان پر لعنت بھیجی، پھر فرمایا خدا کی قسم تم ضرور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور ظلم کرنے والوں کے ہاتھ پکڑ لینا اور ستم اس کو حق کی طرف موڑ دینا، اور اس کو حق پر مجبور کرنا، امام ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو برائی سے روکے تو پھر برے کام کرنے والے کے ساتھ بیٹھے نہ کھائے اور نہ پیے۔

کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے

قرآن مجید میں ہے:

یا یہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ (مائدہ: ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابوبکر نے ایک خطبہ میں اس آیت کو تلاوت کر کے فرمایا تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو، ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظلم کرنے والے کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں، تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے، ابوامیہ شعبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ابوثعلبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے، اس وقت تم صرف اپنی جان کی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو، کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہیں، ان ایام میں صبر کرنا انگارے پکڑنے کے مترادف ہے اس وقت میں ایک عمل کرنے والے کو پچاس عمل کرنے والوں کا اجر ملیگا۔

یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو حال ہیں ایک حال وہ ہے جس میں برائی کو بدلنا اور اس کو مٹانا ممکن ہو، اس حال میں جس شخص کے لیے برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانا ممکن ہو اس پر اس برائی کو مٹانا فرض ہے، اور اس کی کئی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ وہ برائی کو تلوار سے مٹائے مثلاً ایک شخص اس کو یا کسی اور شخص کو قتل کرنے کا قصد کرے، یا اس کا مال لوٹنے کا قصد کرے، یا اس کی بیوی سے

زنا کرنے کا قصد کرے، اور اس کو یقین ہو کہ زبانی منع کرنے سے وہ باز نہیں آئے گا یا بغیر ہتھیار کے اس سے جنگ کی (مثلاً تھپڑ یا مکا مارا) تب بھی باز نہیں آئے گا تب اس پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے"، اور جو شخص برائی کر رہا ہے اگر اس کو قتل کیے بغیر اس برائی کو مٹانا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کرنا اس پر فرض ہے، اور اگر اس کو ظن غالب ہو کہ بغیر ہتھیار کے بھی اس برائی کو مٹانا ممکن ہے (مثلاً تھپڑ اور مکے مارنے سے) تو پھر اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اب اگر اس کو بغیر ہتھیار کے مارا یا زبان سے منع کیا تو یہ باز آجائے گا لیکن بعد میں اتنی سزا سے باز نہیں آئے گا اور اس کو قتل کیے بغیر یہ برائی نہیں ہٹ سکے گی تو پھر اس کو قتل کرنا لازم ہے۔ ایک آدمی کے لیے ملکی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان یا مال یا عزت پر حملہ آور ہو تو وہ اپنی یا دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے مزاحمت کرے اور اگر اس مزاحمت کے دوران وہ حملہ آور اس کے ہاتھوں مارا جائے تو اس سے شرعاً کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)۔

ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی کا سامان چھین لیا تو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے حتی کہ تم اس کا سامان چھڑا لو اور اس آدمی کو واپس کر دو، اسی طرح امام ابو حنیفہ نے فرمایا جو چور مکان میں نقب لگا رہا ہو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور جو آدمی تمہارا دانت توڑنا چاہتا ہو (مدافعت میں) تمہارا اس کو قتل کرنا جائز ہے، بہ شرطیکہ تم ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ تمہاری مدد کو نہ پہنچیں، اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ
(حجرات: ۹)

جو جماعت زیادتی کرے، اس سے اس وقت تک جنگ کرو حتی کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے

اسی طرح حدیث میں ہے "تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے" اس لیے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے خواہ برائی کرنے والے کو قتل کرنا پڑے اور اگر وہ زبان سے منع کرنے سے باز آجائے تو اس کو زبان سے منع کرے، یہ حکم ہر اس برائی کے لیے ہے جو علی الاعلان کی جا رہی ہو اور اس پر اصرار کیا جا رہا ہو، مثلاً کوئی شخص بھتہ اور جبری ٹیکس وصول کرے، اور جب ہاتھ سے برائی کو مٹانا اور زبان سے منع کرنا دونوں میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کے لیے سکوت جائز ہے اور اس وقت اس پر لازم ہے کہ اس برائی سے اور ان برائی کرنے والوں سے الگ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔

تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب تک تمہاری بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، اور جب تمہاری بات کو قبول نہ کیا جائے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو، اسی طرح حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے

رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قبول نہ کریں اور اپنی خواہشات اور آراء کی پیروی کریں تو پھر تمہارے لیے ان کو چھوڑنے کی گنجائش ہے اور تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اور جب لوگوں کا یہ حال ہو تو پھر آپ نے برائی پر ٹوکنے کو ترک کرنا مباح کر دیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں قرآن مجید اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی المنکر فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو پھر یہ باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے، اور اس فرض کی ادائیگی میں نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایک فرض کو ترک کر دے تو اس کی وجہ سے باقی فرائض اس سے ساقط نہیں ہوتے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے تو اس سے روزہ اور دیگر عبادات کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح جو شخص تمام نیکیاں نہ کرے اور کسی برائی سے نہ رکے تو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی، انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر ہم تمام نیکیوں پر عمل کر لیں حتیٰ کہ کوئی نیکی باقی نہ بچے مگر ہم نے اس پر عمل کر لیا ہو اور تمام ——— برائیوں سے بچیں حتیٰ کہ کوئی برائی نہ بچے مگر ہم اس سے رک چکے ہوں تو ——— کیا اس وقت ہمارے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا نیکیوں کا حکم دو، خواہ تم نے تمام نیکیوں پر عمل نہ کیا ہو اور برائی سے روکو خواہ تم برائی سے نہ رکتے ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کو باقی تمام فرائض کی ادائیگی کے مساوی قرار دیا ہے، جس طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود دیگر فرائض کا ادا کرنا ساقط نہیں ہوتا، اسی طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا۔

ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان

علماء امت میں سے صرف ایک جاہل قوم نے یہ کہا ہے کہ باغی جماعت سے قتال نہ کیا جائے اور ہتھیاروں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کیا جائے، انھوں نے کہا جب امر بالمعروف اور نہی المنکر میں ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑے تو یہ فتنہ ہے، حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ۔ جو جماعت بغاوت کرے اس سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔

ان لوگوں نے یہ کہا کہ سلطان کے ظلم اور جور پر انکار نہ کیا جائے، البتہ سلطان کا غیر اگر برائی کرے تو اس کو قول سے منع کیا جائے اور بغیر ہتھیار کے ہاتھ سے منع کیا جائے یہ لوگ بدترین امت ہیں، امام ابوداؤد نے

اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم سلطان یا ظالم امیر کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس کی پاداش میں اس کو قتل کر دیا گیا[1]

کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے

کسی شخص سے دوستی اور محبت کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہیے، نہ کسی شخص کے نزدیک قدر و منزلت بڑھانے اور اس سے کوئی فائدہ طلب کرنے کے لیے مداہنت (بے جا نرمی اور دنیاوی مفاد کے لیے نہی عن المنکر کو ترک کرنا) کرنی چاہیے۔ کیونکہ کسی شخص سے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور اس کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو آخرت کی فلاح کی ہدایت دی جائے اور اس کو آخرت کے عذاب سے بچایا جائے اور کسی انسان کا سچا دوست وہی ہے جو اس کے لیے آخرت کی بھلائی کی سعی کرے۔ اور اگر وہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تقصیر کر رہا ہو تو اسے ان فرائض کی ادائیگی کا حکم دے اور اگر وہ کسی برائی کا ارتکاب کر رہا ہو تو اس کو برائی سے روکے۔

امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی اور ملائمت کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ مؤثر ہو، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے خیر خواہی کی اور جس نے کسی شخص کو لوگوں کے سامنے نصیحت کی اور ملامت کی اس نے اس کو شرمندہ اور رسوا کیا۔

اگر کسی برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانے سے کسی ملکی قوانین کو اپنے ہاتھوں میں لینا لازم نہیں آتا تو اس برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹایا جائے ورنہ زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر اس برائی کو دل سے ناپسند کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکام اور ارباب اقتدار پر لازم ہے کہ وہ برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹائیں، مثلاً قاتل کو قصاص میں قتل کریں اور چور کا ہاتھ کاٹیں، زانی کو کوڑے لگائیں یا رجم کریں اسی طرح دیگر حدود الٰہیہ جاری کریں۔ اور علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان سے برائی کی مذمت کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں، اور عوام کو چاہیے کہ وہ ہر برائی کو دل سے برا جانیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے ظلم اور زیادتی ہو وہ اس کو حسب مقدور مٹانے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے توسین میں بیان کیا ہے۔

خلوف کا معنی

اس حدیث میں ہے انبیاء کے حواریوں کے بعد خلوف آئے، جو ان کاموں کا حکم دیتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کو وہ کہتے نہیں تھے۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۳۴ ۔ ۳۰ ملخصاً، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

علامہ نووی، خلوف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خلوف، خلف کی جمع ہے اور خلف بعد میں آنے والے برے لوگوں کو کہتے ہیں اور خلف بعد میں آنے والے اچھے لوگوں کو کہتے ہیں[1]

علامہ ابن منظور نے بیان کیا ہے کہ خلف کی جمع اخلاف اور خلف کی جمع خلوف آتی ہے۔[2]

بَابٌ ۳۰ تَفَاضُلِ أَهْلِ الْإِيمَانِ فِيهِ وَرُجْحَانِ أَهْلِ الْيَمَنِ فِيهِ

اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر فضیلت اور اہل یمن کی ایمان میں ترجیح

۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يَرْوِي عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ أَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ أَلَا إِنَّ الْإِيمَانَ هٰهُنَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ فِي رَبِيعَةَ وَمُضَرَ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا سنو! ایمان اس طرف ہے اور شقاوت اور سنگدلی (مدینہ کی شرقی جانب) ربیعہ اور مضر میں ہے، جو بکثرت اونٹ پالتے ہیں اور اونٹوں کی دموں کے پیچھے ہانکتے ہوئے جاتے ہیں۔ اس جگہ سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ أَنْبَأَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں اور فقہ اور حکمت دونوں یمنی ہیں۔

۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ اس سے بھی اسی طرح روایت منقول ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۸۸، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم، ایران، ۱۴۰۵ھ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

۹۲ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَاَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں اور فقہ اور حکمت یمنی ہیں۔

۹۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَهْلِ الْخَيْلِ وَالْاِبِلِ الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا گڑھ (مدینہ کے) مشرق میں ہے اور فخر اور غرور، گھوڑے اور اونٹ رکھنے والوں میں ہے، اور تواضع اور عاجزی بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

---

۹۴ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْكُفْرُ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالرِّيَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْخَيْلِ وَالْوَبَرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یمنی ہے اور کفر (مدینہ کے) مشرق میں ہے اور عاجزی بکریاں چرانے والوں میں اور غرور گھوڑے اور اونٹ رکھنے والوں میں ہے۔

۹۵ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غرور اور تکبر، اونٹ اور گھوڑے رکھنے والوں میں اور عاجزی بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

۹۶۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا

امام مسلم نے زہری سے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت ہیں

الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ الْإِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ۔

یہ اضافہ بھی ہے ایمان اور حکمت یمنی ہیں۔

٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ جَآءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَّأَضْعَفُ قُلُوْبًا الْإِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَّالسَّكِيْنَةُ فِيْ أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ أَهْلِ الْوَبَرِ قِبَلَ مَطْلِعِ الشَّمْسِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں، ایمان اور حکمت یمنی ہیں، عاجزی بکریاں چلانے والوں میں ہے اور فخر وساونٹ رکھنے والوں میں ہے جو کہ مشرق کی جانب رہتے ہیں۔

٩٨ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَلْيَنُ قُلُوْبًا وَّأَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں، ایمان اور حکمت یمنی ہیں، اور کفر کا گڑھ (مدینہ کے) مشرق میں ہے۔

٩٩ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اس میں آخری جملہ نہیں ہے۔

١٠٠ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ وَّزَادَ الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِيْ أَصْحَابِ الشَّآءِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں غرور اور تکبر اونٹ رکھنے والوں میں اور عاجزی اور وقار بکریاں رکھنے والوں میں ہے۔

١٠١ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْحَارِثِ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شقاوت اور سنگ دلی (مدینہ کے) مشرق میں ہے۔ اور ایمان اہل حجاز میں ہے۔

يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْاِيْمَانُ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ۔

یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۸۹ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سنو ایمان اس طرف ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول نہیں کیا، کیونکہ ایمان کا مبداء تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہے اور اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(۱)۔ یمن سے مراد مکہ ہے کیونکہ مکہ تہامہ سے ہے اور تہامہ ارض یمن سے ہے۔

(۲)۔ یمن سے مراد مکہ اور مدینہ ہے کیونکہ جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا، اس وقت مکہ اور مدینہ آپ کے اور یمن کے درمیان میں تھا تو آپ نے یمن کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ایمان اس طرف ہے اور اس سے آپ کی مراد مکہ اور مدینہ تھی، جیسے کعبہ کے ان دو کونوں کو ارکان یمانیہ کہتے ہیں جو یمن کی جانب ہیں۔

(۳)۔ اہل یمن سے مراد انصار ہیں، کیونکہ وہ اصل میں یمن کے رہنے والے تھے اور چونکہ انھوں نے آپ کی نصرت کی تھی، اس لیے آپ نے ایمان کو ان کی طرف منسوب کیا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایمان نہ ہو، اور یمن والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یمن میں رہتے تھے، قیامت تک کے لوگ مراد نہیں ہیں۔ ؎۱

اونٹ پالنے والوں میں سنگدلی کی وجہ

اسی حدیث میں ہے شقاوت اور سنگدلی قبیلہ ربیعہ اور مضر میں ہے جو بہ کثرت اونٹ پالتے ہیں۔

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اونٹوں کا ذکر اونٹوں کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان سے مراد مال کی کثرت ہے کیونکہ لوگوں کو حقیر جاننے اور تکبر کرنے کا سبب مال کی کثرت ہے، اور اونٹوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں مال کی کثرت کی علامت اونٹوں کی کثرت تھی۔ ؎۲

؎۱ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

؎۲ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

شیطان کے دو سینگوں سے کیا مراد ہے؟

نیز اس حدیث میں ہے کہ (مدینہ کے) مشرق سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشرق سے مراد مدینہ کا مشرق ہے اور وہ نجد ہے، اسی طرح تبوک کے مشرق میں بھی نجد ہی ہے، نیز اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: اے اللہ! ہمارے یمن اور شام میں برکت دے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں؟ تیسری بار آپ نے فرمایا وہاں زلزلے اور طاعون ہوگا، اور شیطان کا سینگ وہیں سے نکلے گا، ایک اور حدیث میں ہے اے اللہ! معز کو سختی سے کچل دے، اور معز بھی نجد میں ہے۔[1]

صوبہ نجد میں ایک مقام ہے عیینہ اسی جگہ مسیلمہ کذاب پیدا ہوا اور اسی جگہ محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا، اور ان کی وجہ سے لوگوں کے عقائد متزلزل ہوئے، اور بہت فتنے ظاہر ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں شیطان کے جو دو سینگوں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہی دو شخص ہوں۔

فقہ اور حکمت کی تعریفات

حدیث نمبر ۹۶ میں ہے: ایمان اور حکمت یمنی ہے۔ علامہ ابی مالکی نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ایمان یمانی ہے، فقہ یمانی ہے اور حکمت یمانی ہے، نور محمد اصح المطابع کے نسخہ میں فقہ کا لفظ نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ جو علامہ نووی کی شرح ہے اس میں فقہ کا لفظ ہے۔

علامہ ابی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہ کا لغوی معنی فہم، اور اصطلاحی معنی ہے: احکام شرعیہ فرعیہ جو دلائل تفصیلیہ سے حاصل کیے گئے ہوں، (امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تعریف کی: نفس کا اپنے نفع اور ضرر کو جان لینا) اور یہاں فقہ سے مراد دین کی فہم ہے اور حکمت کا لغوی معنی ہے: جو چیز جہل سے منع کرے، ابن درید نے کہا ہر وہ علم جو حسن اور کمال کی طرف پہنچائے اور نقص اور قبیح سے مانع ہو وہ حکمت ہے۔[2]

بَابُ ۲۱ بَيَانِ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَنَّ مَحَبَّةَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ الْاِيْمَانِ وَاَنَّ اِفْشَاءَ السَّلَامِ سَبَبٌ لِحُصُوْلِهَا

جنت میں صرف مومنین داخل ہوں گے مومنین سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور زیادہ سلام کرنا محبت کا سبب ہے

۱۰۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] „ „ „ „ „ ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۶۰،

اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔

۱۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ اَنْبَاَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٍ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ایمان نہیں لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو گے اور تم اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو گے۔ جب تک آپس میں محبت نہیں کرو گے کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جس پر عمل کر کے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کیا کرو۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان فرمائی، اور کہا یہ حدیث اس سند کے ساتھ کچھ تغیر کے ساتھ منقول ہے اس میں یوں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، جب تک ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو گے، بقیہ حدیث اسی طرح ہے۔

مسلمانوں کے درمیان حُسنِ معاشرت کا بیان

وہ افعال جن کی وجہ سے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے محبت ہو سکتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل کرنا اگر وہ سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا، چھینک آنے پر جب وہ الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہنا، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، اور اس کے بال بچوں کی خبر گیری کرنا، اور مدد کرنا، موت پر اس کے جنازہ میں شریک ہونا، موت کے بعد اس کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا، اگر کوئی مسلمان قسم کھالے تو قسم پوری کرنے میں اس کی مدد کرنا ہر حال میں اس کی خیر خواہی چاہنا، اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر کی حفاظت کرنا، آپس میں اگر ناچاقی ہو جائے تو تین دن سے زیادہ سلام و کلام نہ چھوڑنا، کسی زیادتی پر انتقام لینے کی بجائے معاف کر دینا، جو مسلمان کسی دینی یا دنیاوی معاملہ کا علم نہ رکھتا ہو، اس کو وہ علم سکھانا، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کرنا، اپنی ذات سے کسی مسلمان کو ضرر اور تکلیف نہ پہنچنے دینا، ہر مسلمان سے عاجزی اور انکساری سے پیش آنا۔ ہر مسلمان سے مسکراتے ہوئے خوشگوار حال میں ملنا، سچ بولے، وعدہ وفا کرے، امانت ادا کرے، اپنے لیے جو پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرے، اگر دو مسلمان آپس میں ناراض ہوں تو ان کی صلح کرا دے، کسی مسلمان کی غیبت کرے نہ چغلی کھائے نہ اس پر افترا باندھے، نہ اس کے بارے میں بدگمانی کرے، نہ اس کے شخصی احوال کی کھوج میں لگا رہے۔ اگر کسی مسلمان کے عیب پر مطلع ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے، بیماری، تنگ دستی یا کسی بھی ضرورت کے موقع پر اس کی مدد کرے، مسلمان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو دشوار کام کے لیے نہ کہے بلکہ دشوار کاموں میں اس کی مدد کرے، اس سلسلہ میں اپنی جان اور مال سے دریغ نہ کرے، مال سے خدمت کرنے کے تین مراتب ہیں۔

اوّل یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے نوکر کے مرتبہ میں رکھے ، اور اس کی ضرورت کے وقت اس کے سوال سے پہلے اپنا بچا ہوا مال اس کو دے دے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے ، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات کے مرتبہ میں رکھے اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھے اور اپنے مال کو اس میں شریک رکھے ، تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے ، اور اپنے آپ پر اس کو ترجیح دے اسی طرح اپنی ذات سے بھی ان تینوں مراتب سے اس کی مدد کرے ۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ

دین خیر خواہی ہے

۱۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِسُهَيْلٍ إِنَّ عَمْرًا حَدَّثَنَا عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيْكَ قَالَ وَرَجَوْتُ أَنْ تُسْقِطَ عَنِّيْ رَجُلًا قَالَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنَ الَّذِيْ سَمِعَهُ مِنْهُ أَبِيْ كَانَ صَدِيْقًا لَهُ بِالشَّامِ ثُمَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ ۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے ، ہم نے عرض کیا حضور کس کی خیر خواہی کریں ، آپ نے فرمایا ، اللہ کی ، کتاب اللہ کی ، رسول اللہ کی ، ائمہ مسلمین کی اور عام مسلمانوں کی ۔

۱۰۵ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ ابْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے ۔

۱۰۶ - وَحَدَّثَنِيْ أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ سَمِعَهُ وَهُوَ يُحَدِّثُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ۔

امام مسلم نے تیسری سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی حضرت تمیم داری سے یہ حدیث مروی ہے ۔

۱۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے ، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے ۔

۱۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ سَمِعَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

۱۰۹ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِي فِيمَا اسْتَطَعْتَ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کاموں کے کرنے کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے سننا، ہر حکم پر عمل کرنا، ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تمام چیزوں پر بقدر استطاعت عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا اس کے تمام احکامات پر عمل کرنا اور در حقیقت یہ اپنے آپ سے خیر خواہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی خیر خواہی سے مستغنی ہے اور کتاب اللہ سے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ اس پر ایمان لائے، اس کی تعظیم کرے اس کی تلاوت کرے، اس کی آیات میں تدبر کرے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہی کا مطلب ہے آپ کی نبوت پر ایمان لائے آپکی دی ہوئی خبروں کی تصدیق اور آپ کے دیے ہوئے احکام پر عمل کرے، آپ کی تعظیم و توقیر کرے۔ آپ کے دوستوں سے محبت اور آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھے، ائمہ مسلمین سے مراد اگر حکام ہیں تو اس کا مطلب ہے نیکی میں ان کی اطاعت کرے۔ ان کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اگر مجتہدین یا اصحاب فتاویٰ علماء مراد ہیں تو مطلب یہ ہے کہ ان کی تقلید کرے اور ان کے فتووں پر عمل کرے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں ان کی خیر کی طرف رہنمائی کرے، ان کی مصیبت اور تکلیف کو دور کرے۔ ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے، ان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرے اور ان کو فائدہ پہنچائے۔

بَابُ ۳۲ بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيْمَانِ بِالْمَعَاصِي وَنَفْيِهِ عَنِ الْمُتَلَبِّسِ بِالْمَعْصِيَةِ عَلَى إِرَادَةِ نَفْيِ كَمَالِهِ

گناہوں سے ایمان کامل میں کمی اور گناہ کے ارتکاب کے وقت ایمان کامل کا منتفی ہونا

١١٠- حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيْبِيُّ اَنْبَاَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلَانِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُمْ هٰؤُلَاۤءِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَقُوْلُ وَكَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ فِيْهَا اَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا، نہ کوئی شخص ایمان کی حالت میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص ایمان کی حالت میں شراب پیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں یہ اضافہ بھی کرتے تھے کہ نہ کوئی شخص حالتِ ایمان میں کسی عمدہ چیز کو برسرِ عام لوگوں کے سامنے لوٹتا ہے۔

١١١- وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهٖ يَذْكُرُ مَعَ ذِكْرِ النُّهْبَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَاتَ شَرَفٍ قَالَ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ هٰذَا اِلَّا ذِكْرَ النُّهْبَةِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کرکے کہا اس سند کے ساتھ روایت میں لوٹی ہوئی چیز کی عمدگی کا ذکر نہیں ہے، اور ایک اور سند بیان کرکے فرمایا اس روایت میں سرے سے لوٹ کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔

١١٢- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ

امام مسلم ایک اور سند بیان کرکے فرماتے ہیں: اس روایت میں لوٹ کا ذکر ہے مگر لوٹی ہوئی چیز کے عمدہ ہونے کا بیان نہیں ہے۔

سَلَمَةَ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَذَكَرَ النُّهْبَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَاتَ شَرَفٍ ۔

۱۱۳- وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلٰى مَيْمُونَةَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت بھی حضرت ابوہریرہ پر ختم ہوئی۔

۱۱۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت بھی حضرت ابوہریرہ پر ختم ہوتی ہے (بظاہر مقصد یہ ہے کہ یہ روایت ان دو سندوں سے بھی ثابت ہے۔)

۱۱۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّ الْعَلَاءَ وَصَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ يَرْفَعُ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ أَعْيُنَهُمْ فِيهَا وَهُوَ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَزَادَ وَلَا يَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِينَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاكُمْ ۔

امام مسلم ایک سند بیان کر کے فرماتے ہیں صفوان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وہ شخص لوگوں کے سامنے لوٹے اور ہمام کی روایت میں ہے کہ لوگوں کے سامنے لوٹے اور یہ اضافہ بھی ہے کہ کوئی شخص حالت ایمان میں کسی کے مال میں خیانت نہیں کرتا لہٰذا تم ان تمام کاموں سے احتراز کرو۔

۱۱۶- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمٰنَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا اور نہ کوئی شخص حالت ایمان میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص حالت ایمان میں شراب پیتا ہے لیکن ان افعال کے باوجود

وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ۔

۱۱۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ۔

توبہ کی گنجائش رہتی ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

حدیث الباب کی تشریح

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے وقت وہ شخص قطعاً مومن نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے وقت اس میں نور ایمان نہیں ہوتا یا اس میں ایمان کامل نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی شخص ان افعال کو حلال سمجھ کر کرے تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اس میں بالکل ایمان نہیں رہے گا یا اگر ان کاموں کو معمولی سمجھے یا حرمت شرعی کی توہین کرتے ہوئے یہ کام کرے تب بھی وہ العیاذ باللہ کافر ہو جائے گا لیکن یہ نیت مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تمام قسم کے گناہوں کو شامل ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ زنا تمام افعال شہوانیہ کو شامل ہے، چوری دنیا میں رغبت اور حرام کی حرص کو شامل ہے، شراب پینا ان تمام کاموں کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں اور لوٹ مار، حقوق العباد کی رعایت نہ کرنے کی تمام صورتوں کو شامل ہے۔

بَابُ ۲۴ بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ

منافق کی صفات کا بیان

۱۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں چار عادتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس شخص میں ان چار عادتوں میں سے کوئی ایک عادت ہوگی اس میں نفاق کی ایک عادت ہوگی، جب تک کہ وہ اس عادت کو نہ چھوڑ دے۔ ایک یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، دوسری یہ کہ جب کوئی عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، تیسری یہ کہ جب کوئی وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور چوتھی یہ کہ جب کسی سے جھگڑا ہو تو بدکلامی کرے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ سفیان کی سند کے ساتھ جو روایت ہے اس میں یوں ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی عادت ہوگی اس میں نفاق کی عادت ہوگی۔

۱۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سُهَيْلٍ نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۱۲۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَلَامَاتِ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین علامات ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۱۲۱ - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ اَبُوْ زُكَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کرکے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔

۱۲۲ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ نَصْرٍ التَّمَّارُ وَعَبْدُ الْاَعْلٰى ابْنُ حَمَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ دَاوٗدَ ابْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيَى ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَذَكَرَ فِيْهِ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی جو ابوہریرہ پر ختم ہوتی ہے اس میں بھی یہ اضافہ ہے اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔

تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

منافق کی علامتوں کو تین میں منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا مدار تین چیزوں پر ہے، نیت، قول اور فعل، اور منافق میں یہ تینوں چیزیں فاسد ہیں، نیت کا فساد اس میں ہے کہ جب منافق وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، کیونکہ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت قابل مذمت ہے جب وعدہ کرتے ہی دل میں اس کے خلاف کرنے کی نیت کرلے. لیکن جب وعدہ کرتے ہی اس کے پورا کرنے کا عزم ہو، پھر کوئی مانع پیش آجائے یا کسی اور سبب سے اس کی رائے بدل جائے تو یہ

صفت نفاق نہیں ہے، کیونکہ طبرانی کی روایت میں اس طرح ہے:

اذا وعد وھو یحدث نفسہ انہ یخلف۔ وعدہ کرتے وقت اس کے دل میں یہ تھا کہ وہ اس کے خلاف کرے گا۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی انسان وعدہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو پورا کرے اور وعدہ کو پورا نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور مستحب یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کے ساتھ "ان شاء اللہ" کہہ لے تاکہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں صورۃً کذب کا مرتکب نہ ہو اور جب کسی شخص کو سزا دینے کی دھمکی دی ہو، اور دھمکی پورا کرنے میں کوئی خلل نہ ہو تو اس دھمکی کو پورا نہ کرنا افضل ہے اور قول کا فساد یہ ہے کہ جب منافق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور فعل کا فساد یہ ہے کہ منافق کے پاس جب امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ منافق کی نیت قول اور فعل تینوں میں فساد ہوتا ہے۔

ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ

علماء نے اس حدیث کو مشکل قرار دیا ہے کیونکہ جن تین چیزوں کو اس حدیث میں منافق کی علامتیں قرار دیا ہے یہ بااوقات اس مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جو دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا نہ نفاق کا، اس وجہ سے علماء نے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱)۔ یہ تین خصلتیں نفاق کی خصلتیں ہیں اور جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ منافق کے مشابہ ہوگا، اور ان کے اوصاف سے متصف ہوگا، کیونکہ نفاق باطن کے خلاف ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور ان تین خصلتوں میں باطن کے خلاف اظہار ہوتا ہے۔

(۲)۔ جس شخص میں اکثر و بیشتر یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق ہوگا اور جس شخص میں کبھی کبھی یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق نہیں ہوگا۔

(۳)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خصلتوں کو ہمیشہ کرنے اور عادت بنانے سے ڈرانے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ یہ منافق کی علامات ہیں، جس طرح حدیث میں ہے:

التاجر فاجر و اکثر منافقی امتی قراؤھا۔ تاجر جھوٹ بولنے والا ہے اور میری امت کے اکثر قاری منافق ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام تاجر جھوٹ بولتے ہیں اور اکثر قاری دکھاوے کے لیے قرآن مجید پڑھتے ہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحذیراً یہ ارشاد فرمایا ہے

(۴)۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں نفاق اعتقادی یعنی انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے، اور نفاق عملی یعنی خلوت میں ارکان دین کی حفاظت نہ کرے اور لوگوں کے سامنے ارکان دین پابندی سے ادا کرے، یہ کم درجہ کا نفاق ہے۔ اور اس حدیث میں اس قسم کا نفاق مراد ہے۔

(۵)۔ یہ حدیث ایک خاص منافق کے متعلق ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صراحۃً یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص منافق ہے بلکہ اشارہ اور کنایہ سے فرماتے تھے، اسی طرح یہاں بھی اس منافق کا ذکر اس میں پائی جانے والی علامتوں کے ساتھ فرمایا۔

(۲)۔ اس سے مراد عہد رسالت کے وہ منافقین ہیں کہ جب وہ یہ کہتے کہ ہم ایمان لائے تو جھوٹ بولتے، ان کے پاس دین امانت رکھا جاتا تو وہ اس میں خیانت کرتے اور دین کی نصرت کا وعدہ کرتے اور اس کے خلاف کرتے۔

(۳)۔ سعید بن جبیر کو اس حدیث میں اشکال ہوا، انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا ہم کو بھی اس حدیث میں اشکال ہوا تھا جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ ہنسے اور آپ نے فرمایا: تمہارا اس حدیث سے کیا تعلق ہے، میں نے اس حدیث میں منافقین کی نشانیاں بیان کی ہیں میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس سے مراد یہ ہے:

اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون۔ (منافقین ۱)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا: بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا پھر کوئی حرج نہیں تم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے:

ومنهم من عهد الله لئن اتنا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصلحين ۝ فلما اتهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون ۝ فاعقبهم نفاقا في قلوبهم الى يوم يلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون۔

(توبہ، ۷۷ تا ۷۵)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے، اور ہم ضرور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے، تو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرتے ہوئے پلٹ گئے تو اس کے نتیجہ میں اللہ نے ان سے روز ملاقات تک ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا، کیونکہ انھوں نے اللہ سے اپنے وعدہ میں خلاف ورزی کی اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

آپ نے فرمایا بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں تم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اس امانت میں خیانت ہے:

انا عرضنا الامانة على السموت والارض والجبال فابين ان يحملنها[1] واشفقن

بے شک ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی (اطاعت کی) امانت پیش کی، انھوں نے

---

[1] زجاج نے کہا یحملنہا کا معنی ہے یخنہا، لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۰۵، تاج العروس ج ۷ ص ۲۸۸

تفسیر مدارک میں بھی اسی طرح ہے اور اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، اس آیت کے ترجمہ میں اکثر علماء نے غور نہیں کیا۔ منہ

منها وحملها الانسان ؕ انه كان ظلومًا جهولًا ٥

(احزاب: ۷۲)

اس امانت میں خیانت سے انکار کیا اور خیانت کرنے سے ڈرے، اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظالم اور بڑا جاہل تھا۔

ہر انسان کے پاس اس کا دین بطور امانت رکھا گیا ہے مسلمان پوشیدہ اور ظاہر غسل جنابت کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، اور روزہ رکھتا ہے، اور منافق صرف لوگوں کے سامنے احکام شرعیہ کی اطاعت کرتا ہے، آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس طرح ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا پھر تم اس سے بری ہو۔

(۸)۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ منافق صرف عہد رسالت میں تھے، اب صرف اسلام ہے یا کفر ہے اور جو شخص دل میں کفر رکھے اور ظاہر اسلام کرے، وہ بظاہر مسلمان ہے اور حقیقت میں کافر ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ عہد رسالت کے منافقین کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۹)۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ منافقین کی صفات کے ساتھ مشابہ ہے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں نفاق عمل مراد ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا: کیا تمہارے علم میں میرے اندر کوئی نفاق ہے؟

(۱۱)۔ المنافق میں الف لام اگر جنس کا ہو تو پھر اس سے حقیقت نفاق مراد نہیں ہے، بلکہ بطور تمثیل اور تشبیہ منافق کا اطلاق ہے، اور اگر اس میں الف لام عہد کا ہو تو کوئی خاص منافق مراد ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین مراد ہیں۔

بعض روایات میں منافق کی چار علامات بیان کی گئی ہیں لیکن یہ روایات اس حدیث کے معارض نہیں ہیں، کیونکہ نفاق کی متعدد علامات تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر تین علامتیں بیان فرمائیں اور کسی موقع پر چار، اور حصر کہیں نہیں فرمایا۔ [1]

بَابُ ۲۵ بَيَانِ حَالِ اِيْمَانِ مَنْ قَالَ لِاَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَا كَافِرُ

مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم

۱۲۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّرَ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَقَدْ بَآءَ بِهَا اَحَدُهُمَا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے (دینی) بھائی کو کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے کسی ایک شخص کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔

۱۲۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے کسی (دینی) بھائی سے کہا اے کافر

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۲۲ - ۲۲۱، ملخصاً وموضحاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ۔

١٢٥۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ وَمَنِ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا عَادَ عَلَيْهِ۔

کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا، اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم کے باوجود اپنے نسب کے خلاف کسی اور سے نسب قائم کیا اس نے کفر کیا اور جس شخص نے دوسرے کی چیز پر دعوی کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے، اور جس نے کسی شخص کو کافر یا دشمن خدا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا

مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی توجیہات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: بعض علماء نے اس حدیث کو مشکل احادیث میں شمار کیا ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے، اس لیے اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ قتل، زنا اور اسی طرح دوسرے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر نہیں کی جاتی، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو "اے کافر" کہے درآں حالیکہ اس کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ دین اسلام باطل ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اس وجہ سے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی گئی ہیں:

(۱)۔ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر کسی مسلمان کو اسے کافر کہے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۲)۔ جو شخص مسلمانوں کو بہ کثرت کافر کہے گا اس کی شامت سے وہ خود مآل کار کافر ہو جائے گا۔

(۳)۔ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہہ رہا ہے وہ درحقیقت خود کو کافر کہہ رہا ہے کیونکہ جس کو کافر کہہ رہا ہے اس کے معتقدات اسی کی مثل ہیں اور وہ اسی کی طرح مسلمان ہے۔

(۴)۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے گا تو اس کی تکفیر کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا۔

(۵)۔ اگر کسی شخص نے مسلمان کو بطور سب وشتم کافر کہا تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر مسلمان کو اس کے اسلامی عقائد کی وجہ سے کافر کہا تو پھر یہ کفر اس کی طرف لوٹ جائے گا۔

(۶)۔ قاضی عیاض نے امام مالک بن انس سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ باقی اہل بدعت کی طرح خوارج کی بھی تکفیر نہیں کی جاتی۔

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجمع بين قولهم لا يكفر احد من اهل القبلة وقولهم يكفر من قال بخلق القرآن او استحالة الرؤية او سب الشيخين او لعنهما وامثال ذلك مشكل[1]

متکلمین کا ایک قول ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور ان کا دوسرا قول ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق کہنا، رویت باری تعالیٰ کو محال کہنا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سبّ کرنا یا لعنت کرنا کفر ہے، ان دونوں قولوں میں تطبیق مشکل ہے۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کے تین جواب دیے گئے ہیں:

(۱)۔ تکفیر نہ کرنا شیخ اشعری اور ان کے موافق متکلمین کا مذہب ہے، ملتقی (منتقی؟) میں امام اعظم سے بھی یہی مذہب مروی ہے، اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے لہٰذا دونوں قولوں کے قائل الگ الگ ہیں۔

(۲)۔ کتاب وسنت کے دلائل قطعیہ اور اجماع سلف کی اس پر دلالت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور رؤیت باری واقع ہے، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو شرف تنظیم حاصل ہے، سو جو شخص ان امور کا انکار کرے اس کو اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔

(۳)۔ جن علماء نے تکفیر کی ہے وہ تہدید اور تغلیظ پر محمول ہے اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔[2]

فاضل سیالکوٹی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ (کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی) شیخ اشعری نے بیان کیا ہے اور اکثر فقہاء نے اس کی موافقت کی ہے، ملتقی (منتقی؟) میں امام ابوحنیفہ سے بھی یہی مروی ہے، اور دوسرے فقہاء نے اس قاعدہ کی موافقت نہیں کی اور انھوں نے کہا کہ ہم شیعہ اور معتزلہ کی تکفیر کرتے ہیں چونکہ دونوں قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اس لیے ان میں تطبیق کی ضرورت نہیں ہے۔[3]

علامہ ابن ہمام اس بحث میں لکھتے ہیں:

واعلم ان الحكم بكفر من ذكرنا من اهل الاهواء مع ما ثبت عن ابي حنيفة والشافعي

جان لو کہ ہم نے جو اہل اہواء (مثلاً حضرت ابوبکر کی امامت کے منکر اور ان سبّ کرنے والے)

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۷۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[3] مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیہ عبد الحکیم علی الخیالی ص ۳۴۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

رحمهما الله من عدم تكفير اهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله ان ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وان لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا فى طلب الحق لكن جزمهم ببطلان الصلاة خلفه لا يصح هذا الجمع اللهم الا ان يراد بعدم الجواز خلفهم عدم الحل اى عدم حل ان يفعل وهو لا ينافى الصحة والا فهو مشكل والله سبحانه اعلم۔ [1]

پر کفر کا حکم لگایا ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے یہ ثابت ہے کہ مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی سو اس تکفیر کا محمل یہ ہے کہ فی نفسہ یہ معتقدات کفر ہیں اور جو ان کا قول کرے گا وہ کفر کا قول کرے گا، ہر چند کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس قول کے قائل نے حق کو طلب کرنے کے لیے حتی الوسع اجتہاد کرکے یہ قول کیا ہے، لیکن ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کا قول کرنا اس تطبیق کی تصحیح نہیں کرتا، اے اللہ! البتہ ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کے قول کو اس پر محمول کیا جائے، کہ ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے اور یہ چیز صحت نماز کے منافی نہیں ہے، اور اگر یہ توجیہ نہ کی جائے تو پھر اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ سے یقیناً اشکال واقع ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

ملا علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے پر تفصیل سے کلام کیا ہے خواہ وہ اہل معصیت ہوں یا اہل بدعت اور امام اعظم کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سبّ کرنا کفر نہیں ہے، چنانچہ ابوشکور سالمی نے تمہید میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اس تکفیر کا مبنیٰ ثابت نہیں ہے، مسلمان کو سبّ کرنا فسق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے اور اس لحاظ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور دوسرے مسلمان مساوی ہیں بلکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر اور عمر کو قتل کر دیا بلکہ حضرت عثمان اور حضرت علی کو بھی قتل کر دیا تب بھی وہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہوگا اور یہ مسلّم ہے کہ سبّ کرنا قتل کرنے سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص حلال سمجھ کر قتل یا سبّ کرے تو وہ لامحالہ کافر ہوگا، (الی قولہ) شرح عقائد میں ہے "صحابہ کو سبّ کرنا اور ان پر طعن کرنا اگر ادلہ قطعیہ کے مخالف ہو تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر بہتان لگانا، ورنہ بدعت اور فسق ہے، اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ متکلمین کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے۔ [2]

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۲۰ ـ ۱۷، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

ولا يخفى انه يمكن ان يقال فى دفع الاشكال: ان جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم احتياطًا لا يستلزم جزمهم بكفرهم۔

(الى قوله) وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر مالم يوجد شيء من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر عنه شيء من موجباته۔

(الى قوله) واختلفوا ايضا هل يكفر المخالف للحق بذلك الاعتقاد والقول به على وجه الاعتماد ام لا وذهب الاشعرى واكثر اصحابه الى انه ليس بكافر، وبه يشعر ما قاله الشافعى رحمه الله، لا ارد شهادة اهل الاهواء الا الخطابية لاستحلالهم الكذب، وفى المنتقى عن ابى حنيفة رحمه الله لم نكفر احدا من اهل القبلة وعليه اكثر الفقهاء ومن اصحابنا من قال بكفر المخالفين وقال قدماء المعتزلة بكفر القائل بالصفات القديمة وبخلق الاعمال وقال الاستاذ ابو اسحاق نكفر من يكفرنا ومن لا فلا واختار الرازى ان لا يكفر احد من اهل القبلة وقد اجيب عن الاشكال بان عدم التكفير مذهب المتكلمين والتكفير مذهب الفقهاء فلا يتحد القائل بالنقيضين فلا محذور ولو سلم فيجوز ان يكون للتغليظ فى رد ما ذهب اليه المخالفون والاول لاحترام.

یہ بات مخفی نہ رہے کہ اس اشکال کو دور کرنے کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ روافض وغیرہ کی اقتدا میں نماز کے باطل ہونے کا حکم احتیاطاً ہے، اور یہ ان کے کفر کو مستلزم نہیں ہے۔

متکلمین نے جو یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائیگی یہ اس وقت ہے کہ جب ان میں کفر کی کوئی علامت نہ پائی گئی ہو اور نہ ان سے کوئی چیز موجب کفر صادر ہوئی ہو۔

اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص اعتقاد حق کا مخالف ہو اور اس کا اعتقاد سے قائل ہو آیا اس کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ امام اشعری اور ان کے اکثر اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے، امام شافعی کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ: میں خطابیہ کے علاوہ باقی اہل ہوا کی شہادت کو مسترد نہیں کرتا اور خطابیہ کی شہادت اس لیے مسترد کرتا ہوں کہ وہ جھوٹ کو حلال قرار دیتے ہیں، منتقی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اکثر فقہاء کا یہی مختار ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے مخالفین کی تکفیر کی ہے اور قدیم معتزلہ ان کی تکفیر کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم مانتے تھے، اور استاذ ابواسحاق نے کہا جو ہماری تکفیر کرے گا ہم اس کی تکفیر کریں گے، اور جو ہماری تکفیر نہیں کرے گا ہم اس کی تکفیر نہیں کریں گے، امام رازی کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس اشکال کا یہ جواب بھی ہے کہ روافض وغیرہ کی تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے، سو ان دو متنافی قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اور اگر قائل ایک ہو تو تکفیر

شان اهل القبلة فانهم في الجملة معنا موافقون ۔[1]

مخالفین کے رد کی وجہ سے تغلیظ پر محمول ہے اور تکفیر نہ کرنا ان کے اہل قبلہ ہونے کے احترام کی وجہ سے ہے، کیونکہ یہ لوگ بعض امور میں بہرحال ہمارے موافق ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵ میں ہے: جس نے غیر کے مال پر دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس کی تشریح یہ ہے:

غیر کے مال پر دعویٰ کرنے کا حکم | جس نے غیر کے مال پر حلال سمجھ کر دعویٰ کیا تو ہم میں سے نہیں ہے کا مطلب ہے وہ ہمارے دین والوں میں سے نہیں ہے اور اگر حلال نہیں سمجھا تو مطلب یہ ہے وہ ہمارے طریقہ صحیحہ پر نہیں ہے یعنی خصال محمودہ کا حامل نہیں ہے یا وہ ہماری اچھی عادتیں رکھنے والا نہیں ہے۔

بَابُ ۲۶ بَیَانِ حَالِ اِیْمَانِ مَنْ رَّغِبَ عَنْ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ

جو شخص علم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے انکار کرے اس کے ایمان کا بیان

۱۲۶ - حَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِیْدِ الْاَیْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِیْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِیْهِ فَقَدْ كَفَرَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آباء کے نسب کا انکار نہ کرو، جس شخص نے اپنے باپ کے نسب سے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

۱۲۷ - حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَیْمُ بْنُ بَشِیْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ لَمَّا ادُّعِیَ زِیَادٌ لَقِیْتُ اَبَا بَكْرَةَ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هٰذَا الَّذِیْ صَنَعْتُمْ اِنِّیْ سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ سَمِعَ اُذُنَایَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی اَبًا فِی الْاِسْلَامِ غَیْرَ اَبِیْهِ یَعْلَمُ اَنَّهٗ غَیْرُ اَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ وَاَنَا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ جب زیاد کے بھائی ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو میں نے ابوبکرہ سے ملاقات کی (زیاد ان کا ماں جایا بھائی تھا) اور ان سے کہا یہ تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص سے منسوب کیا اس پر جنت حرام ہے، حضرت ابوبکرہ نے کہا میں نے بھی رسول اللہ

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۵۳-۱۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ، مصر، ۱۳۷۵ھ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

١٢٩۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ عَنْ سَعْدٍ وَّاَبِىْ بَكْرَةَ كِلَيْهِمَا يَقُوْلُ سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِىْ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا اور میں نے دل میں یاد رکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنا باپ کسی اور شخص کو بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

استلحاق زیاد کا بیان

زیاد، حضرت ابوبکرہ کے ماں جائے بھائی تھے، ان کی والدہ زمانہ جاہلیت میں حارث بن کلدہ ثقیف کی لونڈی تھیں ان کا نام سمیہ تھا اسی کے پاس سمیہ کے بطن سے ابوبکرہ پیدا ہوئے، پھر حارث نے سمیہ کی شادی اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کر دی، ابوسفیان اپنے کسی کام سے طائف گئے ہوئے تھے انھوں نے سمیہ سے اس طرح کا نکاح کیا جس طرح کے نکاح زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اور اس سے مباشرت کی، اسی مباشرت کے نتیجہ میں زیاد پیدا ہوئے اور سمیہ نے زیاد کو ابوسفیان سے منسوب کیا، خود ابوسفیان نے بھی اس نسب کا اقرار کر لیا تھا مگر خفیہ طور پر۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو زیاد نے مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی کو مقرر کیا کہ وہ حضرت معاویہ کو ابوسفیان کے بارے میں بتائیں اور حضرت معاویہ کی رائے بھی یہی تھی کہ زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کر کے انھیں اپنی طرف مائل کریں، چنانچہ انھوں نے ایسے گواہ طلب کیے جو اس بات سے واقف ہوں کہ زیادہ کا نسب ابوسفیان سے لاحق ہو چکا ہے، چنانچہ بصرہ کے باشندوں میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ لیکن اکثر شیعان علی کو یہ بات ناگوار تھی حتیٰ کہ ان کے بھائی ابوبکرہ بھی اس استلحاق کو ناپسند کرتے تھے۔ [1]

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کا استلحاق اس لیے کیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی بہت سی قسمیں تھیں ان سب قسموں کو تو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ ان میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کسی عورت سے بہت سے لوگ مباشرت کرتے تھے پھر جب وہ حاملہ ہو کر بچہ جنتی تو اس بچہ کو جس کی طرف چاہتی منسوب کر دیتی سو وہ اس شخص کا بیٹا قرار پاجاتا۔ اسلام نے نکاح کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا لیکن نکاح کے جاہلی طریقوں میں سے جس طریقہ سے بھی کوئی بچہ کسی باپ کی طرف منسوب ہوا ہو، اسلام کے بعد بھی اس کو اسی نسب پر برقرار رکھا گیا اور ثبوت نسب کے معاملہ میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ [2]

---

[1] علامہ عبدالرحمن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۸، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ ابن اثیر شیبانی متوفی ۶۳۰ھ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ نے ۴۴ھ میں زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کیا اور اس بات کی زیاد بن اسماء الحرمازی مالک بن ربیعہ سلولی اور منذر بن زبیر رضی اللہ عنہم نے شہادت دی تھی، مدائنی نے اس واقعہ کو اپنی مختلف سندوں سے روایت کیا ہے اور گواہوں میں مندرجہ ذیل ناموں کا اضافہ کیا:

جویریہ بنت ابی سفیان، مسور بن قدامہ الباہلی، ابن ابی نصر الثقفی، زید بن نفیل الازدی، شعبہ بن العلقم المازنی، بنو عمرو بن شیبان کا ایک شخص اور بنو مصطلق کا ایک شخص، ان سب نے ابوسفیان کے بارے میں گواہی دی کہ زیاد ان کا بیٹا ہے۔ ۱؎

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مضبوط بات یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس استلحاق کو تسلیم کیا۔ آپ نے زیاد کے نام خط میں لکھا:

عن عائشۃ ام المؤمنین الی زیاد بن ابی سفیان ۲؎

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ابوسفیان کے بیٹے زیاد کے نام۔

صحابہ کرام میں سے جن بعض حضرات کو اس نسب کو قبول کرنے میں تامل تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوسفیان نے اس نسب کا اقرار برسر عام نہیں کیا تھا بلکہ خفیہ طور سے دس گواہوں کے سامنے بیان کیا (جن میں بعض صحابہ کرام بھی شامل ہیں) لیکن جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دس گواہوں سے یہ نسب ثابت ہو گیا اور ام المؤمنین نے اس کی تصدیق کر دی تو وہ اس معاملہ میں بالکل پاک دامن ہیں، جو لوگ اس معاملہ میں حضرت امیر معاویہ پر طعن کرتے ہیں انھیں خوف خدا کرنا چاہیے۔

بَابُ بَيَانِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ

اس کا بیان کہ مسلمان کو بُرا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے

۱۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ثَنَا سُفْيَانُ ح حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو بُرا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا کیا تم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے خود سنا ہے کہ وہ اس حدیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت

۱؎ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۱ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲؎ علامہ بدران عبدالقادر متوفی ۱۹۲۷ء، تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۴۱۱، مطبوعہ بیروت

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُہٗ کُفْرٌ قَالَ زُبَیْدٌ فَقُلْتُ لِاَبِیْ وَائِلٍ اَنْتَ سَمِعْتَہٗ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ یَرْوِیْہِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ شُعْبَۃَ قَوْلُ زُبَیْدٍ لِاَبِیْ وَائِلٍ ۔

کہتے ہیں ابو وائل نے کہا ہاں ۔

١٣٠- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنِ الْاَعْمَشِ کِلَاھُمَا عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے ۔

فسق کا بیان

حدیث نمبر ۱۲۹ میں ہے: مسلمان کو برا کہنا فسق ہے۔
فسق کا لغوی معنی خروج یعنی نکلنا ہے اور اصطلاح شرع میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکل آئے، گناہ کبیرہ فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب کو کہتے ہیں۔ فسق کے تین مراتب ہیں:

(۱)۔ **تغابی**: گناہ کبیرہ کو برا جانتے ہوئے کبھی کبھی شامت نفس سے گناہ کرے۔

(۲)۔ **انہماک**: گناہ کبیرہ میں لذت محسوس کرے اور اس کا عادی ہو جائے۔

(۳)۔ **جحود**: گناہ کو صحیح اور بہتر سمجھنے لگے اور اس کو صحیح سمجھ کر کرے، جب انسان فسق کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ گناہ حرام قطعی ہو تو اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا ورنہ گمراہی میں تو کوئی شبہ نہیں ہے، العیاذ باللہ!

مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے اسی طرح مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ

اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا کفر ہے، بہ ظاہر مسلمانوں سے جنگ کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں جو اس کو کفر سے تعبیر کیا ہے یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص مسلمان کے قتل کو حلال سمجھ کر اس کو قتل کرے، یا مطلب یہ ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے یا یہ کہ ناحق لڑائی قتال کا ر کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یا کفر بمعنی کفران نعمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا کر جو انعام کیا تھا یہ اس کی ناشکری کرنا ہے۔

⁂

بَابُ ۲۹ بَیَانِ مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہوجانا!!

۱۳۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِیْعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُدْرِكٍ سَمِعَ اَبَا زُرْعَةَ یُحَدِّثُ عَنْ جَدِّهٖ جَرِیْرٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا لوگوں کو خاموش کرو، پھر فرمایا میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہوجانا۔

۱۳۲ - وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۳۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِیُّ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ یُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَیْحَكُمْ اَوْ قَالَ وَیْلَكُمْ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا سنو! میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہوجانا۔

۱۳۴ - وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدٍ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی توجیہات

حدیث نمبر ۱۳۱ میں ہے: میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہوجانا۔ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے لیکن یہ کفر نہیں ہے اور اس حدیث

میں مسلمان کے قتل پر کفر کا اطلاق کیا ہے، علماء اسلام نے اس اطلاق کی متعدد توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱)۔ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر مسلمان کو قتل کرے وہ کافر ہے۔

(۲)۔ مسلمان کو قتل کرنا کفران نعمت ہے، یعنی کفر ایمان کے مقابلہ میں نہیں شکر کے مقابلہ میں ہے۔

(۳)۔ مسلمان کو قتل کرنے کی شامت بسا اوقات کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

(۴)۔ مسلمان کو قتل کرنا کفر کے مشابہ ہے کیونکہ یہ کافروں کا فعل ہے۔

(۵)۔ کفر نہ کرو اور ہمیشہ مسلمان رہو تاکہ تمہیں کفر کی وجہ سے قتل نہ کر دیا جائے۔

(۶)۔ کافر کا ایک معنی ہے متکفر بالسلاح، یعنی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا۔

(۷)۔ ایک دوسرے پر (بلاوجہ) کفر کے فتوے نہ لگاؤ تاکہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو قتل کر دیں[1]

بَابُ ٢٩ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةِ

١٣٥ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ۔

نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

تعزیہ اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد

شیخ مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں۔

تعزیہ لغت عربی میں اس کا مادہ "ع۔ ز۔ ی" ہے اور مجرد عزی یعزی عزآء، مصیبت پر صبر کرنا: تعزیہ (تفعلۃ) مزید، متعدی، تلقین صبر کرنا، تسلی دینا، پرسا دینا۔

قرآن مجید میں اس مادے کا استعمال بعض کے نزدیک سورۃ المعارج، آیت ۳۷ میں ہے: عن الیمین وعن الشمال عزین (از عزی فعل ماضی: شکیبائی کی) فقہ و حدیث میں اس لفظ کا استعمال ابواب ذیل میں ملتا ہے: عبادات، جنائز، آداب تلقین صبر و تسلی۔ فارسی ادب و تاریخ میں لفظ "تعزیت" وارثان میت سے اظہار افسوس و اظہار ہمدردی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ مثنوی مولانا روم وقفیۂ گب، ۵: ۱۳۷، شعر شمارہ ۲۱۰۲) میں ہے:

سر سیہ چون نامہ ہای تعزیہ
پر معاصی متن آن با حاشیہ۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اُردو میں تعزیہ کے معنی ہیں امام حسین علیہ السلام کی تربت، ضریح، عمارت روضہ کی شبیہ، جسے سونے چاندی، لکڑی، بانس، کپڑے، کاغذ وغیرہ سے بناتے ہیں۔ یہ شبیہ غم، سوگ اور علامت محرم کے طور پر کبھی جلوس کی شکل میں لے کر نکلتے ہیں، کبھی گھروں، امام باڑوں یا ان کشادہ و مخصوص چبوتروں پر رکھتے ہیں جنہیں امام صاحب کا چوک کہا جاتا ہے۔

حیدر آباد دکن میں تعزیہ تابوت اور ماتم و سینہ زنی کو کہتے ہیں۔ تعزیہ کرنا = ماتم کرنا؛ تعزیہ دار = ماتم دار، سینہ زنی کرنے والا، وہ شخص جس کے گھر میں تعزیہ رکھا جاتا ہو اور مجلس ہوتی ہو، محبِ حسینؓ، شیعہ، عزادار

تعزیہ اپنی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے صنعت کا اچھا نمونہ ہوتا ہے اور تعزیہ بنانے والے اس کی شکل و صورت میں علاقائی خصوصیات اور کاریگری کے نمونے پیش کرتے ہیں، چنانچہ بعض تعزیے سال سال دو سال تک بنتے رہتے ہیں، ان کے نام بھی الگ الگ ہیں مثلاً:

(۱) ضریح اور اس کی قسمیں: ان میں ممتاز ترین ضریح وہ ہے جو عمارت روضۂ امام حسین علیہ السلام کی ہو بہو شبیہ ہو۔ ایسی ضریحیں نظام دکن، والی رامپور، راجہ محمود آباد اور کراچی کے بعض عزاخانوں میں ہیں۔ ایک موتی ضریح حسین آباد لکھنؤ میں شاہی زمانے سے بنتی چلی آئی ہے۔

(۲) **بنگلہ:** یہ تعزیہ محمل ناقہ یا عماری فیل سے مشابہ ہوتا ہے اور عموماً لکھنؤ میں یا مضافاتِ لکھنؤ میں بنتا ہے شاید یہ نقشہ اس محمل یا ڈولی یا پالکی وغیرہ کا ہوتا ہو جس میں تبرکات رکھ کر شاہجہاں لال قلعے سے مسجد جامع لے جاتے تھے۔

(۳) **مومی تعزیے:** بانس کی تیلیوں پر ضریح یا بنگلہ یا کسی اور شکل کا ڈھانچا بنا کر اس پر موم چڑھایا اور کمالِ فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(۴) **جَو کے تعزیے:** ڈھانچے پر مٹی کی ایک ہلکی تہ جما کر گیہوں یا جَو کے دانے ترتیب سے چپکا دیتے ہیں، جن میں عاشورہ یا اربعین تک اکھوے نکل آتے ہیں اور سارا تعزیہ ایک رنگ ہو جاتا ہے اس تعزیے پر اثنائے جلوس میں مسلسل پانی چھڑکتے جاتے ہیں۔

تعزیے کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: تخت، حظیرہ، تربت، علَم (ضریح میں گزری)۔ پاکستان، کشمیر، نیپال، ہندوستان، افریقہ میں عموماً ضریح اور تعزیے کا بیان کردہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، لیکن موزوں خصوصی نسبت کی بنا پر مذہبی اور روایتی نقطۂ نظر سے شیعوں، بعض سنیوں اور بہت سے ہندوؤں میں بھی یکساں قابلِ احترام ہیں۔ لکھنؤ وغیرہ میں "تخت" کے اوپر اور حظیرے کے درمیان دو تربتیں یا قبروں کی شبیہیں بھی ہوتی ہیں۔ سبز حضرت امام حسن علیہ السلام اور سرخ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تعزیہ کسی ایسی عماری کی نقل ہے جس میں بعض مغل یا دوسرے سلاطین تربتیں رکھ کر جلوس کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہوں گے۔

تعزیے عموماً ۲۹ ذی الحجہ سے ۹ محرم تک آراستہ کر کے ایک خاص اور معین مقام پر رکھے جاتے ہیں جسے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً عزاخانہ، تعزیہ خانہ، امام باڑہ، عاشور خانہ، امام خانہ، چبوترہ، چوک امام صاحب۔ جہاں تعزیہ رکھا جاتا ہے وہاں مجلس ماتم، سوز خوانی، مرثیہ خوانی، روضہ خوانی

واقعہ خوانی، شاعری اور مجلس وعظ منعقد ہوتی ہے اور واعظ قرآنی حقائق و بیانِ خصوصیاتِ اسلام کے بعد فضائلِ اہل بیت، مصائب اور واقعاتِ کربلا پر تقریر ختم کرتے ہیں، پھر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر نوحہ خوانی و سینہ زنی یا ماتم بھی ہوتا ہے۔ اہلِ سنت شہادت نامہ اور ہندو کربلا کتھا یا دوہے پڑھتے ہیں۔

اس سلسلے میں تعزیہ داری کے لیے حسبِ ذیل واقعات سے استناد کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ جنگِ اُحد (۳ھ) میں جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور دوسرے صحابہ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں پر رونے والوں کی آوازیں سن کر فرمایا "لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں" یہ سن کر سعد بن معاذ و اُسید بن حُضیر نے بنی عبد الاشہل کی عورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھیج دیں، جنھوں نے جناب حمزہ پر ماتم کیا (طبری طبع لائیڈن ۱: ۳: ۱۴۲۵؛ ابن سعد: کتاب الطبقات الکبیر لائیڈن ص ۱۳):

(۲)۔ ایسے واقعات سے مثلاً ابن عباسؓ کا حضور کو خواب میں سر برہنہ دیکھنا اس طرح کہ آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جس میں خون ہے یا آنحضرت کی وفات کے بعد بریدہ بن الخصیب کا (جو حضرت اسامہ والی مہم میں صاحبِ لواء تھے) لواء مذکور کو دروازۂ مبارک پر نصب کرنا جو کتبِ ذیل میں مواضع مذکورہ پر درج ہیں: (الف) مشکوٰۃ، طبع دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۴، ۵ (باب مناقب اہل البیت)؛ (ب)، وہی کتاب، ص ۵۰۰، امام احمد بن حنبل: مسند، طبع قدیم مصر، ۱: ۲۴۲ ص ۹، ترمذی لکھنؤ ۱۸۰۴ء ص ۶۲۴؛ ینابیع المودۃ، بمبئی، باب ۶۰، ص ۲۶۵، (ج) بحار الانوار، طبع ایران ۱۲۷۰ھ، ص ۱۶۹ (باب اخبار اللہ انبیاء و نبینا بشہادتہ)؛ ۔ ابن الاثیر: الکامل، طبع سوم، ۱۳۵۶ھ، ۳: ۳۰۳؛ مقتل ابن نما، ص ۶؛ (د) ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغۃ، مصر، ۱: ۵۴۳؛

(۳)۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد مدینے میں جناب اُمّ البنین مادرِ جناب عباس بن علی جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتی تھیں اور اپنے چار بیٹوں کا جو شہدائے کربلا میں شامل تھے، ذکر کر کے انتہائی غم و سوز سے رویا کرتی تھیں۔ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور بعض سن سن کر روتے رہتے تھے (مقاتل الطالبین، مصر ۱۹۴۹ء، ص ۸۵)؛

(۴)۔ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے ائمہ محرم کا چاند دیکھ کر عزاداری و سوگواری کرتے تھے (بحار الانوار، ۱۰: ۲۶۸؛ امالی صدوق، م ۳۸۱ھ / ۹۹۱ء)

(۵)۔ ابو الاسود دؤلی (م ۶۹ھ) سلیمان بن قتہ، کمیت، ابو دعبل (الجمحی)، فرزدق، دعبل وغیرہ نے اجتماعات میں مرثیے پڑھے اور ائمہ اہل بیت نے انھیں صلے دیے اور ان کے مرثیوں کو سن کر گریہ فرمایا (صواعق محرقہ، ص ۱۱۵؛ تاریخ الشیعہ، طبع نجف، ص ۳۲)۔

عزاداری اور اظہارِ غم حسین پہلی اور دوسری صدی ہجری تک یونہی جاری رہا لیکن تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک متعدد موقعوں پر واقعات کربلا عام اجتماعات میں رقت انگیز و جوش آفرین طریقوں سے بیان ہوئے، چنانچہ شیعہ اور غیر شیعہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ سادات حسنی کے خروج مختار اور ابو مسلم خراسانی کی بغاوت میں اس تاثر کا اظہار کیا۔

۳۵۲ھ/۹۶۳ء میں بغداد پر دیلمیوں کا مکمل تسلط تھا، اس سال روز عاشورہ بغداد میں بازار مکمل بند کر دیے گئے اور عورتوں سے کہا گیا کہ نوحہ کریں، نیز عورتوں کا جلوس عزا نکالا گیا، غرض سرکاری طور پر غم منایا گیا (ابن اثیر: کامل، بذیل حوادث ۳۵۲ھ؛ ابن کثیر: تاریخ، مصر، ۱۱: ۲۴۳ وغیرہ)۔

۳۶۶ھ/۹۷۷ء میں المعز لدین اللہ فاطمی نے مصر میں یوم حسین منایا (فوجی انقلاب سے پہلے مشہد رأس الحسین مصر میں اکابر علماء و عوام حتی کہ خود شاہ فاروق جلوس کے ساتھ سبز چادر مزار پر چڑھانے جاتے اور عزا مناتے تھے۔ (مجتبیٰ حسن زبیری: مصر کا محرم، ۱۰)۔ اس عہد کے لگ بھگ غور میں آل شنسب عقیدت مندانِ اہل بیت میں شامل (فرشتہ: تاریخ، لکھنؤ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء، ۱: ۵۷) اور سندھ کے مسلمان اسماعیلی مذہب سے وابستہ ہو چکے تھے، بلکہ بہت سے سادات ہجرت کر کے یہاں آ گئے تھے۔ دیلم و عراق میں شیعہ پھیل گئے تھے اس لیے ان علاقوں میں عزاداری ہونے لگی اور یہ مراسم اتنے عام ہو گئے کہ ادب میں اس کے استعارات و تشبیہات استعمال ہونے لگے (مثنوی رومی (تالیف قبل از ۶۷۰ھ، طبع نکلسن، ۶: ۳۱۷)؛ نیز حریری (م ۵۱۶ھ) مقامہ؛ اوحد الدین: مقامات حمیدی (تالیف ۵۵۱ھ)، مقامہ ۲۳ • مرثیۂ الحسینؓ)۔ اس شہرت و عمومیت کے باعث ان مراسم میں مقامی خصوصیات اور نسلی و قومی روایات داخل ہوتے گئے۔

بدایونی کے بقول ہمایوں کے عہد میں ایک ایرانی شاعر وارد ہند نے تعزیت کے مضمون پر مشتمل "نقش" بنائے جو ایام عاشورا مبارک میں پڑھے جاتے ہیں (منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۸ء، ۲: ۴۸۱)۔ اکبر کے عہد میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا، چنانچہ آگرے کے تکیے سے اب تک ایک تعزیہ برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے اور "مثل تعزیہ" کہتے ہیں۔ (کہا جاتا ہے) کہ جہانگیر کے عہد میں سید معین الدین موسوی اجمیری کا عزاخانہ وجود میں آیا، چنانچہ یہ عزاخانہ مع وقف نامہ آگرہ میں اب تک موجود ہے (عزاداری کی تاریخ)۔ عالمگیر کے عہد میں تعزیہ اور جلوس تعزیہ کا رواج تھا۔ عالمگیر ہی نے جلوس تعزیہ میں شمشیر زنی کو ممنوع قرار دیا۔ شاید اس کے بعد ان جلوسوں میں بانک بنوٹ کا رواج ہوا جو بعض غیر شیعہ تعزیوں کے ساتھ اب بھی ہوتا ہے (عبدالواحد فرنگی محلی: ازالۂ اوہام؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۳۵)۔

اس کے بعد شاہان دہلی مراسم عزا میں اس حد تک اہتمام کرنے لگے کہ ساتویں محرم سے دسویں تک باقاعدہ نذریں اور نیازیں، بہشتی اور فقیر و قیدی بننے کی رسمیں ادا ہونے لگی تھیں (بزم آخر، لاہور ۱۹۴۵ء، ص ۵۶ ببعد؛ علم حیدری و شوکت حیدری، لکھنؤ ۱۳۰۰ھ؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۴۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے میرا مقالہ بہادر شاہ ظفر کی عزاداری، طبع اسد، لاہور محرم ۱۳۸۰ھ)۔

دکنی ریاستیں عموماً شیعہ تھیں، اس لیے یہاں عزاداری نے بہت فروغ پایا، مجلس ماتم، جلوس تعزیہ، امام باڑے قائم ہوئے، محرم میں سوگ منایا گیا (ابراہیم زبیری: تاریخ بیجاپور، ص ۲۹۰، ۳۴۳، ۳۴۴؛ نصیر الدین ہاشمی: دکن میں اردو، باب سوم، ص ۲۲۳؛ تاریخ بیجاپور؛ محی الدین زور: سلطان قطب شاہ (شیعہ تھا، اس کے مرثیے ملتے ہیں)۔ قطب شاہ، غواصی، نصرتی وغیرہ کے مراثی (یورپ میں دکھنی مخطوطات، طبع حیدرآباد) بھی ابتدائی عہد کی یادگار ہیں۔ حیدرآباد دکن اور راجپوتانے کی ریاستوں (خصوصاً جے پور) کے متعلق دیکھیے تحفۃ العالم (تصنیف ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء)، حیدرآباد ۱۲۹۴ھ، ص ۳۵۹ ببعد۔ تیرھویں صدی ہجری/اٹھارھویں صدی میلادی تک تمام ملک میں تعزیہ داری عام ہو چکی تھی۔ اودھ میں عزاداری کا فروغ اور تعزیے کا رواج بظاہر عہد آصف الدولہ (م ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) سے ہوا (رک بہ تحفۃ العالم، ص ۳۴۸ و ۳۵۹)، لیکن بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تعزیہ، سیتاپور میں "باون ڈنڈوں کا تعزیہ" پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب ہیں (محمد اکبر سیتاپوری: سیتاپور کی عزاداری، در سرفراز، محرم نمبر ۱۹۵۲ء، ص ۴۹)۔

آصف الدولہ نواب وزیر اودھ ہوئے، شجاع الدولہ کے بعد ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء میں فیض آباد میں محمد نے

---

[1] بظاہر اکھاڑے مراد ہیں۔ RANKING نے ترجمۂ بدایونی (کلکتہ ۱۸۹۸ء) ۱: ۶۳۴ میں اس کا ترجمہ ASSEMBLIES یعنی مجالس کیا ہے۔

اور لکھنؤ کو دار الحکومت بنایا۔ فیض آباد اور دہلی کے امراء، رؤسا اور شہزادے بھی یہاں آباد ہو گئے ہر ایک دہلی و فیض آباد میں تعزیہ دار تھا، لیکن آصف الدولہ حاکم مملکت ہونے کے باوجود عزاداری میں بہت زیادہ منہمک تھے، وہ جہاں تعزیہ دیکھتے سواری سے اترتے اور تعزیہ دار کو انعام دیتے تھے۔ ۱۱۹۱ھ/ ۱۷۷۶ء میں انہوں نے اپنا امام باڑہ بنوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ شہزادگان دہلی اور دوسرے امراء نے بھی عزاخانے تیار کیے، یوں لکھنؤ تعزیہ داری کا مرکز بن گیا۔ غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر کے عہد میں مزید ترقیاں ہوئیں، متعدد قیمتی ضریحیں یورپ سے فرمائش کر کے بنوائی گئیں اور فنی مہارتوں کے اظہار و تکلفات کا آغاز ہوا۔ عہد آصفی میں سرخ و بلوری تعزیے پہلی مرتبہ یورپ سے تیار ہو کر آئے، سونے چاندی کی ضریحیں بنیں۔ امراء و عوام نے ندرتیں پیدا کیں اور ہنر دکھائے جن میں سے شاہ نجف و حسین آباد کے عزاخانوں میں سونے چاندی کی ضریحوں کے علاوہ مومی ضریح حیدری ہے جو ایک سال سے زیادہ مدت میں تیار ہو کر شاہی جلوس کے ساتھ برآمد ہوتی ہے)۔

مسلمانوں کے علاوہ ہندو ریاستوں اور ہندو آبادیوں میں لوگ باقاعدہ تعزیہ داری کرتے تھے۔ سر ٹامس براؤٹن (Letter written in a Mahratta camp during the years 1809-1992 (Sir Thomas Broughton.) نے اپنے خط عدد ۲ میں مرہٹوں اور محمد لطیف نے تاریخ لاہور (انگریزی، طبع جدید لاہور) میں سکھوں کے عہد کی عزاداری اور مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے کا ذکر کیا ہے، محمد لطیف نے ص ۱۲۱ پر مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے اور ذوالجناح کی تصویر بھی دی ہے، نیز دیکھئے ماہنامہ ماہ نو، استقلال نمبر ۱۹۵۳ء، ص ۵۰ (عزاداری کی تاریخ، ص ۲۳)۔

شیعہ ریاستیں تو خیر مذہبی فرض سمجھتی تھیں، سنی نوابین بھی ثواب کی نیت سے تعزیہ رکھتے، امام باڑے بنواتے اور وقف کرتے تھے، جن میں نظام دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے محل میں اب بھی تعزیہ و تعزیہ خانہ موجود ہے، غیر مسلم ریاستوں میں اندور، دھولپور، دیتہ، کپور تھلہ کے علاوہ مہاراجہ گوالیار اور مہاراجہ جے پور کے تعزیے مشہور ہیں۔

ان ریاستوں میں تعزیہ داری کے لیے سرکاری اوقاف ہیں (مجلۃ العرب، بمبئی، شمارہ محرم ۱۳۶۰ھ؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۲۱)۔

ایران میں تعزیے کا رواج نہیں، ہاں شبیہ یا تمثیل مروج ہے۔ عراق میں علم اور ذوالجناح برآمد ہوتے ہیں، اور اس جلوس کو "موکب" کہتے ہیں۔ کشمیر، نیپال اور افریقہ میں تعزیہ داری ہوتی ہے اور بڑی حد تک وہی انداز ملحوظ رکھا جاتا ہے جو پاکستان میں رائج ہے۔

پاک و ہند میں تعزیے کا عام رواج ہے۔ جلوس تعزیہ جس میں تعزیہ دار کی مقامی روایتیں پیش نظر رکھی جاتی ہیں: مثلاً لکھنؤ، رام پور، جے پور وغیرہ میں تعزیے کا جلوس یوں نکلتا ہے جیسے ان کے گھر سے کسی معزز مرنے والے کا جنازہ نکلے، یعنی جلوس میں ماہی مراتب، ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، فوجی باجے، ماتمی جھنڈیاں، باوردی سپاہی برقنداز، عصا بردار، پھر ماتم دار و تعزیہ دار سر برہنہ، ماتمی لباس پہنے، سروں پر خاک پڑی، سینوں پر ہاتھ اور آنکھوں پر رومال رکھے، اشک افشاں آہستہ آہستہ چلتے ہیں ان کے پیچھے ایک نقیب یہ آواز دیتا ہے:

سواری ہے شہ کرب و بلا کی
سواری ہے ہمارے بادشا کی

یا اس مضمون کو قطعے کی شکل میں بلند آواز سے پڑھتا، کوچ کا نقارہ بجاتا، خود روتا اور مجمع کو رُلاتا جاتا ہے۔ بعض جلوسوں میں ماتمی باجے بجتے ہیں، ماتمی دستے سینہ زنی، تیغ زنی اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ایک دو جلوس بالکل خاموش بھی رہتے ہیں۔ راجہ، نواب، شہزادے عام شرکا کی طرح ادب سے پا پیادہ شریک جلوس ہوتے تھے۔ اس وقت ملازمین پر سے آداب و رواسم شاہی ساقط ہوتے تھے۔

عام تعزیوں کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تعزیہ دار تعزیہ سر یا کاندھوں پر رکھے خاموشی سے "کربلا" جاتے ہیں، یا ماتمی دستے یا سوزخوان بھی ساتھ تابوت، ذوالجناح یا گہوارۂ علی اصغر کی شبیہیں لیے، آنسو بہاتے، سینہ زنی کرتے جاتے ہیں اور کربلا یا قبرستان پہنچ کر قابلِ دفن تعزیوں کو دفن کر دیتے ہیں ورنہ انھیں باقی تبرکات کے ساتھ محفوظ کر کے واپس لے آتے ہیں۔

تعزیہ داری کا سلسلہ ۲۸ - ۲۹ ذی الحجہ سے ۸ ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ پاکستان، کشمیر، نیپال اور افریقہ میں عموماً ۱۰ محرم (روزِ شہادت امام حسین) کو تعزیے دفن کر دیے جاتے ہیں، لیکن ہندوستان کے بعض مقامات پر خصوصاً لکھنؤ میں، یہ سلسلہ ۸ ربیع الاول (روزِ شہادت امام حسن عسکری) کو ختم ہوتا ہے اور "چُپ تعزیہ" (کیونکہ اس کے جلوس میں مکمل خاموشی رہتی ہے) آخری تعزیہ سمجھا جاتا ہے۔ اب پاکستان کے متعدد مقامات پر اسی طرح کے جلوس نکلنے لگے ہیں۔

تعزیہ روضۂ امام حسین کی نسبت سے اور ایک محترم علامت ہونے کے باعث اہل تشیع کے نزدیک غلافِ خانۂ کعبہ اور محملِ مصری کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اسے عقیدت، روایت اور تاریخی حیثیت سے بہت اہم سمجھنے کے باوجود مذہباً اس کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں۔ [1]

ماتم کے متعلق ہم نے شیخ مرتضیٰ حسین فاضل کا مکمل مقالہ درج کر دیا ہے، لیکن اس طویل مضمون میں ماتم کے ثبوت کے متعلق تاریخ طبری اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں۔" پھر بنو عبدالاشہل کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ سب بعد کے تاریخی واقعات ہیں۔

اس باب کی حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو بُرا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے سینہ اور چہرے پر طمانچے لگانا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے ہائے کرنا اور چیخنا چلانا اور وہ تمام کام کرنا جو شیعوں کے ہاں ماتم حسین کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، یہ سب کام حرام ہیں۔

ہم مروجہ ماتم کی حرمت اور ممانعت پر پہلے قرآن مجید سے استدلال کریں گے پھر احادیث پیش کریں گے پھر کتب شیعہ سے استدلال کریں گے اور آخر میں علماء شیعہ کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۶ ص ۴۶۱ - ۴۵۵، مطبوعہ لاہور

مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ ط ان اللہ مع الصٰبرین ٥ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون ٥ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس و الثمرات و بشر الصٰبرین ٥ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ و اولٰئک ھم المھتدون ٥

(بقرۃ: ۱۵۷ — ۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور (احساس) نہیں اور ہم ضرور تم کو کچھ خوف، بھوک اور تمہارے مال جان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے جن کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے بہ کثرت صلوٰۃ اور رحمت (نازل ہوتی ہیں) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یا یھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ۔

(آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔

ان آیات میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت ہے، اور مصیبت کے وقت آواز سے رونا اور چلانا، بال نوچنا، بالوں میں خاک ڈالنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے وائے کرنا اور منہ، سینہ اور زانو پر طمانچے مارنا، یہ تمام کام صبر کے منافی ہیں اور اس کی ضد ہیں اور جب کسی چیز کو فرض قرار دیا جائے تو اس کی ضد حرام ہو جاتی ہے، ان آیات سے صبر کرنا فرض ہوا اور ماتم کرنا جو اس کی ضد ہے وہ حرام ہو گیا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الانسان خلق ھلوعا ٥ اذا مسہ الشر جزوعا ٥ و اذا مسہ الخیر منوعا ٥ الا المصلین ٥ الذین ھم علی صلوٰتھم دائمون ٥

(معارج: ۲۳-۱۹)

بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبرا) پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (بے صبری کا اظہار) کرتا ہے، اور جب اس کو نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت آنے پر بے صبری کا اظہار کرنا مسلمان نمازی کا کام نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا حرام ہے اور مروجہ ماتم بے صبری کا اظہار ہے، اس لیے

مروجہ ماتم حرام ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

واصبر وما صبرك الا بالله ولا تحزن عليهم۔ (نحل: ۱۲۷)

اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہی حاصل ہوگا، اور آپ ان (شہداء احد) پر غمگین نہ ہوں۔

شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقيل المراد لا تحزن على قتلى احد لما اعطاهم الله من الخير[1]

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ شہداء احد پر غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ثواب عطا کیا ہے۔

شیخ فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

وقيل معناه ولا تحزن على قتلى احد فان الله تعالى قد نقلهم الى ثوابه وكرامته۔[2]

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جنگ احد کے شہداء پر رنج نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثواب اور درجات کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی یہی تقریر کی ہے۔[3]

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو احد میں مثلہ کیا گیا (ان کے جسم کے اعضاء کو کاٹا کیا گیا) ——— اور دیگر صحابہ جن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کیا گیا، ان کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کریں اور ان کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت درجات عطا کیے ہیں، اسی طرح شہدائے کربلا جن کو ظلماً قتل کیا گیا، ان کے متعلق بھی صبر کرنا لازم ہے، ان پر ماتم کیا جائے نہ ان کا غم منایا جائے کیونکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ثواب عطا کیا ہے اور بڑے بڑے درجات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

ما اصاب من مصيبة فى الارض ولا فى انفسكم الا فى كتاب من قبل ان نبراها ان ذلك على الله يسير ۝ لكيلا تاسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتكم۔

زمین میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس (مصیبت) کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے یہ اس لیے کہ کوئی چیز

---

[1] شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تفسیر تبیان ج ۶ ص ۴۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۶ ص ۴۰۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۱ھ

[3] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، تفسیر منہج الصادقین ج ۵ ص ۲۳۸، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

(الحدید: ۲۲)

تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس کا رنج نہ کیا کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم۔

(آل عمران: ۱۵۳)

تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا کہ جو (مال غنیمت تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اور (جو مصیبت) تمہیں پہنچی ہے، تم اس پر غمگین نہ ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے چھن جانے اور کسی مصیبت کے پیش آنے سے غمگین نہ ہونا چاہیے۔

شیخ قمی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فاثابکم غما بغم) فاما الغم الاول فالھزیمۃ والقتل واما الغم الاخر فاشراف خالد بن الولید علیھم یقول (لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم) من الغنیمۃ (ولا ما اصابکم) یعنی قتل اخوانھم۔ [1]

(تمہیں ایک غم کے بعد دوسرا غم دیا) پہلا غم جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست اور مسلمانوں کا قتل تھا اور دوسرا غم یہ کہ خالد بن ولید (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) نے خالی درہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، (تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اس پر تم غم نہ کرو) یعنی مال غنیمت کے چلے جانے سے (اور نہ تم پر مصیبت کے پہنچنے سے) یعنی تمہارے مسلمان بھائیوں کے قتل ہونے سے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کسی مصیبت کے آنے پر غم کرنا اور غم منانا اور سوگ کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے اور مصیبت آنے پر ماتم نہ کرنا اور صبر کرنا فرض ہے اور ماتم کرنا اور غم کی مجلسیں قائم کرنا حرام ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پر طمانچے مارے، گریبان چاک کرے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہمارے دین پر نہیں ہے۔

---

[1] شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مؤسسہ دار الکتاب للطباعۃ والنشر قم ایران، ۱۴۰۴ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۳ - ۱۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

⁂

اس حدیث کو امام مسلم[1]، امام ترمذی[2]، امام نسائی[3]، امام ابن ماجہ[4] اور امام احمد بن حنبل[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وقال عمر دعهن يبكين على ابى سليمان ما لم يكن نقع او لقلقة۔[6]

حضرت عمر نے فرمایا ان عورتوں کو حضرت خالد بن ولید پر اس وقت تک رونے سے منع نہ کرو جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں یا آواز نہ نکالیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابى مالك الاشعرى ان النبى صلى الله عليه وسلم قال اربع فى امتى من امر الجاهلية لا يتركونهن الفخر فى الاحساب والطعن فى الانساب والاستسقاء بالنجوم والنياحة وقال النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب۔[7]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار عادتیں جن کو وہ ترک نہیں کرے گی، حسب (خاندانی شرف) پر فخر کرنا، نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا، اور فرمایا: اگر نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے پگھلے ہوئے تانبے اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[8] اور امام احمد[9] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطية قالت بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ علينا ان لا يشركن بالله

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی آپ نے ہم پر یہ آیت تلاوت کی کہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۷۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۹۰، ″ ″ ″ ″

[4] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۳، ″ ″ ″ ″

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۲۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۵، ۴۲۲، ۴۳۲، ۴۵۶، ۳۸۶، ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[7] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۷۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، ″ ″ ″ ، ۱۳۷۵ھ

[8] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[9] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳، ۳۴۲، ۳۴۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

شیئاً ونهانا عن النیاحة۔[1]

کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں۔ اور ہم کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد[2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیة قالت اخذ علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند البیعة ان لا ننوح — الحدیث[4]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

اس حدیث کو امام مسلم[5]، امام ابو داؤد[6]، امام نسائی[7] اور امام احمد[8] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحة والمستمعة۔[9]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی۔

اس حدیث کو امام احمد[10] نے بھی روایت کیا ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال

قرآن مجید میں ہے:

یا ایها النبی اذا جاءك المؤمنات یبایعنك علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادهن ولا یاتین

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں، وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[6] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[7] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۹، ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[8] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، ج ۵ ص ۸۵-۸۴، ج ۶ ص ۴۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[9] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[10] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ببهتان يفترينه بين ايديهن وارجلهن ولا يعصينك فى معروف فبايعهن واستغفر لهن الله ان الله غفور رحيم۔

(ممتحنہ: ١٢)

کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، کوئی خود ساختہ اور جھوٹا بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو ان کو بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں:

فقامت ام حكيم بنت الحارث بن عبد المطلب فقالت يا رسول الله ما هذا المعروف الذى امرنا الله به ان لا نعصيك فيه؟ فقال ان لا تخمشن وجها ولا تلطمن خدا ولا تنتفن شعرا ولا تمزقن جيبا ولا تسودن ثوبا ولا تدعون بالويل والثبور ولا تقمين عند قبر فبايعهن رسول الله صلى الله عليه وسلم على هذه الشروط۔[1]

حضرت ام حکیم بنت الحارث بن عبد المطلب نے کھڑی ہو کر کہا: یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے چہروں پر خراشیں نہ ڈالو، اپنے رخساروں پر تھپڑ نہ مارو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کالے کپڑے نہ پہنو، ہائے وہ مر گیا، ہائے وہ مر گیا نہ چلاؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان شرط پر ان کو بیعت کر لیا۔

شیخ محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال زيد بن اسلم، فيما شرط الا يعصينه فيه ان لا يلطمن ولا يشققن جيبا ولا يدعون بالويل والثبور كفعل اهل الجاهلية وقال ابن عباس فيما شرط ان لا يعصينه فيه النوح۔[2]

زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ طمانچے نہ ماریں، گریبان نہ پھاڑیں، ہائے وہ مر گیا، ہائے وہ مر گیا نہ پکاریں، جیسے زمانہ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط تھی وہ یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں۔

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

قيل عنى بالمعروف النهى عن النوح وتمزيق الثياب وجز الشعر وشق الجيب

ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، گریبان

١٤٠٤ھ

[1] شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ٣٠٧ھ، تفسیر قمی ج ٢ ص ٣٦٢، مطبوعہ موسسۃ دار الکتاب والنشر قم۔ ایران، الطبع الثالث

[2] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ٤٦٠ھ، تفسیر تبیان ج ٩ ص ٥٨٨، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وخمش الوجه والدعاء بالويل [١]

نہ پھاڑیں، چہرے پر خراشیں نہ ڈالیں اور ہائے موت نہ پکاریں۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مفسران در تعریف تغییر معروف در این مقام خلاف کردہ اند (الی قولہ) ابن زید برانیست کہ نوحہ نکنند وجامہ ندرند وموئے نکنند وروئے نخراشند وسر نتراشند وسلیطہ نباشند وشعر نخوانند الخ [٢]

مفسرین کا معروف کی تفسیر میں اختلاف ہے ابن زید کی روایت یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، چہرہ مت نوچیں، بال نہ کاٹیں زبان درازی نہ کریں، شعر نہ پڑھیں۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر نہج البلاغۃ سے استدلال

علماء شیعہ کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر، مستند اور صحیح کتاب نہج البلاغہ ہے اس میں لکھا ہے:

حضرت علی نے فرمایا:

وقال عليه السلام ينزل الصبر على قدر المصيبة ومن ضرب يده على فخذه عند مصيبته حبط عمله [٣]

(ملفوظ نمبر: ۱۴۴)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر مصیبت نازل کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل ضائع کر دیا جاتا ہے۔

شیخ ابن میثم بحرانی اسی ملفوظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومن قصر في الاستعداد لحصول هذه الفضيلة وارتكب ضدها وهو الجزع حبط اجره وهو ثوابه على الصبر وكنى عن الجزع بما يلزمه في العادة من ضرب اليدين على الفخذين وقيل بل يحبط ثوابه السابق لان شدة الجزع يستلزم كراهية قضاء الله وسخطه وعدم الالتفات الى ما وعد به من ثواب الصابرين وهو معد لمحو الحسنات من لوح النفس وستره

جس شخص نے صبر کو حاصل کرنے کی صلاحیت میں کمی کی اور اس کی ضد یعنی بے صبری کو اختیار کیا تو اس کو صبر کرنے کا ثواب نہیں ملے گا، بے صبری کو زانوؤں پر ہاتھ مارنے سے تعبیر فرمایا، کیونکہ انسان کی عادت سے وہ بے صبری کے وقت اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ بے صبری کا اظہار کرنے سے اس کا پہلا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ زیادہ بے صبری کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی قضا کو ناپسند کرنے

---

[١] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۴۱۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران

[٢] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۹ ص ۲۵۰، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

[٣] نہج البلاغہ مع فارسی ترجمہ ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

مایلزمها من ثواب الآخرۃ[1]

اور اس پر ناراض ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کی طرف التفات نہ کرنے کو مستلزم ہے اور وہ نیکیوں کے مٹنے اور ان پر اخروی ثواب کے مٹنے کو مستلزم ہے۔

(ابن میثم کی ترتیب اور تعداد کے اعتبار سے یہ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ہے)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ومن اصبح یشکو مصیبۃ نزلت بہ فقد اصبح یشکو ربہ۔[2]

(ملفوظ: ۲۱۳)

جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس نے اپنے رب کی شکایت کی۔

شیخ ابن میثم اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شکوی المصیبۃ ویلزمها الشکوی من اللہ لان اللہ تعالیٰ هو المبتلی بها۔[3]

مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے، کیونکہ اس مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال

شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قلت لہ ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل والعویل ولطم الوجہ والصدر وجز الشعر من النواصی ومن اقام النواحۃ فقد ترک الصبر واخذ فی غیر طریقہ ومن صبر واسترجع وحمد اللہ عز وجل فقد رضی بما صنع اللہ ووقع اجرہ علی اللہ ومن لم یفعل ذلک جری علیہ القضاء وهو ذمیم واحبط اللہ تعالیٰ اجرہ۔[4]

ابوجعفر علیہ السلام کہتے ہیں میں نے پوچھا: جزع (بے صبری) کیا ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ بے صبری یہ ہے کہ آدمی چلائے ہائے وہ مر گیا، اور سینہ اور چہرے پر تھپیڑ مارے اور پیشانی سے بال نوچے اور جس شخص نے نوحہ کیا اس نے صبر ترک کیا اور اس کے خلاف طریقہ کو اپنایا اور جس نے صبر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے کام پر راضی رہا اس کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اجر ثابت ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پوری ہو گی اور وہ مذموم

---

[1] شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۳۰۳-۳۰۴، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران، ۱۳۸۴ھ

[2] نہج البلاغۃ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۵۴، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

[3] شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۳۴۵، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران، ۱۳۸۴ھ

[4] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۲-۲۲۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ

ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا۔

علی اکبر غفاری نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حسین صلوٰت اللہ علیہ پر ماتم کرنا اس حدیث سے مستثنیٰ ہے۔[1]

علی اکبر غفاری کا یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی استثناء نہیں ہے، نہ قرآن مجید اور نہ نہج البلاغہ میں کوئی استثناء ہے نہ دیگر احادیث شیعہ میں کوئی استثناء ہے، نیز علی اکبر غفاری نے اسی حاشیہ میں ملا مجلسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "ماتم کرنا صبر کامل کے منافی ہے اس سے ماتم کے جواز کی نفی نہیں ہوتی" علی اکبر کی یہ توجیہ بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ماتم کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال صرف کفر سے ضائع ہوتے ہیں نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ناراض ہو اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے! اس پر مزید گفتگو ان شاء اللہ ہم اس بحث کے آخر میں کریں گے۔

نیز شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ۔[2]

ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا ینبغی الصیاح علی المیت ولا تشق الثیاب۔[3]

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کو میت پر چلانا نہیں چاہیے اور نہ کپڑے پھاڑنا چاہیے۔

عن ابی الحسن الاول علیہ السلام قال: قال: ضرب الرجل یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ۔[4]

ابو الحسن اوّل علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت کے وقت کسی شخص کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا اس کے اجر کو ضائع کرنا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا یصلح الصیاح علی المیت ولا ینبغی ولکن الناس لا یعرفونہ والصبر خیر۔[5]

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میت پر چلانا نہیں چاہیے، لیکن لوگ اس مسئلہ کو نہیں جانتے اور صبر کرنے میں خیر ہے۔

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ ھ الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ

[2] " " " " ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۴ ۔ " " " "

[3] " " " " ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵ ، " " " "

[4] " " " " ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵ ، " " " "

[5] " " " " ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۶ ، " " " "

ابو جعفر محمد بن علی قمی روایت کرتے ہیں:

وقال علیه السلام ان البلاء والصبر یستبقان الی المؤمن فیاتیه البلاء وهو صبور وان الجزع والبلاء یستبقان الی الکافر فیاتیه البلاء وهو جزوع۔ [1]

صادق علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مومن کی طرف سبقت کرتے ہیں جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کافر کی طرف سبقت کرتے ہیں، اس پر مصیبت آتی ہے دراں حالیکہ وہ بے صبری کر رہا ہوتا ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

روایت کردہ است از امام محمد النقی (ع) کہ امیر المومنین (ع) فرمود روزے من و فاطمہ (ع) بخدمت حضرت رسول (ص) رفتیم و آنحضرت بسیار میگریست عرض کردم پدر و مادرم فدائے تو باد یا رسول اللہ چہ چیز سبب گریہ تو شدہ است؟ فرمود یا علی شبے کہ مرا بآسمان بردند زنے چند از امت خود را در عذاب شدید دیدم و گریہ من برائے ایشانست (الی قولہ) آنکہ بصورت سگ بود و آتش در دبرش مے کردند و او خوانندہ و نوحہ کنندہ و حسود بودہ۔ [2]

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز میں اور فاطمہ علیہا السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور آں حضرت بہت رو رہے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ کے اس رونے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا اے علی! جس رات مجھے آسمان پر لے گئے میں نے اپنی امت کی چند عورتوں کو شدید عذاب میں مبتلاء دیکھا اور میرا رونا انہی کی وجہ سے ہے (پھر آپ نے ان عورتوں کے بیان میں فرمایا:) جو عورت کتے کی صورت میں تھی اور اس کی دبر (پاخانے کی جگہ) میں آگ ڈال رہے تھے وہ چلانے والی، نوحہ (ماتم) کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام حکیم دختر حارث بن ہشام کہ زن عکرمہ پسر ابوجہل بود گفت یا رسول اللہ آں کدام معروفست کہ خدا گفتہ است ما معصیت تو در آں نکنیم حضرت فرمود در

عکرمہ بن ابوجہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ ہم اس میں

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ایران

[2] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۲۔ مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران ایران

معصیتہا طپانچہ بر روئے خود مزنید و روئے خود را مخراشید و موئے خود را مکنید و گریبان خود را چاک مکنید و جامہ خود را سیاہ مکنید و واویلا مگوئید پس برایں شرطہا حضرت با ایشان بیعت کرد۔[1]

آپ کی نافرمانی نہ کریں، حضرت نے فرمایا مصیبت میں اپنے چہرے پر طمانچے نہ مارو، چہرے کو نہ چھیلو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان کو چاک نہ کرو، اپنے کپڑوں کو سیاہ نہ کرو، واویلا (ہائے مرگیا) نہ کرو پس ان شرطوں پر آپ نے ان عورتوں سے بیعت لے لی۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق (ع) روایت کردہ است کہ حضرت رسول (ص) فرمود چہار خصلت بد ہمیشہ در امت من خواہد بود تا روز قیامت۔

اوّل: فخر کردن بحسبہائے خود، دوم طعن کردن نسبہا، سوم آمدن باراں را از اوضاع کواکب دانستن و اعتقاد بعلم نجوم داشتن، چہارم نوحہ کردن و بدرستیکہ اگر نوحہ کنندہ توبہ نکند پیش از مردنش چوں روز قیامت مبعوث شود جامہ از مس گداختہ و جامہ از جرب بر او پوشانند۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں چار بری عادتیں ہمیشہ قیامت تک رہیں گی۔

پہلی: اپنے حسب میں فخر کرنا، دوسری نسب میں طعن کرنا، تیسری: بارش آنے کا سبب ستاروں کو جاننا اور علم نجوم پر اعتقاد رکھنا، چوتھی: نوحہ (ماتم) کرنا اور اگر نوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو جب اس کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا تو اس کو پگھلے ہوئے تانبے کا — اور خارش کا لباس پہنایا جائے گا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

فرات بن ابراہیم بسند معتبر از جابر انصاری روایت کردہ است کہ رسول خدا (ص) در مرض آخر خود با حضرت فاطمہ (ع) گفت (الی قولہ) و بداں اے فاطمہ کہ برائے پیغمبر گریبان نمے باید درید و رو نمے باید خراشید و واویلا نمے باید گفت و لیکن بگو آنچہ پدر تو در وفات ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشماں مے گرید و دل

فرات بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ حضرت جابر انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں حضرت فاطمہ علیہا السلام سے (چند نصیحت کے کلمات کے بعد) فرمایا: اے فاطمہ جان لو کہ پیغمبر کے لیے گریبان پھاڑنا نہیں چاہیے، اور چہرہ نہیں چھیلنا چاہیے اور

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۶۰، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

[2] 〃 〃 〃 حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۸، 〃 〃 〃 〃

بدرد مے آید[1]

واویلا نہیں کہنا چاہیے، لیکن وہ کہو جو تمہارے والد نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے موقع پر کہا تھا کہ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں درد ہے۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام محمد باقر (ع)۔ روایت کردہ است کہ حضرت رسول (ص)، در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ (ع) فرمود ای فاطمہ چوں بمیرم روئے خود را برائے من مخراش و گیسوئے خود را پریشان مکن و وا ویلا مگو و نوحہ گراں را مطلب۔[2]

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا اے فاطمہ جب میں وفات پا جاؤں تو میرے لیے اپنے چہرے کو نہ چھیلنا، اپنے بالوں کو نہ بکھیرنا اور واویلا ہائے موت، نہ کہنا اور نوحہ (ماتم) کرنے والوں کو نہ بلانا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر و ضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

چون خروش لشکر مخالفان بلند شد زینب خاتون خواہر جناب امام حسین علیہ السلام بخدمت آن حضرت آمد دید کہ آن امام مظلوم سر بر زانوی اندوہ گذاشتہ بخواب رفتہ است گفت ای برادر این صداہای اہل جور و جفا را نشنیوی؟ حضرت سر برداشت و فرمود کہ اے خواہر در اینوقت بخواب دیدم جدم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و پدرم علی مرتضےٰ و مادرم فاطمہ زہرا و برادرم حسن مجتبیٰ را کہ بنزد من آمدند و گفتند ای حسین تو در این زودی بنزد ما خواہی آمد چون زینب خاتون این خبر وحشت اثر را شنید طپانچہ بر روی خود زد و فریاد وا ویلاہ بلند کرد حضرت فرمود کہ ای خواہر گرامی ویل و عذاب برای تو نیست برای دشمنان تست صبر کن و بزودی دشمنان را بر ما شاد مگردان[3]

جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب حضرت امام حسین کے پاس آئیں دیکھا کہ امام حسین سوئے ہوئے ہیں، کہا اے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے ہیں؟ حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا: اے بہن میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد حضرت علی مرتضےٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حضرت حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے۔ اور کہا اے حسین تم بہت جلد ہمارے پاس آرہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو انہوں نے اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بلند آواز سے واویلا کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری معزز بہن ویل اور عذاب تم

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۰، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

[2] 〃 〃 ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۰ ، 〃 〃

[3] 〃 〃 ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۴۹ ، 〃 〃 ۱۳۸۹ھ

پر نہیں ہے، تمہارے دشمنوں پر ہے تم صبر کرو اور اس قدر جلد ہمارے دشمنوں کو ہم پر خوش نہ کرو۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

وفرمود کہ ای خواہر با جان برابر حلم و بردباری پیشہ خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و بر قضای حق تعالی صبر کن و فرمود کہ اگر می گذاشتند مرا با استراحت خود را بہلکہ نمی افگندم زینب خاتون گفت این بیشتر دل ما را مجروح می گرداند کہ راہ چارہ از تو منقطع گردیدہ و بضرورت شربت ناگوار مرگ را مینوشی و ما را غریب و بیکس و تنہا درمیان اہل نفاق و شقاق می گذاری پس دستہای خود را بلند کرد و گلگونہ خود را خراشید و مقنعہ را از سر کشید و گریبان طاقت چاک کرد و بے ہوش افتاد آن امام غریب برخواست و آب بر روی خواہر گرامی خود پاشید چون بہوش باز آمد گفت ای خواہر نیک اختر از خدا بترس و بقضای حق تعالی راضی شو و بدانکہ ہمہ اہل زمین شربت ناگوار مرگ را می چشند و اہل آسمان باقی نمی مانند و بجز ذات مقدس حق تعالی ہمہ چیز در معرض زوال و فنا است او ہمہ را میمیراند و بعد از مردن مبعوث می گرداند و او منفرد است در بقا و برادر و مادر من شہید شدند و ہمہ از من بہتر بودند و حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ اشرف خلائق بود در دنیا نماند و بسرای باقی رحلت فرمود و بسیاری از این مواعظ پسندیدہ برای آن نور دیدہ بیان فرمود پس وصیت فرمود کہ ای خواہر گرامی ترا سوگند میدہم کہ چون من از تیغ اہل جفا بعالم بقا رحلت نمایم گریبان چاک مکنید و رو مخراشید و واویلاہ مگریید۔ [1]

حضرت امام حسین نے حضرت زینب سے فرمایا: اے میری بہن میری جان کے برابر، حلم اور بردباری کو اختیار کریں اور اپنے اوپر شیطان کو قبضہ نہ دیں، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کریں اور فرمایا اگر یہ لوگ مجھ کو آرام سے رہنے دیتے تو میں ہلاکت کو اختیار نہ کرتا، حضرت زینب نے کہا اس بات سے تو ہمارا دل زیادہ زخمی ہوتا ہے کہ آپ کے لیے اب کوئی چارۂ کار نہیں ہے اور مجبوری کی وجہ سے ناپسندیدہ موت کا شربت پی رہے ہیں، اور ہم کو ملعونین اور منافقین کے درمیان بے یار و مددگار تنہا مسافرت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں، حضرت زینب نے ہاتھ بلند کر کے رخسار نوچنا شروع کیا اور دوپٹہ سر سے اتار دیا، گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو گئیں، امام نے اپنی بہن پر پانی چھڑکا اور ان کو ہوش میں لائے اور جب وہ ہوش میں آگئیں تو فرمایا: اے بہن خدا سے ڈرو، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو اور یہ جان لو کہ تمام زمین والوں نے ایک دن مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے، سوا اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کو فنا ہے وہ سب کو مارے گا اور مارنے کے بعد پھر زندہ کرے گا وہ باقی رہنے میں منفرد ہے، میرے بھائی اور ماں جو مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے افضل تھے وہ بھی دنیا میں نہ رہے، اور دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے، اور اپنی بہن کو بہت نصیحتیں کیں اور

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ

یہ وصیت کی کہ اسے میری معزز بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور واویلاہ نہ کرنا۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

از حضرت صادق منقولست کہ چون صبح آن روز میشوم طالع شد آن امام مظلوم با اصحاب خود نماز صبح ادا کرد و بعد از نماز رو بجانب اصحاب سعادت مآب خود گردانید و فرمود کہ گواہی می دہم کہ امروز ہمہ شما شہید خواہید شد بغیر از علی بن الحسین پس از خدا بترسید و صبر کنید تا بسعادت فایز گردید و از مشقت و مذلت دنیای فانی رہائی یابید۔[1]

حضرت امام صادق سے منقول ہے جب اس منحوس دن کی صبح طلوع ہوئی تو امام مظلوم نے اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آج علی بن الحسین کے سوا تم تمام شہید ہو جاؤ گے، پس خدا سے ڈرنا اور صبر کرنا تاکہ سعادت پر فائز ہو اور دنیا کی مشقت اور مذلت سے رہائی پاؤ۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس سکینہ دختر آن حضرت مقنعہ از سر کشید و گفت اے پدر بزرگوار تن بمرگ دادہ و مارا بہ کہ میگذاری آن امام مظلوم گریست و فرمود اے نور دیدۂ من ہر کہ یاوری ندارد یقین مرگ را بر خود قرار میدہد ای دختر یاور ہمہ کس خدا است و رحمت خدا در دنیا و عقبیٰ از شما جدا نخواہد شد صبر کنید بر قضائے خدا شکیبائی ورزید کہ بزودی دنیا فانی منقضی میگردد و نعیم ابدی آخرت زوال ندارد۔[2]

پھر آپ کی صاحبزادی حضرت سکینہ نے دوپٹہ سر سے اتارا اور کہا اے ابا جان! آپ مرنے کے لیے جا رہے ہیں مجھ کو کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں، امام مظلوم روئے اور فرمایا! اے نور چشم جس کا مددگار نہیں ہوتا وہ یقین اپنے لیے موت سمجھ لیتا ہے، اے بیٹی ہر شخص کا خدا مددگار ہوتا ہے، دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت تم سے جدا نہیں ہوگی، ـــــــــــ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا، اور صبر کو اختیار کرنا، عنقریب دنیا فانی ختم ہو جائے گی اور آخرت کی ابدی نعمتوں کو زوال نہیں ہوگا۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس دیگر بار اہل بیت رسالت و پردگیان سرادق عصمت و طہارت را وداع نمود و ایشان را

پھر دوسری بار اہل بیت رسالت اور خاندان اہل طہارت کو آپ نے الوداع کہا اور ان کو صبر اور

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۴۵۵، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ

[2] ،، ،، ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۰۵، ،، ،، ، ،،

بصبر و شکیبائی امر فرمودہ و بوعدۂ مثوبات غیر متناہی الٰہی تسکین داد و فرمود کہ چادرہا بر سر گیرید و آمادۂ لشکر مصیبت و بلا گردید و بدانید کہ حق تعالٰی حافظ و حامی شما است و شما را از شر اعدا نجات میدہد و عاقبت شما را بخیر میگرداند و دشمنان شما را بانواع بلاہا مبتلا می سازد و شما را بعوض این بلاہا در دنیا و عقبیٰ بانواع نعمتہا و کرامتہا می نوازد و زینہار کہ دست از شکیبائی بر مدارید و کلام ناخوشی بر زبان میاورید کہ موجب نقص ثواب شما گردد۔ [1]

اور ضبط کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اجر و ثواب کے ساتھ تسلی دی، اور فرمایا کہ اپنے سر پر چادر رکھو، اور رنج و مصیبت کے لشکر کے لیے تیار ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور حافظ ہے وہ تم کو دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور تمہاری آخرت اچھی کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو مختلف بلاؤں میں مبتلا کرے گا، اور تم کو دنیا کی ان مصیبتوں اور بلاؤں کے عوض آخرت میں عزت اور اجر سے نوازے گا، خبردار صبر کا دامن نہ چھوڑنا اور بے صبری کا کلام زبان پر نہ لانا اس سے تمہارے اجر و ثواب میں کمی ہوگی!

صبر و ضبط کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی یہ آخری نصیحت تھی جو ماتم کی حرمت کے لیے نص قطعی ہے، اس کے بعد آپ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

نوحہ کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے جوابات

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حمزہ پر نوحہ کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں:

وبكت الانصار على قتلاهم فسمع ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لكن حمزة لا بواكي له فجاء نساء الانصار الى باب رسول الله صلى الله عليه وسلم فبكين على حمزة فدعا لهن رسول الله صلى الله عليه وسلم وامرهن بالانصراف، فهن الى اليوم اذا مات الميت من الانصار بدأ النساء فبكين على حمزة ثم بكين على ميتهن۔ [2]

انصار کی خواتین اپنے مقتولوں (شہداء احد) پر رو رہی تھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین ـــــ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئیں، اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا واپس جائیں، سو آج تک ان کا یہ معمول ہے کہ جب انصار میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو ان کی خواتین پہلے حضرت حمزہ پر روتی ہیں، پھر اپنی میت پر روتی ہیں۔

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۶۰۵، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

اس روایت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔

(۲)۔ اس روایت میں صرف رونے کا ذکر ہے، اور یہ مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے مروجہ ماتم میں بلند آواز سے گریہ کرنا، سینہ پیٹنا، بال بکھیرنا اور گریبان چاک کرنا شامل ہیں، ان چیزوں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام طبری لکھتے ہیں:

عن اشیاخ من بنی سلمۃ (الی قولہ) ومر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدار من دور الانصار من بنی عبد الاشہل و بنی ظفر فسمع البکاء والنوائح علی قتلاہم فذرفت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبکی ثم قال لکن حمزۃ لا بواکی لہ فلما رجع سعد بن معاذ واسید بن حضیر الی دار بنی عبد الاشہل امرا نساءھم ان یتخرمن ثم یذھبن فیبکین علی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1]

بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے روایت ہے کہ انصار کے گھروں میں سے بنو عبد الاشہل اور بنو ظفر کے گھر کے پاس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گزرے، آپ نے ان کے مقتولوں پر رونے اور نوحہ کرنے کی آوازیں سنیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے رو کر فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، جب حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر، بنو عبد الاشہل کے گھر لوٹے تو انھوں نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر جائیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم پر روئیں۔

اس روایت کے بھی حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ واقعہ بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے مروی ہے، جن کا نام نہیں بیان کیا گیا، سو یہ مجہول روایت ہے اور مجہول روایت حجت نہیں ہوتی۔

(۲)۔ اس مجہول روایت میں بھی صرف رونے کا ذکر ہے، اس میں سینہ زنی، بال بکھیرنے اور گریبان چاک کرنے کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا یہ مجہول روایت بھی مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے اس وقت نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا، اس کے بعد منع کر دیا گیا۔

اس بات پر دلیل کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بنساء عبد الاشہل یبکین ھلکاھن یوم احد فقال رسول اللہ صلی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنو عبد الاشہل کی خواتین کے پاس سے گزرے جو جنگ احد کے شہداء پر رو

---

[1] امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ ھ تاریخ الامم الملوک ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت

الله عليه وسلم لكن حمزة لا بواكي له فجاء نساء الانصار يبكين حمزة فاستيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ويحهن ما انقلبن بعد مرهن فلينقلبن ولا يبكين على هالك بعد اليوم [1]

رہی تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین آئیں اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ نے فرمایا ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک واپس نہیں گئیں، ان سے کہو کہ واپس چلی جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر گریہ نہ کریں۔ (آواز سے نہ روئیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [2]

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ [3]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نوحہ کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کی پھوپھی کو نوحہ کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اس وقت حرام ہے جب رخساروں پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہ اُحد کا واقعہ ہے، آپ نے اُحد میں فرمایا تھا کہ حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں لیکن پھر آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس پر وعید بیان کی، — امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عبد الاشہل کی عورتوں کے پاس سے گزرے جو جنگ اُحد کے شہداء پر رو رہی تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک گئی نہیں، ان سے کہو جائیں اور آئندہ کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔ [4]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ [5]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۰، ۹۲، ۸۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[4] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[5] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ظاہر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں" اس سے حضرت حمزہ کی مصیبت پر افسوس کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی مسافرت اور غربت کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں تھا، انصار جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کرتے تھے، انھوں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر خواتین گریہ کریں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی اطاعت اور رضا جوئی کو دیکھ لیا تو آپ نے اس سے منع کر دیا تاکہ اس گریہ سے نوحہ (ماتم) کا راستہ نہ نکل آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے نوحہ کرنے کو منسوخ کر دیا۔ [1]

چہرہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب ! !

قرآن مجید میں ہے:

وبشروہ بغلام علیم ○ فاقبلت امرأتہ فی صرۃ فصکت وجہہا وقالت عجوز عقیم۔

(ذاریات: ۲۹-۲۸)

فرشتوں نے ابراہیم کو ایک ذی علم بیٹے (اسحاق) کی ولادت کی بشارت دی، تو ان کی بیوی فریاد کرتی ہوئی آئیں پھر (تعجب سے) اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بوڑھی بانجھ (کے لڑکا ہوگا؟)

نیز قرآن مجید میں ہے:

وامرأتہ قائمۃ فضحکت فبشرنہا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب ○ قالت یویلتی ءالد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا ط ان ھذا لشیء عجیب ○ قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت ط انہ حمید مجید ○

(ہود: ۷۱ — ۷۳)

اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں تو ہم نے ان کو اسحاق کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی، سارہ نے کہا ہائے افسوس! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے ابراہیم کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا، بزرگی والا۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ ذاریات کی آیت میں حضرت سارہ کے منہ پیٹنے کا بیان ہے اور سورۂ ہود کی آیت میں یا ویلتیٰ اے افسوس کہنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہائے افسوس کہہ کر منہ پیٹنا جائز ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں سرے سے ماتم کی اصل نہیں ہیں، کیونکہ ماتم غم، افسوس اور کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے اور یہ افسوس کا موقع نہیں خوشی کا موقع تھا کیونکہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو ذی علم بیٹے کی ولادت کی بشارت دی

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۳-۱۲۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سارہ اس وقت ہنس رہی تھیں، باقی ان کا چہرہ پر ہاتھ مارنا حیاء کی وجہ سے چہرا چھپانے کے لیے تھا کیونکہ جس عورت کے اں پہلی بار ولادت ہونی ہو اس کے سامنے ولادت کا تذکرہ چھڑ جائے تو اس کو حیاء آتی ہے یا انھوں نے تعجب کی بناء پر ماتھے پر ہاتھ مارا اور ان کا یا ویلتیٰ کہنا بھی مصیبت پڑنے کی وجہ سے کہنا نہیں تھا، بلکہ انھوں نے اظہار تعجب کے لیے یہ کلمہ کہا۔

شیخ قمی لکھتے ہیں:

(فصکت وجھھا) ای غطتہ بما بشرھا جبرائیل۔[1]

حضرت سارہ کے چہرے پر ہاتھ مارنے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے (حیاء سے) ہاتھوں سے چہرہ کو چھپا لیا۔

شیخ ابو جعفر طوسی لکھتے ہیں:

ضربت وجھھا تعجبا۔[2]

حضرت سارہ نے تعجب سے اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا۔

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

جمعت اصابعھا فضربت جبینھا تعجبا عن المقاتل والکلبی[3]

یعنی حضرت سارہ نے تعجب سے انگلیوں کو جمع کر کے اپنی پیشانی پر مارا، یہ مقاتل اور کلبی کا قول ہے۔

ملا فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مقاتل و کلبی گفتہ اند کہ انگشتہا را جمع کرد و بر ہر دو جبین خود زد و ایں عادت زناں است در وقتیکہ تعجب کنند و گویند کہ در ایں حال کہ ایں مژدہ شنید، حیض در خود یافت و بجہت حیاء طپانچہ بر روئے خود زد[4]

مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ نے اپنی انگلیوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی پیشانی پر مارا، اور یہ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ تعجب کے وقت ایسا کرتی ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے جس وقت یہ خوش خبری سنی ان کا حیض جاری ہو گیا اور انھوں نے شرم کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ علماء کی تفسیر کے مطابق حضرت سارہ نے ولادت کی بشارت سن کر حیاء سے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا یا عورتوں کی عادت کے مطابق تعجب سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا یا اس

---

[1] شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۰، مطبوعہ مؤسسۃ دار الکتاب للنشر قم ایران، ۱۴۰۴ھ

[2] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، التبیان ج ۹ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۲۳۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۲ھ

[4] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۹ ص ۲۳، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

وقت ان کا حیض جاری ہو گیا تھا تو شرم کی وجہ سے انھوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، بہرحال کسی صورت میں بھی حضرت سارہ کا اپنے چہرے پر ہاتھ مارنا کسی مصیبت پر غم اور افسوس کے اظہار کے لیے نہیں تھا حتیٰ کہ ان کا یہ فعل مروجہ ماتم کی اصل بن سکے۔ ماتم موت کی خبر سن کر کیا جاتا ہے بچہ کی ولادت کی خبر سن کر ماتم نہیں کیا جاتا۔!

زانو پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ و فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فقال الا تصلیان فقلت یا رسول اللہ انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف حین قلت ذلک ولم یرجع الی شیئا ثم سمعتہ وھو مول یضرب فخذہ و ھو یقول وکان الانسان اکثر شیء جدلا۔[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھ جاتے ہیں، سو جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سُنا درآں حالیکہ آپ واپس جا رہے تھے اور اپنے زانو پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور آپ نے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا، اس سے زانو پیٹنا اور مصیبت کے وقت ماتم کرنا ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت اور موت کے وقت قرآن مجید، نہج البلاغہ، احادیث اہل سنت اور احادیث اہل شیعہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف انا للہ و انا الیہ راجعون کہنے کی اجازت دی ہے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور زانو پیٹنے یا سینہ زنی کرنے یا منہ پر طمانچے مارنے کو حرام کر دیا ہے، اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت آپ نے زانو پر ہاتھ نہیں مارا بلکہ حضرت علی کے اس برجستہ جواب پر تعجب سے زانو پر ہاتھ مارا یا اس جواب کو ناپسند کرتے ہوئے افسوس سے زانو پر ہاتھ مارا، یہ کوئی موت یا مصیبت کا وقت نہیں تھا حتیٰ کہ زانو پر ہاتھ مارنا بے صبری کا اظہار قرار دیا جائے اور اس کو مروجہ ماتم کی اصل قرار دیا جائے اور جب کہ نہج البلاغہ میں حضرت علی کا یہ ارشاد صراحۃً موجود ہے:

وضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبتہ

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زانو

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

حبط عمله۔[1] پر ہاتھ مارا تو اس کا عمل ضائع کر دیا جائے گا۔

تو پھر صحیح بخاری کی اس حدیث سے ماتم کا جواز کیونکر کشید کیا جائے گا جس میں مصیبت کے وقت زانو پر ہاتھ مارنے کا ذکر نہیں ہے اور اگر بالفرض اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت زانو پیٹنے کا اور بے صبری کے اظہار کا ذکر ہوتا تو ہم قرآن مجید کی ان بہ کثرت آیات اور دیگر احادیث صحیحہ وافرہ کے مقابلہ میں اس حدیث کو ترک کر دیتے جن میں صبر کرنے کو فرض اور بے صبری کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے، جب کہ شیعہ حضرات کے نزدیک نہج البلاغہ صحیح بخاری سے زیادہ معتبر ہے تو وہ نہج البلاغہ پر عمل کریں اور صحیح بخاری سے تعرض نہ کریں۔

سینہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا مؤطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن عبد الله الخراسانی عن سعید بن المسیب انه قال جاء اعرابی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم یضرب نحره وینتف شعره ویقول هلك الابعد فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم وما ذلك قال اصبت اهلی وانا صائم فی رمضان فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم هل تستطیع ان تعتق رقبة قال لا قال فهل تستطیع ان تهدی بدنة قال لا قال فاجلس فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم بعرق من تمر فقال خذ هذا فتصدق به فقال ما احد احوج منی یا رسول الله فقال کله وصم یوما مکان ما اصبت[2]

سعید بن مسیب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ وہ اپنے سینہ پر تھپیڑ مار رہا تھا اور اپنے بال نوچ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا کیا تم ایک اونٹ صدقہ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر بیٹھو، اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھجوروں کا ٹوکرا آیا، آپ نے فرمایا لو اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ تو کوئی ضرورت مند نہیں ہے، آپ نے فرمایا ان کو کھا لو، اور تم نے جو روزہ توڑا اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھ لینا۔

---

[1] نہج البلاغہ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۳۹ ھ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ ھ، موطا امام مالک ص ۲۳۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور

اس حدیث میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ زنی کرنے کا ذکر ہے اور یہی ماتم ہے۔

اس استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ ماتم کے حرام ہونے پر قرآن مجید کی آیت "اصبروا" صبر کرو سے استدلال کیا گیا ہے اور ماتم کرنا صبر کی ضد ہے اور کسی شئی کا امر کرنا اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، لہٰذا از روئے قرآن ماتم حرام ہوا اور مؤطا امام مالک کی یہ مرسل روایت قرآن مجید سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(۲)۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں بھی یہ واقعہ سند صحیح سے مذکور ہے، لیکن ان میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ پر تھپیڑ مارنے کا ذکر نہیں ہے، اور امام مالک نے اس اضافہ کا سند منقطع سے ذکر کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والے سعید بن مسیب ہیں اور یہ تابعی ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے، لہٰذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں یہ منقطع روایت غیر معتبر ہے۔

(۳)۔ احادیث صحیحہ میں بال نوچنے اور تھپیڑ مارنے سے منع کیا ہے، اور اس منقطع روایت سے اس کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴)۔ اس منقطع روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے زیادتی کی اور ظلم کیا اس نے بعد میں پچھتاوے اور افسوس سے سینہ زنی کی اور بال نوچے اگر یہی روایت مروجہ ماتم کی اصل ہو تو لازم آئے گا کہ کربلا میں امام حسین اور ان کے رفقاء کو ظلماً شہید کرنے والے یہی شیعان علی تھے اور بعد میں افسوس اور پچھتاوے سے نسلاً بعد نسل اپنے بال نوچتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہیں کہ ہائے ہم نے یہ ظلم کیوں کیا! نیز جلاء العیون میں ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم نے قاتلین حسین اہل کوفہ کو ان کے ظلم پر لعنت ملامت کی تو انھوں نے غم اور افسوس سے واویلا کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے، بالوں پر خاک ڈالی اور زبردست ماتم کیا (جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۲ - ۵۹۵ طبع تہران) سو یہ ماتم کرنے والے انھی کی نسل ہیں۔

زانو، رخسار اور سینہ پیٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تاریخ سے استدلال اور اس کا جواب

ملا معین کاشفی لکھتے ہیں:

در روایتے آنست کہ طلاقش	ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
داد و چوں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ	علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی، جب
عنہ ایں معنی معلوم کرد خاک برسر ریخت	امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں

و فغان بر آوردند۔ ۱

نے سر پر خاک ڈالی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و از غرائب روایات ست کہ در معارج النبوۃ آوردہ کہ آواز شیطان بقتل محمد صلے اللہ علیہ وسلم ندائے کرد بمدینہ رسید در خانہائے مدینہ نیز شنیدند و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں ایں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیرون دوید و میگریست و ہم زنان ہاشمیہ می نالیدند ۲

معارج النبوۃ میں ایک انتہائی عجیب روایت ذکر کی گئی ہے کہ شیطان نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل ہونے کی ندا کی، یہ آواز مدینہ اور مدینہ کے گھروں تک پہنچی، حضرت فاطمہ زہرا نے جب یہ آواز سنی تو سر پیٹتی ہوئی باہر آئیں، آپ رو رہی تھیں اور ہاشمی خواتین بھی رو رہی تھیں۔

یہ غیر مستند روایت ہے، اور اس کی سند مذکور نہیں ہے، شیخ دہلوی نے اس کو معارج النبوۃ سے نقل کیا ہے اور اس میں رطب و یابس موجود ہے، یہ حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عن عبادة بن الزبير قال سمعت عائشة تقول مات رسول الله صلى الله عليه وسلم بين سحري و نحري و في دوري و لم اظلم فيه احدا فمن سفهي وحداثة سني ان رسول الله قبض و هو في حجري ثم وضعت راسه على وسادة و قمت القدم مع النساء واضرب وجهي ۳

عباد بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے میرے حجرہ میں فوت ہوئے اور میں نے اس میں کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اس وقت میری نادانی اور کم عمری کی بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری گود میں فوت ہوئے، میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھا اور عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی اور اپنے منہ پہ طمانچے مارتی تھی۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

واقامت عائشة عليه النوح فنهاهن عن البكاء عمر فأبين ان ينتهين فقال لهشام بن الوليد ادخل فاخرج الى ابنة

حضرت ابوبکر کے انتقال پر حضرت عائشہ نے نوحہ کرنے والیوں سے نوحہ کرایا، حضرت عمر نے ان کو رونے سے منع کیا وہ نہیں رکیں، حضرت عمر

۱۔ المعین الحاج محمد فراہی (المعروف بملا مسکین) متوفی ۹۵۴ھ، معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۹۲، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۲ھ

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۳۔ امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۴۲، مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت

ابی قحافة اخت ابی بکر فقالت عائشة لهشام حین سمعت ذلك من عمر انی احرج علیك بیتی فقال عمر لهشام ادخل فقد اذنت لك فدخل هشام فاخرج الیه ام فروة بنت ابی قحافة فعلاها بالدرة ضربات فتفرق النوح حین سمعت ذلك [1]

نے ہشام سے کہا جاؤ حضرت ابوبکر کی بہن کو میرے پاس لاؤ، جب حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا میں ہشام کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی، حضرت عمر نے ہشام سے کہا جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں ہشام گئے اور حضرت ابوبکر کی بہن ام فروہ کو بلا لائے، حضرت عمر نے ان کو کئی درے لگائے، جب نوحہ کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ بھاگ گئیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واما بقیة اهله ونسائه فان عمر بن سعد وکل بهم من یحرسهم ویکلئهم ثم ارکبوهم علی الرواحل فی الهوادج، فلما مروا بمکان المعرکة ورأوا الحسین واصحابه مطرحین هنالك بکته النساء وصرخن وندبت زینب اخاها الحسین واهلها فقالت وهی تبکی:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ میں سے باقی ماندہ لوگ اور خواتین کو عمر بن سعد نے محافظوں کے ساتھ روانہ کیا اور ان کو اونٹنیوں پر کجاووں میں سوار کرایا۔ جب یہ لوگ جنگ کی جگہ سے گذرے اور حضرت حسین اور ان کے اصحاب کی لاشوں کو وہاں پڑا ہوا دیکھا تو عورتیں رونے اور چلانے لگیں، حضرت حسین کی بہن زینب نے اپنے بھائی اور اپنے اہل پر گریہ کیا اور کہا:

یا محمداه یا محمداه صلی علیك الله وملك السماء هذا حسین بالعراء مزمل بالدماء مقطع الاعضاء یا محمداه وبناتك سبایا وذریتك مقتلة، تسفی علیها الصبا قال فابکت والله کل عدو وصدیق۔

اے محمد! اے محمد! اللہ اور آسمان کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، یہ حسین میدان میں پڑا ہے، خون میں لتھڑا ہوا ہے، اس کے اعضاء پارہ پارہ ہیں، اے محمد! آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے، ان پر ہوا چل رہی ہے، زینب کے اس نوحہ نے بخدا دوست اور دشمن سب کو رلا دیا۔

قال قرة بن قیس لما مرت النسوة بالقتلی صحن ولطمن خدودهن [2]

قرہ بن قیس نے کہا جب عورتیں لاشوں کے پاس سے گذریں تو وہ چلائیں اور انھوں نے اپنے رخساروں پر طمانچے مارے۔

۱۴۰۰ھ

---

[1] علامہ ابی الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۴ ص ۸۰، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت،

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات بلا سند مذکور ہیں اور بعض کی اسناد درج ہیں لیکن وہ نہایت درجہ کی ضعیف ہیں اور بعض اسناد میں شیعہ راوی ہیں، مثلاً البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے کربلا کے واقعات ابومخنف سے روایت کیے ہیں اور وہ پکا شیعہ تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واکثرہ من روایۃ ابی مخنف لوط بن یحیی وقد کان شیعاً وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ[1]

اکثر کربلا کے واقعات ابومخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں اور وہ شیعہ تھا اور وہ ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

اور جب قرآن مجید کی بہ کثرت آیات، اہل سنت اور اہل تشیع کی بہ کثرت احادیث، حضرت علی اور حضرت حسین کے متعدد ارشادات سے بلا استثناء مصیبت پر صبر کرنا لازم اور ماتم کرنا حرام کر دیا گیا ہے تو ان نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں یہ بے سند تاریخی واقعات قطعاً باطل اور مردود ہیں، احکام کی حلت اور حرمت کتاب و سنت سے مستفاد ہوتی ہے تاریخی واقعات سے نہیں ہوتی۔

ماتم حسین کے استثناء کا جواب

قرآن مجید، احادیث اہل سنت و اہل تشیع، نہج البلاغہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صریح ارشادات میں جو صبر کرنے کو لازم اور ماتم کرنے کو حرام کیا گیا ہے اس کے جواب میں شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین پر ماتم کرنا اس حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کل الجزع والبکاء مکروہ سوی الجزع والبکاء علی الحسین۔ (بحار الانوار عن الامالی شیخ مفید)

ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ہر بے صبری اور گریہ مکروہ ہے سوائے حسین پر گریہ اور بے صبری کے۔

یہ قول بالکل اصول کے خلاف اور باطل ہے کیونکہ جس کلام میں کوئی حکم ہو اسی کلام کے استثناء کا اعتبار کیا جاتا ہے، جس کتاب میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا جاتے اس قاعدہ کا استثناء بھی اسی جگہ بیان کیا جاتا ہے، اگر رونے، پیٹنے، غم منانے اور ماتم کرنے سے امام حسین کا ماتم کرنا مستثنیٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جہاں صبر کا عمومی حکم دیا ہے وہاں امام حسین کا استثناء فرما دیتا، یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں مصیبت اور میت پر رونے پیٹنے سے منع فرمایا ہے وہاں آپ امام حسین پر رونے پیٹنے کو مستثنیٰ فرما دیتے، جیسے آپ نے جنبی آدمی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا لیکن حضرت علی کا استثناء فرما دیا یا آپ نے آل محمد کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ فرما دیا یا آپ نے ہر شخص کو چار شادیوں کی اجازت دی لیکن حیات فاطمہ میں حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا، ہر معاملہ میں دو گواہوں کو لازم قرار دیا لیکن حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا۔

اگر رونے پیٹنے کی ممانعت سے کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس استثناء کو بیان کرتے جس طرح آپ نے دوسرے احکام میں استثناء بیان فرمائے ہیں اور اگر یہ استثناء تھا اور آپ نے نہیں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں کی اور العیاذ باللہ آپ کے ادھورے

---

[1] ۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

کام کو امام جعفر صادق نے آکر مکمل کیا، اس لیے یہ روایت بالکل جھوٹی اور باطل ہے۔ نیز ماتم کی حلت اور حرمت بیان کرنا اور احکام شرعیہ میں کسی کو مستثنیٰ کرنا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے امام جعفر صادق کا کام نہیں ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنا کیسے جائز یا مستثنیٰ ہوگا جبکہ امام حسین خود فرماتے ہیں:

پس وصیت فرمود اے خواہر گرامی ترا سوگند میدہم کہ چوں من از تیغ اہل جفا بعالم بقا رحلت نمایم گریبان چاک مکنید و رو مخراشید و واویلاہ مگوئید۔ [1]

پس وصیت فرمائی کہ اے معزز بہن (حضرت زینب) میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا کو رحلت کر جاؤں تو اپنا گریبان نہ پھاڑنا، منہ نہ پیٹنا اور واویلاہ نہ کہنا۔

اگر بالفرض امام جعفر صادق کی یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امام جعفر کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ بلند کرد واز ہودج محترم ندا کرد حاضران را کہ ای اہل کوفہ بلا بحال شما و ناخوش باد رویہای شما بچہ سبب برادرم حسین را خواندید یاری اونکردید و اورا بقتل آوردید و اموال اورا غارت کردید و پردگیان حرم سرای اورا اسیر کردید وای برشما و لعنت بر رویہای شما مگر نمیدانید کہ چکارہ کردید و چہ گناہان و اوزار بر پشت خود بار کردید و چہ خونہای محترم ریختید و چہ دختران محترم مکرم را نالان کردید و مال چہ جماعت را بغارت بردید؟ کشتید بہترین خلق را بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و رحم از دلہای شما کندہ شدہ بود بدرستیکہ گروہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و اعوان و یاران شیطان زیان کارانند، پس شعری چند در مرثیہ سید شہدا گفت اہل کوفہ خروش

پھر حضرت سیدۃ النساء کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے بلند آواز سے گریہ کیا اور اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا کی، اور کہا کہ تمہارا حال اور مآل بُرا ہو، تم نے کس وجہ سے میرے بھائی حسین کو بلایا اور ان کی مدد نہیں کی، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا، اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا، تم پر اور تمہارے چہروں پر لعنت ہو، تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کام کیا ہے اور کتنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہے اور کیسے محترم خونوں کو بہایا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو رُلایا ہے، ——— اور کس جماعت کا مال تم نے لوٹا ہے؟ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل مخلوق کو قتل کیا ہے، تمہارے دلوں سے رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دوست ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور شیطان کے مددگار۔

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ

واویلاہ و واحسرتاہ بر آوردند و صدای نالہ و زاری و گریہ و سوگواری و نوحہ و خروش بفلک سیہ پوش رسانیدند و زنان ایشان موہای بر سر پریشان کردند و خاک حسرت بر فرق خود ریختند و روہای خود را خراشیدند و طپانچہ بر رخسار خود میزدند و واویلاہ و اثبوراہ میگفتند وحشتی شد کہ دیدہ روزگار ہرگز چنان ماتمی ندیدہ بود پس حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اشارہ کرد بسوی مردم کہ ساکت شوید لہ

خسارے میں رہتے ہیں، پھر سید الشہداء کے متعلق چند اشعار مرثیہ پڑھے، پھر اہل کوفہ میں واویلاہ واحسرتاہ کا شور بلند ہوا اور نالہ و فریاد کا غلغلہ ہوا اور انھوں نے اتنا زبردست نوحہ کیا جس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی، ان کی عورتوں نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا اپنی سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے مار مار کر رخساروں کو چھیلا وہ واویلاہ واثبوراہ کہتی تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ چشم فلک نے اس سے پہلے اتنا زبردست ماتم نہ دیکھا تھا۔ تب حضرت امام زین العابدین نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں۔

ماتم کے سلسلہ میں میں نے کافی طویل بحث کی ہے، قرآن مجید اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، پھر علماء شیعہ کی تفاسیر اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے ماتم کی حرمت کو واضح کیا ہے۔ نہج البلاغہ اور متاخرین میں سے ملا باقر مجلسی کی تصانیف سے ماتم کی حرمت پر دلائل پیش کیے ہیں، پھر علماء شیعہ کے دلائل کا رد کیا ہے اور ماتم حسین کے استثناء کا مکمل استیصال کیا ہے، میں نے کتب شیعہ کا مطالعہ کر کے ان کے تمام قوی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اس بحث کا اگر انصاف اور خوف خدا سے مطالعہ کیا جائے تو ان شاء اللہ ماتم اور عزاداری کرنے والوں کے تمام شبہات دور ہو جائیں گے اور وہ راہ راست پر آ جائیں گے، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو موافقین کے لیے استقامت، مخالفین کے لیے رشد و ہدایت اور میرے لیے نجات کا سبب بنا دے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وعلی الہ الطیبین الطاہرین وعلی ازواجہ امہات المومنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والائمۃ المجتہدین والعلماء الراسخین اجمعین

بَابُ ۳۰ تَسْمِيَةِ الْعَبْدِ الْاٰبِقِ كَافِرًا

بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق

۱۳۶ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

لہ - ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۴ - ۵۹۵، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ۱۳۹۸ھ

نَا اِسْمَاعِیْلُ یَعْنِی ابْنَ عُلَیَّةَ عَنْ مَنْصُوْرِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَرِیْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ اَیُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ مِنْ مَّوَالِیْهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْهِمْ فَقَالَ مَنْصُوْرٌ قَدْ وَاللّٰهِ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلٰكِنِّیْ اَكْرَهُ اَنْ یُّرْوٰی عَنِّیْ هٰهُنَا بِالْبَصْرَةِ۔

۱۳۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ نَا حَفْصُ ابْنُ غِیَاثٍ عَنْ دَاوٗدَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَیُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ۔

۱۳۸۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مُغِیْرَةَ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ كَانَ جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگے گا وہ کافر ہو جائے گا، جب تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آجائے راوی منصور نے کہا بخدا! یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ حدیث مجھ سے بصرہ میں روایت کی جائے

حضرت جریر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے وہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ضمانت سے نکل گیا۔

حضرت جریر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب غلام اپنے آقا سے بھاگ کر چلا جاتا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

جن احادیث سے بدمذہب استدلال کرتے ہیں ان کو چھپانے کی بجائے ان کا جواب دینا چاہیے۔

اس زمانہ میں بصرہ میں خوارج کی اکثریت تھی اور خوارج کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہوتا ہے اور اس حدیث سے بظاہر مسلک خوارج کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ غلام کا آقا سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے، اور اس حدیث میں اس گناہ کی تعبیر کفر سے کی گئی ہے، اور یہی خوارج کا مسلک ہے، اس لیے منصور بصرہ میں اس حدیث کو بیان کرنا ناپسند کرتے تھے لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں تھا کیونکہ چاہیے یہ کہ حدیث بیان کر کے اس کا جواب دیا جائے۔ باقی رہا جواب تو اس قسم کی احادیث پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ اور ان کی تشریح میں کئی جوابات بھی ذکر کیے جا چکے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

غلام کا آقا سے بھاگنا، یہ فعل کافروں کا ہے۔ یعنی کفار سے مشابہ ہے یا مآل کار یہ فعل کفر تک پہنچا دیتا ہے یا کفر سے کفران نعمت مراد ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بَابُ ۳۱ بَیَانِ كُفْرِ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِالنَّوْءِ

جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب سے بارش ہوتی ہے اس کے کفر کا بیان

۱۳۹- حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن صالح بن كيسان عن عبيد الله ابن عبد الله بن عتبة عن زيد بن خالد الجهني قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم صلوة الصبح بالحديبية في إثر سماء كانت من الليل فلما انصرف أقبل على الناس فقال هل تدرون ماذا قال ربكم قالوا الله ورسوله أعلم قال قال أصبح من عبادي مؤمن بي وكافر فأما من قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مؤمن بي كافر بالكوكب وأما من قال مطرنا بنوء كذا وكذا فذلك كافر بي مؤمن بالكوكب۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح ایمان پر اور بعض کی صبح کفر پر ہوئی ہے جس شخص نے کہا ہم پر خدا کے فضل وکرم سے بارش ہوئی اس نے مجھ پہ ایمان رکھا اور ستاروں کا کفر کیا اور جس نے کہا فلاں ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی اس نے میرا کفر کیا اور ستاروں پہ ایمان رکھا۔

۱۴۰- حدثنا حرملة بن يحيى وعمرو بن سواد العامري ومحمد بن سلمة المرادي قال المرادي حدثنا عبد الله بن وهب عن يونس وقال الآخران أخبرنا ابن وهب قال أخبرني يونس عن ابن شهاب قال حدثني عبيد الله بن عبد الله بن عتبة أن أبا هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ألم تروا إلى ما قال ربكم قال ما أنعمت على عبادي من نعمة إلا أصبح فريق بها كافرين يقولون الكوكب وبالكواكب۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس نے فرمایا میں اپنے بندوں کو جب کوئی نعمت دیتا ہوں تو ان میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نعمت مجھ کو فلاں ستارے یا ستاروں سے ملی ہے۔

۱۴۱- وحدثني محمد بن سلمة المرادي حدثنا عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث ح وحدثني عمرو بن سواد أخبرنا عبد الله بن وهب أخبرنا عمرو بن الحارث أن أبا يونس مولى أبي هريرة حدثه عن أبي هريرة عن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان سے جو برکت بھی نازل کرتا ہے انسانوں میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے اور وہ گروہ کہتا ہے کہ فلاں

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيْقٌ مِّنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِيْنَ يُنَزِّلُ اللّٰهُ الْغَيْثَ فَيَقُوْلُوْنَ الْكَوْكَبُ كَذَا وَكَذَا وَفِيْ حَدِيْثِ الْمُرَادِيِّ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا۔

ستارہ نے بارش برسائی۔

۱۴۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ زُمَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مُطِرَ النَّاسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ شَاكِرٌ وَمِنْهُمْ كَافِرٌ قَالُوْا هٰذِهٖ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ حَتّٰى بَلَغَ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بارش ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کو بعض لوگوں نے شکر کیا اور بعض نے ناشکری، شکرگزاروں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ناشکروں نے کہا یہ فلاں فلاں ستاروں کا اثر ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: فلا اقسم بمواقع النجوم۔ (میں ستاروں کے گرنے کی جگہ کی قسم کھاتا ہوں) پھر اس آیت کو پڑھتے رہے یہاں تک کہ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون۔ تک پڑھا (تم جھوٹ اور باطل کو اپنا رزق بناتے ہو)۔

ستاروں کے مؤثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال

جب کافروں نے کہا ستاروں کے سبب سے بارش ہوئی ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں:

فلا اقسم بمواقع النجوم ۰ وانه لقسم لو تعلمون عظيم ۰ انه لقرآن كريم ۰ في كتب مكنون ۰ لا يمسه الا المطهرون ۰ تنزيل من رب العلمين ۰ افبهذا الحديث انتم مدهنون ۰ وتجعلون رزقكم انكم تكذبون ۰

(واقعہ: ۷۵-۸۲)

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں ستارے واقع ہوتے ہیں، اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، (محفوظ کتاب میں ہے) اس کو صرف پاک لوگ چھوتے ہیں، رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے تو کیا اس کلام کے ساتھ تم مداہنت کرتے ہو اور تم اپنے رزق کا شکر اس طرح ادا کرتے ہو کہ (قرآن مجید کی) تکذیب کرتے ہو! اور کہتے ہو کہ ستاروں

کے سبب سے بارش ہوئی!)

علامہ آلوسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ ستارے بارش برسانے میں مؤثر حقیقی ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں اور جن کا یہ اعتقاد ہے کہ بارش محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور ستارے بارش کے لیے میقات اور علامت ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔

ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بارش کو صرف اللہ عزوجل نازل فرماتا ہے، وہ اس میں مستقل متصرف ہے اور اس میں اس کا کوئی اور شریک اور سہیم نہیں ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ قرآن کریم جو عقائد حقہ پر مشتمل ہے اور تمہیں فوز و فلاح کی طرف ہدایت دیتا ہے تم اس کی اطاعت میں سستی اور مداہنت کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے، بلکہ شکر ادا کرنے کی بجائے اس کی تکذیب کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ ستاروں نے بارش برسائی۔

کواکب سیارگان اور بروج کا بیان

علماء ہیئت کہتے ہیں سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک گردش کرنے والا ستارہ ہے جس کو وہ کوکب سیارہ کہتے ہیں۔ پہلے آسمان پر قمر ہے، دوسرے پر عطارد، تیسرے پر زہرہ، چوتھے پر شمس، پانچویں پر مریخ، چھٹے پر مشتری اور ساتویں پر زحل ہے۔ آٹھویں آسمان پر ثابت ستارے ہیں جو حرکت نہیں کرتے اور نواں آسمان فلک اطلس ہے[1] جس پر کوئی ستارہ نہیں ہے اور آٹھویں آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے جو ہیئت متفرع ہوتی ہے وہ نویں آسمان پر اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے مختلف شکلوں میں نظر آتی ہیں[2] یہ بارہ شکلیں ہیں، حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت، اور ان کو علماء ہیئت برج کہتے ہیں، فلک اطلس کو ان بارہ برجوں پر تقسیم کر دیا ہے اور یہ بارہ برج ان کواکب سیارہ کی منازل ہیں، مثلاً سورج کی ایک حرکت عرضی ہے جو وہ فلک اطلس کے تابع ہونے کی وجہ سے کرتا ہے، یہ حرکت وہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتا ہے، اسی حرکت سے دن اور رات کا سلسلہ جاری ہے، سورج کی دوسری حرکت ذاتی ہے، یہ مغرب سے مشرق کی طرف ہے، ایک سال میں سورج اپنی ذاتی حرکت سے ان بارہ منازل (بروج) کو طے کرتا ہوا فلک اطلس کا دور مکمل کرتا ہے، سال کے بارہ مہینے اور گرمی اور سردی کے مختلف موسم سورج کی اسی ذاتی حرکت سے ظہور میں آتے ہیں۔

---

[1] علماء ہیئت کہتے ہیں آسمان نو ہیں، آٹھواں آسمان وہ ہے جس کو شریعت نے کرسی کہا ہے اور نواں آسمان وہ ہے جس کو شریعت نے عرش کہا ہے۔

[2] مثلاً بعض جگہ ستاروں کے جمگھٹے سے شیر کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں، بعض جگہ ستاروں کے اجتماع سے کیکڑے کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج سرطان اور بعض جگہ ترازو کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج میزان کہتے ہیں، علیٰ ہٰذا القیاس بارہ برج ہیں، قرآن مجید میں بھی بروج کا ذکر ہے: والسماء ذات البروج (بروج: ۱) "برجوں والے آسمان کی قسم" اس آیت میں بروج سے مراد سورج کے سفر کی منازل ہیں۔ منہ

سورج کے علاوہ باقی سیارے بھی ان منازل (بروج) کو طے کرتے ہوئے ایک سال میں فلک اطلس کا دور اپنی حرکت سے طے کرتے ہیں۔

ستارہ پرستوں کا نظریہ

اہل نجوم (ستارہ پرست، جو ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں) کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ جب فلاں برج میں پہنچ جائے، تو مثلاً بارش ہوتی ہے یا قحط پڑتا ہے یا دریاؤں اور سمندروں میں طوفان آ جاتے ہیں یا فصل پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح یہ لوگ انسان کے نام اور اس کی تاریخ پیدائش سے اس کا ستارہ نکالتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کی پیدائش کے وقت اس کا ستارہ فلاں برج میں تھا اور یہ ستارہ سعد ہے یا نحس ہے اور پھر اس کی زندگی میں رونما ہونے والے تمام واقعات کا رشتہ اس ستارے کے سفر سے جوڑتے ہیں کہ جب یہ ستارہ فلاں برج میں پہنچے گا تو مثلاً اس کو سفر میں کامیابی ہوگی، نوکری ملے گی، تجارت میں فائدہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ تمام اٹکل پچو اور ڈھکوسلے ہیں، اب بھی اخبارات اور رسائل میں اس قسم کے کالم شائع ہوتے ہیں کہ "آپ کا یہ ہفتہ کیسے گزرے گا" اور اس ہفتہ میں واقع ہونے والے تمام واقعات کی پیشگی خبریں دی جاتی ہیں اور لوگوں کو غیب پر مطلع کیا جاتا ہے یہ تمام باتیں بے اصل ہیں اور زمانہ جاہلیت کی یادگار ہیں، اسلام میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا سخت رد کر دیا ہے، اور جو شخص ان باتوں کو سچ اور حق باور کرے وہ شریعت محمدی کا انکار کرتا ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، اسی طرح فٹ پاتھ پر بیٹھ کر جو لوگ طوطے کے ذریعہ قسمت کا حال بتاتے ہیں یا جو ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر غیب پر مطلع کرتے ہیں، ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا بھی کفر ہے، اور عام طور پر یہ لوگ بالکل جاہل ہوتے ہیں، ان کو یہ پتا ہوتا ہے کہ کون سا ستارہ کس فلک میں ہوتا ہے نہ یہ پتا ہوتا ہے کہ برج کس چیز کا نام ہے، انھوں نے صرف چند ستاروں اور چند برجوں کے نام یاد کیے ہوتے ہیں اور ان کا نام لے کر اپنی علمیت یا جہالت کا رعب ڈالتے ہیں یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

اسباب کی تاثیر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر چیز کو موجود کرنے کا ایک سبب بنایا ہے، لیکن یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان اسباب کے بغیر اس چیز کو موجود کر دے، اور اگر وہ کسی چیز کو پیدا کرنا نہ چاہے تو ان اسباب کے باوجود وہ چیز موجود نہیں ہوتی، مثلاً اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے اختلاط کو انسان کی پیدائش کا سبب بنایا لیکن اس نے عورت کے بغیر حضرت حوا کو پیدا کر دیا اور مرد کے بغیر حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دیا اور مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ مرد اور عورت انسان کی پیدائش کا سبب ہیں، مؤثر حقیقی نہیں ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے اختلاط کے باوجود بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوائیں علاج کا سبب ہیں لیکن کبھی دوا کو استعمال کرنے کے باوجود شفا نہیں ہوتی اور کبھی استعمال کیے بغیر شفا ہو جاتی ہے اور ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ لوگوں کی نظر اسباب پر نہ رہے مسبب الاسباب پر رہے، اور لوگ

اسباب کو نہیں اللہ تعالیٰ کو مؤثر حقیقی سمجھیں، اور کسی چیز کے سبب کو حاصل کرنے کے باوجود اس کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں اور دوا استعمال کرنے کے باوجود اسی سے شفاء کی امید رکھیں سو جو شخص اسباب حاصل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہی کو مؤثر حقیقی گردانتا ہے وہ مومن ہے اور جو شخص ان اسباب کو مؤثر حقیقی مانتا ہے وہ کافر اور دہریہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ستاروں کو بارش برسانے میں مؤثر حقیقی ماننا کفر ہے اور یقینی سبب ماننا بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن کفر نہیں ہے البتہ کفار کے قول کے مشابہ ہونے کی بناء پر مکروہ ہے۔ اسی طرح باقی اسباب کا حال ہے مثلاً سورج کو روشنی کے لیے مؤثر حقیقی ماننا کفر ہے، چونکہ اس کا روشنی کے لیے سبب یقینی ہونا دلیل سے ثابت ہے، اس لیے اس کو سبب یقینی ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس کی تاثیر پر حتمی دلیل نہ ہو اس کو اسباب ظنیہ کے طور پر مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے مختلف دواؤں کا مختلف امراض میں مؤثر ہونا۔ ان کو اسباب غالبہ ظنیہ کے طور پر ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ ٣٢ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ حُبَّ الْاَنْصَارِ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ الْاِيْمَانِ وَعَلَامَاتِهٖ وَبُغْضَهُمْ مِنْ عَلَامَاتِ النِّفَاقِ

انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے

۱۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ وَاٰيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْاَنْصَارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا، اور ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے۔

۱۴۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ حُبُّ الْاَنْصَارِ اٰيَةُ الْاِيْمَانِ وَبُغْضُهُمْ اٰيَةُ النِّفَاقِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔

۱۴۵۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے صرف مومن محبت کرتا ہے اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے جو ان

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ قَالَ شُعْبَةُ لِعَدِيٍّ سَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ فَقَالَ إِيَّايَ حَدَّثَ۔

سے محبت کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا، اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ بغض رکھے گا۔

١٤٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہوگا وہ انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔

١٤٧ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہوگا وہ انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔

١٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرٍّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

حدیث الباب کی تشریح

انصار سے اگر اس وجہ سے بغض ہو کہ یہ انصار رسول اللہ ہیں یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔ تو یہ یقیناً کفر اور نفاق ہے اور اگر کسی اور وجہ سے ناراضگی ہو جیسے بعض صحابہ کرام کے آپس میں اختلاف تھے یا جیسے حضور کے وصال کے بعد مہاجرین اور انصار میں خلیفہ کے انتخاب میں اختلاف ہوا تو اس قسم کا اختلاف یا ناراضگی اس حکم میں شامل نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت علی سے اس لیے بغض رکھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں تو یہ کفر ہے۔ اور اگر کوئی اور وجہ ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلافات

رہے تو یہ بغض کفر نہیں ہے، انصار نے دین اسلام کی نصرت کی، اور مسلمانوں کو پناہ دی، دین اسلام کی مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور آپ کی خاطر جان و مال کو خرچ کیا اور آپ کی وجہ سے لوگوں کی دشمنی مول لی، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر بیش بہا قربانیاں دیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے باپ اور بھائیوں کو چھوڑا، اس وجہ سے ان کو یہ مقام حاصل ہوا کہ ان سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

بَابُ ۳۳ بَیَانِ نُقْصَانِ الْاِیْمَانِ بِنَقْصِ الطَّاعَاتِ وَبَیَانِ اِطْلَاقِ لَفْظِ الْکُفْرِ عَلٰی غَیْرِ الْکُفْرِ بِاللهِ تَعَالٰی کَکُفْرِ النِّعْمَةِ وَالْحُقُوْقِ

۱۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ الْمِصْرِیُّ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ وَاَکْثِرْنَ الْاِسْتِغْفَارَ فَاِنِّیْ رَاَیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ جَزْلَةٌ وَمَا لَنَا یَا رَسُوْلَ اللهِ اَکْثَرَ اَهْلِ النَّارِ قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَغْلَبَ لِذِیْ لُبٍّ مِّنْکُنَّ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّیْنِ قَالَ اَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَاَتَیْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ کَهٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمْکُثُ اللَّیَالِیَ مَا تُصَلِّیْ وَتُفْطِرُ فِیْ رَمَضَانَ فَهٰذَا نُقْصَانُ الدِّیْنِ وَحَدَّثَنِیْهِ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ بَکْرِ بْنِ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

۱۵۰ - وَحَدَّثَنِیْ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ زَیْدُ بْنُ

عبادات کی کمی سے ایمان کا کم ہونا، اور کفر کا کفران نعمت پر اطلاق

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خواتین! تم صدقہ کیا کرو، اور بکثرت استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے تم لوگوں کو جہنم میں بکثرت دیکھا، ان میں سے ایک صاحب عقل خاتون نے کہا: یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہنم میں ہماری اکثریت کس سبب سے ہوگی؟ آپ نے فرمایا کیونکہ تم بکثرت لعنت کرتی ہو اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو، ناقص العقل اور ناقص الدین ہونے کے باوجود دانا اور زیرک شخص کی عقل کو زائل کرنے والا میں نے صرف تمہیں کو دیکھا ہے، اس عورت نے پوچھا یا رسول اللہ ہماری عقل اور ہمارے دین میں کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے اور دین میں کمی یہ ہے کہ ماہواری کے ایام تم نماز پڑھ سکتی ہو، نہ روزہ رکھ سکتی ہو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا۔

أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ -

(۱۵۷) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ -

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کیا ہے جیسے حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے -

مومن کو لعنت کرنے کا حکم

اس حدیث میں ہے: زیادہ عورتیں جہنم میں اس وجہ سے جائیں گی کہ وہ بکثرت لعنت کرتی ہیں اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مومن کو لعنت کرنا حرام ہے، لغت میں لعنت کا معنی ہے ابعاد، دور کرنا، اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے دور کرنا۔ اس لیے جس کی کفر پر موت کا قطعی علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کسی شخص معین پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، ہاں جس شخص کی کفر پر موت کا قطعی علم ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے، جیسے ابوجہل اور ابلیس اور وصف کے ساتھ بالعموم لعنت کرنا جائز ہے، جیسے جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو اور فاسقوں اور کافروں پر اللہ کی لعنت ہو، اسی طرح ان تمام اوصاف پر لعنت کرنا جائز ہے جن اوصاف پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے[1]

یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں اس پر ہم نے شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث اور جلد سابع میں مکمل بحث کی ہے۔

اس حدیث میں چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرنے پر دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عورت کی نصف شہادت کی تحقیق

اس حدیث میں ہے: عورت کی عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے اور دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری (ج اص ۱۳۱، ۱۹۷، ۲۶۱، ۳۶۳) امام مسلم، امام ترمذی، (ص ۳۷۵) امام ابوداؤد

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج اص ۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(ج ۲ ص ۲۸۰) امام ابن ماجہ، (ص ۲۸۹ - ۲۸۸) امام حاکم نیشاپوری (ج ۲ ص ۹۰) علامہ ذہبی (ج ۲ ص ۱۹۰)، امام احمد بن حنبل (ج ۲ ص ۶۷) امام دارمی (ج ۱ ص ۱۹۰) امام بیہقی (ج ۱ ص ۳۰۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخرٰی ۔ (بقرۃ ۲، ۲۸۲)

تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

یہ حدیث چار عظیم صحابہ سے مروی ہے اور ہم نے اس کو دس اجلہ ائمہ حدیث سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ اصول کے مطابق یہ حدیث حکماً متواتر ہے ورنہ اس حدیث کے مشہور ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مالی معاملات میں عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہوتی ہے اور اس کا انکار کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

بعض متجدد علماء یہ کہتے ہیں کہ عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کا نصف قرار دینا عورت کو آدھا انسان قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ انسانیت کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس معاملہ میں دو مرد میسر نہ آنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، یہ اختیاری شہادت کا معاملہ ہے یعنی یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جب کسی ہنگامی، ناگہانی یا اضطراری واقعہ میں کسی مالی معاملہ یا کسی انسانی حق میں موقع پر موجود کسی شخص کی گواہی کو اس معاملہ یا حق کے ثبوت میں پیش کرنا ہو، ایسے کسی ہنگامی اور ناگہانی واقعہ میں ایک مسلمان عورت تو الگ رہی کفار کی شہادت سے بھی وہ معاملہ یا حق ثابت ہو جائے گا قرآن مجید کی زیر بحث جس آیت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم اپنے قصد اور اختیار سے اپنے کسی کاروباری معاملہ یا قرض کے لین دین پر گواہ بنانا چاہو تو اپنی پسند اور مرضی سے گواہ بناؤ اور وہ دو مسلمان مرد ہیں، یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ توسع اور اختیار کی حالت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتیں کیوں رکھی گئی ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ عدالت میں مدعیٰ علیہ کے خلاف گواہی دینا بہت بڑی جرأت، حوصلہ اور دلیری کی بات ہے، کیونکہ جس فریق کے خلاف گواہی دی جاتی ہے، فطری طور پر وہ فریق اس گواہ کا دشمن ہو جاتا ہے اور فریق مخالف گواہ کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے اور مختلف ہتھکنڈوں سے اس کو مرعوب اور متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں جب گواہی دینے کے لیے آتی ہیں تو رونے لگتی ہیں یا کوسنا شروع کر دیتی ہیں یا وکیل مخالف کے اعتراضات سے گھبرا کر بے ربط اور اوّل فول باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عورتیں مردوں سے فطرۃً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی بہ نسبت جرأت اور حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سپہ سالار، جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا، دنیا میں معدودے چند عورتیں پائلٹ ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائلٹ نہیں بنایا جاتا، غرض ہمت، دلیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے۔

چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرأت اور حوصلہ کا کام ہے، اس وجہ سے اسلام نے یہ کام اصالۃً اور بالذات دو مردوں کے سپرد کیا ہے اور اگر کسی عقد اور معاملہ کے وقت دو مرد میسر نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ عدالت میں فریق مخالف کی جرح یا اس کے خوف سے عورت اپنی طبعی کمزوری سے گھبرا کر کچھ کا کچھ کہہ دے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان تضل احدٰهما فتذكر احدٰهما الاخرٰى۔ بقرہ: ۲۸۲	تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ضلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والضلال عن الشهادة انما هو نسيان جزء منها و ذكر جزء و يبقى المرء حيران بعد ذلك ضالا[1]	شہادت میں ضلال یہ ہے کہ ایک چیز یاد رہے اور دوسری یاد نہ رہے اور انسان سرگشتہ و حیران ہو۔

وکلاء بیان کرتے ہیں کہ پچانوے فی صد مقدمات میں جب عورت گواہی کے لیے پیش ہوتی ہے تو یا رو پڑتی ہے یا گھبرا کر اول فول باتیں کرتی ہے یا کوسنا شروع کر دیتی ہے، اس کے مقابلہ میں مرد فطرۃً قوی، جرأت مند اور دلیر ہوتا ہے اور فریق مخالف کے دباؤ سے مرعوب اور متاثر نہیں ہوتا، اس لیے وہ عدالت میں حوصلہ ہارے بغیر ٹھیک ٹھیک گواہی پیش کرتا ہے۔ اسلام نے جو نظام حیات پیش کیا ہے وہ چونکہ فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اس وجہ سے اس نے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی ہے تاکہ گواہی کے موقعہ پر ان دونوں عورتوں کو ایک دوسری سے طمانیت خاطر ہے اور ڈھارس بندھی رہے اور جب عورت بوکھلا جائے اور گھبراہٹ میں کچھ کا کچھ کہنے لگے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے۔

ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو مقرر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تجارتی مال کی پیچیدگیوں، لین دین کی باریکیوں اور قرض کی ضروری شرائط اور قیود سے عام طور پر مرد پوری طرح واقف ہوتے ہیں اس کے برخلاف عورت چونکہ فطری اور شرعی طور پر صرف امور خانہ داری کی ماہر ہوتی ہے اور عام دنیاوی معاملات میں وہ براہ راست ملوث نہیں ہوتی اور نہ اس کی باریکیوں سے کما حقہٗ واقف ہوتی ہے اس وجہ سے کسی لین دین اور معاہدہ کے وقت فریق مخالف یہ چاہتا ہے کہ اس کے معاملہ پر زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اور اہل شخص گواہی دے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اولین مرحلہ میں دو مردوں کو گواہ بنایا جائے اور اگر دو مرد میسر نہ آسکیں تو ایک مرد یا دو عورتوں کو گواہ بنا دیا جائے تاکہ اس کے معاہدہ پر زیادہ سے زیادہ بہتر گواہی پیش کی جا سکے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کے قریب گواہی کا یہ ضابطہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

مقرر کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عورت چونکہ فطرۃً منفعل مزاج ہوتی ہے اس لیے فریق مخالف کے وکیل کی جرح کے موثر پر اس کا اصل موقف سے پھسل جانا اور فریق مخالف کے دلائل سے متاثر ہوجانا زیادہ ممکن ہے اس لیے اس کو اصل موقف پر قائم رکھنے کے لیے ایک اور گواہ کی ضرورت ہے تاکہ جب وہ منفعل یا متاثر ہوکر اصل موقف سے پھسلنے لگے تو دوسری گواہ اس کو سنبھال سکے اور اس کو برمحل اصل موقف یاد دلا دے۔

وہ اُمور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے

مذکور الصدر بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ مالیات کے اختیاری معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت آدھی انسان ہے یا وہ حقیر یا کم درجہ کی مخلوق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطرۃً منفعل مزاج ہے یا مرد کے مقابلہ میں جرأت اور حوصلہ کم رکھتی ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عادۃً، فطرۃً گھریلو معاملات اور اُمور خانہ داری میں ماہر ہوتی ہے اور مالیاتی نظام کی باریکیوں اور کاروباری نزاکتوں سے واقف اور ان امور کی ماہر نہیں ہوتی اس لیے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے ورنہ جن معاملات پر اس کی دسترس ہوتی ہے یعنی عورتوں سے متعلق معاملات ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھی انسان ہوتی یا ساقط الاعتبار ہوتی تو عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کو کیوں کافی قرار دیا جاتا؟ اب ہم قارئین کے سامنے ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبة بن الحارث قال تزوجت امراة فجاءت امراة فقالت انی ارضعتکما فاتیت فذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال وکیف وقد قیل دعھا عنک[1]

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی، ایک اور عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا: تم اس عورت کو اب نکاح میں کس طرح رکھ سکتے ہو جبکہ یہ شہادت ہو چکی ہے۔ اس عورت کو طلاق دے دو۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف ایک عورت۔ نے یہ شہادت دی کہ اس نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو دودھ پلایا ہے اور صرف اس ایک عورت کی شہادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن حارث کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، ہر چند کہ فقہاء احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ حدیث استحباب پر محمول ہے، اور رضاعت میں صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کرنا واجب نہیں

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

ہے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رضاعت میں ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کر دیا۔

نیز جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مرد جن اُمور کو دیکھنے کے شرعاً مجاز نہیں ہیں اُن امور میں تنہا عورتوں کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے گا بلکہ صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کر دیا جائے گا، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

قال ابن جریج: قال ابن شہاب مضت السنۃ فی ان تجوز شہادۃ النساء لیس معہن رجل فیما یلین من ولادۃ المرأۃ واستہلال الجنین، وفی غیر ذٰلک من امر النساء والذی لا یطلع علیہ ولا یلیہ الا ھن فاذا شہدت المرأۃ المسلمۃ التی تقبل النساء فما فوق المرأۃ الواحدۃ فی استہلال الجنین جازت[1]

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا: اس بات پر سنت کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے کہ عورتوں کے بچہ جننے، نومولود بچہ کے رونے اور عورتوں کے اُن معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے اور صرف عورتیں ہی ان معاملات کی نگہبان ہوتی ہیں، ان میں صرف عورتوں کی شہادت جائز ہے۔ پس جب بچہ جننے والی ایک مسلمان عورت گواہی دے یا ایک عورت سے زیادہ عورتیں نومولود کے رونے کی گواہی دیں تو یہ شہادت جائز ہے۔

نیز امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن شہاب ان عمر بن الخطاب اجاز شہادۃ امرأۃ فی الاستہلال[2]

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے نومولود کے رونے میں ایک عورت کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

عن القعقاع بن حکیم عن ابن عمر قال لا تجوز شہادۃ النساء الا علی ما یطلع علیہ الا ھن من عورات النساء وما یشبہ ذٰلک من حملہن وحیضہن[3]

قعقاع بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تنہا عورتوں کی شہادت حمل اور حیض وغیرہ صرف ان امور میں جائز ہے جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں۔

عن الشعبی والحسن قالا تجوز شہادۃ المرأۃ الواحدۃ فیما لا یطلع علیہ الرجال[4]

امام شعبی اور حسن بصری نے کہا کہ جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہوتے ان میں ایک عورت کی شہادت بھی جائز ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] 〃 〃 〃 〃، المصنف ج ۸ ص ۳۳۴، 〃 〃 〃، 〃

[3] 〃 〃 〃 〃، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، 〃 〃 〃، 〃

[4] 〃 〃 〃 〃، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، 〃 〃 〃، 〃

عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں

مذکور الصدر احادیث، آثار، اقوال تابعین اور ائمہ مذاہب کی تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، ان میں صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اس لیے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ مالی معاملات کی اختیاری گواہی میں چونکہ ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے اس لیے اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے یا اس کی گواہی کو کمتر قرار دیا ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھا انسان ہوتی یا وہ حقیر اور ذلیل ہوتی تو ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کا مدار کیوں رکھا جاتا؟۔

اگر مرد یہ اعتراض کریں کہ بعض نسوانی معاملات میں ان کی شہادت اصلاً معتبر نہیں ہے، جبکہ ان معاملات میں عورتوں میں سے ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جاتی ہے تو دو مردوں کو اسلام نے بالکل ساقط الاعتبار کر دیا اور ان کو آدھے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا تو کیا مردوں کا یہ اعتراض درست اور معقول ہوگا؟ نہیں! بلکہ یہی کہا جائے گا کہ جن دنیاوی معاملات میں مردوں کو شہادت کی اہلیت ہے وہاں مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور جن نسوانی معاملات میں عورتیں شہادت کی اہل ہیں وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اسلام نے جس صنف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین حکمت اور فطرت کے مطابق ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

مزید غور فرمایئے کہ اثبات زنا میں دو کے بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے اب کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہماری گواہی تو آدھی کر دی گئی ہے کیونکہ باقی حدود اور معاملات میں دو مردوں کی گواہی کافی ہوتی ہے اور اب زنا میں بجائے دو کے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے تو گویا دو مردوں کو ایک کے قائم مقام کیا ہے اور یہ مرد کو آدھا انسان قرار دینا ہے! اس کے جواب میں بھی یہی کہا جائے گا کہ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اس لیے اس کے ثبوت کی بھی کڑی شرط رکھی ہے اور ثبوت زنا کو چار مسلمان مردوں کی گواہی پر موقوف کیا گیا ہے۔

پھر یہ چیز بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ شہادت دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو عورتیں کہہ سکتی تھیں کہ ہمارا حق کم کر دیا گیا ہے، عدالت میں جا کر فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا اور اس کی دشمنی مول لینا یہ ایک ابتلاء اور مصیبت ہے، بعض اوقات شہادت دینے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے اور سفر کی صعوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں، اسلام نے صنف نازک پر جیسے اور احسانات کیے ہیں کہ اس پر معاش اور بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں رکھا، ایام حیض میں نمازوں کا مکلف نہیں کیا، حالت حیض، حمل اور رضاعت میں روزے سے قضا کرنے کی سہولت دی ہے، اسی طرح اسلام کا عورتوں پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ اس پر شہادت ادا کرنے کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے حدود اور قصاص کے معاملات جن کی گواہی دینے میں زیادہ خطرہ اور مشقت ہے ان میں اس کو شہادت کا بالکل مکلف نہیں کیا اور مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا ہے، اور جو بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا، الحمد للہ علی احسانہ و انعامہ۔

اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ اس حدیث میں کفران نعمت اور خاوند کی ناشکری پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۲۔ اس حدیث میں ایمان کی کمی اور زیادتی کا بیان ہے۔

۳۔ امام اور علماء کا رعایا اور عوام کو وعظ کرنا، ان کو نیکی پر برانگیختہ کرنا اور گناہوں سے منع کرنا۔

۴۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ متعلم کو اگر عالم کی کوئی بات سمجھ نہ آئے تو وہ عالم سے سوال کرے اور وضاحت طلب کرے۔

۵۔ شوہر کی اطاعت اور اس کے انعام کا شکر کرنا واجب ہے۔

۶۔ ناشکری اور لعن طعن کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۷۔ صدقہ کرنے اور استغفار سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں حتیٰ کہ آپ زمین پر کھڑے ہو کر جہنم کو دیکھ لیتے تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا میں نے عورتوں کو بکثرت جہنم میں دیکھا۔

۹۔ ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کی ناشکری کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے۔

۱۰۔ چونکہ ابھی تک جنت اور جہنم میں جزا اور سزا کا سلسلہ شروع نہیں ہوا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو دیکھا" کے تین مطلب ہیں۔ اول یہ کہ دیکھنے سے مراد علم ہو اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور جہنمیوں کا علم عطا فرمایا تھا، دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برزخ میں جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونے والوں میں بکثرت عورتیں دیکھیں سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عالم مثال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقبل میں ہونے والے واقعات دکھا دیئے ہوں۔

بَابٌ ۳۴ بَیَانِ اِطْلَاقِ اسْمِ الْکُفْرِ عَلٰی مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ

نماز ترک کرنے پر کفر کا اطلاق

۱۵۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَاَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطٰنُ يَبْكِيْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کر لیتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اور وہ

يَقُولُ يَاوَيْلَهُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ يَاوَيْلِي أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔

سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں انکار کر کے جہنم کا مستحق ہو گیا۔

۱۵۳۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ یہ روایت اس تغیر کے ساتھ منقول ہے کہ میں نے نافرمانی کی تو میں جہنم کا مستحق ہو گیا۔

۱۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے کفر اور شرک میں نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

۱۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اور اس کے کفر و شرک کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

تارک نماز کو کافر قرار دینے یا قتل کرنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۱۵۴ میں ہے: انسان کے کفر اور شرک میں نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے، اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے وہ شخص ملت اسلام سے خارج ہے، الا یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو، یا مسلمانوں کے ساتھ اتنا عرصہ نہ رہا ہو کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام مالک اور جمہور سلف اور خلف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں فاسق ہے، اس سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا جس طرح شادی شدہ زانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے لیکن اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ متقدمین کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر ہو گیا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک یہی روایت ہے، عبداللہ بن المبارک اور اسحٰق

بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابوحنیفہ بکر فرکے دیگر علماء اور امام شافعی کے تلمیذ امام مزنی کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے، اور نماز پڑھنے لگے۔

جمہور فقہاء جن کا یہ موقف ہے کہ نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ (نساء: ۴۸)	بے شک اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہو اس کو بخش دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں:

من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔	جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔
من مات وھو یعلم ان لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔	جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا الہ الا اللہ کا یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔
حرم اللہ علی النار من قال لا الہ الا اللہ۔	جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس تعالیٰ نے اس کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

جو علماء تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم۔ (توبہ: ۵)	پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، ورنہ ان کو قتل کر دو۔

نیز اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالھم۔	مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس

کی جان اور مال محفوظ نہیں ہوں گے۔

فقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت اور اس حدیث میں صرف نماز کے ترک پر قتل کرنے کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے، اس آیت اور حدیث میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے، یعنی ایمان اور عمل صالح دونوں کے مجموعہ کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف نماز کے تارک کو، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادائیگی زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے۔ (سعیدی غفرلہ)

جو علماء تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں، یعنی بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے، اور دوسرے علماء نے اس باب کی حدیث "بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے" کی یہ تاویل کی ہے کہ انسان نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس سزا کا مستحق ہے جو کافر کو نماز کے ترک کی وجہ سے دی جاتی ہے، یا یہ تاویل ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے یا یہ کہ نماز کے ترک کی شامت انسان کو آل کار کفر کی طرف لے جاتی ہے، یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔ امام ابوحنیفہ اور جو فقہاء نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا الٰه الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الثیب الزان والنفس بالنفس والتارک لدینه المفارق للجماعة۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اللہ کے ایک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب نہ پایا جائے، وہ شخص شادی شدہ زانی ہو، جان کا بدلہ جان ہو اور وہ شخص دین اسلام کو ترک کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو قتل کرنے کے جو تین اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اس لیے اس حدیث کی بناء پر تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ۳۵ بَيَانِ كَوْنِ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى اَفْضَلَ الْاَعْمَالِ

اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہے۔

۱۵۶- وَحَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِيْ مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۱، ملخصاً وموضحاً، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيمَانٌ بِاللّٰهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُورٌ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا، پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا اس کے بعد؟ فرمایا حج مقبول۔

۱۵۷- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۵۸- حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ قَالَ تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، میں نے عرض کیا کون سا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے عمدہ اور قیمتی ہو، میں نے عرض کیا اگر میں اس کی طاقت نہ رکھ سکوں؟ فرمایا کسی شخص کے کام میں اس کی مدد کر دو یا کسی بے ہنر شخص کے لیے کام کر دو، میں نے عرض کیا اگر میں ان میں سے کوئی عمل نہ کر سکوں؟ فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہو گا۔

۱۵۹- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَبِيبٍ مَوْلَى عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

لَتُعِيْنُ الصَّانِعَ اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ۔

۱۲۰۔ **حَدَّثَنَا** اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِيَاسٍ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَا تَرَكْتُ اَسْتَزِيْدُهٗ اِلَّا اِرْعَاءً عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا، والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، میں ابھی کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے مزید سوال نہیں کیے کہ کہیں کثرت سوالات آپ کی طبیعت پہ بار نہ ہو۔

۱۲۱۔ **وَحَدَّثَنِيْ** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَعْفُوْرَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَقْرَبُ اِلَى الْجَنَّةِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى مَوَاقِيْتِهَا قُلْتُ وَمَاذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا، یا رسول اللہ! کس عمل سے جنت کا حصول زیادہ قریب ہوگا؟ آپ نے فرمایا نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

۱۲۲۔ **وَحَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ ثُمَّ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهٗ لَزَادَنِيْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان ہی سوالات پر اکتفا کی اگر میں اور پوچھتا تو حضور اور بتلا دیتے۔

۱۲۳۔ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا

جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَزَادَ وَأَشَارَ إِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ وَمَا سَمَّاهُ لَنَا۔

اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۶۴- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَوِ الْعَمَلِ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل عمل اوقت پر نماز پڑھنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات

اس باب کی بعض روایات میں افضل عمل اللہ پر ایمان لانا، پھر جہاد کرنا، اور اس کے بعد حج کرنے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور پھر حج کرنے کا ذکر ہے اور اس سے پہلے ابواب میں سے بعض ابواب میں افضل عمل کھانا کھلانا اور بہ کثرت سلام کرنا اور بعض ابواب میں کسی شخص کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کا محفوظ رہنا افضل عمل بتلایا گیا ہے۔ ان روایات میں تعارض کی وجہ سے یہ اشکال ہوا کہ حقیقت میں افضل عمل کون سا ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ مختلف جوابات سوال کرنے والوں کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہیں یعنی اگر کسی شخص میں مال خرچ کرنے اور لوگوں سے میل جول رکھنے کی کمی تھی تو اس کے حق میں افضل عمل کھانا کھلانے اور بہ کثرت سلام کرنے کو قرار دیا، اسی طرح جہاد، حج اور والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔ یعنی جس شخص میں جس عمل کی کمی تھی اس کے حق میں اسی عمل کو افضل قرار دیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تمام اعمال افضل اعمال سے ہیں جہاں جس کو مناسب سمجھا بیان کر دیا تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ جوابات حالات کے اعتبار سے ہیں بعض حالات میں جہاد افضل ہے، بعض حالات میں حج اور بعض میں والدین کی اطاعت۔ اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ عقائد کے باب میں ایمان باللہ سب سے افضل ہے اور اعمال میں بعض حقوق اللہ ہیں اور بعض حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں بعض صرف بدنی عبادات ہیں، بعض صرف مالی اور بعض بدنی اور مالی کا مجموعہ اور حقوق العباد میں ماں باپ اور عام مسلمانوں کے حقوق ہیں۔

حقوق اللہ کے اعتبار سے بدنی عبادات میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا سب سے افضل ہے اور مالی عبادات میں زکوٰۃ سب سے افضل ہے اور مالی اور بدنی عبادات کے مجموعہ میں حج اور جہاد سب سے افضل ہیں اور حقوق العباد کے اعتبار سے والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور عام لوگوں کو کھانا کھلانا اور لوگوں سے میل جول رکھنا اور ان کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا افضل اعمال ہیں۔

بَابُ ۳۶ بَيَانِ كَوْنِ الشِّرْكِ أَقْبَحَ الذُّنُوْبِ وَبَيَانِ أَعْظَمِهَا بَعْدَهٗ

سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اس کے بعد بڑے گناہوں کا بیان

۱۶۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَقَالَ عُثْمٰنُ ثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ قُلْتُ لَهٗ إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيمٌ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ -

ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کے بعد کون سی چیز بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔

---

۱۷۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ، حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا فرمایا ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو، پھر حضور کے اس ارشاد کی تصدیق میں قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں: (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو لوگ ایسے کام کریں گے وہ اپنی سزا کو پالیں گے

ف: اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے، اس کے بعد قتل ناحق کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور ان کے بعد زنا، لواطت، ماں باپ کی نافرمانی، سحر (جادو) مسلمان پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا، سود کھانا اور اس جیسے ہر گناہ کبیرہ ہیں، اور ان میں سے ہر گناہ کو اکبر الکبائر کہا جاتا ہے۔

بَابُ ۳۳ الْكَبَائِرِ وَأَكْبَرِهَا

معصیت کبیرہ اور اکبر الکبائر کا بیان

۱۷۷ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے

سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلٰثًا اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ۔

ہوتے تھے، اچانک آپ نے تین بار فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ پھر ان کے بارے میں فرمایا، کسی کو اللہ کا شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، دفعتہً آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے دل میں کہا کاش آپ کا جوش ٹھنڈا ہو جائے۔

۱۶۸- **وَحَدَّثَنِیْ** يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ وَّهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْكَبَائِرِ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے متعلق فرمایا؛ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹ بولنا۔

۱۶۹- **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْكَبَائِرَ اَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّوْرِ اَوْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ قَالَ شُعْبَةُ وَاَكْبَرُ ظَنِّيْ اَنَّهٗ قَالَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے متعلق — فرمایا، کسی چیز کو اللہ تعالےٰ کا شریک بنانا، ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، پھر فرمایا کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں؟ فرمایا جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا، حضرت انس کہتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے جھوٹی گواہی فرمایا۔

۱۷۰- **حَدَّثَنِیْ** هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ مَالِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ کون سے سات گناہ ہیں؟ فرمایا کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، جادو کرنا، ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے بھاگنا، اور پاک دامن عورتوں پر

الْيَتِيْمِ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔

۱۷۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ الرَّجُلُ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ۔

۱۷۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

بدکاری کی تہمت لگانا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے۔ فرمایا ہاں ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور ایک شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کرکے فرمایا، اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

سات کبائر کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۱۷۰ میں ہے سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سات کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، بعض میں تین کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، اور بعض میں چار کا بیان ہے۔ ان کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بہت فحش معصیت کے قبیل سے ہیں اور ان کا بہت زیادہ وقوع ہوتا ہے، ان احادیث میں ان کبائر کا ذکر نہیں کیا گیا جن کا دوسری احادیث میں بیان کیا گیا ہے، صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں ماں باپ کو گالی دینے اور پیشاب کے قطروں سے احتراز نہ کرنے کو بھی کبائر میں شمار کیا گیا ہے، اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں جھوٹی قسم کھانے اور بیت اللہ کو حلال قرار دینے کو بھی معصیت کبیرہ میں شامل کیا گیا ہے۔

کبیرہ اور صغیرہ میں فرق

گناہ کبیرہ کی تعریف اور کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔ استاذ ابو اسحاق اسفرائنی شافعی اور دیگر علماء کا یہی قول ہے، قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ محققین کا یہی مذہب ہے، اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے اعتبار سے اس کی ہر مخالفت گناہ کبیرہ ہے، اور جمہور سلف اور خلف نے یہ کہا ہے

کہ معاصی کی دو قسمیں ہیں صغائر اور کبائر۔ اور حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے، کتاب اور سنت کے دلائل اور امت کے سلف اور خلف کا یہی قول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کی مخالفت بعض دوسرے احکام کی بہ نسبت کبیرہ ہے بعض خلاف ورزیاں ایسی ہیں کہ پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، عمرہ، وضو، عرفہ اور عاشوراء کے روزے یا دیگر نیکیاں ان کا کفارہ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے، اور بعض ایسی خلاف ورزیاں ہیں جن کا یہ نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے "جب تک کوئی شخص کبیرہ کا مرتکب نہ ہو" پس جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ ہو جاتی ہیں وہ صغیرہ ہیں اور جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں وہ کبیرہ ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ صغیرہ اور کبیرہ کے ثبوت پر یہ عمدہ دلیل ہے۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریفیں

جب یہ ثابت ہو گیا کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی طرف منقسم ہوتے ہیں تو ان کی تعریفوں میں پھر اختلاف ہے، حضرت ابن عباس نے یہ کہا ہر وہ گناہ جس کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ، غضب، لعنت یا عذاب کی خبر دی ہو وہ کبیرہ ہے، حسن بصری سے بھی یہی تعریف منقول ہے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ جس گناہ پہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کی وعید سنائی ہو یا دنیا میں اس پہ حد مقرر کی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، امام غزالی نے یہ کہا کہ ہر وہ گناہ جس کو انسان بغیر کسی خوف اور جھجک کے کرے وہ کبیرہ ہے، اور ہر وہ گناہ جس کو انسان ڈرتے ڈرتے کرے اور گناہ کی لذت پر اس کے عذاب کا خوف غالب رہے اور اس پر ارتکاب معصیت کے وقت ندامت طاری رہے وہ گناہ صغیرہ ہے۔ حافظ ابو عمرو ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا جس گناہ کے ارتکاب پر کتاب اور سنت میں دنیا میں حد بیان کی گئی ہو اور آخرت میں اس پر دوزخ کی وعید ہو یا لعنت ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، شیخ امام ابو محمد بن عبدالسلام نے بیان کیا ہے کہ دو گناہوں کے مفاسد کا تقابل کرو جس گناہ کے مفاسد زیادہ ہوں وہ کبیرہ اور دوسرا صغیرہ ہے، مثلاً کسی مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کے لیے بند کرنے یا کسی مسلمان شخص کو قتل کے لیے بند کرنے کا فساد یتیم کے مال کھانے کے فساد سے زیادہ ہے، اسی طرح کفار کو مسلمانوں کے خفیہ امور پر مطلع کرنا جس کے نتیجہ میں وہ مسلمان کی جان، مال، عزت اور آبرو کو لوٹ لیں اس کا فساد اور وبال میدان جنگ میں پیٹھ دکھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے، پھر انہوں نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ جس معصیت کو انسان بے پرواہی کے ساتھ کرے وہ کبیرہ ہے۔

امام ابو الحسن الواحدی وغیرہ نے یہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ کبیرہ کی تعریف غیر معروف ہے، بلکہ شریعت نے بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے اور بعض کو صغائر کے ساتھ متصف کیا ہے، اور بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے نہ صغائر کے ساتھ اور یہ کبائر اور صغائر دونوں کو شامل ہیں اور اس کے بیان نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان تمام معاصی سے بچتا رہے کہ مبادا یہ کبائر ہوں اور اس کی نظیر یہ ہے جیسے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا اور جمعہ کی ساعت قبولیت کو مخفی رکھا، رات میں اجابت دعا کی ساعت کو مخفی رکھا، اور اسم اعظم کو مخفی رکھا۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۵ - ۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن نجیم نے معاصی کے بیان میں ایک رسالہ لکھا ہے اس میں بیان کیا ہے کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔

علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ تعریف مستفاد ہوتی ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ بنا دیتا ہے، ہمارے نزدیک یہی تعریف مختار ہے۔ [1]

اصرار معصیت اور تکرار معصیت

علماء نے یہ کہا ہے کہ معصیت صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ کر دیتا ہے کیونکہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ استغفار سے کبیرہ گناہ مٹ جاتا ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ بن جاتا ہے اور شیخ ابو محمد بن عبد السلام نے کہا کہ اصرار کی حد یہ ہے کہ وہ گناہ کی پرواہ کیے بغیر بار بار صغیرہ کا ارتکاب کرے، اور شیخ ابو عمرو بن صلاح نے یہ کہا کہ اصرار اس وقت ہوگا جب وہ توبہ کی ضد کے ساتھ متصف ہوگا مثلاً ارتکاب معصیت کے وقت اس کو دوبارہ کرنے کا عزم ہو، یا اس معصیت کو ہمیشہ کرنے کا ارادہ ہو یا معصیت کے ارتکاب کے بعد اس پر نادم نہ ہو، اور اگر اس نے گناہ صغیرہ کیا اور اس پر نادم ہو کر توبہ کر لی اور شامت نفس سے پھر دوبارہ وہ گناہ کر لیا اور پھر نادم ہوا تو یہ تکرار معصیت ہے، اور اصرار معصیت نہیں ہے۔ [2]

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی بحث میں ہم نے یہاں مختصر کلام کیا ہے اور شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اہل علم اور اہل ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

شرک کی تعریف

حدیث نمبر ۱۵۰ میں سات چیزوں کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور ان میں پہلے شرک اور سحر کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود ماننا یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات ماننا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت ماننا یہ شرک ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز شرک نہیں ہے۔

سحر کی تعریف

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

وہ عجیب و غریب کام جو عام عادت اور معمولات کے خلاف ہو، جس کو بعض دفعہ اقوال خبیثہ مثلاً کلمات شرکیہ اور شیطان کی تعریف سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ افعال خبیثہ مثلاً ستاروں کی عبادت اور گناہوں کے ارتکاب سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ عقائد خبیثہ مثلاً شیطان اور گناہوں کی عبادت سے حاصل کیا جائے۔

جمہور علماء کے نزدیک جادو کرنا اور اس کے حق ہونے پر اعتقاد رکھنا کفر ہے، بعض علماء نے کہا جادو کو باطل سمجھ کر سیکھنا جائز ہے مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ [3]

بعض علماء نے کہا جادو سے حقیقت میں افعال ہو جاتے ہیں، اور بعض نے کہا یہ محض تخیل (ہپناٹیزم) اور نظر بندی ہے یعنی اپنی قوت متخیلہ کو دوسرے شخص کے ذہن پر اثر انداز کرنا جس سے اس کا ذہن عامل

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱، ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کے تابع ہو جائے اور عامل جو کچھ اس کے ذہن میں القا کرے اس کو وہی نظر آنے لگے، شعبدہ بازی یعنی ہاتھ کی صفائی سے کوئی کرتب دکھانا، جادو کے علاوہ ایک چیز ہے۔

بَابُ ۳۸ تَحْرِيْمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهٖ

تکبر کے حرام ہونے کا بیان

۱۷۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ دِيْنَارٍ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ حَمَّادٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنَةً قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا ایک شخص نے عرض کیا آدمی چاہتا ہے اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کا جوتا عمدہ ہو، آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے تکبر اپنی انانیت کی وجہ سے حق بات کو جھٹلانا اور دوسرے کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

۱۷۴ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ قَالَ مِنْجَابٌ اَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہے وہ جہنم میں نہیں جائے گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا۔

۱۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ فُضَيْلٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ پر جمیل کا اطلاق کرنے کی بحث

حدیث نمبر ۱۷۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس کے معنی میں اختلاف ہے، ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حسین اور جمیل ہے، اور اللہ تعالیٰ

کے اسمائے حسنیٰ ہیں اور اس کی صفات جمال اور کمال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جمیل کا معنی مجمل ہے یعنی جمال عطا فرمانے والا، جیسے کریم کا معنی مکرم اور سمیع کا معنی مسمع ہے، امام قشیری نے کہا جمیل کا معنی ہے جلیل، علامہ خطابی نے کہا اس کا معنی ہے وہ جمال کا مالک ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال جمیل ہیں وہ تم پر لطف اور مہربانی کرتا ہے، وہ تمہیں کم کام کا مکلف کرتا ہے، اس میں تمہاری مدد کرتا ہے اور اس کا اجر زیادہ عطا فرماتا ہے۔

جمیل کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے حدیث صحیح میں آیا ہے، لیکن یہ خبر واحد ہے، نیز ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں لیکن اس کی سند میں بحث ہے، اور مذہب مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ جمیل کا اطلاق جائز ہے، اور بعض علماء نے اس سے منع کیا ہے، امام الحرمین نے کہا جن اسماء اور صفات کا اطلاق شریعت میں آگیا ہے ہم ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کے اطلاق سے منع کیا ہے ہم ان سے منع کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کا اطلاق ثابت ہے نہ ان سے منع کیا گیا ہے، ہم ان پر حلال یا حرام کا حکم نہیں لگائیں گے، کیونکہ احکام شرعیہ کو ان کے مآخذ شرعیہ سے حاصل کیا جاتا ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک مذہب صحیح یہ ہے کہ ورود شرع سے پہلے کسی چیز کے حلال یا حرام یا مباح ہونے کا حکم نہیں ہے، بعض علماء نے کہا ورود شرع سے پہلے اشیاء مباح تھیں، بعض نے کہا کہ ورود شرع سے پہلے ان کا حکم توقف تھا اور ان مختلف اقوال میں پہلا قول مختار ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بحث جن کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے

جن اسماء اور صفات کا شریعت میں اطلاق ثابت ہے نہ ان کی ممانعت ہے، علماء کی ایک جماعت نے ان کے اطلاق کو جائز قرار دیا ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب تک کتاب اللہ، سنت متواترہ یا اجماع سے ان کا ثبوت نہ ہو ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے، اور اگر ان کا ثبوت خبر واحد میں ہو (جیسے یہاں لفظ جمیل کا اطلاق ہے) تو اس میں بھی اختلاف ہے علماء کی ایک جماعت نے اس کو جائز کہا ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس لفظ سے پکارنا جائز ہے اور بعض علماء نے کہا اس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا صحیح یہ ہے کہ اس کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اور خبر واحد کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو جمیل کہنا جائز ہے[۵] (اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے)

جنت میں متکبر کے داخل نہ ہونے کی توجیہ

حدیث نمبر ۱۷۳ میں ہے: جس کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے وہ بالکل جنت میں نہیں جائے گا۔

---

[۵] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

۲۔ جس وقت مومن جنت میں جائے گا تو اس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر نہیں ہو گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بالکل صاف کر کے اسے جنت میں بھیجے گا۔

۳۔ متکبر ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا متواضع لوگوں کے بعد جائے گا، یا تکبر کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل۔ (اعراف: ۴۳)

ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کی رنجش نکال لیں گے!

علامہ خطابی کی ذکر کردہ یہ دونوں تاویلیں بعید ہیں، کیونکہ اس حدیث میں معروف تکبر کی نفی کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں سے بلند سمجھا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے اور انانیت کی بناء پر حق کا انکار کیا جائے، بلکہ اس حدیث کی صحیح تاویل وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ متکبر کو ابتداءً جنت میں نہیں داخل کیا جائے گا بلکہ تمام مومنین کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا متقین کے داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا جو متکبرین بلا توبہ تکبر پر ہی مر گئے، ان کو اس تکبر کی سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا۔ [۱]

قیمتی لباس پہننا اور عمدہ کھانے کھانا تکبر نہیں ہے

اس حدیث میں یہ بھی بتلا دیا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا، قیمتی ملبوسات پہننا، عمدہ اور لذیذ کھانے کھانا، خوش رنگ اور خوبصورت گھروں میں رہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے اور یہ امور نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حسن، جمال اور زیب و زینت کو پسند فرماتا ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے تجاوز نہ ہو، آخر اللہ تعالیٰ نے یہ حسین سبزہ زار وادیاں، خوشبودار اور خوش رنگ پھولوں سے لدے ہوئے باغات، چشمے اور کہسار، حسین و جمیل پرندے اور حیوانات، چاند سورج اور ستارے ایک سے ایک بڑھ کر حسین و جمیل مخلوق اسی لیے پیدا فرمائی ہے کہ وہ حسن و جمال کو پسند فرماتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں آرائش اور زیبائش کا اہتمام کرنا اور عمارات کو چراغاں کرنا یہ تمام امور مستحب ہیں، اسی طرح شب معراج، شب برات اور شب قدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں کی خوشی میں زیب و زینت کا انتظام و انصرام کرنا مستحب امور سے ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لیے عیش و عشرت کے سامان مہیا کرنا اور اسراف اور تبذیر کی مکمل بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔

⁂

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَنَّ مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا دَخَلَ النَّارَ

جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا اس کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر مرا اس کے دوزخی ہونے پر دلیل

۱۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ وَكِيعٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا خاتمہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا۔

۱۷۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ فَقَالَ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! وہ کون سی دو چیزیں ہیں جو جنت یا دوزخ کو واجب کرتی ہیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص کا خاتمہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا۔

۱۷۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا قُرَّةُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ قَالَ أَبُو أَيُّوبَ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس نے کسی کو اللہ تعالی کا شریک نہ بنایا ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص نے اللہ تعالی سے اس حال میں ملاقات کی ہو کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک بنا چکا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۱۷۹- وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند سے یہ بھی روایت اسی طرح منقول ہے۔

الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهٖ۔

۱۸۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَتَانِيْ جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِيْ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے بشارت دی کہ جو شخص آپ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا اگرچہ وہ زنا یا چوری کرتا ہو؟ کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو۔

۱۸۱۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ ثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ يَعْمَرَ حَدَّثَهٗ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيْلِيَّ حَدَّثَهٗ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ حَدَّثَهٗ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ ثُمَّ أَتَيْتُهٗ فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهٗ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ عَلٰى رَغْمِ أَنْفِ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ فَخَرَجَ أَبُوْ ذَرٍّ وَهُوَ يَقُوْلُ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِيْ ذَرٍّ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور ایک سفید کپڑا اوڑھے سو رہے تھے، میں دوبارہ حاضر ہوا، اس وقت بھی آپ سو رہے تھے۔ میں تیسری بار حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی اعتقاد پر اس کا خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو، میں نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا۔ چوتھی بار سوال کے جواب میں یوں فرمایا اگرچہ وہ شخص زنا اور چوری کرتا ہو وہ ابوذر کی ناک پر خاک ڈالتا ہوا جنت میں چلا جائے گا۔ ابوذر مجلس سے اٹھ گئے۔ اور (ذوق و شوق سے) بار بار یہ کلمہ دہرا رہے تھے ابوذر کی ناک پر خاک ڈالتا ہوا۔

کیا صرف لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا نجات کے لیے کافی ہے؟

حدیث نمبر ۱۸۱ میں ہے: جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اور اسی اعتقاد پر اس کا خاتمہ ہو جائے وہ جنت میں جائے گا۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نیک اعمال

کی کوئی ضرورت ہے نہ بداعمالیوں سے کوئی ضرر ہوتا ہے اور یہ مرجئہ کا مسلک ہے لیکن یہ حدیث ان کے لیے حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بداعمالیوں پر سزا ملتی ہے، نیز قرآن کریم کی کسی ایک آیت یا اس کے کسی حصہ کو دیگر آیات و احادیث سے الگ کر کے کسی عقیدہ یا حکم شرعی کے اثبات کی اساس نہیں بنایا جا سکتا تاوقتیکہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور ان میں معنوی تطبیق نہ دی جائے تاکہ ہر مسئلہ میں قرآن و احادیث کا منشاء اور ان کی مراد معلوم ہو جائے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو بہرحال جنت میں چلا جائے گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بداعمالیوں پر اس نے توبہ کر لی ہو اور وہ قبول ہو جائے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے اور وہ جنت میں چلا جائے یا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بغیر کسی کی شفاعت کے اس کو جنت میں داخل کر دے، اور اگر خدانخواستہ یہ سب نہ ہو تو پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر بالآخر جنت میں چلا جائے گا۔

اس حدیث میں صرف لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مسلمان ہونے کے لیے توحید و رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے اور یہ کہ لا الٰہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم (نام) بن چکا ہے جیسے "الحمد شریف" سورۃ فاتحہ کے لیے اور "قل ھو اللہ احد" سورۃ اخلاص کے لیے علم ہیں، علاوہ ازیں قرآن اور حدیث کے دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ فقط ایمان باللہ کافی نہیں، ایمان بالرسالت بھی نجات کے لیے ضروری ہے۔

نیز کلمہ گو سے مراد وہ شخص ہے جو کلمہ پڑھنے کے ساتھ کوئی کفریہ عقیدہ نہ رکھے، مثلاً اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مستقل یا غیر مستقل نبی کی بعثت کے امکان کو مانتا ہے یا قرآن مجید میں تحریف کا اعتقاد کرتا ہے تو اس کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ عہد رسالت میں منافقین کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تھا۔

باب ۴ تَحْرِيْمِ قَتْلِ الْكَافِرِ بَعْدَ قَوْلِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

۱۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ مُتَقَارِبٌ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ عَنِ الْمِقْدَادِ ابْنِ الْاَسْوَدِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِيْ فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَفَاَقْتُلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کلمہ پڑھ لینے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو اور وہ میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور پھر جب وہ میرے حملہ کی زد میں آئے تو ایک درخت کی پناہ میں آ کر کہے میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا تو میں اس شخص کو اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ

لَا تَقْتُلْهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِي ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ ۔

پڑھ لے تو کیا اب میں اس کو قتل نہیں کر سکتا؟ آپ نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے، اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ اس درجہ پر ہوگا جس پر تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے، اور تم اس درجہ پر ہو گے جس درجہ پر وہ کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا۔

۱۸۳- **وَحَدَّثَنَا** إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا الْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ جُرَيْجٍ فِي حَدِيثِهِمَا قَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَأَمَّا مَعْمَرٌ فَفِي حَدِيثِهِ فَلَمَّا أَهْوَيْتُ لِأَقْتُلَهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی مختلف اسانید بیان کیں اور بتلایا کہ ان اسانید کے ساتھ بھی یہ روایت معمولی تغیر سے منقول ہے۔ مثلاً ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ۔

۱۸۴- **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيَّ وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ بیان کیا اور کہا اس سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے کہ حضرت مقداد بن اسود نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو.... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

۱۸۵- **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَهٰذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَأَدْرَكْتُ رَجُلًا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا، ہم علی الصبح قبیلہ جہینہ کی بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ کیا اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر مجھے اس فعل کے بارے میں کچھ تردد ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس

قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهٗ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَهٗ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِّنَ السِّلَاحِ قَالَ اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لَا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ اَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ سَعْدٌ وَّاَنَا وَاللّٰهِ لَآ اَقْتُلُ مُسْلِمًا حَتّٰى يَقْتُلَهٗ ذُو الْبُطَيْنِ يَعْنِيْ اُسَامَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّاَنْتَ وَاَصْحَابُكَ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ .

—— واقعہ کا ذکر کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود تم نے اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اپنی جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟ جس سے تم کو پتا چل جاتا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کاش میں اسی وقت اسلام لایا ہوتا۔ (تاکہ اس شخص کے قتل کا گناہ میرے نامہ اعمال میں نہ لکھا جاتا) یہ حدیث سن کر سعد نے کہا خدا کی قسم میں کسی مسلمان سے جنگ نہیں کروں گا، حتیٰ کہ حضرت اسامہ اس سے جنگ نہ کریں۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہیں فرمایا، کافروں سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ فتنہ مٹ نہ جائے اور اللہ کا دین پھیل جائے؟ سعد نے جواب دیا ہم فتنہ مٹانے کے لیے جنگ کر چکے ہیں اور تم اور تمہارے ساتھی فتنہ پھیلانے کے لیے جنگ کر رہے ہو۔

۱۸۶ - وَحَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ يُحَدِّثُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ قَالَ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَكَفَّ عَنْهُ الْاَنْصَارِيُّ وَطَعَنْتُهٗ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهٗ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ يَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہاد کے لیے حرقہ کی طرف روانہ کیا جو قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ ہے ہم صبح وہاں پہنچ گئے اور ان کو شکست دے دی میں نے اور ایک انصاری نے مل کر اس قبیلہ کے ایک شخص کو گھیر لیا، جب وہ ہمارے حملہ کی زد میں آگیا تو اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ، انصاری تو کلمہ سن کر الگ ہو گیا لیکن میں نے نیزہ مار مار کر اس کو ہلاک کر ڈالا جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی، ——

قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ فَقَالَ اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَمَا قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔

١٨٧۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ اَنَّ خَالِدًا الْاَثْبَجَ ابْنَ اَخِيْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ حَدَّثَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ اَنَّهٗ حَدَّثَ اَنَّ جُنْدَبَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيَّ بَعَثَ اِلٰى عَسْعَسِ بْنِ سَلَامَةَ زَمَنَ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ اجْمَعْ لِيْ نَفَرًا مِّنْ اِخْوَانِكَ حَتّٰى اُحَدِّثَهُمْ فَبَعَثَ رَسُوْلًا اِلَيْهِمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَآءَ جُنْدَبٌ وَّعَلَيْهِ بُرْنُسٌ اَصْفَرُ فَقَالَ تَحَدَّثُوْا بِمَا كُنْتُمْ تَحَدَّثُوْنَ بِهٖ حَتّٰى دَارَ الْحَدِيْثُ فَلَمَّا دَارَ الْحَدِيْثُ اِلَيْهِ حَسَرَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَّاْسِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ اَتَيْتُكُمْ وَلَا اُرِيْدُ اِلَّا اَنْ اُخْبِرَكُمْ عَنْ نَّبِيِّكُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِذَا شَآءَ اَنْ يَّقْصِدَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ وَاَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ قَالَ وَكُنَّا نُحَدَّثُ اَنَّهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ اِلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلَهٗ فَجَآءَ الْبَشِيْرُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ وَاَخْبَرَهٗ حَتّٰى

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا؟ حضور بار بار یہ کلمات دہرا رہے تھے، اور میں سوچ رہا تھا کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا!

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے فتنہ کے زمانہ میں عسعس بن سلامہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں کو جمع کرو، میں ان کے سامنے ایک حدیث بیان کروں گا۔ عسعس نے قاصد بھیج کر سب کو جمع کر لیا، جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت جندب زرد ٹوپی پہنے ہوئے تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا تم لوگ اپنی اپنی باتوں میں مشغول رہو، جب لوگ اپنی باتیں ختم کر کے حضرت جندب کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت جندب نے سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا: میں تمہارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ایک فوج مشرکین سے جہاد کے لیے روانہ فرمائی، مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ ہوا، ایک شخص مشرکین میں سے اتنا دلیر تھا کہ جس مسلمان کو مارنا چاہتا تھا مار ڈالتا تھا۔ حضرت اسامہ بن زید اس کی گھات میں تھے جس وقت وہ ان کی تلوار کی زد میں آ گیا تو اس نے کلمہ پڑھتے ہوئے کہا لا الٰہ الا اللہ لیکن اس باوجود حضرت اسامہ بن زید نے اس شخص کو قتل کر دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح کی خوشخبری پہنچی تو بتلانے والے نے اس

أَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لِمَ قَتَلْتَهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَسَمّٰى لَهُ نَفَرًا وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَقَتَلْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُهُ عَلٰى أَنْ يَقُوْلَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

شخص کے قتل کیے جانے کا واقعہ بھی بیان کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلا کر دریافت کیا کہ تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ حضرت اسامہ نے کہا یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا، اور چند صحابہ کا نام لے کر بتلایا کہ فلاں فلاں کو اس نے شہید کیا ہے۔ میں نے اس پر حملہ کیا لیکن جب اس نے تلوار دیکھی تو فوراً کہا لا الٰہ الا اللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کو قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ نے کہا ہاں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کے دن لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجیے۔ آپ نے پھر فرمایا جب قیامت کے دن لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے کہ جب قیامت کے دن لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟

ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اُسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۱۸۵ میں ہے: حضرت اسامہ نے ایک شخص پر حملہ کیا اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا، حضرت اسامہ نے خیال کیا اس شخص نے جان کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے، اور اس کو قتل کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس پر افسوس کیا اور فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر قصاص واجب کیا۔ نہ دیت اور نہ کفارہ، بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس صورت میں یہ سب چیزیں ساقط ہو جاتی ہیں، لیکن

اس صورت میں کفارہ بہر حال واجب ہے: کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ ج ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اهله الا ان یصدقوا ط فان کان من قوم عدو لکم وهو مؤمن فتحریر رقبة مؤمنة ط وان کان من قوم بینکم وبینهم میثاق فدیة مسلمة الی اهله وتحریر رقبة مؤمنة ج فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین توبة من الله ط وکان الله علیما حکیما۔

(نساء: ۹۲)

اور کسی مسلمان کے لیے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، الّا یہ کہ اس نے خطأً (نادانستہ) قتل کیا ہو، اور جس شخص نے کسی مسلمان کو بلا قصد قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا ہے اور اس کی دیت (خون بہا) اس کے وارثوں کو ادا کرنا ہے، الّا یہ کہ وہ اس کو معاف کر دیں، پھر اگر وہ شخص اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول شخص) مسلمان ہو تو (صرف) ایک مسلمان (غلام) کو آزاد کرنا ہے اور اگر وہ (مقتول شخص) اس قوم سے ہو جس سے تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کرنا ہے، اور ایک مسلمان (غلام) کو آزاد کرنا ہے تو جو شخص (غلام یا باندی کو) نہ پائے تو اس پر دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا لازم ہیں، یہ اللہ کی طرف سے توبہ ہے، اور اللہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے قصاص اس شبہ کی وجہ سے ساقط کر دیا گیا کہ انہوں نے اس شخص کو کافر گمان کیا تھا، اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس حال میں کلمہ توحید کا اظہار اس کو مسلمان نہیں کرتا، اور دیت کے وجوب میں امام شافعی کے دو قول ہیں، اور ان میں سے ہر قول کو بعض علماء نے اختیار کیا ہے، رہا یہ کہ اس حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارہ علی الفور واجب نہیں ہوتا، بلکہ تاخیر سے واجب ہوتا ہے، اور اصولیین کے مذہب کے مطابق بیان کو ضرورت کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے۔ اور جس قول کے مطابق دیت واجب ہوتی ہے تو یہ احتمال ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت غریب تھے اس لیے ان کی خوشحالی تک دیت مؤخر کر دی گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟

اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ پر دلیل ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

⁂

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے"

۱۸۸ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ہمارے خلاف تلوار اٹھائے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔

۱۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُصْعَبٌ وَهُوَ ابْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا ۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر "تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔

۱۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا أُسَامَةُ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔

ف : اہل سنت متکلمین اور فقہاء کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں پر ناحق اور بغیر کسی تاویل کے ہتھیار اٹھایا اور اس کام کو جائز اور حلال نہیں سمجھا وہ گنہگار ہے اور جس شخص نے اس کو جائز اور حلال سمجھا وہ کافر ہے، اور یہی اس حدیث کا محمل ہے، یا اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ایسا شخص ہماری سیرت کاملہ اور ہمارے

پسندیدہ طریقہ پر نہیں ہے۔

بَابُ ۴۲ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

۱۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ مُحَمَّدُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ جس نے ہم کو دھوکا دیا۔

۱۹۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ فَقَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک غلہ فروخت کرنے والے کے پاس سے گذرے آپ نے اپنا ہاتھ غلہ کے اندر ڈالا تو ہاتھ میں کچھ تری محسوس ہوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تری کیسی ہے؟ غلہ کے مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس پر بارش ہو گئی تھی، آپ نے فرمایا تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو اوپر کیوں نہ رکھا - تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیتے؟ جس شخص نے دھوکا دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

ف : اس باب کی احادیث کی بھی وہی تاویل ہے جو اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔

بَابُ ۴۳ تَحْرِيْمِ ضَرْبِ الْخُدُوْدِ وَشَقِّ الْجُيُوْبِ وَالدُّعَاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

۱۹۳ - حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ جَمِيْعًا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ

منہ پر تھپیڑ مارنے، گریبان چاک کرنے اور زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار کا بیان

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پیٹے اور گریبان چاک کرے یا ایام جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

عن مسروق عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب أو دعا بدعوى الجاهلية هذا حديث يحيى وأما ابن نمير وأبو بكر فقالا وشق ودعا بغير ألف۔

١٩٤۔ وحدثنا عثمان بن أبي شيبة حدثنا جرير ح وحدثنا إسحق بن إبراهيم وعلي بن خشرم قالا أخبرنا عيسى ابن يونس جميعا عن الأعمش بهذا الإسناد وقالا وشق ودعا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

١٩٥۔ وحدثنا الحكم بن موسى القنطري حدثنا يحيى بن حمزة عن عبد الرحمن بن يزيد ابن جابر أن القاسم بن مخيمرة حدثه قال حدثني أبو بردة ابن أبي موسى قال وجع وجعا فغشي عليه ورأسه في حجر امرأة من أهله فصاحت امرأة من أهله فلم يستطع أن يرد عليها شيئا فلما أفاق قال أنا بريء مما برئ منه رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم برئ من الصالقة والحالقة والشاقة۔

حضرت ابوبردہ بن ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سخت بیمار ہوگئے جس کی وجہ سے آپ پر غشی طاری ہوگئی اس وقت آپ کا سر گھر والوں میں سے کسی عورت کی گود میں تھا انہی میں سے کوئی عورت چیخ چیخ کر رونے لگی غشی کی وجہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری ـــــــ اس کو کچھ نہ کہہ سکے جب ہوش میں آئے تو فرمایا جن کاموں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیزار تھے۔ ان سے میں بیزار ہوں، رسول صلے اللہ علیہ وسلم نوحہ کرنے والی، سر منڈانے والی اور گریبان پھاڑنے والی عورتوں سے بیزار تھے۔

١٩٦۔ حدثنا عبد بن حميد وإسحق بن منصور قالا أخبرنا جعفر بن عون أخبرنا أبو عميس قال سمعت أبا صخرة يذكر عن عبد الرحمن بن يزيد وأبي بردة ابن أبي موسى قالا أغمي على أبي موسى فأقبلت امرأته أم عبد الله تصيح برنة قالا ثم أفاق فقال ألم تعلمي وكان يحدثها أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال أنا بريء ممن حلق وسلق

عبدالرحمٰن بن یزید اور ابوبردہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ پر غشی طاری ہوگئی ان کی بیوی چلا چلا کر رونے لگیں، جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو انھوں نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر اس عورت سے بیزار ہوں جو سر منڈائے، نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے۔

وَخَرَقَ۔

١٩٧ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُطِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عِيَاضٍ الْاَشْعَرِيِّ عَنِ امْرَاَةِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ. قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا دَاؤُدُ يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ هِنْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ عِيَاضٍ الْاَشْعَرِيِّ قَالَ لَيْسَ مِنَّا وَلَمْ يَقُلْ بَرِيْءٌ۔

امام مسلم نے دو مختلف سندیں بیان کیں، اور فرمایا ان سندوں کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔ مگر اس میں بیزار کی جگہ یہ الفاظ ہیں کہ ایسا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

ف: نوحہ کی حرمت کے ضمن میں ماتم اور تعزیہ داری کی تحقیق باب نمبر ۲۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ ۴۳ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيْمِ النَّمِيْمَةِ

چغلخوری کی سخت ممانعت

١٩٨ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْاَحْدَبُ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا يَنُمُّ الْحَدِيْثَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہیں معلوم ہوا کہ کوئی شخص لوگوں کی باتیں حاکم سے جا کر بیان کرتا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

١٩٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَاِسْحٰقُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَنْقُلُ الْحَدِيْثَ اِلَى الْاَمِيْرِ قَالَ وَكُنَّا جُلُوْسًا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ هٰذَا مِمَّنْ يَنْقُلُ الْحَدِيْثَ اِلَى الْاَمِيْرِ قَالَ فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلَيْنَا فَقَالَ

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لوگوں کی باتیں حاکم تک پہنچا دیتا تھا ایک دن ہم مسجد میں اس شخص کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ وہ چغلخور ہے اچانک وہ بھی آگیا اور ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ گیا حضرت حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔

حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ .

۲۰۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ حُذَيْفَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَآءَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَيْنَا فَقِيْلَ لِحُذَيْفَةَ اِنَّ هٰذَا يَرْفَعُ اِلَى السُّلْطَانِ اَشْيَآءَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ اِرَادَةَ اَنْ يُّسْمِعَهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ .

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت حذیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص ہمارے پاس بیٹھ گیا لوگوں نے حضرت حذیفہ سے کہا یہ شخص لوگوں کی باتیں حاکم تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت حذیفہ نے اس کو سنانے کے لیے لوگوں سے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔

چغلی کی تعریف

قرآن مجید میں ہے:

ویل لکل همزة لمزة - (همزة ۱:۱)

ہر چغلخور اور طعنہ زن کے لیے تباہی ہے

چغلی کی تعریف یہ ہے:

نقل کلام الناس بعضهم الی بعض علی جهة الافساد بینهم -

آپس میں فساد ڈالنے کے لیے بعض کی باتیں بعض دوسروں تک پہنچانا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام ابو حامد غزالی احیاء العلوم (ج ۳ ص ۱۵۲) میں فرماتے ہیں چغلی اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی شخص سے جاکر یہ کہے کہ فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا، اور وہ ایسی بات پہنچائے جس کا ظاہر کرنا ناپسند اور ناگوار ہو، اور عام ازیں کہ یہ اظہار صراحۃً کیا جائے یا اشارۃً اور کنایۃً، سو چغلی کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا راز افشاء کیا جائے، اور جس چیز کا اظہار کوئی شخص ناپسند کرتا ہے اس کا اظہار کیا جائے اور بتایا جائے کہ فلاں شخص فلاں کے متعلق یہ ناپسندیدہ اور ناگوار بات کہہ رہا تھا۔

چغلی سننے والے پر چھ امور لازم ہیں

جس شخص کے سامنے چغلی کی جائے اس پر چھ باتیں لازم ہیں (۱) چغلی کرنے والے کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ چغلی کرنے والا فاسق ہے

(۲)۔ چغلی کرنے والے کو چغلی کرنے سے منع کرے، اس کے سامنے چغلی کی قباحت بیان کرے اور اس کو نصیحت کرے۔

(۳)۔ اس سے بغض رکھے۔ کیونکہ چغلی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے اس سے بغض رکھنا چاہیے۔

(۴)۔ چغلی کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی سے بغض نہ رکھے۔

(۵)۔ اس شخص کی چغلی کی وجہ سے اس میں معاملہ کی تحقیق اور تجسس کرنے کا داعیہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۶)۔ اس چغلی کو آگے نہ پھیلائے، مثلاً یہ نہ کہے کہ فلاں، فلاں کے متعلق یہ کہہ رہا تھا ورنہ وہ خود بھی چغلخور ہو جائے گا۔

دفع فساد کے لیے کسی کی بات پہنچانے کا جواز

امام غزالی نے چغلی کے متعلق یہ جو کچھ بیان کیا ہے یہ اس وقت ہے جب اس میں کوئی مصلحت شرعیہ نہ ہو، اور اگر کوئی بات کسی تک پہنچانے میں کوئی مصلحت شرعیہ ہو تو پھر اس بات کا پہنچانا ممنوع نہیں ہے مثلاً کسی شخص کو یہ بتائے کہ فلاں شخص تمہاری بے عزتی کرنے والا ہے، یا وہ تمہاری بیوی کی عزت پر حملہ کرنے والا ہے، یا وہ تمہارا مال لوٹ کرلے جانے والا ہے۔ یا اس قسم کی شر انگیز باتوں کو امام (حاکم) تک پہنچائے یا کسی صاحب منصب تک یہ بات پہنچائے کہ فلاں شخص ایسا کام کر رہا ہے یا ایسا منصوبہ بنا رہا ہے جس سے فساد برپا ہوگا اور تخریب کاری ہوگی اور صاحب منصب پر لازم ہے کہ اس معاملہ کی تحقیق اور چھان بین کرے اور فتنوں کا سدباب کرے اور اس قسم کے اور اس جیسے امور حرام نہیں ہیں، بلکہ فتنہ کی نوعیت کی اعتبار سے بعض صورتوں میں فتنہ کی خبر دینا واجب اور بعض صورتوں میں مستحب ہے [لہ]

حکومت نے جو جاسوسی نظام قائم کیا ہے وہ بھی اسی صورت پر محمول ہے۔ کیونکہ چغلی اس وقت ہوتی ہے جب فساد ڈالنے کے لیے کسی کی بات کسی کو پہنچائی جائے اور ان صورتوں میں فساد دور کرنے کے لیے کوئی بات پہنچائی جاتی ہے، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کر دی ہے۔

بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ إِسْبَالِ الْإِزَارِ وَالْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَتَنْفِيقِ السِّلْعَةِ بِالْحَلِفِ وَبَيَانِ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں، احسان جتلانے والوں اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا بیان

۲۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام فرمائیگا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا۔ اور انہیں دردناک عذاب دے گا حضرت ابوذر نے عرض کیا حضور یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارے میں رہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان جتلانے والا، اور اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت کرنے والا۔

۲۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْاَعْمَشُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمَنَّانُ الَّذِيْ لَا يُعْطِيْ شَيْئًا اِلَّا مَنَّهٗ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا، ایک وہ شخص جو ہر نیکی کا احسان جتاتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو جھوٹی قسم کھا کر سامان فروخت کرتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو اپنے کپڑوں کو ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے۔

۲۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے، لیکن اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ بات کرے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۲۰۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے بات کرے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا، ایک اور روایت میں اضافہ ہے نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ایک بوڑھا زانی، دوسرا جھوٹا حاکم تیسرا مغرور فقیر۔

۲۰۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهٰذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ لَهُ بِاللّٰهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذٰلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ۔

۲۰۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ۔

۲۰۷- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُرَاهُ مَرْفُوعًا قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلَى مَالِ مُسْلِمٍ فَاقْتَطَعَهُ وَبَاقِي حَدِيثِهِ نَحْوُ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات کرے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا، ایک وہ شخص جس کے پاس جنگل میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو پھر اس کے باوجود کسی مسافر کو پانی نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کوئی چیز فروخت کی اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے یہ مال اتنے میں خریدا ہے اور واقعہ میں ایسا نہ تھا، تیسرا وہ شخص جو دنیاوی مال کی خاطر کسی حاکم سے بیعت کرے اگر مال مل جائے تو اس کی اطاعت کرے اور نہ ملے تو نہ کرے۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کی اور بتلایا کہ اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں قیمت بتانے کا ذکر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات کرے گا اور نہ ان کی جانب نظر رحمت کرے گا، اور ان کو دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ شخص ہے جس نے عصر کے بعد قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال مار لیا۔ بقیہ حدیث سابق حدیث کی طرح ہے۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۲۰۱ میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے پر عذاب کی وعید ہے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں! اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص تکبر کی نیت سے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکائے، جیسا کہ ایک حدیث میں تفصیل سے بیان ہے "جس شخص نے تکبر سے کپڑا ٹخنوں کے نیچے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، اس حدیث میں ٹخنوں سے کپڑا لٹکانے والوں کے عموم سے ان کو مستثنیٰ کر لیا

ہے جو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا نہیں لٹکاتے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس میں رخصت دی تھی اور فرمایا تھا تم تکبر کی نیت سے کپڑا نہیں لٹکاتے، اس رخصت اور تکبر کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ عذاب کی یہ وعید صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر سے کپڑوں کو ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں، یہ حکم قمیص اور تہبند دونوں کو عام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تہبند، قمیص اور عمامہ ان میں سے جس کو بھی کسی شخص نے تکبر سے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے (شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہم نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے)

بوڑھے زانی، جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۲۰۴ میں ہے: بوڑھے زانی، جھوٹے حاکم، اور متکبر فقیر پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں فرمائے گا۔

قاضی عیاض نے کہا اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں سے ہر شخص نے معصیت مذکورہ کا التزام کیا حالانکہ وہ معصیت اس کے حال سے بہت بعید ہے اور اسے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے لیے اس معصیت کے محرکات بھی نہیں ہیں، ہر چند کہ کوئی شخص بھی ارتکاب معصیت میں معذور نہیں ہے لیکن جب ان معاصی کی حاجت نہ ہو نہ عادۃً ان کے دواعی اور محرکات ہوں تو پھر ان کا ان معاصی کا ارتکاب کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ عناداً ان معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے حق کو بہت معمولی خیال کرتے ہیں، کیونکہ بوڑھے آدمی کی طویل زمانہ گذر جانے اور متعدد تجربات کے حصول کی وجہ سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس میں جماع کے اسباب اور عورتوں کی شہوت کم ہو جاتی ہے اور بھی کبھی شہوت کو پورا کرنے کے اس کے پاس حلال ذرائع موجود ہوتے ہیں تو پھر اس کا زنا کرنا بہت بعید ہوتا ہے کیونکہ زنا کا محرک اور باعث شباب، حرارت غریزہ، قلت معرفت، غلبہ شہوت، ضعف عقل اور کم عمری ہوتا ہے۔

اسی طرح امام اور حاکم سے اس کی رعیت ڈرتی ہے اور اس کو مداہنت کرنے اور جھوٹ بولنے کی حاجت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شخص مداہنت کرتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے جس کو کسی چیز پر گرفت اور مواخذہ کا خوف ہو اور جب حاکم گرفت اور مواخذہ سے بے پرواہ ہوتا ہے تو پھر اس کا جھوٹ بولنا زیادہ قبیح ہے۔

اسی طرح فقیر کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے کیونکہ تکبر کا سبب اپنے ہم عصروں پر فائق ہونا، دنیا کی کثرت اور لوگوں کا اس کی طرف محتاج ہونا ہے تو جس شخص کے مال و دولت نہ ہو اور وہ خود دوسروں کا دست نگر اور محتاج ہو تو اس کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے اس لیے بوڑھے زانی، جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔ لہ

باب ۴۶ بیانِ غِلَظِ تحریمِ قتلِ الانسانِ خودکشی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نَفْسَهُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي النَّارِ وَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ

عذاب

۲۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ہتھیار سے خودکشی کرے تو جہنم میں وہ ہتھیار اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس ہتھیار سے جہنم میں وہ شخص خود کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا، اور جو شخص زہر سے خودکشی کرے گا، وہ جہنم میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ گرتا رہے گا۔

۲۰۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ۔

امام مسلم نے تین اور اسناد بیان کیں اور بتلایا کہ ان سندوں سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۲۱۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ بْنِ أَبِي سَلَّامٍ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ أَبَا قِلَابَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِي شَيْءٍ لَا يَمْلِكُهُ۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہوجانے کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہوجائے گا، اور جس شخص نے کسی چیز سے خودکشی کی تو قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔ اور اگر کسی نے غیر مملوکہ چیز کی نذر مانی تو اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

۲۱۱ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز

ابْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ قِلَابَۃَ عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاکِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ عَلٰی رَجُلٍ نَذْرٌ فِیْمَا لَا یَمْلِکُ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ کَقَتْلِہٖ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِشَیْءٍ فِی الدُّنْیَا عُذِّبَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنِ ادَّعٰی دَعْوٰی کَاذِبَۃً لِیَتَکَثَّرَ بِہَا لَمْ یَزِدْہُ اللّٰہُ اِلَّا قِلَّۃً وَمَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنِ صَبْرٍ فَاجِرَۃٍ۔

۲۱۲- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَعَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ کُلُّہُمْ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاکِ الْاَنْصَارِیِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِیِّ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاکِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّۃٍ سِوَی الْاِسْلَامِ کَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَہُوَ کَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِشَیْءٍ عَذَّبَہُ اللّٰہُ بِہٖ فِیْ نَارِ جَہَنَّمَ وَہٰذَا حَدِیْثُ سُفْیَانَ وَاَمَّا شُعْبَۃُ فَحَدِیْثُہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّۃٍ سِوَی الْاِسْلَامِ کَاذِبًا فَہُوَ کَمَا قَالَ وَمَنْ ذَبَحَ نَفْسَہٗ بِشَیْءٍ ذُبِحَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

۲۱۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّہْرِیِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ شَہِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حُنَیْنًا فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ یُدْعٰی بِالْاِسْلَامِ ہٰذَا مِنْ اَہْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ

کا کوئی شخص مالک نہ ہو اس کی نذر پوری کرنا لازم نہیں اور مسلمان پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے، جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، قیامت کے دن اسے اس چیز سے عذاب دیا جائے گا اور جو شخص مال بڑھانے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اور کمی کر دے گا یہی حال اس شخص کا ہوگا جو حاکم کے سامنے جھوٹی قسم کھائے گا۔

حضرت ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کی جھوٹی قسم کھائی اس کا اس دین میں شمار ہوگا، اور جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو اسی چیز سے عذاب دے گا، اور بعض روایات میں یوں ہے کہ جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائی تو اس کا اسی دین سے شمار ہوگا اور جس شخص نے خود کو کسی چیز سے ذبح کیا تو قیامت کے دن اسے اسی چیز سے ذبح کیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین میں تھے، ہم لوگوں میں ایک شخص تھا جس کا مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا یہ جہنمی ہے جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی بہادری سے لڑا اور زخمی ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض

قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَهُ آنِفًا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قِيلَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔

کیا گیا یا رسول اللہ! جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ آج بہت بہادری سے لڑا اور اب وہ مر چکا ہے، آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں گیا، بعض صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تہ تک نہ پہنچ سکے، اتنے میں کسی شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص ابھی مرا نہیں تھا لیکن بہت زخمی تھا، رات کے آخری حصہ میں وہ زخم کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پھر آپ نے حضرت بلال کو بلوا کر لوگوں میں اعلان کروایا کہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور اللہ تعالےٰ اس دین کو فاسقوں کے ذریعہ بھی تقویت دیتا رہتا ہے۔

۲۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ حَيٌّ مِنَ الْعَرَبِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقَالُوا مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ أَبَدًا قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار میں مقابلہ ہوا اور نوبت زبردست کشت و خون تک پہنچی یہاں تک کہ حضور اور کفار اپنے اپنے لشکروں کی طرف لوٹ گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص تھا وہ جس پر بھی حملہ کرتا اسے مارے بغیر نہ چھوڑتا، صحابہ کرام نے اس شخص کے بارے میں کہا آج اس جیسا جہاد کسی نے نہیں کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن وہ شخص جہنمی ہے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا میں اس شخص کی نگرانی کروں گا (تاکہ معلوم ہو کہ وہ شخص کس فعل کے سبب جہنمی ہوتا ہے) پس وہ صحابی اس شخص کے ساتھ لگے رہے حتی کہ وہ کہیں ٹھہر جاتا تو وہ بھی ٹھہرتا اور اگر وہ دوڑتا تو وہ بھی دوڑتے، بالآخر وہ شخص سخت زخمی ہو گیا،

جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ حَتّٰى جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

اور اس نے زخم کی تکلیف کی تاب نہ لاکر تلوار کی نوک اپنے سینہ پر رکھی اور تلوار پر زور دے کر خودکشی کر لی۔ وہ صحابی اسی وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اور لوگ اس خبر سے حیران ہوئے تھے اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ان لوگوں کی حیرانی دور کر دوں گا، چنانچہ میں اس کا پیچھا کرتا رہا، جب وہ شخص بہت زخمی ہو گیا، تو اس نے تلوار کا دستہ زمین پر رکھ کر اس کی نوک اپنے سینہ پر رکھی اور اس طرح تلوار اپنے سینہ میں گھونپ کر اس نے خودکشی کر لی، آپ نے فرمایا بعض شخص ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جنتی سمجھتے ہیں اور وہ جہنمی ہوتے ہیں، اور بعض شخص ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جہنمی سمجھتے ہیں اور وہ جنتی ہوتے ہیں۔

٢١٥- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا الزُّبَيْرِيُّ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَتْ بِهِ قَرْحَةٌ فَلَمَّا آذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ فَنَكَأَهَا فَلَمْ يَرْقَأِ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَبُّكُمْ قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِي وَاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثَنِي بِهٰذَا جُنْدَبٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ۔

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ پچھلی امتوں میں سے کسی شخص کے ایک پھوڑا نکلا، جب اس میں زیادہ تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اس سے پھوڑے کو چیر ڈالا جس سے خون بہنے لگا اور رک نہ سکا جس کی وجہ سے وہ مر گیا، تمہارے رب نے فرمایا میں نے اس پر جنت حرام کر دی، حضرت حسن نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم مجھ سے اسی مسجد میں حضرت جندب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

۲۱۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِیُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ یَقُوْلُ حَدَّثَنَا جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِیُّ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِیْنَا وَمَا نَخْشٰی اَنْ یَكُوْنَ كَذَبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِرَجُلٍ فِیْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خُرَاجٌ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ ۔

حسن کہتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی نے اس مسجد میں ہم سے حدیث بیان کی، جس سے ہم کوئی لفظ نہیں بھولے اور نہ ہمیں خدشہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تھا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امت میں ایک شخص تھا، جس کے پھوڑا نکلا ․ ․ ․ ․ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ

اس باب کی احادیث میں ہے: جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اس چیز سے ہمیشہ عذاب دیتا رہے گا۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور گناہ کبیرہ کفر نہیں ہے اور اس کے ارتکاب سے انسان دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا، پھر خودکشی کرنے والا جہنم کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کس وجہ سے رہے گا؟ اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

(۱)۔ جس شخص نے خودکشی کا فعل حلال سمجھ کر کیا حالانکہ اس کو خودکشی کے حرام ہونے کا علم تھا وہ کافر ہو جائے گا اور کافر کے لیے دائمی عذاب ہے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

(۲)۔ اس حدیث میں خلود سے مراد مدت طویل ہے، یعنی وہ شخص طویل مدت تک عذاب میں مبتلا رہیگا۔

قاضی عیاض مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مقتول کو جس آلہ سے قتل کیا جائے، قصاص میں قاتل کو اسی آلہ سے قتل کرنا چاہیے، علامہ نووی نے کہا یہ استدلال ضعیف ہے، وجہ ضعف یہ ہے کہ اس حدیث میں اخروی عذاب کی کیفیت بیان کی گئی ہے، اس پر دنیاوی احکام کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل

حدیث نمبر ۲۱۰ میں ہے جس شخص نے کسی ملت سے ہونے کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ اس ملت سے ہو جائے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جھوٹی قسم کی جو قید لگائی ہے وہ قید احترازی نہیں ہے، اور اگر اس نے غیر ملت اسلام کی سچی قسم بھی کھائی تو اس کا یہی حکم ہے۔

مثلاً کسی شخص نے کہا اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی یا نصرانی ہے، تو اگر اس نے یہودیت یا نصرانیت کو سچ اور حق جان کر ان کی تعظیم کی وجہ سے ایسا کہا تو وہ کافر ہے، اور اگر اس نے یہودیت

یا نصرانیت کی تعلیم کی وجہ سے ایسا نہیں کہا بلکہ اس کا دل دین اسلام پر مطمئن تھا اور اس نے صرف اپنے کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے ایسا کہا تھا یا عمداً جھوٹی قسم کھائی تھی تو وہ کافر نہیں ہوا، اور حدیث میں کفر بمعنی کفران نعمت ہے یا اس پر بطور زجر و توبیخ کے کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ [1]

بَابُ غِلَظِ تَحْرِيْمِ الْغُلُوْلِ وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ

۲۱۷۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ أَبُوْ زُمَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَلَّا إِنِّيْ رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ قَالَ فَخَرَجْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ۔

۲۱۸۔ حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدُّؤَلِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيْعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَهٰذَا حَدِيْثُهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِلٰى خَيْبَرَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کی ممانعت اور اس کا بیان کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن صحابہ کرام آپس میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ فلاں شخص شہید ہوا اور فلاں شخص شہید ہوا، دوران گفتگو ایک شخص کا ذکر ہوا صحابہ کرام نے اس کے بارے میں بھی کہا کہ وہ شخص شہید ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہرگز نہیں، میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے، کیونکہ اس نے مال غنیمت میں سے ایک چادر چرالی تھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جا کر لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے، چنانچہ میں نے حسب ارشاد لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر فتح کرنے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔ وہاں سے مال غنیمت میں ہمیں سونا، چاندی نہیں ملا، بلکہ مختلف قسم کا سامان، غلہ اور کپڑے وغیرہ ملے، ہم ایک وادی کی طرف چل پڑے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاعہ بن زید نامی بنی ضبیب کا ایک غلام تھا جو آپ کو قبیلہ جذام کے ایک شخص نے نذر کیا تھا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَرِقٌ غَنِمْنَا الْمَتَاعَ وَالطَّعَامَ وَالثِّيَابَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا إِلَى الْوَادِي وَمَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدٌ لَهُ وَهَبَهُ لَهُ رَجُلٌ مِنْ جُذَامٍ يُدْعَى رِفَاعَةَ ابْنَ زَيْدٍ مِنْ بَنِي الضُّبَيْبِ فَلَمَّا نَزَلْنَا الْوَادِيَ قَامَ عَبْدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَحُلُّ رَحْلَهُ فَرُمِيَ بِسَهْمٍ فَكَانَ فِيهِ حَتْفُهُ فَقُلْنَا هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ إِنَّ الشَّمْلَةَ لَتَلْتَهِبُ عَلَيْهِ نَارًا أَخَذَهَا مِنَ الْغَنَائِمِ يَوْمَ خَيْبَرَ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ قَالَ فَفَزِعَ النَّاسُ فَجَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَصَبْتُ هٰذَا يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ

جب ہم اس وادی میں اترے تو اس غلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان کھولنا شروع کر دیا، اسی دوران اچانک کہیں سے ایک تیر آ کر اسے لگا جس سے اس کا انتقال ہو گیا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے شہادت مبارک ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جو چادر اس نے خیبر کے مال غنیمت میں سے لی تھی، وہ اس کے حصہ کی نہ تھی۔ وہی چادر بصورت شعلہ اس کے اوپر جل رہی ہے۔ یہ سن کر سب خوفزدہ ہو گئے، ایک شخص چمڑے کے ایک دو تسمے لے کر آیا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے جنگ خیبر کے دن پایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تسمے بھی آگ کے ہیں۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱)۔ مال غنیمت میں سے کچھ چرانا حرام ہے۔

(۲)۔ مال غنیمت کی چوری میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(۳)۔ اگر مال غنیمت میں سے چوری کرنے والا قتل کر دیا جائے تو اس کو شہید نہیں کہا جائے گا۔

(۴)۔ جو شخص کفر پر مرا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(۵)۔ قسم کے مطالبہ کے بغیر بھی قسم کھانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے"۔

(۶)۔ مال غنیمت میں سے جو چیز چرائی جائے اس کا واپس کرنا واجب ہے، اور اگر وہ واپس کرے تو اس کو قبول کیا جائے گا۔

(۷)۔ مال غنیمت سے چوری کرنے والے کے سامان کو جلایا نہیں جائے گا، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ "جو شخص چوری کرے اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مار دو"، اس حدیث کو حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور امام طحاوی نے کہا یہ حدیث منسوخ ہو گی یہ اس وقت کا حکم تھا جب عقوبات مالیہ مشروع تھیں۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ قَاتِلَ نَفْسِهِ لَا يَكْفُرُ

٢١٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدَّوْسِيَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِي حِصْنٍ حَصِينٍ وَمَنْعَةٍ قَالَ حِصْنٌ كَانَ لِدَوْسٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَبَى ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِي ذَخَرَ اللّٰهُ لِلْأَنْصَارِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ فَرَآهُ وَهَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ وَرَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ -

خودکشی کے کفر نہ ہونے کی دلیل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کو کسی مضبوط قلعہ اور حفاظت کے مقام کی ضرورت ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت طفیل کے پاس زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کا ایک قلعہ تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا کیونکہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے مقدر کر دی تھی، بہرحال جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آگئے، حضرت طفیل کا ساتھی بیمار ہو گیا اور جب بیماری اس کی قوت برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے ایک لمبے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا، اور اسی سبب سے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت طفیل نے اسے خواب میں اچھی حالت میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے ہوئے تھے، حضرت طفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب سے بخش دیا۔ حضرت طفیل نے پوچھا ہاتھوں کو کیوں لپیٹے ہوئے ہو؟ اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑ لیا ہے ہم اسے درست نہیں کریں گے، حضرت طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، خواب سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کے ہاتھوں

کو بھی بخش دے۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ جس شخص نے خودکشی یا اور کسی معصیت کبیرہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کیے بغیر مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کا جہنمی ہونا قطعی ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اس حدیث سے ان احادیث کی شرح ہو جاتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ خودکشی کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور یہ متعین ہو جاتا ہے کہ ان احادیث میں ایسا شخص مراد ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خودکشی کرے۔

(۲)۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے آخرت میں سزا بھی ملتی ہے کیونکہ اس شخص کے ہاتھ پہلے درست نہیں ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کے لیے دعائے مغفرت کی، اس میں مرجئہ کا رد ہے۔

(۳)۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں ہے، وہ ان کو کاٹ نہیں سکتا، کیونکہ جس شخص نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کو عذاب ہوا، اور جب انسان اپنے جسم کے اعضاء کو کاٹ نہیں سکتا تو اپنے جسم کا ایک گردہ نکلوا کر زندگی میں کسی کو دے دینا یا مرنے کے بعد آنکھ نکلوانے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور اعضاء کی پیوندکاری شرعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ کسی بیمار ضرورت مند کو خون دینا جائز ہے، ان دونوں مسئلوں کی نوعیت میں کیا فرق ہے، پیوندکاری کے مجوزین کے دلائل اور ان کے جوابات کیا ہیں؟ اس تمام تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا مطالعہ فرمائیں۔

بَابُ ۷۹ فِي الرِّيْحِ الَّتِيْ تَكُوْنُ فِيْ قُرْبِ الْقِيَامَةِ تَقْبِضُ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ

قرب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھا لینا جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو

۲۲۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّأَبُوْ عَلْقَمَةَ الْفَرْوِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ رِيْحًا مِّنَ الْيَمَنِ أَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيْرِ فَلَا تَدَعُ أَحَدًا فِيْ قَلْبِهٖ قَالَ أَبُوْ عَلْقَمَةَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ وَّقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ایک ہوا چلائے گا جو ریشم سے زیادہ نرم ہوگی اور جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس شخص (کی روح) کو وہ ہوا قبض کر لے گی۔

ف: اس حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو یمن سے بھیجے گا، اور امام مسلم نے احادیث دجال کے آخر میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو شام سے بھیجے گا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے

کہ وہ دو ہوائیں ہوں، ایک شام سے چلے اور دوسری یمن سے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان ہواؤں کا مبداء ایک اقلیم ہو پھر بعد میں منتشر ہو کر دوسری اقلیم میں پہنچ جائیں۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِالْاَعْمَالِ قَبْلَ تَظَاهُرِ الْفِتَنِ

فتنوں کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ کی ترغیب

۲۲۱۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِيْ كَافِرًا اَوْ يُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کر لو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے، ایک شخص صبح مومن ہو گا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہو گا اور صبح کو کافر اور معمولی سی دنیاوی منفعت کے عوض اپنی متاع ایمان فروخت کر ڈالے گا۔

ف: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے نیک اعمال کر لیے جائیں جب نیک اعمال کا کرنا مشکل ہو جائے گا اور مسلسل اور پے در پے فتنے نمودار ہوں گے جیسے اندھیری رات میں پے در پے اندھیرے ہوتے ہیں، ان فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہو گا کہ انسان صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ ایک دن میں انسان کے اندر اتنا بڑا انقلاب آ جائے۔

بَابُ مَخَافَةِ الْمُؤْمِنِ اَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ

مومن کا اعمال ضائع ہو جانے سے ڈرنا

۲۲۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَ اَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا اَبَا عَمْرٍو مَا شَاْنُ ثَابِتٍ اَشْتَكٰى فَقَالَ سَعْدٌ اِنَّهٗ لَجَارِيْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو پتا بھی نہ چلے۔ اس آیت کو سننے کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں جہنمی ہوں، جب چند دن تک وہ بارگاہ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا اے ابوعمرو! ثابت کا کیا حال ہے؟ کیا بیمار ہو گئے؟ حضرت سعد نے عرض کیا وہ

وَمَا عَلِمْتُ لَهٗ بِشَكْوٰى قَالَ فَاَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّىْ مِنْ اَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

میرے پڑوسی ہیں اگر بیمار ہوتے تو مجھے معلوم ہوتا، اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں بتلایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق پوچھ رہے تھے، حضرت ثابت نے جواب دیا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم سب جانتے ہو کہ میری آواز تم سب سے زیادہ بلند ہے لہٰذا میں جہنمی ہوں، حضرت سعد نے اس بات کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔

٢٢٣۔ وَحَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ ابْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيْبَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ بِنَحْوِ حَدِيْثِ حَمَّادٍ وَلَيْسَ فِىْ حَدِيْثِهٖ ذِكْرُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس انصار کے خطیب تھے اور جب یہ آیت نازل ہوئی . . . . . بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

٢٢٤۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فِى الْحَدِيْثِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر اونچا مت کرو . . . . . اس روایت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

٢٢٥۔ وَحَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْاَسَدِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَذْكُرُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ وَزَادَ قَالَ فَكُنَّا نَرَاهُ يَمْشِيْ بَيْنَ اَظْهُرِنَا رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی . . . . . نیز فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ثابت بن قیس کو اپنے پاس دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے درمیان ایک جنتی آدمی رہتا ہے۔

حدیث الباب کی تشریح

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ (حجرات: ٢) اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

حضرت ثابت اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، وہ انصار کے خطیب تھے، اسی وجہ سے دوسروں کی نسبت ان کو زیادہ خوف ہوا، اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کی عظیم منقبت ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ استاذ، قوم کے رئیس اور عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے اصحاب کی جستجو رکھے اور جو ان میں سے غائب ہو جائے اس کی تفتیش کرے۔[1]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جنتیوں اور دوزخیوں کا علم تھا اور یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ اس طرح بولنا منع ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہو۔[2]

بَابُ ۵۲ هَلْ يُؤَاخَذُ بِأَعْمَالِ الْجَاهِلِيَّةِ

کیا اعمال جاہلیت پر مواخذہ ہوگا؟

۲۲۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ أُنَاسٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ أَمَّا مَنْ أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَلَا يُؤَاخَذُ بِهَا وَمَنْ أَسَاءَ أُخِذَ بِعَمَلِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ایام جاہلیت کے کیے ہوئے اعمال کا بھی ہم سے مواخذہ ہوگا، آپ نے فرمایا تم میں سے جس نے اسلام لانے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے ایام جاہلیت کے برے اعمال پر مواخذہ نہیں ہوگا، اور جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد بد اعمال میں مشغول رہا، اس سے جاہلیت اور اسلام ہر دو زمانے کی بداعمالیوں پر مواخذہ ہوگا۔

۲۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم سے ایام جاہلیت کے بداعمال کا بھی مواخذہ ہوگا؟ فرمایا جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے زمانۂ جاہلیت کے برے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے زمانۂ اسلام میں کوئی برا کام کیا اس سے اگلے اور پچھلے کاموں پر مواخذہ ہوگا۔

۲۲۸ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ اعمش سے اس سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مِخْلَۃٌ۔ منقول ہے۔

اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بداعمالیوں پر مواخذہ کا جواب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں! قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص مسلمان ہوگیا اس کے زمانہ کفر کے تمام گناہ مطلقاً معاف کر دیے جاتے ہیں، خواہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک عمل کیے ہوں یا نہیں۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا!

اما علمت یا عمرو ان الاسلام یہدم ما کان قبلہ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۶)

اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے تمام گناہ مٹا دیتا ہے!

اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ جس نے اسلام کے بعد نیک اعمال کیے اس سے مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے بُرے کام کیے اس سے مواخذہ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے کام کیے اس سے یہ مراد ہے جو شخص دل سے اسلام میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ صرف بظاہر اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے لیکن وہ دل سے اسلام کو نہیں مانتا تو یہ شخص منافق ہے اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ اپنے کفر پر باقی ہے، تو اس ظاہری اسلام سے پہلے اس نے زمانہ جاہلیت میں جو بُرے کام کیے تھے اُس سے ان پر بھی مواخذہ ہوگا اور اس ظاہری اسلام کے بعد جو اس نے بُرے کام کیے ہیں ان سے بھی مواخذہ ہوگا، کیونکہ یہ شخص اپنے کفر پر مستمر اور برقرار ہے، اور جو شخص ظاہر اور باطن سے مسلمان ہوگیا اس سے زمانہ جاہلیت کے بُرے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ [1]

بَابُ ۵۳ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْحَجُّ وَالْهِجْرَةُ

اسلام حج اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

٢٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَاصِمٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ يَبْكِي طَوِيلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ لَهُ مَا يُبْكِيكَ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ

ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مرض موت میں مبتلا تھے، ہم لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے، حضرت عمرو بن عاص کافی دیر تک روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے بیٹے نے کہا ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں چیز کی بشارت نہیں دی؟ حضرت عمرو بن عاص اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی توحید

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا قَالَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ كُنْتُ عَلٰى اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَمَا اَحَدٌ اَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنِّيْ وَلَآ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْاِسْلَامَ فِيْ قَلْبِيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اُبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلْاُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِيْنَهٗ قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِيْ قَالَ مَا لَكَ يَا عَمْرُوْ قَالَ قُلْتُ اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قُلْتُ اَنْ يُّغْفَرَ لِيْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ ——

وَمَا كَانَ اَحَدٌ —— اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَآ اَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ مَا كُنْتُ اُطِيْقُ اَنْ اَمْلَاَ عَيْنَيَّ مِنْهُ اِجْلَالًا لَّهٗ وَلَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَهٗ مَا اَطَقْتُ لِاَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَمْلَاُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وُلِّيْنَا اَشْيَآءَ مَا اَدْرِيْ مَا حَالِيْ فِيْهَا فَاِذَا اَنَا مُتُّ وَلَا تَصْحَبْنِيْ نَائِحَةٌ وَّلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَشُنُّوْا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ

اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی دینا ہے اور مجھ پر تین دور گذرے ہیں، ایک وقت وہ تھا جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی چیز سے عداوت نہیں تھی اور میں ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالوں اگر میں اس وقت مر جاتا تو یقیناً جہنمی ہوتا۔ دوسرا دور وہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کی، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو کیا بات ہے؟ ——— میں نے عرض کیا میں کچھ شرائط طے کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دل چاہے شرائط لگاؤ۔ میں نے عرض کیا میری شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت تمام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج تمام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ کوئی شخصیت محبوب نہ تھی، اگر کوئی شخص مجھ سے کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرو تو میں آپ کا حلیہ بیان نہیں کر سکتا، کیونکہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکا، اگر میں اس وقت فوت ہو جاتا تو مجھے امید ہے کہ میں جنتی ہوتا۔ پھر اس کے بعد مجھے کچھ ذمہ داریاں سونپ دی گئیں، میں نہیں جانتا کہ ان کے بارے میں میرا کیا انجام ہوگا؟ اب میرے مرنے کے بعد میرے جنازہ کے ساتھ کوئی ماتم کرنے والی

وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَنْظُرَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ۔

جائے نہ آگ لے جائی جائے اور جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

۲۳۰۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ دِيْنَارٍ وَاللَّفْظُ لِاِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ اَهْلِ الشِّرْكِ قَتَلُوْا فَاَكْثَرُوْا وَزَنَوْا فَاَكْثَرُوْا ثُمَّ اَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَتَدْعُوْا اِلَيْهِ لَحَسَنٌ وَلَوْ تُخْبِرُنَا اَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا وَنَزَلَ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ الاٰية

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین میں سے بعض لوگ قتل اور زنا کے گناہوں میں بہ کثرت ملوث تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ جس دین کی ہم کو دعوت دیتے ہیں وہ بہترین دین ہے، اگر آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ اسلام لانے سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا (تو ہم اسلام قبول کر لیں) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے یہ کام کیے ان کو دردناک عذاب ہوگا، دوسری آیت یہ نازل ہوئی: (ترجمہ:) اے میرے بندو! جو گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کر چکے ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید مت ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر بیٹھنے کا بیان

حدیث نمبر ۲۲۹ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے تین دور بیان کیے اور موت کے بعد نوحہ نہ کرنے اور آگ نہ لے جانے کی وصیت کی اور دفن کے بعد قبر پر اتنی دیر ٹھہرنے کے لیے کہا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام، ہجرت اور حج کے عظیم مرتبہ کا بیان ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے انسان کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، نیز اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص مر رہا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور قرآن مجید کی ان آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو یاد کرے، جن میں اللہ تعالیٰ

کے عفو و درگذر کا بیان ہے، اور اپنے نیک اعمال کو یاد کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم ہو سکے، یہ امر بالاتفاق مستحب ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم اور توقیر کرتے تھے، حضرت عمرو بن العاص نے اپنے جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی کو بھیجنے سے منع کیا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے پر نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور آگ بھیجنے سے بھی منع کیا کیونکہ اس کی بھی حدیث میں ممانعت ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کا شعار ہے، نیز یہ بدشگونی کی وجہ سے مکروہ ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو جاؤں، اور میں یہ بھی دیکھ لوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں، اس میں فتنہ قبر کا ثبوت ہے، اور فرشتوں کے سوال کا ذکر ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔[1]

بَابُ ۵۵ بَيَانِ حُكْمِ عَمَلِ الْكَافِرِ إِذَا أَسْلَمَ بَعْدَهُ

اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ کا حکم

۲۳۱ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ ابْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَلْ لِي فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے یہ تبلایئے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے ہیں آیا مجھے ان نیکیوں پر اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں جن نیکیوں کی تم نے عادت ڈالی تھی وہ عادت اسلام میں بھی باقی رہے گی۔

۲۳۲ - حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ الْحُلْوَانِيُّ نَا وَقَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تبلایئے کہ میں نے زمانہ کفر میں جو صدقہ اور خیرات کی، غلاموں کو آزاد کیا، اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کیا، آیا مجھے ان نیک کاموں پر آخرت میں اجر ملے گا،

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اُمُوْرًا كُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِهَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ اَوْ عِتَاقَةٍ اَوْ صِلَةِ رَحِمٍ اَفِيْهَا اَجْرٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سابقہ نیکیوں سے ہی تم کو اسلام لانے کی توفیق ہوئی ہے۔

۲۲۳۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَشْيَاءَ كُنْتُ اَفْعَلُهَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِىْ كُنْتُ اَتَبَرَّرُ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا اَسْلَفْتَ لَكَ مِنَ الْخَيْرِ فَقُلْتُ فَوَاللّٰهِ لَا اَدَعُ شَيْئًا صَنَعْتُهٗ فِى الْجَاهِلِيَّةِ اِلَّا فَعَلْتُ فِى الْاِسْلَامِ مِثْلَهٗ۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان نیکیوں کے بارے میں پوچھا جو میں نے زمانۂ جاہلیت میں کی تھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نیکیوں کی برکت کی وجہ سے ہی تم اسلام لائے ہو، میں نے کہا قسم بخدا میں ان نیک کاموں کو اسلام لانے کے بعد بھی کرتا رہونگا۔

۲۲۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ اَعْتَقَ فِى الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيْرٍ ثُمَّ اَعْتَقَ فِى الْاِسْلَامِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيْرٍ ثُمَّ اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام نے زمانۂ کفر میں سو غلام آزاد کیے اور سو اونٹ خیرات کیے، پھر اسلام لانے کے بعد دوبارہ سو غلام آزاد کیے اور سو اونٹ فی سبیل اللہ صدقہ کیے ... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ زمانۂ کفر میں کی ہوئی نیکیاں اکارت ہو جاتی ہیں، اور ان پر آخرت میں کوئی اجر نہیں ملتا نہ ان کی وجہ سے عذاب میں کوئی تخفیف ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ هباء منثورا۔ (فرقان: ۲۳)

کفار ہمارے پاس جو بھی اعمال لے کر آئیں گے ہم ان کو (فضا میں) بکھرے غبار کے ذرے بنا دیں گے

من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ۔

جس نے ایمان (لانے) سے انکار کیا اس کا عمل ضائع

(مائدہ ۵: ۷۲) کر دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ فرمایا:

فلا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینصرون (بقرہ ۲: ۸۶) کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں نیک کام کرتا تھا آیا اس کو آخرت میں اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! کیونکہ اس نے ایک دن بھی اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگی [1]

تاہم یہ معاملہ بطور عدل ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی کافر کو اسلام لانے کے بعد اس کے زمانہ کفر کی نیکیوں پر اجر عطا فرماتا ہے یا کسی کافر کی نیکیوں کے عوض اس کے عذاب میں تخفیف کر دے تو یہ ممکن ہے۔ چنانچہ ابولہب اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف اسی جہت سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت اور حسن سلوک کی وجہ سے ابوطالب اور ابولہب کو عام قاعدہ سے مستثنیٰ کر لیا گیا۔

بَابُ صِدْقِ الْاِيْمَانِ وَاِخْلَاصِهٖ

ایمان میں صدق اور اخلاص

۲۳۵- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا اَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ: جن مومنین نے اپنے ایمان کے ساتھ بالکل ظلم نہیں کیا ان کو نجات ہوگی" تو صحابہ کرام اس آیت سے بہت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم میں سے کون شخص (معصیت کر کے) ظلم نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس آیت میں ظلم بمعنی شرک ہے جس طرح حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے۔

۲۳۶- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عِيْسٰى وَهُوَ ابْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيْسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ إِدْرِيْسَ حَدَّثَنِيْهِ أَوَّلًا أَبِيْ عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنِ الْأَعْمَشِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ مِنْهُ.

حدیث الباب کی تشریح

ظلم کا معنی ہے؛

وضع الشیٔ فی غیر محلہ۔ کسی چیز کو اس کی جگہ کے غیر میں رکھنا۔

اور کسی مستحب اور اولیٰ کام کے خلاف بھی کیا جائے مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر داخل کرے یا مسجد سے خارج ہوتے وقت پہلے دایاں پیر نکالے تو یہ بھی ظلم ہے تو جب یہ آیت نازل ہوئی؛

الذین أمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولٓئك لهم الامن وهم مهتدون۔ (انعام: ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا ان ہی کے لیے بے خوفی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

تب صحابہ کرام پر یہ آیت شاق گذری، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو تبلایا کہ یہاں ظلم اپنے اطلاق اور عموم پر محمول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مقید ہے یعنی شرک۔ کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ عبادت کو غیر محل میں رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔

بَابُ ۵۲ بَيَانِ تَجَاوُزِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْ حَدِيْثِ النَّفْسِ وَالْخَوَاطِرِ بِالْقَلْبِ إِذَا لَمْ تَسْتَقِرَّ وَبَيَانِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ تَعَالٰى لَمْ يُكَلِّفْ إِلَّا مَا يُطَاقُ وَبَيَانِ حُكْمِ الْهَمِّ بِالْحَسَنَةِ وَبِالسَّيِّئَةِ

حدیث نفس اور خواطر سے درگذر کرنے اور نیکی اور بدی کے "ھم" کے حکم کا بیان

۲۳۷- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيْرُ وَأُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ وَاللَّفْظُ لِأُمَيَّةَ قَالَا نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا أُنْزِلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) "آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا اور جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"، تو صحابہ کرام پریشان ہو گئے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ — صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوْا اَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِىْ اِثْرِهَا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ قَالَ نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ قَالَ نَعَمْ۔

ہو گئے اور زانو ادب تہ کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں ان کاموں کا مکلف کیا گیا جو ہماری طاقت میں تھے، جیسے نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے جس میں مذکور حکم کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم پچھلی امتوں کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام سنے اور نافرمانی کی؟ بلکہ تم کہو! "اے اللہ ہم نے تیرا حکم سنا اور اس کی اطاعت کی اے رب ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے ہم نے سنا اور اطاعت کی اے رب ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے، جب صحابہ کرام یہ کہہ چکے تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین ان چیزوں پر ایمان لائے جو ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئیں اور سب اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے، اور انھوں نے کہا ہم ان میں سے کسی رسول پر (ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے، اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما ہم نے تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے"، جب صحابہ کرام نے اللہ کے احکام کو مان لیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت کے حکم کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ ہر شخص کے نیک عمل اس کو نفع دیں گے اور بد عمل اس کے لیے نقصان دہ ہوں گے۔ اے ہمارے رب! ہماری بھول یا خطا پر ہم سے مواخذہ نہ کرنا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) اے ہمارے

٢٣٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اٰدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ مَوْلٰى خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ قَالَ دَخَلَ قُلُوْبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ لَمْ يَدْخُلْ قُلُوْبَهُمْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا قَالَ فَاَلْقَى اللّٰهُ تَعَالَى الْاِيْمَانَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ ۔

٢٣٩ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيْدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زُرَارَةَ

رب ہمیں ایسے سخت احکام کا مکلف نہ کرنا جن احکام کا پچھلی امتوں کو مکلف کیا تھا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) "اے ہمارے رب ہم کو ہماری طاقت سے زیادہ احکام کا مکلف نہ کرنا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا)" ہمیں معاف فرما، بخش دے، ہم پہ رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے ہماری کفار کے خلاف مدد فرما" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس سب کا حساب لے گا" تو صحابہ کے دلوں میں ایسا خوف پیدا ہوا جو اس سے پہلے نہیں پیدا ہوا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا یوں کہو "ہم نے سنا، اطاعت کی اور مان لیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، ہر شخص کو اس کے نیک اعمال پر ثواب ملے گا اور بد اعمال پر عذاب ہوگا اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطاء ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہ فرمانا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا کر دیا) اے ہمارے رب اور ہم کو ایسے سخت احکام نہ دینا جیسے تو نے پہلی امتوں کو دیئے تھے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا)" اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کر دیا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے حدیث نفس کو معاف کر دیا۔

بْنِ اَوْفٰی عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِاُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَا لَمْ یَتَكَلَّمُوْا اَوْ یَعْمَلُوْا بِهٖ ۔

جب تک وہ اس کے مطابق کلام یا عمل نہ کریں۔

۲۴۰۔ حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَّعَبْدَةُ بْنُ سُلَیْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ كُلُّهُمْ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَجَاوَزَ لِاُمَّتِیْ عَمَّا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَتَكَلَّمْ بِهٖ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ”حدیث نفس“ کو معاف کر دیا جب تک کہ وہ اس کا قول یا اس پر عمل نہ کریں۔

۲۴۱۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا وَكِیْعٌ قَالَ نَا مِسْعَرٌ وَّهِشَامٌ ح وَحَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ شَیْبَانَ جَمِیْعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کر کے بیان فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۴۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ بَكْرٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا سُفْیٰنُ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ ثَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا هَمَّ عَبْدِیْ بِسَیِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوْهَا عَلَیْهِ فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا سَیِّئَةً وَّاِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوْهَا حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا عَشْرًا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی گناہ کا ”ہم“ کرتا ہے تو اس کو اس کے نامۂ اعمال میں مت لکھو اگر وہ اس پر عمل کرے تو ایک گناہ لکھ دو اور اگر وہ نیکی کا ”ہم“ کرے اور اس نیکی کو نہ کرے تو اس کی ایک نیکی لکھ دو اور اگر اس کے مطابق عمل کرے تو دس نیکیاں لکھ دو۔

۲۴۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ وَّابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا ثَنَا اِسْمٰعِیْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کا ”ہم“ کرتا ہے اور اس پر

هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا هَمَّ عَبْدِيْ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُهَا لَهٗ حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَاِذَا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ اَكْتُبْهَا عَلَيْهِ فَاِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً۔

عمل نہیں کرتا تو میں اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہوں، اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کر لیتا ہے تو میں اس کی دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کا "ہم" کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کو نہیں لکھتا اور اگر اس پر عمل کرے تو ایک گناہ لکھ دیتا ہوں۔

۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِيْ بِاَنْ يَّعْمَلَ حَسَنَةً فَاَنَا اَكْتُبُهَا لَهٗ مَا لَمْ يَعْمَلْ فَاِذَا عَمِلَهَا فَاَنَا اَكْتُبُهَا حَسَنَةً بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا فَاِذَا تَحَدَّثَ بِاَنْ يَّعْمَلَ سَيِّئَةً فَاَنَا اَغْفِرُهَا لَهٗ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا فَاِذَا عَمِلَهَا فَاَنَا اَكْتُبُهَا لَهٗ بِمِثْلِهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ رَبِّ ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيْدُ اَنْ يَّعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ اَبْصَرُ بِهٖ فَقَالَ ارْقُبُوْهُ فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ بِمِثْلِهَا وَاِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً اِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّايَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهٗ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَّكُلُّ سَيِّئَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهٗ بِمِثْلِهَا

ہمام بن منبہ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایات کا تذکرہ کر رہے تھے، ان میں سے ایک روایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ کسی نیکی کے لیے "حدیث نفس" کرتا ہو تو جب تک وہ اس نیکی کو نہیں کرتا میں اس کی ایک نیکی لکھتا ہوں، اور جب وہ اس نیکی کو کر لیتا ہے تو میں اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ کسی گناہ کے لیے حدیث نفس کرتا ہے تو جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے میں بخشش دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کر لیتا ہے تو میں اس کا ایک گناہ لکھ لیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے رب! تیرا فلاں بندہ گناہ کا ارادہ رکھتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا خوب علم ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے انتظار کرو اگر وہ گناہ کرے تو ایک گناہ لکھ دو۔ اور اگر گناہ نہ کرے تو اس کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو کیونکہ اس نے گناہ کو صرف میرے خوف کی وجہ سے چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص صدق دل سے اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی ایک نیکی کو دس سے لے کر سات سو تک لکھا جاتا ہے اور اس کا گناہ صرف ایک ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے۔

حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ۔

۲۲۵ ۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ وَّمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهٗ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَّمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ وَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس نے نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی کر لی تو اس کے لیے سات سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اور جس نے گناہ کا "ہم" کیا اور اس پر عمل نہیں کیا اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کر لے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔

۲۲۶ ۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْجَعْدِ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ نَا اَبُوْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً فَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَّاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً وَّاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نیکیوں اور گناہوں کو لکھ لیتا ہے۔ پھر ان کی تفصیل بیان فرمائی کہ جو شخص نیکی کا "ہم" کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے، اور اگر وہ اس نیکی کو کرے تو وہ اس کی ایک نیکی دس سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے بھی کئی گناہ زائد لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا "ہم" کرے اور گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔

۲۲۷ ۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ اَبِيْ عُثْمَانَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَزَادَ اَوْ مَحَاهَا اللّٰهُ وَلَا يَهْلِكُ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا هَالِكٌ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو بھی مٹا دے گا اور عذاب میں وہی شخص مبتلا ہوگا جو دیدہ دلیری سے گناہ کرتا ہو۔

ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم

حدیث نمبر ۲۴۴ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ گناہ کا "ہم" (ارادہ) کرتا ہے تو اس کا وہ گناہ اس وقت تک نہیں لکھا جاتا جب تک کہ وہ اس کا ارتکاب نہ کر لے اور اگر نیکی کا "ہم" (ارادہ) کرتا ہے اور نیکی نہیں کرتا تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا قاضی ابوبکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ جس نے دل سے معصیت کا عزم کیا وہ اپنے اعتقاد اور عزم میں گنہ گار ہوگا، اور اگر اس نے معصیت کا عزم نہیں کیا وہ معصیت صرف اس کے ذہن میں آئی اور اس کا ذہن میں استقرار نہیں ہوا تو یہ "ہم" ہے اور ہم اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے (اگر کسی کام میں راجح جانب کرنے کی ہو اور مرجوح سا خیال ہو کرنے کا ہو تو یہ "ہم" ہے اور اگر کام نہ کرنے کی مرجوح جانب بھی ختم ہو جائے اور اس کام کو کرنے کا سو فی صد ارادہ ہو جائے خواہ نفع ہو یا نقصان تو اس کو عزم کہتے ہیں) بہت سے فقہاء اور محدثین نے اس قاعدہ کی مخالفت کی ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ عامۃ السلف، فقہاء اور محدثین کا وہی مذہب ہے جو قاضی ابوبکر کا مذہب ہے کیونکہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دل کے عمل پر بھی مواخذہ ہوتا ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اگر برائی کا عزم کرے تو ایک برائی لکھ لی جاتی ہے اور اگر برائی کا "ہم" کرے تو برائی نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ہم" کے بعد عمل نہیں کیا جاتا اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ عمل نہ کرنے کی وجہ خوف الٰہی ہو لیکن نفس اصرار اور عزم معصیت ہے اس لیے عزم کے بعد ایک معصیت لکھ دی جاتی ہے اور اگر عزم کے بعد اس پر عمل کر لیا تو دوسری معصیت لکھی جائے گی اور اگر اس نے عزم معصیت کے بعد خدا کے خوف سے اس معصیت کو ترک کر دیا تو ایک نیکی لکھ دی جائیگی۔ معصیت کے "ہم" کے بعد معصیت نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ہم" میں نفس اپنے آپ کو اس معصیت پر آمادہ نہیں کرتا، نہ اس کا عقد، عزم اور نیت کرتا ہے، متکلمین نے اس میں بحث کی ہے کہ جب وہ اس معصیت کو خوف خدا کے علاوہ کسی اور وجہ سے ترک کرے، مثلاً لوگوں کے خوف کی وجہ سے ترک کرے تو اس کی نیکی لکھی جائے گی یا نہیں، بعض علماء نے کہا اب اس کی نیکی نہیں لکھی جائے گی، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ [۱]

قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ معصیت کے عزم، عقد اور گناہ کی نیت سے مواخذہ ہوتا ہے خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ۔

(نور: ۱۹)

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۷۸ - ۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس آیت میں صرف دل کے عمل پر عذاب کی وعید ہے۔

یا یھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ز ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

اس آیت میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے اور وہ دل اور ذہن کا فعل ہے۔

ولا تعزموا عقدۃ النکاح۔ (بقرۃ: ۲۳۵)

(اور عدت کے دوران) اس سے عقد نکاح کا عزم نہ کرو۔

اس آیت میں عزم سے منع کیا گیا ہے اور عزم دل کا فعل ہے اور عدت میں کسی عورت سے نکاح کا عزم کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا التقی المسلمان بسیفیھما فالقاتل والمقتول فی النار، قلت یا رسول اللہ ھذا القاتل فما بال المقتول قال انہ کان حریصا علی قتل صاحبہ۔[1]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قاتل تو ہوا، مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کے قتل پر حریص تھا۔

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مسلمان کو قتل کرنے کا عزم کرنا بھی گناہ ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تصریحات کے علاوہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حسد کرنا، مسلمانوں کو حقیر جاننا اور ان سے کینہ اور بغض رکھنا حرام ہے، اور یہ تمام دل کے افعال ہیں، ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ معصیت کا عزم بھی معصیت ہے خواہ اس عزم کے بعد معصیت کا ارتکاب کرے یا نہ کرے، البتہ معصیت کا "ہم" معصیت نہیں ہے۔

"ہم" اور "عزم" کی مزید وضاحت کے لیے یہ جاننا چاہیے کہ ذہن میں وارد ہونے والے امور کی پانچ قسمیں ہیں:

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں:

۱۔ ہاجس:۔ اچانک کسی چیز کا خیال آئے۔

۲۔ خاطر:۔ کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔

۳۔ حدیث نفس:۔ جس چیز کا خیال آئے ذہن اس کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کے لیے منصوبہ بنائے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

۴۔ ’’ہم‘‘: غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب سا خیال ہو کہ اس کو حاصل نہ کیا جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس سے ضرر ہو۔

۵۔ عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور اس چیز کے حصول کا پختہ ارادہ ہو، وہ اپنے نفس کو اس کے حصول پر آمادہ کر لے اور اس کی نیت کر لے۔

اگر کسی شخص کے ذہن میں خیال آئے تو حاجس، خاطر، حدیث نفس اور ہم کے مرتبہ میں اس سے مواخذہ نہیں ہوتا البتہ اگر گناہ کا عزم کر لے تو وہ مستحق مواخذہ ہے، خواہ اس کے بعد گناہ کا فعل نہ کرے۔ [1]

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی دشمن ہو اور ایک دن اس کے ذہن میں اچانک اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ حاجس ہے، اور اگر بار بار اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ خاطر ہے اور جب اس کا ذہن اس کے قتل کی طرف راغب ہو اور وہ اس کے قتل کا منصوبہ بنائے کہ اس کو مثلاً پستول سے قتل کرے گا اور فلاں جگہ سے پستول کو حاصل کرے گا تو یہ حدیث نفس ہے، اور جب وہ اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے اور غالب جانب اس کو قتل کرنے کی ہو لیکن مغلوب سا یہ خیال ہو کر وہ کہیں پکڑا نہ جائے اس لیے نہ قتل کرے تو بہتر ہے تو یہ ہم ہے اور جب یہ مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ یہ طے کرے کہ اس کو قتل کرنا ہے خواہ وہ پکڑا کیوں نہ جائے اور اس کے بدلہ میں قتل کیوں نہ کر دیا جائے اور اس کو قتل کرنے کی نیت ——— کرے تو یہ عزم ہے پہلے چار مرتبوں پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ قتل کرنے کا عزم کرے گا تو اس عزم پر مواخذہ ہوگا خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو، مثلاً وہ شخص اس کو قتل کرنے گیا لیکن جب وہ اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی طبعی موت سے ابھی ابھی مرا ہے، اب ہر چند کہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن اس نے بہر حال اس کو قتل کرنے کی نیت کی تھی اس لیے اس نیت کی وجہ سے اس کی گرفت ہوگی۔

حاجس، خاطر اور حدیث نفس کے مرتبہ میں معصیت پہلی امتوں پر بھی معاف تھی اور اس امت پر بھی معاف ہے، لیکن پچھلی امتوں کا ’’ہم‘‘ پر مواخذہ ہوتا تھا اس امت پر ’’ہم‘‘ معاف ہے البتہ اگر معصیت کا عزم کر لیا جائے تو اس امت پر بھی مواخذہ ہوگا۔

معصیت کی حدیث نفس مذموم ہے اور نیکی کی حدیث نفس جائز بلکہ مستحسن ہے خواہ حالت نماز ہو۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

قال عمر انی لاجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ [2]

حضرت عمر نے کہا میں نماز کی حالت میں لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی امور کے متعلق نماز میں سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا جائز ہے۔

دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق

اسی حدیث میں ہے جب بندہ نیکی کرتا

---

[1] ۔ علامہ احمد صاوی مالکی، تفسیر الصاوی ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ہے نیز اس کے لیے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جزاء اور سزا کے جو مراتب بیان فرمائے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے!

١- من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها ۔ (انعام ، ١٦٠)	جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لیے دس گنا اجر ہے اور جو ایک گناہ کرے تو اس کے لیے ایک گناہ ہی کی سزا ملتی ہے ۔
٢- مثل الذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل فى كل سنبلة مائة حبة ۔ (بقرہ : ٢٦١)	جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں ایک سو دانے ہوں (یعنی اس کے لیے سات سو گنا اجر ہے)۔
٣- انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب ۔ (زمر : ١٠)	صبر کرنے والوں کو پورا اجر بغیر حساب کے ہی دیا جائے گا ۔

اجر کے ان مراتب میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ عبادات بدنیہ میں دس گنا اجر ملتا ہے ۔ عبادات مالیہ میں سات سو گنا اجر ملتا ہے اور ضبط نفس اور صبر پر لامحدود اجر ملتا ہے ۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب نیکی کرنے والے کے صدق اور خلوص نیت کے مراتب کے اعتبار سے ہیں جس شخص میں جتنا زیادہ خلوص ہوگا اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا ۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ بعض لوگ عبادات اور صدقہ و خیرات حساب سے کرتے ہیں یعنی جتنا ان کے ذمہ لازم ہوا اتنا ہی صدقہ کرتے ہیں اور بعض لوگ بے حساب عبادات اور صدقہ خیرات کرتے ہیں جو لوگ حساب سے عبادت کرتے ہیں ان کو حساب سے اجر دے گا اور جو بے حساب عبادت کریں گے ان کو بے حساب اجر دے گا ، چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب کرنے والے کی حیثیت کے اعتبار سے ہیں ، مثلاً کسی ارب پتی سے کوئی شخص ایک روٹی کا سوال کرے ، اور وہ اس کو ایک روٹی دے دے تو یہ ایک نیکی ہے اور اس کو اس کا دس گنا اجر ملے گا لیکن جس شخص کی کل کائنات صرف ایک روٹی ہی ہو اور اس سے کوئی روٹی کا سوال کرے اور وہ اس کو روٹی دے دے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے شخص کے مقابلہ میں اس نے اربوں روپوں کی دولت لٹا دی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا اور اصل بات یہ ہے کہ اجر محض اللہ کے فضل سے ملتا ہے وہ مالک ہے جس کو جتنا چاہے عطا فرمائے ۔ صبر پر بے حساب اجر عطا فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اپنی مرضی اور خوشی سے خدا کی راہ میں دینا آسان ہے ، اور کسی حادثہ سے جو جان یا مال میں نقصان ہو جاتا ہے ، جس میں انسان کی مرضی کا دخل نہیں ہوتا اس پر شکایت نہ کرنا اور صبر کرنا مشکل ہے ، اس لیے اس کا اجر بھی بے حساب رکھا ہے ۔

قرآن کریم اور حدیث شریف میں بتلایا گیا ہے کہ گناہ کرنے والے کو ایک گناہ کرنے کی ایک سزا ملتی ہے حالانکہ ازواج مطہرات کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا:

من يأت منكن بفاحشة مبينة يضاعف لها	تم میں سے جس نے کھلی بے حیائی کا کام کیا اس

العذاب ضعفین۔ (احزاب: ۳۰) کو دوہرا عذاب دیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عام حکم یہی ہے لیکن خواص اس حکم سے مستثنیٰ ہیں:

جس کا رتبہ ہے سوا اس کو سوا مشکل ہے

ازواج مطہرات کا مرتبہ زیادہ ہے اس وجہ سے ان کے لیے مواخذہ کی مقدار بھی زیادہ رکھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے محض بھول کی بناء پر محاسبہ فرمایا، حضرت یونس علیہ السلام کی صرف اجتہادی خطاء کی بناء پر ان کو مچھلی کے پیٹ میں مقید فرمایا اور غلام کے مقابلہ میں آزاد کی دوگنی حد مقرر کی، اور جاہل کے مقابلہ میں عالم سزا کا زیادہ مستحق ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْوَسْوَسَةِ فِي الْإِيمَانِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ وَجَدَهَا

۲۴۸- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَالِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ۔

۲۴۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَّابِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ۔

۲۵۰- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُعَيْرِ بْنِ الْخِمْسِ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَسْوَسَةِ فَقَالَ تِلْكَ مَحْضُ الْإِيمَانِ۔

ایمان میں وسوسہ کا بیان اور وسوسے کے وقت کیا کہنا چاہیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے دلوں میں بعض ایسے خیالات آتے ہیں جن کا بیان کرنا بھی ہم گناہ سمجھتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی ایسے خیالات آتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ تو عین ایمان ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ محض ایمان ہے۔

۲۵۱- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ قَالَا ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے سوالات کرتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے جس شخص کو اس بارے میں کوئی تردد ہو وہ یوں کہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں۔

۲۵۲- وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدِّبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي الشَّيْطٰنُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ مَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهٖ وَزَادَ وَرُسُلِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے پاس آکر شیطان کہتا ہے کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا، زمین کو کس نے پیدا کیا، وہ شخص کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں "اور اس کے رسولوں پر" کا اضافہ ہے۔

۲۵۳- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَأْتِي الشَّيْطٰنُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى يَقُولَ لَهٗ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَ ذٰلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے، اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا، حتیٰ کہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص کو ایسا تردد لاحق ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹالے۔

۲۵۴- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَأْتِي الْعَبْدَ الشَّيْطٰنُ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

۲۵۵ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ النَّاسُ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْعِلْمِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِیَدِ رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَدْ سَاَلَنِی اثْنَانِ وَهٰذَا الثَّالِثُ اَوْ قَالَ سَاَلَنِیْ وَاحِدٌ وَّهٰذَا الثَّانِیْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تم سے علمی بحثیں کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کہیں گے ہم کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ اس وقت حضرت ابوہریرہ کسی شخص کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، پھر کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، مجھ سے دو شخص یہی سوال کر چکے ہیں، اور یہ تیسرا ہے یا کہا مجھ سے ایک شخص یہ سوال کر چکا ہے اور یہ دوسرا ہے۔

۲۵۶ - وَحَدَّثَنِیْهِ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَیَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَیَّةَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِمِثْلِ حَدِیْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ غَیْرَ اَنَّهٗ لَمْ یَذْكُرِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِی الْاِسْنَادِ وَلٰكِنْ قَدْ قَالَ فِیْ اٰخِرِ الْحَدِیْثِ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت موقوفاً ذکر کی ہے۔

۲۵۷ - وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الرُّوْمِیِّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُوْنَ یَسْئَلُوْنَكَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ فَبَیْنَا اَنَا فِی الْمَسْجِدِ اِذْ جَآءَنِیْ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ فَقَالُوْا یَا اَبَا هُرَیْرَةَ هٰذَا اللّٰهُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ فَاَخَذَ حَصًی بِكَفِّهٖ فَرَمَاهُمْ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا قُوْمُوْا صَدَقَ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لوگ تم سے سوالات کرتے رہیں گے کہ اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران کچھ دیہاتی آئے اور کہنے لگے اے ابوہریرہ! اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت ابوہریرہؓ نے مٹھی بھر کر ان کی طرف کنکریاں پھینکیں اور کہا چلو یہاں سے اٹھو، میرے آقا نے سچ فرمایا تھا۔

۲۵۸ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا كَثِیْرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ تم سے

بْنُ الْأَصَمِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيَسْأَلَنَّكُمُ النَّاسُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَقُوْلُوا اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَهٗ ۔

٢٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يَزَالُوْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا كَذَا مَا كَذَا حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ تَعَالٰى ۔

٢٦٠ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُخْتَارِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ غَيْرَ أَنَّ إِسْحٰقَ لَمْ يَذْكُرْ قَالَ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ ۔

ہر چیز کے بارے میں سوالات کریں گے یہاں تک کہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: تمہاری امت ہر چیز کے بارے میں پوچھتی رہے گی کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ کہے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت ذکر کی ہے مگر اس میں تمہاری امت کے الفاظ نہیں ہیں۔

شیطانی وسوسوں کی دو قسمیں

حدیث نمبر ۲۵۳ میں ہے جب انسان کے ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو انسان شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹا لے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا کہ ظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان وساوس کو دفع کرنے کے لیے ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس وسوسہ کو بغیر کسی دلیل کے رد کر دیا جائے۔ علامہ مازری نے کہا بعض وسوسے ذہن میں استقرار نہیں پاتے، ان کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے اعراض کر دیا جائے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے اور جو امور اس طرح طاری ہوں اور کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں ان کو اسی طرح مسترد کر دینا چاہیے اور جو خواطر کسی دلیل اور شبہ پر مبنی ہوں اور ذہن میں مستقر ہو جائیں ان کو بغیر دلیل کے مسترد نہیں کیا جا سکتا اس لیے ان کو غور و فکر سے باطل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال

اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھے، حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی خالقیت اور اس کی وحدانیت کو بغیر کسی دلیل کے بداہۃً مانتے ہیں، صرف

قرآن مجید کا وجود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ثبوت کے لیے کافی ہے، تاہم شیطان کے وسوسہ کے ابطال کے لیے عرض ہے کہ شیطان کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں چیز کو اللہ نے پیدا کیا تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے، اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ہر چیز اور ہر شے کا کوئی خالق ہونا چاہیے اور یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ موجودات کا سلسلہ کہیں ختم نہ ہو اور ہر چیز سے پہلے ایک چیز ہو اور موجود سے پہلے ایک موجود ہو اور یہ قطعاً باطل ہے اس لیے کسی نہ کسی موجود کو آخری موجود ماننا ہوگا جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو، اس کا ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا محال ہو، وہی سب کا خالق ہے اور اس کا کوئی خالق نہیں ہے اسی موجود کو ہم اللہ اور رب العالمین سے تعبیر کرتے ہیں؎

نیز یہاں اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک چیز ہے خلاف عقل ہونا مثلاً ایک چیز بیک وقت سیاہ بھی ہو اور سفید بھی ہو جس کو اجتماع ضدین کہتے ہیں اور ایک ہے ماوراء عقل ہونا، یعنی جو چیز عقل کی پہنچ اور گرفت سے باہر ہو اس کائنات کے ہزاروں اسرار ایسے ہیں جن تک صدیوں پہلے عقل کی پہنچ نہیں تھی اور آج ان کو عقل نے پالیا ہے اور اسی طرح اب بھی لاتعداد اسرار اور حقائق ایسے ہیں جن تک عقل نہیں پہنچ سکی، لیکن ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اس تمہید کے بعد واضح ہو گیا کہ ایسی حقیقت جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو، جو سب کی خالق ہو اور اس کا خالق کوئی نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ ماوراء عقل ہو لیکن خلاف عقل ہرگز نہیں ہے اس لیے اس کا انکار ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ اور اقرار اس لیے ضروری ہے کہ اس نظام کائنات کو بنانے اور چلانے کا اس کے سوا کوئی سچا دعویدار نہیں ہے، جن فرشتوں، نبیوں، ولیوں، درختوں، حیوانوں، عناصر اور کواکب کو لوگوں نے خدا مانا اور ان کی عبادت کی ان میں سے کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، اور قیامت کے دن یہ سب اس دعویٰ سے براءت کا اظہار کریں گے اور جن انسانوں نے از خود خدائی کا دعویٰ کیا وہ لوگوں کے سامنے پیدا ہوئے اور لوگوں کے سامنے مر گئے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا، اور یوں ان کی خدائی باطل ہو گی، الغرض اس کائنات کو بنانے، چلانے اور فنا کرنے کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی سچا دعویدار نہیں ہے، اسی لیے وہی سچا خدا ہے اور اسی کو ماننا ضروری ہے۔

بَابُ ۵۸ وَعِيْدِ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنٍ فَاجِرَةٍ بِالنَّارِ

۲۶۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَنَا الْعَلَاءُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى

جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر دوزخ کی وعید

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم واجب اور جنت حرام کر دیتا ہے۔ ایک

؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الْحُرَقَةِ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبٍ السَّلَمِيِّ عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهٖ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ۔

شخص نے عرض کیا یا رسول! اگرچہ وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

٢٦٢- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَخَاهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْحَارِثِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا: اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

٢٦٣- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا وَكِيعٌ قَالَ أَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ فَدَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيَّ نَزَلَتْ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ أَرْضٌ بِالْيَمَنِ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَيَمِينُهُ قُلْتُ إِذَنْ يَحْلِفُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی، قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریگا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، اسی دوران حضرت اشعث بن قیس آگئے اور پوچھا کہ ابوعبدالرحمن (عبداللہ بن مسعود) نے کیا بیان کیا ہے؟ لوگوں نے وہ حدیث سنائی، حضرت اشعث بن قیس نے کہا ابوعبدالرحمن نے سچ کہا یہ حکم میرے ہی بارے میں نازل ہوا تھا۔ ایک شخص کی شرکت میں یمن میں میری زمین تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کے ساتھ میرا اس زمین کے بارے میں اختلاف ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، میں نے عرض کیا حضور وہ تو جھوٹی قسم کھانے لگا؟ آپ نے فرمایا جو شخص کسی

يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَنَزَلَتْ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ۔

۲۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ۔

۲۶۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَعْيَنَ سَمِعَا شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ۔

۲۶۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو عَاصِمٍ الْحَنَفِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ

مسلمان کا مال کھانے کی خاطر جھوٹی قسم کھائے گا قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلے میں متاع قلیل لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں، (آخر آیت تک پڑھیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا ناحق مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا وہ قیامت کے دن جب اللہ تعالے سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ باقی حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں زمین کی جگہ کنوئیں کے جھگڑے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا ناحق مال لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا جب قیامت کے دن وہ شخص اللہ تعالے سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلے میں متاع قلیل لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں" (آخر آیت تک پڑھیں)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ایک مقام حضر موت سے اور دوسرا کندہ سے حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے میرے باپ کی طرف سے ملی ہوئی

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا قَدْ غَلَبَنِيْ عَلٰى أَرْضٍ لِّيْ كَانَتْ لِأَبِيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضِيْ فِيْ يَدِيْ أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَمَّا أَدْبَرَ أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَأْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔

زمین کو مجھ سے چھین لیا، کندی نے کہا وہ میری زمین ہے اور میرے تصرف میں ہے میں اس میں زراعت کرتا ہوں اس شخص کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے پوچھا تمہارے پاس گواہ ہیں، انھوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! یہ جھوٹا ہے، جھوٹ پر قسم اٹھا لے گا، یہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ جب کندی قسم کھانے کے لیے مڑا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص نے اس کا مال کھانے کے لیے قسم کھائی تو اللہ سے جب ملاقات کرے گا وہ اس سے ناراض ہوگا۔

۲۶۷- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ أَبِي الْوَلِيْدِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِيْ أَرْضٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا إِنَّ هٰذَا انْتَزٰى عَلٰى أَرْضِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ امْرُؤُ الْقَيْسِ بْنُ عَابِسٍ الْكِنْدِيُّ وَخَصْمُهٗ رَبِيْعَةُ ابْنُ عِبْدَانَ قَالَ بَيِّنَتُكَ قَالَ لَيْسَ لِيْ بَيِّنَةٌ قَالَ يَمِيْنُهٗ قَالَ إِذَنْ يَذْهَبُ بِهَا قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا ذَاكَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ لِيَحْلِفَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ أَرْضًا ظُلْمًا لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ إِسْحٰقُ فِيْ رِوَايَتِهٖ رَبِيْعَةُ بْنُ عَيْدَانَ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا اتنے میں دو شخص ایک زمین کے بارے میں لڑتے ہوئے آئے، ایک شخص نے کہا جس کا نام امراء القیس بن عابس کندی تھا کہ یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں اس شخص نے میری زمین چھین لی تھی! اس کا حریف ربیعہ بن عبدان تھا، آپ نے فرمایا تمہارے پاس گواہ ہیں؟ اس نے کہا میرے گواہ نہیں ہیں آپ نے فرمایا پھر یہ قسم کھائے گا؟ اس نے کہا پھر یہ میری زمین لے جائے گا، آپ نے فرمایا تمہارا قسم کے سوا اور کوئی حق نہیں، جب اس کا حریف قسم کھانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلم سے کسی کی زمین چھین لے وہ جب اللہ تعالٰے سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، امام مسلم نے کہا اسحاق کی روایت میں اس کا نام ربیعہ بن عیدان ہے۔

باطن میں قضاءً نافذ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال

حدیث نمبر ۲۶۱ میں ہے جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر دیتا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے حق پر قبضہ کا ذکر فرمایا ہے مال پر قبضہ کا ذکر نہیں فرمایا، اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہ حکم اس صورت کو بھی شامل جس میں مسلمان کا مال نہ ہو لیکن حق ہو مثلاً مردار کی کھال چونکہ نجس ہے اس لیے مال نہیں ہے لیکن اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے اس لیے وہ مسلمان کا حق ہے، اسی طرح ازواج میں باریوں کی تقسیم مال نہیں ہے لیکن مسلمان کا حق ہے، لہٰذا جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے اس حق کو مارنا چاہے گا وہ بھی اس وعید میں داخل ہوگا۔

ایک سوال یہ ہے کہ مسلمان کا حق مارنا گناہ کبیرہ ہے تو اس کبیرہ کے ارتکاب سے جنت کیونکر حرام ہو گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے حلال سمجھ کر جھوٹی قسم کھائی اور مسلمان کا حق مارا وہ کافر ہو گیا اس پر جنت حرام ہو گئی، دوسرا جواب یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا اس سزا کا مستحق ہے اور ممکن ہے اس کو معاف کر دیا جائے، یا اس پر ابتداءً جنت میں دخول حرام ہوگا اور بعد میں داخل ہو جائے گا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس شخص نے مسلمان کا حق مار لیا اس پر جہنم واجب ہے"۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذمی کا حق مارنا جائز ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شدید وعید کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو مسلمان کا حق مارے، رہا ذمی تو ہر چند کہ اس کا حق مارنا بھی حرام ہے لیکن اس پر اتنی شدید وعید نہیں ہے۔ یہ جواب ان علماء کے مذہب پر ہے جو مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں اور جو مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے ان پر اعتراض وارد نہیں ہوتا، قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں مسلمان کا ذکر اس لیے خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کے عام مخاطبین اور عاملین مسلمان ہیں اور ذمی مخاطب نہیں ہیں البتہ معاملات میں ان کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا گیا ہے۔

نیز یہ سزا اس شخص کے لیے ہے جس نے کسی مسلمان کا حق مارا اور بغیر توبہ کے مر گیا لیکن جو شخص اپنے فعل پر نادم ہوا، اس نے توبہ کی، اور حق دار کو اس کا حق واپس کر دیا یا اس سے معاف کرا لیا اور دوبارہ ایسا نہ کرنے کا پختہ عزم کر لیا اس سے یہ گناہ اور سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء کے اس نظریہ پر دلیل ہے کہ حاکم کے فیصلہ سے کسی شخص کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی جس کا وہ مالک نہ ہو، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس گواہ نہیں ہیں تو اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، اس کے باوجود قسم کھانے والے کے لیے فرمایا اگر اس نے جھوٹی قسم کھا کر ناحق مال لیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے فیصلہ سے اس کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب حاکم فیصلہ کر دے تو وہ چیز اس کے لیے مباح ہو جاتی ہے[1]۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم کی دلیل

امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا، اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا اور فرمایا تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، حضرت علیؓ یہ اثر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اور اس باب کی احادیث املاک مرسلہ پر محمول ہیں یعنی جب کوئی شخص ملکیت کا سبب بتائے بغیر کسی چیز پر ملکیت کا دعویٰ کرے تو پھر قضاء باطناً نافذ نہیں ہوگی، امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقود اور فسوخ میں قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے بشرطیکہ قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو، اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح کی مکمل اور باحوالہ بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلَى اَنَّ مَنْ قَصَدَ اَخْذَ مَالِ غَيْرِهٖ بِغَيْرِ حَقٍّ كَانَ الْقَاصِدُ مُهْدَرَ الدَّمِ فِيْ حَقِّهٖ وَاِنْ قُتِلَ كَانَ فِي النَّارِ وَاَنَّ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ

۲۶۸ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ ثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَخْذَ مَالِيْ قَالَ فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِيْ قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِيْ قَالَ فَاَنْتَ شَهِيْدٌ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ قَالَ فَهُوَ فِي النَّارِ۔

۲۶۹ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ الْاَحْوَلُ اَنَّ ثَابِتًا مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ

غیر کا مال ناحق چھیننے والے کا خون مباح ہے اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جائے تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص آکر میرا مال چھیننا چاہے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو مت دو، اس نے کہا اگر وہ لڑنا شروع کر دے آپ نے فرمایا تم اپنے دفاع میں لڑو، اس نے پوچھا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا تم شہید ہو گئے، اس نے پوچھا اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ فرمایا وہ جہنمی ہو گا۔

عمرو بن عبد الرحمان کے غلام ثابت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ بن عمرو اور عنبسہ بن سفیان میں اختلاف ہوا اور وہ دونوں لڑنے کے لیے تیار ہو گئے تو خالد بن ابی العاص اسی وقت سوار ہو کر حضرت عبد اللہ بن عمرو کے پاس گئے اور انھیں لڑائی سے روکا۔

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ لَمَّا كَانَ بَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَبَيْنَ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ مَا كَانَ تَيَسَّرُوْا لِلْقِتَالِ فَرَكِبَ خَالِدُ بْنُ الْعَاصِ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَوَعَظَهٗ خَالِدٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

۲۷۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ.

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کر کے بیان کیا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

شہید کی وجہ تسمیہ

حدیث نمبر ۲۶۸ میں ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی روح اس وقت جنت میں شاہد (حاضر) ہو جاتی ہے اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی روحیں قیامت سے پہلے جنت میں حاضر نہیں ہوں گی، ابن الانباری نے کہا اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور شہید مشہود لہ کے معنی میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی روح نکلتی ہے وہ اپنے ثواب اور عزت و کرامت پر شاہد (حاضر) ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اس کی روح کو نکال لیتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نیکی پر خاتمہ اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا خون اس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے زخموں اور خون کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور احکام

شہید کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جو شخص اسلام کی سربلندی کے لیے کفار کے خلاف لڑتا ہوا میدانِ جنگ میں مارا جائے، وہ دنیاوی احکام اور اخروی احکام میں شہید ہے اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(۲)۔ جو شخص اجر کے لحاظ سے شہید ہو وہ دنیاوی احکام میں شہید نہیں ہے، مثلاً جو پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہوا، جو طاعون میں ہلاک ہوا، جو دیوار یا چھت کے نیچے آ کر مرا، یا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا اور اس طرح کے دوسرے لوگ جن پر احادیث میں شہید کا اطلاق کیا گیا ہے، ان کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور آخرت میں ان کو شہداء کا ثواب ملے گا، البتہ پہلی قسم کے شہداء سے ثواب کم ہو گا۔

(۳)۔ جس شخص نے مالِ غنیمت میں خیانت کی احادیث میں اس کو شہید کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ دنیاوی احکام

میں شہید ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اخروی حکم کے لحاظ سے یہ شہید نہیں ہے، یعنی اس کو شہادت کا اجر نہیں ملے گا۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام

شہید کے جو احکام علامہ نووی نے بیان کیے ہیں وہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے:

علامہ ابوالحسن المرغینانی لکھتے ہیں:

جس شخص کو مشرکین قتل کر دیں یا جو میدان جنگ سے زخمی اٹھایا جائے (پھر مر جائے) یا جس کو مسلمان ظلماً قتل کر دیں اور اس قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہو وہ شہید ہے اس کو کفن دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ شہداء اُحد کے حکم میں ہے، (اور امام نسائی اور امام احمد نے روایت کیا ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے زخموں اور خونوں پر کپڑا ڈال دو اور ان کو غسل نہ دو، اس مسئلہ میں امام شافعی نے نماز جنازہ میں ہماری مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ شہادت سے ان کے گناہ معاف ہو گئے اس لیے وہ نماز جنازہ سے مستغنی ہیں، ہم کہتے ہیں کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اس کی تعظیم کے لیے ہے اور شہید تعظیم کے لیے زیادہ لائق ہے اور جو گناہوں سے پاک ہو وہ دعا سے مستغنی نہیں ہوتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بچہ کیونکہ آپ اور بچہ دونوں گناہوں سے پاک ہیں اور دونوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ [2]

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبة بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی اھل احد صلاتہ علی المیت [3]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور آپ نے شہداء اُحد پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے کہ آپ نے شہداء اُحد کو ان کے خونوں میں دفن کرنے کا حکم دیا، ان کو غسل دیا گیا نہ نماز جنازہ پڑھی گئی، یہ روایت ہمارے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے اس لیے یا تو یہ حدیث ناسخ ہے اور نماز نہ پڑھنا منسوخ ہے، یا معنی یہ ہے کہ شہداء پر فوراً نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں ہے، دفن کے بعد بھی ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

شہداء کی اقسام اور مکمل تعداد کا بیان احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں احادیث کے حوالوں سے شہداء کی چھیالیس اقسام بیان کی ہیں، اس سے پہلے کسی نے شہداء کی اس قدر اقسام کی تحقیق نہیں کی، یہ بحث ہمارے تفردات میں سے ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۶۳، ملخصاً، مطبوعہ اسلامی اکیڈمی کراچی

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بَابُ اِسْتِحْقَاقِ الْوَالِي الْغَاشِّ لِرَعِيَّتِهِ النَّارَ .

۲۷۱ ۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ قَالَ نَا أَبُو الْأَشْهَبِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ الْمُزَنِيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ .

۲۷۲ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ دَخَلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَهُوَ وَجِعٌ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا لَمْ أَكُنْ حَدَّثْتُكَهُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتَرْعِي اللّٰهُ عَبْدًا رَعِيَّةً يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ قَالَ أَلَّا كُنْتَ حَدَّثْتَنِي بِهٰذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ أَوْ لَمْ أَكُنْ لِأُحَدِّثَكَ ۔

۲۷۳ ۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ نَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ كُنَّا عِنْدَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ نَعُودُهُ فَجَاءَ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ زِيَادٍ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي سَأُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا ۔

رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم کے لیے دوزخ کی وعید

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا میں تم کو ایک ایسی حدیث سنا رہا ہوں جس کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ میں ابھی کچھ عرصہ اور زندہ رہونگا تو میں تم کو یہ حدیث نہ سناتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا حاکم بنایا ہو اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دے گا۔

عبید اللہ بن زیاد مرض الموت میں حضرت معقل بن یسار کی عیادت کے لیے آیا اور ان کا حال پوچھا، حضرت معقل نے کہا میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے تم سے پہلے بیان نہیں کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا حاکم بنائے اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ عبید اللہ بن زیاد نے کہا تم نے آج سے پہلے یہ حدیث کیوں نہ بیان کی؟ حضرت معقل نے کہا میں اس وقت سے پہلے اس حدیث کو بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آیا، حضرت معقل نے کہا میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۷۴- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِيْ مَرَضِهٖ فَقَالَ لَهٗ مَعْقِلٌ اِنِّيْ مُحَدِّثُكَ بِحَدِيْثٍ لَوْلَا اَنِّيْ فِي الْمَوْتِ لَمْ اُحَدِّثْكَ بِهٖ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَمِيْرٍ يَلِيْ اَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ اِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ۔

عبیداللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جس کو میں نے اب تک بیان نہیں کیا اور اگر موت کا خیال نہ ہوتا تو اب بھی بیان نہ کرتا، وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان کی بہتری اور خیرخواہی کے لیے کوشش نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔

صحت کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث کیوں نہیں بیان کی؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں ہے: "جو حاکم لوگوں کے حقوق میں خیانت کرے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا"۔ اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے متعلق ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خیانت کرے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تحذیر پر محمول ہے اور مسلمانوں کے حقوق میں خیانت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان پر احکام شریعت کو نافذ نہ کرے، یا حدود نافذ نہ کرے، ان کے مددگاروں کی حمایت نہ کرے، ان کے دشمنوں سے جنگ نہ کرے یا عادل حکمرانوں کی سیرت پر عمل نہ کرے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن زیاد سے یہ کہا تھا کہ اگر مجھے کچھ عرصہ اور زندگی کی امید ہوتی تو تم کو یہ حدیث نہ سناتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ یقین تھا کہ اس کو یہ نصیحت اسی طرح فائدہ نہیں دے گی جس طرح اس سے پہلے اصرار کر نصیحت نے فائدہ نہیں دیا، یا ان کو یہ خدشہ تھا کہ اگر انھوں نے اپنی زندگی میں یہ حدیث بیان کی تو وہ کوئی فتنہ برپا کرے گا، اور چونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے، اس لیے موت سے پہلے انھوں نے اس حدیث کو بیان کر دیا۔ ۱؎

بَابُ ۶۱ رَفْعِ الْاَمَانَةِ وَالْاِيْمَانِ مِنْ بَعْضِ الْقُلُوْبِ وَعَرْضِ الْفِتَنِ عَلَى الْقُلُوْبِ

بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ جانا، اور دلوں پر فتنہ کا طاری ہونا

۲۷۵- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ ثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصًى فَدَحْرَجَهٗ عَلٰى رِجْلِهٖ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ لَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَجْلَدَهٗ مَا اَظْرَفَهٗ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا اُبَالِيْ اَيَّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ دِيْنُهٗ وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا اَوْ يَهُوْدِيًّا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ سَاعِيْهِ وَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِاُبَايِعَ مِنْكُمْ اِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کی تھیں ایک تو پوری ہو چکی ہے اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری پھر قرآن نازل ہوا اور لوگوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امانت اُٹھ جانے کی پیشین گوئی بیان کی اور فرمایا ایک شخص تھوڑی دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی اور پھیکے رنگ کی طرح اس کا نشان رہ جائے گا پھر وہ شخص تھوڑی دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی —— اور چھالے کی طرح اس کا اثر رہ جائے گا جس طرح پیر کے نیچے انگارہ آنے سے آبلہ پڑ جاتا ہے اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے ایک کنکری لے کر اس کو اپنے پیر پر لڑھکا دیا اور فرمایا پھر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور ان میں سے کوئی امانت اور دیانت داری سے کام نہیں لے گا۔ حتی کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک دیانت دار شخص ہوا کرتا تھا اور یہ کہ فلاں شخص کس قدر بیدار مغز، خوش مزاج اور زیرک ہے۔ لیکن اس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے اس کے بعد حضرت حذیفہ نے فرمایا ایک وہ وقت تھا جب میں ہر شخص سے بغیر کسی کھٹکے اور خدشہ کے خرید و فروخت کر لیتا تھا اور سوچتا تھا کہ یہ شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا دین اس کو خیانت سے روکے گا، اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو حاکم کے خوف سے خیانت نہیں کرے گا لیکن اس زمانے میں میں فلاں فلاں شخص کے علاوہ خرید و فروخت میں اور کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔

۲۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ ثَنَا اَبِيْ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى ابْنُ يُوْنُسَ جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ ثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ يَعْنِيْ سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْفِتَنَ فَقَالَ قَوْمٌ نَحْنُ سَمِعْنَا فَقَالَ لَعَلَّكُمْ تَعْنُوْنَ فِتْنَةَ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَجَارِهٖ قَالُوْا اَجَلْ قَالَ تِلْكَ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَلٰكِنْ اَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الَّتِيْ تَمُوْجُ مَوْجَ الْبَحْرِ قَالَ حُذَيْفَةُ فَاَسْكَتَ الْقَوْمُ فَقُلْتُ اَنَا قَالَ اَنْتَ لِلّٰهِ اَبُوْكَ قَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَيُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَآءُ وَاَيُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَآءُ حَتّٰى تَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ عَلٰى اَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهٗ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ قَالَ حُذَيْفَةُ وَحَدَّثْتُهٗ اَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا يُوْشِكُ اَنْ يُكْسَرَ قَالَ عُمَرُ اَكَسْرًا لَا اَبَا لَكَ فَلَوْ اَنَّهٗ فُتِحَ لَعَلَّهٗ كَانَ يُعَادُ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ وَحَدَّثْتُهٗ اَنَّ ذٰلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ اَوْ يَمُوْتُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ قَالَ اَبُوْ خَالِدٍ فَقُلْتُ لِسَعْدٍ يَا اَبَا مَالِكٍ مَا اَسْوَدُ مُرْبَادًّا قَالَ شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِيْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں سے کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کا ذکر سنا ہے، بعض لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے حضرت عمر نے فرمایا تم نے شاید فتنوں سے وہ فتنے مراد لیے ہوں جو کسی شخص کو اس کے اہل وعیال مال اور پڑوس میں درپیش ہوتے ہیں، انہوں نے اثبات میں جواب دیا، حضرت عمر نے فرمایا ان فتنوں کا کفارہ تو نماز روزہ اور زکوٰۃ سے ادا ہو جاتا ہے لیکن تم میں سے کسی نے ان فتنوں کے بارے میں سنا ہے جو دریا کی طرح امڈ کر آئیں گے، حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو میں نے کہا کہ میں نے ان فتنوں کا ذکر سنا ہے، حضرت عمر نے فرمایا اللہ تمہارے باپ پر رحمت کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے تم جیسا بیٹا عطا کیا تم نے ضرور سنا ہو گا حضرت حذیفہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے دلوں پر اس طرح پے در پے فتنے وارد ہوں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں اور جو دل ان فتنوں میں سے کسی ایک فتنہ کو قبول کرے گا اس میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جائے گا اور جو دل اس کو قبول نہیں کرے گا اس میں ایک سفید نشان پڑ جائے گا، بہرحال اس طرح دو قسم کے دل ہوں گے ایک سفید جس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے، اور ایک سیاہ جو اوندھے لوٹے کی طرح ہو گا نیکی پر عمل کرے گا نہ برائی کا انکار کرے گا، صرف اپنی خواہشات پر عمل کرے گا، حضرت حذیفہ نے حضرت عمر سے کہا لیکن آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک مقفل دروازہ

سَوَادٍ قَالَ قُلْتُ فَمَا الْكُوزُ مُجَخِّيًا قَالَ مَنْكُوسًا۔

٢٧٨۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ رِبْعِيٍّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ حُذَيْفَةُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ جَلَسَ يُحَدِّثُنَا فَقَالَ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْسِ لَمَّا جَلَسْتُ إِلَيْهِ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي خَالِدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ تَفْسِيرَ أَبِي مَالِكٍ لِقَوْلِهِ مُرْبَادًّا مُجَخِّيًا۔

٢٧٩۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ مَنْ يُحَدِّثُنَا أَوْ قَالَ أَيُّكُمْ يُحَدِّثُنَا وَفِيهِمْ حُذَيْفَةُ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ وَقَالَ يَعْنِي أَنَّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

ہے جو عنقریب توڑ دیا جائے گا، حضرت عمر نے کہا توڑ دیا جائے گا؟ تمہارا باپ نہ رہے اگر وہ دروازہ کھول دیا جاتا تو پھر بند ہو سکتا تھا حضرت حذیفہ نے کہا نہیں وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا، اور اس دروازہ سے مراد ایک شخص ہے جس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ سیدھی اور صاف بات ہے۔ کوئی بجھارت نہیں ہے، ابو خالد نے کہا میں نے سعد سے کہا اے ابو مالک! "اسود مرباد" کا کیا معنی ہے، انھوں نے کہا سیاہ چیز میں سخت سفیدی، میں نے کہا "کوز مجخی" کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا اوندھا لوٹا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس سے اٹھ کر آئے تو کہنے لگے کہ کل میں جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انھوں نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کے بارے میں کوئی حدیث سنی ہے۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے ہم سے پوچھا کہ تم میں سے کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کے بارے میں کوئی حدیث سنی ہے حضرت حذیفہ نے کہا میں نے سنی ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۲۷۰ میں ہے: کسی شخص کو اس کے اہل وعیال، مال اور پڑوس میں جو فتنے لاحق ہوتے ہیں ان کا نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے:

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الحسنات یذھبن السیئات ۔ بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

ہمارے زمانہ کے بعض علماء نے کہا کہ نماز اور وضو سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ دونوں مٹ جاتے ہیں، انھوں اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال کیا ہے، اور صنابحی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: "جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں۔" ابو عمرو نے کہا یہ جہالت ہے اور مرجئہ کی موافقت ہے، اس قسم کی احادیث کو کس طرح عموم پر محمول کیا جا سکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں اس طرح کی آیات بکثرت ہیں:

یا یھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا۔ (تحریم: ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے خالص توبہ کرلو۔

اگر وضو کرنا، نماز پڑھنا اور دیگر نیکیوں کو بجالانا گناہوں کے مٹانے کے لیے کافی ہوتا تو توبہ کی ضرورت نہ ہوتی، اسی طرح روزے، صدقہ وخیرات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بحث ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جب گناہ کبیرہ سے اجتناب کیا جائے تو عبادات صغائر کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجھارت نہ ہونے کا بیان

اس حدیث میں ہے: حضرت حذیفہ نے کہا یہ سیدھی اور صاف بات ہے کوئی بجھارت نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور سچی حدیث ہے، اس میں اجتہاد اور رائے کا دخل نہیں ہے، اور اس سے غرض یہ تھی کہ دروازہ حضرت عمر ہیں اور ان کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت حذیفہ کو علم تھا کہ حضرت عمر کو قتل کر دیا جائے گا لیکن انھوں نے یہ ناپسند کیا کہ حضرت عمر سے یہ کہا جائے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت عمر کو علم تھا کہ اس دروازے سے مراد وہ خود ہیں اس لیے انھوں نے ایسی عبارت پیش کی جس سے غرض بھی حاصل ہو اور صراحۃً حضرت عمر کے قتل کا ذکر بھی نہ ہو۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں اور اسلام کے درمیان حضرت عمر ایک دروازہ تھے تو جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے فتنے نہیں آسکتے اور جب حضرت عمر فوت ہو جائیں گے تو اسلام میں فتنے در آئیں گے۔

⁂

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰ - ۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۱۰ھ

بَابُ ۶۲ بَيَانِ اَنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا وَّاَنَّهٗ يَاْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ

اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی ہو جائے گا اور دو مسجدوں میں گھس جائے گا۔

۲۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَّابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ نَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيْدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَاَ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہو گا، سو اجنبیوں کو یہ نوید مبارک ہو۔

۲۸۱ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَّالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْاَعْرَجُ قَالَا حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ وَّهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَاَ وَهُوَ يَاْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَيَّةُ فِيْ جُحْرِهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہو گا اور اخیر دور میں اسلام مسجد نبوی اور کعبۃ اللہ میں چلا جائے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ میں چلا جاتا ہے۔

۲۸۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ ثَنَا اَبِيْ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اس طرح سمٹ کر مدینہ میں چلا جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

اوّل آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد ہے؟

حدیث نمبر ۲۸۰ میں ہے اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہو گا۔

غریب کا لغوی معنی اجنبی ہے اسی مناسبت سے عربی میں مسافر کو غریب کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے اس حدیث میں غربا سے مہاجرین مراد لیے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہجرت کے بعد کا دور اسلام کے پھلنے پھولنے کا زمانہ تھا۔ اسلام کی ابتداء کا زمانہ نہیں تھا۔ اسی طرح قرب قیامت دور کے مسلمانوں کو مہاجرین قرار دینا بھی مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہو کہ جب اسلام کی ابتداء ہوئی اور رسول اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے سامنے

توحید کا پیغام پیش کیا تو اس مشرکانہ فضا میں یہ ایک غیر مانوس اور اجنبی نعرہ تھا اور اہل اسلام بھی اس مشرکانہ ماحول میں اپنے منفرد معمولات کی وجہ سے اجنبی سمجھتے جاتے تھے اور یہی حال قرب قیامت میں ہوگا جب لوگ مادیت اور لادینی کے طوفان میں غرق ہو چکے ہوں گے اس وقت ایک آدھ شخص ہی اسلامی تعلیمات میں ڈھلا ہوا ہوگا وہ اس دور کے لوگوں کے لیے قطعاً غیر مانوس اور اجنبی ہوگا، چنانچہ اس کی ایک جھلک اب بھی محسوس کی جاتی ہے جو لوگ مغربی تمدن اور ثقافت اپنا چکے ہیں ان کے ہاں اسلامی روایات غیر مانوس اور اجنبی ہیں۔

اس حدیث میں اسلام اور ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اخیر دور میں مسلمان اس قدر زیادہ بے راہ روی اور نفس پرستی کا شکار ہو چکے ہوں گے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا انہیں سانپ کے زہر کی طرح دہشت ناک معلوم ہوگا، یا جس طرح سانپ کو دیکھ کر لوگ پتھر مارتے ہیں اور اسے بھگاتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے اسی طرح آخری زمانہ میں ہر طرف سے لوگ اسلام پر طعن کریں گے، اسلامی روایات اور اقدار کا مذاق اڑایا جائے گا، اسلامی احکام پر پھبتیاں کسی جائیں گی جس کی وجہ سے بالآخر اسلام اپنے مرکز یعنی حرمین کی طرف لوٹ جائیگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرف سے سمٹ کر مسلمان مکہ اور مدینہ میں چلے جائیں گے۔

بَابُ ۶۳ ذِهَابِ الْاِیْمَانِ اٰخِرَ الزَّمَانِ

اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا

۲۸۳۔ حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک زمین پر اللہ اللہ کی آواز آتی رہے گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔

۲۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کسی ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کرنے والا ہو۔

بَابُ ۶۴ جَوَازِ الْاِسْتِسْرَارِ بِالْاِیْمَانِ لِلْخَآئِفِ

خوفزدہ شخص کے لیے ایمان مخفی رکھنے کا جواز

۲۸۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ وَّاَبُوْ کُرَیْبٍ وَّاللَّفْظُ لِاَبِیْ کُرَیْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِیْقٍ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْصُوْا لِیْ کَمْ یَلْفِظُ الْاِسْلَامَ قَالَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَخَافُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شمار کرو کس قدر مسلمان ہو چکے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو دشمن کا خوف ہے، حالانکہ ہماری تعداد چھ سات سو ہے۔ فرمایا تم نہیں جانتے شاید تم کسی آزمائش میں مبتلاء ہو جاؤ۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر ہم آزمائش میں مبتلاء ہو گئے حتیٰ کہ ہم میں

مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةٍ إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلَوْا قَالَ فَابْتُلِيْنَا حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا يُصَلِّيْ إِلَّا سِرًّا۔

سے بعض لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں ہے: یارسول اللہ! کیا آپ کو دشمن کا خوف ہے، حالانکہ ہماری تعداد چھ سو سے لے کر سات سو تک ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے روایت کیا ہے ہم نے آپ کے لیے پندرہ سو نفر لکھے، اور امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے: ہم نے ان کو پانچ سو پایا، ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ عورتیں بچے اور مرد مل کر پندرہ سو ہوں، اور چھ سو سے لے کر سات سو تک کی جو روایت ہے اس سے مراد صرف مرد ہوں، لیکن امام بخاری نے کتاب السیر میں روایت کیا ہے ہم نے پندرہ سو مرد لکھے، اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ جس روایت میں چھ، سات سو مردوں کا ذکر ہے اس سے مراد صرف مدینہ کے مرد ہیں اور جس روایت میں پندرہ سو مردوں کا ذکر ہے، اس سے مدینہ طیبہ اور اس کے مضافات کے مرد مراد ہیں۔ [1]

تقیہ کی تحقیق

اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ فتنوں میں مبتلاء ہو گئے حتی کہ ہم میں سے بعض لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

یہ ان فتنوں کا بیان ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد برپا ہوئے تو بعض لوگ چھپے چھپے نماز پڑھتے تھے، اس خوف سے کہ وہ کسی فتنہ اور جنگ میں مبتلاء نہ ہو جائیں۔ اس مقام پر ہم تقیہ کی بحث کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنون ومن یفعل ذلك فلیس من الله فی شیء الا ان تتقوا منهم تقٰة ط ویحذرکم الله نفسه و الی الله المصیر۔ (آل عمران: ۲۸)

ایمان والے مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، سوا اس کے کہ تم ان سے تقیہ (بچاؤ) کرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

یہ آیت، تقیہ کے وقت اظہار کفر کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

من کفر بالله من بعد ایمانه الا من اکره

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وقلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم

(نحل : ۱۰۶)

ساتھ کفر کیا (اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب ہے) مگر جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے (اس پر کوئی مواخذہ نہیں) ہاں جس نے کفر کے لیے اپنا سینہ کھول دیا تو ان لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

جب کوئی شخص کسی مسلمان کو اظہار کفر پر مجبور کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ جان بچانے کے لیے تقیہ کرے اور اظہار کفر کرے۔ اور دل میں اپنے ایمان پر قائم رہے۔ لیکن اس صورت میں تقیہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ تقیہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے کفر نہیں کیا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ اس شخص سے افضل ہے جس نے جان بچانے کے لیے تقیہ کیا اور اظہار کفر کیا۔

مشرکین نے حضرت خبیب بن عدی کو گرفتار کر لیا، انھوں نے تقیہ نہیں کیا حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا گیا، اور مسلمانوں کے نزدیک وہ حضرت عمار بن یاسر سے افضل تھے جنھوں نے بطور تقیہ اظہار کفر کیا، پھر انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے پوچھا (تقیہ کے وقت) تم نے اپنے دل کو کس طرح پایا تھا؟ انھوں نے کہا میرا دل ایمان سے مطمئن تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پھر مجبور کریں تو پھر تقیہ کر لینا، اور یہ رخصت تھی۔

روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کو پکڑ لیا، اور ان میں سے ایک سے پوچھا کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو اس نے اس صحابی کو چھوڑ دیا، پھر دوسرے کو بلا کر کہا کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! مسیلمہ نے پھر پوچھا کیا تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس صحابی نے کہا میرے کان بہرے ہیں! یہ مکالمہ تین بار ہوا پھر مسیلمہ نے اس صحابی کا سر تن سے جدا کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: رہا یہ مقتول تو یہ اپنے صدق اور یقین پر گامزن رہا اور اس نے فضیلت کو پا لیا، سو اس کو مبارک ہو، اور رہا یہ دوسرا تو اس نے اللہ کی رخصت پر عمل کیا سو اس کو ملامت نہیں ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تقیہ پر عمل کرنا رخصت ہے اور افضل تقیہ کو ترک کرنا ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہر وہ کام جس میں دین کی سرفرازی اور سربلندی ہو اس کام کو جرأت سے کر کے قتل ہو جانا تقیہ کی رخصت پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص اپنی جان پر کھیل کر دشمن سے جہاد کرے اور شہید ہو جائے وہ اس شخص سے افضل ہے جو اپنی جان بچا کر لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے قتل کے بعد شہداء کے احوال بیان فرمائے ہیں، ان کو زندہ اور مرزوق قرار دیا، اسی طرح دین کے اظہار کے لیے جان کر

خرچ کرنا اور کفر کا اظہار نہ کرنا تقیہ کر کے جان بچا لینے سے افضل ہے۔ [1]

تقیہ کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام

علامہ سید محمود آلوسی "الا ان تتقوا منھم تقۃ" "مگر یہ کہ تم ان سے تقیہ کرو" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں تقیہ کی مشروعیت پر دلیل ہے۔ تقیہ کی تعریف یہ ہے: جان، عزت اور مال کو دشمنوں کے شر سے بچانا، اور دشمن دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کی دشمنی دین کے اختلاف کی وجہ سے ہو، جیسے کافر اور مسلمان دوسرے وہ ہیں جن کی دشمنی اغراض دنیوی کی وجہ سے ہو، مثلاً مال، متاع، ملک اور امارت کی وجہ سے عداوت ہو، اس وجہ سے تقیہ کی بھی دو قسمیں ہو گئیں۔

تقیہ کی پہلی قسم جو دین کے اختلاف کی وجہ سے عداوت پر مبنی ہو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ہر وہ مومن جو کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے اس کے لیے دین کا اظہار کرنا ممکن نہ ہو اس پر اس جگہ سے ایسی جگہ ہجرت کرنا واجب ہے جہاں وہ دین کا اظہار کر سکے اور اس کے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ دینی دشمنوں کی سرزمین میں رہے اور اپنے ضعف کا عذر ظاہر کر کے اپنے دین کو چھپائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اگر ہجرت نہ کرنے میں ان کا کوئی عذر شرعی ہو مثلاً وہ لولے لنگڑے، عورتیں اور نابینا ہوں یا قید میں ہوں یا ان سے مخالفین نے یہ کہا ہو کہ اگر تم نے ہجرت کی تو ہم تم کو قتل کر دیں گے یا تمہاری اولاد یا تمہارے ماں باپ کو قتل کر دیں گے، خواہ ان کی گردنیں اڑا دیں یا ان کو قید میں رکھ کر بھوکا مار دیں اور اس بات کا ظن غالب ہو کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائیں گے، اس صورت میں ان کے لیے کافروں کی سرزمین میں رہنا جائز ہے اور بہ قدر ضرورت تقیہ کر کے ان کی موافقت کرنا جائز ہے اور ان پر واجب ہے کہ وہ اس علاقہ سے نکلنے کا حیلہ تلاش کریں اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں سے نکل بھاگیں اور اگر مخالفین کسی منفعت کو سلب کرنے کی دھمکی دیں، یا ایسی مشقت میں ڈالنے کی دھمکی دیں جس کا برداشت کرنا ممکن ہو مثلاً قید میں ڈال دیں اور قید میں کھانا دیں یا ان کو ماریں لیکن وہ ایسی ضرب نہ ہو جس سے انسان مر جائے تو پھر تقیہ کرنا اور دین میں ان کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اور جس صورت میں تقیہ جائز ہے اس صورت میں بھی ان کی موافقت کی رخصت ہے اور عزیمت یہ ہے کہ وہ اس صورت میں بھی تقیہ نہ کرے اور اپنے دین کا اظہار کرے اور اگر اس کو دین کے اظہار کے جرم میں مار ڈالا جائے تو وہ شہید ہے۔

جب کوئی مسلمان کفار کے علاقہ میں ہو اور اس کو دین کے اظہار کے سبب اپنی جان، مال اور عزت کا خطرہ ہو تو اس پر اس علاقہ سے ہجرت کرنا واجب ہے اور تقیہ کرنا اور کفار کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے: قرآن مجید میں ہے:

ان الذین توفتھم الملائکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین

بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

فی الارض ط قالوا الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ
فتہاجروا فیہا ط فاولئک ماوٰہم جہنم ط
وساءت مصیرا ۰ الا المستضعفین من الرجال
والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا
یہتدون سبیلا ۰ فاولئک عسی اللّٰہ ان
یعفو عنہم ط وکان اللّٰہ عفوا غفورا ۰

(نساء: ۹۹-۹۷)

تھے، فرشتے (ان سے) کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے! فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرجاتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ مگر وہ لوگ جو (واقعی) بے بس اور مجبور ہیں جو مرد عورتیں اور بچے جو نکلنے کا کوئی حیلہ نہ پائیں اور نہ راستے سے واقف ہوں تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگذر فرمائے اور اللہ بہت معاف فرمانے والا بے حد بخشش والا ہے۔

جبر اور اکراہ کی صورت میں جان بچانے کے لیے تقیہ پر عمل کرنا رخصت اور تقیہ کو ترک کرنا عزیمت ہے

اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب کو گرفتار کرلیا، ان میں سے ایک سے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا ہاں! تو اس کو رہا کر دیا، پھر دوسرے کو بلا کر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں، پھر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا میں بہرا ہوں اور تین بار سوال کے جواب میں یہی کہا، مسیلمہ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا جو شخص قتل ہوا اور اپنے صدق اور یقین پر گامزن رہا اس نے فضیلت کو حاصل کیا اس کو مبارک ہو، دوسرے نے رخصت پر عمل کیا اس پر اس کو ملامت نہیں ہے۔

تقیہ کی دوسری قسم یعنی جب مال، متاع اور امارت کی وجہ سے لوگوں سے عداوت ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس صورت میں آیا، ہجرت واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا اس صورت میں بھی ہجرت واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ (بقرہ: ۱۹۵) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مال کو ضائع کرنے کی بھی شریعت میں ممانعت ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ کسی دنیاوی مصلحت کی وجہ سے، ہجرت واجب نہیں ہوتی، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب اپنی جان یا اپنے رشتہ داروں کی جان کا یا اپنی اور ان کی عزت کا خطرہ ہو تو حق یہ ہے، ہجرت واجب ہوتی ہے لیکن یہ عبادت اور قرب الٰہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ثواب حاصل ہو، کیونکہ اس ہجرت کا وجوب محض دنیاوی مصلحت کی وجہ سے ہے۔ دین کی حفاظت کی وجہ سے نہیں ہے اور ہر واجب پر ثواب نہیں ملتا، کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر واجب عبادت نہیں ہوتا بلکہ بہت سے واجبات پر ثواب نہیں ملتا۔ جیسے سخت بھوک کے وقت کچھ کھانا واجب

ہے اور اس پر ثواب نہیں ہے۔ اسی طرح بیماری میں جن چیزوں کے کھانے سے ضرر کا یقین ہو یا اس پر ظن غالب ہو ان سے احتراز کرنا واجب ہے اور صحت کی حالت میں مضر صحت اور زہریلی اشیاء کو کھانے سے احتراز کرنا واجب ہے۔ یہ ہجرت بھی اسی قسم کی ہے یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی مثل نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور ثواب آخرت کو مستلزم نہیں ہے (مصنف کے نزدیک اس میں بھی ثواب ہے کیونکہ جان اور عزت کو بچانا بھی شرعی حکم پر عمل ہے۔)

مدارات کی تحقیق

بعض علماء نے یہ کہا کہ کافروں، فاسقوں اور ظالموں سے مدارات (نرم رویہ اور نرم گفتاری) اور ملائمت کرنا، ان سے میٹھی باتیں کرنا، ان سے ہنستے مسکراتے اور خوشی سے ملنا بھی تقیہ کی ایک قسم ہے تاکہ انسان ان کی اذیت رسانی، بدزبانی اور ان کے ہاتھوں بے عزتی سے محفوظ رہے اور یہ کفار سے دوستی، محبت اور موالات کے حکم میں نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے بلکہ یہ ایک جائز کام اور سنت ہے۔

امام دیلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھے فرائض قائم کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح مجھے لوگوں سے مدارات کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے مجھے مدارات کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور جامع میں ہے عنقریب تمہارے پاس غضب ناک سوار آئیں گے تم ان کے ساتھ خوش دلی سے پیش آنا اور ان کو مرحبا کہنا، اور امام ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد عقل کی بلندی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے، اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ عقل کی بلندی مدارات ہے، امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ لوگوں سے مدارات کرنا صدقہ ہے، امام ابن عدی اور امام ابن عساکر نے روایت کیا جس شخص نے مدارات کے ساتھ زندگی گزاری اس کی موت شہادت ہوگی۔ اپنے مالوں سے اپنی عزتوں کی حفاظت کرو، اور تم میں سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے دین کی حفاظت کرے، امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی، اس وقت میں بھی حضور کے پاس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنی قوم کا بُرا آدمی ہے، پھر آپ نے اس کو اجازت دے دی، اور اس سے بہت نرم گفتگو کی، جب وہ چلا گیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ ملائمت سے بات کی؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سب سے بُرا شخص وہ ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) اور امام بخاری نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگوں سے ہنس کر ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) ان کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں، البتہ اتنی مدارات نہیں کرنی چاہیے جس سے دینی حمیت نہ رہے اور کسی برائی کا ارتکاب ہو اور اس کے متعلق بدگمانی کی جائے۔

تقیہ کے متعلق خوارج کا نظریہ

تقیہ اور مدارات کی اس تحقیق کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ خوارج اور شیعہ کے تقیہ کے متعلق دو متضاد نظریات ہیں، خوارج تو کہتے ہیں کہ کسی حال میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ دین کے مقابلہ میں جان، مال اور عزت کسی چیز کی حفاظت کی رعایت نہیں کرتے، اس نظریہ کے مطابق ان کے بہت عجیب اقوال ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور چور اس کی بہت قیمتی چیز

لے جا رہا ہو تو وہ نماز قطع نہ کرے بلکہ اس پر نماز قطع کرنا حرام ہے، اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ وہ حالت نماز میں گھوڑے کی حفاظت کر رہے تھے کہ وہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ تقیہ کے مسئلہ میں ان کے ہاں بہت تفریط ہے۔

تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ

شیعہ علماء کی تقیہ میں بہت مختلف اور مضطرب عبارات ہیں، بعض علماء نے یہ کہا کہ ضرورت کے وقت تمام اقوال میں تقیہ کرنا جائز ہے اور بعض اوقات کسی مصلحت کی وجہ سے تقیہ واجب ہوتا ہے اور ایسے کسی فعل میں تقیہ کرنا جائز نہیں جس سے مومن کا قتل ہو یا اس کے قتل کیے جانے کا ظن غالب ہو۔ مفید نے کہا کبھی تقیہ کرنا واجب ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ کرنا افضل ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ نہ کرنا افضل ہوتا ہے۔ ابو جعفر طوسی نے کہا ظاہر الروایات میں یہ ہے کہ جب جان کا خطرہ ہو تو تقیہ کرنا واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ مال کے خطرہ کے وقت بھی تقیہ کرنا واجب ہے، اور عزت کی حفاظت کے لیے تقیہ کرنا مستحسن ہے، حتیٰ کہ سنت یہ ہے کہ جب شیعہ اہل سنت کے ساتھ جمع ہوں تو نماز، روزہ، اور باقی دینی امور اہل سنت کے مطابق کریں، انھوں نے بعض ائمہ اہل بیت سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی سنی کی اقتداء میں تقیۃً نماز پڑھی، اس نے گویا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اور بعد میں اس نماز کے اعادہ میں ان کے مختلف اقوال ہیں۔ کسی ایک سنی سے مذہب شیعہ کو بچانے کے لیے تقیہ کی افضلیت میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا جائز ہے، بعض نے کہا معمولی سے خوف یا معمولی سے لالچ کی بناء پر تقیۃً کفر کو ظاہر کرنا واجب ہے، علماء شیعہ کے نزدیک تقیہ دین کی عظیم اصل ہے، حتیٰ کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی تقیہ منسوب کیا ہے، ان کی تقیہ سے اہم غرض خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو باطل کرنا ہے، اللہ ان سے پناہ میں رکھے۔

تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل

کتب شیعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد امجاد کا تقیہ نہ کرنا ثابت ہے اور اس سے تقیہ کی وہ فضیلت بھی باطل ہوتی ہے جس کا انھوں نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ نہج البلاغۃ جو ان کے نزدیک کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر صحیح ترین کتاب ہے اس میں لکھا ہے: حضرت علی نے فرمایا: ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تم کو صدق سے نقصان اور کذب سے نفع ہو وہاں تم کذب پر صدق کو ترجیح دو۔" کہاں حضرت علی کا یہ ارشاد اور کہاں ان کا ... "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی یہ تفسیر کرنا " اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو زیادہ تقیہ کرے" اور اسی نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خدا کی قسم اگر میرا دشمنوں سے مقابلہ ہو درآں حالیکہ میں اکیلا ہوں اور ان کی تعداد سے تمام زمین بھری ہو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ نہ گھبراہٹ ہوگی، کیونکہ جس گمراہی میں وہ مبتلاء ہیں اور اس کے مقابلہ میں میں جس ہدایت پر ہوں اس پر مجھے بصیرت ہے اور مجھے اپنے رب پر یقین ہے اور مجھے اللہ سے ملاقات اور حسن ثواب کی امید ہے۔" حضرت علی کے اس ارشاد میں یہ دلالت ہے کہ حضرت امیر اکیلے ہوں اور دشمن بہت ہوں تب بھی وہ نہیں ڈرتے تو یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ تقیہ نہ کرنا بے دینی ہو نیز عیاشی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کر کے مسجد میں داخل ہوا، حضرت علی آئے

اور اس کی گُدّی پر ضرب لگا کر فرمایا افسوس! تو بے وضو نماز پڑھ رہا ہے! اس نے کہا مجھے عمر نے کہا تھا، حضرت علی اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لے گئے اور بآواز بلند فرمایا: دیکھو یہ تمہارے متعلق کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں اس کو میں نے موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کی اور تقیہ نہیں کیا۔

تقیہ کے بطلان پر واضح دلیل یہ ہے کہ تقیہ خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف دو قسم کا ہے ایک جان کی ہلاکت کا اور دوسرا تکلیف، اذیت، مشقت بدنی اور سب و شتم کا۔ اول الذکر یعنی جان کا خوف حضرات ائمہ میں دو وجہوں سے منتفی ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی طبعی موت ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہے جیسا کہ کلینی نے کافی میں اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ کے لیے ایک باب منعقد کیا ہے اور اس پر تمام امامیہ کا اجماع بیان کیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تمام ائمہ کو ما کان و ما یکون کا علم ہوتا ہے پس ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مدت حیات کتنی ہے اور موت کی کیا کیفیت ہے اور کس وقت میں موت واقع ہوگی وہ تمام تفاصیل اور کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں، لہٰذا موت کے وقت سے پہلے ان کو موت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ تقیہ کرنا چاہیے۔ ثانی الذکر خوف کی وجہ سے بدن کی تکلیف اور اذیت اور سب و شتم اور بے عزتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا ہمیشہ سے صالحین کا طریقہ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہمیشہ مشقتوں کو برداشت کرتے رہے ہیں اور بسا اوقات انھوں نے جابر سلطانوں سے مقابلہ کیا اور اپنے جد کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کے لیے حضرات اہل بیت کا اذیتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا اور تکلیفوں پر صبر کرنا دوسرے صلحاء امت کی بہ نسبت انھیں زیادہ لائق ہے، پھر ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے تقیہ کرنے اور باطل کی موافقت کرنے کی کیا حاجت ہے!

نیز اگر تقیہ واجب ہوتا تو حضرت علی ابتداءً تقیہ کر لیتے اور حضرت ابوبکر سے بیعت کرنے میں چھ ماہ تک توقف نہ کرتے! اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تقیۃً یزید کی بیعت کر لیتے اور اپنے رفقاء سمیت کربلا میں شہید نہ ہوتے کیا حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو یہ علم نہیں تھا کہ جان کی حفاظت کے لیے تقیہ کرنا واجب ہے اور کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ امام الائمہ تارک واجب تھے!)۔

علماء شیعہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف جو تقیہ کی نسبت کی ہے اس کے بطلان کے لیے قرآن مجید کی یہ آیات کافی ہیں:

الذین یبلغون رسلت الله ویخشونه ولا یخشون احدا الا الله وکفی بالله حسیبا۔ (احزاب: ۳۹)	جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔
یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ؕ وان لم تفعل فما بلغت رسلته ؕ والله یعصمک من الناس۔	اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ

(مائدہ: ۶۷) آپ کو لوگوں (کے شر اور ضرر) سے بچائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو تقیہ کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔ [1]

تقیہ کے متعلق ائمہ شیعہ کی روایات

شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عمر الاعجمی قال: قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام: یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ و التقیۃ فی کل شیء الا فی النبیذ والمسح علی الخفین [2]

ابوعمر اعجمی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوعبد اللہ علیہ السلام نے کہا اے ابوعمر دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے، جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں، اور ہر چیز میں تقیہ ہے سوا نبیذ اور موزوں پر مسح کے۔

عن ابی بصیر قال: قال ابو عبد اللہ علیہ السلام التقیۃ من دین اللہ قلت من دین اللہ قال: ای و اللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف: ایتہا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا ولقد قال ابراہیم انی سقیم واللہ ما کان سقیما۔ [3]

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ ابوعبد اللہ علیہ السلام نے بیان کیا کہ تقیہ اللہ کے دین سے ہے میں نے کہا اللہ کے دین سے ہے؟ کہا ہاں خدا کی قسم اللہ کے دین سے ہے، بے شک حضرت یوسف نے کہا اے قافلہ والو تم چور ہو، حالانکہ خدا کی قسم انہوں نے چوری نہیں کی تھی، اور حضرت ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں اللہ خدا کی قسم وہ بالکل بیمار نہ تھے۔

ف: یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قافلہ والوں سے فرمایا تھا تم چور ہو بلکہ کسی منادی نے کہا تھا، قرآن مجید میں ہے:

ثم اذن مؤذن ایتہا العیر انکم لسارقون۔ (یوسف: ۷۰)

پھر پکارنے والے نے پکارا اے قافلہ والو بے شک تم چور ہو۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمانا انی سقیم صحیح تھا کیونکہ قوم کی بت پرستی کی وجہ سے وہ ملول اور آزردہ تھے جس کو انہوں نے بیماری سے تعبیر فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ کسی نبی نے تقیہ نہیں کیا۔

عن حبیب بن بشر قال: قال ابو عبد اللہ علیہ السلام سمعت ابی یقول: لا واللہ ما علی وجہ الارض شیء احب الی من التقیۃ، یا حبیب انہ من کانت لہ تقیۃ رفعہ اللہ، یا حبیب من لم

حبیب بن بشر بیان کرتے ہیں کہ ابوعبد اللہ علیہ السلام نے کہا میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: خدا کی قسم میرے نزدیک تمام روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے اے حبیب!

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۱۳۵-۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

[3] الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷،

تکن لہ تقیۃ و ضعہ اللہ یا حبیب ان الناس انما ھم فی ھدنۃ فلو قد کان ذٰلک کان ھٰذا ا[1]

جو شخص تقیہ کرے گا اللہ اس کو بلند کر دے گا، اے حبیب جو تقیہ نہیں کرے گا اللہ اس کو لپیٹ کر دیگا، اے حبیب! ابھی لوگ زمانۂ صلح میں ہیں اگر امام مہدی آ گئے تو تقیہ اُٹھ جائے گا۔

عن عبد اللہ بن ابی یعفور عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اتقوا علی دینکم فاحجبوہ بالتقیۃ فانہ لا ایمان لمن لا تقیۃ لہ الحدیث۔[2]

عبد اللہ بن ابی لیعفور بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے دین کو بچاؤ اور اپنے دین کو تقیہ سے چھپاؤ، بے شک جس کا تقیہ نہیں اس کا دین نہیں۔

عن عبد اللہ بن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول: التقیۃ ترس المؤمن والتقیۃ حرز المؤمن ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ۔ الحدیث۔[3]

عبد اللہ بن ابی لیعفور بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تقیہ مؤمن کی ڈھال ہے، تقیہ مومن کی حفاظت ہے جس کا تقیہ نہیں، اس کا ایمان نہیں۔

تقیہ کے متعلق شیعہ مفسرین کی عبارات

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

والتقیۃ عندنا واجبۃ عند الخوف علی النفس وقد روی رخصۃ فی جواز الافصاح بالحق عندھا (الی قولہ) وظاھر اخبارنا یدل علی انھا واجبۃ۔[4]

ہمارے نزدیک جان کے خوف کے وقت تقیہ واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خوف کے وقت حق ظاہر کرنے کی بھی رخصت ہے۔ اور ہماری احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تقیہ کرنا واجب ہے (اور تقیہ نہ کرنا خطا ہے)۔

شیخ ابو الحسن طبرسی نے بھی یہی لکھا ہے۔[5]

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ رہ در رسالہ اعتقادیہ آوردہ کہ تقیہ واجبست ہر کہ آنرا ترک کند ہمچنانست کہ ترک نماز کردہ (الی قولہ)

ابن بابویہ نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے کہ تقیہ کرنا واجب ہے اور ہر جو شخص تقیہ ترک کرنا

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

[2] " " " " ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۸ ، " "

[3] " " " " ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۲۱ ، " "

[4] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، التبیان ج ۲ ص ۴۳۵ ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[5] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۲ ص ۴۳۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۱ھ

و شیخ مذکور بعد از نقل این کلام در رسالہ مذکورہ فرمودہ تقیہ واجبست و رفع آن جائز نیست تا بظہور قائم آل محمد پس ہر کہ قبل از ظہور آن حضرت ترک کند از دین خدا و دین امامیہ خارج باشد و با خدا و رسول و ائمہ مخالفت کردہ۔ و صادق علیہ السلام را از کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" پرسیدند فرمود "ای اعلمکم و اعملکم بالتقیۃ"، یعنی گرامی ترین شما نزد خدا کسیست کہ عالم و اعمل باشد بتقیہ۔ (الی قولہ)

و نیز فرمودہ کہ بظاہر با مردم مخالطہ کنید و بہ باطن مخالفت نمائید و فرمود کہ "الریاء مع المؤمن شرک و مع المنافق فی دارہ عبادۃ" ریا با مؤمن شرکست و با منافق در خانہ او عبادت و امیر المؤمنین علیہ السلام فرمودہ کہ "من صلی خلفہم فی الصف الاول فکانما صلی مع رسول اللہ فی الصف الاول" ہر کہ نماز گذارد در صف اول با اہل خلاف ہمچنان است کہ در صف اول با رسول خدا نماز کردہ و نیز فرمود کہ "عودوا مرضاہم واشہدوا جنائزہم وصلوا فی مساجدہم" عیادت مرضای اہل خلاف کنید و بر جنازہ ایشان حاضر شوید و نماز گذارید در مساجد ایشان، (الی قولہ)

و سیرت سایر ائمہ علیہم السلام در عہد ظلمہ بنی امیہ و بنی عباس تقیہ بودہ۔ پس چگونہ واجب نبودہ باشد؟ و چون حق سبحانہ مؤمنان را رخصت داد در کتمان حق و مساعدت کافران و مواسات نمودن با مخالفان جہت دفع مضرت ایشان در عقب آن بیان نمود کہ اگر کسی این معنی را بکار بندد نہ بجہت خوف و عذر بلکہ از روی اعتقاد و رغبت قلبی با اہل کفر و خلاف موافقت و مساعدت نماید بعقوبت

ہے اس کا گناہ نماز ترک کرنے کے برابر ہے اور شیخ مذکور نے اسی رسالہ میں اس کے بعد لکھا کہ تقیہ واجب ہے اور جب تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہوگا تقیہ کا مرتفع ہونا جائز نہیں ہے۔ پس ہر جو شخص امام مہدی کے ظہور سے پہلے تقیہ کو ترک کرے گا وہ اللہ کے دین اور امامیہ کے دین سے خارج ہو جائے گا، اور خدا، رسول اور ائمہ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا۔

اور امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"! انہوں نے کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ شخص ہے جس کو سب سے زیادہ تقیہ کا علم ہو اور جس کا سب سے زیادہ تقیہ پر عمل ہو، نیز فرمایا کہ بظاہر لوگوں سے میل جول کرتے رہو اور باطن میں ان کی مخالفت کرو اور فرمایا کہ مومن کے ساتھ ریا کرنا شرک ہے اور منافق کے ساتھ اس کے گھر میں ریا کرنا عبادت ہے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے مخالفین (اہلسنت) کے ساتھ صف اوّل میں نماز پڑھی اس نے گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف اوّل میں نماز پڑھی، نیز فرمایا مخالفین کے بیماروں کی عیادت کرو اور ان کے جنازوں میں حاضر ہو اور ان کی مسجدوں میں نماز پڑھو۔

ظالمین بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد میں تمام ائمہ علیہ السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ تقیہ پر تھے، پس تقیہ کیونکر واجب نہیں ہوگا؟ اور جب اللہ سبحانہ نے مومنوں کو حق چھپانے اور کافروں کی موافقت اور مخالفین کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا تاکہ ان کا ضرر دور ہو، ہاں اگر کوئی شخص خوف اور عذر کی بجائے کافروں کے ساتھ دلی رغبت کے ساتھ موافقت کرے تو وہ دائمی عذاب میں گرفتار ہوگا۔

ابدی گرفتار گردد۔ [1]

کتب شیعہ سے تقیہ کا بطلان

علماء شیعہ کے نزدیک نہج البلاغۃ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات) روئے زمین پر قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔ اس کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد درج ہے:

ایہا المؤمنون! انہ من رای عدوانا یعمل بہ ومنکرا یدعی الیہ فانکرہ بقلبہ فقد سلم وبرئ ومن انکرہ بلسانہ فقد اجر وھو افضل من صاحبہ ومن انکرہ بالسیف لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا وکلمۃ الظالمین ھی السفلی فذلک الذی اصاب سبیل الھدی وقام علی الطریق ونور فی قلبہ الیقین [2]

(ملفوظ: ٣٥٦)

اے مومنو! جس شخص نے کسی کو گناہ اور برائی کرتے ہوئے دیکھا اور اس نے اس کو دل سے برا جانا وہ سلامت رہا اور بری ہو گیا، اور جس نے زبان سے اس برائی کا انکار کیا اس کو اجر ملے گا اور وہ پہلے سے افضل ہے، اور جس نے اس برائی کا تلوار سے انکار کیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سر بلند ہو اور ظالموں کی روش سرنگوں ہو، سو یہ وہ شخص ہے جس نے ہدایت کا راستہ پایا اور صحیح راستہ پر مستقیم ہے اور اس نے اپنے دل میں یقین کو روشن کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد میں یہ فرمایا ہے کہ ہدایت اور سلامتی اس میں ہے کہ برائی کے ساتھ موافقت نہ کی جائے بلکہ زبان اور تلوار کے ساتھ برائی کا انکار کیا جائے اور یہ چیز تقیہ کے خلاف ہے، کیونکہ تقیہ میں برائی اور گناہ کے ساتھ موافقت ہے۔

نیز حضرت علی فرماتے ہیں:

فمنھم المنکر للمنکر بیدہ ولسانہ وقلبہ فذلک المستکمل لخصال الخیر ومنھم المنکر بلسانہ وقلبہ والتارک بیدہ فذلک متمسک بخصلتین من خصال الخیر ومضیع خصلۃ ومنھم المنکر بقلبہ والتارک بیدہ ولسانہ فذلک الذی ضیع اشرف الخصلتین من الثلاث وتمسک بواحدۃ۔ [3]

(ملفوظ: ٣٥٨)

جس شخص نے اپنے ہاتھ، زبان اور دل سے برائی کا انکار کیا وہ تمام اچھی خصلتوں کو جمع کرنے والا ہے اور جس نے زبان اور دل سے انکار کیا اور ہاتھ سے انکار نہیں اس میں نیکی کی صرف دو خصلتیں ہیں اور ایک نیک خصلت اس نے ترک کر دی، اور جس نے برائی کو صرف دل سے برا جانا اور زبان اور ہاتھ سے انکار نہیں کیا، اس نے صرف ایک نیک خصلت کو اختیار کیا اور دو نیک خصلتیں ترک کر دیں۔

---

[1] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۰۱-۲۰۷، ملخصاً مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

[2] نہج البلاغۃ ص ١٢٨١، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

[3] نہج البلاغۃ ص ١٢٨١، 〃 〃

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیہ نہیں کیا اور انھوں نے خیر کی تمام خصال کو حاصل کر لیا اور ان کا ایمان پہلے درجہ کا ہے اور شیعہ کہتے ہیں کہ انھوں نے تقیہ کیا یعنی انھوں نے خیر کی دو خصلتوں کو ضائع کر دیا اور ان کا ایمان تیسرے درجہ کا ہے۔ اب غور کیجئے کہ حضرت علی کے محب ہم ہیں یا شیعہ؟

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وقال علیه السلام: علامة الایمان ان توثر الصدق حیث یضرك علی الكذب حیث ینفعك ...... له

(ملفوظ ۴۴۱)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ایمان کی علامت یہ ہے کہ جس جگہ سچ بولنے سے تم کو نقصان ہو اور جھوٹ بولنے سے فائدہ ہو وہاں تم سچ کو جھوٹ پر ترجیح دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے تقیہ کی جڑ کاٹ دی ہے۔

علماء شیعہ نے اپنی متعدد کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کو مارنے پر قادر تھے اور وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کرتے تھے ان پر غضب ناک ہوتے تھے اور اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کافر جانتے تھے اور ان کی اقتداء میں تقیۃً نمازیں پڑھتے تھے۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

وابوبکر عمر را طلبید و گفت دیدی علی امروز باما چه کرد اگر یک مجلس دیگر چنین معارضه باما کند کار ما برہم میزند در این چه تدبیر بخاطر تو میرسد عمر گفت رای آنست که امر کنیم بر قتل او ابوبکر گفت این کار از کی می آید عمر گفت خالد بن ولید پس خالد را طلبیدند و گفتند میخواہیم ترا بر امر عظیمی بداریم گفت بر ہرچه میخواہید بدارید اگرچه بر قتل علی علیه السلام باشد گفتند ما نیز ہمین را میخواہیم خالد گفت در چه وقت اورا بکشم ابوبکر گفت در وقت نماز در مسجد حاضر شو در پہلوی او بایست چون من سلام نماز را بگویم برخیز و گردنش را بزن گفت چنین باشد اسماء بنت عمیس که در آنوقت زن ابوبکر بود و سابقًا زن جعفر طیار و از شیعیان حیدر کرار بود این سخنان راشنید

ابوبکر نے عمر کو طلب کیا اور کہا دیکھا آج علی نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے؟ اگر ایک مجلس میں ایک بار اور ہمارے ساتھ اس طرح معارضہ کیا تو ہمارا کام تمام ہو جائے گا۔ اس معاملہ میں اب تمہارے دل میں کیا تدبیر ہے۔ عمر نے کہا رائے یہ ہے کہ ہم علی کو قتل کر دیں، ابوبکر نے کہا یہ کام کون کرے گا؟ عمر نے کہا خالد بن ولید، پھر خالد بن ولید کو بلایا، اور کہا ہم نے تم کو ایک عظیم کام کے لیے بلایا ہے، اس نے کہا جو کام تم کہو میں کروں گا خواہ علی کے قتل کے لیے کیوں نہ کہو، انھوں نے کہا ہم بھی یہی چاہتے ہیں، خالد نے کہا اس کو کس وقت قتل کردوں، ابوبکر نے کہا جس وقت ہم نماز میں ہوں تم ان کے پہلو میں کھڑے ہونا اور جب میں سلام پھیروں تو ان کی گردن اتار دینا، اس نے کہا اسی

له۔ نہج البلاغۃ ص ۶۹۲، مطبوعہ انتشارات ناصرخسرو ایران

و نتوانست سخن را علانیه بحضرت برساند بجاریهٔ خود گفت برو بخانہ علی علیہ السلام و فاطمہ ع و سلام مرا بایشان برسان و در گذار این آیه را بخوان کہ مومن آل فرعون بہ موسیٰ پیغام کرد ان الملأ یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین - یعنی اشراف قوم فرعون مشورت میکنند در باب تو کہ ترا بکشند پس بیرون رو بدرستیکہ من از برای تو از خیرخواہانم و اسما گفت اگر متفطن نشوند پس مکرر بخوان پس جاریہ آمد و سلام رسانید و برگشت و این آیه را خواند حضرت امیر فرمود کہ خاتون ترا سلام برسان و بگو خدا نمی گزارد ارادهٔ ایشان بعمل آید و بروایتی دیگر فرمود کہ اگر ایشان مرا بکشند با ناکسان و قاسطان و مارقان کہ جنگ خواہد کرد؟

طرح ہوگا، اسماء بنت عمیس جو ابوبکر کی زوجہ تھیں اور اس سے پہلے جعفر طیار کی زوجہ تھیں اور شیعان حیدر کرار سے تھیں انھوں نے یہ گفتگو سن لی، ان سے یہ ممکن نہ تھا کہ از خود جا کر حضرت کو خبر دیتیں انھوں نے اپنی باندی کو بھیجا اور کہا علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کے گھر جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو اور یہ آیت پڑھو: ان الملأ یأتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین "ایک جماعت تمہارے قتل کا مشورہ کر رہی ہے تم نکل جاؤ، بیشک میں تم کو نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں" اس آیت کو بار بار پڑھنا، حضرت امیر نے فرمایا خاتون کو میرا سلام کہو اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ارادہ کو پورا نہیں ہونے دیگا۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر انھوں نے مجھے قتل کر دیا تو ناکثین، قاسطین اور مارقین کے ساتھ کون جنگ کرے گا؟

پس حضرت امیر علیہ السلام برخاست و مہیای نماز شد و بہ مسجد آمد و پشت سر ابوبکر ایستاد از برای تقیہ و نماز خود را بتنہائی بعمل آورد و خالد لعین شمشیر بستہ و در پہلویش ایستاد، چون ابوبکر بہ تشہد نشست از آن ارادہ پشیمان شد و از فتنہ ترسید و شدت سطوت و شجاعت آن حضرت را می دانست و پیوستہ فکر می کرد و تشہد را مکرر میخواند و از ترس سلام نمیگفت تا آنکہ گمان کردند مردم کہ در نماز سہو کردہ است پس ملتفت شد بسوی خالد و گفت ای خالد مکن آنچہ ترا بآن امر کردہ بودم و بروایتی سہ مرتبہ این سخنان را گفت و بعد از آن سلام نماز را داد حضرت گفت ای خالد چہ بود آنچہ ترا امر بآن کردہ بود گفت مرا امر کردہ بود کہ گردن بزنم حضرت فرمود آیا میکردی گفت آری بخدا سوگند کہ اگر پیش از تسلیم مرا نہی نمی کرد ہر آینہ ترا می

حضرت امیر اٹھے اور تیار ہو کر مسجد میں گئے اور تقیہ کے سبب ابوبکر کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اپنی نماز تنہائی میں پڑھتے رہے، اور خالد لعین تلوار باندھے آپ کے پہلو میں کھڑا تھا، جب ابوبکر تشہد میں بیٹھا تو اپنے ارادہ میں پشیمان ہوا، اور فتنہ سے ڈرا، وہ حضرت کی زبردست شجاعت کو جانتا تھا، وہ یہی سوچتا رہا، اور بار بار تشہد پڑھتا رہا اور نماز کا سلام نہیں پھیرا، حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ اس کو سہو ہو گیا، پھر خالد کی طرف مڑ کر کہا وہ کام نہ کرنا جس کا میں نے تم کو حکم دیا تھا، ایک روایت میں ہے کہ یہ تین بار کہا، اس کے بعد نماز کا سلام پھیرا، نماز کے سلام کے بعد حضرت نے خالد سے پوچھا تم کو اس نے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا اس نے مجھے تمہارے قتل کا حکم دیا تھا، فرمایا کیا تم قتل کر دیتے؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم اگر وہ سلام پھیرنے سے پہلے مجھے منع نہ کرتا

کشتم پس حضرت او را گرفت و بلند کرد و بزمین زد عمر گفت بخدا قسم کہ میکشتش پس مردم جمع شدند و او را بصاحب قبر قسم دادند حضرت دست از آن لعین برداشت او بگریبان عمر بدگہر چسبید و گفت ای پسر صہاک اگر نہ وصیت رسول خدا و تقدیر الٰہی بود ہر آئینہ میدانستی کہ کدام یک از ما دو تن کم یاور تریم و داخل خانہ خود شد۔ [1]

تو میں تم کو قتل کر دیتا! حضرت نے خالد کو پکڑ کر اوپر اٹھایا اور زمین پر دے مارا، عمر نے کہا خدا کی قسم یہ اس کو قتل کر دے گا پس تمام لوگ جمع ہو گئے اور حضرت کو صاحب قبر کی قسم دی اور حضرت کے ہاتھ سے اس لعین کو چھڑایا۔ وہ عمر بدگہر کے گریبان سے لپٹ گیا اور حضرت نے کہا اے صہاک کے بیٹے اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الٰہی آڑے نہ آتی تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ کتنے لوگ ہمارے اور تمہارے مددگار ہیں۔ پھر آپ گھر چلے گئے۔

اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضرت علی کو معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ان کو قتل نہیں کر سکیں گے، اور جب حضرت علی کو اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا تو پھر تقیہ کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ تقیہ اس وقت کیا جاتا ہے جب جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو۔

۲۔ حضرت علی اس قدر جری اور بے باک تھے کہ تمام مخالفین کی موجودگی میں حضرت خالد بن ولید کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور جو شخص مخالفین کے سامنے اس قدر جرأت کا مظاہرہ کرے وہ ان سے ڈر کر تقیہ نہیں کر سکتا۔

۳۔ تمام اہل مسجد مل کر بھی حضرت خالد کو حضرت علی سے نہیں چھڑا سکتے تھے اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر ان کو حضرت علی سے چھڑایا اور جو شخص اتنا قوی اور دلیر ہو وہ ڈر کر اور دب کر تقیہ کیوں کرے گا!

۴۔ حضرت علی نے حضرت عمر سے کہا اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الٰہی آڑے نہ آتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ کتنے لوگ تمہارے مددگار ہیں اور کتنے ہمارے، اس کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے جو بات کہنی ہو وہ برملا کہتے تھے، مخالفین سے موافقت کرتے تھے نہ تقیہ کرتے تھے۔

بَابُ ۶۵ تَأَلُّفِ قَلْبِ مَنْ يَخَافُ عَلَى إِيْمَانِهِ لِضُعْفِهِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْقَطْعِ بِالْإِيْمَانِ مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ قَاطِعٍ

جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس کی تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو قطعی مومن کہنے کی ممانعت

---

[1] ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ، حق الیقین ص ۱۹۲ - ۱۹۳، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران

٢٨٦- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْطِ فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمٌ أَقُولُهَا ثَلَاثًا وَيُرَدِّدُهَا عَلَيَّ ثَلَاثًا أَوْ مُسْلِمٌ ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي النَّارِ۔

٢٨٧- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ سَعْدٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا عَلِمْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا، میں نے عرض کیا فلاں شخص کو دے دیجئے وہ بھی مومن ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان ہے؛ میں نے اس شخص کی تین بار سفارش کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر بار یہی فرمایا "یا مسلمان ہے؟" پھر آپ نے وضاحت بیان فرمائی کہ میں کسی شخص کو کوئی چیز اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کو اوندھے منہ دوزخ میں نہ ڈال دے حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال لوگوں میں تقسیم کیا اور ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو مجھے ان سب کی نسبت زیادہ محبوب تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو نہیں عطا فرمایا قسم بخدا میں اس کو مومن سمجھتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان؟ حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو عطا نہیں فرمایا، قسم بخدا میرے خیال میں وہ مومن ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان ہے؛ حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو عطا نہیں فرماتے، قسم بخدا میں اس کو مومن سمجھتا ہوں، آپ نے فرمایا یا مسلمان؛ پھر آپ نے وضاحت فرمائی کہ میں ایک شخص کو کوئی چیز اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کو اوندھے منہ جہنم میں نہ ڈال دے، حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

٢٨٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّهُ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ وَزَادَ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں میں مال تقسیم فرمایا، میں بھی انھیں لوگوں میں شامل تھا، بقیہ حدیث حسب سابق ہے البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر چپکے سے سفارش کی۔

٢٨٩- وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوبُ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ أَقِتَالًا أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے اصرار پر میری گردن اور مونڈھے کے درمیان ہاتھ مار کر فرمایا اے سعد! کیوں بحث کرتے ہو، پھر حسب سابق نہ دینے کا عذر بیان فرمایا۔

حدیث الباب کی تشریح

اس حدیث میں سفارش کرنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ کسی معقول عذر کی بناء پر سفارش کو قبول نہ کرنا جائز ہے۔

حضرت سعد کے مومن کہنے پر جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "یا مسلمان" فرمایا اس کی وجہ یہ ہے ایمان دل کی کیفیات کا نام ہے جو از قبیل غیب ہیں اور اسلام ارکان ظاہری کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کوئی شخص غیب کو نہیں جانتا، اس لیے کسی شخص کے ظاہر کو دیکھ کر اسے مسلمان ہی کہنا چاہیے نہ کہ مومن۔ یہ لغوی مفہوم کے اعتبار سے فرق ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ دینے کا عذر یہ تھا کہ جن لوگوں کو آپ دے رہے تھے وہ نئے نئے اسلام لائے تھے، آپ تالیف قلب کی خاطر انھیں عطا فرما رہے تھے، اور جس شخص کو نہیں دیا وہ قدیم الاسلام تھا، اگر حضور اس کو دیتے اور انھیں نہ دیتے تو چونکہ یہ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس لیے ممکن تھا کہ یہ لوگ گمان کرتے کہ حضور اپنے ساتھیوں کو دیتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے اور جو شخص حضور کے بارے میں یہ بدگمانی کرتا وہ جہنمی ہو جاتا، اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں عطا فرما کر ان کو جہنمی ہونے سے بچا لیا، اور جو پہلے سے مسلمان تھے ان کو حضور کچھ دیں یا نہ دیں وہ ہر حال میں حضور کے نمک خوار، غلام اور شیدائی تھے ان کی طرف سے کچھ خطرہ نہ تھا اس لیے ان کو عطا نہیں فرمایا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کو حضور نے عطا فرمایا ان پر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا کرم تھا اور

جن کو نہیں عطا فرمایا ان پر بھی سرکار کا کرم تھا، کیونکہ ان کو سرکار نے اپنا سمجھا، خلاصہ یہ ہے کہ سرکار کا دینا بھی کرم ہے اور نہ دینا بھی کرم ہے۔

بَابُ زِيَادَةِ طُمَانِيْنَةِ الْقَلْبِ بِتَظَاهُرِ الْاَدِلَّةِ

دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا

۲۹۰۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ لَبْثِ يُوْسُفَ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو ہم اس سوال "اے رب! مجھے دکھلا تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا" کرنے کے زیادہ مستحق ہوتے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم کو اس بات پر یقین نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ مجھے زیادہ اطمینان ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام رہے تو میں بلانے والے کے بلانے پر فوراً چلا جاتا۔

۲۹۱۔ وَحَدَّثَنِيْ بِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَاَبَا عُبَيْدٍ اَخْبَرَاهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى جَازَهَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں "لیطمئن قلبی" والی آیت کو آگے تک بڑھایا گیا ہے

۲۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُوَيْسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَرِوَايَةِ مَالِكٍ بِاِسْنَادِهٖ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى اَنْجَزَهَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا بعض لفظی تغیر کے ساتھ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

مُردوں کو زندہ کرکے دکھانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی توجیہ

حدیث نمبر ۲۹۰ میں ہے: اگر

ہم حضرت ابراہیم کی جگہ ہوتے تو ہم اس سوال کے ذریعہ "اے رب مجھے دکھا تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا" شک کے زیادہ مستحق ہوتے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم کے جو یہ سوال کیا تھا: "اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟" اس کی توجیہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، زیادہ عمدہ توجیہ علامہ ابو ابراہیم مزنی صاحب شافعی کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شک کرنا محال ہے کیونکہ مُردوں کے زندہ کیے جانے میں اگر انبیاء علیہ السلام کو شک ہو سکتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت میں شک کرنے کا زیادہ حقدار ہوں اور تم کو معلوم ہے کہ مجھے اس میں شک نہیں ہے تو جان لو ابراہیم علیہ السلام نے بھی شک نہیں کیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا تاکہ بعض فاسد ذہنوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق شک کا وہم نہ ہو، باقی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تواضعاً اور ادباً ترجیح دی ہے، یا آپ نے یہ کلام اس وقت فرمایا تھا جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، صاحب التحریر نے یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو تم شک گمان کر رہے ہو، اگر وہ شک ہوتا تو ہم شک کرنے کے زیادہ لائق تھے، وہ شک نہیں ہے بلکہ وہ یقین میں زیادتی کی طلب ہے۔

رہا یہ امر کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیوں کیا تھا اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ پہلے حضرت ابراہیم کو دلیل سے یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ فرمائے گا۔ اب انھوں نے اپنے اطمینان قلب کے لیے یہ چاہا کہ ان کو اس کا مشاہدہ کرا دیا جائے، کیونکہ دلیل سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اس میں شبہات واقع ہو سکتے ہیں اور جس چیز کا معائنہ اور مشاہدہ ہو جاتے وہ بدیہی اور قطعی ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت ابراہیم نے یہ چاہا کہ وہ یہ معلوم کر لیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ان کا کیا مرتبہ ہے، آیا اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر ان کو یہ مشاہدہ کرائے گا یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا اولم تؤمن اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم کو اس بات کی تصدیق نہیں ہے کہ میرے نزدیک تمہارا عظیم مرتبہ ہے اور میں نے تم کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال اپنے علم میں ترقی کے لیے کیا تھا تاکہ ان کو علم الیقین کے بعد عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے، سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا حضرت ابراہیم نے یہ سوال کیا کہ ان پر موجودات کو منکشف کر دیا جائے تاکہ ان کا نور یقین اور زیادہ ہو۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے سامنے اللہ تعالیٰ کے مُردوں کو زندہ کرنے پر دلیل قائم کی تھی اس لیے انھوں نے چاہا کہ وہ اس معاملہ کا خود مشاہدہ اور معائنہ کریں۔

۵۔ امام ابو الحسن واحدی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کرنے کے سبب میں اختلاف ہے، اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ساحل سمندر پر ایک مُردہ دیکھا، جس کو درندے پرندے اور سمندری جانور کھا رہے تھے، تو حضرت ابراہیم یہ سوچنے لگے کہ مُردے کے یہ متفرق اجزاء جو مختلف

جانوروں کے — پیٹوں میں جاکر ہضم ہوگئے، ان کو اللہ تعالیٰ کیسے اکٹھا کرے گا، پھر ان کو اس کا شوق دامن گیر ہوا کہ وہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے، انھیں اس میں شک نہیں تھا لیکن انھوں نے اس کے مشاہدہ کو محبوب جانا، جیسے ہمیں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور جنت پر ایمان ہے، اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کے دیدار، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور جنت کے مشاہدہ کو محبوب رکھتے ہیں اور ان کے دیدار اور زیارت کی دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی پناہ چاہنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے مہمانوں کے متعلق خوف ہوا اور ان کا حمایتی قبیلہ نہیں تھا جو ان کو ظالموں سے چھڑا لیتا، اس لیے ان کو اپنے مہمانوں کے متعلق سخت غم اور فکر لاحق ہوا، جب ان پر اس پریشانی کا غلبہ ہوا تو انھوں نے کہا کاش ان میں خود اتنی طاقت ہوتی یا ان کا کوئی حمایتی قبیلہ ہوتا جو ان کے مہمانوں کو قوم کے ان غنڈوں سے محفوظ رکھتا، اس جملہ سے حضرت لوط کا مقصد اپنے مہمانوں سے معذرت کرنا تھا کہ وہ اگر ان سے اس برائی اور مصیبت کو دور کر سکتے تو ضرور کرتے اور انھوں نے اپنے مہمانوں کی تکریم میں اور ان سے اس مصیبت کو دور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی مدد پر اعتماد کرنے سے اعراض نہیں تھا، بلکہ ان کا یہ قول مہمانوں سے معذرت کے لیے تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت ان کی حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا کرنا بھول گئے ہوں اور مہمانوں کے سامنے اپنے دلی رنج والم کا اظہار کیا ہو۔

قید خانہ سے رہائی کا موقع ملنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ

اور اس حدیث کے آخر میں ہے: اگر میں اتنا عرصہ قید خانہ میں رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف رہے تو بلانے والے کی دعوت پر فوراً چلا جاتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت یوسف کی تعریف ہے اور ان کے صبر کا بیان ہے اور بلانے والے سے مراد بادشاہ کا قاصد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے جب بادشاہ کا قاصد آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واپس جاؤ اور معلوم کرو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے مجھ پر تہمت لگائی تھی، تو اس لمبی قید میں رہنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام رہائی کا موقع ملتے ہی قید خانہ سے باہر نہیں آئے، بلکہ وہیں ثابت قدم رہے اور اپنے

قید کیے جانے کے سبب کے متعلق بادشاہ سے دریافت کیا تاکہ بادشاہ اور لوگوں پر ان کی پاکدامنی ظاہر ہو جاتے، اور جب بادشاہ سے ملاقات ہو تو انھیں اس تہمت کے کام پر شرمندگی نہ ہو جس کی نسبت غلط طور پر ان کی طرف کی گئی تھی، اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت ان کی رائے اور منظر کا حسن ان کا ضبط نفس اور کمال صبر بیان کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق جو فرمایا کہ اگر ہم اتنی مدت قید میں رہتے تو ہم بلانے پر فوراً چلے جاتے تو یہ آپ نے تواضعاً فرمایا۔ [1]

اس حدیث کی ایک تقریر تو وہ ہے جو علامہ نووی نے بیان کی ہے اور دوسری تقریر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بھی چلے جانا ہی اولیٰ اور راجح تھا کیونکہ ابتلاء اور مصیبت کو دعوت دینا یا اس کو قائم رکھنا مناسب نہیں ہے، نیز انبیاء علیہم السلام قید خانہ سے باہر رہ کر جس آزادی کے ساتھ تبلیغ اور دیگر فرائض انجام دے سکتے ہیں وہ قید خانہ میں انجام نہیں دے سکتے، یہی حکم علماء کے لیے ہے اس لیے کسی سیاسی یا دینی تحریک میں علماء یا عام مسلمانوں کا خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

بَابُ ٧٠ وُجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ وَنَسْخِ الْمِلَلِ بِمِلَّتِهِ

۲۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ عَزَّ وَجَلَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

۲۹۴ - حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم پر ایمان لانے کا وجوب اور آپ کی ملت سے تمام ملتوں کے منسوخ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اس قدر معجزات دیے گئے ہیں جن کو دیکھ کر انسان ایمان لا سکیں، اور یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام بطور معجزہ عطا فرمایا اور مجھے توقع ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس امت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری بعثت کی خبر) سنے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۶ - ۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ۔

۲۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ سَأَلَ الشَّعْبِيَّ فَقَالَ يَا أَبَا عَمْرٍو إِنَّ مَنْ قِبَلَنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ يَقُولُونَ فِي الرَّجُلِ إِذَا أَعْتَقَ أَمَتَهُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَهُوَ كَالرَّاكِبِ بَدَنَتَهُ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَأَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ فَلَهُ أَجْرَانِ وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَحَقَّ سَيِّدِهِ فَلَهُ أَجْرَانِ وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَذَاهَا فَأَحْسَنَ غِذَاءَهَا ثُمَّ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لِلْخُرَاسَانِيِّ خُذْ هٰذَا الْحَدِيثَ بِغَيْرِ شَيْءٍ فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيمَا دُونَ هٰذَا إِلَى الْمَدِينَةِ۔

۲۹۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا۔

خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی پھر وہ شخص مر جائے در آں حالیکہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں ہوگا۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک خراسانی سے میری ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے کہا ہمارے علاقہ کے لوگ کہتے ہیں جو شخص باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص قربانی کے جانور پر سواری کرے، شعبی نے کہا مجھ کو ابو بردہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کو دوہرا اجر ملے گا ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا ہو، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہو اور آپ کی تصدیق بھی کی ہو اور ایمان لا کر آپ کی اطاعت بھی کی ہو، اس کو دگنا اجر ملے گا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہو اور اپنے مالک کی بھی خدمت کرتا ہو، اس کو بھی دگنا اجر ملے گا۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی کوئی باندی ہو وہ اس کو اچھا کھلائے پلائے اور اس کو اچھی طرح آداب سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کرے تو اس کو بھی دگنا اجر ملے گا، پھر شعبی نے کہا جاؤ اس حدیث کو بغیر کسی عوض کے لے جاؤ، ورنہ پہلے لوگ اس قسم کی حدیث کے حصول کے لیے یہاں سے مدینہ تک کا سفر کیا کرتے تھے۔

امام مسلم نے دو اور سندیں بیان کر کے فرمایا کہ ان سندوں کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

اَلْاِسْنَادِ نَحْوَہٗ۔

معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام

حدیث نمبر ۲۹۳ میں ہے، ہر نبی کو اتنے معجزات دیے گئے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک انسان اس نبی پر ایمان لا سکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ ضروری ہے تاکہ اس معجزہ کی وجہ سے نبی لوگوں کے سامنے اپنی حجت قائم کر سکے۔ نیز اگر نبی کے لیے معجزہ ضروری نہ ہو تو سچے نبی اور جھوٹے میں امتیاز کا کوئی معیار اور کوئی کسوٹی نہیں ہو گی۔

معجزہ کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ھی امر یظھر بخلاف العادۃ علی یدا مدعی النبوۃ عند تحدی المنکرین علی وجہ یعجز المنکرین عن الاتیان بمثلہ۔

معجزہ وہ کام ہے جو عادت کے خلاف ہو یہ اس شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے جو نبوت کا مدعی ہو جب وہ منکرین کو اس کام کی مثل لانے کا چیلنج کرے اور وہ اس کی مثل لانے سے عاجز رہیں۔

کسی شخص سے ایسا فعل ظاہر ہو جو عادۃً عام لوگوں کی قدرت اور اختیار میں نہ ہو اس کو اصطلاح میں خرق عادت کہتے ہیں اس کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔ نبوت کے اظہار سے پہلے نبی سے خرق کا ظہور ہو تو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔
۲۔ نبوت کے اظہار کے بعد نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کی نبوت کو ثابت کرے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔
۳۔ اللہ کے ولی سے خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔
۴۔ عام مسلمان سے اتفاقاً کسی خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں۔
۵۔ کفار سے کسی ریاضت کے سبب خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔
۶۔ جھوٹے نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کے دعویٰ نبوت کے خلاف ہو اور اس کی تکذیب کرے اس کو اہانت کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کے لیے معجزہ ضروری ہوتا ہے، جھوٹے نبی کو اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ نہیں عطا فرماتا بلکہ اہانت کر کے اس کی جھوٹی نبوت کا بھرم کھول دیتا ہے جیسے غلام احمد قادیانی نے متعدد پیشین گوئیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا۔

اس حدیث میں ہے: یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام عطا فرمایا، اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار سب سے زیادہ ہونے کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ آپ کا معجزہ تمام انبیاء کے معجزات میں سب سے زیادہ عظیم ہے اور وہ معجزہ قرآن کریم ہے اور اس جیسا معجزہ انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا اس لیے آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

۲۔ قرآن مجید کے اعظم معجزات ہونے کی یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا: (فاتوا بسورۃ من مثلہ (بقرہ: ۲۳) اور دن بہ دن علوم کی ترقی اور مخالفین کی کثرت کے باوجود آج تک اس کی مثل کوئی نہیں لا سکا۔

۳۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں سے کوئی آیت کم نہیں ہو سکتی (انا لہ لحافظون (حجر: ۹) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید سے کوئی آیت کم ہو گئی ہو۔

۴۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی شخص غیر قرآن کو داخل نہیں کر سکتا اور کسی آیت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا، (لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (حم السجدۃ: ۴۲) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید میں فلاں آیت یا فلاں لفظ کو بڑھا دیا گیا جو پہلے نہیں تھا۔

۵۔ قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں اور ہر آیت تین طرح معجزہ ہے اس کی مثل نہیں، اس میں کمی نہیں ہو سکتی، اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم اٹھارہ ہزار سے زیادہ معجزات پر مشتمل ہے، اور اتنے معجزات کسی نبی کے نہیں ہیں۔

۶۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں منکرین جادو سے شبہ پیدا کر سکتے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے مقابلہ میں جادوگروں نے اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو نظر بندی سے سانپ بنا دیا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور دیگر وجوہ اعجاز کا کوئی معارضہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکا۔

۷۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی وفات کے بعد باقی نہیں رہے۔ اور آپ کا معجزہ قرآن کریم قیامت تک باقی رہے گا، ان کے معجزات کو صرف ان کے زمانے کے لوگوں نے دیکھا اور آپ کے معجزہ قرآن کریم کو قیامت تک لوگ دیکھتے رہیں گے۔

۸۔ قرآن مجید میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ جن پیش گوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے لوگ ہر زمانہ میں ان کے پوری ہونے کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید نے فرعون کے متعلق کہا:

فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ۔ (یونس: ۹۲)	تو آج ہم تیرے (بے روح) جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے (عبرت کا) نشان ہو جائے۔

اور آج تک فرعون کا جسم اسی طرح باقی اور محفوظ ہے۔

اسی طرح قرآن مجید نے جو غیب کی خبریں بیان کیں وہ ہر زمانہ میں صادق رہیں اور قرآن مجید نے جو سائنسی حقائق بیان کیے وہ ہر زمانہ میں علمی تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں ثابت ہوتے رہے اور قرآن مجید کی صداقت آشکارا ہوتی رہی، مثلاً قرآن مجید نے سورج، چاند اور دیگر سیاروں کی گردش کو بیان کیا اور سائنسی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو گئی اور قرآن مجید نے کہا:

یخلقکم فی بطون امھتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمت ثلث۔	وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش کے ساتھ تین اندھیروں میں

تخلیق کرتا ہے۔ (زمر ٦١)

اور جدید میڈیکل سائنس سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ رحم کے تین پردوں میں انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔

جس زمانہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے اس وقت آپ کے پیروکار قلیل تھے۔ لیکن بعد میں دن بہ دن بکثرت فتوحات ہونے لگیں اور اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ اب آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں، یہ شبہ نہ ہو کہ دنیا میں عیسائی سب سے زیادہ ہیں کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ کے صحیح پیروکار نہیں ہیں۔

ایک حدیث کے معنی کی نحوی ترکیب کے اعتبار سے وضاحت

حدیث نمبر ۲۹۴ کی عبارت مغلق ہے اور ظاہری عبارت سے اس کا معنی اس طرح ہوگا:۔

اس اُمت سے جو شخص میرے دعویٰ نبوت کو نہیں سنے گا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مر جائے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے مگر وہ شخص اصحاب نار سے ہوگا۔ اور ظاہری معنی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس شخص نے آپ کے دعویٰ نبوت کو نہیں سنا اور وہ آپ پر ایمان نہیں لایا اس کا کیا قصور ہے اور وہ کیوں جہنمی ہوگا؟

ملا علی قاری رحمہ الباری نے حدیث کی اس عبارت کو حل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

لا یسمع میں لا لیس کے معنی میں ہے اور ثم یموت کا عطف یسمع (مثبت) پر ہے اور لم یومن کا عطف یموت پر ہے اور یسمع سے پہلے جو لا بمعنی لیس ہے اس کی نفی کا تعلق پورے جملہ کے ساتھ ہے اور اس ترکیب کے اعتبار سے اس حدیث کا معنی یہ ہوگا۔

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو میری رسالت (کی خبر) سنے پھر وہ مر جائے درآں حالیکہ وہ میرے لائے دین پر ایمان نہ لایا ہو خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شئے کا صاحب نہیں ہوگا۔ [1]

اور اس حدیث کا حاصل معنی یہ ہے:

اس امت میں سے جو شخص بھی خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی میرے دعویٰ نبوت کو سننے کے بعد میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ شخص جہنمی ہوگا۔

علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرنا

حدیث نمبر ۲۹۵ میں ہے: تین شخصوں کو دگنا اجر ملے گا، ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں تھا، پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا پھر اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لایا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہے وہ اپنے آقا کی خدمت بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے، تیسرا وہ شخص جس نے اپنی باندی کو اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان اہل کتاب کی فضیلت ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اور یہ کہ ان کو دو اجر ملیں گے، ایک اس بات پر کہ وہ اپنے نبی کی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے اس پر ایمان لائے اور دوسرا اس لیے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اور اس حدیث میں اس غلام کی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرتا ہو اور اپنے مالک کے حقوق بھی ادا کرتا ہو، اور اس میں اس شخص کی فضیلت ہے جس نے باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور یہ صدقہ کر کے اس میں رجوع کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک احسان کرنے کے بعد دوسرا احسان ہے۔

شعبی نے کہا ہم نے یہ حدیث کسی معاوضہ کے بغیر تم کو دے دی ہے ورنہ اس سے کم عبارت کی حدیث کے لیے لوگ مدینہ تک کا سفر کرتے تھے، اس حدیث میں عالم کے لیے اس قسم کے قول کہنے کا جواز ہے تاکہ سامع کو حدیث کے حفظ اور ضبط پر برانگیختہ کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین ایک حدیث کے حصول اور ایک مسئلہ کے علم کے لیے دور دراز کے شہروں کا سفر کرتے تھے۔[1]

اہل کتاب کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق

اس حدیث کے پہلے جز میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اس کو دگنا اجر ملے گا۔

اس حدیث پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ دگنا اجر ملنے میں ان لوگوں کی کیا خصوصیت ہے جبکہ عام مسلمانوں کو ایک نیکی پر دس گنا اجر ملتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں پر عام مسلمانوں کو دس گنا اجر ملے گا ان عبادتوں پر ان لوگوں کو بیس گنا اجر ملے گا اسی طرح اجر و ثواب کے ہر شعبہ میں ان کا اجر و ثواب دگنا ہوگا۔

اہل علم کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اہل کتاب کے مسلمان ہونے سے جو دگنا اجر ملتا ہے یہ حکم قیامت تک کے لیے عام ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حکم عام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

الذین اٰتینٰھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون ○ واذا یتلی علیھم اٰیتنا قالوا اٰمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین ○ اولئک یؤتون اجرھم مرتین۔

(قصص: ۵۵ - ۵۲)

جن لوگوں کو ہم نے نزولِ قرآن سے پہلے کتاب دی وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر اس قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ آیات حق ہیں جو ہمارے رب نے نازل کی ہیں ہم اس سے پہلے ہی ان کو مانتے تھے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو دگنا اجر دیا جائے گا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۷، ۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دگنے اجر کی نوید ان اہل کتاب کے لیے ہے جو ظہور اسلام سے پہلے اسلام کے منتظر تھے اور ظاہر ہے یہ لوگ زمانہ رسالت میں ہی متصور ہو سکتے ہیں۔

خواتین کو تعلیم دینا امام مسلم نے یہ روایت شعبی کی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور اس میں یہ ہے کہ جس شخص نے باندی کو اچھی طرح کھلایا اور ادب سکھایا۔۔ الحدیث اور امام بخاری نے بھی یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

فادبها فاحسن تادیبها وعلمها فاحسن تعلیمها۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰)

اس شخص نے اس باندی کو اچھی طرح ادب سکھایا اور اس کو اچھی طرح تعلیم دی۔

اس حدیث میں خواتین کو علم سکھانے پر دلیل ہے، شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہم نے خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر بہت تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور مانعین کے تمام شکوک وشبہات دور کیے ہیں۔

بَابُ ۶۸ بَيَانِ نُزُوْلِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيْعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے اور شریعت محمدی کے مطابق احکام جاری کرنے کا بیان

۲۹۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ۔

۲۹۸ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِيْهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوۃ والسلام کا نزول ہو گا جو عدل و انصاف سے حکم جاری کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ موقوف کریں گے اور اس قدر مال و دولت بہائیں گے کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، عدل اور انصاف سے حکم جاری کریں گے، اس وقت ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہو گا۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تائید میں یہ آیت پڑھی (ترجمہ: اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے ان کی تصدیق کرے گا۔

رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا وَفِي رِوَايَةِ يُونُسَ حَكَمًا عَدْلًا وَلَمْ يَذْكُرْ إِمَامًا مُقْسِطًا كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَفِي حَدِيثِهِ مِنَ الزِّيَادَةِ وَحَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ الْآيَةَ۔

٢٩٩۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم بخدا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا جو عدل اور انصاف سے حکم جاری کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، اور جزیہ موقوف کردیں گے، اونٹوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے کوئی شخص کام نہیں لے گا، لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض اور حسد نکل جائے گا، انھیں مال لینے کے لیے بلایا جائے گا اور کوئی مال لینے نہیں آئے گا۔

٣٠٠۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ مَوْلٰى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے کوئی شخص ہوگا۔

٣٠١۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ مَوْلٰى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ فَأَمَّكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوکر تمہاری امامت فرمائیں گے۔

٣٠٢۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ إِنَّ الْأَوْزَاعِيَّ حَدَّثَنَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ هَلْ تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ قُلْتُ تُخْبِرُنِي قَالَ فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور تمہارا ایک فرد ہوکر امامت فرمائیں گے۔ ابن ابی ذئب نے اس کی تشریح میں یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق امامت فرمائیں گے

---

۳۰۲ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالُوا حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا اور ثابت رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے، مسلمانوں کا امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا آیئے نماز پڑھائیے حضرت عیسیٰ السلام فرمائیں گے نہیں تمہیں میں سے بعض، بعض کی امامت کریں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اس امت کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل

حدیث نمبر ۲۹۰ میں ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا، علاوہ وہ جزیہ موقوف کریں گے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ واضح دلیل ہے:

وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ (نساء : ۱۵۹)

اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور چونکہ ازروئے قرآن تمام اہل کتاب یعنی تمام یہود و نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ابھی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے نہ عیسائیوں کا ان پر صحیح ایمان ہے اس لیے ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لاکر مسلمان ہو جائیں۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جزیہ موقوف کرنے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آکر دین اسلام کے بعض

احکام کو منسوخ کر دیں گے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود جزیہ کی مدت نزول مسیح تک بیان فرمائی ہے اس لیے جزیہ کے ناسخ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام، دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آنے کے بعد جب تمام کفار اور مشرکین مسلمان ہو جائیں گے تو جزیہ عائد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہیگی۔

بَابُ ۶۹ بَيَانِ الزَّمَنِ الَّذِيْ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ الْإِيْمَانُ

اس زمانہ کا بیان جس میں ایمان نہیں قبول کیا جائے گا۔

۳۰۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوْا ثَنَا إِسْمٰعِيْلُ يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا اٰمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا۔

۳۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا ثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو وہ تمام لوگ ایمان لے آئیں گے جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے لیکن اس دن کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا سود مند نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہیں کی تھی۔

امام مسلم نے چار اور سندیں بیان کر کے فرمایا ان سندوں سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۳۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْرَقُ جَمِيْعًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو پھر کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان

عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ،

نہیں لایا تھا یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہیں کی تھی (وہ تین چیزیں یہ ہیں) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا خروج اور دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔

۳۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ ابْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ يَزِيْدَ التَّيْمِيِّ سَمِعَهٗ فِيْمَا أَعْلَمُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُوْنَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِيْ حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِيْ ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِيْ حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً وَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِيْ ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِيْ لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ لَهَا ارْتَفِعِيْ أَصْبِحِيْ طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِكِ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَتَدْرُوْنَ مَتٰى ذَاكُمْ ذَاكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے آپ نے فرمایا کہ سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور جہاں سے آئے ہو وہیں چلے جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور پھر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے یہ معمول یونہی جاری رہے گا اور لوگ اس میں کچھ فرق محسوس نہیں کریں گے، یہاں تک کہ ایک دن جب سورج عرش کے نیچے سجدہ کرے گا تو اس سے کہا جائے گا بلند ہو اور اپنے مغرب سے طلوع ہو پھر صبح کو سورج مغرب سے طلوع ہوگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا جس دن کسی ایسے شخص کا ایمان قبول نہیں ہوگا جو اس سے پہلے مسلمان

نہ ہو چکا ہو یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہ کی ہو۔

۳۰۸۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ يَعْنِيْ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُوْنَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۳۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ هَلْ تَدْرِيْ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ فَتَسْتَأْذِنُ فِي السُّجُوْدِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا قَدْ قِيْلَ لَهَا ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا قَالَ ثُمَّ قَرَأَ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جب سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! کیا تمہیں معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا سورج جا کر سجدہ کی اجازت طلب کرتا ہے اس کو سجدہ کی اجازت ملتی ہے۔ ایک بار اس سے کہا جائیگا جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ تو سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق یہ آیت پڑھی وذالك مستقر لها۔

۳۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی (ترجمہ) آفتاب اپنی قیام گاہ تک پہنچنے کے لیے حرکت کر رہا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

دجال کا بیان

حدیث نمبر ۳۰۷ میں ہے سورج کے مغرب سے طلوع، دجال کے خروج اور دابۃ الارض کے ظہور کے بعد کسی شخص کی نیکی قبول نہیں ہوگی۔

قرب قیامت میں شام وعراق کے درمیان دجال کا ظہور ہوگا، دجال کی صرف ایک آنکھ ہوگی اور دوسری آنکھ کی جگہ ہموار ہوگی اس کی پیشانی پر ک اف ر لکھا ہوا ہوگا، وہ تمام روئے زمین میں پھرے گا، اور لوگوں کو اپنی

خدائی کی دعوت دے گا، مختلف علاقوں سے گشت کرتا ہوا شام سے اصفہان پہنچے گا، وہاں ستر ہزار یہودی اس کی دعوت کو قبول کریں گے، اصفہان کے بعد یمن جائے گا وہاں سے حرمین کا قصد کرے گا، مگر فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے حرمین میں داخل نہیں ہو سکے گا پھر لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہوگا۔ اسی دوران دمشق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال مارا جائے گا۔

دابۃ الارض کا بیان

جس وقت آفتاب مغرب سے نکلے گا اس سے پہلے مکہ میں کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا جس کو دابۃ الارض کہتے ہیں، یہ جانور چہرے میں انسان سے، گردن میں اونٹ سے دم میں بیل سے، سینگوں میں بارہ سنگے سے، ہاتھوں میں بندر سے اور کانوں میں ہاتھی سے مشابہ ہوگا۔ مکہ کے بعد یمن کی طرف جائے گا پھر نجد جا کر غائب ہو جائے گا، پھر دوبارہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگا اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ اس قدر تیز رفتاری سے روئے زمین کا دورہ کرے گا کہ کوئی شخص اس کی دسترس سے باہر نہیں ہوگا، مسلمانوں کی پیشانی پر وہ عصائے موسوی سے ایک نورانی خط کھینچے گا جس سے ان کا چہرہ روشن ہو جائے گا، اور کفار کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان کی انگوٹھی سے مہر لگائے گا جس سے ان کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی توجیہ

سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں، ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے، حتیٰ کہ اجازت لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے جب کہ مشاہدہ اور عقل صریح اس کے سراسر خلاف ہے کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آ رہے ہیں۔ اور اس کا ایک افق میں غروب بعینہٖ دوسرے افق پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کو آفتاب کے سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے، لہٰذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استوا قیام سے، زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع سے اور جب افق پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے اور جس افق پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا فلا تزال کذالک اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا ارجعی من حیث جئت، جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ، اور لوٹنے کا مطلب الٹے پاؤں واپس جانا نہیں ہے

بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظام طبعی کے تحت لوٹتا ہے یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس افق سے غروب ہوا ہے اس کے مقابل دوسرے افق پر طلوع ہو پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس افق پر غروب ہو کر سابق افق پر طلوع ہو جائے، اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس افق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا، قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو سورج جس افق سے غروب ہوا تھا اس افق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا للہ الحمد علی ما الہمنی من حل اشکال ھذا الحدیث۔

بَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

٣١١ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ يَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ أُولَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَقَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کرنے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت کرنے لگے، کئی کئی راتیں غار میں رہتے اور خورد و نوش کا سامان ساتھ لے جاتے (جب کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو جاتیں) تو حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے آ کر اور چیزیں لے جاتے۔ اسی دوران غار حرا میں آپ پر اچانک وحی نازل ہوئی۔ فرشتے نے آ کر آپ سے کہا ”پڑھیے“ آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ پھر فرشتے نے زور سے گلے لگا کر مجھے دبایا حتیٰ کہ اس نے دبانے پر پوری قوت صرف کر دی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا ”پڑھیے“ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں“ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ دوبارہ مجھے پکڑ کر بغل گیر ہوا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبایا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا ”پڑھیے“ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں“ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ تیسری بار مجھے پکڑ کر بغل گیر

اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَرْجُفُ بَوَادِرُهٗ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ ثُمَّ قَالَ لِخَدِيْجَةَ اَیْ خَدِيْجَةُ مَا لِیْ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ قَالَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِیْ قَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ كَلَّا اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيْجَةَ اَخِیْ اَبِيْهَا وَكَانَ امْرَاً تَنَصَّرَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِیَّ وَيَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِيْلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِیَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ اَیْ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ قَالَ وَرَقَةُ بْنُ نَوْفَلٍ يَا ابْنَ اَخِیْ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ اُنْزِلَ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِیْ فِيْهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِیْ اَكُوْنُ حَيًّا حِيْنَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوَمُخْرِجِیَّ هُمْ قَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ

ہوا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبایا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا: اقرا باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم ○ (اپنے رب کے نام سے پڑھیے جو خالق ہے جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے آپ کا رب سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھلایا اور انسان کو وہ باتیں سکھلائیں جو وہ نہیں جانتا تھا) پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس وحی کو لے کر حضرت خدیجہ کے پاس اس حال میں پہنچے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ“ گھر والوں نے آپ کو کپڑے اوڑھائے حتیٰ کہ آپ کا خوف دور ہو گیا، پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ سنایا اور فرمایا اب میرے ساتھ کیا ہو گا، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کی ہرگز نہیں آپ کو یہ نوید مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا، خدا گواہ ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب پر تھے، اور انجیل کو عربی زبان میں لکھتے تھے بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی جاتی رہی تھی، حضرت خدیجہ نے ان سے کہا! اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات سنیے، ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں وحی ملنے کا تمام واقعہ سنایا

قَطُّ بِمَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُّدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا۔

ورقہ نے کہا یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس وحی لے کر آیا تھا، کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھ کو واقعی نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں! جس شخص پر بھی آپ کی طرح وحی نازل ہوئی لوگ اس کے دشمن ہو جاتے تھے اگر وقت نے مجھ کو مہلت دی تو میں اس وقت آپ کی انتہائی قوی مدد کروں گا۔

۳۱۲۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَاَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَا يُحْزِنُكَ اللّٰهُ اَبَدًا وَقَالَ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ اَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء۔۔۔ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے اور اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ نہیں کرے گا اور حضرت خدیجہ نے ورقہ سے کہا اے میرے چچا زاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۳۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ ابْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ اِلٰى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ حَدِيْثِهِمَا مِنْ قَوْلِهٖ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ وَتَابَعَ يُوْنُسَ عَلٰى قَوْلِهٖ فَوَاللّٰهِ لَا يُحْزِنُكَ اللّٰهُ اَبَدًا وَذَكَرَ قَوْلَ خَدِيْجَةَ اَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کپکپاتے ہوئے حضرت خدیجہ کے پاس گئے بقیہ حدیث پہلی حدیث کی طرح ہے مگر اس کے شروع میں یہ نہیں ہے کہ وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی اور نہ یہ ہے کہ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا اور یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے کہا، اے میرے چچا زاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۴۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے

قَالَ حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ یُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ قَالَ فِیْ حَدِیْثِهٖ فَبَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَاِذَا الْمَلَکُ الَّذِیْ جَآءَنِیْ بِحِرَآءٍ جَالِسًا عَلٰی کُرْسِیٍّ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَدَثَّرُوْنِیْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَهِیَ الْاَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْیُ ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کے زمانہ کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں جا رہا تھا اچانک میں نے ایک آواز سنی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ ـــــ جو میرے پاس حرا میں آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا میں خوفزدہ ہو گیا اور گھر واپس پہنچا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ، اہل خانہ نے مجھے کپڑے اڑھائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو! اور لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اپنے لباس کو پاک رکھو اور بتوں سے کنارہ کشی پر مستقیم رہو۔ پھر وحی مسلسل اور لگاتار نازل ہونے لگی۔

۲۱۵ ۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اللَّیْثِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ یَقُوْلُ اَخْبَرَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَتَرَ الْوَحْیُ عَنِّیْ فَتْرَةً فَبَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ ثُمَّ ذَکَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ یُوْنُسَ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا حَتّٰی هَوَیْتُ اِلَی الْاَرْضِ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَالرُّجْزُ الْاَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ حَمِیَ الْوَحْیُ بَعْدُ وَتَتَابَعَ ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر سے ایسی ہی روایت منقول ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضور خوف سے گرنے لگے اور ابو سلمہ نے بتلایا کہ پلیدی سے مراد بت ہیں۔

۲۱۶ ۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِیْثِ یُوْنُسَ وَقَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (اِلٰی) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ وَهِیَ الْاَوْثَانُ وَقَالَ فَجُئِثْتُ مِنْهُ کَمَا قَالَ عُقَیْلٌ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی اسی طرح روایت ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ آیات مبارکہ یایها المدثر قم فانذر وربک فکبر ـ والرجز فاهجر تک فرضیت نماز سے پہلے نازل ہوئیں۔

۳۱۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى يَقُوْلُ سَاَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ اَيُّ الْقُرْاٰنِ اُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ اَوِ اقْرَاْ فَقَالَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَيُّ الْقُرْاٰنِ اُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ اَوِ اقْرَاْ قَالَ جَابِرٌ اُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاۤءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِيْ نَزَلْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ بَطْنَ الْوَادِيْ فَنُوْدِيْتُ فَنَظَرْتُ اَمَامِيْ وَخَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ فَلَمْ اَرَ اَحَدًا ثُمَّ نُوْدِيْتُ فَنَظَرْتُ فَلَمْ اَرَ اَحَدًا ثُمَّ نُوْدِيْتُ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِي الْهَوَاۤءِ يَعْنِيْ جِبْرَاۤئِيْلَ فَاَخَذَتْنِيْ رَجْفَةٌ شَدِيْدَةٌ فَاَتَيْتُ خَدِيْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِيْ فَدَثَّرُوْنِيْ فَصَبُّوْا عَلَيَّ مَاۤءً فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔

۳۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاۤءِ وَالْاَرْضِ۔

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کون سی آیت پہلے نازل ہوئی انھوں نے کہا یایھا المدثر، میں نے کہا یا اقرا" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں غار حرا میں ایک ماہ تک رہا، جب میں نے یہ مدت پوری کر لی تو میں وادی کے اندر چلا گیا، اچانک مجھے کسی نے آواز دی، میں نے آگے پیچھے، دائیں بائیں دیکھا مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا، پھر مجھے دوبارہ آواز دی گئی میں نے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا، پھر سہ بارہ آواز دی گئی، میں نے اوپر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام ایک تخت پر بیٹھے ہوئے نظر آئے، مجھے سخت ڈر لگا، میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھاؤ۔ اہل خانہ نے مجھے کپڑے اوڑھائے اور مجھ پر پانی کے چھینٹے ڈالے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا جبرائیل اس تخت پر تھے جو زمین اور آسمان کے درمیان تھا۔

وحی کا لغوی معنی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی کا معنی ہے: اشارہ، کتابت، مکتوب، رسالہ، الہام، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف القاء کرو۔ وحی میں اصل یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے آہستہ کلام کریں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔ (شیاطین الانس والجن) ایک دوسرے کو خفیہ طریقے سے ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) فریب دینے کے لیے پہنچاتے ہیں۔

(انعام، ۱۱۲)

یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں مقتصر ہو گیا، ابواسحٰق نے کہا وحی کا لغت میں اصل معنی ہے خفیہ طریقہ سے خبر دینا، اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں، اسی طرح اشارہ اور کتابت کو بھی وحی کہتے ہیں، اللہ تعالےٰ

نے فرمایا ہے:

وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء۔ (شوریٰ: ٥١)

اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ وحی کرے جو کچھ اللہ چاہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو الہام یا خواب کی صورت میں خفیہ طریقہ سے خبر دیتا ہے، یا بشر پر کتاب نازل کرتا ہے جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا قرآن نازل فرماتا ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ ان میں سے ہر صورت (اعلام) خبر دینے کی ہے، اگرچہ ان کے اسباب اور کلام کی نوعیت مختلف ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ وحی کا لغوی معنی ہے اشارہ سریعہ اور اصطلاح میں وحی ان کلمات الٰہیہ کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء فرماتا ہے یہ القاء یا تو اس فرشتہ کی وساطت سے ہوتا ہے جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل کا صورت معینہ میں وحی پہنچانا، یا بغیر معائنہ اور مشاہدہ کے کلام سنائی دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، یا دل میں کوئی بات ڈال دی جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے جبرائیل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی، یا یہ القاء الہام کے ذریعہ ہو، جیسے واوحینا الی ام موسٰی۔ (قصص: ٧) "ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی" یا یہ القاء تسخیر کے ذریعہ ہو جیسے واوحی ربک الی النحل (نحل: ٦٨) "آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی" یا یہ القاء خواب کے ذریعہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے نبوت منقطع ہو گئی اور بشارات باقی ہیں اور وہ مومن کے سچے خواب ہیں۔ [1]

وحی کا شرعی معنی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وشرعا الاعلام بالشرع وقد یطلق الوحی و یراد به الموحی وهو کلام الله المنزل علی النبی صلی الله علیه وسلم۔ [2]

شریعت کی خبر دینا وحی ہے، اور کبھی وحی سے اس کلام کو مراد لیا جاتا ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

وفی اصطلاح الشریعة هو کلام الله المنزل علی نبی من انبیائه۔ [3]

اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر نازل کیا جاتا ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ١٢٠٥ھ، تاج العروس ج ١٠ ص ٣٨٥، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ١٣٠٦ھ

[2] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ، فتح الباری ج ١ ص ٩، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ١٤٠١ھ

[3] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ، عمدۃ القاری ج ١ ص ١٤، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ١٣٤٨ھ

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والوحی اصطلاحاً کلام الٰھی یصل الی القلب النبوی فما انزل صورتہ ومعناً ولایکون الا بواسطۃ جبریئل فھو الکلام الالٰھی وما نزل معناً علی الشارع نعبر عنہ بکلامہ فھو الحدیث النبوی ۔ [1]

وحی کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ یہ وہ کلام الٰہی ہے جو قلب نبوی سے واصل ہوتا ہے، پس جس کلام کے الفاظ اور معانی دونوں نازل ہوں اور یہ نزول صرف جبرائیل کے واسطہ سے ہو تو یہ کلام الٰہی ہے اور جس کلام کا شارع علیہ السلام پر صرف معنی نازل کیا گیا ہو اور اس کلام کو انہوں نے اپنے الفاظ سے تعبیر کیا ہو وہ حدیث نبوی ہے۔

الہام اور فراست کی تعریفیں

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والالھام المفسر بالقاء معنی فی القلب بطریق الفیض ۔ [2]

جس معنی کا قلب میں فیضان کیا جائے وہ الہام ہے۔

الالھام ما وقع فی القلب من علم وھو یدعو الی العمل من غیر استدلال بآیۃ ولا نظر فی حجۃ وھو لیس بحجۃ عند العلماء الا عند الصوفیین ۔ [3]

قلب میں جو علم واقع ہو وہ الہام ہے اور یہ کسی کام کے کرنے کا محرک ہوتا ہے اور اس کام کا ثبوت قرآن مجید میں ہوتا ہے نہ کسی اور دلیل میں، علماء کے نزدیک الہام حجت نہیں ہے البتہ صوفیاء کے نزدیک حجت ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والالھام لغۃ الابلاغ وھو علم حق یقذفہ اللہ من الغیب فی قلوب عبادہ ۔ [4]

الہام کا لغت میں معنی ہے پہنچانا، اور اصطلاح میں الہام علم حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ غیب سے اپنے بندوں کے دلوں میں القاء فرماتا ہے۔

فراست کا لغوی معنی ہے: کسی چیز پر نظر جما کر اس کے ظاہر سے اس کے باطن کا حال معلوم کر لینا (المنجد)

والفراسۃ علم ینکشف من الغیب بسبب تفرس آثار الصور، اتقوا فراسۃ

اصطلاح میں فراست اس علم کو کہتے ہیں جو غیب سے منکشف ہوتا ہے، اس کا سبب ظاہری علامات

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] " " " ، شرح عقائد ص ۱۱۵ " " "

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ فالفرق بین الالہام والفراسۃ انہا کشف الامور الغیبیۃ بواسطۃ تفرس آثار الصور و الالہام کشفہا بلا واسطۃ۔ [1]

پر غور کر کے باطنی احوال کو معلوم کرتا ہے، مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، الہام اور فراست میں فرق یہ ہے کہ فراست میں ظاہری صورتوں اور علامات کے ذریعہ باطن کا حال منکشف ہوتا ہے اور الہام میں بلا واسطہ کشف ہوتا ہے۔

نزول وحی کی صورتیں اور اقسام

علامہ بدرالدین عینی نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:

(۱)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام قدیم سننا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

۲۔ فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔

۳۔ دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا۔

۴۔ صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

۵۔ حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آ کر بات کریں۔ جیسے ایک — اعرابی کی شکل میں آئے۔

۶۔ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پروں کے ساتھ آئے جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔

۷۔ حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں۔ جیسے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آتے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ براہ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہو، جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔

۹۔ اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو، جیسے جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے، آپ نے فرمایا میں نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

۱۰۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔

۱۱۔ وحی اسرافیل جیسا کہ مسند احمد میں ہے تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے۔ [2]

خواب کی تعریف اور اقسام

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: انسان نیند میں جو کچھ دیکھتا ہے۔ اس کو خواب کہتے ہیں، اور قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا خواب ان ادراکات کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب میں پیدا کرتا ہے، جس طرح بیداری میں اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے، خواب میں جو ادراکات ہوتے ہیں وہ دوسرے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

امور کے لیے علامات بن جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بعد میں پیدا فرمائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کے لیے علامت بنایا ہے لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ [1]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

خواب کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم رویائے صادقہ، یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے خواب ہیں جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں اس کے موافق بیداری میں واقع ہو جاتا ہے، اور دوسری قسم ہے اضغاث، اور اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) خواب میں دیکھنے والے کے ساتھ شیطان مذاق کرتا ہے تاکہ خواب دیکھنے والا خوف زدہ اور غمگین ہو مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ (۲) وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتے اس کو کسی حرام کام کو کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ (۳) انسان دن میں جو باتیں کرتا ہے اور اس کے دل میں جو تمنائیں واقع ہوتی ہیں وہ انہی چیزوں کو خواب میں دیکھتا ہے، یا جن چیزوں کو وہ بیداری میں زیادہ دیکھتا ہے انہی کو خواب میں دیکھتا ہے یا جو چیزیں اس کے مزاج پر غالب ہوتی ہیں وہی اس کو خواب میں نظر آتی ہیں۔ [2]

ابتداء نبوت میں غار حرا جانے کی حکمتیں

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی، تاکہ فرشتے کا آپ کے پاس آنا کوئی اچانک حادثہ نہ ہو، اس لیے پہلے آپ میں خصال نبوت پیدا کیے گئے، آپ کو سچے خواب دکھائے گئے، حجر اور شجر آپ کو دیکھ کر سلام عرض کرتے اور آپ کو نبی کہہ کر مخاطب کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے بیداری میں آپ کے پاس فرشتہ بھیجا۔ آپ کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی، تاکہ آپ کا دل دنیا اور اس کے تفکرات سے فارغ ہو، کیونکہ جب تک انسان کٹھن ریاضت نہ کرے وہ اپنی طبیعت سے منتقل نہیں ہوتا، اس لیے آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی، تاکہ آپ لوگوں کے ساتھ میل جول سے منقطع ہوں، اور آپ کے لیے وحی کا حصول سہل اور آسان ہو، فرشتے کا آپ سے بار بار یہ کہنا "پڑھیے" اور اپنے سینہ سے لگا کر بھینچنا بھی اسی لیے تھا تاکہ آپ کو فرشتے کے ساتھ مناسبت پیدا ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھنا اسی طرح تھا جس طرح ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی عبادت کرنے کے طریقہ پر غور و فکر کرتے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کئی کئی دنوں تک ٹھہرنے کے لیے اپنے ساتھ کئی کئی دنوں کا کھانا لے جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مستقبل کے لیے کھانے پینے کی چیزوں کا بندوبست کرنا اور اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ مصر ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " " " ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۴، " "

جو عبادت کرتے تھے آیا وہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی کی شریعت تھی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم کے دو قول ہیں، جمہور کا قول ثانی الذکر ہے، ان کا موقف ہے کہ آپ کے دل میں معرفت الٰہی کا جو نور القا کیا گیا تھا آپ اس کے مطابق عبادت کرتے تھے، علامہ ابن حاجب اور علامہ بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے مکلف تھے، جمہور نے اس کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ اگر آپ کسی شریعت کے متبع ہوتے تو اس شریعت کے لوگ اس پر فخر کرتے، پھر جو علماء اس کے قائل ہیں کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے متبع تھے، اس شریعت کے تعین میں ان کے آٹھ اقوال ہیں:

(۱)۔ شریعت ابراہیمی، (۲) شریعت موسیٰ (۳) شریعت عیسیٰ (۴) شریعت نوح (۵) شریعت آدم (۶)۔ آپ بلا تعیین کسی شریعت پر عمل کرتے تھے (۷)، تمام شرائع آپ کی شریعت تھیں (۸) آمدی اور ابو المعالی نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اگر جمہور کے موقف پر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔

پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے الگ اور حق کی طرف مائل تھے۔

(نحل، ۱۲۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم سے یہاں دین مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو ماننے میں ان کی پیروی کریں یا مناسک حج میں ان کی پیروی مراد ہے۔

اس مسئلہ میں دوسری بحث یہ ہے کہ آپ کی عبادت کی کیا نوعیت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ غور و فکر کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابتداء میں غور و فکر کرتے تھے، یا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، حسن الوہیت کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے اور صفات الٰہیہ کے مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے۔

اس مسئلہ میں تیسری بحث یہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سے کسی شریعت کے مکلف تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ اصولیین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اکثر علماء اصول کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، امام رازی، علامہ آمدی اور دیگر علماء کا یہی مختار ہے، اور بعض علماء اصول نے یہ کہا ہے کہ آپ کو کتب سابقہ میں سے احکام حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت بھی ہماری شریعت ہے، علامہ ابن حاجب کا یہی موقف ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ بعثت کے بعد آپ شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت کے مکلف نہیں تھے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فرشتہ آپ کے پاس حراء میں سترہ رمضان کو پیر کے دن آیا تھا اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جب ابتداء میں فرشتہ آپ کے پاس وحی لے کر آیا تو آپ کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے، علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح نبی اپنے صدق کے ثبوت میں امت کے سامنے معجزہ پیش کرتا ہے اسی طرح جب فرشتہ نبی کے پاس وحی لے کر آتا ہے تو وہ بھی اپنے صدق کے ثبوت میں معجزہ پیش کرتا ہے[1]

تحقیق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک صفت دی ہے جس کی وجہ سے ہم انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز کر لیتے ہیں، اسی طرح اللہ نے نبی کو ایک اور صفت دی ہے جس سے وہ فرشتوں اور شیطان کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

ان لہ صفۃ بہا یبصر الملائکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بہا یفارق الاعمٰی حتی یدرک بہا المبصرات۔[2]

نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے، جس طرح بینا آدمی کو ایک ایسی صفت حاصل ہے جس سے وہ اندھوں میں ممتاز ہے اور مبصرات کا ادراک کرتا ہے۔

اس بحث کو زیادہ تفصیل سے جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس ص ۱۰۰ - ۸۸ کا مطالعہ کریں۔

حراء میں فرشتے کی آمد

اس حدیث میں ہے: اس دوران غار حراء میں اچانک آپ پر وحی نازل ہوئی، فرشتے نے آکر آپ سے کہا اقرأ "پڑھیے" آپ نے فرمایا ما انا بقاری "میں پڑھنے والا نہیں ہوں یا میں کیا پڑھوں؟"

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبید بن عمیر سے مرسلاً روایت ہے کہ بیداری سے پہلے خواب میں آپ پر وحی نازل کی گئی تھی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواب دیکھنے کے فوراً بعد آپ پر اچانک وحی نازل کی گئی ہو، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ پہلے آپ خواب دیکھتے تھے، سب سے پہلے آپ نے جبرائیل کو اجیاد میں دیکھا اس نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، جبرائیل جبرائیل آپ وہاں سے بھاگ کر لوگوں میں چلے گئے، پھر آپ نے کچھ نہیں دیکھا، پھر جب آپ لوگوں سے نکلے تو جبرائیل نے پھر آپ کو آواز دی، آپ پھر بھاگ گئے، پھر جبرائیل حراء میں آئے اور اقرأ کا قصہ پیش آیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۰، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

جس وقت آپ نے حرا میں جبرائیل کو دیکھا اس وقت ان کے یاقوت کے ڈوڈ پر تھے جن سے آنکھیں چکاچوند ہو رہی تھیں، یہ ابن لھیعہ کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے: "میں نے جبرائیل کو اس کی اصلی صورت میں جس میں اس کو پیدا کیا گیا ہے، صرف دو مرتبہ دیکھا ہے" اور امام احمد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ پہلی بار اس وقت دیکھا جب میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ وہ مجھے اپنی صورت دکھائے، اور دوسری بار معراج کے موقع پر دیکھا، اور امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرائیل کو — اس کی اصلی صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر اور ایک مرتبہ اجیاد میں۔ اس روایت سے ابن لھیعہ کی روایت کی تقویت ہوتی ہے اور یہ کہ آپ نے غار حراء میں جو جبرائیل کو دیکھا یہ ان دو مرتبہ دیکھنے کے علاوہ تھا اور اس دیکھنے کو ان کے ساتھ اس لیے ضم نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے اس بار یعنی حراء میں آپ نے جبرائیل کو اس کی مکمل صورت میں نہ دیکھا ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)۔[1]

ما انا بقاری کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جبرائیل نے آپ سے کہا "اقرأ" "پڑھیے" آپ نے فرمایا: ما انا بقاریٔ "میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا" اور جب تین بار آپ نے یہی فرمایا تو جبرائیل نے کہا "اقرأ باسم ربک" یعنی آپ اپنی قوت اور اپنی معرفت سے نہ پڑھیں بلکہ آپ اپنے رب کی طاقت اور اس کی اعانت سے پڑھیں، اس نے جس طرح آپ کو پیدا کیا ہے وہ آپ کو پڑھنا سکھائے گا، یہ علامہ سہیلی کی تقریر ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ ما انا بقاری کی ترکیب اختصاص کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ جب مسند الیہ سے پہلے حرف نفی ہو، مسند الیہ، مسند پر مقدم ہو اور مسند فعل یا شبہ فعل ہو تو اس ترکیب میں مسند، مسند الیہ کے ساتھ مختص ہوتا ہے جیسے ما انا قلت ھذا "یعنی یہ بات صرف میں نے نہیں کہی، اس کا مطلب ہے میرے علاوہ دوسروں نے یہ بات کہی ہے، یعنی صرف میں قرأت نہیں کر سکتا، میرے علاوہ دوسرے قرأت کر سکتے ہیں، علامہ طیبی نے اس تقریر کو مسترد کر دیا ہے اور کہا یہ ترکیب تقویت اور تاکید کا تقاضا کرتی ہے، اور اس کا معنی ہے میں یقیناً قرأت کرنے والا (پڑھنے والا) نہیں ہوں، اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے تین بار ما انا بقاریٔ کیوں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کا معنی یہ ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا، دوسری بار کا معنی یہ ہے: میں پڑھا نہیں ہوں، اور تیسری بار کا معنی ہے میں کیا پڑھوں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوالاسود نے مغازی میں عروہ سے روایت کیا ہے کیف اقرأ "میں کیسے پڑھوں" اور سیرت ابن اسحاق میں عبید بن عمیر سے روایت ہے ماذا اقرأ "میں کیا پڑھوں؟" اور دلائل بیہقی میں زہری سے مرسلاً روایت ہے کیف اقرأ "میں کیسے پڑھوں؟" اور ان تمام روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ "ما" استفہامیہ ہے۔[2]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۴ ، " " " "

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

یہ ترکیب تخصیص کے لیے ہے اور ما انا بقارئ کا معنی ہے " میں ایسا شخص نہیں ہوں جس کو قاری (پڑھنے والا) کہا جاتا ہو حتی کہ اس سے قرأت طلب کی جائے " یعنی بالخصوص میں پڑھنے والا نہیں ہوں اور دوسرے بہت پڑھنے والے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں اور بہت پڑھنے والے تھے جیسے ورقہ بن نوفل اور یہودیوں کے احبار اور رہبان، اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے مسئلہ پوچھا جائے تو وہ کہے میں عالم نہیں ہوں یعنی اور لوگ بھی عالم ہیں ان سے مسئلہ پوچھ لو۔ [۱]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ما انا بقارئ میں دو احتمال ہیں، ایک یہ ہے کہ ما نافیہ ہو اور دوسرا یہ کہ ما استفہامیہ ہو اگر ما نافیہ ہو تو اس کا معنی ہے ما احسن القراءۃ " میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور اگر ما استفہامیہ ہو تو اس کا معنی ہے میں کیسے پڑھوں؟ یا میں کیا پڑھوں؟ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ما استفہامیہ کے بعد باء زائدہ نہیں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اخفش نے ما استفہامیہ کے بعد باء زائدہ کو جائز قرار دیا ہے بلکہ ما کا نافیہ ہونا بعید ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ ما استفہام کے لیے ہے جیسا کہ ابوالاسود کی مغازی میں عروہ سے روایت ہے قال کیف اقرء " آپ نے فرمایا میں کیسے پڑھوں؟ " اور ابن اسحاق کی سیرت میں عبید بن عمیر سے روایت ہے: قال ماذا اقرء " آپ نے فرمایا میں کیا پڑھوں؟ ۔ [۲]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: " میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس لیے مجھ سے پڑھا نہیں جا سکتا " ہو سکتا ہے کہ اچانک فرشتے کو دیکھنے سے آپ کو سخت دہشت اور خوف لاحق ہوا اور اس خوف اور دہشت کی وجہ سے آپ نے فرمایا ہو میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ نے اُمّی ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا کیونکہ جو شخص پڑھا ہوا نہ ہو وہ دوسرے کے پڑھانے سے پڑھ سکتا ہے اور کسی کی تعلیم سے پڑھنا اُمّیت کے منافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے، ہاں کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر پڑھنا اُمّیت کے منافی ہے۔ قاموس میں لکھا ہے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو لکھنا نہ جانتا ہو اور لکھی ہوئی چیز کو نہ پڑھ سکتا ہو اور بعض روایات میں ہے کہ جبرائیل جواہر سے آراستہ ایک ریشم کا صحیفہ لائے تھے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں وہ صحیفہ رکھ کر کہا پڑھیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نامہ اور فرشتہ میں لکھی ہوئی چیز کو کیسے پڑھوں؟ یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ ظاہر ہے۔ [۳]

---

[۱] علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۱ ص ۲۶۹ ۔ ۲۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، مصر

[۲] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۳] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۰۰ ۔ ۵۰۷، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے کسی دنیاوی استاذ سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا، اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے ہوتے تو لوگ آپ کی نبوت میں شک کرتے، آپ نے قرآن مجید کے جو عالی مضامین بیان فرمائے اور گذشتہ اُمتوں کے جو احوال بیان فرمائے، وہ آپ کی نبوت کی دلیل قرار پائے، کیونکہ آپ نے کسی سے پڑھے بغیر وہ تمام مضامین بیان فرمائے جن کو پڑھے بغیر کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا، اگر بالفرض آپ پڑھے لکھے ہوتے تو لوگوں کو آپ کی نبوت میں شک پڑ جاتا، وہ کہتے کہ آپ نے دوسری کتابوں میں پڑھ کر یہ امور بیان فرمائے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وما کنت تتلوا من قبله من کتاب و لا تخطه بیمینك اذا لارتاب المبطلون۔

(عنکبوت: ۴۸)

اور (اعلان نبوت سے) پہلے آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تو اس وقت باطل پرست ضرور شک میں پڑ جاتے۔

لیکن اعلان نبوت کے بعد آپ نے پڑھا بھی، اور لکھا بھی، آپ کا نہ پڑھنا، لکھنا بھی معجزہ تھا کہ پڑھے لکھے بغیر اتنے عظیم علوم بیان فرمائے اور پڑھنا لکھنا بھی معجزہ تھا کہ بغیر کسی کے سکھائے آپ نے لکھا اور پڑھا، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے سے انکار کیا اور فرمایا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" اس کی وجہ یہ تھی کہ غار حرا میں آپ عبادت میں مشغول تھے، اس وقت فرشتے نے کہا پڑھیے تو آپ نے انکار کیا تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تین بار جبرائیل نے کہا پڑھیے اور آپ نے یہی فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، اور جب اس نے چوتھی بار کہا:

اقرأ باسم ربك الذی خلق۔

(علق: ۱)

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

تب آپ کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ تو اسی ذات کا نام لے رہا ہے جس کے مشاہدہ اور مطالعہ میں میں مستغرق ہوں، سو آپ نے اس آیت کو پڑھ لیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ اقرا باسم ربك الذی خلق ہے، اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کا جز نہیں ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس دلیل کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس پوری سورت کے نازل ہونے کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی ہو۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ علماء شافعیہ کا یہ موقف ہے کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی ہے اور اس حدیث سے یہ واضح ہوگیا کہ سورۂ علق سے پہلے بہرحال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل نہیں ہوئی۔

پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ

اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحی لے کر اس حال میں گھر پہنچے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی، آپ نے فرمایا مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ، آپ کو کپڑے اڑھائے گئے حتیٰ کہ آپ کا خوف دور ہوگیا، پھر آپ نے ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے؛

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کو اس کلام کے وحی الٰہی ہونے میں شک تھا، بلکہ یہ خوف تھا کہ اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے میں کہیں آپ سے کوئی کمی نہ رہ جائے یا آپ وحی الٰہی کے تقاضوں کو کما حقہ پورا نہ کر سکیں۔ جب آپ کے پاس غار حرا میں فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آگیا اور آپ کو مبعوث کر دیا گیا، اب آپ کے لیے یہ شک جائز نہیں تھا کہ یہ آنے والا اللہ کا فرشتہ ہے یا نہیں، اس کی مزید وضاحت عنقریب آرہی ہے۔

حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح

اس حدیث میں ہے: حضرت خدیجہ نے کہا ہرگز نہیں! آپ کو یہ نوید مبارک ہو! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جس چیز نے مائل بہ اسلام کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تھی، وہ کسی خارجی معجزہ یا عقلی دلیل کے بغیر صرف آپ کی سیرت کے انداز کو دیکھ کر آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔

علماء نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کوئی مصیبت یا آفت نہیں پہنچے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق عطا فرمائے ہیں اور آپ کی سیرت بہت عمدہ ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حسن اخلاق اور نیک صفات آفات اور مصائب سے محفوظ رہنے کا سبب ہیں، نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے انسان کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص کسی بات سے خوف زدہ ہو تو اس کے سامنے سلامتی کے اسباب بیان کرنے چاہئیں اور اس کا خوف دور کرنا چاہیے اور اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اصابت رائے، عقل کی پختگی، ان کی فقاہت اور حق پر ان کی ثابت قدمی کی دلیل ہے۔

.....

ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے: حضرت خدیجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ نے تمام ماجرا سن کر کہا یہی وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی حکمت یہ تھی کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ جس شخص نے سب سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی وہ ایک عیسائی عالم تھا، اور عیسائیوں پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت حجت ہو جاتے۔

ناموس کا معنی ہے صاحب السر الخیر، جو شخص نیک باتوں میں راز دار ہو اور جاسوس کا معنی ہے صاحب السر الشر، جو شخص بری باتوں میں راز دار ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لیے ذکر کیا کہ تمام یہودی اور عیسائی ان کو نبی مانتے تھے، اس کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو بعض یہودی نبی نہیں مانتے تھے یا اس لیے کہ تورات کے احکام کی عیسائی بھی پیروی کرتے تھے، یا اس لیے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہما وسلم دونوں کلیم اللہ اور کثیر المعجزات تھے۔

آیا وحی رک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟

حدیث نمبر ۳۱۴ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کا تذکرہ فرما رہے تھے:

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کتاب التعبیر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وحی کا آنا رک گیا حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے اور جو روایت ہم تک پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ اس قدر غمگین ہوئے کہ آپ بار بار دوڑتے تاکہ آپ خود کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا دیں، اور جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ خود کو اس جگہ سے گرا دیں تو جبرائیل آپ کے سامنے آتے اور کہتے اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے رسول برحق ہیں، پھر آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا دل مطمئن ہو جاتا اور آپ لوٹ آتے، پھر جب وحی کا رکنا طویل ہو گیا تو آپ پھر پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے، پھر جبرائیل آپ کے سامنے آ گئے اور آپ سے اسی طرح کہا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۲)

یہ حدیث معمر کی بلاغات میں سے ہے (یعنی یہ حدیث منقطع ہے) امام بخاری نے اس کی سند ذکر نہیں کی، اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا ہے، اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور نہ یہ واقعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں معروف ہے۔ علاوہ ازیں اس کا محمل یہ ہے کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب آپ نے جبرائیل کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے بعض سے نقل کیا ہے، یا یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب قوم کی تکذیب کرنے سے آپ دل برداشتہ ہو گئے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،

فلعلك باخع نفسك علیٰ آثارهم ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفا۔ (کہف: ۶)

تو کہیں فرط غم سے ان کے پیچھے آپ جان دے بیٹھیں گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں۔

یا آپ کو یہ خوف ہوا کہ وحی کا رکنا کسی خاص سبب سے ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈر سے اور غلبہ خوف کی وجہ سے آپ نے اس اقدام کا ارادہ کیا، اور اس وقت تک شریعت میں خودکشی کی ممانعت وارد نہیں ہوئی تھی[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث ہمیں پہنچی ہے، اس حدیث میں اضافہ شدہ حصہ صرف معمر کا تفرد ہے، عقیل اور یونس کی روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے، اور امام بخاری نے جس طرح اس اضافہ کو ذکر کیا ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ اضافہ عقیل کی روایت میں بھی ہے۔ امام بخاری نے معمر از زہری روایت کیا ہے کہ وحی رک گئی اور آپ غمگین ہو گئے یہ حدیث آخر تک بیان کی ہے، اور میرے نزدیک یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے، کیونکہ ابو نعیم نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو حافظ ابو زرعہ (شیخ بخاری) سے اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے اسماعیلی نے بھی تصریح کی ہے کہ یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے، امام احمد، امام مسلم، امام اسماعیلی، ابو نعیم اور دیگر محدثین نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر لیث سے روایت کیا ہے اور فیما بلغنا (وہ چیز جو ہمیں پہنچی ہے) کا قائل زہری ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس قصہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث ہمیں پہنچی ہے وہ زہری کی بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث موصول نہیں ہے، (یعنی معمر کا یہ اضافہ منقطع ہے) علامہ کرمانی نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ مدرج ہو لیکن معتمد پہلی تقریر ہے۔

شعبی کی مرسل روایت میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت ڈھائی سال تھی، لیکن امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وحی چند ایام کے لیے منقطع ہوئی تھی۔

امام اسماعیلی نے کہا ہے کہ بعض منکرین حدیث نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اپنی نبوت میں شک کرتے، حتیٰ کہ اپنے خوف کی حضرت خدیجہ سے شکایت کرتے، اور ورقہ بن نوفل کی طرف رجوع کرتے، اور خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ کرتے تا کہ خودکشی کر لیں، جیسا کہ معمر کی روایت میں ہے، اور اگر فرشتہ کو دیکھنے کے بعد بھی نبی علیہ السلام کے لیے شک کرنا جائز ہے تو جس نے فرشتے کو نہیں دیکھا اس کے لیے نبوت میں شک کرنا کیونکر نا جائز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی مخلوق تک کسی عظیم کام کو پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے اس کی بنیاد قائم کرتا ہے پھر اس کی ترجیت کرتا ہے پھر اس کو تدریجاً اپنے کمال طبعی تک پہنچاتا ہے، اسی وجہ سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائے گئے، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی اور آپ سے غار حرا میں عبادت کرائی گئی، پھر جب آپ کے پاس اچانک فرشتہ آگیا تو یہ واقعہ عام عادت اور معمول کے خلاف تھا، اسی لیے بشری تقاضے سے آپ گھبرائے اور وحشت زدہ ہوئے اور اس حالت میں آپ کے لیے غور و فکر کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ نبی سے نبوت کے باوجود طبیعت بشری بالکلیہ زائل نہیں ہوتی، اس لیے جو واقعہ آپ کے لیے غیر مانوس تھا اس سے آپ کا گھبرانا اور وحشت زدہ ہونا باعث تعجب نہیں ہے، حتیٰ کہ جب اس قسم کے واقعات بار بار ہوئے تو آپ مانوس ہو گئے اور آپ کی دل جمعی ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ حضرت خدیجہ کے پاس

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۶۔۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

گئے جن سے آپ مانوس تھے، اور ان کو سارا ماجرا سنایا، حضرت خدیجہ جو آپ کے اخلاق کریمہ اور اسوۂ حسنہ سے واقف تھیں، آپ کا منصب نبوت پر فائز ہونا اور اچانک اس غیر معمولی واقعہ کے پیش آنے سے آپ کا گھبرانا اور خوف زدہ ہونا ان کے نزدیک غیر متوقع نہیں تھا، اس لیے آپ کو مطمئن اور پرسکون رکھنے کے لیے وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں کیونکہ وہ صادق، عارف اور کتب قدیمہ کے عالم تھے، جب اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا تو اس نے حق کا اعتراف اور یقین کر لیا۔

پھر تاسیس نبوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ وحی کا رک جانا تھا تاکہ وحی کا حصول تدریجاً ہو اور آپ کو اس کی مشق ہو، وحی کا رک جانا آپ پر شاق گذرا کیونکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب نہیں کیا گیا تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے بندوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، اس لیے آپ غمزدہ ہوئے، پھر آپ آہستہ آہستہ منصب نبوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے عادی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر شدہ فتوحات جاری کر دیں۔

باقی رہا یہ امر کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی چوٹی سے خود کو گرانے کا ارادہ کیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی آپ کو مشق نہیں تھی اور آپ کو یہ خدشہ تھا کہ نبوت کا بوجھ اٹھانے سے تمام لوگ آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔[1]

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ اضافہ یا منقطع ہے یا مدرج ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہونے کے باوجود یہ اضافہ شدہ حصہ صحیح نہیں ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معاصی اور معاصی کے ارادوں سے معصوم ہونا قطعیات میں سے ہے اور یہ منقطع روایت اس عقیدہ قطعیہ سے مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں بھی صحیح بخاری کے حوالے سے مذکور ہے لیکن حیرت ہے کہ ملا علی قاری اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس کی شرح کرنے سے کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی سے آگے گذر گئے، اسی طرح ہمارے معاصر مولانا غلام رسول رضوی نے بھی تفہیم البخاری میں اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا!۔

انقطاع وحی کی مدت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

تاریخ احمد بن حنبل میں شعبی سے روایت ہے کہ وحی رُک جانے کی مدت تین سال تھی، امام ابن اسحاق نے اسی پر وثوق کیا ہے، اور امام بیہقی نے یہ نقل کیا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت چھ ماہ تھی، اس بناء پر نبوت کی ابتداء چالیس سال مکمل ہونے کے بعد خوابوں سے ماہ ربیع الاول میں ہوئی، اور بیداری میں وحی رمضان میں واقع ہوئی، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال ہے، اس کا مطلب اقرء اور یا ایھا المدثر کی درمیانی مدت میں جبرائیل کا نہ آنا نہیں ہے بلکہ فقط قرآن مجید کا نزول متاخر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے تاریخ امام احمد کو دیکھا تو اس میں شعبی سے یہ روایت ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت نازل ہوئی، اور ابتدائی نبوت میں تین سال آپ کے ساتھ حضرت اسرافیل رہے، اور جب تین سال گذر گئے تو پھر آپ کے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۱-۳۵۹، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ساتھ حضرت جبرائیل رہے، پھر دس سال آپ کے اوپر قرآن مجید نازل ہوا، اور امام ابن ابی خیثمہ نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا، ابتدائی تین سال آپ حضرت اسرافیل کے سپرد تھے اس کے بعد آپ حضرت جبرائیل کے سپرد کیے گئے، امام واقدی نے اس مرسل روایت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ فرشتوں میں سے صرف حضرت جبرائیل آپ کے ساتھ رہے ہیں لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، کیونکہ مثبت روایت نافی پر مقدم ہوتی ہے، علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت ڈھائی سال ہے اور ایک روایت میں یہ مدت چھ ماہ ہے، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ مدت چند دن تھی۔ [1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحی کو روکنے میں حکمت یہ تھی کہ وحی نازل ہونے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خوف اور گھبراہٹ لاحق ہوئی تھی وہ دور ہو جائے اور وحی کے حصول کے لیے آپ کے دل میں شوق اور انتظار پیدا ہو۔ [2]

اعلان نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: نزول وحی کی کیفیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک اس صورت حال سے سابقہ آیا تھا، آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں نہ اس کی کوئی خواہش آپ کے دل کے کسی گوشہ میں موجود تھی، نہ اس کے لیے کوئی تیاری آپ پہلے سے کر رہے تھے اور نہ اس کے لیے آپ متوقع تھے کہ ایک فرشتہ اوپر سے پیغام لے کر آئے گا، آپ خلوت میں بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت ضرور فرماتے تھے لیکن نبی بنائے جانے کا کوئی تصور آپ کے حاشیہ خیال میں نہ تھا۔ اسی حالت میں جب یکایک غار حرا کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربہ سے وہی گھبراہٹ طاری ہوئی جو لامحالہ ایسے حالات میں ایک بشر پر طاری ہونی چاہیے، قطع نظر اس سے کہ وہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو، یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب قسم کی تھی طرح طرح کے سوالات حضور کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے جنہوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کر دیا تھا، کیا واقعی میں نبی بنایا گیا ہوں؟ کہیں مجھے کسی سخت آزمائش میں تو نہیں ڈال دیا گیا؟ یہ بار عظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا؟ [3]

اس عبارت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے وحی لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا معاملہ یا مبعوث ہونے کا علم تو الگ رہا، سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد بھی حضور کو جبرائیل کا علم ہوا نہ وحی اور قرآن کا نہ اپنے نبی اور صاحب کتاب ہونے کا!

سوال یہ ہے کہ جب حضور کی نبوت کی پہلی بنیاد ہی شک پر رکھی گئی تو بعد میں جا کر کون سی ایسی نئی چیز سامنے آئی تھی جس کے سبب سے یہ شک یقین سے بدل گیا۔ جو جبرائیل پہلی بار وحی لے کر آیا وہی جبرائیل اخیر وقت تک

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۰۹، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[3] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء

وحی لاتا رہا جس قسم کے کلام کو اس نے پہلی بار پیش کیا اسی قسم کا کلام اخیر وقت تک پیش کرتا رہا، کوئی نئی چیز اس دوران رونما نہیں ہوئی، وہی حضور تھے، وہی جبرائیل اور وہی قرآن! پھر کیا سبب ہے کہ پہلی پانچ آیتوں کا قرآن ہونا حضور کے نزدیک مشکوک ہو اور باقی آیتوں کا قرآن ہونا یقینی ہو، پہلی مرتبہ جبرائیل کو اللہ کا فرستادہ یقین نہ کیا ہو، پھر کر لیا ہو، پہلے اپنے نبی ہونے کا یقین نہ ہو پھر کر لیا ہو؟.....!

پھر ایسے میں کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جس شخص پر قرآن نازل ہوا جب اس کو ہی ابتداء میں اس کلام کے وحی الٰہی ہونے کا یقین نہیں تھا تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم اس کلام کو کلام خداوندی اور اس شخص کو صاحب کتاب نبی مانیں۔

یاد رکھیے اگر ایک منٹ کے لیے بھی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی کے بارے میں شک ہو سکتا ہے تو تمام وحی مشکوک ہو جائے گی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت، قرآن اور اسلام ان میں سے کوئی چیز بھی یقینی نہیں رہے گی۔

نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے اور نہ ہی آپ کو بعثت کا علم تھا، اس پر استدلال کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتٰب۔ (القصص: ۸۶)	"اور تم ہرگز اس کے امیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے۔
ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ (الشوریٰ: ۵۲)	تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

یہ آیات اس باب میں بالکل قطعی الثبوت ہیں کہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔[1]

آیات تو تمام قرآن کی قطعی الثبوت ہیں۔ غالباً سید مودودی صاحب قطعی الدلالۃ کہنا چاہتے تھے یعنی یہ آیات اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے حضور کو نبوت کا علم نہیں تھا، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے چنانچہ پہلی آیت کریمہ وما کنت ترجوا کی تفسیر میں حبر الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس آیت میں بظاہر خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے، یعنی آپ کی امت کو یہ توقع نہ تھی کہ ان کو یہ کتاب عطا کی جائے گی، حضرت ابن عباس کی یہ روایت علامہ خازن نے ذکر کی ہے، فرماتے ہیں:

قال ابن عباس الخطاب فی الظاہر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد بہ اہل دینہ۔[2]	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خطاب بظاہر حضور کو ہے اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

علامہ ابو البرکات نسفی حنفی نے بھی اس روایت کو اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں اسی مقام پر ذکر کیا ہے۔[3]

---

[1] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۂ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء

[2] علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن متوفی ۲۵، ھ، تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۴۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[3] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۱۰، ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۴۴۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور

حضرت ابن عباس کی اس روایت سے بہرحال یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت قطعی الدلالۃ نہیں ہے اور اس روایت سے قطع نظر کر کے اس بات پر اصرار کیا جائے کہ یہ خطاب حضور ہی سے ہے۔ تب بھی مودودی صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

کیونکہ مودودی صاحب نے آیت کا ایک اہم حصہ چھوڑ دیا جس سے پوری بات صاف ہو جاتی ہے، پوری آیت اس طرح ہے۔

وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب الا رحمة من ربک۔ (القصص، ۸۶)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا آپ اور کسی سبب سے کتاب ملنے کی امید نہیں رکھتے تھے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

کانہ قیل وما القی الیک الکتاب الا رحمة من ربک ویمکن ایضاً اجراؤہ علی ظاہرہ ای وما کنت ترجوا الا ان یرحمک اللہ برحمتہ فینعم علیک بذلک ای ماکنت ترجوا الا علی ھذا۔ [1]

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آپ پر کتاب صرف اللہ کی رحمت سے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا ظاہری معنی مراد ہو۔ یعنی آپ کو صرف اللہ کی رحمت سے توقع تھی کہ وہ آپ پر یہ کتاب نازل فرمائے گا۔

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب ملنے کی امید تھی لیکن یہ امید صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وابستہ تھی کیونکہ نہ تو حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح آپ کو کسی دعا سے نبوت ملی نہ حضرت یحییٰ و سلیمان علیہما السلام کی طرح بطور میراث نبوت حاصل ہوئی، خلاصہ یہ کہ آپ کی نبوت پر کوئی ظاہری قرینہ یا کوئی دنیاوی سبب نہ تھا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کو نبوت حاصل ہوئی۔

قرآن کریم کی جس دوسری آیت سے سید مودودی صاحب نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ (الشوریٰ: ۵۲)

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

سید مودودی صاحب کے کہنے کے مطابق اس آیت کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ صاحب ایمان بھی نہ تھے، کیونکہ جب آپ کو ایمان کا علم ہی نہ تھا تو آپ مومن کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی ایسی جسارت ہے جس سے مومن کا دل لرز جاتا ہے۔

اہل علم نے اس آیت کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کیا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہوتے تھے، اور محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل کے وحی لانے سے پہلے قرآن کریم کا اجمالی علم حاصل تھا۔ [2]

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس آیت کے علماء نے بہت سے جوابات ذکر کیے ہیں لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ اس آیت میں درایت کی نفی کی گئی ہے اور درایت کہتے ہیں قیاس اور اندازہ سے کسی چیز کے جاننے کو اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ ایمان اور کتاب کو قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے، یعنی آپ کو جو کچھ اس بارے میں علم تھا وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم تھا، قیاس اور اندازہ نہیں تھا، رہا یہ کہ آپ پہلے سے نبی تھے یا چالیس سال بعد نبی بنے تھے، اس بارے میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت عطا ہوئی اور حضرت یحییٰ کو دو تین سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی، یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ واتینٰہ الحکم صبیا ۔ "اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب لے لو اور ہم نے انہیں بچپن میں ہی نبوت دی۔" تو جب حضرت یحییٰ کو کم سنی میں اور حضرت عیسیٰ کو پیدا ہوتے ہی نبوت مل سکتی ہے تو وہ کیونکر پیدائش کے وقت نبوت سے محروم ہوں گے جو اللہ کے محبوب ہیں اور جن کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نبوت عطا فرمائی ہے۔ [1]

امام ترمذی نے اپنی صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے:

عن ابی هریرة قال قالوا یا رسول الله متی وجبت لك النبوة قال و آدم بین الروح والجسد ۔ [2]	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو نبوت کب ملی تھی، فرمایا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

شیخ اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کی ابتداء میں یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وصف نبوت بلکہ ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا، البتہ نبوت کا ظہور حضور کی جسمانی پیدائش کے چالیس سال بعد ہوا ہے۔

شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت (عالم ارواح میں۔ سعیدی غفرلہ) ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی، اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف کہ خود تاخر کو مقتضی ہے، جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔ ۱۲ [3]

اس بحث کے اخیر میں ہم بڑے رنج اور کرب کے ساتھ اس حدیث کی تشریح میں نبوت کے بارے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۷، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی

میں سید مودودی کی یہ رائے پیش کر رہے ہیں:

"پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہ نے دیا۔ وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی چلو اب پیری کی دکان چمکاؤ میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔"[1]

گویا سید مودودی کے نزدیک "نبوت" پیری کی دکان کے مترادف ہے!! نعوذ باللہ من تلک الخرافات

بَابُ الْاِسْرَآءِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَى السَّمٰوٰتِ وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ

٣١٩ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ نَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَآبَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ يَضَعُ حَافِرَهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ قَالَ فَرَكِبْتُهٗ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ قَالَ فَرَبَطْتُهٗ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ يَرْبِطُ بِهَا الْاَنْبِيَآءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَآءَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاِنَآءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَآءٍ مِّنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ قَالَ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا اِلَى السَّمَآءِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيْلَ مَنْ اَنْتَ قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَآ اَنَا بِاٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا اِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور نمازوں کی فرضیت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس براق لایا گیا، وہ ایک لمبے قد اور سفید رنگ کا چوپایہ تھا، گدھے سے بڑا اور خچر سے کم تھا۔ اس کا قدم نظر کی انتہاء پر پڑتا تھا، میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تک پہنچا۔ اور جس جگہ انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے وہاں میں نے اس کو باندھ دیا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں دو رکعات پڑھ کر باہر آیا۔ جبرائیل میرے پاس ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ لے لیا، جبرائیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا تم کون ہو؟ کہا جبرئیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مرحبا

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۹ء

السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمَا فَرَحَّبَا بِي وَدَعَوَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَإِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ قَالَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ

کہا اور دُعا دی، پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! انھیں بلایا گیا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام دو خالہ زاد بھائیوں سے میری ملاقات ہوئی، ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی، پھر ہمیں تیسرے آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے! کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کو اللہ تعالےٰ نے تمام حُسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا ہے انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل! پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا، اور میری حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس کے بارے میں فرمایا "ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے" پھر ہم کو پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا

بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهٰرُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَآءِ السَّادِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَآ إِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِيْ إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا فَأَوْحٰى إِلَيَّ مَآ أَوْحٰى فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ قَالَ

کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھلوایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعا دی پھر ہم کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، پوچھا کون ہے کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اس بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اور جو فرشتہ ایک بار ہو آئے، اس کو دوبارہ موقع نہیں ملتا، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا درخت) پر لے گئے جس کے پتے ہاتھی کے کان اور پھل مٹکوں کے برابر تھے، اور وہ درخت اللہ کے حکم سے اس قدر حسین بن گیا کہ کوئی شخص اس کی خوبصورتی بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مجھ پر وحی کی اور مجھ پر ایک دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں، جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا آپ کے رب نے آپ کی امت پہ کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا ہر دن رات میں پچاس نمازیں! حضرت موسیٰ نے کہا اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف

ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلٰى أُمَّتِي فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّي خَمْسًا قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَبَيْنَ مُوسٰى حَتّٰى قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرٌ فَذٰلِكَ خَمْسُونَ صَلٰوةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةٌ وَاحِدَةٌ قَالَ فَنَزَلْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلٰى مُوسٰى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ ۔

کا سوال کیجئے! کیونکہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی، میں اس آزمائش میں پڑ کر بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں، میں اپنے رب کے پاس لوٹا اور کہا اے میرے رب! میری امت پر کچھ تخفیف فرما، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا آپ کی امت اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی جائیے جا کر تخفیف کا سوال کیجئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا وہ پانچ نمازیں کم کر دیتا اور موسیٰ علیہ السلام پھر تخفیف کے لیے مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے، یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! دن اور رات کی یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا اجر ہوگا، پس یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی، اور جو شخص نیک کام کا قصد کرے اور پھر وہ نیک کام نہ کرے اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اگر وہ اس نیکی کو کرے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص بُرے کام کا قصد کرے اور وہ بُرا کام نہ کرے تو اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہیں لکھا جائے گا، اور اگر بُرا کام کرے گا تو اس کی ایک برائی لکھی جائے گی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو ان احکام کی خبر دی، انھوں نے پھر کہا اپنے رب کے پاس جا کر مزید تخفیف کا سوال کیجئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کہا میں نے بار بار اپنے رب کے پاس درخواست کی اور اب مجھے حیا آتی ہے۔

۳۲۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے فرشتے زمزم پر لے گئے میرا سینہ چاک کیا اور زمزم کے پانی سے دھویا، پھر مجھے چھوڑ دیا۔

أُتِيتُ فَانْطَلَقُوا بِي إِلَى زَمْزَمَ فَشُرِحَ عَنْ صَدْرِي ثُمَّ غُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ أُنْزِلْتُ ۔

۳۲۱ ۔ **حَدَّثَنَا** شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ ثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ ثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهٖ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَأَمَهُ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهٖ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهٖ يَعْنِي ظِئْرَهُ فَقَالُوْا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ أَنَسٌ وَقَدْ كُنْتُ أَرٰى أَثَرَ ذٰلِكَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهٖ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرئیل آئے اور آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیر کر دل نکال لیا پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا، پھر دل کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر اس کو جوڑ کر اپنی جگہ پر رکھ دیا، یہ منظر دیکھ کر بچے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ) کے پاس گئے۔ اور کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ یہ سن کر سب دوڑ کر حضور کے پاس آئے اور دیکھا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر تھا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر اس سلائی کے نشانات دیکھے تھے۔

۳۲۲ ۔ **حَدَّثَنَا** هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ مَّسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَنَّهُ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُّوْحٰى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهٖ نَحْوَ حَدِيْثِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَدَّمَ فِيْهِ شَيْئًا وَّأَخَّرَ وَزَادَ وَنَقَصَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ شب معراج کا ذکر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ وحی آنے سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ میں سو رہے تھے، اس وقت آپ کے پاس تین فرشتے آئے۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے لیکن بعض عبارت میں تقدیم اور تاخیر اور کمی اور زیادتی ہے۔

۳۲۳ ۔ **وَحَدَّثَنِي** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن دنوں میں مکہ میں تھا میرے مکان کی چھت کھول لی گئی جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے میرا سینہ چاک

فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرِيلُ قِيلَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ قَالَ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَفُتِحَ فَفَتَحَ قَالَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ قَالَ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكٰى قَالَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا آدَمُ وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ الْيَمِينِ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكٰى قَالَ ثُمَّ عَرَجَ بِي جِبْرِيلُ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ قَالَ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ خَازِنُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَفَتَحَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ آدَمَ وَإِدْرِيسَ وَعِيسٰى وَمُوسٰى وَإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِإِدْرِيسَ

کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک سونے کا طشت ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے، پھر ایمان اور حکمت کو میرے سینہ میں رکھ کر سینہ جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے جب ہم پہلے آسمان پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے اس آسمان کے پہرہ دار سے کہا دروازہ کھولو، اس نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو دیکھا ایک شخص تھا جس کے دائیں بائیں بکثرت مخلوق تھی، وہ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے، انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید اے صالح بیٹے اور صالح نبی! میں نے جبرئیل سے کہا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو ہجوم ہے یہ ان کی اولاد ہے، دائیں جانب جنتی ہیں اور بائیں جانب جہنمی ہیں، اسی سبب سے وہ دائیں جانب دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر جبرئیل مجھے لے کر دوسرے آسمان پر پہنچے اور دوسرے آسمان کے پہرہ دار سے کہا دروازہ کھولو اور وہ تمام سوال جواب ہوئے جو پہلے آسمان کے پہرہ دار سے ہوئے تھے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت انس بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہوئی اور یہ نہیں بتلایا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی البتہ یہ بتلایا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم سے اور چھٹے

قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قَالَ ثُمَّ مَرَّ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوْسٰى قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَّاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى اَمُرَّ بِمُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى مَاذَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قَالَ قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ لِيْ مُوْسٰى فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا قَالَ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرْتُهٗ قَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّيْ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى نَاْتِيَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا

آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور جب حضور کی حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو۔ میں نے کہا یہ کون ہیں تو کہا یہ ادریس ہیں آپ نے فرمایا پھر میں —— حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا، انھوں نے کہا صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید ہو، آپ نے فرمایا: میں نے کہا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ موسیٰ ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بیٹے کو، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور ابو حبہ انصاری نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معراج کرائی گئی، یہاں تک کہ میں مقام استواء پر پہنچا، وہاں میں نے قلموں کی آواز سنی اور انس بن مالک نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا تو راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واپس جائیے کیوں کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے۔ میں اپنے رب کے پاس گیا، اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دیں۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انھیں بتلایا تو انھوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس واپس جائیے کیوں کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں ہے، پھر میں اپنے رب کے پاس گیا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں، اور فرمایا اجر پچاس کا ملے گا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، پھر جب میں حضرت موسیٰ کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا اپنے رب کے پاس

أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ قَالَ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ ۔

جا سکے۔ میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے پھر جبرائیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لے گئے جس پر ایسے ایسے عجیب و غریب رنگ چھائے ہوئے تھے جس کو میں قیاس سے نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا جہاں موتیوں کے گنبد تھے اور جس کی مٹی مشک تھی۔

۳۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَعَلَّهُ قَالَ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ إِذْ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيهَا مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشُرِحَ صَدْرِي إِلَى كَذَا وَكَذَا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْتُ لِلَّذِي مَعِي مَا يَعْنِي قَالَ إِلَى أَسْفَلِ بَطْنِهِ فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِي فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ أُعِيدَ مَكَانَهُ ثُمَّ حُشِيَ إِيمَانًا وَحِكْمَةً ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَقَعُ خَطْوُهُ عِنْدَ أَقْصَى طَرْفِهِ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفَتَحَ لَنَا وَقَالَ مَرْحَبًا وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ قَالَ فَأَتَيْنَا عَلَى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَذَكَرَ أَنَّهُ لَقِيَ فِي السَّمَاءِ

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خانہ کعبہ میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا اتنے میں میں نے سنا ایک شخص نے کہا یہ دو آدمیوں کے درمیان تیسرا شخص ہے پھر وہ مجھے لے گئے۔ اس کے بعد میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں زمزم کا پانی تھا۔ میرا یہاں سے یہاں تک سینہ چیرا گیا (انھوں نے بتایا کہ پیٹ کے نیچے تک سینہ چیرا گیا) پھر میرا دل نکال کر اس کو زمزم کے پانی سے دھو کر واپس اسی جگہ رکھ دیا گیا پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا میرے پاس ——— گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا سفید رنگ کا ایک جانور لایا گیا جس کا نام براق تھا جو انتہا نظر پر قدم رکھتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کرایا گیا۔ پھر ہم نے چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم پہلے آسمان پر پہنچے، جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا اور کہا گیا کہ خوش آمدید جو بہترین آنے والے کو، حضور نے فرمایا پھر ہماری حضرت آدم سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد حدیث سابق کی طرح بیان ہے، اور یہ بھی بتایا کہ دوسرے آسمان میں

الثَّانِيَةِ عِيْسٰى وَيَحْيٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي الثَّالِثَةِ يُوْسُفَ وَفِي الرَّابِعَةِ إِدْرِيْسَ وَفِي الْخَامِسَةِ هَارُوْنَ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَآءِ السَّادِسَةِ فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُهٗ بَكٰى فَنُوْدِيَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يَا رَبِّ هٰذَا غُلَامٌ بَعَثْتَهٗ بَعْدِيْ يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِهِ الْجَنَّةَ أَكْثَرُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِيْ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَأَتَيْتُ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ وَحَدَّثَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ رَأٰى أَرْبَعَةَ أَنْهَارٍ يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَا هٰذِهِ الْأَنْهَارُ قَالَ أَمَّا النَّهْرَانِ الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوْا مِنْهُ لَمْ يَعُوْدُوْا فِيْهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ أُتِيْتُ بِإِنَاءَيْنِ أَحَدُهُمَا خَمْرٌ وَالْآخَرُ لَبَنٌ فَعُرِضَا عَلَيَّ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقِيْلَ لِيْ أَصَبْتَ أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ أُمَّتُكَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّتَهَا إِلٰى آخِرِ الْحَدِيْثِ۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ اور تیسرے میں حضرت یوسف سے، چوتھے میں حضرت ادریس سے اور پانچویں میں حضرت ہارون سے اس کے بعد ہم آگے پہنچے اور چھٹے آسمان پر گئے، اور میری حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، آواز آئی تم کیوں روتے ہو؟ انھوں نے کہا اے میرے رب اس نوجوان کو تو نے میرے بعد مبعوث کیا، اور میری امت کی بہ نسبت اس کی امت کے زیادہ افراد جنت میں جائیں گے۔ حضور نے فرمایا ہم پھر آگے بڑھے حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچے اور حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ نے چار نہریں دیکھیں جن کی اصل سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ دو ظاہری اور دو باطنی۔ باطنی نہریں تو جنت میں ہیں اور ظاہری نیل اور فرات ہیں، پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا۔ میں نے جبرائیل سے کہا یہ کیا ہے تو انھوں نے کہا یہ بیت المعمور ہے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، اس سے نکلنے کے بعد وہ اس میں کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتے، پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ تم نے فطرت کو پا لیا اور اللہ تعالےٰ نے تمہارے سبب تمہاری امت کو فطرت عطا کی پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ اس کے بعد پورا واقعہ بیان کیا۔

۳۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت ذکر کی کہ میرے پاس سونے

مَالِكٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيْهِ فَأُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِ الْبَطْنِ فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا۔

٣٢٦ ـ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِيْنَ أُسْرِيَ بِهٖ فَقَالَ مُوْسٰى اٰدَمُ طُوَالٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَقَالَ عِيْسٰى جَعْدٌ مَّرْبُوْعٌ وَّذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ جَهَنَّمَ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ۔

٣٢٧ ـ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عَلٰى مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ رَجُلٌ اٰدَمُ طُوَالٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَأَيْتُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّأْسِ وَأُرِيَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِيْ اٰيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللّٰهُ إِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ قَالَ كَانَ قَتَادَةُ يُفَسِّرُهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ لَقِيَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

٣٢٨ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَسُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ ثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ نَا دَاوٗدُ بْنُ أَبِيْ هِنْدٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر سینہ کو پیٹ کے نیچے تک چیرا گیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح لمبا قد تھا اور گندم گوں تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا متوسط قد تھا اور جسم گٹھا ہوا تھا اور آپ نے جہنم کے خازن اور دجال کا ذکر بھی فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج حضرت موسیٰ بن عمران کے پاس سے گذرا۔ ان کا قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح لمبا قد تھا، گندم گوں رنگ گھنگریالے بال تھے، اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ان کا قد متوسط رنگ سرخ مائل بہ سفیدی اور بال سیدھے تھے اور آپ کو جو نشانیاں دکھائی گئیں۔ ان میں جہنم کا داروغہ مالک اور دجال تھا پس تم اس سے ملاقات میں شک نہ کرنا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وادی ازرق سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا یہ کون سی

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْاَزْرَقِ فَقَالَ اَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا وَادِي الْاَزْرَقِ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَابِطًا مِّنَ الثَّنِيَّةِ وَلَهٗ جُؤَارٌ اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ اَتٰى عَلٰى ثَنِيَّةِ هَرْشٰى فَقَالَ اَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا ثَنِيَّةُ هَرْشٰى قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ وَّهُوَ يُلَبِّيْ قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ هُشَيْمٌ يَعْنِيْ لِيْفًا۔

وادی ہے، لوگوں نے کہا یہ وادی ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ کو بلندی سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے اللّٰھم لبیک کہہ رہے ہیں، پھر آپ ہرشے کی وادی پر آئے۔ آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ہرشیٰ کی وادی ہے۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقتور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے انھوں نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللّٰھم لبیک کہہ رہے ہیں۔

۳۲۹۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ دَاؤُدَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوْا وَادِي الْاَزْرَقِ قَالَ فَقَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَذَكَرَ مِنْ لَّوْنِهٖ وَشَعْرِهٖ شَيْئًا لَّمْ يَحْفَظْهُ دَاؤُدُ وَاضِعًا اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ لَهٗ جُؤَارٌ اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ اَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا هَرْشٰى اَوْ لِفْتٌ فَقَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ لِيْفٌ خُلْبَةٌ مَّارًّا بِهٰذَا الْوَادِيْ مُلَبِّيًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان کی ایک وادی کے پاس سے گزرے آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے۔ صحابہ نے کہا وادی ازرق ہے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے ان کا رنگ اور بالوں کی کیفیت بیان کی جو راوی کو یاد نہیں رہی، اور فرمایا حضرت موسیٰ نے اپنی انگلیاں کانوں میں دی ہوئی ہیں اور وہ اللّٰھم لبیک کی صدائیں لگاتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم نے پھر چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم ایک اور وادی میں پہنچے آپ نے فرمایا یہ کون سی وادی ہے صحابہ نے کہا ہرشیٰ یا لفت ہے آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو سرخ اونٹنی پہ سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے انھوں نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

۳۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الدَّ ... فَقَالَ اِنَّهٗ مَكْتُوْبٌ

مجاہد سے روایت ہے ہم حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو دجال کا ذکر چھڑ گیا، مجاہد نے کہا اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے یہ حدیث نہیں سنی،

بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ ذَاكَ وَلٰكِنَّهٗ قَالَ أَمَّا إِبْرَاهِيْمُ فَانْظُرُوْا إِلٰى صَاحِبِكُمْ وَأَمَّا مُوْسٰى فَرَجُلٌ اٰدَمُ جَعْدٌ عَلٰى جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ يُلَبِّيْ -

انھوں نے کہا اسی طرح ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے پیغمبر سے مشابہ ہیں اور گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ان کا گندمی رنگ ہے گھنگریالے بال ہیں، وہ سرخ اونٹ پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے جب وہ وادی میں اترتے ہیں تو اللھم لبیک کہتے ہیں۔

٣٣١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَأَيْتُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَّأَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَّأَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَرَأَيْتُ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَّأَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ دِحْيَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر انبیاء پیش کیے گئے میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح تھے اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا جن سے عروہ بن مسعود بہت زیادہ مشابہ ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا ان سے تمہارے پیغمبر بہت مشابہ ہیں اور میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ان سے دحیہ کلبی بہت مشابہ ہیں اور ایک روایت میں دحیہ بن خلیفہ ہے۔

٣٣٢- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا وَقَالَ عَبْدٌ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِيْنَ أُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ قَالَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میری حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضور نے فرمایا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح تھے۔ دبلا پتلا جسم اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور فرمایا میری عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کا متوسط قد اور سرخ رنگ تھا اور ایسے تر و تازہ تھے گویا ابھی ابھی حمام سے نکلے ہوں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں، پھر میرے پاس دو پیالے لائے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب

يَعْنِي الْحَمَّامَ قَالَ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ قَالَ فَأُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْآخَرِ خَمْرٌ فَقِيلَ لِي خُذْ أَيَّهُمَا شِئْتَ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقَالَ هُدِيتَ الْفِطْرَةَ أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ۔

۳۲۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي لَيْلَةً عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقِيلَ هٰذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقِيلَ هٰذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔

۳۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ ثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرَانِي اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ

تھی، مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو چاہے لے لو، میں نے دودھ لے کر پی لیا، فرشتہ نے مجھ سے کہا آپ نے فطرت کو پا لیا، اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا، مجھے گندمی رنگ کا ایک انتہائی حسین شخص نظر آیا جس کے بہت خوبصورت بال تھے جن میں کنگھی کی ہوئی تھی اور وہ کانوں کی لو تک آتے تھے، ان بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ شخص دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں، پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سخت گھنگریالے بال تھے اور دائیں آنکھ کانی اور انگور کی طرح ابھری ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا مسیح دجال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور یاد رکھنا کہ مسیح دجال کی دائیں آنکھ کانی اور ابھری ہوئی ہوگی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا۔ مجھے گندمی رنگ کے ایک انتہائی حسین شخص نظر آئے جنھوں نے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور ان کے بال کندھوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے، اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ دو آدمیوں کے کندھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے

مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ بَيْنَهُمَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَرَأَيْتُ وَرَاءَهُ رَجُلًا جَعْدًا قَطِطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا هٰذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ ۔

بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا مسیح ابن مریم ہیں، اور میں نے ان کے پیچھے ایک شخص دیکھا جس کے سخت گھنگریالے بال تھے، اس کی دائیں آنکھ کانی تھی وہ ابن قطن سے بہت مشابہ تھا وہ بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ مسیح دجال ہے۔

٣٣٥ ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِي نَا حَنْظَلَةُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ عِنْدَ الْكَعْبَةِ رَجُلًا آدَمَ سَبِطَ الرَّأْسِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى رَجُلَيْنِ يَسْكُبُ رَأْسُهُ أَوْ يَقْطُرُ رَأْسُهُ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَوِ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَ وَرَأَيْتُ وَرَاءَهُ رَجُلًا أَحْمَرَ جَعْدَ الرَّأْسِ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى أَشْبَهُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ ابْنُ قَطَنٍ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کعبہ کے پاس گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ ابن مریم یا مسیح ابن مریم علیہ السلام ہیں (راوی کو یاد نہیں آپ نے کون سا لفظ کہا تھا) پھر میں نے ان کے بعد سرخ رنگ کا ایک ایسا شخص تھا جس کے سخت گھنگریالے بال تھے اس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور وہ ابن قطن سے بہت مشابہ تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔

٣٣٦ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش نے (میرے دعویٰ معراج کو) جھٹلایا اس وقت میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس مجھ پر منکشف کر دیا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر کفار کو اس کی نشانیاں بتلا رہا تھا۔

٣٣٧ ـ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبِطُ الشَّعْرِ بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطِفُ رَاْسُهٗ مَاءً اَوْ يُهْرَاقُ رَاْسُهٗ مَاءً قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ الْعَيْنِ كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا الدَّجَّالُ اَقْرَبُ النَّاسِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ۔

اور میں نے گندمی رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے سرخ رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کا گٹھا ہوا جسم تھا۔ بال سخت گھنگریالے تھے اس کی آنکھ کانی اور انگور کی طرح ابھری ہوئی تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ دجال ہے وہ ابن قطن سے بہت مشابہ ہے۔

۳۳۸ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنّٰى نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْاَلُنِيْ عَنْ مَسْرَايَ فَسَاَلَتْنِيْ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ مَا يَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْبَاْتُهُمْ بِهٖ وَقَدْ رَاَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِذَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَاِذَا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيُّ وَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے، انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور میں دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا اور میں نے اپنے آپ کو گروہ انبیاءؑ میں پایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے بالوں والے تھے اور پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں، اور پھر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے پیغمبر ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر نماز کا وقت آیا،

الصَّلٰوةَ قَالَ لِي قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ۔

۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا أَبُو أُسَامَةَ نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِي نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ طَلْحَةَ ـــــ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ انْتُهِيَ بِهٖ إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهٖ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى قَالَ فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللهِ مِنْ أُمَّتِهٖ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتِ۔

اور میں ان سب کا امام ہوا جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے ایک کہنے والے نے کہا یہ مالک ہیں جو جہنم کے داروغہ ہیں انھیں سلام کیجئے، میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو انھوں نے پہلے مجھے سلام کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہٰی پر لے جایا گیا اور سدرہ چھٹے آسمان پر ہے، زمین سے اوپر جانے والی چیزیں سدرہ پر جاکر رک جاتی ہیں، پھر انھیں وصول کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آکر رک جاتی ہیں، پھر انھیں وصول کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدرہ کو ڈھانپ لیا جس چیز نے بھی ڈھانپ لیا یعنی سونے کے پروانوں نے، حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں، پانچ نمازیں، سورۂ بقرہ کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ کی امت کے لیے تمام گناہوں کی معافی۔

معراج کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

معراج اور معرج کا معنی ہے سیڑھی، یا سیڑھی کے ڈنڈے کی اس مشابہ چیز کو معراج کہتے ہیں جس کو پکڑ کر روحیں چڑھتی ہیں اور معرج اس راستہ کو کہتے ہیں جس پر فرشتے چڑھتے ہیں، اس کی جمع معارج ہے۔ [1]

معراج کا اصطلاحی معنی

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں تک جانا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا آپ کا جانا معراج ہے اور یہ حق اور احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، حتیٰ کہ اس کا منکر مبتدع ہے، یہ کہہ کر معراج کا انکار کرنا کہ آسمانوں میں شگاف نہیں ہو سکتا

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

قدیم فلاسفہ کے اصول پر مبنی ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام اجسام کی حقیقت واحد ہے اور جب ایک جسم میں شگاف ہو سکتا ہے تو تمام اجسام میں شگاف ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے۔

معراج کی تعریف میں بیداری کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ معراج منامی (نیند کا واقعہ) تھی، کیونکہ جب حضرت معاویہ سے معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ اچھا خواب تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا جسم معراج کی رات گم نہیں ہوا، اور قرآن مجید میں ہے:

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔ (بنی اسرائیل: ۶۰)

اور ہم نے جو جلوہ (شب معراج) آپ کو دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کے لیے آزمائش تھا۔

ان دلائل کا جواب یہ ہے کہ الرؤیا سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ آنکھ سے دیکھنا مراد ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جسم روح سے الگ نہیں ہوا بلکہ آپ کا جسم روح کے ساتھ تھا اور یہ جسمانی معراج تھی، کیونکہ اگر معراج کا یہ واقعہ خواب میں ہوتا یا صرف روح کی معراج ہوتی تو اس کا اس قدر شدت سے انکار نہ کیا جاتا حالانکہ کافروں نے واقعہ معراج کا بہت شدت سے انکار کیا، بلکہ بعض مسلمان اس وجہ سے مرتد ہو گئے۔

معراج کی تعریف میں آسمانوں تک کی قید اس لیے لگائی گئی "تاکہ ان لوگوں کا رد ہو جو کہتے ہیں کہ بیداری میں معراج صرف بیت المقدس تک ہوئی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مسجد اقصیٰ تک کا ذکر ہے اور یہ جو کہا ہے کہ "جہاں تک اللہ نے چاہا" اس میں متقدمین کے مختلف اقوال کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا معراج جنت تک ہوئی، بعض نے کہا عرش تک، بعض نے کہا فوق العرش تک، بعض نے کہا طرف العالم تک، اسراء (رات کو جانا) قطعی ہے، یعنی بیت الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا اور معراج زمین سے آسمان تک جانا ہے، یہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، اور آسمان سے جنت تک یا عرش تک یا اس سے بھی آگے تک جانا اخبار احاد سے ثابت ہے، پھر صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ [1]

شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کے مذاہب

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں: شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق علماء راست کے چار قول ہیں؛

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویت باری کا انکار کرتی ہیں، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہ سے سوال کیا: آیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہارے اس قول سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جو شخص تم سے یہ حدیث بیان کرے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۰۵-۱۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، مسروق نے کہا: پھر اس آیت کا کیا جواب ہے؟

ثم دنی فتدلی ۔ فکان قاب قوسین او ادنی۔ (نجم: ۷-۸)

پھر وہ زیادہ قریب ہو گیا، دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حضرت عائشہ نے فرمایا ان آیات میں جبرائیل کا حضور سے قریب ہونا مراد ہے پہلے جبرائیل آپ کے پاس انسانی شکل میں آتا تھا اس مرتبہ وہ اپنی اصل شکل میں آپ کے پاس آیا اور اس نے افق کو بھر لیا۔

۲۔ حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے، قاضی عیاض نے کہا حدیث میں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا میں نے اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس کا مشہور اور امام ابو الحسن اشعری کا مذہب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے۔ حضرت جابر سے مروی ہے کہ میں نے اپنے رب کو بالمشافہ دیکھا ہے۔

۴۔ سعید بن جبیر کی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔[1]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، علامہ پرہاروی نے حضرت عائشہ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کی شرح میں ہم اس کو تفصیل اور تحقیق سے بیان کریں گے۔

سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا ط انہ ھو السمیع البصیر۔ (بنی اسرائیل: ۱)

وہ ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے (خاص) بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد ہم نے بہت برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اس (عبد خاص) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں بے شک وہی سننے والا ہے، وہی دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کو بیان کیا گیا ہے، سفر نامہ میں سات چیزوں کا بیان ضروری ہوتا ہے (۱) سفر کس نے کرایا (۲) سفر کس نے کیا (۳) سفر کہاں سے کیا (۴) سفر کہاں تک کیا، (۵) سفر رات میں ہوا یا دن میں ؟ (۶) سفر کتنی دیر میں کیا (۷) سفر کس لیے کیا ؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غایت اعجاز کے ساتھ ان سات چیزوں کو ذکر فرما دیا۔ سفر کس نے کرایا ؟ فرمایا سبحان نے، سفر کس نے کیا ؟ فرمایا اس کے عبد خاص نے، سفر کہاں سے کیا ؟ فرمایا من المسجد الحرام، مسجد حرام سے، سفر کہاں تک کیا ؟ فرمایا الی المسجد الاقصیٰ

---

[1] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۴۷۵-۴۷۳، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

مسجد اقصیٰ تک سفر کس وقت ہوا؟ فرمایا اسریٰ رات کو لے گیا، سفر کتنی دیر میں ہوا؟ فرمایا لیلاً رات کے ایک قلیل لمحہ میں، اور سفر کس لیے کرایا فرمایا لنریہ من آیاتنا تاکہ ہم ان کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں۔

عموماً بڑے افسر سفر کریں تو ان کے ماتحت اس سفر کو بیان کرتے ہیں، وزراء سفر کریں تو ان کے ساتھ صحافی ہوتے ہیں جو اس سفر کو بیان کرتے ہیں، اور مالک سفر کرے تو اس کا خادم اس سفر کی حکایتیں بیان کرتا ہے اور یہاں طرفہ تماشا یہ ہے کہ سفر بندے نے کیا ہے اور بیان اس کا مولیٰ کر رہا ہے۔

اس سفر میں آپ کے ساتھ کوئی تھا نہیں، اگر صحابہ کرام میں سے کوئی آپ کے ساتھ ہوتا تو وہ اس سفر کی تمام جزئیات کو بڑے کیف اور وجد کے ساتھ بیان کرتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اے محبوب! آپ کے اس سفر کو میرے علاوہ اور کوئی پوری طرح نہیں جانتا، اس لیے میرے سوا اس کو اور کوئی بیان نہیں کر سکتا! اگر یہ کہا جائے کہ جبرائیل تو آپ کے ساتھ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پورے سفر میں وہ بھی ساتھ نہیں رہے، سدرۃ المنتہیٰ پر وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

بگفتا فراتر مجالم نماند　　بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

لفظ سبحان کے اسرار

رات کے ایک قلیل لمحہ میں اتنی عظیم الشان سیر کرا کر واپس لے آنا عادۃً محال تھا اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ مخلوق کے لیے تو یہ محال ہے اگر خالق کے لیے بھی یہ محال ہو تو یہ خالق کے لیے نقص اور عیب ہوگا اور خالق سبحان ہے یعنی ہر نقص اور عیب سے پاک ہے، اس لیے بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان ذکر کر کے واقعہ معراج کو ثابت کر دیا!

اور بعض نے یہ کہا کہ الذی اسم موصول ہے اور اسم موصول کے بعد کا جملہ اس کے ماقبل کی معرفت کی دلیل ہوتا ہے اور اس کا مابعد، ماقبل سے زیادہ معروف اور زیادہ مشہور ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص کسی ملک کے صدر سے پاکستان کے سفیر کا تعارف کراتے اور کہے کہ یہ فلاں بن فلاں وہ ہے جو پاکستان کا سفیر ہے تو اب پاکستان چونکہ اس شخص کی بہ نسبت بہت زیادہ معروف اور مشہور ہے اور مخاطب پاکستان کو جانتا ہے تو وہ پاکستان کی وساطت سے اس شخص کو پہچان لے گا اور پاکستان کا سفیر ہونا اس فلاں بن فلاں کی معرفت کا ذریعہ بنا، اسی نہج پر جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبحان ہے وہ جس نے اپنے عبد خاص کو معراج کرائی تو معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرانا اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کی معرفت کا ذریعہ اور دلیل بنا، اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے سبحان ہے اور ہمیشہ سبحان رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا ظہور تام اور معرفت کاملہ اس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ رات کے ایک لمحہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرش سے عرش تک لے گیا اور اسی لمحہ میں پھر آپ کو عرش سے فرش پر واپس لے آیا، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ اگر اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان نہ ہوتا تو واقعہ معراج ثابت نہ ہوتا بلکہ درست یہ ہے کہ اگر واقعہ معراج نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا کامل ظہور نہ ہوتا!

اس سفر کے ذکر کی ابتداء سبحان سے کی اور سبحان اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا ذکر ہے، اور اس سفر کے ذکر کے آخر میں فرمایا انہ ھو السمیع البصیر۔ "بے شک وہ سمیع اور بصیر ہے"، اور سمیع اور بصیر بھی اللہ تعالیٰ

کی صفت اور اس کا ذکر ہے، سو اس سفر معراج کی ابتداء بھی اللہ کے ذکر سے ہوئی، اس کی انتہاء بھی اللہ کے ذکر پہ ہوئی اور سفر معراج سے آپ نماز کا تحفہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔

مادی انسانوں نے ترقی کی اور ان کی معراج یہ ہے کہ یہ چاند پر پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ چاند پر بھی مٹی ہے اور وہ مٹی کے ڈھیلے بطور سوغات وہاں سے لے کر آئے تو یہ مٹی سے چلے اور مٹی تک پہنچے اور جو لے کر آئے وہ بھی مٹی ہے، اور حضور اللہ کے ذکر سے چلے، اللہ کے ذکر تک پہنچے اور جو تحفہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مادی معراج میں انسان مٹی سے آگے نہیں نکل سکتا، اور روحانی معراج میں مٹی سے بنا ہوا انسان خدا تک جا پہنچتا ہے!

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے   یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

لفظ عبدہ کے اسرار اس آیت میں یہ فرمایا "سبحان ہے وہ جو اپنے عبد کو راتوں رات لے گیا"، ایک سوال یہ ہے کہ رسول کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ یوں کیوں نہیں فرمایا: "سبحٰن ہے وہ جو اپنے رسول کو لے گیا"، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو اللہ کے پاس سے بندوں کی طرف آئے اور عبد وہ ہے جو بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جائے، اور یہ اللہ کے پاس سے آنے کا نہیں اللہ کی طرف جانے کا موقع تھا، اس لیے یہاں رسول کا ذکر نہیں عبد کا ذکر مناسب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کے متعلق فرمایا:

ان اللہ یبشرک بیحیٰی مصدقا بکلمۃ من اللہ وسیدا وحصورا۔ (آل عمران: ۳۹)

(اے زکریا) اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے

حضرت یحییٰ کو سید کہا اور آپ کو عبد فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیادت، سلطنت اور مالکیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، بندے کو اگر سید یا مالک یا صاحب سلطنت کہا جائیگا تو یہ مجاز ہوگا، اور بندے کی ایسی صفت جو اس کی حقیقی صفت ہو اور اللہ کی نہ ہو وہ صرف عبدیت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنے محبوب کا ذکر حقیقی وصف کے ساتھ کرے مجاز اور مستعار وصف کے ساتھ نہ کرے اور فضیلت حقیقی وصف میں ہے مجاز اور مستعار وصف میں نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو محض عبد نہیں فرمایا عبدہ فرمایا ہے، یعنی اس کا بندہ، عبد تو دنیا میں ہزاروں ہیں لیکن کامل عبد وہ ہے جس کو مالک خود کہے یہ میرا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر فرمایا اپنی طرف اضافت کر کے فرمایا:

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب (الکہف: ۱)

اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی۔

الیس اللہ بکاف عبدہ (زمر: ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں؟

فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ (نجم: ۱۰)
سو اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی وہ جو اس نے وحی کی۔

ان کنتم اٰمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان۔ (انفال: ۴۱)
اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (کلام) پر جو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل کیا ہے

اور جب اللہ اپنا ذکر فرماتا ہے تو اپنی اضافت آپ کی طرف کرتا ہے:

واذ قال ربک للملٰئکۃ۔ (بقرہ: ۳۰)
(اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا،

واذکر ربک کثیرا۔ (آل عمران: ۴۱)
اپنے رب کا ذکر بکثرت کیجئے

فلا وربک۔ (نساء: ۶۵)
قسم ہے آپ کے رب کی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کرکے ظاہر فرمایا کہ پیارے تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

علامہ آلوسی نے ولکل وجھۃ ھو مولیھا کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے:

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ ہے، مقربین کا قبلہ عرش ہے، روحانیین کا قبلہ کرسی ہے، کروبین کا قبلہ بیت المعمور ہے، آپ سے پہلے نبیوں کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے۔[1]

قبلہ مرکز توجہ اور محور التفات کو کہتے ہیں یعنی آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں آپ کی طرف ملتفت رہتا ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور جب اپنا ذکر فرماتا ہے تو آپ کی طرف اضافت فرماتا ہے۔

سفر معراج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وصف عبدیت کے ساتھ ذکر کرنے میں یہ بھی بتلانا مقصود تھا کہ آپ کو معراج کی یہ عظیم فضیلت یہ بلند مرتبہ اور عظیم مقام آپ کی عبدیت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو شخص اللہ کے سامنے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے اور اس میں عیسائیوں کا رد ہے، انھوں نے حضرت عیسیٰ کے عبد ہونے کو باعث عار سمجھا اور انھیں خدا اور خدا کا بیٹا کہا، اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ عبد ہونا باعث ننگ و عار نہیں ہے، انسان کو جو عظمتیں اور رفعتیں ملتی ہیں وہ اس کے عبد ہونے سے ملتی ہیں، نیز اس میں یہ بتلانا ہے کہ معراج کے اس عظیم الشان کمال کے حاصل ہونے کے باوجود آپ عبد ہیں، خدا نہیں ہیں، جب کہ عیسائیوں نے اس سے کم درجہ کے کمال کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو خدا کہہ دیا تھا اس لیے مسلمان اس کمال کی وجہ سے آپ پر الوہیت کا دھوکا نہ کھائیں۔

عبد کا اطلاق روح مع الجسد پر کیا جاتا ہے، فقط روح پر عرب کی لغت اور محاورات میں عبد کا اطلاق نہیں

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کیا جاتا، سو سفر معراج کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے عبد کا ذکر کر کے یہ بیان فرما دیا کہ یہ معراج جسمانی تھی روحانی معراج نہیں تھی۔

لفظ اسریٰ کے اسرار

اسراء کے معنی ہیں کسی شخص کو بیداری میں رات کے وقت لے جانا، اگر کسی شخص کو خواب میں کوئی کسی جگہ لے جاتے تو اسی کو لغت عرب اور اس کے محاورات میں اسراء نہیں کہتے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا بروح عبدہ اور بعبدہ نہ فرماتا، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ما زاغ البصر وما طغی۔ نظر ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔

(نجم: ۱۷)

سورۂ نجم کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ تھا، نیز اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا، اور آپ سے حضرت ام ہانی یہ نہ کہتیں کہ آپ لوگوں سے یہ واقعہ بیان نہ کریں وہ آپ کی تکذیب کریں گے، اور نہ حضرت ابوبکر کی تصدیق کرنے میں کوئی فضیلت ہوتی، اور نہ قریش کے طعن و تشنیع اور تکذیب کی کوئی وجہ ہوتی، حالانکہ جب آپ نے معراج کی خبر دی تو قریش نے آپ کی تکذیب کی اور کئی مسلمان مرتد ہو گئے، اور اگر یہ خواب ہوتا تو اس کا انکار نہ کیا جاتا، اور نیند میں جو واقعہ ہو اس کے لیے اسریٰ نہیں کہا جاتا۔[1]

حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسریٰ "اللہ آپ کو لے گیا"، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا۔ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آ گئے۔

(اعراف: ۱۴۳)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وقال انی ذاھب الی ربی۔ اور ابراہیم نے فرمایا: بے شک میں تو اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔

(صٰفٰت: ۹۹)

حضرت موسیٰ از خود آئے، حضرت ابراہیم از خود گئے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ لے جانے والا تھا اور وہی لانے والا تھا اور ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔

معراج کے متعلق سورۂ والنجم کی آیات

والنجم اذا ھوی، ما ضل صاحبکم و روشن ستارے (حضرت محمد) کی قسم، جب وہ

---

[1] ۔ علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۰۹ - ۲۰۸ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ ھ

غوٰی ۝ وما ینطق عن الھوٰی ۝ ان ھو الا
وحی یوحٰی ۝ علمہ شدید القوٰی ۝ ذو
مرۃ فاستوٰی ۝ وھو بالافق الاعلٰی ۝
ثم دنٰی فتدلّٰی ۝ فکان قاب قوسین
او ادنٰی ۝ فاوحٰی الٰی عبدہ ما اوحٰی ۝
ما کذب الفؤاد ما راٰی ۝ افتمٰرونہ
علٰی ما یرٰی ۝ ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی ۝
عند سدرۃ المنتھٰی ۝ عندھا جنۃ
الماوٰی ۝ اذ یغشی السدرۃ ما یغشٰی ۝
ما زاغ البصر وما طغٰی ۝ لقد راٰی
من اٰیٰت ربہ الکبرٰی ۝

(النجم، ۱ تا ۱۸)

(شب معراج، عرش سے زمین پر) اترے تمہارے آقا نہ (کبھی) گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے، اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، ان کا کلام صرف وہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے، انھیں (اللہ) سخت قوتوں والے نے سکھایا، بہت زبردست نے، پھر انھوں نے (حضرت محمد نے بلندیوں کا) قصد کیا۔ درآں حالیکہ وہ (حضرت محمد) سب سے اونچے کنارے (دائرہ امکان کے منتہٰی) پر تھے، پھر (اللہ، حضرت محمد سے) قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا تو (حضرت محمد اپنے رب سے) دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوگئے بلکہ اس سے (بھی) زیادہ قریب ہوئے، تو اللہ نے وحی فرمائی اپنے عبد مقدس کو جو وحی فرمائی، (حضرت محمد کے) دل نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھ نے دیکھا، تو جو انھوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو؟، اور بے شک انھوں نے اسے دوسری بار ضرور سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک دیکھا، اس (سدرہ) کے پاس جنت الماوٰی ہے، جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس عظیم چیز نے جس نے ڈھانپ لیا، نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی، بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیں۔

والنجم اذا ھوٰی کے اسرار

والنجم میں واؤ قسمیہ ہے، اس کا معنی ہے نجم کی قسم، نجم کے چار معانی ہیں۔ (۱) ثریا (۲) ستارہ (۳) نباتات، سبزہ (۴) قسط اور حصہ یعنی قرآن مجید کے اجزاء۔ امام رازی نے کہا نجم سے مراد حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ نجم کے چاروں معانی آپ میں بہ وجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر نجم سے مراد ثریا ہو (ثریا ان سات ستاروں کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں ان کو سات ستاروں کا جھمکا بھی کہتے ہیں) تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ثریا کی ایک واضح علامت ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور ثریا ہر شخص پر ظاہر اور منکشف ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی کثرت اور واضح معجزات کی وجہ سے دوسرے انبیاء اور رسل سے ممتاز ہیں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم کھائی، نیز جب صبح کے وقت ثریا کا مشرق سے ظہور ہوتا ہے تو پھل پک جاتے ہیں

اور جب عشاء کے وقت خریف کے آخر میں اس کا ظہور ہوتا ہے تو امراض منتقل ہو جاتے ہیں، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو شکوک کے بادل چھٹ گئے اور امراض قلبیہ دور ہو گئے، اور علم اور حکمت کے پھل پک کر تیار ہو گئے۔

۲۔ اور اگر نجم سے مراد ستارہ ہو تو ستارہ سے تمام دنیا کے جنگلوں اور سمندروں میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی تمام کائنات کو ہدایت حاصل ہوتی ہے، نیز شہاب ثاقب (ٹوٹے ہوئے ستارے) سے شیاطین کو بھگایا جاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی شیاطین بھاگتے ہیں۔

۳۔ اگر نجم سے مراد نباتات ہو تو نبات سے جسمانی قوتوں کی اصلاح اور نشوونما ہوتی ہے اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت اور رسالت سے روحوں کی اصلاح اور تقویت کی۔

۴۔ اور اگر نجم سے مراد قرآن مجید کے اجزاء ہوں تو قرآن مجید حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل اور معجزہ ہے اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن ناطق ہیں۔ [۱]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

> امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا والنجم سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور اذا ھوٰی سے مراد یہ ہے جب آپ شب معراج آسمان سے اترے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذا ھوٰی سے مراد یہ ہو کہ اس شب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انتہاء مکان تک صعود اور عروج کیا۔ [۲]

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی کے اسرار

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

> حضرت حسن بصری نے ثم دنی فتدلی کی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہیں، اسی طرح ولقد راٰہ نزلۃ اخری میں ضمیر منصوب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہے اور حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا یہ معنی بیان کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ بہت بلند ہو گیا اور فتدلی کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو بالکلیہ جانب قدس کی طرف کھینچ لیا، اسی مقام کو فنا فی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ [۳]

ثم دنی فتدلی کی ضمیروں کے مرجع میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض مفسرین نے یہ ضمیریں جبرائیل کی طرف لوٹائی ہیں، یعنی حضرت جبرائیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے، اور بعض نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ ضمیریں لوٹائی ہیں اور یہ معنی کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جبرائیل کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے اور بعض نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے، اور بعض مفسرین نے یہ ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، ہمارے نزدیک یہی معنی راجح ہے جیسا کہ علامہ آلوسی

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷، ص ۶۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۲] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲ھ، روح المعانی ج ۲۷، ص ۴۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۳] ٬٬ ٬٬ ٬٬ ٬٬، روح المعانی ج ۲۷، ص ۵۲، ٬٬ ٬٬ ٬٬

نے حسن بصری سے نقل کیا ہے اور حدیث صحیح میں بھی اسی معنی کا ذکر ہے۔

امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

حتی جاء سدرة المنتهى ودنا الجبار رب العزة فتدلى حتى كان منه قاب قوسين او ادنى فاوحى الله اليه فيما يوحى الله خمسين صلوة على امتك كل يوم وليلة۔ [1]

حتیٰ کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور رب العزت جبار آپ کے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جو وحی کرنا ہے اس نے آپ کی طرف وہ وحی کی، اور آپ کی اُمّت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

حكى مكي وماوردي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما هو الرب دنا من محمد فتدلى اليه اى امره وحكمه وحكى النقاش عن الحسن قال دنا من عبده محمد صلى الله عليه وسلم فتدلى فقرب منه فاراه ما شاء ان يريه من قدرته وعظمته۔ [2]

امام مکی اور امام ماوردی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام ابن جریر طبری نے بھی اس کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے) کہ رب العزت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا (یعنی آپ پر وصف قرب کی تجلی فرمائی) اور آپ پر اپنا امر اور حکم نازل فرمایا، اور نقاش نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رب العزت اپنے بندہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا (یعنی آپ پر زیادہ توجہ کی اور زیادہ انعام فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ کو اپنی قدرت اور عظمت سے دکھایا۔

نیز قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو قرب کا اسناد کیا گیا ہے یا اس کے قریب ہونے کو بیان کیا گیا ہے، یہ مکان اور نہایت کا قرب نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے امام جعفر بن محمد صادق سے نقل کیا ہے کہ قرب کی کوئی حد نہیں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے نزدیک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عظیم مرتبہ اور مقام کو ظاہر کیا اور آپ کی معرفت کے انوار کو چمکایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیب اور اپنی قدرت

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

کے اسرار کا مشاہدہ کرایا، اور اللہ تعالیٰ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ثنا جمیل کی، آپ سے زیادہ انس کا اظہار کیا اور آپ سے بہت خوش ہوا، اور آپ پر بہت احسان، اکرام اور انعام فرمایا اور اس آیت میں اس طرح تاویل کی جائے گی جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے" اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کا فضل، احسان اور انعام نازل ہوتا ہے۔ علامہ واسطی نے کہا کہ جس نے یہ وہم کیا کہ اللہ تعالیٰ بنفسہٖ نزدیک ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسافت اور مکان کو تسلیم کیا، اور مکان اور مسافت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیے قرب بے زبعد۔

وکان قاب قوسین کے اسرار

قاب قوسین او ادنیٰ "وہ دو کمانوں کے برابر نزدیک ہوا یا اس سے بھی زیادہ" جب اس کی ضمیر حضرت جبرائیل کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ قریب ہے، اور اس نے آپ کو اپنی معرفت سے حظ وافر عطا کیا ہے، آپ کی دعاؤں کو قبول کیا ہے اور آپ کو بہت عظیم مرتبہ عطا کیا ہے، اور اس آیت میں اسی طرح تاویل کی جائے گی جس طرح صحیح بخاری کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے "جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں" اس کی تاویل یہ ہے کہ جو شخص بہ سرعت میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے میں اس کو بہ سرعت جزا دیتا ہوں، اس پر احسان کرتا ہوں اور اس کو انعام دیتا ہوں، اس لیے اس آیت اور حدیث میں قرب کا معنی یہ ہے کہ میں جلدی اس کی امید بر لاتا ہوں اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ [1]

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

لیکن دونوں مقاموں میں بہت فرق ہے اور دونوں قربوں میں تباین ہے۔ بادشاہوں کے مرتبہ کو درباروں کے مقام پر قیاس نہ کیا جائے، کیونکہ مقربین کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں اور سالکین میں سے محبین اور محبوبین کے درجات قرب میں عظیم فرق ہوتا ہے۔ [2]

قاضی عیاض نے دنیٰ فتدلیٰ اور قاب قوسین کی جو تقریر کی ہے اس کو علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ [3]

امام رازی نے بھی اس آیت کی توجیہ میں اس حدیث سے استشہاد کیا ہے کہ "جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں" اور لکھا ہے کہ یہاں قرب سے قرب مکان مراد نہیں ہے بلکہ قرب معنوی مراد ہے۔ [4]

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۴-۱۲۶، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۳۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷، ص ۹۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸، ص ۲۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

مصنف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ دنی فتدلی اور قاب قوسین سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام میں کمال اتصال ہے، رسول اللہ کا حکم ماننا اللہ کا حکم ماننا ہے اور اللہ کا حکم ماننا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا میں کمال اتصال ہے، ایک کو راضی کرنا دوسرے کو راضی کرنا اور ایک کو ناراض کرنا دوسرے کو ناراض کرنا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرنا ہے، رسول اللہ سے بیع کرنا اللہ سے بیع کرنا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خریدنا اللہ سے خریدنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اللہ کی تعظیم، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا اللہ کو ایذاء دینا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وعدہ اللہ کا وعدہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وعید اللہ کی وعید، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خبر دینا اللہ کا خبر دینا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گواہی دینا اللہ کا گواہی دینا ہے۔

حضرت جبرائیل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدارِ الٰہی کے خلاف نہیں ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے ان آیات کی تفسیر میں جو ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہیں اور یہ معنی کیا ہے کہ اللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، یہ احادیث کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات دکھائی اور مشرق کو بھر لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا، لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس واقعہ کی حکایت کا ارادہ کیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث کی مخالفت لازم آئے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات (اصلی صورت میں) دو مرتبہ دکھائی اپنے پر پھیلائے اور جانب شرقی کو بھر لیا، لیکن سورۂ والنجم کی یہ آیت اس واقعہ کی حکایت کے لیے نہیں ہے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبرائیل کا قرب اور ان کا دیدار

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸، ص ۷۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

جو علماء سورہ والنجم کی ضمیروں جبرائیل کی طرف راجع کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو بار حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں دیکھا ان کی خدمت میں یہ معروض ہے کہ اگر سورہ والنجم کی ان آیات میں حضور کی حضرت جبرائیل سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو یہ رسول بشری رسول ملک سے ملاقات کا ذکر ہوتا اور ایک بندہ کی دوسرے بندہ سے ملاقات کا ذکر ہوتا، اس ملاقات کو اس قدر اہتمام، اتنی تفصیل اور اس کیف انگیز اسلوب سے بیان کرنے کی مطلقاً حاجت نہ تھی، اس ملاقات کے ذکر کے لیے صرف ایک آیت ہی کافی تھی، یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبد کامل کی اپنے معبود برحق سے ملاقات کا ذکر ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبرائیل سے ملاقات بھی بڑے فوائد کی حامل سہی، لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث ہزار سعادت اور وجہ فضیلت اللہ عزوجل سے ملاقات اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت، آپ کی خصوصیت اور فضیلت اس میں نہیں کہ ثم دنی فتدلی اور فکان قاب قوسین او ادنی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جبرائیل سے قریب ہونا بیان کیا جائے، آپ کے لیے باعث فخر اور موجب فضیلت یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے قریب ہونا بیان کیا جائے کہ اس رات اللہ تعالیٰ آپ کے اس قدر نزدیک ہوا اور آپ کو وہ قرب عطا فرمایا جو آپ کے سوا کائنات میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

شب معراج دیدار الٰہی کے بیان میں احادیث اور آثار

امام بخاری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حتی جاء سدرۃ المنتھیٰ ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی۔ [1]

حتیٰ کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن شقیق قال قلت لابی ذر لو رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسالتہ فقال عن ای شیء کنت تسئلہ قال کنت اسالہ ھل رایت ربک قال ابو ذر قد سالت فقال رایت نورا۔ [2]

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے سوال کرتا، انھوں نے کہا تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ کہا میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا میں نے دیکھا وہ نور ہی نور تھا۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عن ابن عباس قال رآه بقلبه [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل (کی آنکھ) سے دیکھا۔

عن ابن عباس قال ما كذب الفؤاد ما رأى ولقد رآه نزلة اخرى قال رآه بفؤاده مرتين۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا "آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی اور آپ نے اس کو دوسری بار دیکھا" حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے اپنے دل (کی آنکھ) سے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة عن ابن عباس قال رأى محمد ربه قلت اليس الله يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك اذا تجلى بنوره الذى هو نوره وقد رأى محمد ربه مرتين هذا حديث حسن غريب [3]

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: "آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے" حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالےٰ اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے۔ یعنی غیر متناہی نور۔ اور بے شک سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن ابن عباس فى قول الله تعالى ولقد رآه نزلة اخرى عند سدرة المنتهى فاوحى الى عبده ما اوحى فكان قاب قوسين او ادنى قال ابن عباس قد رآه النبى صلى الله عليه وسلم هذا حديث حسن۔ [4]

حضرت ابن عباس نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا "بے شک انھوں نے اس کو دوسری بار ضرور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تو اللہ نے اپنے خاص بندہ کی طرف وہ وحی نازل کی جو اس نے کی، پھر وہ دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوا یا اس سے زیادہ" حضرت

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۹، " " "

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۷۲-۴۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۴۷۲، " " "

ابن عباس نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

عن ابن عباس قال ما كذب الفؤاد ما راى قال رآه بقلبه ۔[1]

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی" حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔

عن الشعبي لقي ابن عباس كعبا بعرفة فسأله عن شيء فكبر حتى جاوبته الجبال فقال ابن عباس انا بنو هاشم فقال كعب ان الله قسم رؤيته وكلامه بين محمد وموسى فكلم موسى مرتين ورآه محمد مرتين الحديث ۔[2]

شعبی کہتے ہیں کہ میدان عرفہ میں حضرت ابن عباس نے کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے، پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم بنو ہاشم ہیں (یعنی آپ میرا سوال نہ ٹالیں) تو کعب نے کہا اللہ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو سیدنا محمد اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام کیا، اور سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

اس کے بعد امام ترمذی نے حضرت عائشہ کے انکار رؤیت کو روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة عن ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت ربي تبارك وتعالى ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا۔

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: قد رأى محمد صلى الله عليه وسلم ربه ۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۷۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۷۱، " " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰-۲۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۰ھ

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]
حافظ الہیثمی نے بھی اس حدیث کو امام ابن حبان کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ [2]
امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال اتعجبون ان یکون الخلة لابراهیم والکلام لموسٰی والرؤیة لمحمد صلی اللہ علیه وسلم هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم کے لیے خلیل ہونا ہو، حضرت موسیٰ کے لیے کلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیدار ہو، یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔

حافظ نورالدین الہیثمی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رایت ربی عزوجل رواه احمد ورجاله رجال الصحیح۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

عن ابن عباس انه کان یقول ان محمدا صلی اللہ علیه وسلم رای ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفؤاده۔ رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح خلا جمهور بن منصور الکوفی وجمهور بن منصور ذکره ابن حبان فی الثقات۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے، ماسوا جمہور بن منصور کوفی کے۔ امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

عن ابن عباس قال نظر محمد صلی اللہ علیه وسلم الی ربه تبارك وتعالی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک

---

[1] امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ ھ، جامع البیان ج ۲۷ ص ۵۲، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۳ ھ
[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، موارد الظمآن ص ۴۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
[3] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ، المستدرک ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
[4] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۸، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ
[5] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹، " " " "

قال عکرمة فقلت لابن عباس نظر محمد الی ربه قال نعم جعل الکلام لموسی والخلة لابراهیم والنظر لمحمد صلی الله علیه وسلم رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه حفص بن عمر العدنی روی ابن ابی حاتم توثیقه عن ابی عبد الله الطهرانی وقد ضعفه النسائی وغیره [1]

و تعالیٰ کو دیکھا؟ عکرمہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، انھوں نے فرمایا ہاں اللہ نے حضرت موسیٰ کے لیے کلام کی خصوصیت رکھی حضرت ابراہیم کے لیے خلیل ہونے کی اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دیکھنے کی خصوصیت رکھی، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی حفص بن عمر عدنی ہے، ابن ابی حاتم نے ابو عبداللہ طہرانی سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

متقدمین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے یا نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی تھیں، مسروق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المؤمنین کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا تمہاری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، جو شخص بھی تم کو یہ تین باتیں بتائے اس نے جھوٹ بولا، جو شخص بھی یہ کہے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:

لا تدرکه الابصار. (انعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

پھر پوری حدیث ذکر کی، علماء کی ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نظریہ کی قائل ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، اس کی مثل حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا، محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ دنیا میں رویت باری ممتنع ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور عطاء نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابوالعالیہ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبار دیکھا، اور امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور یہ پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد اسانید سے مروی ہے

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کلام کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابراہیم کو خلت کے ساتھ اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابن عباس کی دلیل یہ آیت ہے:

ما کذب الفؤاد ما رای ○ افتمارونہ علی ما یری ○ ولقد راہ نزلۃ اخری ○

ان کے دل نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھ نے دیکھا، تو جو انھوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو؟ اور بے شک انھوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا۔

(النجم: ۱۳-۱۱)

امام ماوردی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔

ابوالفتح رازی اور ابواللیث سمرقندی نے کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت کعب کی ملاقات ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، یہ سن کر کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا، اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا اور شریک نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اور سمرقندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، اور مالک بن یخامر نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ الحدیث۔

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، یہ حدیث عکرمہ سے بھی مروی ہے اور بعض متکلمین نے اس کو حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ کیا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!

نقاش نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں حضرت ابن عباس کی حدیث کا قائل ہوں آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد ان کلمات کو اتنی بار دہراتے کہ ان کا سانس منقطع ہو جاتا، ابوعمر نے کہا امام احمد نے فرمایا آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

ابن عطاء نے الم نشرح لک صدرک کی تفسیر میں کہا کہ آپ کا سینہ رویت کے لیے کھول دیا، اور حضرت

موسیٰ کا سینہ کلام کے لیے کھول دیا۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے اللہ کو اپنی بصر اور سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کہا کہ جس نبی کو بھی جو معجزہ دیا گیا اس معجزہ کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور رویت سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی ما کذب الفؤاد ما رای کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے دل میں رکھ دی حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھ لیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو رویت کر دیا، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے حقیقۃً دیکھا، پہلا قول حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، یہ حضرت ابوذر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے، دوسرا قول حضرت انس اور ایک جماعت کا ہے، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ [2]

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں چار قول ہیں (حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت باری کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، حضرت ابن عباس کا مشہور قول اور حضرت انس کا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، امام ابوالحسن اشعری کا بھی یہی مذہب ہے، اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے، تابعین میں سے سعید بن جبیر کی یہی رائے ہے۔) ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور دنیٰ فتدلیٰ کا معاملہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا ہے اور اس سے قرب مجازی مراد ہے۔ [3]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس، متقدمین کی ایک جماعت، امام ابوالحسن اشعری اور متکلمین کے ایک طائفہ کا یہ نظریہ ہے کہ اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے، اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ (النجم: ۱۰)

تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے عبد خاص کو جو وحی فرمائی۔

انھوں نے کہا اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے واسطہ کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ اور بعض علماء نے سماع کلام کی نفی کی ہے، میں کہتا ہوں کہ اس وقت کلام کا سننا جائز

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ص ۱۲۱ - ۱۱۹، ملخصاً مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۹۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] علامہ محمد بن سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے اور اس کے یقینی ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے ساتھ مشرف ہونا واقع ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کلام کے ساتھ مشرف ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔

نقاش نے حدیث معراج میں ثم دنیٰ کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور آوازیں منقطع ہو گئیں، اس وقت میں نے اپنے رب کا کلام سنا: اے محمد! تمہارے دل کو مبارک ہو، قریب آؤ، قریب آؤ، امام بزار نے بیان کیا ہے کہ ایک فرشتہ نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا: میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔ [1]

علامہ زرقانی مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے انھوں نے کہا ہاں! علامہ نووی نے کہا یہ اکثر علماء کا قول ہے، امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، امام نسائی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلّت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور دیدار سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے، ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

جن احادیث میں یہ آیا کہ آپ نے دل سے اپنے رب کو دیکھا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے دل سے اللہ کو جانا اور آپ کو اللہ کا علم ہوا، کیونکہ اللہ کا علم تو آپ کو ہمیشہ سے تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رویت کو اس طرح پیدا کر دیا جس طرح وہ آنکھ میں رویت کو پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عقلاً رویت آنکھ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جس عضو میں چاہے رویت کو پیدا فرمادے اگرچہ آنکھ میں رویت کو پیدا فرمانا اس کی عادت جاریہ ہے۔

امام ابن خزیمہ نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ حضور نے اللہ کو دیکھا، آپ ان کے اس انکار کو کس دلیل سے رد کریں گے، انھوں نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ میں نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے اکبر اور راجح ہے اور نقاش نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی اس حدیث کا قائل ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد بار بار کہتے رہے آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس رک گیا۔ [1]

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، عکرمہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ (انعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر افسوس ہے یہ اس وقت ہے جب وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے اور وہ غیر متناہی نور ہے اور بے شک آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ نیز امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ کعب کی حضرت ابن عباس سے میدان عرفہ میں ملاقات ہوئی، انھوں نے کسی چیز کے متعلق حضرت ابن عباس سے سوال کیا، کعب اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے، حضرت ابن عباس نے کہا ہم بنو ہاشم ہیں کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبار کلام فرمایا اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا اور مسروق نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں نے تھوڑی دیر بعد یہ آیت پڑھی:

لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ۔ (النجم: ۱۸) بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیں۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: اس سے مراد جبرائیل ہے، جو شخص تم کو یہ خبر دے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یا آپ نے کسی حکم کو چھپا لیا یا آپ مغیبات خمسہ کو جانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، البتہ آپ نے جبرائیل کو دیکھا تھا، اور آپ نے جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں، ان کے چھ سو پر تھے اور انھوں نے افق کو بھر لیا تھا۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے میں نے اس کو جہاں

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ للمنفاح ج ۶ ص ۱۲۰۔۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے میں نے نور کو دیکھا، محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے، اور امام ابن جریر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کو اپنے دل سے دو بار دیکھا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ثم دنیٰ فتدلیٰ۔ [1]

حافظ ابن کثیر ان کے قائل ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو دل کی آنکھ سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ کے انکار کی توجیہ یہ ہے کہ وہ رویت علیٰ وجہ الاحاطہ کی نفی کرتی ہیں۔

شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا"، حضرت عائشہ نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا۔ اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستنبط کیا جا سکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے، یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ معمر بن راشد نے کہا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ حضرت ابن عباس سے زیادہ عالم نہیں ہیں، حضرت ابن عباس کی روایات رویت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ وغیرھا کی روایات رویت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تعارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۴۸ - ۴۴۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر رویت کا انکار نہیں کیا، اگر اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے، اس کے جواب کو ہم واضح کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ (انعام: ۱۰۳)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ ادراک سے مراد احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر احاطہ کے رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے:

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا۔ (شوریٰ: ۵۱)

اور اللہ سے کلام کرنا کسی بشر کے لائق نہیں ہے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیج دے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ اس آیت میں رویت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔

۲۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے، اور اس کا مخصص وہ دلائل ہیں جن سے رویت ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے لیکن سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلا واسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔

جمہور مفسرین کا یہ مختار ہے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار کیا۔ پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے دیدار کیا یا سر کی آنکھوں سے، امام ابوالحسن الواحدی نے بیان کیا مفسرین نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کا دیدار کیا، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ذر، اور حضرت ابراہیم تیمی نے یہ کہا کہ آپ نے دل سے دیدار کیا، امام ابوالحسن نے کہا اس رائے کے مطابق آپ نے صحیح طریقے سے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ آپ کے دل میں رکھ دی، یا آپ کے دل میں ایک آنکھ پیدا کر دی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح رویت صحیحہ کے ساتھ اپنے رب کو دیکھا جس طرح سر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، امام ابوالحسن نے کہا اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یہ حضرت انس، عکرمہ، حسن اور ربیع کا قول ہے۔ لہ

لہ۔ علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس رویت کی نفی کی گئی ہے وہ رویت علی وجہ الاحاطہ ہے، نیز علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ الابصار جمع معرف باللام ہے اور یہ تخصیص کو قبول کرتی ہے اس لیے اس (لا تدرکہ الابصار انعام ، ۱۰۳) کا معنی یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور اس تخصیص پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں کافروں کے متعلق ہے:

کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون ۔ (منافقون ، ۱۵)	حق یہ ہے کہ بے شک وہ (کفار) اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے۔

اور قرآن مجید میں مومنوں کے متعلق ہے:

وجوہ یومئذ ناضرۃ ۝ الی ربھا ناظرۃ ۝ (قیامت ، ۲۲-۲۳)	کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے، اپ رب کو دیکھتے ہوں گے۔

اور جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے کیوں دونوں وقتوں میں بہ حیثیت امکان کوئی فرق نہیں، علامہ قرطبی کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عقلاً دیکھنا جائز ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، امام مالک نے کہا مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ دنیا میں مومن فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ باقی ہے، اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا اور آخرت میں مومنین کو بقا عطا کی جائے گی تو پھر وہ باقی آنکھوں سے بقاء کا جلوہ دیکھ لیں گے اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے: "جب تک تم پر موت نہ آئے تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے"، تو اگرچہ عقلاً دنیا میں رویت جائز ہے لیکن شرعاً ممتنع ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے رویت کے ثبوت کی دلیل یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا، (یا یہ قاعدہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔)

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابوذر سے روایات مختلف ہیں، اور ایک جماعت کے نزدیک رویت ثابت ہے، امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، کعب احبار، زہری معمر، اور دوسروں نے اسی پر وثوق کیا ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا بھی یہی قول ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا؛ اس میں امام احمد کے دو قول ہیں، بعض احادیث میں حضرت ابن عباس نے مطلقاً کہا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا، اور بعض روایات میں ہے آپ نے اپنے دل سے دیکھا، اور مطلق روایت کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے، امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا ہے

اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کسی شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور یہ پوچھا: آیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے "آپ نے اپنے رب کو دو بار اپنے دل سے دیکھا"، اور امام ابن مردویہ نے صراحت کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو نہیں دیکھا اپنے دل سے دیکھا ہے اور اب حضرت عائشہ کی نفی اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور کہ حضرت عائشہ کی نفی کو رویت بصری پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو رویت قلبی پر محمول کیا جائے اور رویت قلبی سے فقط حصول علم مراد نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دائماً علم تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قلب کو اس طرح رویت حاصل ہوئی جس طرح دوسروں کو آنکھ سے رویت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے۔ انھوں نے کہا اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں ہے اور دلائل متعارض ہیں اور یہ مسئلہ عملی نہیں ہے حتیٰ کہ اس میں دلائل ظنیہ کافی ہوں بلکہ یہ اعتقادی مسئلہ ہے اور اس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے نیز انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے جو یہ فرمایا کہ حضور نے اپنے رب کو دو بار دیکھا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل کی آنکھ سے دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، ان کے اس قول کا کیا جواب ہوگا! امام احمد نے کہا حضرت عائشہ کے اس قول کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مسترد کر دیا جائے گا "میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے"، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث حضرت عائشہ کے قول پر راجح اور مقدم ہے۔[1]

علامہ سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس وغیرہ کی حدیث میں ہے اور اس چیز کا اثبات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر ممکن نہیں ہے، حضرت عائشہ نے جو کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی، ان کا استدلال قرآن مجید کی آیات سے ہے، اور اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس ادراک کی نفی ہے وہ ادراک علیٰ وجہ الاحاطہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ رویت کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بلا احاطہ رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔[2]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۶۰۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج، ج ۱ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۲ھ

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویت کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رویت باری کا اثبات کرتے ہیں، ان میں کیسے موافقت ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رویت بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رویت قلبی کا اثبات کرتے ہیں، امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں بہت تفصیل سے شب معراج میں رویت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔ [1]

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے شب اسراء اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ماکذب الفؤاد ما رای، ما زاغ البصر وما طغی۔ (النجم: ۱۱، ۱۷)

آپ کی آنکھ نے جو جلوہ دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی، آپ کی نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی۔

امام حاکم، امام نسائی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے (بلا واسطہ) کلام کے ساتھ حضرت موسیٰ کو خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ خاص کر لیا اس سے مراد رویت بصری ہے نہ کہ رویت قلبی، کیونکہ رویت قلبی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر نبی کو حاصل ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیل ہونا اور ہمکلام ہونا بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں پھر ہمکلام ہونا حضرت موسیٰ کی اور خلیل ہونا حضرت ابراہیم کی خصوصیت کیسے رہی، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مقام اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہوئے اور آپ خلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں، لیکن حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت ابراہیم کا خلیل ہونا ایک وصف مشہور تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زمین پر ہم کلام ہوا اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عرش پر ہمکلام ہوا۔ [2]

ملا علی قاری حنفی نے بھی اختصار کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸ - ۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸ - ۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

نیز ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے پھر اس دیکھنے میں اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے دل سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے، آنکھوں سے نہیں دیکھا، امام ابوالحسن الواحدی نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر اور حضرت ابراہیم التیمی نے یہ کہا کہ آپ نے اپنے قلب سے رویت صحیحہ کے ساتھ دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے قلب میں رکھ دی تھی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح صحیح رویت کے ساتھ دیکھا جس طرح آنکھوں سے دیکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ عمدہ قول ہے اور بہترین توجیہ ہے اس طرح متفرق اقوال جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر امام واحدی نے یہ کہا کہ مفسرین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ اللہ سبحانہ کو دیکھا، یہ حضرت انس، عکرمہ اور ربیع کا قول ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں، حضرت عائشہ نے اس کا انکار کیا، حضرت ابن مسعود سے بھی یہی روایت مشہور ہے اور محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا اور حضرت ابوذر اور کعب احبار سے بھی اسی طرح مروی ہے، حسن بصری اس پر قسم کھاتے تھے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا ہے یا نہیں؟ امام اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سے کلام کیا ہے امام جعفر بن محمد، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے یہی منقول ہے، اسی طرح ثم دنی فتدلی میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے حضرت جبرائیل اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مابین قرب مراد ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد وغیرہم سے یہ مروی ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مابین قرب مراد ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے قرب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا بہت عظیم مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے انوار آپ کے دل میں چمکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ملکوت کے ان اسرار اور غیوب پر مطلع فرمایا ہے جس پر کسی کو اطلاع نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم فضل اور احسان آپ تک پہنچایا ہے اور قاب قوسین او ادنیٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور بے نہایت عنایت بیش از بیش آپ کو حاصل ہو گئیں، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت سے متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی معروضات کو شرف استجابت عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے:

"جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔" [1]

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۳۴۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ آیا شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ صحابہ کرام کی جماعتیں متفق ہو گئیں، اسی طرح تابعین میں سے بھی بعض حضرت عائشہ کے نظریہ کے قائل تھے اور بعض حضرت ابن عباس کے نظریہ کے قائل تھے، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا، لیکن جمہور علماء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نظریہ کے قائل ہیں اور علامہ محی الدین نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء عظام کا مختار یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس کا یہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے اور حضرت عائشہ نے محض اپنے اجتہاد سے انکار کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول متین ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر یہ بات نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ ان کے لیے جائز ہے کیونکہ اجتہاد سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! تو حضرت ابن عمر نے اس کو تسلیم کر لیا۔

اکثر مشائخ صوفیہ کا مختار یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سبحانہٗ کو دیکھا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا جو مخلوق کی عقلوں سے ماوراء ہے اور معراج کی شب آپ کو جو کمال حاصل ہوا وہ تمام کمالات سے بڑھ کر تھا اور آپ کو اس شب اللہ تعالیٰ کا وہ قرب نصیب ہوا جو انسانی عقل سے ماوراء ہے۔[1]

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا اور مجھے دیدار عطا کیا (الحدیث) اور بعض علماء نے کہا آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا ہے یہ قول سنت کے خلاف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔[2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب محبوب اپنے رب سے انتہائی قریب ہوئے تو آپ پر ہیبت طاری ہو گئی، تب اللہ تعالیٰ آپ سے ساتھ انتہائی لطف سے پیش آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے وہی کہا جو حبیب، حبیب سے کہتا ہے اور ان کے مابین وہی راز و نیاز ہوئے جو حبیب اور حبیب کے درمیان راز و نیاز ہوتے ہیں۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۳۱، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[2] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

صوفیاء عظام یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس طرح قریب ہوئے جو ان کی شان کے لائق ہے اور ما زاغ البصر کی تفسیر میں یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اللہ کے جلوہ سے نہیں ہٹی، آپ جنت اور اس کی زینت کی طرف ملتفت ہوئے نہ جہنم اور اس کے شعلوں کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ جمال ذات کو محبت سے دیکھتے رہے اور وما طغی کی تفسیر میں کہا آپ صراط مستقیم سے نہیں ہٹے، ابو حفص سہروردی نے کہا آپ کی نظر بصیرت میں کمی نہیں ہوئی اور بصر نے بصیرت سے تجاوز نہیں کیا، اور سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو دیکھا نہ کسی اور شے کو وہ صرف جمال ذات کو دیکھتے رہے اور صفات الٰہیہ کا مطالعہ کرتے رہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور آپ ہی اپنے رب کے اس طرح قریب ہوئے جو آپ کی شان کے لائق ہے۔ [1]

واقعہ معراج کی تاریخ

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

بکثرت علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین علماء، جمہور محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا۔ علامہ سبکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد دمیاطی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے، اور سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حرمین شریفین میں اسی پر عمل ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج الربیع الآخر میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ رمضان میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔ [2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے روضہ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا، اور فتاویٰ میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی، فاضل ملا ابن طبری نے شرح الشفاء میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ سال بعد معراج ہوئی، اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الاول میں ہوئی۔ اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الآخر میں ہوئی اور روضہ میں وثوق سے لکھا ہے کہ رجب میں ہوئی، ایک قول رمضان کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیسویں شب کو واقع ہوئی، بعض نے کہا جمعہ کی شب ہوئی، بعض نے کہا ہفتہ کی شب ہوئی، علامہ دمیری نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔ [3]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۴۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۶-۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

واقعہ معراج کی ابتداء کی جگہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج کس جگہ ہوئی، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نیند اور بیداری کے عالم میں تھے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا یہاں سے یہاں تک (گلے سے ناف تک) سینہ چاک کیا، الحدیث۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام ہانی سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد ان کے (حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب) کے گھر سوئے ہوئے تھے تو آپ کو معراج کرائی گئی اور اسی شب آپ لوٹ آئے۔ الحدیث[1]

ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ام ہانی کے گھر سوتے پھر وہاں سے اٹھ کر آپ حطیم کعبہ میں چلے گئے اور وہاں سے سفر معراج شروع ہوا اور چونکہ ابتداء میں آپ حضرت ام ہانی کے گھر تھے اور بعد میں حطیم کعبہ تشریف لے گئے، اس لیے دونوں جگہوں کی طرف معراج کی نسبت کر دی گئی، بعض روایات میں ہے کہ آپ کے گھر سے معراج ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام ہانی سے تعلق کی بناء پر آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ

واقعہ معراج بیس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور کسی ایک روایت میں بھی مفصل پورا واقعہ مذکور نہیں ہے، صحیح بخاری کی کسی روایت میں مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام مسلم اور امام نسائی نے کیا ہے، کسی روایت میں شق صدر کا ذکر نہیں ہے اور کسی میں براق پر سوار ہونے کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کا امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، اس کا ذکر امام مسلم، امام نسائی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، صحاح کی روایات میں برزخ کے واقعات دیکھنے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام بیہقی، امام ابن جریر، حافظ ابن کثیر، علامہ حلبی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج متعدد بار متعدد صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے آپ نے اس کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے واقعہ معراج بیان فرمایا اس وجہ سے یہ تمام روایات غیر مربوط اور باہم متعارض ہیں۔

صحیح مسلم کے متن میں ہم نے امام مسلم کی روایات ذکر کر دی ہیں، اب ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم واقعہ معراج کو مختلف کتب حدیث سے اخذ کر کے مربوط طریقہ سے پیش کریں اور جو چیز پہلے ہے اس کو پہلے اور جو بعد میں ہے اس کو بعد میں ذکر کریں، صحاح کی روایات سے واقعہ معراج کو نقل کرنے کے بعد ہم امام بیہقی کے حوالے سے برزخ کے دیکھے ہوئے واقعات پیش کریں گے، اس کے بعد ہم ان احادیث کے اسرار اور نکات بیان کریں گے

فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس رات کا بیان فرمایا جس میں آپ کو معراج کرائی گئی تھی، آپ نے فرمایا جس وقت میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کر دیا، راوی کہتے ہیں میرے پہلو میں جارود تھے میں نے ان سے پوچھا یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا حلقوم سے ناف تک، آپ نے فرمایا پھر میرا دل نکالا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان (اور حکمت) سے لبریز تھا، پھر میرا دل دھویا گیا، پھر اس کو ایمان اور حکمت سے لبریز کیا گیا پھر اس دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ [1]

اور امام بخاری کتاب التوحید میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے آپ کو مسجد حرام سے اٹھا کر زمزم پر لے گئے، ان فرشتوں کے متولی حضرت جبرائیل تھے، پھر حضرت جبرائیل نے آپ کے حلقوم اور ناف کے درمیان سینہ کو چاک کیا، پھر اپنے ہاتھ سے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا حتیٰ کہ پیٹ کو صاف کر دیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر ایمان اور حکمت کو سینہ میں بھر دیا اور تمام گوشت اور رگوں میں ایمان اور حکمت کو سمو دیا گیا پھر سینہ کو بند کر دیا گیا۔ [2]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین چڑھائی ہوئی تھی، اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شوخی سے اچھل کود کی تو اس سے حضرت جبرائیل نے کہا کیا تم سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم شخصیت آج تک تم پر سوار نہیں ہوئی، تب براق تھم گیا اور اس کا پسینہ بہنے لگا۔ [3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی، اس کا رنگ سفید تھا، جارود نے کہا: اے ابو حمزہ! (حضرت انس) کیا وہ براق تھا؟ حضرت انس نے کہا ہاں وہ منتہیٰ نظر پر قدم رکھتا تھا مجھے اس پر سوار کرایا گیا اور جبرائیل

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ، صحیح بخاری ج ١ ص ٥٤٨، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٨١ھ

[2] " " " " صحیح بخاری ج ٢ ص ١١٢٠، " " " " ، ١٣٨١ھ

[3] امام محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ، جامع ترمذی ص ٤٤٨، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

مجھے لے کر چلے۔ [۱]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔ [۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کثیب احمر کے پاس سے گذر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام نسائی نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے: [۳]

امام احمد نے اس حدیث کو چھ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [۴]

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [۵]

امام ابو یعلیٰ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [۶]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا: آپ ہمیں شب معراج کا واقعہ بیان کیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر میں سو گیا۔ پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا، میں بیدار ہوا، مجھے کچھ نظر نہ آیا، پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غور سے دیکھا تو مجھے خچر کے مشابہ ایک جانور نظر آیا اس کے کان اوپر اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے، اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس (قسم کے) جانور پر سواری کرتے تھے، وہ منتہیٰ نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، جس وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا، پھر مجھے بائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو!، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹ – ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[۳] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۰ – ۱۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۴] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۸ – ۱۴۴ – ۱۲۰، ج ۵ ص ۳۶۵ – ۳۶۲، ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۵] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۸۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۶] حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ ج ۴ ص ۱۴۱ – ۱۴۰، ۱۴۰، ۱۳۵، دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی بانہیں کھولے کھڑی تھی، اس نے بھی کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو. میں نے اس کی طرف بھی التفات نہیں کیا نہ اس کے پاس ٹھہرا، حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا. میں نے اس حلقہ میں اپنی سواری کو باندھا جس حلقے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے، پھر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا، اور شراب کو چھوڑ دیا، حضرت جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کو پالیا. میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضرت جبرائیل نے پوچھا آپ نے اس راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں جارہا تھا تو دائیں جانب سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، حضرت جبرائیل نے کہا یہ بلانے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہوجاتی. آپ نے فرمایا جب میں جارہا تھا تو ایک شخص نے مجھے بائیں جانب سے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، جبرائیل نے کہا یہ نصرانی تھا، اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے تو آپ کی امت عیسائی ہوجاتی. آپ نے فرمایا اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی بانہیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا: اے محمد! میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، جبرائیل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی.

آپ نے فرمایا پھر میں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے، اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میرے پاس ایک معراج (نورانی سیڑھی) لائی گئی جس پر بنو آدم کی روحیں اس وقت چڑھتی ہیں جب تم دیکھتے ہو کہ میت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہیں وہ بہت حسین معراج تھی، کسی مخلوق نے ایسی معراج نہ دیکھی ہوگی. میں اور حضرت جبرائیل اس معراج پر چڑھے، حتیٰ کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے فرشتے سے ہوئی اس کا نام اسماعیل تھا. اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما یعلم جنود ربک الا ھو ۔ آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے ۔

(مدثر : ۳۱)

پھر حضرت جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا جبرائیل. پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انھیں بنایا گیا تھا. ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو علیین میں لے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو سجین میں لے جاؤ. ابھی میں کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا ہے کہ دسترخوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نفیس بھنا ہوا گوشت

رکھا ہے، اور دوسری جانب اور خوان رکھے ہیں جن پر نہایت بدبودار اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس نہیں جاتے اور سڑا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا: اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں، پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح ہیں ان میں سے جب بھی کوئی اٹھتا گر جاتا، اور کہتا اے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا، ان کو فرعونی جانور روند رہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے سود کھانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے، پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے سنا، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے دراصل یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے تھے اور عنقریب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں، میں نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہی تھیں، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون عورتیں ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امتوں میں سے زنا کرنے والیاں ہیں، پھر میں کچھ اور آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے غیبت کرنے والے اور چغلی کرنے والے لوگ ہیں، الحدیث[1]

اس حدیث کو امام ابن جریر نے سورہ اسراء کی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے، اور اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابوہارون عبدی متروک ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔[2]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلا کی تفسیر میں فرمایا:

میرے پاس ایک گھوڑی لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کرایا گیا، آپ نے فرمایا اس کا قدم منتہٰی بصر پر تھا، آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی چلے، آپ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی، آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں، ان کی نیکیاں

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۳ - ۳۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۷ - ۲۵۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ ھ

کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا ہے، اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور چیز لے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا تھا، اور جب سر کچل دیا جاتا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ پھر سر کچل دیا جاتا) میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرض) نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑوں کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار درخت زقوم کو جانوروں کی طرح چر چگ رہے تھے، اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے انسان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے دیگچیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا، وہ سڑے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے جو ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقعدوا بکل صراط توعدون (اعراف، ۸۶)
اور ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کہ مسلمانوں کو ڈراؤ۔

آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر آپ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر لیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا تھا، اور وہ اس گٹھے میں مزید لکڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے وہ شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جا رہے تھے، اور جب بھی ان کو کاٹ دیا جاتا وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی، آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں[سہ]، پھر آپ کا گذر ایک چھوٹے پتھر سے

[سہ] امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے کیا یہ عقل نہیں رکھتے (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) حافظ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (موارد الظمآن ج ۱ ص ۳۹، طبع مکہ مکرمہ) حافظ ابو نعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۲، ص ۴۳-۴۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

ہوا جس کے سوراخ سے ایک بڑا بیل نکل رہا تھا، پھر وہ بیل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بڑی) بات کہہ کر اس پر نادم ہوتا ہے اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا، پھر آپ کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جہاں سے بہت خوش گوار، ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آ رہی تھی، جس میں مشک کی خوشبو تھی، اور وہاں سے آواز آ رہی تھی، آپ نے پوچھا اے جبرائیل یہ مشک کی خوشبو والی پاکیزہ ہوا کیسی ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ انھوں نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے اہل عطا فرما، کیونکہ میری خوشبو، میرا ریشم، میرا سندس اور استبرق، میرے موتی، میرے مرجان، میرے منگے، میرا سونا اور چاندی، میرے کوزے اور کٹورے، میرا شہد میرا دودھ، اور میری شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تو اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اہل جنت عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے لیے ہر مسلم اور مسلمہ ہے اور ہر مومن اور مومنہ ہے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور میرے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور میرے سوا کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو مجھ سے ڈریں گے میں ان کو امان دوں گا اور جو مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو عطا کروں گا اور جو مجھے قرض دیں گے میں ان کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریں گے میں ان کے لیے کافی ہوں اور میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں میں وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ایک ایسی وادی پر آئے جہاں سے نہایت بری، بھیانک اور مکروہ آوازیں آ رہی تھیں، آپ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کیسی آوازیں ہیں، انھوں نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے مجھے اہل دوزخ عطا کر جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کیونکہ میرے طوق، میری زنجیریں، میرے شعلے اور میری گرمی، میرا تھوہر، میرا لہو اور پیپ اور میرے عذاب اور سزا کے اسباب بہت وافر ہو گئے ہیں، میری گہرائی بہت زیادہ ہے، میری آگ بہت تیز ہے، مجھے وہ لوگ دے جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک اور کافر، خبیث اور منکر بے ایمان مرد اور عورت تیرے لیے ہے یہ سن کر جہنم نے کہا میں راضی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بیت المقدس پر آئے، اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی، پھر آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو انھوں نے کہا اے جبرائیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ (سیدنا) محمد رسول اللہ ہیں اور خاتم النبیین ہیں، انھوں نے پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ جبرائیل نے کہا ہاں! انھوں نے کہا اللہ ہمارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں انھیں خوش آمدید ہو، پھر انبیاء علیہم السلام کی روحیں آئیں، انھوں نے اپنے رب کی ثنا کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

الحمد للّٰه الذی اتخذ ابراهیم خلیلا و اعطانی ملکا عظیما وجعلنی امۃ قانتا للّٰه یوتم بی وانقذنی من النار، وجعلها علی بردا وسلاما۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے عظیم ملک دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری پیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے

ٹھنڈک اور سلامتی کر دیا۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے کہا:

الحمد لله الذی خولنی ملکا وانزل علی الزبور والان لی الحدید وسخر لی الطیر والجبال، واتانی الحکمة وفصل الخطاب.

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے حکومت کی نعمت دی اور مجھ پر زبور نازل کی اور لوہے کو میرے لیے نرم کر دیا اور پرندوں اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے حکمت دی اور فیصلہ سنانے کا منصب دیا۔

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذی سخر لی الریاح والجن والانس وسخر لی الشیاطین یعملون ما شئت من محاریب وتماثیل الأیة و علمنی منطق الطیر وکل شیء واسال لی عین القطر واعطانی ملکا عظیما لاینبغی لاحد من بعدی.

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں کو، جنوں اور انسانوں کو مسخر کر دیا اور میرے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو عمارتیں اور مجسمے بناتے تھے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور ہر چیز سکھائی، اور میرے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔ اور مجھے ایسا عظیم ملک دیا جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے کہا:

الحمد لله الذی علمنی التورٰة والانجیل وجعلنی ابرئ الاکمه والابرص واحی الموتی باذنه ورفعنی وطهرنی من الذین کفروا واعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلم یکن للشیطان علیها سبیل.

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرنے والا بنایا، اور میں اس کے اِذن سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان پر اٹھایا اور مجھے کفار سے نجات دی اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے محفوظ رکھا، اور شیطان کا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔

پھر حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذی ارسلنی رحمة للعلمین وکافة للناس بشیرا ونذیرا وانزل علی الفرقان فیه تبیان کل شیء وجعل امتی خیر امة اخرجت للناس وجعل امتی امة وسطا وجعل امتی هم

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن مجید کو نازل کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت کو اوّل اور آخر بنایا۔ اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے

الاولون وهم الآخرون وشرح صدري ووضع عني وزري ورفع لي ذكري وجعلني فاتحا وخاتما.

بوجھ اتار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتدا کرنے والا اور انتہا کرنے والا بنایا۔

حضرت ابراہیم نے کھڑے ہو کر فرمایا انہی فضائل کی وجہ سے تم سب پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فضیلت دی گئی ہے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو نماز پڑھائی، امام بیہقی کی اس روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اس کو امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

امام نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ثم دخلت الى بيت المقدس فجمع لي الانبياء عليهم السلام فقدمني جبرائيل حتى اممتهم.[1]

پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، اس میں میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت جبرائیل نے مجھے ان کے آگے کھڑا کیا اور میں نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا، آپ سے کہا گیا کہ اس کو پئیں، آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا۔ پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا، آپ نے اس سے سیر ہو کر پیا۔ پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی، آپ نے فرمایا میں سیر ہو چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ٹھیک کیا، آپ کی امت پر عنقریب شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی کرتے۔ اس کے بعد آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے ——— الحدیث بطولہ۔[3]

اس حدیث کو امام ابن ابی جریر طبری نے سورۂ اسراء کی تفسیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے بروایت کیا ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔[4]

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے ماسوا ایک راوی کے اور وہ ربیع بن انس ہے۔[5]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱-۳۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۷۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷۶-۲۷۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ ھ

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۷-۷۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام بزار کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [1]

(اس حدیث کا بقیہ حصہ ان شاء اللہ ہم واقعاتی ترتیب کے مطابق بعد میں ذکر کریں گے)۔

امام بخاری مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انھوں نے کہا جبرائیل ہے، پھر آسمان کے فرشتوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! کہا گیا کہ انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے دروازہ کھول دیا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے! میں نے سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام (میرے ہمراہ) اوپر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ اس (دوسرے آسمان کے دربان) نے کہا خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں آپ انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! جبرائیل سے دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پھر دریافت کیا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں نے کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پھر دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، چوتھے آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتھ لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار ج ۱ ص ۴۵-۴۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، پانچویں آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کے لیے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے اوپر چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے، جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں انھوں نے کہا ہاں۔ اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں تو انھوں نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر چڑھا لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا! پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ تو اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور نہایت مبارک ہے پھر جب میں وہاں پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انھیں سلام کیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو ابن صالح اور نبی صالح کو، پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھایا گیا تو اس درخت سدرہ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل فرات ہیں پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا۔ میں نے دودھ کو لے لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔ [1]

علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فالمنتهى حينئذ موضع لا يتعداه ملك ولا يعلم ما وراءه احد واليه ينتهي ارواح الشهداء۔ [2]

سدرۃ المنتہیٰ وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جا سکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے ماوراء کیا ہے۔ شہداء کی روحیں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹ - ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲۷ ص ۳۱، مطبوعہ مصطفیٰ البابی اولادہ مصر

نیز علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

ان جبرائیل تخلف عنہ فی مقام لو دنوت انملۃ لاحترقت۔[1]

ایک مقام پر جبرائیل آپ سے پیچھے رہ گئے، (اور کہا) اگر میں ایک پور بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

وھو مقام جبرائیل وکان قد بقی ھناک عند عروجہ علیہ السلام الی مستوی العرش وقال لو دنوت انملۃ لاحترقت۔[2]

یہ مقام جبرائیل ہے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام وہیں رہ گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

قاضی عیاض نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے:

تدلی الرفرف وفارقنی جبرائیل[3]

جبرائیل نے مجھے رفرف پر بٹھایا اور مجھ سے جدا ہو گئے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن الحسن قال فارقنی جبرائیل ای فی مقام قرب الجلیل وقال لو دنوت انملۃ لاحترقت۔[4]

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب جلیل کے قرب کے مقام میں حضرت جبرائیل مجھ سے الگ ہو گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی، شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں:

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہٰی کی طرف عروج کرایا گیا اس کے پھل مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، آپ نے اس کو دیکھا درآں حالیکہ اس کو اللہ کی طرف سے نور نے ڈھانپ رکھا تھا، اور کوئی شخص اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ شدت نور کی وجہ سے آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی، آپ نے دیکھا سدرہ کی جڑ سے چار دریا نکل رہے ہیں دو دریا ظاہری تھے اور دو دریا باطنی تھے، آپ کو حضرت جبرائیل نے بتایا کہ ظاہری دریا نیل اور فرات ہیں اور باطنی دریا جنت کی طرف جا رہے ہیں، اور نیل اور فرات بھی قیامت کے دن جنت میں چلے جائیں گے اور یہ جنت میں شہد اور دودھ کے دریا ہوں گے، شیخ ابن عربی نے کہا ان دریاؤں سے پینے والوں کو مختلف قسم کے علوم حاصل ہوتے ہیں اور بتایا کہ بنو آدم کے اعمال سدرۃ المنتہٰی کے

---

[1] ملا نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲۷ ص ۲۰، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر

[2] علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پاس رک جاتے ہیں اور یہ روحوں کی جائے قرار ہے، اوپر جو چیزیں نیچے نازل ہوتی ہیں یہ ان کی انتہا ہے اوپر سے کوئی چیز نیچے نہیں جا سکتی، اور جو چیزیں نیچے سے اوپر جاتی ہیں یہ ان کی بھی انتہا ہے، نیچے سے کوئی چیز اس کے اوپر نہیں جا سکتی۔ اور یہیں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جائے قیام ہے۔ اسی جگہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم براق سے اترے اور آپ کے لیے رفرف (سبز رنگ کا تخت) لایا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم رفرف پر بیٹھے اور جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رفرف کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتے کے سپرد کر دیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے آگے ساتھ چلنے کا سوال کیا تاکہ آپ کو ان کی وجہ سے انسیت رہے، حضرت جبرائیل نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، اگر میں ایک قدم بھی چلا تو جل جاؤں گا، ہم میں سے ہر فرشتے کے لیے ایک معروف جائے قیام ہے، اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے یہ سیر آپ کو اس لیے کرائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائے، آپ اس سے غافل نہ ہوں پھر حضرت جبرائیل نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہوئے، رفرف آپ کو لے کر روانہ ہوا حتیٰ کہ آپ مقام استواء پر پہنچے جہاں آپ نے صریف اقلام (قلم چلنے) کی آواز سنی اور اقلام الواح میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو لکھ رہے تھے جو اللہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری فرماتا ہے اور ملائکہ جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں، اور ہر قلم ایک فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو کچھ عمل کرتے ہو ہم اس کو لکھ رہے ہیں۔ پھر آپ نور میں تیزی سے دوڑے اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا وہ آپ سے پیچھے رہ گیا، جب آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا تو آپ گھبرائے اور اس عالم نور میں آپ حیران اور پریشان تھے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ کیا کریں، اب فرشتہ تھا نہ رفرف تھا آپ کے ہر طرف نور تھا اور آپ عالم وجد میں دائیں بائیں جھوم رہے تھے، اس وقت آپ نے دیدار کی اجازت طلب کی تاکہ اپنے رب کے حضور خاص میں داخل ہوں تب حضرت ابوبکر کی آواز کے مشابہ ایک آواز آئی:

قف یا محمد فان ربك یصلی۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ٹھہریے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

آپ اس آواز سے متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ کیا میرا رب نماز پڑھ رہا ہے؟ جب آپ کے دل میں تعجب پیدا ہوا اور آپ حضرت ابوبکر کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر اس آیت کی تلاوت ہوئی:

هو الذی یصلی علیکم وملائکته۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اس سے نماز مراد نہیں بلکہ اس سے اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے۔

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حضرت مقدسہ میں داخل ہونے کا اذن ملا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنی تھی، اور آپ کی آنکھ نے وہ جلوہ دیکھا جس کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ [1]

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۹ - ۳۸، مطبوعہ مطبعہ الازہریہ، مصر، ۱۳۰۵ھ

امام بیہقی حضرت ابوہریرہ کی سابق طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں:

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوا اور فرمایا مانگیے! آپ نے عرض کیا: تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور تو نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، اور تو نے حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا، اور تو نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے پہاڑوں، جنوں، انسانوں، شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، اور ان کو اتنی عظیم سلطنت دی جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے اور تو نے حضرت عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا اور انہیں مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کے لیے شفا دینے والا بنا دیا اور وہ تیری اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھا۔ تب آپ کے رب نے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمان ہیں اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، اور آپ کا شرح صدر کیا، اور آپ سے بوجھ دور کر دیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے (یعنی اذان وغیرہ میں) اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی اور آپ کی امت امت عادلہ بنائی گئی اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا گیا، اور آپ کی امت کے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ کی کتاب رکھی گئی اور ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، اور میں نے آپ کو از روئے خلق کے تمام انبیاء میں اول اور از روئے بعثت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور سورہ بقرہ کی آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے فضیلت دی مجھ کو رحمت للعالمین بنایا، تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور تیمم کا ذریعہ بنایا اور مجھے کلام کے فواتح، خواتیم اور جوامع عطا کیے اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر مخفی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہو یا متبوع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا۔ [1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور جبار رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا، پھر اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ جو آپ پر وحی نازل کرتا ہے اس نے آپ پر وہ وحی نازل کی اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، پھر آپ نیچے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو روک لیا اور کہا یا محمد! آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا؟ آپ نے فرمایا اس نے مجھ کو ہر روز (دن اور رات میں) پچاس نمازیں

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۳-۴۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

پڑھنے کا حکم دیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تاکہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کر دے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوئے، گویا اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے، حضرت جبرائیل نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ پسند کریں تو آپ پھر حضرت جبار میں پہنچے اور آپ نے اسی پہلے مقام میں پہنچ کر عرض کیا: اے رب ہمارے لیے تخفیف کر دے کیونکہ میری امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار آپ کے رب کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے آپ کو پانچ نمازوں پر پھر روک لیا اور کہا یا محمد! خدا کی قسم میں اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، وہ پانچ سے کم نمازیں بھی نہ پڑھ سکے اور ان کو ترک کر دیا، آپ کی امت کے اجسام، ابدان، قلوب، آنکھیں اور کان تو ان سے زیادہ کمزور ہیں، آپ پھر جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کرائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوتے تھے تاکہ وہ آپ کو مشورہ دیں اور حضرت جبرائیل نے اس کو ناپسند نہیں کیا اور آپ پانچویں بار پھر گئے اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم، دل، کان اور بدن کمزور ہیں آپ ہم سے تخفیف کر دیجئے۔ جبار نے فرمایا: یا محمد! آپ نے فرمایا لبیک وسعدیک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے لوح محفوظ میں جس طرح لکھ دیا ہے میرا اس قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ حضرت موسیٰ کی طرف لوٹے۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا ہمارے رب نے تخفیف کر دی اور ہمارے لیے ہر نیکی کا دس گنا اجر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! میں بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، انھوں نے اس سے کم نمازوں کو بھی ترک کر دیا تھا، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور ان نمازوں میں بھی کمی کرائیے، آپ نے فرمایا اے موسیٰ! بہ خدا مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے! پھر اسی رات آپ واپس آکر مسجد حرام میں سو گئے، اور صبح بیدار ہوئے۔ [1]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں، معراج کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں گزشتہ رات بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیز دیکھی، ابوجہل بن ہشام نے کہا کیا تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گزشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں، حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ مسافت طے کر کے بیت المقدس پہنچتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کر کے یہاں واپس پہنچتا ہے، کہ یہ آنا اور جانا دو ماہ میں طے ہوتا ہے اور یہ ایک رات میں جا کر واپس آ گئے! پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا میں نے جاتے وقت اس قافلہ کو فلاں فلاں

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جگہ دیکھا ہے اور جب میں واپس لوٹا تو میں نے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے، پھر آپ نے قافلہ میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی، کہ وہ اونٹ اس اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا۔ ابوجہل نے کہا انھوں نے ہمیں کئی چیزوں کی خبر دی ہے۔ پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس مشرک نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے۔ آپ مجھے اس کی عمارت، اس کی ہیئت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے متعلق بتلایے؛ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ اس طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بیان فرما رہے تھے، آپ نے بتایا کہ اس اس طرح اس کی عمارت ہے اور اس کی اس اس طرح ہیئت ہے اور وہ پہاڑ کے اس اس طرح قریب ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ [1]

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس کا امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں میزاب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر انھیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ [3]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، کہ جس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، پھر اس رات میں نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا، پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں قریش کو بتلاؤں کہ میں نے اس رات کیا کیا دیکھا ہے، میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کے پاس جا کر ان کو واقعہ معراج کی خبر دی، جبیر بن مطعم نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر واقعی تم اس رات وہاں گئے ہوتے تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتے، ایک شخص نے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۶-۳۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۵۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں بخدا میں نے دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کو ڈھونڈ رہے تھے، اس شخص نے کہا کیا آپ بنو فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گذرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا، اس نے کہا اچھا بتلایئے ان کی اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون کون تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت ان کی گنتی کی طرف توجہ نہیں کی تھی تو اسی وقت وہ اونٹ اور ان کے چرواہے آپ کے پاس حاضر کر دیئے گئے آپ نے اونٹوں کو گن لیا اور ان کے چرواہوں کو جان لیا، پھر آپ نے قریش سے فرمایا تم نے مجھ سے بنو فلاں کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے چرواہوں کے متعلق پوچھا تھا، سنو ان اونٹوں کی تعداد اتنی ہے اور ان کے فلاں فلاں چرواہے ہیں، اور ان میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر) کے بھی چرواہے ہیں، اور صبح یہ اونٹ وادی ثنیہ میں پہنچ جائیں گے، وہ لوگ صبح وادی ثنیہ دیکھنے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا آپ نے سچ فرمایا ہے یا نہیں؟ سو وہ اونٹ آگئے، ان لوگوں نے اونٹ والوں سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا، انھوں نے کہا ہاں، پھر دوسرے سے پوچھا کیا تمہاری سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹی تھی، انھوں نے کہا ہاں پھر انھوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس پیالہ تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا بخدا میں نے وہ پیالہ رکھا تھا۔ اس سے کسی نے پانی پیا تھا نہ کسی نے اس پانی کو زمین پر گرایا تھا (اور وہ پانی ختم ہو گیا تھا) حضرت ابوبکر نے کہا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اسی دن سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہو گیا۔ [1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس روایت کے آخر میں ہے:) صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا۔ وہ لوگ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا اے ابوبکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں! مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں جگہ پر قریش کے قافلہ کے پاس سے گذرا تھا، مجھے دیکھ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگا اور چکر لگانے لگا، اور اس قافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں وہ گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب قافلہ واپس آیا تو انھوں نے قافلے والوں سے پوچھا تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اسی دن سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق پڑ گیا۔ [2]

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۴۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۴۸

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اسماعیل بن عبدالرحمان قرشی بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی، تو انھوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ کو آئے گا پھر بدھ کے دن قریش صبح سے قافلہ کے انتظار میں بیٹھے رہے، حتیٰ کہ دن غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا، اور سورج کو صرف اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لیے جب جمعہ کے دن انھوں نے جبارین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہونے لگا تو انھوں نے دعا کی کہ سورج کو مؤخر کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لیے جنگ کرنا جائز نہ تھا۔ [1]

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ قافلہ بدھ کے دن نصف النہار کے وقت آ گیا تھا یہ روایت اس کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ تین قافلوں کے پاس سے گزرے تھے اور مشرکین میں سے ہر ایک نے اپنے قافلہ کے متعلق پوچھا تھا ان میں سے ایک قافلہ بدھ کی دوپہر کو آ گیا تھا اور یہ قافلہ بدھ کی شام کو پہنچا تھا۔ [2]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابو نعیم اصبہانی نے دلائل النبوت میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کو قیصر روم کے پاس بھیجا۔ ہرقل (شاہ روم) نے ابوسفیان صخر بن حرب کو بلایا۔ ابوسفیان اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرقل کی نگاہوں میں نیچا کرنا چاہتا تھا، اس نے کہا: اے بادشاہ! کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جس سے ان کا جھوٹا ہونا تم پر واضح ہو جائے؟ ہرقل نے کہا بتاؤ وہ کیا بات ہے؟ ابوسفیان نے کہا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک رات وہ ہماری زمین ارض حرم سے نکلے اور تمہاری اس مسجد مسجد ایلیاء میں پہنچے اور اس رات صبح سے پہلے ہمارے پاس واپس آ گئے، مسجد ایلیاء کا بطریق قیصر روم کے سر کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے پوچھا تمہیں کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں ہر رات کو سونے سے پہلے مسجد کے دروازے بند کیا کرتا تھا۔ اس رات کو میں نے تمام دروازے بند کر دیئے مگر میں ایک دروازہ بند نہیں کر سکا، میں نے بڑھئیوں (ترکھانوں) کو بلایا انھوں نے دیکھ کر کہا اس دروازے کے اوپر والی چوکھٹ بیٹھ گئی ہے، اس وقت ہم اس کو ٹھیک نہیں کر سکتے صبح دیکھیں گے میں اس رات دونوں کواڑ کھلے چھوڑ گیا، صبح میں آیا تو دیکھا مسجد کے قریب پتھر میں سوراخ تھا اور اس میں سواری کو باندھنے کا نشان تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا گذشتہ رات یہ دروازہ صرف نبی کے لیے کھلا رکھا گیا تھا اور گذشتہ رات ہماری اس مسجد میں نماز پڑھی گئی تھی۔ [3]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۶ ص ۱۲۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[3] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

رات میں معراج کرانے کے اسرار

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: رات کے وقت معراج کرانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ رات کو خلوت، اختصاص اور مجالس ملوک کا وقت ہوتا ہے، اور یہ دن کے وقت سے افضل اور اشرف ہے، یہ وقت احباء سے راز و نیاز کا ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت مختلف کرامات سے نوازا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فلما جن عليه الليل رای کوکبا۔ (انعام : ۷۶)	جب ان پر رات تاریک ہوگئی تو انھوں نے ایک ستارہ دیکھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فاسر باهلك بقطع من الليل۔ (حجر : ۶۵)	تو آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ باقی حصہ میں لے جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت سرگوشی کی:

فقال لاهله امكثوا انی آنست نارا۔ (طٰہٰ : ۱۰)	جب موسیٰ نے اپنی زوجہ سے کہا ٹھہرو بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ رات کے وقت بنو اسرائیل کو مصر سے لے جائیں۔

فاسر بعبادی ليلا انكم متبعون۔ (دخان : ۲۳)	تو میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زیادہ انعام رات کے وقت عطا فرمائے، شق القمر کا معجزہ رات میں ہوا، جن آپ پر رات کے وقت ایمان لائے، مدینہ کی طرف ہجرت رات میں ہوئی اور غار ثور میں بھی رات کے وقت گئے، سو معراج بھی رات میں کرائی گئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وجعلنا الليل والنهار آيتين (اسراء : ۱۲)	ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔
وسخر لكم الليل والنهار۔ (نحل : ۱۲)	اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔

۴۔ رات اصل ہے، اسی لیے مہینہ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے اور رات کی سیاہی میں آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے، اور چاند کا چہرہ چمکتا ہے۔

۵۔ ہر رات کو دن لازم ہے، لیکن ہر دن کو رات لازم نہیں ہے، کیونکہ روز محشر کے بعد رات نہیں ہوگی۔

۶۔ رات کا وقت دعا کی قبولیت، عطاء الٰہی اور بخشش کا وقت ہے۔

۷۔ لیلۃ القدر رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور ہزار مہینوں میں کتنے دن اور کتنے جمعہ ہیں۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر سفر رات کو کرتے تھے، آپ نے فرمایا رات کی سیاہی کو لازم رکھو کیونکہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے۔

۹۔ دن کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تو عیسائیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا، آپ کی امت کو اس ابتلاء سے محفوظ رکھا گیا۔

۱۰۔ رات کا وقت زیادہ عبادت کرنے کا وقت ہے، آپ رات کو اس قدر قیام کرتے تھے کہ پائے مبارک میں ورم آگیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا (مزمل ۱-۲) اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کریں مگر تھوڑا۔

ومن اللیل فتھجد بہ (اسراء: ۷۹) اور رات کے کچھ وقت میں آپ تہجد پڑھیں۔

۱۱۔ چونکہ آپ رات کو زیادہ عبادت کرتے تھے تو معراج کا انعام بھی رات میں دیا گیا۔

۱۲۔ رات کے وقت معراج ہونے سے معراج کی تصدیق کرنا زیادہ اجر و ثواب کا سبب ہوا کیونکہ یہ ایمان بالغیب ہو گیا، اور اگر دن میں معراج ہوتی تو سب مشاہدہ کر لیتے اور مومنین اور منکرین میں امتیاز نہ ہوتا۔[1]

معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

امام بخاری نے حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں سوئے ہوئے تھے کہ یکایک آپ کے پاس فرشتہ آیا، اور قتادہ کی روایت میں ہے، میں حجر اسود کے پاس سویا ہوا تھا کہ فرشتہ آیا[2] اور امام بخاری نے مالک بن صعصعہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں بیت اللہ میں سویا ہوا تھا[3] اور امام محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب سے معراج کرائی گئی،[4] امام طبرانی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، سو اس رات میں نے آپ کو غائب پایا۔[5]، اور امام بخاری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت کو شق کیا گیا اور فرشتہ نازل ہوا۔[6]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۵،

[4] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ ھ

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں تھا۔ آپ ام ہانی کے گھر سوئے، ان کے گھر کی چھت کو شق کیا گیا، اور آپ نے ان سے تعلق کی بناء پر ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر چھت سے فرشتہ اترا اور آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے مسجد حرام لے گیا، وہاں جا کر آپ لیٹ گئے اور آپ کو اونگھ آگئی، پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازے پر لے گیا اور وہاں سے آپ کو براق پر سوار کرایا۔ امام ابن اسحاق نے حسن بصری سے مرسلاً روایت بیان کی ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے، آپ کو مسجد میں لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کرایا، اس روایت سے بھی اس تطبیق کی تائید ہوتی ہے۔ لہ

حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتہ کے آنے کی وجوہات کے اسرار

حضرت ام ہانی کے گھر فرشتہ چھت کو شق کر کے آیا تاکہ واقعہ معراج کا اچانک وقوع پذیر ہونا مزید واضح ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ نے آنے کے لیے معروف طریقہ اور معمول کے مطابق آنے کے راستہ کو ترک کر کے چھت شق کر کے خلاف عادت اور غیر معمول راستہ اختیار کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر بھی غیر معمولی نوعیت کا حامل اور خلاف عادت ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ چھت کو شق کیا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس سفر میں آپ کا شق صدر ہوگا اور سینہ مبارک چاک کیا جائے گا اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتہ دروازہ کی بجائے اوپر سے آیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر اوپر کی جانب ہوگا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار

معراج کی شب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر نہیں سوئے بلکہ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئے، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے گھر کو آپ کی مستقل سکونت کی وجہ سے ویسے ہی فضیلت حاصل تھی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہو کہ حضرت ام ہانی کے گھر کو یہ فضیلت حاصل ہو جائے کہ اس گھر سے آپ کو معراج ہوئی اور اس وجہ سے حضرت ام ہانی کا چرچا ہو، کیونکہ جب بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہوگا تو حضرت ام ہانی کا بھی ذکر ہوگا کیونکہ ان کے گھر سے سفر معراج کی ابتداء ہوئی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آداب یہ ہیں کہ آپ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا حجرے کے پیچھے سے آپ کو آواز دینا دونوں ممنوع ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم۔ (احزاب : ۵۳)	اے ایمان والو! نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔
ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ۝ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم ط	بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود ان کی طرف باہر تشریف

لہ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۰۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

(حجرات: ۵ - ۴) لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔

امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافۃ[1] میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں، اس لیے فرشتوں کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ بلا اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوں یا آپ کو گھر کے باہر سے آواز دے کر پکاریں، سو اگر آپ اپنے گھر میں ہوتے تو فرشتوں کے لیے آپ کو مسجد حرام میں لے جانا دشوار ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں یہ ڈالا کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئیں تاکہ فرشتے اچانک آپ کے پاس آئیں اور آپ کو مسجد حرام میں لے جائیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے گھر کو یہ عزت اور خصوصیت آپ کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی فی نفسہٖ اس گھر کے یہ آداب نہیں تھے، تو جب آپ حضرت ام ہانی کے گھر چلے گئے تو اب اس گھر کے آداب ہو گئے اور وہاں بھی بلا اجازت داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس گھر میں آپ کی مستقل سکونت ہو اس کی نسبت اور اضافت آپ کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید نے اسی کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں اور جس گھر میں آپ چند دنوں کے لیے جائیں وہ آپ کا گھر نہیں کہلاتا اور نہ قرآن مجید نے اس کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں۔

شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق

آپ کا سینہ مبارک تین بار چاک کیا گیا، ایام طفولیت میں، بعثت کے وقت اور معراج کے موقع پر۔

پہلی بار بچپن میں آپ کے شق صدر کے متعلق امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرائیل آئے آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیرا اور آپ کا دل نکال لیا، پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا۔[2]

اس حدیث کو مزید تفصیل کے ساتھ حافظ ابو نعیم نے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ پر نبوت کی ابتدا کس چیز سے ہوئی، آپ نے فرمایا جب تم نے یہ سوال کر ہی لیا ہے تو سنو، میں دس سال کی عمر میں صحراء میں جا رہا تھا، اچانک میں نے اپنے سر کے اوپر دو آدمیوں کو دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں! انھوں نے گدی سے پکڑ کر مجھے گرا دیا پھر میرے پیٹ کو چاک کیا، جبرائیل سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے، اور میکائیل میرا پیٹ دھو رہے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا اب ان کا سینہ چاک کرو۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرا سینہ چاک ہو چکا تھا اور

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۲

مجھے بالکل درد نہیں ہوا، پھر کہا ان کا دل شق کرو، پھر میرا دل چیرا، پھر کہا اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو، تو انھوں نے ایک جمے ہوئے خون کے مشابہ چیز نکال کر پھینک دی، پھر کہا ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو، تب انھوں نے چاندی کی طرح کوئی چیز داخل کی، اور انھوں نے اپنے پاس سے کوئی پسی ہوئی چیز نکالی اور وہ اس پر چھڑکی، پھر انھوں نے میرے پیر کے انگوٹھے کو ہلایا اور اس کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا جاؤ، میں چلا گیا اور اس کے بعد میرے دل میں چھوٹوں پر رحمت اور بڑوں کی توقیر سما گئی۔ [1]

اس حدیث کو امام محمد بن سعد[2]، امام بیہقی[3]، امام احمد[4]، امام دارمی[5] اور امام حاکم[6] نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کا حافظ ابن کثیر[7] اور حافظ ابن حجر عسقلانی[8] نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد کی سند حسن ہے۔ [9]

امام ابن حبان نے اس حدیث کو از عبد اللہ بن جعفر از حلیمہ سعدیہ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

قال اتانی رجلان علیہما ثیاب بیض فاضجعانی ثم شق بطنی فو اللہ ما ادری ما صنعا۔ [10]	(آپ نے حلیمہ سعدیہ کو بتایا) کہ میرے پاس سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا، بہ خدا مجھے پتا نہیں چلا کہ انھوں نے کیا کیا (یعنی مجھ کو بالکل درد نہیں ہوا۔)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ [11]

حضرت ابوہریرہ کی مذکور الصدر روایت کو حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اس

---

[1] حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۲۰ - ۲۱۹، مطبوعہ دار النفائس

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۳۶، ۱۴۰۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۶ - ۱۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[7] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[8] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۴۶۰، ج ۱۳ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[9] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[10] امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۸۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۴۰۰ھ

[11] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن ص ۵۱۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

میں ہے:

فاقبل الی یمشیان حتی اخذ کل واحد منهما بعضدی لا اجد لاخذهما مسا فقال احدهما لصاحبه اضجعه فاضجعانی بلا قصر ولا هصر، فقال احدهما لصاحبه افلق صدره فهوی احدهما الی صدری ففلقها فیما اری بلا دم ولا وجع الحدیث رواه عبد الله ورجاله ثقات وثقهم ابن حبان۔ [1]

دو شخص میرے پاس آئے ان میں سے ہر ایک نے مجھے بازو سے پکڑا، مجھے ان کے پکڑنے سے کوئی درد نہیں ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹا دو، انھوں نے مجھے جھٹکائے بغیر لٹا دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کر دو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا، میں یہ منظر دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا اور نہ مجھے درد ہوا (الحدیث)، اس حدیث کو امام عبداللہ نے روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

ہم نے بکثرت حوالہ جات سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں شق صدر کا واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا تھا اس وقت آپ کا خون نکلا تھا نہ آپ کو درد ہوا تھا۔

دوسری بار آپ کا شق صدر بعثت کے موقع پر ہوا تھا۔ امام ابو نعیم اصفہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نذر مانی کہ وہ ایک ماہ غار حرا میں اعتکاف کریں گے، یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے، ایک دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپ کو آواز آئی "السلام علیک" آپ نے فرمایا میں نے گمان کیا کہ اچانک کوئی جن آگیا ہے، میں دوڑتا ہوا حضرت خدیجہ کے پاس گیا، انھوں نے مجھے کپڑا اڑھایا، اور پوچھا اے ابن عبداللہ! کیا بات ہے؟ میں نے کہا میں نے السلام علیک کی آواز سنی اور میرا خیال ہے کہ وہ جن ہے، حضرت خدیجہ نے کہا آپ کو خوشخبری ہو، سلام تو اچھی چیز ہے، آپ نے فرمایا میں دوبارہ نکلا تو حضرت جبرائیل دھوپ میں کھڑے تھے، ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور ایک پر مغرب میں تھا، آپ نے فرمایا میں ان سے خوفزدہ ہوا، میں دوڑتا ہوا آیا تو وہ میرے اور دروازے کے درمیان کھڑے تھے، انھوں نے مجھ سے باتیں کیں حتیٰ کہ میں ان سے مانوس ہو گیا، انھوں نے مجھ سے پھر ملنے کا وعدہ کیا، میں ان کے لیے گیا اور انھوں نے تاخیر کی میں نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو اچانک میں نے دیکھا جبرائیل اور میکائیل کھڑے ہیں، اور انھوں نے افق کو بھر لیا ہے، پھر جبرائیل نیچے اتر آئے اور میکائیل آسمان اور زمین کے درمیان کھڑے رہے، پھر جبرائیل نے مجھے پکڑ کر گدی کے بل لٹا دیا، پھر میرے دل کو شق کیا، پھر دل کو

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

باہر نکالا اور اس میں سے جو حصہ نکالا پھر اس کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر اس کو اپنی جگہ رکھ کر جوڑ دیا اور زخم بند کر دیا، پھر مجھے اس طرح الٹا کیا جس طرح چمڑے کو پلٹتے ہیں، پھر میری پشت پر مہر لگائی، جس کا اثر میں نے اپنے دل میں محسوس کیا، پھر مجھ سے کہا اقراء " پڑھیے" میں نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، اس لیے میں نے نہیں جانا کہ میں کس طرح پڑھوں، اس نے پھر کہا اقراء " پڑھیے" میں نے کہا میں کیا پڑھوں، اس نے کہا:

اقرا باسم ربک الذی خلق ۔ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا
(علق: ۱) کیا ہے ۔

حتیٰ کہ اس نے سورۂ علق کی پانچ آیتیں پڑھیں، ان آیتوں کو میں بالکل نہیں بھولا۔ (الحدیث) ۔[1]

اس حدیث کو امام ابو داؤد طیالسی نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے، دیکھیے حدیث نمبر ۲۳۱۸،

علامہ سہیلی نے اس حدیث کو امام ابن ابی الدنیا کی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کو کیسے یقین ہو گیا کہ آپ نبی ہیں اور آپ نے اپنی نبوت کو کیسے جانا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنایا۔[2]

حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔[3]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ــــــ امام ابو داؤد طیالسی کی مسند کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر کیا ہے۔[4]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کا حافظ ابو نعیم اصفہانی، امام ابو داؤد طیالسی اور امام بیہقی کی دلائل النبوت کے حوالے سے ذکر کیا ہے[5] لیکن مجھے یہ حدیث امام بیہقی کی دلائل النبوت میں بسیار تلاش کے باوجود نہیں مل، ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کو دلائل النبوت کے نام سے التباس ہوا ہو، کیونکہ یہ حدیث حافظ ابو نعیم اصفہانی کی دلائل النبوت میں ہے، امام بیہقی کی دلائل النبوت میں نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تیسری بار آپ کا شق صدر معراج کے موقع پر ہوا تھا، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حطیم کعبہ میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا سینہ چاک کر دیا، راوی کہتا ہے میں نے جارود سے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ انھوں نے کہا حلقوم سے

---

[1] حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۶ ۔ ۲۱۵، مطبوعہ دار النفائس

[2] علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان

[3] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ ھ

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ ھ

[5] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ ھ

لے کر ناف تک، پھر میرا دل نکالا گیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر میرے دل کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھرا گیا پھر اس دل کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ [1]

اس حدیث کو امام مسلم[2] امام نسائی[3]، امام ابن خزیمہ[4]، امام بیہقی[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے بھی معراج کے موقع پر شق صدر کو بیان کیا ہے۔ [6]

تین بار شق صدر کرنے کے اسرار

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شق صدر اور دل کو نکالنے کے متعلق جو کچھ احادیث میں وارد ہے یہ تمام امور خارق (خلاف) عادت ہیں، ان کو تسلیم کرنا واجب ہے اور ان کی حقیقت جاننے کے درپے نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ [7]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پہلی بار شق صدر اس لیے ہوا تاکہ آپ کے قلب مبارک سے جمے ہوئے خون کا لوتھڑا نکالا جا سکے دوسری بار اس لیے شق صدر ہوا کہ آپ کے دل میں حصول وحی کی استعداد رکھی جائے اور تیسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ معراج کے واقعات مثلاً عجائبات برزخ اور آیات الٰہیہ دیکھنے کی استعداد آپ کے دل میں رکھی جائے۔ [8]

بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلی بار آپ کا شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں علم الیقین کی استعداد حاصل ہو، دوسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں عین الیقین کی استعداد حاصل ہو اور تیسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں حق الیقین کی استعداد حاصل ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شفا میں ہے جب جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے دل کو دھویا تو کہا یہ صحیح قلب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں [9]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۸، ۴۵۵، ۵۰، ج ۲ ص ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح الکتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[6] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

[7] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[8] ″ ″ ″ ، فتح الباری ج ۱ ص ۴۶۰، ″ ″ ″

[9] ″ ″ ″ ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۱، ″ ″ ″

"هذا حظك من الشيطن" کے اسرار

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا اور دیگر محدثین نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ اور آپ کو کس سبب سے اپنی نبوت پر یقین ہوا؟ آپ نے فرمایا اے ابوذر! جس وقت میں مکہ کی وادی میں تھا میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک فرشتہ زمین پر تھا اور دوسرا زمین اور آسمان کے مابین تھا، ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں یہ وہی ہیں، اس نے کہا ان کا ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو، اس نے میرا ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا تو میرا وزن زیادہ تھا، اس نے کہا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے سو آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا ان کا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ چاک کرو، اس نے میرا پیٹ چاک کیا اس سے میرا دل نکالا، اور اس میں سے مغمز شیطان (شیطان کے انگلی چبھونے کی جگہ) اور جمے ہوئے خون کو نکالا اور ان دونوں چیزوں کو پھینک دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ اس طرح دھوؤ جس طرح برتن دھوتے ہیں اور ان کا دل اس طرح دھوؤ جس طرح برتن کے اندر کی چیز دھوتے ہیں، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ سیو، تو اس نے میرا پیٹ سیا، اور اس نے میرے دو کندھوں کے درمیان مہر (نبوت) کو رکھ دیا جیسے کہ وہ اب ہے پھر وہ دونوں پیٹھ پھیر کر چلے گئے اور میں گویا کہ ان تمام کاموں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

(علامہ سہیلی فرماتے ہیں:) اس حدیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو پہلی حدیث میں مجملاً ذکر کیا گیا تھا، کیونکہ اس حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ فرشتہ نے مغمز شیطان (شیطان کے انگلی چبھونے کی جگہ) اور جمے ہوئے خون کو نکالا، اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمادیا کہ فرشتہ نے اس چیز کو تلاش کر کے نکالا جس چیز میں شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے سوا ہر پیدا ہونے والے بچے کو چھوتا ہے، کیونکہ ان کی والدہ حنہ نے یہ دعا کی تھی:

انی اعیذھا بك وذریتھا من الشيطن الرجیم۔ (آل عمران: ۳۶)

میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو پیدا ہوتے وقت چھو نہیں سکا اور اس سے حضرت عیسیٰ کی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مغمز کو نکال لیا گیا اور روح القدس نے برف اور ٹھنڈے پانی سے آپ کے دل کو دھو کر اس میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ پہلے اس کا علم نہیں تھا کہ مہر نبوت آپ کی تخلیق کے وقت تھی یا آپ میں ولادت کے بعد رکھی گئی یا جس وقت آپ نبی بنائے گئے اس وقت آپ میں مہر نبوت رکھی

گئی تھی۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ جن ایام میں آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تھے ان دنوں میں حضرت جبرائیل نے آپ میں مہر نبوت رکھی تھی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شق صدر کا واقعہ دو طرح منقول ہے، ایک یہ ہے کہ جب ایام رضاعت میں آپ بنو سعد کے ہاں تھے اس وقت آپ کا شق صدر ہوا، آپ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں برف تھی اس کے ساتھ آپ کے قلب کو دھویا گیا، دوسری بار شب معراج کے موقع پر آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ [1]

ہم پہلے احادیث سے باحوالہ یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جب شق صدر ہوا تو آپ کا خون نکلا نہ آپ کو درد ہوا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام بشروں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ کسی بشر کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا سینہ چیرا جائے اور اس کو درد ہو نہ اس کا خون نکلے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہماری انگلی میں پھانس بھی چبھ جائے تو بے کل اور بے چین ہو جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقوم سے ناف تک سینہ چیر دیا گیا اور آپ کو درد نہیں ہوا۔

اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ آپ کے سینہ سے دل نکال لیا گیا اور آپ کی حیات میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ دیکھا جائے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں ہوا (آکسیجن) کے بھی محتاج نہیں ہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہوا صرف دو سو میل تک ہے، اسی لیے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لیے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں، چاند پرنے دو لاکھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو چاند اور سورج سے ماوراء تمام آسمانوں سے اوپر سدرہ، صریف الاقلام اور عرش سے اوپر گئے اور آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہیں تھی، سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں نہ ہوا کے محتاج ہیں، وصال کے روزے رکھے جس میں نہ سحر ہے نہ افطار اور کئی کئی دن کھاتے پیے بغیر گذار دیے، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں، لامکان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ مکان کے محتاج نہیں، وقت کی گردش سے باہر نکلے تو ثابت ہوا کہ آپ وقت کے محتاج نہیں، ہر چیز اپنے وجود میں اور ہر ذی روح اپنی حیات میں زمان، مکان، ہوا اور کھانے پینے کی محتاج ہے اور آپ ــــ اپنے ہونے میں ان میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں اور حق یہ ہے کہ زمان، مکان، ہوا، غذا بلکہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں آپ کی محتاج ہے۔

قلب اطہر کو غسل دینے کے اسرار

آپ میں تقدیس اور تطہیر کا عمل دو مرتبہ کیا گیا ایک مرتبہ آپ میں تقدیس کا عمل اس لیے کیا گیا تاکہ آپ کا قلب منفذ شیطان سے پاک ہو جائے اور آپ کے قلب میں توحید کے سوا اور چیز باقی نہ رہے، دوسری بار جب اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مقدسہ کی بلندیوں میں لے جانا چاہتا تھا تاکہ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی جائیں اور ملائکہ کے ساتھ نمازیں پڑھیں

---

[1] علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ السہیلی متوفی ۵۰۸ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۰ - ۱۰۹ مطبوعہ المکتبۃ الفاروقیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

اور بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوں، اس وقت آپ کے ظاہر اور باطن کو غسل دیا گیا، پہلی بار آپ کے قلب کو برف کے ساتھ دھویا گیا تاکہ آپ کے قلب کو ایمان باللہ کی ٹھنڈک حاصل ہو اور دوسری بار آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا تاکہ آپ بارگاہ الوہیت میں حاضری سے مشرف ہوں، کیونکہ ظاہری مسجد میں — حاضری کے لیے ظاہر بدن کو غسل دیا جاتا ہے تو باطنی مسجد اور بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے لیے آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے اس لیے غسل دیا گیا تاکہ زمزم آپ کے قلب کے مس کے ساتھ مشرف ہو کیونکہ پہلے اس پانی کو جبرائیل کے پروں کے ساتھ نسبت تھی اور اب اس پانی کو قلب مصطفےٰ کے ساتھ نسبت ہے۔

قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار

قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ سونا تمام دھاتوں میں سب سے افضل دھات ہے اور قلب مصطفےٰ تمام دلوں میں سب سے افضل دل ہے اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۲۔ سونے کو مٹی نہیں کھاتی اور انبیاء کے اجسام کو بھی مٹی نہیں کھاتی اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۳۔ سونے کو زنگ نہیں لگتا اور قلب مصطفےٰ کو کسی نوع کی معصیت کا زنگ نہیں لگتا اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کی دھات کا طشت لایا گیا۔

۴۔ دماغ کو چاندی، جگر کو فولاد اور دل کو سونے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے آپ کا دل رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۵۔ دنیا میں مسلمانوں پر چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال ممنوع ہے، لیکن جنت میں مسلمان چاندی اور سونے کے برتن استعمال کریں گے اور جو نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہے، مثلاً دیدار الٰہی، عام مسلمانوں کو آخرت میں ہوگا، اور آپ کو دنیا میں دیدار عطا کر دیا اسی طرح سونے کے برتنوں کا استعمال اوروں کے لیے آخرت میں ہوگا آپ کے لیے دنیا میں سونے کا طشت لایا گیا۔

۶۔ سونا آگ میں نہیں جلتا اور آپ کے قلب کو بھی دنیا میں مغفرت کی ضمانت دے دی گئی۔

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ (فتح ۲)

تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام۔

۷۔ عربی میں سونے کو ذہب کہتے ہیں اور ذہب اذہاب پر دلالت کرتا ہے اور اذہاب کا معنی ہے دور کرنا تو ذہب کا طشت لاکر اس پر متنبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نجاست کو آپ سے دور رکھا۔

۸۔ ذہاب کا معنی ہے جانا اور چونکہ یہ ذہاب الی اللہ (اللہ کے پاس جانے) کا موقع تھا اس لیے ذہب کا طشت

لایا گیا۔

۹۔ علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ قلب کو طشت میں اس لیے رکھا ہے کہ اس کی طَسّ تلک آیات القرآن کے ساتھ لفظی مناسبت ہے۔

۱۰۔ علامہ عینی نے کہا کہ سونا تمام جواہر میں ثقیل ہے اور سونے کے طشت سے وحی کے ثقل کی طرف اشارہ کیا۔

شق صدر کے اسرار کا تتمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

آپ کے سینہ کو شق کرنا، دل کو نکالنا اور اس کو زمزم سے دھو کر پھر سینہ میں رکھ کر اس کو سی دینا، اتنے خوارق عادیہ پر مشتمل ہے جس سے ان واقعات کو سننے والا دہشت زدہ ہو جاتا ہے تو جس پر یہ واقعات گذر رہے تھے اور جو ان کا مشاہدہ کر رہا تھا اس کا کیا عالم ہو گا؟ کیونکہ عام عادت یہ ہے کہ جس کا پیٹ چاک کر کے اس کا دل نکال لیا جائے وہ لامحالہ مر جاتا ہے اور اس کے باوجود اس عمل سے آپ کو کوئی ضرر ہوا نہ آپ کو کسی قسم کا درد ہوا!

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ شق صدر کے بغیر آپ کے دل میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا جاتا لیکن اس کے باوجود آپ کا شق صدر کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ آپ کی قوت کا کیا عالم ہے کیونکہ آپ اپنے پیٹ کے شق ہونے کا مشاہدہ کر رہے تھے اس کے باوجود آپ نے کسی قسم کے کرب اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہیں اور آپ کا حال اور مقام تمام لوگوں سے زیادہ بلند ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ (نجم: ۱۷)

آپ کی نظر اللہ کے جلوے سے نہیں ہٹی اور بصر نے بصیرت سے تجاوز نہیں کیا۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ شق صدر اور قلب مبارک کو دھونا آپ کے ساتھ مختص ہے یا یہ عمل دوسرے انبیاء کے لیے بھی واقع ہوا، امام طبرانی نے بنو اسرائیل کے تابوت کے قصہ میں یہ بیان کیا ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا جاتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ وصف دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہے۔[1]

براق پر سواری کے اسرار

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو براق پر کیوں سوار کرایا گیا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ آپ کے لیے مسافت کو لپیٹ دیا جاتا، آپ کا ایک قدم مکہ میں ہوتا اور دوسرا قدم مسجد اقصیٰ میں ہوتا! اس کا جواب یہ ہے کہ مسافت کو لپیٹنا ایک ایسا وصف ہے جو اولیاء کرام میں بھی مشترک ہے، اس کے برعکس ایسی سواری پر سوار ہونا جو پلک جھپکنے میں مسافت کو طے کرے یہ وصف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

براق کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کہ وہ اپنا قدم منتہاء بصر پر رکھتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ براق زمین پر چلتا تھا، امام محمد بن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ براق کے دو پر تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کرتا تھا، اور امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر پہنچتا تو اس کے قدم اٹھ جاتے اور جب وہ میدانی علاقہ پر پہنچتا تو اتر جاتا۔

امام نسائی اور امام ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء سابقین کے لیے ایک سواری کو مسخر کیا گیا تھا اس کا نام براق تھا، اور امام ترمذی کی روایت میں ہے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوتے وقت براق مچلنے لگا اور اچھل کود کر کے آپ کے سوار ہونے کو دشوار کیا تو حضرت جبرائیل نے براق سے کہا بخدا آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ مکرم ہو تو براق شرمندہ ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔

سواری کے وقت براق کیوں مچلا تھا؟ علامہ ابن بطال نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت طویل ہو گیا، اور براق سواری کا عادی نہیں رہا تھا اس لیے مچلنے لگا، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ براق خوشی سے اچھل کود رہا تھا کہ آج اسے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کرانے کا موقع ملا ہے، جیسا کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُحد پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے تو وہ خوشی سے جھومنے لگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُحد! ساکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) اور میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ براق آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا تھا کہ قیامت کے دن بھی آپ اس پر سوار ہوں گے، جب تک آپ نے یہ وعدہ نہیں کیا وہ مچلتا رہا اور جب آپ نے اس سے یہ وعدہ فرمایا تو وہ پرسکون ہو گیا اور آپ اس پر سوار ہو گئے، اور "ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ" کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنت میں چالیس ہزار براق تیار رکھے ہیں جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے مجھے براق پر سوار کرایا گیا اور "شرف مصطفےٰ" میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کی رکاب تھامی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل نے براق کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبرائیل کیا کر رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب براق روانہ ہوا تو حضرت جبرائیل براق کی پشت پر بیٹھے اور اسی طرح بیت المقدس پہنچے، لیکن حضرت حذیفہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہو، اور ابن دحیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جبرائیل براق کے ساتھ ساتھ اس کو ہنکاتے ہوئے چلے اور ہم کو اس پر اس لیے اعتماد ہے کہ قصہ معراج صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تشریف ہے اس میں کسی غیر کا دخل نہیں ہے، لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا اور وہ آپ

کے ساتھ بیٹھے۔ [1]

قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میں کثیب احمر کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ [2]

حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے گذرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا پھر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موجود پایا، اب اس پر اشکال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے آگے کیسے نکل گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا حضور سے آگے نکلنا تب لازم آتا ہے جب حضور بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ حضور سے پہلے پہنچ جاتے، اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور حضرت موسیٰ نبوت کی رفتار سے جا رہے تھے اور ایک براق تو کیا ہزار براق بھی ہوں تو نبوت کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت قبر میں نماز بھی پڑھ رہے تھے، مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے اس جواب کی مزید وضاحت ان شاء اللہ آئندہ سطور میں ہو جائے گی!

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا حالانکہ آپ نے بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی، اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ان کے مراتب کے مطابق مختلف آسمانوں میں دیکھا جنھوں نے آپ کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا ہو، پھر اسی راستہ میں ان کو بیت المقدس میں دیکھا ہو، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا اور ان کو نماز پڑھائی اسی وقت آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا (یعنی انبیاء علیہم السلام بیک وقت بیت المقدس میں بھی تھے اور آسمانوں پر بھی تھے) انھوں نے آپ سے سوالات کیے اور آپ کو خوش آمدید کہا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور پھر واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے۔ [3]

علامہ وشتانی ابی مالکی نے بھی قاضی عیاض کی اس تقریر کو نقل کیا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۵، ص ۲۰۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۶، " " "

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مصنف کے نزدیک قاضی عیاض کا بیان کردہ آخری احتمال مردود ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کی پھر آپ نے آسمانوں پر عروج فرمایا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر دوسری حدیث میں ان کو آسمان پر دیکھنے کا ذکر ہے، ان احادیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر ان کو آسمان پر دیکھا، اسی طرح جن انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا تھا، پھر ان سب کو آسمانوں پر دیکھا، ان میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح (بلکہ ان سے افضل اور اعلیٰ حیات کے ساتھ) زندہ ہیں اس لیے ان کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں پایا جانا جائز ہے، جیسا کہ مخبر صادق نے اس کی خبر دی ہے۔ [1]

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے، جیسا کہ پہلے آسمان پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم کی نیک اولاد میں دیکھا، اسی طرح آپ نے حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا، یہ نہیں فرمایا میں نے آدم کی روح کو دیکھا یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا، جب آپ آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو بعینہٖ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے تو جو شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ ہو سکتا ہے وہ اس حدیث پر کس طرح ایمان لائے گا، سو اگر تم مومن ہو تو مان لو، اور اگر عالم ہو تو اعتراض نہ کرو، اور تمہارے لیے یہ تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو زمین میں تھے وہ ان کے غیر تھے جو آسمانوں میں تھے، کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے موسیٰ کو دیکھا اسی طرح جن دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا، آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا اگر آپ نے ان کے غیر کو دیکھا تھا تو العیاذ باللہ آپ کا ارشاد غلط ہو گا! [2]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سمٰوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۸۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصریہ مصر، ۱۳۰۵ھ

روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لیے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال تھا کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آ گئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں اوّل آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے۔[1]

شیخ اشرف علی تھانوی نے جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجسام اصلیہ کے ساتھ اپنی قبروں میں تھے اور اجسام مثالیہ کے ساتھ آسمانوں پر تھے اور ان کی روحوں کا دونوں جسموں کے ساتھ تعلق تھا، یہ بالکل صحیح ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں لیکن ان کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ اجسام مثالیہ اجسام اصلیہ کے صورۃً مغائر ہوتے ہیں اس لیے آپ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو نہیں پہچانا اور حضرت جبرائیل کو بتانا پڑا، کیونکہ اگر اجسام مثالیہ اجسام اصلیہ کے صورۃً مغائر ہوں تو پھر ان کو اجسام مثلیہ کہنا درست نہیں ہوگا، درحقیقت اجسام مثلیہ اجسام اصلیہ کے ساتھ صورۃً مماثل ہوتے ہیں اور دونوں میں ایک ہی روح بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے، جیسے ایک جسم کے متعدد اعضاء میں روح واحد بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے اسی طرح اجساد متعددہ میں بھی ایک روح بہ یک متصرف ہوتی ہے اور چونکہ دونوں جسموں میں روح واحد متصرف ہوتی ہے اس لیے ان کو شخص واحد کہا جاتا ہے، اسی لیے آپ کا یہ ارشاد بھی صحیح ہے کہ میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر اسی شب ان کو مسجد اقصیٰ میں دیکھا اور اس شب ان کو چھٹے آسمان جاتے ہوئے اور آتے ہوئے متعدد بار دیکھا۔ باقی رہا حضرت جبرائیل کا تعارف کرانا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کو نہیں پہچانا تھا بلکہ حضرت جبرائیل کا تعارف کرانا اپنے فرض منصبی کو ادا کرنا تھا اور اپنی خادمانہ حیثیت کو ظاہر کرنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق

صوفیاء کرام اور بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں حتیٰ کہ کوئی معاند یہ کہے کہ جب تم کرسی پر بیٹھے ہو تو بتاؤ کرسی کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کرسی کے نیچے نہیں ہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اور اگر کرسی کے نیچے ہیں تو تم بڑے بے ادب اور گستاخ ہو کہ حضور کرسی کے نیچے ہیں اور تم کرسی کے اوپر بیٹھے ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں کہ آپ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ بعینہٖ ہر جگہ موجود ہیں، بلکہ آپ اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ اپنے روضۂ انور میں جلوہ فرما ہیں اور وہاں آپ کے مختلف اشغال ہیں، آپ قبر منور میں نماز پڑھتے ہیں، تجلیات الٰہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، صفات باری کا مطالعہ کرتے ہیں، زائرین کے سلام کا جواب دیتے

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۶۵ - ۶۴، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

ہیں، ان کی درخواستوں پر توجہ فرماتے ہیں ان کے لیے دعا فرماتے ہیں اور ان کی شفاعت کرتے ہیں، آپ پر اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں آپ نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں، کائنات کا ملاحظہ فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں، بعض اوقات کسی کی عیادت فرماتے ہیں کسی کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں، کسی ستم رسیدہ کی مدد کرتے ہیں، کسی کو حدیث پڑھاتے ہیں، کسی کو فقہی مسئلہ بتلاتے ہیں اور کسی کو محض اپنے جمال دل نواز سے شاد کام کرتے ہیں اور اگر ایک وقت میں متعدد جگہ جانا چاہیں تو بیک وقت متعدد جگہ جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا

قبر انور میں سلام کا جواب دینے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹائی ہوئی ہوتی ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا

قبر انور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس درود شریف پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علی قال قالوا یا رسول اللہ وکیف

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اسی دن میں آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگ بیہوش ہوں گے سو اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو،

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

تعرض صلوتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت فقال ان الله عز وجل حرم على الارض اجساد الانبياء.[1]

کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا جسم (تو قبر میں) بوسیدہ ہو چکا ہوگا، پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائیگا، آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى علي عند قبري وكل بها ملك يبلغني وكفي بها امر دنياه وآخرته وكنت له شهيدا او شفيعا.[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس درود کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو میرے پاس وہ درود پہنچاتا ہے اور اس شخص کی دنیا اور آخرت کے لیے وہ درود کافی ہے اور میں اس کی گواہی دوں گا (یا فرمایا) میں اس کی شفاعت کرونگا۔

عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا ابلغته.[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں، اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم امام طبرانی کی معجم کبیر سے سند بیان کر کے لکھتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثروا الصلوة علي يوم الجمعة فانه يوم مشهود تشهده الملائكة ليس من عبد يصلي علي الا بلغني صوته حيث كان قلنا: وبعد وفاتك قال: وبعد وفاتي ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء.

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی بے شک اللہ تعالےٰ نے انبیاء

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

[3] " " شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، " " " "

[4] علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

شیخ تھانوی نے اس حدیث کی سند اور متن پر بوادر النوادر میں بحث کی ہے، ہم نے اس کا مکمل اور مدلل جواب "ذکر بالجہر" میں لکھا ہے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا

قبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کے متعلق حدیث۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن عبد العزیز قال: لما کان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰة الا بهمهمة یسمعها من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔[2]

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں تین دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی گئی اور نہ اقامت کہی گئی، سعید بن مسیب ان دنوں میں مسجد نبوی سے نہیں نکلے، انھیں نماز کے وقت کا صرف اس پست آواز سے پتا چلتا تھا جس کو وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا

قبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:

امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم ینزل علی الوحی عن السماء فاخبرکم بما یحل لکم وما یحرم علیکم وموتی خیر لکم تعرض علی أعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ علیه وما کان من ذنب استوهبت اللہ ذنوبکم۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی اترتی ہے، اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے، کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، نیک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کے لیے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی التجا کرتا ہوں۔

---

[1] ذکر بالجہر ص ۲۲۸۔

[2] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ عبدالرحمٰن بن علی محمد، ۵۹۷ھ، الوفاء باحوال المصطفٰے ص ۸۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغون عن امتی السلام قال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون وتحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رایت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رایت من شر استغفرت اللہ لکم رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، میں تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں

اعمال امت کو ملاحظہ فرمانے کے متعلق عبارات علماء

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

ویستحضر علمہ بوقوفہ بین یدیہ وسماعہ لسلامہ کما ھو فی حال حیاتہ اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی۔[2]

جو شخص آپ کی قبر انور کے سامنے کھڑا ہو آپ کو اس کا علم ہوتا ہے اور آپ اس کا کلام اس طرح سنتے ہیں جس طرح حیات ظاہرہ میں سنتے تھے، کیونکہ امت کا مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، ان کی نیتوں ان کے ارادوں اور ان کے دل کے خیالات کو جاننے میں آپ کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ چیز آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ

ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ احمد قسطلانی الخطیب متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۸ ص ۳۰۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

وانہ یسر بطاعات امتہ و یحزن بمعاصی العصاۃ منھم[1]

بعد بھی زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وباشد رسول بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاق و نفاق شمارا۔[2]

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا، لہٰذا وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وباچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی است۔[3]

علماء امت میں کثرت مذاہب و اختلافات کے باوجود اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً زندہ اور دائم و باقی ہیں، اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ[4]

محققین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں۔

شمس الحق عظیم آبادی (غیر مقلد) نے بھی یہی لکھا ہے[5]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۳۴، مطبوعہ مطبع یوسفی

[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مکتوبات علی ہامش اخبار الاخیار ص ۱۵۵، مطبوعہ ہند

[4] شیخ محمد بن علی بن محمد متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر

[5] شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا

قرآن میں تمام کائنات کو ملاحظہ کرنے کے متعلق حدیث:

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ہذہ جلیان جلاہ اللہ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم کما جلاہ للنبیین من قبلہ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا علی ضعف کثیر فی سعید بن سنان الرہاوی۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے تمام دنیا کو میرے لیے مرتفع کر دیا، میں دنیا کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو اس طرح منکشف کر دیا جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کے لیے منکشف کیا تھا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی سعید بن سنان بہت ضعیف ہے، اس کے باوجود اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

اس حدیث کو امام مسلم[3]، امام ابوداؤد[4]، امام ابن ماجہ[5] اور امام احمد[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۰، ج ۵ ص ۳۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے، شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا، اور آپ نے فرمایا لوگوں سے کلام کرو اور انھیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے، اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے، اور ایک بار انھوں نے ایک رات میں آپ کی سترہ مرتبہ زیارت کی، ان بار بار میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو، کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے، اور شیخ تاج الدین بن عطا اللہ نے لطائف المنن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے، انھوں نے کہا میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا، اور شیخ مرسی نے کہا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا، اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انھوں نے اس حدیث کی تصدیق کی، اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی مفقود ہو گئی۔

علامہ سیوطی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رویت کے سلسلہ میں تمام احادیث، آثار اور نقول ذکر کرنے

کے بعد لکھا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف ارض میں جب چاہیں، جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ اپنی اسی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ وفات سے پہلے تھے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باعث نہیں ہے۔ (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی)۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہی موقف ہے، انہوں نے کہا: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام علوی اور سفلی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی اپنے اس موقف پر علامہ سیوطی نے بہ کثرت احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ بعض ازاں یہ ہیں:

۱۔ امام ابن حبان نے اپنی تاریخ میں، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔

۲۔ امام عبد الرزاق نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے: کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔

۳۔ امام الحرمین نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد بھی قبر میں رکھے، امام الحرمین نے کہا یہ بھی مروی ہے کہ دو دن سے زیادہ قبر میں رکھے۔

(علامہ سیوطی کا موقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے عالم ملکوت میں ہوتے ہیں جن احادیث سے علامہ سیوطی نے استدلال کیا ہے، علامہ ابن جوزی نے ان کو موضوع قرار دیا ہے، نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں، یہ ایک حالت برزخی اور امر وجدانی ہے اس کو مکمل طور پر وہی جان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے، اور چونکہ یہ رویت، رویت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جیسے وہ متعارف چیزوں دیکھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ رویت قلبی ہے جو رویت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرئیہ میں (یعنی انسانی پیکر میں) ظاہر ہوتی ہے، اور اس روح کا تعلق آپ کے جسم اطہر کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ

کی قبر انور میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت جبرائیل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اور صورت میں آتے تھے اس کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ پر موجود ہوتے تھے۔ یا زیارت کرنے والا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مثالی کو دیکھتا ہے جس کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس متعلق رہتا ہے اور جسم مثالی کے تعدد سے کوئی چیز مانع نہیں ہے (یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بہت سے اجسام مثالیہ ہوں اور بیک وقت بہت سے لوگ آپ کی زیارت کریں) اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر ہر جسم کے ساتھ آپ کی روح کریم متعلق ہو، اس کی نظیر یہ ہے جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن کے ہر ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، ہماری اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طنجی کے اس قول کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ آسمان، زمین، عرش اور کرسی سب جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نظر آتے تھے (یعنی ہر جگہ آپ کا جسم مثالی تھا اور آپ کی روح کا اس سے تعلق تھا) اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک معین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا۔ (یعنی انھوں نے آپ کے اجساد مثالیہ دیکھے جن کے ساتھ آپ کی روح متعلق تھی۔)

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں، اذان اور اقامت پڑھتے ہیں، جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے، اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبریں منکشف ہو جائیں تو عام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی، ورنہ احادیث میں تعارض لازم آئے گا، کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابو یعلیٰ میں حدیث مرفوع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ [1]

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں لکھا:

ہاں یہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے۔ علماء شافعیہ میں سے امام غزالی، بارزی، تاج الدین سبکی، عفیف یافعی اور علماء مالکیہ میں سے علامہ قرطبی، ابن ابی جمرہ، اور ابوجمرہ نے اس کی تصریح کی ہے منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے، پھر انھوں نے ایک حدیث بیان کی، اس ولی اللہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے، فقیہ نے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمہارے سر کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی، پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلی۔ [2]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸ - ۳۵ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۲، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبد الوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، لواقح الانوار القدسیہ ص ۱۱، سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا، (الی قولہ) امام شعرانی رحمۃ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انھوں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی، پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔[1]

(جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا" اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کر دی ہے۔)

اجسام مثالیہ کا تعدد

صوفیاء اور فقہاء جو اجساد مثالیہ کے تعدد کے قائل ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ ان رجلا کان یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابن لہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحبہ فقال یا رسول اللہ! احبک اللہ کما احبہ ففقدہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی ما فعل ابن فلان؟ قالوا یا رسول اللہ! مات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابیہ الا تحب ان لا تأتی بابا من ابواب الجنۃ الا وجدتہ ینتظرک فقال الرجل یا رسول اللہ! الہ خاصۃ ام لکلنا؟ قال بل لکلکم۔[2]

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا اللہ (بھی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا، آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے

---

[1] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ آیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے؟ یا ہم سب کے لیے ہے، آپ نے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیہ اشارۃ الی خرق العادۃ من تعدد الاجساد المکتسبۃ حیث ان الولد موجود فی کل باب من ابواب الجنۃ۔[1]

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ وہ بچہ (ایک وقت) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لہم الارض وحصل لہم ابدان مکتسبۃ متعددۃ وجدوھا فی اماکن مختلفۃ فی آن واحد[2]

جب اولیاء اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے، جو آن واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔

انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

بعض محققین در تسمیہ ابدال گفتہ اند کہ یکے از ایشاں بمکانے رود و در مکان اوّل شبحے ومثالے در بدل خود بگذارد و سادۃ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالم متوسط در عالم اجسام و ارواح ثابت کردہ اند کہ آں را عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد واکثف از عالم ارواح وظہور ارواح وصور مختلفہ مبنی بر آں ساختہ و ظہور جبرائیل علیہ السلام بصورۃ دحیہ کلبی وتمثل او مر مریم را بصورت بشر سوی الخلق ازاں عالم مے دارند و نیاز علیہ جائز بود کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم و دیگر شاہے در قبر متمثل

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے۔ جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے، اور اسی وجہ سے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] ، ، ، ، مرقات ج ۴ ص ۳۱۰، ، ، ، ،

باشد و آنحضرت او را در ہر دو مکان مشاہدہ نمود [1]

یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ [2]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

محمد بن الکفری مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔ [3]

نیز شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الشربینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی، اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی، اور کچھ بلاد ہند میں، اور کچھ بلاد تکرور میں تھی، آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے، اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔ [4]

شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

والنفس الناطقة الانسانية اذا كانت قدسية قد تنسلخ عن الابدان وتذهب متمثلة ظاهرة بصور ابدانها او بصور اخرى كما يتمثل جبرائيل عليه السلام ويظهر بصورة دحية او بصورة بعض الاعراب كما جاء فى صحيح الاخبار حيث يشاء الله عز وجل مع بقاء تعلق بها بالابدان الاصلية يتاتى

انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا چلے جاتے ہیں اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیہ سے تعلق برقرار رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، جذب القلوب ص ۱۵۳، مکتبہ نعیمیہ لاہور

[2] حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

[4] 〃 〃 〃 〃، جمال الاولیاء ص ۲۰۲، 〃 〃

مع صدور الافعال منها كما يحكى عن بعض الاولياء قدست اسرارهم انهم يرون في وقت واحد في عدة مواضع (الى قوله) وانكاره مكابرة لا تصدر الا من جاهل او معاند (الى قوله) وادعى انه عليه الصلوٰة والسلام قد يرى في عدة مواضع في وقت واحد مع كونه في قبره الشريف يصلي وقد تكلم الكلام مستوفًى في ذلك وصح انه صلى الله عليه وسلم راى موسى عليه السلام يصلي في قبره عند الكثيب الاحمر وراه في السماء وجرى بينهما ما جرى في امر الصلوٰة المفروضة وقد راى صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة اسرى به جماعة من الانبياء غير موسى عليه السلام في السمٰوٰت مع ان قبورهم في الارض ولم يقل احد انهم نقلوا منها اليها۔ [1]

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں، اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے، جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے، اور (علامہ ابن قیم) نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اس پر تفصیل بحث ہو چکی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا، شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ سید آلوسی، علامہ ابن حجر ہیتمی مکی، علامہ عبدالوہاب شعرانی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی کی صریح عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات کا ملاحظہ اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور احوال برزخ میں مشغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے ہماری یہی مراد ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہوں تو اگر ہر جگہ آپ بعینہٖ موجود ہیں تو یہ تکثر جزئی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شئ غیر شئ ہوتی ہے سو اس جگہ آپ نہ ہوئے بلکہ آپ کا غیر ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حسیہ کے لحاظ سے بر محل

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۰۶۔ ۳۰۵، ملخصاً مطبوعہ مطبع الحجاز کراچی

تقاریر ہے اس لیے یہ تکثر جزئی نہیں ہے اور چونکہ ان تمام اجساد مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لیے یہ اجسام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

الحمد للہ علی احسانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے تمام اصولی مباحث کا میں نے باحوالہ اور بادلائل ذکر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو میرے لیے توشۂ آخرت، موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دے۔ ما شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شب معراج عالم برزخ کے واقعات دکھاتے جانے کے اسرار

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مسجد اقصیٰ جاتے ہوئے راستہ میں عالم برزخ کے بعض واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا، مثلاً یہ دکھایا گیا کہ بعض لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں کو برائیوں سے روکتے تھے اور خود نہیں رکتے تھے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابھی تو امت کے ایسے واعظ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے پھر ان کے عذاب کو کس طرح دکھایا گیا؟ اسی طرح زنا کار مردوں اور سود کھانے والوں کو عذاب میں مبتلا دکھایا گیا حالانکہ ابھی تو یہ لوگ پیدا بھی نہیں ہونے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ معراج کے موقع پر جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت سے مشاہدات کرائے گئے تھے ان میں بعض حقیقتوں کو متمثل کر کے دکھایا گیا تھا مثلاً ایک فتنہ انگیزی کی تمثیل کہ ایک ذرا سے شگاف میں سے ایک موٹا سا بیل نکلا اور پھر اس میں واپس نہ جا سکا، یا زنا کاروں کی یہ تمثیل کہ ان کے پاس تازہ نفیس گوشت موجود ہے مگر وہ اس کو چھوڑ کر بدبودار اور سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں، اسی طرح برے اعمال کی جتنی سزائیں بھی آپ کو دکھائی گئیں وہ سب برزخ میں دیے جانے والے عذاب کی پیشگی مثالیں تھیں۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو آپ کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، ہر نبی نے اپنے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا اور سب کے بعد جب آپ نے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا تو سب نے آپ کے افضل ہونے کا اعتراف کیا، پھر آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہونے اور سب نبیوں کو آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور عرش پر بلانا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست سیدھا آسمانوں پر لے جاتا، مسجد اقصیٰ سے گھما کر کیوں لے گیا، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

۱۔ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم شب معراج مسجد اقصیٰ نہ جاتے تو کفار پر آپ کی صداقت کی دلیل مہیا نہ ہوتی کیونکہ آسمانوں کی نشانیاں کفار کی دیکھی ہوئی نہیں تھیں، وہ آپ کے دعویٰ کی تصدیق کس طرح کرتے! اس کے برعکس مسجد اقصیٰ کفار کی دیکھی ہوئی تھی، انھوں نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھیں اور جب آپ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور راستے میں ملنے والے قافلوں کے احوال بتا دیے تو آپ کے دعویٰ کے صداقت کی دلیل اور کفار پر حجت قائم ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولٓئك الذين هدى الله فبهدٰهم اقتده (انعام، ۹۰)

یہ (انبیاء سابقین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اور انبیاء سابقین نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہے تو آپ سے بھی مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھوائی تاکہ آپ کی ذات مقدسہ میں بھی یہ وصف مہیا ہو جائے۔

۳۔ آپ کے مرتبہ اور آپ کی شان کو ظاہر کرنا تھا کیونکہ تمام سابق نبیوں نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی لیکن ان کو ایک نماز پر ایک نماز کا ہی اجر ملتا تھا اور آپ نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی اس میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچاس ہزار گنا زائد ہو گیا، اب جو وہاں ایک نماز پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار گنا زائد اجر ملتا ہے۔

۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا امام الانبیاء ہونا ظاہر کرنا تھا اور تمام انبیاء پر آپ کی افضلیت ظاہر کرنی تھی کہ بشریت کا انتہائی کمال رکھنے والے سب حضرات پیچھے صف بنائے ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور آپ ان سب سے آگے تھے۔

۵۔ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں جائے بغیر سیدھے آسمانوں پر چلے جاتے تو آپ کی معراج تو ہو جاتی لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی معراج نہ ہوتی کیونکہ آپ کی معراج خدا تک پہنچنا ہے اور کائنات کی معراج آپ تک پہنچنا ہے، بعض محققین نے لکھا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے امام ہوئے تو آپ کی بشریت کی معراج ہوئی اور جب سدرۃ المنتہیٰ پر جبرائیل سے آگے نکل گئے تو آپ کی نورانیت کی معراج ہوئی اور جب عرش عظیم سے آگے نکل گئے تو آپ کی حقیقت کی معراج ہو گئی اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ نبیوں کے امام ہوئے تو نبیوں کی معراج ہوئی، آسمانوں پر پہنچے تو آسمانوں کی معراج ہوئی، سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو سدرۃ کی معراج ہوئی، عرش پر پہنچے تو عرش کی معراج ہو گئی اور جب آپ دنیٰ فتدلیٰ اور فکان قاب قوسین او ادنیٰ پر پہنچے اور تجلیات الٰہیہ کو بے حجاب دیکھا تو آپ کی معراج ہو گئی کیونکہ کائنات کی معراج یہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھے اور آپ کی معراج یہ ہے کہ آپ خدا کو دیکھیں۔

۶۔ انبیاء سابقین نے عالم میثاق میں آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا وعدہ کیا تھا، انھوں نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی تو ان کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتٰب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه ؕ قال ءاقررتم واخذتم على ذٰلكم اصري ؕ قالوا اقررنا ؕ قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين ○ فمن تولى بعد ذٰلك

اور اے محبوب یاد کیجئے) جب اللہ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دے دوں، پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جو اس (شریعت) کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے، تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی نصرت کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟ اور میرے اس

فاولئک ھم الفسقون ٥	ہماری عہد کو قبول کیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا، فرمایا پس گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہ ہوں، پھر اگر کوئی اس کے بعد (اس عہد سے پھر) جائے وہی لوگ نافرمان ہوں گے!
(آل عمران : ۸۲-۸۱)	

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا، خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا ان کے بعد کوئی نبی ہو، اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو وہ ضرور آپ پر ایمان لائے گا اور ضرور بہ ضرور آپ کی نصرت کرے گا، اور وہ نبی اپنی امت سے عہد لیتا کہ جب آپ مبعوث ہو جائیں تو تم نے آپ پر ایمان لانا ہے اور آپ کی نصرت کرنی ہے۔ لہ

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ الکریم کی اس روایت کے مطابق عالم میثاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور یہ نہیں بتایا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کب مبعوث ہوں گے اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت تعظیم اور بے غایت تکریم ہے کیونکہ ہر نبی ساری عمر آپ کا انتظار کرتا رہا کہ دیکھیے کب مبعوث ہوتے ہیں اور کب آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک سارے نبی آپ کا راستہ دیکھتے رہے اور دیکھتے دیکھتے چلے گئے۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! خدا کی قسم اگر حضرت موسیٰ تمہارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا، اور اس معنی کی مزید احادیث بہ کثرت ہیں، اور اسی وجہ سے عارفین نے یہ کہا ہے کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شارع ہیں، اور آپ کے علاوہ باقی انبیاء علیہم السلام سب آپ کے تابع ہیں۔ ٹہ

اس لیے اگر آپ مسجد اقصیٰ سے گنتے بغیر چلے جاتے تو وہ سارے نبی جو عالم میثاق سے آپ کی دید کے مشتاق اور آپ کی اطاعت کے لیے بے تاب تھے ان کی آرزوئیں ادھوری اور تمنائیں ناتمام رہ جائیں، آپ مسجد اقصیٰ میں کیا آئے سارے نبیوں کی مرادیں پوری ہو گئیں اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر سارے انبیاء علیہم السلام شاد کام ہو گئے!

لہ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ٹہ۔ " " " ، روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۰، " " "

آسمانوں پر جانے کے اسرار

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے، پہلے آسمان پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت یحییٰ اور عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

ہر آسمان پر حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوایا مگر دروازہ نہیں کھلا اور جب حضرت جبرائیل نے بتایا کہ ان کے ساتھ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آسمان کا دروازہ کھل گیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت وکرامت کی جس مخصوص شاہراہ سے لے جایا جا رہا تھا یہ صرف آپ کے ساتھ خاص تھی، جبرائیل نے جب اپنا نام لیا تو آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا تو دروازہ کھل گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ عزت وکرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھلتا، اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ نام محمد سے کھلتا ہے، توبہ کی قبولیت الٰہی کے در پہ آنے سے اور ان ہی کا نام لینے سے ہوتی ہے، قبر میں اجالا اسی نام سے ہوتا ہے، شفاعت کا دروازہ بھی نام محمد سے کھلے گا اور جنت کا دروازہ بھی اسی نام سے کھلے گا۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گذرنے کے اسرار

سدرۃ المنتہیٰ کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سدرہ سے نیچے والوں کی منتہیٰ ہے۔ نیچے والے اس سے اوپر نہیں جا سکتے، اور سدرہ سے اوپر والوں کی بھی منتہیٰ ہے اوپر والے سدرہ سے نیچے نہیں جا سکتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے اوپر بھی گئے اور اوپر جانے کے بعد سدرہ سے نیچے بھی آئے، معلوم ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حد سے آگے گذر گئے، عالم خلق میں ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں جا سکتی اور صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مخلوق ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد نہیں رکھی، جس چیز کی بھی حد بنائی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حد سے آگے گذر گئے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اور کائنات میں کوئی آپ کی مثل نہیں کیونکہ آپ سدرہ سے اوپر بھی گئے اور سدرہ سے نیچے بھی آئے اگر آپ نیچے والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے اوپر نہ جا سکتے اور اگر اوپر والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے نیچے نہ آ سکتے، معلوم ہوا کہ سدرہ سے نیچے کوئی آپ کا مثل ہے نہ سدرہ سے اوپر کوئی آپ کی مثل ہے۔

حضرت جبرائیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرہ سے آگے ساتھ چلنے کے لیے کہا لیکن انہوں نے کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا، اگر جبرائیل آپ کے ساتھ سدرہ کے پار چلے جاتے تو کیا واقعی جل جاتے؟ اہل عرفان یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت جبرائیل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تو ہرگز نہ جلتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین چلی اور نہیں جلیں تو جبرائیل کیسے جل جاتے؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل آپ کے رفیق اور شریک سفر بن کر چلے تھے تو سدرہ سے نیچے رہ گئے اور نعلین آپ کے قدموں سے لپٹ کر چمٹ کر چلی تھیں تو سدرہ کے پار گذر گئیں!

اس موقع پر حضرت سعدی شیرازی کے یہ اشعار بہت وجد آفریں ہیں:

بدو گفت سالار بیت الحرام کہ اے حامل وحی برتر خرام
چوں در دوستی مخلصم یافتی عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یکسرے موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

قف یا محمد فان ربک یصلی کے اسرار

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سدرہ سے آگے رفرف (سبز رنگ کا ایک تخت) پر بیٹھ کر تنہا روانہ ہوئے تو تنہائی سے آپ کو گھبراہٹ اور وحشت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبر کی آواز کے مشابہ ایک آواز پیدا کی:

قف یا محمد فان ربک یصلی۔ اے محمد ٹھہریے آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذہن صلوٰۃ سے نماز کے معنی کی طرف متوجہ ہوا اور آپ حیران اور متعجب ہوئے کہ رب نماز پڑھتا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے تعجب کو زائل کرنے کے لیے یہ آواز سنائی:

ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہاں صلوٰۃ نماز کے معنی میں نہیں رحمت (درود) کے معنی میں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداءً اللہ تعالیٰ آپ کا ذہن صلوٰۃ سے رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر دیتا پہلے آپ کے ذہن کو صلوٰۃ سے نماز کی طرف منتقل کر کے آپ میں تعجب پیدا کیا پھر اس تعجب کو رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر کے زائل کیا اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تنہائی سے جو وحشت لاحق ہو رہی تھی اس وحشت کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کیا، کیونکہ گھبراہٹ اور وحشت کے وقت اگر انسان کا ذہن کسی اور طرف متوجہ ہو جائے تو وہ گھبراہٹ زائل ہو جاتی ہے۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداءً اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں گھبراہٹ ہی پیدا نہ کرتا حتیٰ کہ اس کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گھبراہٹ دل میں ہوتی ہے اور تعجب ذہن اور دماغ میں ہوتا ہے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ سدرہ کے پار وہ شخص جا رہا ہے جس کا دل بھی ہے اور دماغ بھی ہے اور دل اور دماغ جسم میں ہوتا ہے روح میں نہیں ہوتا تو گویا جان لو یہ جسمانی معراج ہے محض روح کی معراج نہیں ہے۔

نیز اس تمام واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دل بہلتا ہے تو صرف حضرت ابوبکر سے بہلتا ہے، غار ثور کی تنہائی میں بھی حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا، سدرہ کے پار تنہائی میں حضرت ابوبکر کی آواز سے تسکین ہوئی، قبر انور کی تنہائی میں حضرت ابوبکر کو ساتھ رکھا اور جنت میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، اور حضرت موسیٰ نے بار بار سفارش کی کہ آپ کی امت اتنی نمازیں

نہیں پڑھ سکتی اپنے رب کے پاس جائیے اور نمازیں کم کرائیے حتیٰ کہ یہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا یہ علم نہیں تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے بالآخر پانچ نمازیں فرض کرنی تھیں تو ابتداءً پچاس نمازیں کیوں فرض کیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو بھی یہ علم تھا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا کہ نمازیں صرف پانچ فرض کی جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار اپنے پاس بلانا چاہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بار بار جانا چاہتے تھے اور لذت دیدار کو پھر تازہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے کلام کی سماعت سے پھر شاد ہونا چاہتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس رمز سے آگاہ تھے وہ بار بار نمازیں کم کرانے کے بہانے آپ کو بھیج رہے تھے، حسن لایزال کی تجلیاں طالب دیدار کو بار بار بلا رہی تھیں اور مشتاق دید سراپا نیاز بن کر بار بار حریم ناز میں جا رہا تھا، یہ حسن اور عشق اور ناز و نیاز کا معاملہ تھا ورنہ نمازیں تو ابتداءً پانچ فرض کی جا سکتی تھیں!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کی ابتداء میں فرمایا تھا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، سارے انبیاء اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور آپ نے سب ہی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ کے قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر کیوں کیا؟ شاید اس لیے کہ حضرت موسیٰ کی سفارش سے امت کی نمازیں کم ہونی تھیں اور یہ دلیل قائم کرنی تھی کہ قبر والے سفارش کرتے ہیں اور دنیا والوں کی مدد کرتے ہیں کہ ان ہی کی مدد سے یہ نمازیں پچاس سے پانچ ہو گئیں!

الصلوٰۃ معراج المؤمنین کے اسرار

نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے نماز کا تحفہ لے کر آئے اور فرمایا تم اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اور معراج کا حاصل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس طرح آپ نے امت کے لیے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس طرح نماز پڑھے کہ حسن الوہیت کے جلووں میں ڈوب جائے، گویا آپ نے خود ایک مرتبہ معراج کی اور امت کے لیے دن میں پانچ مرتبہ معراج کا تحفہ لے کر آئے۔

عارفین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی تین حالتیں ہیں، ایک حالت وہ ہے جب آپ حطیم کعبہ سے مسجد اقصیٰ گئے اور تمام انبیاء کے امام ہوئے، اس کی نمائندگی نماز میں حالت قیام ہے، دوسری حالت وہ ہے جب آپ پہلے آسمان سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، اس کا اظہار نماز میں حالت رکوع ہے اور تیسری حالت وہ ہے جب آپ عرش عظیم سے ماوراء دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی تک پہنچے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہوا جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں ہو سکتا، اس کے قائم مقام نماز میں سجدہ ہے کیونکہ سجدہ میں بندہ کو اپنے رب کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں ہے:

واسجد واقترب۔ (علق: ۱۹) آپ سجدہ کریں اور (ہمارے مزید) قریب ہوں

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت ثوبان سے مرفوعاً روایت ہے: تم بکثرت سجدوں کو لازم کرو کیونکہ جب تم اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ اور سب سے پسندیدہ قرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے"، ہمارے علماء نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں انتہائی عبودیت اور نہایت ذلت ہے، اور اللہ کے لیے انتہائی عزت ہے۔ اس کی عزت کی کوئی مقدار نہیں تو بندہ جتنا اس کی صفت عزت سے نزدیک ہو گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گا اور اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو گی کہ جس جگہ پیر رکھے جاتے ہیں وہاں بندہ اللہ کے لیے اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ [2]

کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار

حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے سامنے واقعہ معراج بیان کیا تو ان لوگوں نے امتحان کے لیے سوالات کرنے شروع کیے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ بنو فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں اور فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پانی پینے سے ایک تو واقعہ معراج پر دلیل قائم ہو گئی، کیونکہ قافلہ والوں نے بتایا کہ کسی نے اس پیالے سے پانی نہیں پیا اور نہ پانی گرایا اور وہ پانی ختم ہو گیا، دوسرے اس سے معراج جسمانی پر دلیل قائم ہو گئی کیونکہ پانی پینا جسم کا کام ہے روح کا کام نہیں ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانیوں کو محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے!

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسافت بعیدہ سے ملکہ بلقیس کا تخت لایا گیا اور یہ ان کا بہت بڑا اعزاز تھا، لیکن تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن عمارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ عادۃً منتقل نہیں کیا جا سکتا اور نبی صلے اللہ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران،

علیہ وسلم کے لیے بیت المقدس کی عمارت کو منتقل کر دیا گیا، اب اگر یہ سوال ہو کہ شام کے لوگوں نے اس وقت بیت المقدس کو گم کیوں نہیں پایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ بیت المقدس کی مثال قائم کر دی ہو اور اصل بیت المقدس آپ کے سامنے رکھ دیا ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ فرق ہے کہ ہماری توجہ کسی چیز سے ہٹ جانے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا آتا ہے اور یہ امر جائز ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آیا کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۷۔ عن جابر انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لما كذبني قريش قمت في الحجر فجلى الله لي بيت المقدس الحديث متفق عليه۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا۔

(مشکوٰۃ ص ۵۲۲)

اب ایک شبہ یہ باقی ہے کہ حس اس کی مکذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابق (بالا) میں ہوتا ہے سو جو اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت اتفاق سے کعبہ کا کوئی دیکھنے والا نہ ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کی محکوم علیہ ہو۔[1]

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

علامہ نسفی سے سوال کیا گیا کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعبہ اولیاء میں سے کسی کی زیارت کرتا ہے آیا یہ قول صحیح ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ کرامت ہے اور اہل سنت کے نزدیک اولیاء اللہ کے لیے کرامت جائز ہے۔[2]

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ہم استقبال قبلہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ اگر کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا جائے تو اس فضاء کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔[3]

شب معراج دیدار الٰہی کے اسرار

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا اور یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک صفت کی تجلی کی گئی تو حضرت موسیٰ بیہوش ہو گئے اور پہاڑ طور ریزہ ریزہ ہو گیا اور آپ

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر النوادر ص ۱۳۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۴ء

[2] علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۸۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۸۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور، ۱۳۲۷ھ

نے عین ذات کو اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور فرمایا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا پرجلال ہے کہ اگر اس کو وہ پہاڑ پر نازل کرتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا اور آپ کے سینہ پر تیئیس سال تک لگاتار کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور آپ کے اطمینان اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ سلام ہو ان آنکھوں پر جنھوں نے اس کی ذات کے جلووں کو محویت سے دیکھا جس کی صفت کے جلووں کو بھی کوئی سہار نہیں سکتا اور آفرین ہو اس دل پر جس پر تیئیس سال کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور اس کی استقامت میں فرق نہیں آیا۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھوں سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جا سکتا اور جنت میں ہم اگر خدا کے فضل سے جنت میں چلے گئے) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو آنکھیں جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہیں!

کسی واقعہ کو سچوں سے سن کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور کسی واقعہ کو دیکھ کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور یہ اس سے اعلیٰ درجہ کا سچ ہے، تمام فرشتوں، نبیوں اور ولیوں نے کہا اللہ ــــ ہے اور ایک ہے اور سچ کہا لیکن کسی نہ کسی سے سن کر کہا اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ ہے اور ایک ہے، آپ نے بھی سچ کہا لیکن آپ کا سچ اعلیٰ درجہ کا ہے کیونکہ آپ نے دیکھ کر کہا ہے، معلوم ہوا سارے انبیاء صادق ہیں لیکن آپ ایسا صادق پوری کائنات میں نہیں ہے۔

زیارت بھی ایک عبادت ہے، ماں باپ، علماء اور صالحین کی زیارت عبادت ہے، کعبۃ اللہ کی زیارت عبادت ہے، قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے، کیونکہ آپ کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھنے سے انسان صحابی بن جاتا ہے۔ اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت بھی مرتبہ صحابیت کو نہیں پا سکتی تو جب نبی کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مقام ہوگا! اس لیے سارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کی ہے لیکن جیسی عبادت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کی ہے ایسی عبادت کسی نے نہیں کی، کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ انسان، جن، فرشتے اور سارے نبی عابد ہیں لیکن جیسے آپ عابد ہیں ایسا کوئی عابد نہیں ہے۔

شہادت دو قسم کی ہوتی ہے، سن کر اور دیکھ کر، جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے، جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب مقبول ہوتی ہے جب اس کی انتہا اس شہادت پر ہو جو دیکھ کر شہادت دے، اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دینے والا آخر میں نہ ہو تو سب شہادتیں ناتمام ہوں گی، حضرت آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر آخر میں کوئی ایسا گواہ نہ آتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور ناتمام ہوتیں، سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دیکھ کر اللہ کی شہادت دی، اگر آپ اللہ کا دیدار نہ کرتے تو تمام سابق نبیوں اور رسولوں کی شہادتیں ناتمام رہتیں، آپ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا

تو تمام نبیوں کی شہادتیں مکمل ہو گئیں، گواہی تو اللہ تعالیٰ کی سب نبیوں نے دی ہے لیکن آپ جیسا گواہ کوئی نہیں ہے تمام نبیوں کی گواہی فرع ہے اور آپ کی گواہی اصل ہے اور شب معراج اللہ کا دیدار کرنے سے واضح ہو گیا کہ پوری کائنات میں کوئی آپ ایسا صادق ہے نہ عابد ہے نہ شاہد!

مسئلہ معراج پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے اور بہت غور و فکر کیا ہے، میں نے اپنے تمام مطالعہ اور غور و فکر کا حاصل ان صفحات پر پیش کر دیا ہے، میں جب مطالعہ کرتا ہوں تو میرا نصب العین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کی فضیلت کو تلاش کرنا ہوتا ہے اور جب میں قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر غور کرتا ہوں تو آپ کی خصوصیت اور آپ کی عظمت کے نکات کا استنباط کرتا ہوں، واقعہ معراج کے بیان میں، میں نے جو اسرار اور نکات بیان کیے ہیں وہ میری اسی فکر کا ثمرہ ہیں، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر لکھتا ہوں اور باوضو اور قبلہ رو بیٹھ کر لکھتا ہوں اور لکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے حق لکھنے کی توفیق دے اور لکھنے سے پہلے، لکھتے وقت اور لکھنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوئی غلط بات نہ لکھی گئی ہو، مسئلہ معراج کے بعض مباحث میں کبار صحابہ سے لے کر متاخرین علماء تک بہت اختلاف ہے۔ میں نے ان مختلف آراء اور مذاہب میں سے اس رائے اور اس مذہب کو ترجیح دی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، آپ کے ادب، اور احترام اور آپ کے مرتبہ اور مقام کے زیادہ قریب ہے، اس سلسلہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے، اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور مطالعہ کی کمی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

الٰہ العالمین میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما، میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بیش از بیش فرما، مجھے اسلام پر مستقیم رکھنا اور ایمان پر میرا خاتمہ کرنا، اس کتاب کو تا قیام قیامت باقی، کثیر الاشاعت، مفید، موثر اور مقبول رکھنا، تمام شروحات حدیث میں اس کتاب کو سب سے اونچا مقام عطا فرمانا، اس کتاب کو میرے لیے توشہ آخرت اور میری حسنات کے لیے صدقہ جاریہ کرنا۔ رب العالمین مجھے، اور میرے پڑھنے والوں کو اس کتاب کے ناشر، کاتب اور مصحح کو، میرے والدین، مشائخ، اساتذہ، احباب اور دیگر متعلقین اور جملہ مسلمین کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی، مصیبت، آفت اور عذاب سے محفوظ رکھنا، دارین میں کامیابی، کامرانی، سرخ روئی، رَوح اور ایمان عطا فرمانا، دوزخ سے محفوظ رکھنا اور جنت الفردوس عطا فرمانا۔ آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی العلماء الراسخین اجمعین الی یوم الدین۔

بَابُ مَعْنٰى قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى وَهَلْ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ لَيْلَةَ الْاِسْرَآءِ

۳۳۰۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِیُّ نَا عَبَّادٌ وَّهُوَ ابْنُ الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِیُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

۳۳۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الشَّيْبَانِیِّ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

۳۳۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِیِّ سَمِعَ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ صُوْرَتِهٖ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

۳۳۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالے کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟

شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے زر بن جیش سے قرآن مجید کی آیت فکان قاب قوسین او ادنی "پس دو کمانوں کے دو سروں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے" کی تفسیر پوچھی زر بن جیش نے کہا اس آیت کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایسی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔

زر بن جیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ما کذب الفؤاد ما رای "دل نے اس کو نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا۔

زر بن جیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت لقد رای من آیات ربہ الکبری "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ولقد راٰہ نزلۃ اخری "اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام

۳۴۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَاٰهُ بِقَلْبِهٖ۔

۳۴۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْسَعِيْدٍ الْاَشَجُّ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ الْاَشَجُّ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحُصَيْنِ اَبِیْ جَهْمَةَ عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَيْنِ۔

۳۴۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ نَا اَبُوْجَهْمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۳۴۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَآئِشَةَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَآئِشَةَ ثَلٰثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْظِرِيْنِیْ وَلَا تُعْجِلِيْنِیْ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى فَقَالَتْ اَنَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ اَرَهٗ عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِیْ خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَاَيْتُهٗ مُنْهَبِطًا مِّنَ السَّمَآءِ سَادًّا عِظَمُ

کو دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا۔

ابو عالیہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے ما کذب الفؤاد ما رأی ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی "دل نے اس کو نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں فرمایا اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل دو بار دیکھا۔

امام مسلم نے بیان فرمایا کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا، اس عالم میں حضرت عائشہ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابو عائشہ (حضرت مسروق کی کنیت ہے) تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تینوں میں کسی کا بھی قول کرے وہ اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھے گا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں آپ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا، مسروق کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیک کے سہارے بیٹھا تھا یہ سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا ام المؤمنین! ذرا ٹھہریے اور مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجئے، کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ولقد راٰہ بالافق المبین "اور بے شک انھوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا" اور فرمایا ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی "اور انھوں نے تو وہ

خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ فَقَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا اِلٰى قَوْلِهٖ) اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

جلوہ دو بار دیکھا" ام المؤمنین نے فرمایا اس امت میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان آیتوں کے بارے میں پوچھا تو حضور نے فرمایا ان آیات سے مراد جبرائیل ہیں، حضور نے ان دو مرتبہ کے علاوہ جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس اصل صورت میں نہیں دیکھا تھا جس صورت میں وہ پیدا ہوئے تھے (آپ نے فرمایا) میں نے ایک مرتبہ انہیں اس کیفیت میں دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی جسامت نے تمام آسمان و زمین کو گھیر لیا ہے، پھر ام المؤمنین نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ "آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہ لطیف اور خبیر ہے" اور کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم "اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بغیر وحی کے کلام کرے یا وہ بشر حجاب کی اوٹ میں ہو یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کی مرضی کے مطابق اس بشر پر وحی نازل کرے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بلند اور حکیم ہے"، پھر ام المؤمنین نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں سے کچھ چھپا لیا اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ "اے رسول جو کچھ قرآن میں آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ امت تک پہنچا دیجئے، اگر آپ نے (بالفرض) ایسا نہیں کیا تو آپ نے فریضۂ رسالت کو ادا نہیں کیا" اور جو شخص یہ کہے

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (بالذات یعنی اللہ تعالیٰ کے تبلائے بغیر، کل کا علم تھا تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ ۔ آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ غیب ہے اس کو بغیر اللہ تعالیٰ کے (بالذات) کوئی نہیں جانتا۔

۳۴۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ نَا دَاوٗدُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَزَادَ قَالَتْ وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّمَّآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ ۔

امام مسلم نے سند سابق کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو بیان فرمایا، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی کسی آیت کو تم سے چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے: واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ ۔ اور اے محبوب یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام فرمایا اور آپ نے بھی انعام فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور آپ کے دل میں وہ چیز بھی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا کیونکہ آپ کو لوگوں کے طعنہ دینے کا اندیشہ تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

۳۴۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِيْ لِمَا قُلْتَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهٖ وَحَدِيْثُ دَاوٗدَ اَتَمُّ وَاَطْوَلُ ۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا تمہاری یہ بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ امام مسلم کہتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی روایت کی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا لیکن داؤد کی روایت زیادہ مفصل ہے۔

٣٥٠ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهُ تَعَالَى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى قَالَتْ إِنَّمَا ذَلِكَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرِّجَالِ وَإِنَّهُ أَتَاهُ فِي هَذِهِ الْمَرَّةِ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ فَسَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا قرآن کریم کی اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی "پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور محبوب کے درمیان کمان کے دو سروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم پھر وحی فرمائی اس نے اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔" حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے مراد حضرت جبرائیل ہیں، پہلے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آتے تھے۔ اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو صورت آسمان کے کناروں پر محیط ہو گئی

٣٥١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ (خالق) نور ہے اور میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے

٣٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ أَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَيْتُ نُورًا۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع ملا ہوتا تو میں حضور سے ایک چیز ضرور پوچھتا۔ حضرت ابوذر نے فرمایا کیا پوچھتے؟ عبداللہ نے کہا میں یہ پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا میں نے (خالق) نور کو دیکھا ہے۔

٣٥٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتلائیں فرمایا:

۱۔ اللہ تعالے سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ النَّارُ لَوْ كَشَفَهَا لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهٖ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَلَمْ يَقُلْ حَدَّثَنَا۔

شان کے لائق ہے۔

۲۔ میزان کے پلڑوں کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔

۳۔ رات کے اعمال اس کے پاس دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک نور نے حجاب میں لیا ہوا ہے (ایک روایت میں نور کی جگہ نار کا لفظ ہے۔)

۵۔ اگر اس حجاب کو اٹھا دیا جائے تو اس کی ذات کی شعاعیں منتہاء بصر تک تمام مخلوق کو جلا دیں گی۔

۳۵۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خَلْقِهٖ وَقَالَ حِجَابُهُ النُّوْرُ۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں چار باتوں کا ذکر ہے پانچویں بات یعنی مخلوق کو جلانے کا ذکر نہیں ہے۔ اور فرمایا اس کا حجاب نور ہے۔

۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعٍ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ وَيَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهُ وَيُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ۔

حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں چار باتیں بتلائیں فرمایا اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے اور نہ سونا اس کو زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ میزان کے پلڑے اوپر نیچے کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں رات کے اعمال دن میں اور دن کے اعمال رات میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اس باب کی احادیث میں یہ بحث ہے کہ آیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں، ہم چونکہ اس سے پہلے باب میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس حدیث میں جو دوسرے مضامین ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا

حدیث نمبر ۳۴۲ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے قرآن مجید سے کچھ چھپا لیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے کا پورا قرآن امت تک پہنچا دیا اور کیونکہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج امت کے ہاتھوں میں جو قرآن مجید محفوظ ہے یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور حضور نے اس کو ہم تک پہنچا دیا۔ لہٰذا شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ موجودہ قرآن اصل قرآن کا ایک تہائی ہے باطل ہے۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان القرآن الذی جاء بہ جبرائیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ عشر الف آیۃ [1]

حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس قرآن کو حضرت جبرائیل حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔

نوٹ: قرآن مجید میں چھ ہزار دو سو اور چند آیتیں ہیں۔

نیز شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل الا کذاب وما جمعہ وحفظہ کما نزلہ اللہ تعالیٰ الا علی بن ابی طالب علیہ السلام والائمۃ من بعدہ علیہم السلام [2]

جابر بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے پورے قرآن کو جس طرح وہ نازل ہوا تھا محفوظ کر لیا ہے وہ جھوٹا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کیا تھا، اس کو اس طرح صرف حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے بعد کے اماموں نے محفوظ رکھا ہے

حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان

حدیث نمبر ۳۴۸ میں ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی کسی آیت کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے!

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ فلما قضی زید منہا

اور یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) انعام فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپاتے

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ الاصول من الکافی ج ۲ ص ۶۳۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

[2] ″ ″ ″ ″، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۸، ″ ″ ″

وطرا زوجنکها لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطرا وکان امر الله مفعولا

(احزاب: ۳۷)

تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں) لوگوں کی (طعنہ زنی سے) ڈرتے تھے اور اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید نے اس سے (قطع نکاح کی) غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ (اس کے بعد) مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق کوئی حرج نہ رہے۔ جب وہ (ان کو طلاق دے کر) ان سے بے غرض ہو جائیں، اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ بولے بیٹے اور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے دیا لیکن حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے اس پیغام کو اپنے حسب اور نسب کی فضیلت کی بناء پر منظور نہیں کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم "کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرما دیں تو وہ اس فیصلہ سے روگردانی کر سکیں"۔ (احزاب: ۳۶)۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے حضرت زید بن حارثہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے پیغام کو منظور کر لیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس دینار، ساٹھ درہم، ایک کپڑے کا جوڑا، پچیس سیر غلہ اور تقریباً تین من کھجوروں کے مہر کے عوض حضرت زید بن حارثہ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔

نکاح کے بعد عموماً ان میاں بیوی میں بحث و تکرار اور چپقلش رہتی تھی۔ حضرت زینب عموماً اپنے حسب و نسب کی بڑائی بیان کرتیں جس سے حضرت زید اکثر کڑھتے رہتے تھے، بار بار بارگاہ نبوت میں آ کر حضرت زینب کی شکایت کرتے اور انہیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر فرماتے، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضور کو مطلع فرما دیا تھا اور بالآخر زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور عدت گذرنے کے بعد وہ آپ کے نکاح میں آجائیں گی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ اگر ایسا ہو گیا تو منافقین وغیرہ غلط پروپیگنڈا کریں گے اور لوگوں سے کہیں گے دیکھو یہ کیسا نبی ہے جس نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی چھین کر اس سے خود نکاح کر لیا۔ اس وجہ سے جب زید بار بار آ کر آپ سے حضرت زینب کی شکایت کرتے تو آپ ان کو اللہ سے ڈراتے اور طلاق دینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے حالانکہ آپ کو علم تھا کہ بہر حال ایسا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں حکمت یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے عدت کے بعد نکاح کرلیں تو مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا نہ حقیقی بیٹا ہوتا ہے نہ اس کی بیوی حقیقی بہو ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے عدت کے بعد نکاح کرنا چاہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل اور اسوہ اُس کے لیے دلیل اور حجت بن جائے۔ لہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور عدت گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "زوجنکھا" ہم نے آپ کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بغیر کسی پیغام، عقد نکاح اور مہر وغیرہ کے حضرت زینب حضور کی زوجیت میں داخل ہو گئیں اور یہ ان کی عظیم فضیلت ہے جس پر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی تھیں، حضور نے ان کا شاندار ولیمہ کیا تھا۔ سورۂ احزاب کی دو آیتوں (۳۷-۳۸) میں اس واقعہ کا اجمالاً ذکر ہے جن کا ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

> "اے محبوب اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور آپ لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ سے اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا، اور لوگوں کی طعنہ زنی کے خوف کی نسبت اللہ کا خوف آپ کی شان کے زیادہ لائق ہے۔ اور جب زید نے اپنی بیوی سے حاجت پوری کر لی (یعنی طلاق دے دی اور عدت گذر گئی) تو ہم نے آپ کا اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمان جب اپنے منہ بولے بیٹوں کی (مطلقہ) بیویوں سے (عدت کے بعد) نکاح کرنا چاہیں تو ان کے لیے کوئی دشواری نہ ہو اور اللہ کا حکم بہرحال ہو کر رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے جو کام فرض کر دیا ہو اس کے کرنے میں نبی پر کوئی حرج یا وجہ طعن نہیں ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سابقہ شریعتوں میں دستور رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر مقدر کیا ہوا کام اٹل ہوتا ہے۔"

بعض قصہ گو واعظوں نے ضعیف اور مطعون روایات کی بنیاد پر ان آیات کی تفسیر میں ایسی ایسی نازیبا باتیں لکھ دی ہیں جو نہ صرف شان نبوت کے منافی ہیں بلکہ ان کو اگر سچ تسلیم کر لیا جائے تو نبوت پر ایمان قائم نہیں رہتا۔ ان آیات کی صحیح تشریح اور تفسیر وہی ہے جو ہم نے معتبر حوالوں سے بیان کر دی ہے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے:

۱۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر امتی کی جان اور مال کے مالک ہیں اور مختار ہیں اگر وہ کسی امتی کا کسی سے رشتہ کر دیں تو اس کو مجال انکار نہیں ہے۔

۲۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انجام کار کیا ہونا ہے۔

نور انی اراہ کی تحقیق حدیث نمبر ۳۱۵ میں ہے: نور انی اراہ، اس جملہ میں انی کو کئی طرح پڑھا گیا ہے۔

لہ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، تفسیر روح المعانی ج ۲۲، ص ۲۴-۲۶، دار احیاء التراث العربی بیروت

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

نورٌ انّی اراہ کو محدثین نے کئی طرح پڑھا ہے ایک صورت یہ ہے "نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ" "وہ خالق نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں"۔ علامہ نووی نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ تشریح اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابوذر کی اس کے بعد جو روایت مذکور ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ میں نے خالق نور کو دیکھا ہے۔

اور اس لفظ کو یوں بھی پڑھا گیا ہے "نُوْرَانِيٌّ اَرَاهُ" "اللہ تعالیٰ نورانی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں یا میں نے اس کو دیکھا ہے"۔ (یہ ماضی کی حال سے حکایۃً تعبیر ہے۔)

اور اس لفظ کو پڑھنے کی ایک روایت اس طرح بھی ہے "نُوْرًا اِنِّيْ اَرَاهُ" "اللہ تعالیٰ خالق نور ہے اور بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا ہے"۔[1]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انّی اسم مکان ہے اور یہ استفہام کے لیے نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے "میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے"۔

بَابُ ۳۳ اِثْبَاتِ رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ لِرَبِّهِمْ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

۳۵۶۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَاَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ غَسَّانَ قَالَ نَا اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ نَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ ۔

۳۵۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

آخرت میں مومنین کے لیے اللہ سبحانہٗ کے دیدار کا اثبات

عبداللہ بن قیس اپنے والد یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور دیگر ساز و سامان سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور ساز و سامان سونے کے ہوں گے اور اہل جنت اور ان کے رب کے درمیان جنت عدن میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر حائل ہوگی۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمام جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا جنت کے بعد تمہاری کوئی اور خواہش

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات ج ۱۰ ص ۳۴۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّيْنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ۔

ہے جس کو میں پورا کروں، جنتی عرض کریں گے اے بار الٰہ کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے کیا تو نے ہم کو جنت عطا نہیں کی! کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنی ذات کے درمیان سے حجاب اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کر لیں گے تو ان کو اس کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوگی۔

٣٥٨۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ حضرت صہیب رومی سے یہی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے یہ حدیث بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے دیدار پر استدلال کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) نیک لوگوں کے لیے نیک انجام ہے اور مزید انعام ہے یعنی دیدار الٰہی۔

٣٥٩۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا أَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهٗ أَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ كَذٰلِكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ الْقَمَرَ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! آیا ہم آخرت میں اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آسمان پر ماہ تمام جلوہ گر ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے، صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جب آسمان پر مہر تاباں جلوہ افروز ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت ہوتی ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا بالکل نہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح دیکھو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور فرمائے گا جو شخص دنیا میں جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ آج بھی اسی کی پیروی کرے، لہٰذا جو شخص دنیا میں سورج کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کرتا تھا وہ ان کے ساتھ ہو جائے گا،

يَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيتَ الطَّوَاغِيتَ وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ فِي صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتَّبِعُونَهُ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا قَدْرُ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُؤْمِنُ بَقِيَ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمُ الْمُجَازٰى حَتّٰى يُنَجّٰى حَتّٰى إِذَا فَرَغَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ بِرَحْمَتِهِ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ الْمَلٰئِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مِمَّنْ أَرَادَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرْحَمَهُ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَيَعْرِفُونَهُمْ فِي النَّارِ يَعْرِفُونَهُمْ بِأَثَرِ السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنِ ابْنِ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ مِنْهُ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ

اخیر میں یہ اُمّت رہ جائے گی جس میں مومن اور منافق دونوں شامل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے کسی ایسی صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے اجنبی ہوگی اور فرمائیگا میں تمہارا رب ہوں میری امت کہے گی ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اس جگہ ٹھہرے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا رب جلوہ گر ہو اور ہم اس کو پہچان لیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے جانی پہچانی ہوگی اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں، پھر میری امت عرض کرے گی ہاں تو واقعی ہمارا رب ہے، پھر وہ اپنے رب کے جلوہ کی اتباع کریں گے پھر دوزخ کی پشت پہ پل صراط بچھایا جائیگا اور میں اور میرے امتی سب سے پہلے اس پل سے گذریں گے اور اس دن رسولوں کے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا اور اس دن رسولوں کی زبان پہ یہی دعا ہوگی اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے مولیٰ سلامتی سے پارگذار دے) اور جہنم میں سعدان نامی خاردار جھاڑی کی مثل کانٹے ہوں گے، پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے سعدان جھاڑی کو دیکھا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وہ کانٹے سعدان جھاڑی کے کانٹوں ہی کی طرح ہوں گے لیکن اس کے دندانوں کی لمبائی کی مقدار کو بغیر اللہ تعالیٰ کے (بتلائے) کوئی نہیں جانتا اور وہ کانٹے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں گھسیٹ لیں گے اور بعض مومن اپنے نیک اعمال کے سبب ان سے محفوظ رہیں گے اور بعض مومن پل صراط سے گذر کر جہنم سے نجات پا جائیں گے (یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کرکے فارغ ہوجائے گا پھر وہ ارادہ کرے گا کہ جن لوگوں نے شرک نہیں کیا

اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ عَلَى النَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا فِى الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِىْ عَنِ النَّارِ فَاِنَّهٗ قَدْ قَشَبَنِىْ رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِىْ ذَكَاؤُهَا فَيَدْعُو اللّٰهَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدْعُوَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى هَلْ عَسَيْتَ اِنْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَآ اَسْاَلُكَ غَيْرَهٗ وَيُعْطِىْ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عُهُوْدٍ وَّمَوَاثِيْقَ مَا شَآءَ اللّٰهُ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَآ اَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَاٰهَا سَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَىْ رَبِّ قَدِّمْنِىْ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ عُهُوْدَكَ وَمَوَاثِيْقَكَ لَا تَسْاَلُنِىْ غَيْرَ الَّذِىْ اَعْطَيْتُكَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَآ اَغْدَرَكَ فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ يَدْعُو اللّٰهَ حَتّٰى يَقُوْلَ لَهٗ فَهَلْ عَسَيْتَ اِنْ اَعْطَيْتُكَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِىْ رَبَّهٗ مَا شَآءَ اللّٰهُ مِنْ عُهُوْدٍ وَّمَوَاثِيْقَ فَيُقَدِّمُهٗ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا قَامَ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ انْفَهَقَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَرَاٰى مَا فِيْهَا مِنَ الْخَيْرِ وَالسُّرُوْرِ فَيَسْكُتُ مَا شَآءَ اللّٰهُ

ہے ان میں سے وہ جن کو چاہے محض اپنی رحمت سے جہنم سے نکال لے اس وقت فرشتوں کو حکم دے گا جو لوگ کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر تا حیات قائم رہے ان کو جہنم سے نکال لیں، فرشتے ان لوگوں کو سجدوں کے نشانات کی وجہ سے پہچان لیں گے کیونکہ آگ ابن آدم کے اعضاء سجود کے علاوہ تمام جسم کو جلا دے گی، یہ لوگ جلے ہوئے جسم کے ساتھ جہنم سے نکالے جائیں گے۔ پھر ان پر آب حیات ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے یہ لوگ اس طرح تر و تازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کیچڑ میں پڑا ہوا دانہ اگ پڑتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا تو ایک شخص ابھی باقی ہو گا جس کا منہ جہنم کی طرف ہو گا اور یہی شخص آخری جنتی ہو گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے میرے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے اس کی بدبو مجھے ایذاء پہنچاتی ہے اور اس کی تپش مجھے جلا رہی ہے پھر جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہو گا وہ دعا کرتا رہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا "اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو اور سوال کرنے لگے گا وہ شخص کہے گا کہ میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے گا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر کر جنت کی طرف کر دے گا جب وہ شخص جنت کو اپنے سامنے دیکھے گا تو اللہ کی مشیت کے مطابق کچھ دیر تو چپ رہے گا پھر کہے گا اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے تک لے جا، اللہ تعالیٰ فرمائیگا کیا تو نے مجھ سے پختہ عہد و پیمان نہیں کیے تھے کہ تو مزید سوال نہیں کریگا افسوس ہے اے ابن آدم!

أَنْ تَسْكُتَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُوْدَكَ وَمَوَاثِيْقَكَ لَا تَسْأَلُ غَيْرَ مَا أُعْطِيْتَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ لَا أَكُوْنَنَّ أَشْقٰى خَلْقِكَ قَالَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَضْحَكَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مِنْهُ فَإِذَا ضَحِكَ اللّٰهُ مِنْهُ قَالَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَدْخَلَهَا قَالَ اللّٰهُ لَهٗ تَمَنَّهْ فَيَسْأَلُ رَبَّهٗ وَيَتَمَنّٰى حَتّٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُذَكِّرُهٗ مِنْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ وَأَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ مَعَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيْثِهٖ شَيْئًا حَتّٰى إِذَا حَدَّثَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ أَنَّ اللّٰهَ قَالَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهٖ مَعَهٗ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ مَا حَفِظْتُ إِلَّا قَوْلَهٗ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ أَشْهَدُ أَنِّيْ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَوْلَهٗ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهٖ قَالَ

ـــــ تو کس قدر عہد شکن ہے وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب! اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "اگر میں نے تیرا یہ سوال بھی پورا کر دیا تو پھر تو اور کچھ نہیں مانگے گا" وہ شخص کہے گا اے میرے رب تیری عزت و جلال کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس نئے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد پیمان لے گا اور اس کو جنت کے دروازے پر کھڑا کر دے گا، جب وہ شخص جنت کے دروازہ پر کھڑا ہو گا تو جنت اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ اس کو نظر آئے گی اور وہ اس میں سرور انگیز اور خوشگوار مناظر دیکھے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کچھ دیر تو وہ چپ رہے گا اس کے بعد کہے گا: "اے میرے رب مجھے جنت میں داخل کر دے" اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "کیا تو نے ابھی پختہ عہد نہیں کیے تھے کہ تو اس کے بعد سوال نہیں کرے گا، افسوس اے ابن آدم تو کس قدر عہد شکن ہے" وہ شخص عرض کریگا: اے میرے رب! (میں تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب ہونگا کہ جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور پھر جنت کے اندر نہ جا سکوں) وہ یونہی بار بار دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی شان کے مطابق ہنسی آئے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ ہنس پڑیگا تو فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو جا" اور جب اس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا تو پھر فرمائے گا اب اور تمنا کر، وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال اور تمنائیں کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو جنت کی نعمتوں کی طرف متوجہ کرے گا اور جنت کی نعمتوں کی اجناس اسے یاد دلائے گا تاکہ اس کی آرزوئیں پوری ہو جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیگا

أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ اٰخِرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ۔

یہ سب نعمتیں بھی لے لو اور اتنی ہی مقدار میں اور نعمتیں بھی لے لو۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق بیان کیا۔ صرف اس بات سے اختلاف کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا یہ تمام نعمتیں لے لو اور ان کے برابر اور نعمتیں بھی لے لو تو حضرت ابو سعید خدری نے کہا اے "ابو ہریرہ" یہ تمام نعمتیں بھی لو اور اس کی مثل دس گنا نعمتیں اور لے لو۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا مجھے تو یہ حدیث یونہی یاد ہے کہ یہ نعمتیں اور ان کی ایک مثل لے لو۔ حضرت ابو سعید نے کہا میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسی طرح یاد ہے کہ یہ نعمتیں بھی لو اور ان کی مثل دس نعمتیں اور لے لو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس شخص کی بات کر رہا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

۳۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّاسَ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ مَعْنٰى حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۳۶۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهٗ هَلْ تَمَنَّيْتَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جنت میں سب سے کم درجہ کا وہ شخص ہوگا جس سے اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ "تمنا کرو" وہ تمنا کرے گا پھر اللہ تعالٰی اس سے پوچھے گا کیا تم نے تمنا کر لی؟ وہ کہے گا "ہاں" اللہ تعالٰی فرمائے گا جاؤ جو تمنا کی تھی وہ بھی لے لو اور اس جتنا اور بھی لے لو۔

فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ۔

۳۶۲۔ وَحَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَاسًا فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ صَحْوًا لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتَّبِعْ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى اَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ وَغُبَّرِ اَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" پھر آپ نے فرمایا جب سورج نصف النہار پر ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ اور جب چودھویں شب کو آسمان پر چاند جلوہ آرا ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو اسی کیفیت کے ساتھ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرو گے قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کیا کرتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے سب جہنم میں جا کر گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی بچ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی باقی رہیں گے، پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی بیٹا ہے، اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے رب! ہم پیاسے

فَيُقَالُ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ قَالُوْا عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ أَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ إِلٰى جَهَنَّمَ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ أَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ أَدْنٰى صُوْرَةٍ مِّنَ الَّتِيْ رَأَوْهُ فِيْهَا قَالَ فَمَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفْقَرَ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى إِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَكَادُ أَنْ يَنْقَلِبَ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ

ہیں ہم کو پانی پلا دے پھر ان سے اشارے سے کہا جائے گا کہ تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

پھر عیسائیوں کو بلایا جائیگا

اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے، پھر ان سے کہا جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم بہت پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے ان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے،

یہاں تک کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے

جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بدکار، پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی صورت بھیجے گا جس صورت کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی وجہ سے جانتے ہوں گے (کہ یہ ان کا رب نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جا چکا۔ مسلمان عرض کریں گے اے بارِ الٰہ ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے، اور ہم نے ان لوگوں کا کبھی ساتھ نہیں دیا، اس صورت سے آواز آئے گی میں تمہارا رب ہوں، مسلمان کہیں گے ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

وَبَيْنَهٗ اٰيَةٌ تَعْرِفُوْنَهٗ بِهَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِهٖ اِلَّآ اَذِنَ اللّٰهُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ وَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اِتِّقَآءً وَّرِيَآءً اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهٗ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كُلَّمَآ اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَقَدْ تَحَوَّلَ فِيْ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ رَاَوْهُ فِيْهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ رَبُّنَا ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْجِسْرُ قَالَ دَحْضٌ مَّزِلَّةٌ فِيْهَا خَطَاطِيْفُ وَكَلَالِيْبُ فِيْهِ وَحَسَكٌ تَكُوْنُ بِنَجْدٍ فِيْهَا شُوَيْكَةٌ يُّقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيْحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَاَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُّسَلَّمٌ وَّمَخْدُوْشٌ مُّرْسَلٌ وَّمَكْدُوْسٌ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰٓى اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْكُمْ بِاَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِلّٰهِ فِي الْاِسْتِقْصَآءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ فِيْ

شریک نہیں کرتے مسلمان یہ کلمات دو یا تین بار دہرائیں گے یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگانے لگیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو؟ مسلمان کہیں گے "ہاں" پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی منکشف فرمائے گا، اس منظر کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لیے سجدہ کرتا ہے اس کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی، اور جو شخص کسی دنیاوی خوف یا ریاکاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کی اجازت نہیں ملے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پیٹھ کے بل گر جائے گا، پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں انہوں نے اسے پہلے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیگا "میں تمہارا رب ہوں" مسلمان کہیں گے کہ "تو ہمارا رب ہے" پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، اس وقت سب کہیں گے اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ "اے اللہ سلامت رکھ" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا وہ پل کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ایک پھسلوان چیز ہوگی اور اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے، وہ لوہے کے کانٹے سعدان نام جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے، بعض مسلمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح بعض آندھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح۔ بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح یہ سب صحیح سلامت پار پہنچ جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچ جائیں

النَّارِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَيُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَإِلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيْهَا أَحَدٌ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ وَعَزَّ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا أَحَدًا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا أَحَدًا ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا خَيْرًا وَكَانَ أَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ يَقُوْلُ إِنْ لَمْ تُصَدِّقُوْنِيْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ

اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑا لینے کے لیے بطور ناز اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے اے ہمارے رب یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو، ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا، پھر جنتی لوگ کہیں گے اے اللہ اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو جہنم سے نکال لانے کا تو نے حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی نیکی ہے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، پھر جنتی لوگ کثیر تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے جہنم سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی نیکی ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب جن لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّآ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَّمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِىْ نَهَرٍ فِىْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهٗ نَهَرُ الْحَيَاةِ فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِىْ حَمِيْلِ السَّيْلِ اَلَا تَرَوْنَهَا تَكُوْنُ اِلَى الْحَجَرِ اَوْ اِلَى الشَّجَرِ مَا يَكُوْنُ اِلَى الشَّمْسِ اُصَيْفِرُ وَاُخَيْضِرُ وَمَا يَكُوْنُ مِنْهَا اِلَى الظِّلِّ يَكُوْنُ اَبْيَضَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّكَ كُنْتَ تَرْعٰى بِالْبَادِيَةِ قَالَ فَيَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِىْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ يَعْرِفُهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَآءِ عُتَقَآءُ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ ثُمَّ يَقُوْلُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ فَمَا رَاَيْتُمُوْهُ فَهُوَ لَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبَّنَا اَىُّ شَىْءٍ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا

نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جس شخص کے دل میں تم کو ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ملے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، جنتی رنگ پھر جائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد میں خلق خدا کو نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ اب دوزخ میں نیکی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے تو قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو (ترجمہ) لاریب اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا" پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتے انبیاء اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے۔ اب گنہگاروں کے لیے سوائے ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لے گا، جنہوں نے اصلاً کوئی نیکی نہیں کی ہوگی۔ اور وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر آب حیات کی نہر میں ڈال دے گا اور وہ اس نہر سے اس طرح تر و تازہ نکل کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے دانہ اگ پڑتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دانہ پتھر یا درخت کے پاس آفتاب کے رُخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز رنگ کا پودا بن جاتا ہے جو دانہ سائے کی جانب ہوتا ہے اس کا پودا سفید رنگ کا ہوتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ تو زرعی معاملات کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ جنگلوں میں جانور چراتے رہے ہوں، آپ نے سلسلہ کلام

فَيَقُوْلُ رِضَايَ فَلَا اَسْخَطُ
عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا۔

۳۶۳۔ قَالَ مُسْلِمٌ قَرَأْتُ عَلٰى عِيْسَى بْنِ
حَمَّادٍ زُغْبَةَ الْمِصْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِي الشَّفَاعَةِ
وَقُلْتُ لَهٗ اُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْكَ اِنَّكَ
سَمِعْتَهٗ مِنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ نَعَمْ قُلْتُ
لِعِيْسَى بْنِ حَمَّادٍ اَخْبَرَكُمُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ
عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ
زَيْدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ
بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ
الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ
قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنَرٰى رَبَّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ
اِذَا كَانَ يَوْمٌ صَحْوٌ قُلْنَا لَا وَسُقْتُ الْحَدِيْثَ

جاری رکھتے ہوئے) فرمایا وہ لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے اور ان کی گردنوں میں سونے کے پٹے پڑے ہوئے ہوں گے جن کی وجہ سے اہل جنت انھیں پہچان لیں گے اور ان کے بارے میں کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نیک عمل کے جہنم سے آزاد کر دیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ اور جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی، وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے لیے اس سے افضل چیز ہے وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب وہ کیا چیز ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا، اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مطلع صاف ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے؟" ہم نے عرض کیا نہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں باقی حدیث حسب سابق ہے، البتہ اس سند کے ساتھ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ جب اللہ ان مسلمانوں کو بخش دے گا جنھوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا تو ان سے کہا جائے گا جنت میں جو کچھ بھی تم نے دیکھا یہ بھی لے لو اور اس جتنا اور لے لو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حَتّٰى الْقَضٰى اٰخِرَهٗ وَهُوَ نَحْوُ حَدِيْثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا قَدَمٍ قَدَّمُوْهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَاَيْتُمْ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ بَلَغَنِيْ اَنَّ الْجِسْرَ اَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَةِ وَاَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ وَمَا بَعْدَهٗ فَاَقَرَّ بِهٖ عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ ۔

ایں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور لیث کی سند کے ساتھ یہ اضافہ نہیں ہے ۔

۳۶۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ بِاِسْنَادِهِمَا نَحْوَ حَدِيْثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَقَدْ زَادَ وَنَقَصَ شَيْئًا ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ تغیر و تبدل اور کمی بیشی کے ساتھ ایک سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً ممکن ہے محال نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ یہ رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے، اور اہل بدعت میں سے معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً محال ہے اور ان کا یہ قول خطاء صریح اور جہل قبیح ہے، کتاب اور سنت کے دلائل، اور صحابہ اور ان کے بعد اخیار امت کا اس پر اجماع ہے کہ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور بیس سے زیادہ صحابہ سے اس نوع کی احادیث مروی ہیں۔

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے، اس کے لیے شعاع بصری کا احاطہ کرنا اور مرئی کا دیکھنے والے کے بالمقابل ہونا شرط نہیں ہے، البتہ ہم جو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ چیز اتفاقاً پائی جاتی ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے اور جب مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقابل جہت میں ہونا لازم نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اب ہمیں دیکھتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بالمقابل ہو۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربها ناظرۃ۔ (قیامت، ۲۲)	کچھ چہرے اس دن اپنے رب کو دیکھتے ہوئے تروتازہ ہوں گے۔
کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون۔ (مطففین، ۱۵)	ہاں ہاں بے شک اس دن وہ (کفار) اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

اور کفار کی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محرومی حسرت اور عذاب تب ہی ہو سکتی ہے جب مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرا کے شادمانی عطا فرمائے۔

ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا۔ عام مسلمان دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور آخرت میں دیکھ لیں گے، اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے، اور فنا ہونے والی آنکھوں سے باقی کا جلوہ نہیں دیکھا جا سکتا اور آخرت میں مسلمان بھی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گے اور ان کی آنکھیں بھی باقی رہیں گی تو بقا کی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھ لیں گے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آخرت سے پہلے اپنی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوا تمام انسانوں کی آنکھیں فنا کی مظہر ہیں اور حضور کی آنکھیں بقا کی مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان

حدیث نمبر ۳۶۲ میں ہے، اللہ تعالیٰ پہلے ایک صورت میں ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر مسلمان انکار کریں گے اور کہیں گے کہ تو ہمارا رب نہیں ہے، پھر ایک اور صورت میں ظاہر ہوگا تو مسلمان پہچان لیں گے۔

شروع میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ شامل رہیں گے اور مسلمانوں کو اپنے لیے ڈھال بنالیں گے جس طرح دنیا میں یہ معمول تھا بعد میں حوض کوثر پر منافقین کی چھانٹی کر دی جائے گی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سحقاً سحقاً (دور رہو دور رہو) فرما کر انھیں مسلمانوں سے الگ کر دیں گے، یا اس موقع پر جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا وامتازوا الیوم ایها المجرمون ”اے مجرمو آج علیحدہ ہو جاؤ“

اللہ تعالیٰ کا پہلے ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس کا مومنین انکار کر دیں اور دوبارہ ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس صورت کو دیکھ کر مومنین اس کو رب مان لیں۔ اس کی تشریح کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اس کے منشا اور مطلب کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض کرتے ہیں اور متاخرین میں سے قاضی عیاض وغیرہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کی صورت پیش کرے گا جس صورت سے اس کے حادث اور مخلوق ہونے کے آثار ظاہر ہوں گے، اس لیے مومنین اس صورت کو دیکھ کر کہہ دیں گے یہ ہمارا رب نہیں ہے بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی ایک صفت منکشف فرمائے گا اس صفت کو حدیث میں صورت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکل اور صورت سے پاک ہے اور یہ ایسی صفت ہوگی جو مخلوقات کی صفات میں سے کسی صفت کے مشابہ نہ ہوگی اور نہ اس پر آثار حدوث ظاہر ہوں گے اس لیے اس صفت کی تجلی کو دیکھ کر تمام مسلمان پکار اٹھیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے کیونکہ ان کا اعتقاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں ہے لہذا جب

وہ ایک بے مثل صفت کو دیکھیں گے تو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔

حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا پہلی بار جو صورت نظر آئے گی اس میں قیامت کی ایسی ہولناکیاں نظر آئیں گی جیسی دہشت ناک ہولناکیاں انہوں نے کبھی دنیا میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔ اس لیے وہ کہیں گے کہ ہم اس سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں اس کے بعد جو صورت نظر آئے گی اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کی تجلیات ہوں گی جن کو دیکھ کر ان کا خوف اور دہشت دور ہو جائے گی اور یہی وہ صورت ہے جس کو "کشف ساق" (پنڈلی منکشف کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے بے مثال لطف وکرم کی تجلیات دیکھیں گے تو بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ یہی ہمارا رب ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی صورت میں مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ بات پیدا کر دے کہ یہ صورت ان کا رب نہیں ہے اور وہ اپنے وجدان سے انکار کر دیں اور دوسری صورت جب نظر آئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہ بات پیدا کر دے کہ وہ واقعی ان کا رب ہے اور وہ اپنے وجدان کی بنا پر کہیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا محشر میں دیدار بطور امتحان ہو گا اور جنت میں دیدار بطور انعام ہو گا۔

بَابُ اِثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَاِخْرَاجِ الْمُوَحِّدِيْنَ مِنَ النَّارِ

٣٦٥ - وَحَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ نِ الْاَيْلِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يُدْخِلُ اللّٰهُ اَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ بِرَحْمَتِهٖ وَيُدْخِلُ اَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ انْظُرُوْا مَنْ وَّجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا حُمَمًا قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهَرِ الْحَيٰوةِ اَوِ الْحَيَآءِ فَيَنْبُتُوْنَ فِيْهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ اِلٰى جَانِبِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ صَفْرَآءَ مُلْتَوِيَةً۔

٣٦٦ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ

شفاعت کا اثبات اور موحدین کو دوزخ سے نکالنے کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت میں سے جسے چاہے گا اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور اہل جہنم میں سے جسے چاہے گا جہنم میں داخل کر دے گا، پھر فرمائے گا دیکھو جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لو پس وہ لوگ جہنم میں سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہو گا پھر ان کو آب حیات کی نہر میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس نہر میں سے اس طرح تر و تازہ ہو کر نکلنا شروع ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ والی مٹی میں سے زردی مائل ہو کر اُگ پڑتا ہے۔

امام مسلم ایک اور سند ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ

نَا عَفَّانُ قَالَ نَا وُهَيْبٌ ح وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنَا خَالِدٌ كِلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ الْحَيَاةُ وَلَمْ يَشُكَّا وَفِيْ حَدِيْثِ خَالِدٍ كَمَا تَنْبُتُ الْغُثَاءَةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ وَفِيْ حَدِيْثِ وُهَيْبٍ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِئَةٍ أَوْ حَمِيْلَةِ السَّيْلِ ۔

٣٦٧ - وَحَدَّثَنِيْ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِيْ مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِيْنَ هُمْ أَهْلُهَا فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلٰكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمُ النَّارُ بِذُنُوْبِهِمْ أَوْ قَالَ بِخَطَايَاهُمْ فَأَمَاتَهُمُ اللّٰهُ إِمَاتَةً حَتّٰى إِذَا كَانُوْا فَحْمًا أُذِنَ بِالشَّفَاعَةِ فَجِيْئَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ضَبَائِرَ فَبُثُّوْا عَلٰى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ ثُمَّ قِيْلَ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ أَفِيْضُوْا عَلَيْهِمْ فَيَنْبُتُوْنَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ تَكُوْنُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ كَأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ فِي الْبَادِيَةِ ۔

٣٦٨ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ إِلٰى قَوْلِهٖ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ ۔

٣٦٩ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ

اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں دانہ اُگنے کا ذکر تھا اور اس میں کوڑا کرکٹ کے اُگنے کا ذکر ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ نہ تو جہنم میں مریں گے اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے البتہ کچھ مسلمان ایسے ہوں گے کہ جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کریگا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر جب شفاعت کی اجازت ہوگی تو ان کو گروہ در گروہ بلایا جائے گا اور انھیں جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا پھر اہل جنت سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو جس کے سبب وہ اس طرح تر و تازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی کے بہاؤ سے آنے والی مٹی میں دانہ سرسبز و شاداب ہو کر نکل آتا ہے۔ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک شخص کہنے لگا یوں لگتا ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنگل میں رہے ہوں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری کی یہی روایت منقول ہے مگر اس میں دانہ کے اُگ پڑنے تک کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ كِلَيْهِمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ عَشَرَةَ أَمْثَالِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي أَوْ تَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ وَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ فَكَانَ يُقَالُ ذَالِكَ أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً۔

۳۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنَ النَّارِ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهُ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةُ أَضْعَافِ الدُّنْيَا

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم میں سے کون نکلے گا اور سب کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم میں سے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو جا" جب وہ جنت میں داخل ہوگا تو وہ یہ سمجھے گا کہ جنت بھر چکی ہے وہ واپس لوٹ آئیگا اور اللہ تعالےٰ سے عرض کرے گا اے میرے رب جنت تو بھر چکی ہے اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جائے گا اور پھر اس کا خیال یہ ہوگا کہ جنت تو بھر چکی ہے، وہ پھر لوٹ آئے گا اور عرض کرے گا اے میرے رب میں نے تو جنت کو بھرا ہوا پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو، تجھے جنت میں دنیا اور اس کی دس گنا جگہ مل جائے گی،" وہ شخص عرض کرے گا "اے اللہ تو مالک ہو کر مجھ سے مذاق کرتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں میں نے اس موقع پر حضور کو ہنستے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہوگئیں پھر حضور نے فرمایا یہ ایک جنتی کا سب سے کم درجہ ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو یقیناً جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا وہ شخص گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا اس شخص سے کہا جائے گا "چلو جنت میں داخل ہو جاؤ" وہ جنت میں جا کر دیکھے گا کہ لوگ اپنے گھروں میں رہ رہے ہیں اس شخص سے کہا جائے گا "کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جسے گذار کر آئے ہو" وہ اثبات میں جواب دے گا، پھر اس سے کہا جائے گا تمنا کرو وہ تمنا کرے گا پھر اس سے کہا جائے گا تم نے جو تمنا کی ہے وہ

قَالَ فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُ بِيْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ۔

بھی ہے برابر اور تمام دنیا کی دس گنا جگہ بھی ہے تو وہ شخص کہے گا "تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو مالک ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر ہنس پڑے اور آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

٣٧١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اٰخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِيْ مَرَّةً وَّيَكْبُوْ مَرَّةً وَّتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَاِذَا مَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ اِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِيْ نَجَّانِيْ مِنْكِ لَقَدْ اَعْطَانِيَ اللّٰهُ شَيْئًا مَّا اَعْطَاهُ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَتُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّآئِهَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ اٰدَمَ تَعَلِّيْ اِنْ اَعْطَيْتُكَهَا سَاَلْتَنِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ وَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ تَعَالٰى يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلٰى فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَشْرَبَ مِنْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا وہ گرتا پڑتا اور گھسٹتا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ جہنم کی آگ اُسے جلا رہی ہوگی، جب جہنم سے نکل جائے گا تو پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا اور جہنم سے مخاطب ہو کر کہے گا بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی ایسی نعمت عطا نہیں فرمائی ہوگی، پھر اس کے لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا وہ شخص کہے گا "اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ کو حاصل کروں اور اس کے پھلوں سے پانی پیوں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے ابن آدم اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو کوئی اور سوال کرے گا"، وہ عرض کرے گا ہرگز نہیں اے میرے رب، اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس سے سوال نہ کرنے کا معاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر صبر کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں کے پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا پھر اس کے لیے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت

مَّآئِهَا وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَآ اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ اَنْ لَّا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَعَلِّيْ اِنْ اَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْاَلُنِيْ غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ تَعَالٰى يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلَيَيْنِ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّآئِهَا لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ اَنْ لَّا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ هٰذِهٖ لَآ اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ تَعَالٰى يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَاِذَا اَدْنَاهُ مِنْهَا فَيَسْمَعُ اَصْوَاتَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ اَيُرْضِيْكَ اَنْ اُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اَلَا تَسْئَلُوْنِيْ مِمَّ اَضْحَكُ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ

سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگا وہ شخص عرض کرے گا "اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں اور اس کے بعد اب میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے کوئی اور سوال نہیں کرے گا اور اب اگر میں نے تجھے اس درخت تک پہنچا دیا تو پھر بھی تو مجھ سے کوئی اور سوال کرے گا، اللہ تعالیٰ پھر اس سے اس بات کا عہد لے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا تاہم اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ معذور ہوگا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کے بغیر صبر نہیں ہو سکتا، پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دیگا وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیئے گا پھر اس کو جنت کے دروازہ پر ایک درخت دکھایا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین ہوگا پھر وہ شخص کہے گا "اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں آرام کروں اور پھر اس کا پانی پیوں اور اس کے بعد میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کرے گا وہ عرض کرے گا اے میرے رب ہاں اس کے بعد اور کوئی سوال نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر انسان کو صبر نہیں آسکتا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا تو جنتیوں کی آوازیں سنے گا وہ پھر عرض کرے گا، "اے میرے رب مجھے اس جنت میں داخل کر دے۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تیرے سوالوں

اللّٰهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
حِيْنَ قَالَ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَاَنْتَ
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَا اَسْتَهْزِئُ
مِنْكَ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مَا اَشَآءُ قَادِرٌ۔

۳۶۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى
بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ
اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ
سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً
رَجُلٌ صَرَفَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ
وَمَثَّلَ لَهٗ شَجَرَةً ذَاتَ ظِلٍّ فَقَالَ اَيْ رَبِّ
قَدِّمْنِيْ اِلٰى هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اَكُوْنُ فِيْ ظِلِّهَا وَ
سَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَلَمْ
يَذْكُرْ فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ
اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْهِ وَيُذَكِّرُهُ اللّٰهُ
عَزَّ وَجَلَّ سَلْ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا انْقَطَعَتْ
بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ لَكَ
وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ

کو کیا چیز روک سکتی ہے کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تجھے (جنت میں) دنیا اور اس جتنی اور جگہ دے دوں" وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے، یہ حدیث سنا کر حضرت عبد اللہ بن مسعود ہنس پڑے پھر آپ نے حدیث سننے والوں سے کہا تم نے مجھ سے پوچھا نہیں میں کیوں ہنسا لوگوں نے کہا بتلائیے آپ کیوں ہنسے" حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہ بات فرما کر ہنسے تھے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے ہنستے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالٰے کے ہنسنے کی وجہ سے جب اس شخص نے یہ کہا کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے" اللہ تعالٰی نے فرمایا: "میں مذاق نہیں کرتا لیکن میں ہر چیز پر قادر ہوں۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتیوں میں سے سب سے کم درجہ کا شخص وہ ہوگا جس کا چہرہ اللہ تعالٰی جہنم سے جنت کی طرف پھیر دے گا اور اس کے لیے ایک سایہ دار درخت بنا دے گا وہ شخص کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں ہو لوں۔ امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابق کی مثل ہے لیکن اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ "اے ابن آدم! تیری آرزوؤں کو کیا چیز ختم کر سکتی ہے" اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالٰے فرماتے گا فلاں فلاں چیز کی تمنا کر اور جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالٰے فرمائے گا یہ آرزوئیں ابھی پوری کر لو اور ان کی مثل دس گنا اور سے لو پھر

وَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَتَقُوْلَانِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاكَ لَنَا وَاَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِثْلَ مَا اُعْطِيْتُ ۔

٣٤٣ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ وَابْنِ اَبْجَرَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رِوَايَةً اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ نَا سُفْيَانُ نَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيْفٍ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يُخْبِرُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَرْفَعُهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ وَاللَّفْظُ لَهُ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ نَا مُطَرِّفٌ وَابْنُ اَبْجَرَ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سُفْيَانُ رَفَعَهُ اَحَدُهُمَا اُرَاهُ ابْنَ اَبْجَرَ قَالَ سَاَلَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبَّهُ مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً قَالَ هُوَ رَجُلٌ يَجِيْئُ بَعْدَ مَآ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ فَيُقَالُ لَهُ اَتَرْضٰى اَنْ يَكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مُلُوْكِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ

اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں داخل کرے گا اور خوبصورت آنکھوں والی دو حوریں اس کی زوجیت میں داخل ہو کر اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تجھ کو ہمارے لیے زندہ کیا اور ہم کو تیرے لیے زندہ رکھا وہ شخص کہے گا اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ کسی کو بھی اتنی نعمتیں نہ دی ہوں گی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ برسر منبر بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جنت میں سب سے کم درجہ کا شخص کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک شخص ہوگا جو تمام جنتیوں کے داخل ہونے کے بعد جنت میں جائے گا اس سے کہا جائے گا "جنت میں چلے جاؤ" وہ شخص عرض کرے گا "اے میرے رب میں جنت میں کہاں جاؤں جنت کے تمام محلات اور مراتب و مناصب پر تو لوگوں نے پہلے ہی قبضہ کر لیا ہے" اس سے کہا جائے گا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہیں جنت میں اتنا علاقہ مل جائے جتنا دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کا علاقہ ہوتا تھا، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب میں راضی ہوں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ یہ علاقہ بھی لو اور اس کا پانچ گنا اور لے لو، وہ شخص کہے گا میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا" یہ بھی لو اور اس جیسا دس گنا علاقہ اور لو اور اس کے علاوہ جو چیز تمہارے دل کو اچھی لگے اور جو تمہاری آنکھوں کو بھائے" وہ شخص عرض کرے گا" اے میرے رب میں راضی ہوں" پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اور جن لوگوں کا جنت میں سب سے بڑا

وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ قَالَ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً قَالَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ مِصْدَاقُهٗ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ الْآيَةَ۔

درجہ ہوگا وہ کون لوگ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ گروہ ہے جس کو میں نے پسند کر لیا اور ان کی عزت و کرامت پر میں نے اپنے ہاتھ سے مہر لگا دی اور ان کو وہ نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے ذہن میں ان کا تصور آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نعمتوں کی تصدیق قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین "کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے کیا کیا نعمتیں چھپائی ہوئی ہیں۔"

۳۷۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ سَأَلَ اللّٰهَ تَعَالَى عَنْ أَخَسِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا حَظًّا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهٖ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ برسرِ منبر بیان کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا سب سے کم درجہ کا جنتی کون شخص ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے۔

۳۷۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتَى بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهٖ وَارْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوبِهٖ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوبِهٖ أَنْ تُعْرَضَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یقیناً جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل ہوگا اور سب سے اخیر میں دوزخ سے کون نکلے گا آپ نے فرمایا ایک ایسا شخص ہوگا جس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائیگا اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا "اس شخص کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہ ابھی اٹھا رکھو" چنانچہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا "تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا، اور فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور

عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُوْلُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَاهُنَا فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ۔

٣٧٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

٣٧٧ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ رَوْحٍ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُسْأَلُ عَنِ الْوُرُوْدِ فَقَالَ نَجِيْءُ نَحْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَنْ كَذَا وَكَذَا انْظُرْ أَيْ ذٰلِكَ فَوْقَ النَّاسِ قَالَ فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا وَ كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ ثُمَّ يَأْتِيْنَا رَبُّنَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ مَنْ تَنْظُرُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ نَنْظُرُ إِلَيْكَ فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ يَضْحَكُ قَالَ فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ فَيَتَّبِعُوْنَهٗ وَيُعْطٰى كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٍ أَوْ مُؤْمِنٍ نُوْرًا ثُمَّ يَتَّبِعُوْنَهٗ وَعَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ وَحَسَكٌ تَأْخُذُ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُطْفَأُ نُوْرُ الْمُنَافِقِيْنَ ثُمَّ يَنْجُو الْمُؤْمِنُوْنَ فَتَنْجُوْ أَوَّلُ زُمْرَةٍ

کہے گا کہ ”میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار کی سکت نہیں پاتا“، اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ان کا حساب نہ شروع ہو جائے اس شخص سے کہا جائے گا، جا تجھے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جاتی ہے۔“ وہ شخص عرض کرے گا میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کیے تھے جن کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا“، حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

ابوزبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے لوگ پوچھ رہے تھے کہ میدان حشر میں لوگوں کا کیا حال ہوگا، حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم عرصہ محشر میں تمام امتوں سے بلندی پر ہوں گے پھر باقی امتوں کو علی الترتیب ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا، اس کے بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا تم کس کو دیکھ رہے ہو، لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے رب کو دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں لوگ کہیں گے کہ ذرا ہم تجھ کو دیکھ تو لیں، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ہنستا ہوا جلوہ فرمائے گا حضرت جابر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق چل پڑے گا اور تمام لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے اور ہر شخص کو ایک نور ملے گا خواہ وہ مومن ہو یا منافق اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے، پل صراط پر کانٹے

وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ كَأَضْوَأِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كَذٰلِكَ ثُمَّ تَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَشْفَعُونَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً فَيُجْعَلُونَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ وَيَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ يَرُشُّونَ عَلَيْهِمُ الْمَاءَ حَتّٰى يَنْبُتُوا نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ حُرَاقُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ حَتّٰى يُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهَا مَعَهَا.

اور آنکڑے ہوں گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ کانٹے پکڑیں گے پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا اور مومنین نجات پا جائیں گے۔ نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ ہوگا ان کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے یہ گروہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگا اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد جائیں گے ان کے چہرے سب سے روشن ستارے کی طرح ہوں گے اس کے بعد شفاعت شروع ہوگی۔ اور علماء شفاعت کریں گے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا اور ایک جَو کے برابر بھی کوئی نیکی کی ہوگی ان کو دوزخ سے نکال کر جنت کے سامنے ڈال دیا جائے گا پھر جنت والے ان پر پانی کے چھینٹے ڈالیں گے جس سے وہ اس طرح تروتازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی مٹی میں سے دانہ ہرا بھرا نکل آتا ہے، ان سے جلن کے آثار جاتے رہیں گے پھر ان سے ان کی خواہش پوچھی جائے گی اور ان کو دنیا اور اس سے دس گنا زائد علاقہ جنت میں دے دیا جائے گا۔

۳۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو أَنَّ جَابِرًا سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِأُذُنَيْهِ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ نَاسًا مِنَ النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریگا۔

۳۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ قَوْمًا

حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کے سبب کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال

مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ قَالَ نَعَمْ .

کر جنت میں داخل کر دے گا انھوں نے کہا ہاں!

٣٨٠ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ قَوْمًا يُّخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ يَحْتَرِقُوْنَ فِيْهَا اِلَّا دَارَاتِ وُجُوْهِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ جہنم سے نکل کر جنت میں ایسی حالت میں داخل ہونگے کہ چہرے کے سوا ان کا سارا جسم جل چکا ہو گا۔

٣٨١ - وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ يَعْنِيْ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ كُنْتُ قَدْ شَغَفَنِيْ رَاْيٌ مِّنْ رَاْيِ الْخَوَارِجِ فَخَرَجْنَا فِيْ عِصَابَةٍ ذَوِيْ عَدَدٍ نُرِيْدُ اَنْ نَّحُجَّ ثُمَّ نَخْرُجَ عَلَى النَّاسِ قَالَ فَمَرَرْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَاِذَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَالِسٌ اِلٰى سَارِيَةٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِذَا هُوَ قَدْ ذَكَرَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا هٰذَا الَّذِيْ تُحَدِّثُوْنَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ .

وَكُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا فَمَا هٰذَا الَّذِيْ تَقُوْلُوْنَ قَالَ فَقَالَ اَتَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِيْ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ فِيْهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهٗ مَقَامُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ يُخْرِجُ اللّٰهُ بِهٖ مَنْ يُّخْرِجُ قَالَ ثُمَّ نَعَتَ وَضْعَ الصِّرَاطِ وَمَرَّ النَّاسِ عَلَيْهِ قَالَ وَاَخَافُ اَنْ لَّا اَكُوْنَ

یزید فقیر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خوارج کی اس بات نے گھر کر لیا تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا، پھر میں نے لوگوں کی کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ حج کے بعد اس مسلک کی تبلیغ کریں گے، یزید کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے ایک ستون کا سہارا لیے بیٹھے ہیں اور حدیث بیان کر رہے ہیں اور لوگوں کی ایک کثیر جماعت اس حدیث کو سن رہی تھی، اچانک حضرت جابر بن عبداللہ نے جہنمیوں کا ذکر کیا میں نے ان سے کہا اے صحابی رسول! یہ آپ کیسی حدیث بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے: (ترجمہ) "لاریب جس شخص کو تو نے جہنم میں ڈال دیا اس کو رسوا کر دیا۔" اور فرماتا ہے (ترجمہ) "جب جہنمی دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو دوبارہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" آپ ان آیات کے خلاف کیسے حدیث بیان کر رہے ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے فرمایا کیا تم نے قرآن کریم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے

أَحَفِظَ ذَاكَ قَالَ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ زَعَمَ أَنَّ قَوْمًا يَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ أَنْ يَكُونُوا فِيهَا قَالَ يَعْنِي أَبَا نُعَيْمٍ فَيَخْرُجُونَ كَأَنَّهُمْ عِيدَانُ السَّمَاسِمِ قَالَ فَيَدْخُلُونَ نَهَرًا مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَيَغْتَسِلُونَ فِيهِ فَيَخْرُجُونَ كَأَنَّهُمُ الْقَرَاطِيسُ فَرَجَعْنَا وَقُلْنَا وَيْحَكُمْ أَتُرَوْنَ الشَّيْخَ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعْنَا فَلَا وَاللّٰهِ مَا خَرَجَ مِنَّا غَيْرُ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَوْ كَمَا قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ۔

جس مقام پر آپ کو مبعوث کیا جائے گا، میں نے کہا "ہاں" انہوں نے فرمایا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام وہ مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے جہنمیوں کو جہنم سے نکال لے گا، یزید فقیر نے کہا پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گذرنے کی کیفیت کو بیان کیا، یزید نے کہا میرا خیال ہے کہ میں اس تذکرہ کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکا تاہم انہوں نے یہ فرمایا کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد کچھ لوگ جہنم سے نکل آئیں گے، ابو نعیم نے کہا وہ لوگ جہنم سے اس حالت میں نکلیں گے جیسے آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں ہوتی ہیں، پھر وہ لوگ جنت کی نہروں میں سے کسی نہر میں داخل ہوں گے اور اس میں غسل کریں گے اور پھر اس نہر سے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ یہ حدیث سن کر ہم وہاں سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا افسوس ہے تم لوگوں پر (یعنی خارجی لوگوں پر) کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ یہ شیخ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کر سکتے ہیں، چنانچہ بقول ابو نعیم کے سوا ایک شخص کے یہ حدیث سن کر سب لوگ خارجیوں کے عقائد سے تائب ہو گئے۔

۳۸۲۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ وَثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُونَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَلْتَفِتُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ إِذْ أَخْرَجْتَنِي مِنْهَا فَلَا تُعِدْنِي فِيهَا فَيُنْجِيهِ اللّٰهُ مِنْهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار آدمی جہنم سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے، ان میں سے ایک شخص جہنم کی طرف دیکھ کر کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اس دوزخ سے نکال ہی لیا تو اب دوبارہ اس میں نہ ڈالنا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے نجات دے دے گا۔

۳۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَهْتَمُّوْنَ لِذٰلِكَ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فَيُلْهَمُوْنَ لِذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا قَالَ فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو الْخَلْقِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا اَوَّلَ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ قَالَ فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ رَبَّهٗ مِنْهَا اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِيْ اتَّخَذَهُ اللّٰهُ خَلِيْلًا فَيَأْتُوْنَ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ رَبَّهٗ تَعَالٰى مِنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرٰىةَ قَالَ فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ قیامت کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں گے (اور ابن عبید نے یوں بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ کس طرح قیامت کی پریشانی کو دور کیا جائے) ہم کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لیے لاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں محشر کی پریشانی سے نجات دلائے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ آدم ہیں جو تمام مخلوق کے والد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے پیدا کیا اور آپ کے جسم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی، اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ ریز ہوں۔ آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجیے تاکہ وہ ہم کو محشر کی اس پریشانی سے نجات دے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اس موقع پر اپنی (اجتہادی) خطا یاد آ جائے گی وہ ان لوگوں سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے ان کو اپنے رب سے حیا آئے گی البتہ تم حضرت نوح کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف مبعوث کیا تھا، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے ان کو بھی اس وقت اپنی ایک (اجتہادی) خطا یاد آئے گی اور وہ شفاعت سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے ان کو اپنے رب سے حیاء آئے گی البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے ان کو بھی اس موقع پر اپنی (اجتہادی

لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ رَبَّهُ مِنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدًا قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَيَأْتُوْنِيْ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ فَإِذَا أَنَا رَأَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدَعَنِيْ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ فَأَحْمَدُ رَبِّيْ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَقَعُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يُقَالُ لِيْ ارْفَعْ يَا مُحَمَّدُ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ فَأَحْمَدُ رَبِّيْ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ رَبِّيْ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

خطا یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے یہ میرا منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شرف کلام سے نوازا اور ان کو تورات عطا فرمائی، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے ان کو بھی اپنی اجتہادی خطا یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح اور اس کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے لیکن وہ بھی یہ فرمائیں گے کہ یہ میرا منصب نہیں ہے، البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جن کے اگلے پچھلے (بظاہر) ذنوب کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مغفرت سنا دی تھی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے رب سے شفاعت کی اجازت حاصل کروں گا پھر میں دیکھوں گا کہ میں اللہ کے حضور سجدہ میں ہوں اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد اپنا سر اٹھائیے آپ کہیے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پھر میں اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا پھر میں دوبارہ سجدہ میں گر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ

قَالَ فَلَا اَدْرِيْ فِي الثَّالِثَةِ اَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَيْ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ قَتَادَةُ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ۔

جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اقدس اٹھائیں آپ کہیے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہو گی، پھر میں سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ان کلمات سے حمد کروں گا جن کی وہ مجھے اس وقت تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی اور میں لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، حضرت انس کہتے ہیں، مجھ کو صحیح یاد نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح تین یا چار مرتبہ شفاعت کر کے لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اے میرے رب اب جہنم میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں۔ جن کے حق میں قرآن میں دائمی عذاب واجب کر دیا ہے (یعنی کفار)

نوٹ: شفاعت کے متعلق مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں اور اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی جن ظاہری خطاؤں کا ذکر ہے اس کی توجیہ اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں عصمت انبیاء کی بحث میں بیان کی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے (ظاہری) ذنب کی مغفرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور جلد سابع میں بیان کی ہے، وہاں مطالعہ فرمائیں۔

۴۳۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَهْتَمُّوْنَ بِذٰلِكَ اَوْ يُلْهَمُوْنَ ذٰلِكَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ عَوَانَةَ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ ثُمَّ اٰتِيْهِ الرَّابِعَةَ اَوْ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ يَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے دن تمام مسلمان جمع کیے جائیں گے اور وہ حشر کی تپش یا ماندگی سے نجات حاصل کرنے کی خود کوشش کریں گے یا ان کے دل میں یہ بات پیدا کی جائے گی۔ امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابق کی مثل ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بھی فرمایا پھر میں چوتھی بار ان کی شفاعت اور کہوں گا

رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ ۔

اور کہوں گا اے میرے رب اب دوزخ میں فقط وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک دیا ہے۔

٣٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْهَمُوْنَ لِذٰلِكَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الرَّابِعَةِ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے قیامت کے دن تمام مومنوں کو جمع فرمائے گا اور ان کے دل میں محشر سے نجات کا خیال پیدا کیا جائیگا، باقی حدیث حسب سابق ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چوتھی بار فرمائیں گے کہ اے میرے رب اب دوزخ میں صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کے بارے میں قرآن نے دائمی عذاب کو واجب کر دیا ہے۔

٣٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيْرُ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ عَرُوْبَةَ وَهِشَامٌ صَاحِبُ الدَّسْتَوَآئِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيْرَةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً زَادَ ابْنُ مِنْهَالٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ يَزِيْدُ فَلَقِيْتُ شُعْبَةَ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيْثِ فَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا بِهٖ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا اور اس نے ایک جو کے برابر بھی نیکی کی ہو اس کو جہنم سے نکال دیا جائے گا اس کے بعد اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے دانہ کے برابر بھی نیکی ہو پھر اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائے جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ہو، امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ذرہ کی جگہ جوار کا ذکر ہے۔

بِالْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّ شُعْبَةَ جَعَلَ مَكَانَ الذَّرَّةِ ذُرَةً. قَالَ يَزِيدُ صَحَّفَ فِيهَا أَبُو بِسْطَامٍ.

٣٨٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا مَعْبَدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَنَزِيُّ ح وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَنَزِيِّ قَالَ انْطَلَقْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَتَشَفَّعْنَا بِثَابِتٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي الضُّحَى فَاسْتَأْذَنَ لَنَا ثَابِتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَجْلَسَ ثَابِتًا مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَمْزَةَ إِنَّ إِخْوَانَكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ الشَّفَاعَةِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُونَ لَهُ اشْفَعْ لِذُرِّيَّتِكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللّٰهِ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُؤْتَى مُوسَى

معبد بن ہلال عنزی کہتے ہیں کہ ہم چند لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانا چاہتے تھے ان سے ملاقات کے لیے ہم نے حضرت ثابت کی سفارش طلب کی، جب ہم حضرت انس کے پاس پہنچے تو وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ثابت نے ہمیں بلانے کی اجازت حاصل کی، ہم اندر پہنچے، انھوں نے ثابت کو اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا، پھر ثابت نے حضرت انس سے مخاطب ہو کر کہا، اے ابوحمزہ (یہ حضرت انس کی کنیت ہے) آپ کے یہ بصری بھائی یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے سامنے حدیث شفاعت بیان کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حشر کا دن برپا ہوگا تو لوگ گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گے پہلے وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ اپنی اولاد کے لیے شفاعت کیجئے، حضرت آدم فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ فرمائیں گے میرا منصب یہ نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے۔ البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں اور اس کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے

عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَاِنَّهٗ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ فَيُؤْتٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاُوْتٰى فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ فَاَقُوْمُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاَحْمَدُهٗ بِمَحَامِدَ لَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ الْاٰنَ اِلَّا اَنْ يُّلْهِمَنِيْهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ بُرَّةٍ اَوْ شَعِيْرَةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنْهَا فَاَنْطَلِقُ ثُمَّ اَرْجِعُ اِلٰى رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيُقَالُ لِيَ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ

میرا یہ مقام نہیں ہے البتہ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر تمام لوگ میرے پاس آئیں گے، میں ان سے کہوں گا کہ اس شفاعت کا کرنا میرا ہی منصب ہے پھر میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، پھر مجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی، پھر میں اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں گا اور ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا جو اس وقت میرے ذہن میں حاضر نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس وقت وہ کلمات میرے دل میں پیدا فرمائے گا، پھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات قبول ہوگی، مانگو! جو کچھ مانگو گے تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض کروں گا۔ رب امتی امتی (اے میرے رب میری امت میری امت) پس کہا جانے لگا جاؤ جس شخص کے دل میں ایک گندم یا جو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ پس میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور انہیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر سجدہ میں گر جاؤں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا، اے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے! اور کہیے! آپ کی بات سنی جائے گی اور جو مانگنا ہو وہ مانگیے! آپ کو دیا جائیگا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں عرض کروں گا اے میرے رب امتی امتی، پھر مجھ سے کہا جانے گا جائیے جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لائیے میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا

مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا فَانْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُوْدُ إِلٰى رَبِّيْ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ لِيْ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ أَدْنٰى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَانْطَلِقُ فَأَفْعَلُ هٰذَا حَدِيْثُ أَنَسٍ الَّذِيْ أَنْبَأَنَا بِهِ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرِ الْجَبَّانِ قُلْنَا لَوْ مِلْنَا إِلَى الْحَسَنِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ فِيْ دَارِ أَبِيْ خَلِيْفَةَ قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ قُلْنَا يَا أَبَا سَعِيْدٍ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ أَخِيْكَ أَبِيْ حَمْزَةَ فَلَمْ نَسْمَعْ بِمِثْلِ حَدِيْثٍ حَدَّثَنَاهُ فِي الشَّفَاعَةِ فَقَالَ هِيْهِ فَحَدَّثْنَاهُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ هِيْهِ قُلْنَا مَا زَادَنَا قَالَ قَدْ حَدَّثَنَا بِهِ مُنْذُ عِشْرِيْنَ سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيْعٌ وَلَقَدْ تَرَكَ شَيْئًا مَا أَدْرِيْ أَنَسِيَ الشَّيْخُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يُحَدِّثَكُمْ فَتَتَّكِلُوْا قُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا فَضَحِكَ وَقَالَ خُلِقَ الْإِنْسَانُ

اور انھیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات مقبول ہوگی اور جو کچھ مانگنا ہو، مانگیے! آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول ہوگی میں عرض کروں گا اے میرے رب! امتی امتی۔ مجھ سے کہا جائے گا جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بھی کمتر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ، میں ان لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث تھی۔ حدیث سن کر ہم وہاں سے چلے گئے اور جب ہم صحراء جبّان میں پہنچے تو ہم نے کہا چلو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ملاقات کریں جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ (حجاج بن یوسف کے خوف سے) ابو خلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم نے جا کر انھیں سلام کیا اور عرض کیا اے ابو سعید ہم آپ کے بھائی حضرت ابو حمزہ (حضرت انس) سے مل کر آ رہے ہیں انھوں نے شفاعت کے بارے میں ہمیں ایک ایسی حدیث سنائی ہے جو ہم نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ حضرت حسن بصری نے کہا ہمیں بھی وہ حدیث سناؤ ہم نے حدیث سنائی انھوں نے کہا اور سناؤ، ہم نے عرض کیا ہم کو حضرت انس نے اس سے زیادہ حدیث نہیں سنائی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہم نے بھی بیس سال پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تھی، اس وقت ان کی جوانی کا عالم تھا اور اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں، ہم کو جب انھوں نے یہ حدیث سنائی تھی تو اس سے زیادہ بیان کیا تھا۔ اب مجھے معلوم نہیں وہ تم کو پوری حدیث سنانی بھول گئے یا انھوں نے مصلحتاً پوری حدیث نہیں سنائی کہ کہیں تم لوگ نیک عمل کرنا نہ

مِنْ عَجَلٍ مَا ذَكَرْتُ لَكُمْ هٰذَا إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمُوهُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الرَّابِعَةِ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقُولُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَيَقُولُ لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ أَوْ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ إِلَيْكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي وَجِبْرِيَائِي لَأُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَأَشْهَدُ عَلَى الْحَسَنِ أَنَّهُ حَدَّثَنَا بِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أُرَاهُ قَالَ قَبْلَ عِشْرِينَ سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيعٌ۔

چھوڑ دو، ہم نے عرض کیا حدیث کا جو حصہ حضرت انس نے نہیں سنایا وہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت حسن بصری ہنسنے لگے اور فرمایا: خلق الانسان من عجل ” انسان بڑا جلد باز ہے“ میں نے تم کو یہ پورا واقعہ اسی لیے سنایا تھا کہ حدیث شریف کا جو حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تم کو نہیں سنایا وہ سنا دوں پھر حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چوتھی بار پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور انھیں کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور سجدہ میں گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا! محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی جو کچھ مانگیں گے آپ کو ملے گا اور جس کے بارے میں آپ شفاعت کریں گے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی حضور نے فرمایا میں عرض کروں گا اے اللہ مجھے ان لوگوں کی شفاعت کی اجازت دیجیے جنھوں نے صرف ایک بار کلمہ پڑھا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا یہ آپ کا حصہ نہیں ہے اور نہ یہ شفاعت آپ کی طرف مفوض ہے، لیکن مجھے اپنی عزت، جلال، عظمت، جبروت اور کبریائی کی قسم ہے میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور نکالوں گا جنھوں نے ایک بار بھی کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔ حدیث کے راوی معبد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن بصری کے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث انھوں نے حضرت انس بن مالک سے سنی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ انھوں نے بیس سال پہلے ہی سنی ہوگی جس وقت حضرت انس جوان تھے۔

۳۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاتَّفَقَا فِي سِيَاقِ الْحَدِيثِ إِلَّا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

مَا يَزِيدُ أَحَدُهُمَا مِنَ الْحَرْفِ بَعْدَ الْحَرْفِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا أَبُوْ حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ بِمَ ذَاكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَمَا لَا يَحْتَمِلُوْنَ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ أَلَا تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ فِيْهِ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلٰى مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ ائْتُوْا اٰدَمَ فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اٰدَمُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَأَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ اٰدَمُ إِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ

کو چونکہ دستی کا گوشت پسند تھا آپ کو دستی پیش کی گئی لہٰذا آپ نے اس کو دانتوں سے کھانا شروع کر دیا، پھر آپ نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہو گا (پھر آپ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو ایک ایسے ہموار میدان میں جمع کرے گا جس میں منادی کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب دکھائی دیں گے۔ سورج نزدیک ہو جائے گا، اور لوگوں کو ناقابل برداشت گھبراہٹ اور پریشانی کا سامنا ہو گا، اس وقت بعض لوگ دوسرے لوگوں سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم پریشانیوں میں مبتلا ہو چکے ہو آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے پس بعض لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم کے پاس چلیں پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے اے آدم علیہ السلام آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا، آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت کیجیے، کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس پریشانی میں ہیں، اور کیا آپ ہماری تکلیفوں کا مشاہدہ نہیں فرما رہے، حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا رب اس قدر جلال اور غضب میں ہے کہ کبھی اس سے پہلے اس قدر جلال اور غضب میں نہیں آیا، اور نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں آئے گا، بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت

يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَذَكَرَ كَذَبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِتَكْلِيمِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ

کھانے سے روکا تھا اور میں نے (بظاہر) اس کی نافرمانی کی، آج مجھے صرف اپنی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ، حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ قرار دیا، آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں اور ہمیں کن تکلیفوں کا سامنا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں گے آج میرا رب اس قدر سخت غضب کے عالم میں ہے کہ پہلے کبھی ایسے غضب میں آیا تھا اور نہ آئندہ کبھی ایسے غضب میں آئے گا اور بات یہ ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی تھی جس کی وجہ سے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے، جاؤ تم حضرت ابراہیم کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے، اور عرض کریں گے آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام روئے زمین میں واحد اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور کیا تکلیفیں ہم کو پہنچ رہی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے، آج میرا رب اتنے زبردست جلال میں ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسے جلال میں آیا تھا اور نہ بعد میں کبھی ایسے جلال میں آئے گا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ان (تین) باتوں کا ذکر کریں گے جن کو لوگوں نے بظاہر جھوٹ سمجھا تھا آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ جاؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

لَنَآ إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ لَهُمْ مُوْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَإِنِّيْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَّمْ أُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا إِلٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ يَا عِيْسٰى أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَلِمَةٌ مِّنْهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ لَهُمْ عِيْسٰى إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ لَهٗ ذَنْبًا نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا إِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَيَأْتُوْنِيْ فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَغَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَأَنْطَلِقُ فَاٰتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا

خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور ہم کلامی دونوں چیزوں کے شرف سے نوازا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہم کو کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، پھر ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم خاص کے بغیر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے جاؤ حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ سے پیدا کیا جس کو حضرت مریم کے دل میں پیدا کیا تھا آپ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہمیں کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آج ایسے جلال میں ہے کہ نہ کبھی اس سے پہلے ایسے جلال میں تھا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسے جلال میں ہوگا اور مزید کہ حضرت عیسیٰ اپنی کسی (اجتہادی) خطا کا ذکر نہیں کریں گے۔ تاہم فرمائیں گے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ! جاؤ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو مغفرت کی نوید سنا دی تھی، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔

بِرَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِيْ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى۔

٣٨٩- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَضَعْتُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَصْعَةً مِّنْ ثَرِيْدٍ وَّلَحْمٍ فَتَنَاوَلَ الذِّرَاعَ وَكَانَتْ اَحَبَّ الشَّاةِ اِلَيْهِ فَنَهَسَ نَهْسَةً فَقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ نَهَسَ نَهْسَةً اُخْرٰى فَقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَمَّا رَاٰى اَصْحَابَهٗ لَا يَسْئَلُوْنَهٗ فَقَالَ اَلَا تَقُوْلُوْنَ كَيْفَهْ قَالُوْا كَيْفَهْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يَوْمَ يَقُوْمُ

کیا آپ مشاہدہ نہیں فرما رہے کہ ہمیں کن تکالیف کا سامنا ہے پھر میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور سجدہ کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات پیدا فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں پیدا نہیں کیے تھے پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے مانگیے آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا اے رب میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے، کہا جائے گا اے محمد! تمہاری امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کر دو اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں میں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور مقام ہجر میں یا مکہ اور مقام بصریٰ میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ثرید (گوشت کے سالن میں ڈوبے ہوئے روٹی کے ٹکڑے) کا ایک پیالہ رکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میں سے بکری کی ایک دستی اٹھائی کیونکہ دستی ہی بکری کے گوشت میں آپ کو پسندیدہ تھی آپ نے اس کو دانتوں سے کھانا شروع کیا اور فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا پھر دوبارہ آپ نے وہ دستی کھائی اور فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ آپ سے اس کا سبب نہیں پوچھتے تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں معلوم کرتے کہ اس کا کیا سبب ہوگا؟ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا کیا سبب

النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِىْ حَيَّانَ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ وَزَادَ فِىْ قِصَّةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ ذَكَرَ قَوْلَهٗ فِى الْكَوْكَبِ هٰذَا رَبِّىْ وَقَوْلَهٗ لِاٰلِهَتِهِمْ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا وَقَوْلَهٗ اِنِّىْ سَقِيْمٌ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ اِلٰى عِضَادَتَيِ الْبَابِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرٍ اَوْ هَجَرٍ وَمَكَّةَ قَالَ لَآ اَدْرِىْ اَىَّ ذٰلِكَ قَالَ.

ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس دن تمام لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث سابق کی مثل بیان فرمایا: البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں حضور نے یہ اضافہ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب لوگ جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے ستاروں کو دیکھ کر کہا تھا کیا یہ میرا رب ہے، اور میں نے اپنی قوم کے بتوں کے بارے میں کہا تھا بلکہ یہ کام ان کے بڑے بت نے کیا ہے" (یعنی میں نے اس کی پرستش کو باطل ثابت کرنے کے لیے چھوٹے بتوں کو توڑا ہے کہ اس کے سامنے وہ بت ٹوٹے رہے اور وہ کچھ نہ کر سکا) اور انھوں نے فرمایا میں نے کہا تھا "میں بیمار ہوں" (یعنی میری قوم بیمار ہے) اور جنت کے دروازوں کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور مقام ہجر میں ہے۔

۳۹۰. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيْفِ خَلِيْفَةَ الْبَجَلِىُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ نَا اَبُوْ مَالِكِ نِ الْاَشْجَعِىُّ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاَبُوْ مَالِكٍ عَنْ رِبْعِىِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے والد ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوائیے وہ فرمائیں گے تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطاء نے ہی تو تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ مقام نہیں ہے جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام

آدَمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوْا إِلَى ابْنِيْ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ فَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِنْ وَّرَآءَ وَرَآءَ اعْمِدُوْا إِلٰى مُوْسَى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوْا إِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ وَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ أَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ الرَّجُلُ فَلَا يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا قَالَ وَفِيْ حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَّأْمُوْرَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهٖ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَ

شفاعت سے بہت پیچھے ہے، جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے اور اس کی پسندیدہ روح ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، جاؤ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کی دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے، تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا (راوی کہتا ہے) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ بجلی کی طرح کون سی چیز گذرتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کس طرح گذرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے اس کے بعد وہ لوگ پل صراط سے گذریں گے جو آندھی کی طرح گذر جائیں گے، اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے گذریں گے، اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی رفتار سے، ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے ”اے میرے رب ان کو سلامتی سے گذار دے، ان کو سلامتی سے گذار دے“، پھر ایک وقت وہ آئیگا کہ بندوں کے اعمال انھیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو

مَكْدُوْسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔

---

٣٩١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا۔

٣٩٢ - حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔

٣٩٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ شَفِيْعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ إِنَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَّا يُصَدِّقُهٗ مِنْ أُمَّتِهٖ إِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ۔

٣٩٤ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گذریں گے اور پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے نکلے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں جانے کے لیے شفاعت کروں گا اور تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جنت کے لیے شفاعت میں کروں گا تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر اتنے اشخاص ایمان نہیں لائے جتنے مجھ پر ایمان لائے ہیں حتیٰ کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والا صرف ایک شخص ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اس کو میں

مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ ۔

کھلواؤں گا۔ جنت کا محافظ کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

٣٩٥ - حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَاُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا جاتا ہے (جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے) میں نے اپنی اس دعا کو خرچ نہیں کیا بلکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے

---

٣٩٦ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةً وَّاَرَدْتُّ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک خاص دعا ہوتی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاءاللہ اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے محفوظ رکھوں گا۔

---

٣٩٧ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

---

٣٩٨ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ اِنَّ

حضرت ابوہریرہ نے کعب احبار سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو وہ مانگ لیتا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاءاللہ اس دعا

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَاَنَا اُرِيْدُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ كَعْبٌ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ نَعَمْ۔

۳۹۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّي اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔

۴۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهٗ فَيُؤْتَاهَا وَاِنِّي اخْتَبَاْتُ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں گا، کعب نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا "ہاں"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے (جس کو اللہ تعالے اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے) اور ہر نبی نے اپنی اس دعا کو مانگ کر خرچ کر لیا اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے اور ان شاء اللہ یہ شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کو شامل ہوگی جو شرک سے بچا رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے اور میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔

۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِيْ اُمَّتِهٖ فَاسْتُجِيْبَ لَهٗ وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ اُؤَخِّرَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے۔ اور ہر نبی نے وہ دعا اپنی امت کے لیے (دنیا میں) مانگ لی اور میں نے قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو مؤخر کر دیا۔

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

۴۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ غَسَّانَ قَالُوْا نَا مُعَاذٌ يَعْنُوْنَ ابْنَ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِاُمَّتِهٖ وَاِنِّي اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہر نبی کی ایک خاص مقبول دعا ہوتی' جو اس نے اپنی امت کے لیے کر دی اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

۴۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِيْ خَلَفٍ قَالَا نَا رَوْحٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۴۔ حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْهِ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ جَمِيْعًا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ قَالَ قَالَ اُعْطِيَ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی لفظی تغیر کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۰۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ قَالَ نَا رَوْحٌ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فِيْ اُمَّتِهٖ وَخَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے جس کو اس نے اپنی امت کے لیے مانگ لیا۔ میں نے قیامت کے دن کے لیے اپنی امت کی شفاعت کے لیے اپنی دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِهٖ وَبُكَائِهٖ شَفَقَةً عَلَيْهِمْ

۴۰۷ - حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الصَّدَفِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهٗ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ الْاٰيَةَ وَقَالَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَّرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْكَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی (ترجمہ:) اے رب میرے! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جو شخص میرا پیروکار ہوگا وہ میرے راستہ پر ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے،، اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے (ترجمہ:) اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے"! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے کہا اے جبرائیل! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث

کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی اور آپ اس پر انتہائی شفقت کرتے تھے حتیٰ کہ امت اپنے گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کی مستحق ہوگی اس عذاب اور امت کی تکلیف کا تصور کر کے آپ بے اختیار رو پڑتے، غور کا مقام یہ ہے کہ وہ آقا ہو کر غلاموں کی محبت میں اس قدر روتے ہیں ہم غلام ہو کر بھی کبھی حضور کی محبت میں روئے؟ حضور تو مستقبل میں ہماری تکلیف کے تصور سے ہمارے غم میں روتے ہیں اور ہم نے کبھی یاد کیا کہ ماضی میں فی الواقع حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ طائف کی وادی میں کس طرح حضور پر پتھروں کی بارش کر کے آپ کو لہولہان کیا گیا، آپ پر کیسی کیسی پھبتیاں کسی گئیں۔ احد کی گھاٹیوں میں آپ کا چہرہ گھائل کر کے خون سے سرخ کر دیا گیا، صحن کعبہ میں عین حالت نماز میں سجدہ کے دوران آپ کی پشت مبارک پر اوجھڑی کی گندگی ڈال کر آپ کا مذاق اڑایا گیا!

اس حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام تھا، اگر حضور کی آنکھوں میں آنسو آتے تو اللہ تعالیٰ فوراً جبرائیل کو بھیج کر آپ کو تسلی دلاتا، آپ غمگین ہوتے تو آپ کے غم کو زائل کرتا، یہاں غور طلب بات یہ ہے جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم امت کے عذاب پر غمگین ہوتے ہیں اسی طرح امت کے گناہوں پر بھی غمگین ہوتے ہیں، اب سوچیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے وہ حضور کو ہمارے عذاب کی وجہ سے غمگین دیکھتا ہے تو آپ کو راضی کرنے کے لیے عذاب نہ دینے کا اعلان کر دیتا ہے اور ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو ہم حضور کو گناہوں کی وجہ سے غمگین جان کر گناہ کرنا کیوں نہیں چھوڑتے! اللہ اکبر، وہ مالک ہو کر اپنے بندہ کی اتنی قدر افزائی کرتا ہے اور ہم ان کے غلام ہو کر ان کی قدر نہیں کرتے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے آپ کی امت کے گناہگاروں کو بخشے گا اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت ولسوف یعطیک ربک فترضی (ضحیٰ : ۵) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے" بھی آخرت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اس کی مقبولیت سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف یہ پیغام نہیں بھجوایا کہ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے بلکہ یہ پیغام بھی بھیجا کہ اس معاملہ میں آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے اس سے یہ تسلی دینا مطلوب ہے کہ راضی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعض امتیوں کو ہم معاف کر دیں گے اور باقی گنہگاروں کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ کیونکہ بعض کے عذاب سے بھی آپ رنجیدہ ہوں گے بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو معاف کر دیں گے اور امت کے کسی فرد کو جہنم میں رہنے نہیں دیں گے تاکہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِينَ

۴۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيْنَ أَبِي قَالَ فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا قَفَّى الرَّجُلُ دَعَاهُ فَقَالَ إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ.

۴۰۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي هَاشِمٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا.

۴۱۰۔ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا

جو شخص کفر پر مرا وہ دوزخ میں رہے گا، اس کو مقربین کی شفاعت اور قرابت فائدہ نہیں دے گی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا (آخرت میں) میرا باپ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "جہنم میں"، جب وہ شخص جانے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا میرا باپ (چچا) اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" "اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عام اور خاص تمام قریش کو جمع کرکے فرمایا اے کعب بن لوی کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے مرہ بن کعب کے خاندان والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اے عبد شمس کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے عبد مناف کے خاندان والو! اپنے آپکو دوزخ سے بچاؤ۔ اے بنو ہاشم! اپنے آپ کو دوزخ سے نجات دلاؤ، اے بنو عبد المطلب اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اپنے آپ کو دوزخ سے محفوظ رکھو! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے تمہارے لیے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں، سوا اس بات کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ جَرِيرٍ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ۔

۴۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَا نَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "وانذر عشیرتک الاقربین۔ "آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا "اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے عبدالمطلب کی اولاد میں (از خود) تم کو عذاب خداوندی سے بچانے کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میرے مال سے جو چاہے مانگ لو۔"

۴۱۲۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حِينَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "وانذر عشیرتک الاقربین" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے جماعت قریش اپنے آپ کو نار کے (آگ) سے بچا ڈالو، میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی چیز کو نہیں ٹال سکتا۔ عباس بن عبدالمطلب! میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا! اے صفیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد! جو چیز چاہو مجھ سے مانگ لو لیکن میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔"

۴۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي

قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمرو بیان کرتے ہیں جب آیت کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین۔

عُثْمَانَ عَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ الْمُخَارِقِ وَزُهَيْرِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَا لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَالَ انْطَلَقَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِلَى رَضْمَةٍ مِّنْ جَبَلٍ فَعَلَا أَعْلَاهَا حَجَرًا ثُمَّ نَادَى يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ إِنِّي نَذِيرٌ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَأَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ يَرْبَأُ أَهْلَهُ فَخَشِيَ أَنْ يَسْبِقُوهُ فَجَعَلَ يَهْتِفُ يَا صَبَاحَاهُ۔

۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ زُهَيْرِ ابْنِ عَمْرٍو وَقَبِيصَةَ ابْنِ مُخَارِقٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کے سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر فرمایا "اے عبد مناف کی اولاد! میں تم کو (جہنم کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔ میں اور تم اس شخص کی طرح ہیں کہ جس شخص نے دشمن کو دیکھا ہو اور وہ اس دشمن سے اپنے خاندان والوں کو بچانے کے لیے دوڑ پڑا ہو کہ کہیں اس سے پہلے دشمن نہ پہنچ جائے اور باآواز بلند صدا دے "سنو دشمن آرہا ہے"

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ يَا صَبَاحَاهُ فَقَالُوا مَنْ هٰذَا الَّذِي يَهْتِفُ قَالُوا مُحَمَّدٌ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِسَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ قَالَ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَمَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ السُّورَةُ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَقَدْ تَبَّ كَذَا قَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ آپ اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کے مخلص لوگوں کو ڈرائیے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر چڑھے اور باآواز بلند فرمایا "سنو ہوشیار ہو جاؤ!" لوگوں نے کہا یہ کون پکار رہا ہے تو سب نے کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پکار رہے ہیں۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے فلاں کی اولاد! اے فلاں کی اولاد! اے عبد المناف کی اولاد! اے عبد المطلب کی اولاد!" پھر یہ سب لوگ آپ کے قریب ہو گئے آپ نے فرمایا "مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے گھوڑوں پر سوار ایک لشکر نکلے گا تو کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے" تمام لوگوں نے جواب دیا "ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا" آپ نے فرمایا "میں تم کو (آخرت کے) عذاب شدید سے ڈرا رہا ہوں" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر

ابولہب نے کہا (العیاذ باللہ) تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم نے ہم سب کو اسی لیے جمع کیا تھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اور سورۃ تبت یدا ابی لہب اسی وقت نازل ہوئی، "ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو جائے"۔

۴۱۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الصَّفَا فَقَالَ يَا صَبَاحَاهُ بِنَحْوِ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ نُزُوْلَ الْاٰيَةِ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔

اسی سند سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر فرمایا۔ "سنو ہوشیار ہو جاؤ"، جیسا کہ ابو اسامہ کی روایت میں ہے اور آیت کریمہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کا ذکر نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا نظریہ

حدیث نمبر ۴۰۰ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل سے فرمایا: میرا باپ (چچا) اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور حضرت حوا سے لے کر جناب آمنہ تک آپ کے سلسلہ نسب میں جس قدر آباء اور امہات ہیں وہ سب مومن ہیں، اس موضوع پر علماء اسلام کی مستقل تصانیف ہیں۔ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ نے اس موضوع پر متعدد رسائل لکھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی اس موضوع پر شمول الاسلام کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین۔

(شعراء: ۲۱۹)

اللہ تعالیٰ آپ کو اب حالت قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرما رہا تھا جب آپ کا نور سجدہ کرنے والوں میں پشت در پشت منتقل ہو رہا تھا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے اسرار التنزیل میں اس آیت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ساجدین سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا، لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء و امہات مومن ہیں۔[1]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، التعظیم والمنۃ ص ۵۰

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ساجدین کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس سے آپ کے آباء کرام کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور جو شخص آپ کے آباء کرام کو کافر کہے میرے خیال میں وہ کافر ہے۔[1]

(۲)۔ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت من خير قرون بني آدم قرنا فقرنا حتى كنت من القرن الذي كنت منه ۔[2]	میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ جس زمانہ میں میں اب ہوں، اس زمانے کے بھی بہترین لوگوں میں مجھے بھیجا گیا۔

اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے روئے زمین پر ہر دور میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں اور اگر کوئی دور ایسا گذرتا جس میں روئے زمین پر کوئی مومن نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔[3]

ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین ہر دور میں مومن اور مسلمان لوگوں سے خالی نہیں رہی اور مومن اور مسلمان ہی بہترین لوگ ہیں، اور حضور فرماتے ہیں کہ میرا نور ہر دور کے بہترین لوگوں یعنی مسلمانوں میں منتقل ہوتا رہا، تو ثابت ہوا کہ حضور کے تمام آباء و امہات مومن تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جہنمی ہے"؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور کے باپ سے مراد آپ کا چچا ابو طالب ہے اور عرب کا عام اسلوب یہ تھا کہ چچا پر باپ کا اطلاق کر دیا جاتا تھا، قرآن کریم میں بھی اس کی مثال موجود ہے مثلاً حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں اور حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل بھائی ہیں اس لحاظ سے حضرت اسماعیل حضرت یعقوب کے چچا ہوئے لیکن قرآن کریم میں ان پر حضرت یعقوب کے باپ کا اطلاق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے حضرت یعقوب نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے جواب میں کہا

نعبد الٰهك واله ابائك ابراهيم واسمعيل واسحٰق ۔ (بقرۃ، ۱۳۳)	"ہم آپ کے خدا اور آپ کے آباء یعنی حضرت ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے خدا کی عبادت کریں گے۔"

اس تشریح سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث حضور کے والدین کے مومن ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان

حدیث نمبر ۴۰۱ میں ہے: اے فاطمہ!

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۳۸۔۱۳۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

اپنے آپ کو دوزخ سے محفوظ رکھو، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں، سوا اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کے مالک نہیں ہیں اور خصوصاً حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کرام کی شفاعت کا آپ کو اختیار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کے بتائے بغیر شفاعت کے مالک و مختار نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا مالک و مختار بنا دیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے: اعطیت الشفاعۃ، مجھ کو شفاعت عطا کر دی گئی ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۲) اور خصوصاً اہل بیت کرام کے بارے میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

علامہ سید ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل، بیہقی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر فرمایا " یہ کیسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے رشتہ داروں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ یاد رکھو میں ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں نفع پہنچاؤں گا۔" [1]

نیز علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طبرانی نے معجم میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہ تم کو عذاب دے گا نہ تمہاری اولاد کو۔ [2]

اس کے علاوہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طبرانی، دار قطنی اور صاحب کتاب فردوس نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر جو ان کے قریب ہوں گے پھر انصار کی شفاعت کروں گا الحدیث [3]

گستاخان رسول پر شدت کا بیان

حدیث نمبر ۴۱۲ میں ہے ابولہب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا تم ہلاک ہو جاؤ (العیاذ باللہ)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گستاخان رسول کو سخت جواب دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ ابولہب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو لفظ تبا لک (ہلاک ہو جاؤ) کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں پوری سورت نازل کر دی۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنون فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں قرآن کریم کی سورۂ نون میں اس کے دس عیوب بیان فرمائے۔ عاص بن وائل نے حضور کو ابتر (منقطع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں سورہ کوثر کی ایک آیت نازل فرمائی۔

اللہ تعالےٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے اس کے باوجود اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

[2] " " " " رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، "

[3] " " " " رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، " "

سے اس قدر محبت ہے کہ جس نے آپ کی شان میں ایک حرف گستاخی کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مذمت میں متعدد آیات نازل فرمائیں اور اس کی شدت سے مذمت فرمائی کہ مثلاً ابولہب نے ایک لفظ تبًا کہا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے جواب میں پوری سورت نازل فرمائی، اس نے ایک بار یہ لفظ کہا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ سورۃ نازل فرمائی، اب جس قدر جن، انسان اور فرشتے ہیں وہ سب اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو بہت سے معاملات حتیٰ کہ شرک تک میں ڈھیل دی، لیکن جب بات مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے معاملہ میں توہین کا سوال آیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات میں ہر زیادتی پر نرمی اور ڈھیل گوارہ ہو تو ہو سکے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی پر نرمی گوارہ نہیں ہے۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَالِبٍ وَّالتَّخْفِيْفِ عَنْهُ بِسَبَبِهٖ

۴۱۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاُمَوِيُّ قَالُوْا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحٰرِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَفَعْتَ اَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَاِنَّهٗ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَعَمْ هُوَ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ وَّلَوْلَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

۴۱۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا طَالِبٍ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَنْصُرُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ فَهَلْ نَفَعَهٗ ذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ وَجَدْتُهٗ فِيْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰى ضَحْضَاحٍ۔

۴۲۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوطالب کے لیے شفاعت اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب کی تخفیف

حضرت عباس بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو بھی کوئی نفع پہنچایا؟ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "ہاں، اب وہ جہنم کے صرف بالائی طبقہ میں ہے۔ اور اگر میری شفاعت سے اس کو نفع نہ پہنچتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ! ابوطالب آپ کی حفاظت کرتا تھا، آپ کی خاطر لوگوں سے جھگڑتا تھا کیا ان اعمال نے اس کو کچھ نفع پہنچایا؟ آپ نے فرمایا "ہاں! میں نے اس کو آگ کی گہرائی میں پایا تو میں اس کو آگ کے اوپر والے طبقہ میں لے آیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ۔

بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا تذکرہ ہوا، آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا، اس کو دوزخ کے سب سے بالائی طبقہ میں لایا جائیگا جہاں آگ صرف اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس کی شدت سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

۴۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ نَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَدْنٰى أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِي دِمَاغُهُ مِنْ حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی، جن کی گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

۴۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا۔ اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

۴۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحٰقَ يَقُولُ سَمِعْتُ

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن سب سے کم عذاب

النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَخْطُبُ وَيَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ تُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ۔

۴۲۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا۔

اس شخص کو ہوگا جس کے تلووں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں تسموں سمیت پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے پتیلی میں پانی جوش سے کھولتا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہوگا کہ مجھ کو سب سے زیادہ عذاب دیا گیا ہے حالانکہ فی الواقع اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔

ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ

اس باب کی احادیث میں ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابوطالب کفر پر مرے تھے اور کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

لا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینظرون۔ (بقرۃ: ۱۶۲) "کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

تو جب ابوطالب ایمان نہیں لائے اور ان کا کفر پر خاتمہ ہوا تو ان کے عذاب میں کیسے تخفیف ہوگی؟ اسی طرح پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ اس نے پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سن کر انگلی سے اشارہ کر کے اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا (بخاری ج ۲ ص ۷۶۴) لیکن ابولہب بھی ایمان نہیں لایا اور اس کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور قرآن کریم میں ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس تخفیف کی نفی ہے وہ مدت کے اعتبار سے ہے یعنی کفار کے عذاب مخلد اور دائمی سزا میں تخفیف نہیں ہوگی اور احادیث سے جس تخفیف کا ثبوت ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے یعنی عذاب ہوگا تو دائمی اور غیر متناہی لیکن اس کی شدت کو کم کر دیا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور جن کفار کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن — بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عزت افزائی کے لیے اپنے قانون میں استثناء فرما دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قانون بنایا کہ ہر مالی معاملہ میں دو گواہ ہونے چاہییں۔ چنانچہ فرمایا:

واستشهدوا شهيدين من رجالكم دو مردوں کو گواہ بناؤ۔

لیکن ایک مرتبہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا خزیمہ بن ثابت انصاری کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا۔ (ابو داؤد ص ۵۰۸) اسی طرح کفار کے بارے میں بھی قانون تو یہی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں شفاعت کر دیں پھر بھی تخفیف نہیں ہو سکتی ایسا نہیں ہو سکتا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلی اور عمومی قاعدہ میں استثناء کر دے یہ تو ہو سکتا ہے لیکن اپنے محبوب کی بات ٹال دے یہ اس کے کرم سے متصور نہیں ہے۔

والدین کریمین کے ایمان پر دلیل

حدیث نمبر ۴۲۲ سے ۴۲۵ تک میں یہ مذکور ہے کہ سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا، ابو طالب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور چچا کی بہ نسبت والدین کا اولاد پر زیادہ احسان ہوتا ہے سو اگر بالفرض والدین بھی کافر ہوتے تو ان کو ابو طالب سے کم عذاب ہوتا لیکن ان احادیث میں ہے کہ سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ والدین کریمین مومن تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی دلیل ہے۔ کیونکہ کفر کے باوجود ابو طالب کے عذاب میں کمی یا اس کے قرب نبی کی بنا پر ہے یا اس کی پرورش اور خدمت کی بنا پر اگر حضور کے والدین العیاذ باللہ کافر ہوتے تو ابو طالب کی بہ نسبت عذاب میں کمی کے وہ زیادہ مستحق تھے کیونکہ چچا کی نسبت والدین کا قرب زیادہ ہے اور اگر ابو طالب کے عذاب میں کمی پرورش اور خدمت کی وجہ سے ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت سے بڑھ کر ہو سکتی ہے کیونکہ اولاد والدین کا جز اور ان سے ناشی ہے اور کون سی خدمت حمل اور وضع حمل کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا کسی پرورش کنندہ یا خدمت گذار کا حق والدین کے حق کے برابر ہو سکتا ہے جن کے حق کو رب العزت نے اپنے حق کے ساتھ شمار کر کے فرمایا ہے

ان اشکرلی ولوالدیک - لقمان - میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا۔

پھر ابو طالب نے جہاں برسوں خدمت کی مرتے وقت رنج بھی وہ دیا کہ اس کا جواب نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا۔ جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں، عمر بھر معجزات دیکھے، حضور کی بعثت اور تمام احوال کو تازہ بتازہ دیکھتا رہا، پھر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ اس کے برخلاف والدین کریمین نے نہ زمانہ نبوت پایا نہ ان کو دعوت اسلام دی گئی، نہ انہوں نے انکار کیا۔ ثابت ہوا کہ ہر حالت میں انہیں کا پلہ بھاری ہے لہذا اگر العیاذ باللہ والدین کریمین کافر ہوتے اور قرب اور پرورش کی وجہ سے عذاب کم ہوتا تو سب سے کم عذاب والدین کریمین کو ہوتا۔ حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سب جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا تو ثابت ہوا کہ حضور کے والدین کریمین مومن اور مسلمان تھے ملخصاً۔

۱ـ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ شمول الاسلام ص ۸۔۹ مطبوعہ کراچی

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهٗ عَمَلٌ

کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے

۴۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوٗدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ فَهَلْ ذٰلِكَ نَافِعُهٗ قَالَ لَا يَنْفَعُهٗ اِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ اعمال اس کو (آخرت میں) نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا (آخرت میں) یہ اعمال اس کے کام نہیں آئیں گے کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ اے خداوند آخرت میں میری خطاؤں کو بخش دینا۔

اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر دلائل

کفار جو نیک عمل کرتے ہیں ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عطا فرما دیتا ہے۔ آخرت میں وہ عمل کسی کام نہیں آئیں گے نہ ان کو کوئی ثواب ملے گا اور نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی۔ اس حدیث کے علاوہ درج ذیل آیات اس مطلوب پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ هباءً منثورا۔ (فرقان: ۲۳)

اور ان (کفار) نے جو کچھ کام کیے تھے ہم نے ان کو بکھرا ہوا باریک باریک غبار کر دیا۔

(۲) من یکفر بالایمان فقد حبط عمله (مائدہ: ۵)

اور جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(۳) لا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینظرون۔ (بقرہ: ۱۶۲)

کفار کے عذاب میں نہ تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

بَابُ مُوَالَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمُقَاطَعَةِ غَيْرِهِمْ وَالْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ

مسلمانوں سے دوستی رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا

۴۲۷ - حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّ اٰلَ اَبِيْ يَعْنِيْ فُلَانًا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند فرمایا: سنو! فلاں خاندان میرا رشتہ دار نہیں ہے۔ میرا دوست تو اللہ ہے اور نیک مسلمان۔

لَیْسُوْا لِیْ بِاَوْلِیَآءَ وَاِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰہُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بدمذہب فرقوں اور کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء۔ (آل عمران: ۲۸)

مسلمان مسلمان کے بغیر کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جس شخص نے ایسا کیا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تم کو بھی دوزخ کا عذاب ہوگا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار اور گمراہ فرقوں سے میل جول رکھنا ان سے محبت اور یگانگت کا سلوک کرنا ان سے رشتہ داری اور کھانے پینے کے تعلقات قائم کرنا سب حرام ہیں۔

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا ویستھزا بہا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم۔ (نساء: ۱۴۰)

اللہ تعالیٰ قرآن میں یہ حکم فرماتا ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور استہزا کر رہے ہیں تو ان کے پاس اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور موضوع کو نہ چھیڑ دیں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا شمار بھی انھیں لوگوں میں ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی بدمذہب اور گمراہ فرقہ کا جلسہ ہو اور اس میں قرآن کریم کی آیات کی معنوی تحریف کی جا رہی ہو اور مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو اس جلسہ میں شریک نہ ہو اور ان کی باتیں نہ سنو اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا تو ان کا شمار بھی انھی لوگوں میں ہوگا۔ البتہ اگر ان کا جلسہ کسی اور موضوع پر ہو تو ان کے جلسہ یا ان کی مجلس میں شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ (انعام: ۶۸)

اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں تحریف کر رہے ہوں تو ان سے گریز کرو حتیٰ کہ وہ کسی اور موضوع میں بات کرنے لگیں اور اگر کبھی تم شیطان کے بہکانے سے بھول کر ان کی مجلس میں چلے جاؤ تو یاد آنے کے بعد ان ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہے کہ گمراہ اور بدمذہب فرقے جب مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا رد کریں تو نہ ان کی بات سنیں نہ ان کی مجلس میں بیٹھیں۔

یایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم و

اے ایمان والو! اگر تمہارے ماں باپ اور

اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون ۔ (توبہ، ۲۳)

بھائی بھی کفر کو ایمان پر ترجیح دیں تو ان سے بھی دوستی اور محبت نہ رکھو اور جن مسلمانوں نے ان سے دوستی رکھی ان کا شمار ظالموں میں ہوگا ۔

اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی گمراہ فرقہ کفر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور کسی مسلمان کے والدین اور رشتہ داروں کا اس سے تعلق ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان سے محبت اور دوستی نہ رکھے ورنہ وہ ظالموں میں سے ہوگا۔ غور کیجئے جب ماں باپ کے لیے یہ حکم ہے تو دوسرے بدمذہب اور گمراہ فرقوں سے محبت اور دوستی رکھنے اور تعلقات قائم کرنے پر کتنی شدید سزا ہوگی، حدیث شریف میں ہے:۔

نخلع ونترک من یفجرک ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸) تیرے نافرمان سے ہم قطع تعلق کرتے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں دین میں دھوکہ دینے والے اور جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے وہ تم سے ایسی ایسی باتیں کریں گے جو تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی تم ان سے دور رہنا اور ان کو خود سے دور رکھنا کہیں وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰ - ۹) ۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى دُخُوْلِ طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ

۴۲۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيْعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ اٰخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ ۔

۴۲۹ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ الرَّبِيْعِ ۔

مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں دخول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار اشخاص جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ اس شخص کو ان لوگوں میں سے کر دے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ میرے لیے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے ۔

۴۳۰- وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر عکاشہ بن محصن اپنی چادر کھینچتے ہوئے اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کو بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ پھر انصار میں سے ایک اور شخص اٹھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت کر گیا۔

۴۳۱- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا زُمْرَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُمْ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

۴۳۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوا وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتَ مِنْهُمْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار افراد بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ وہ ہوں گے جو نہ داغ لگوا کر علاج کرائیں گے نہ دم کرائیں گے صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔ حضرت عکاشہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے اللہ کے نبی! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے ہو۔ ایک اور شخص نے کہا یا نبی اللہ! میرے

۴۳۳- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ابْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ أَبُو خُشَيْنَةَ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

۴۳۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُمِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْرِي أَبُو حَازِمٍ أَيَّهُمَا قَالَ مُتَمَاسِكُونَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وُجُوهُهُمْ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

۴۳۵- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ نَا حُصَيْنُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ أَيُّكُمْ رَأَى الْكَوْكَبَ الَّذِي انْقَضَّ الْبَارِحَةَ قُلْتُ أَنَا ثُمَّ قُلْتُ أَمَا إِنِّي لَمْ أَكُنْ فِي صَلٰوةٍ وَلٰكِنِّي لُدِغْتُ فَقَالَ وَمَاذَا صَنَعْتَ قُلْتُ اسْتَرْقَيْتُ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قُلْتُ حَدِيثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِيُّ قَالَ وَمَا حَدَّثَكُمُ الشَّعْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ ابْنِ حُصَيْبٍ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَا رُقْيَةَ

لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے آپ نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت لے جا چکا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار شخص بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کرائیں گے نہ بدشگونی کریں گے اور نہ داغ لگا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار یا ستر لاکھ افراد جنت میں داخل ہوں گے (راوی کو یاد نہیں کہ سہل نے ستر ہزار فرمایا یا ستر لاکھ) اور وہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے، اس وقت تک پہلا شخص داخل نہیں ہوگا جب تک کہ ان میں سے آخری شخص جنت میں داخل نہ ہو جائے، اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

حصین بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر کے پاس بیٹھا تھا، انھوں نے پوچھا تم میں سے کسی شخص نے اس ستارہ کو دیکھا ہے جو گذشتہ رات ٹوٹا تھا؟ میں نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا پھر میں نے دوبارہ کہا کہ میں نماز میں مشغول نہیں تھا لیکن مجھ کو بچھو نے ڈسا ہوا تھا۔ سعید نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دم کرا کے اس کا علاج کرایا۔ سعید نے پوچھا کہ دم کرانے پر تم کو کس چیز نے ابھارا؟ میں نے کہا شعبی کی ایک حدیث کی وجہ سے جو اس نے ہم کو سنائی تھی۔ سعید بن جبیر نے پوچھا انھوں نے تم کو کون سی حدیث سنائی تھی؟ میں

إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ فَقَالَ قَدْ أَحْسَنَ مَنِ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَلَكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيلَ لِي هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقَالَ لِي انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللّٰهِ وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتَ

نے کہا انھوں نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی سے روایت کیا کہ دم کرانا نظر لگنے اور بچھو کے ڈنک کے علاوہ کسی چیز میں زیادہ مفید نہیں ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا جس شخص نے جو حدیث سنی اور اس پر عمل کیا اس نے ٹھیک کیا لیکن ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں کے ساتھ دس سے بھی کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے، اور کسی نبی کے ساتھ کوئی امتی نہ تھا، پھر میں نے ایک عظیم جماعت دیکھی، میرا گمان تھا کہ شاید یہ میری امت ہے پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، البتہ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھو میں نے اس طرف دیکھا تو ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھ سے کہا کہ آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو وہ وہیں پر ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ایسے ہیں جو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے بعض صحابہ نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہوں گے اور بعض لوگوں نے کہا شاید یہ وہ لوگ ہوں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے کسی قسم کا کوئی شرک نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کرتے رہے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تم کس بات میں غور کر رہے ہو؟ صحابہ کرام نے بتلایا، آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کریں گے اور نہ کسی سے دم کرائیں گے اور نہ بدشگونی کریں گے، اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے، پھر حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلے

مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہی لوگوں میں سے ہو، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے۔

۴۳۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيْثِ نَحْوَ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ حَدِيْثِهٖ۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے۔

شفاعت طلب کرنے پر دلیل

حدیث نمبر ۴۲۸ میں ہے، حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کر دے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار اشخاص میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دنیا میں شفاعت طلب کرنا جائز اور صحابہ کی سنت ہے۔ آپ نے جس شخص کی شفاعت قبول نہیں فرمائی وہ اس مرتبہ کا اہل نہ تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے جانتے تھے کہ تقدیر الٰہی میں یہ شخص ان ستر ہزار میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اگر اس کی شفاعت کر دیتے تو ممکن تھا کہ انہیں دیکھ کر ایک ایک کر کے سب شفاعت طلب کرنے لگتے اور یہ مشیت الٰہی اور منشاء رسالت کے خلاف تھا۔[1]

دم کرانا اور داغ لگوا کر علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۲ میں ہے جو لوگ داغ لگا کر علاج نہ کرائیں، دم نہ کرائیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کریں وہ جنت میں بلا حساب وکتاب داخل ہوں گے۔

بعض لوگ اس حدیث کے پیش نظر علاج کرنے کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ توکل کی تعریف یہ ہے کسی شے کے اسباب حاصل کرنے کے بعد اس شے کے حصول کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے نہ یہ کہ سرے سے اسباب کو ترک کر دے جس طرح بھوک، پیاس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دور کرنے کے لیے کھانا پینا، روزی کمانا اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح بیماری دور کرنے کے لیے علاج کرانا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے، اگر توکل کا مطلب یہی ہوتا جو ان لوگوں نے سمجھا ہے تو حضرت عکاشہ توکل کر کے بیٹھ جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی دعا کی درخواست نہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بیماریوں کے لیے دوائیں تجویز فرمائی ہیں، اپنا اور صحابہ کرام کا علاج فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ جنگ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو حضرت فاطمہ نے زخم کو دھویا اور جب خون نہ رکا تو انہوں نے چٹائی جلا کر اس میں راکھ بھر دی۔ [1] سنن ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماریاں اور دوائیں دونوں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں، اے اللہ کے بندو دوا استعمال کیا کرو اور حرام سے بچو۔ [2] ترمذی شریف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زرارہ کا داغ لگا کر علاج کیا۔ [3]

بخاری شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے ایک سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کا دم کر کے علاج کیا اور عوض میں چند بکریاں لیں حضور کی خدمت میں آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے صحیح کام کیا۔ [4]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً علاج کرانا اور بالخصوص دم کرا کے علاج کرانا یا داغ لگا کر علاج کرانا، دونوں صورتیں حضور سے ثابت ہیں اور توکل کے خلاف نہیں ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سید المتوکلین ہیں اور آپ سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔

رہا یہ کہ پھر اس حدیث میں جو داغ لگوانے اور دم کرانے کو توکل کے خلاف قرار دیا ہے اس کا کیا مطلب ہے اس کے جواب میں علامہ قتیبہ نے فرمایا اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جو حالت صحت میں مرض لاحق ہونے کے خوف سے داغ لگوائیں کیونکہ ان کا یہ عمل توکل اور ایمان بالتقدیر دونوں کے خلاف ہے اور علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو داغ لگوانے یا دم کرانے کو صحت کے لیے قطعی اور حتمی سبب سمجھتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ اگر یہ علاج نہ کرایا تو مر جائے گا، کیونکہ اس صورت میں صرف اس علاج پر اعتماد ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید نہ ہوگی۔

اور جب کوئی شخص بیمار ہو اور دوا کو محض سبب کے طور پر استعمال کرے تو علامہ نووی فرماتے ہیں اس صورت میں دوا کرنا، دم کرانا، تعویذ لٹکانا سب امور جائز ہیں۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دم فرمایا ہے اور دم کرانے کا حکم بھی دیا ہے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قرآن کریم کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سے جو دم کیا جائے وہ جائز ہے جن احادیث میں دم کرانے یا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے وہ اس قسم کے دم ہیں جن کے الفاظ شرک سے متشابہ ہوں یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں یا اس شخص کے حق میں دم مکروہ ہے جو دم کرانے کو علاج کے لیے قطعی سبب سمجھتا ہو، اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ باقی بیماریوں کی بہ نسبت نظر لگنے اور ڈنک لگ جانے کی صورت میں دم کرنا زیادہ مفید ہے۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

نصف اہل جنت اس امت کے لوگ ہونگے

۴۳۷ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي الْكُفَّارِ إِلَّا كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِي ثَوْرٍ أَسْوَدَ أَوْ كَشَعْرَةٍ سَوْدَاءَ فِي ثَوْرٍ أَبْيَضَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی چوتھائی ہو، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں سے آدھی ہوگی اور میں تم کو بتلاتا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں ایسی نسبت ہے جیسے سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو یا سفید بیل میں ایک سیاہ بال ہو۔

۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ رَجُلًا فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی ایک چوتھائی ہو، ہم نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو، ہم نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ مجھے توقع ہے کہ جنت میں آدھے تم لوگ ہوگے اور

وَذَالِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَمَا اَنْتُمْ فِیْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ۔

۴۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا مَالِكٌ وَهُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ ظَهْرَهٗ اِلٰى قُبَّةِ اَدَمٍ فَقَالَ اَلَا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَتُحِبُّوْنَ اَنَّكُمْ رُبُعُ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ مَا اَنْتُمْ فِیْ سِوَاكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِی الثَّوْرِ الْاَبْيَضِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَآءِ فِی الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ۔

۴۴۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ الْعَبْسِیُّ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِیْ يَدَيْكَ قَالَ يَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ قَالَ فَذَالِكَ حِيْنَ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ قَالَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ قَالُوْا يَا

اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے اور مشرکوں کے مقابلے میں تمہاری تعداد ایسی ہے جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہو یا سرخ بیل کی کھال میں ایک سیاہ بال ہو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چمڑے کے خیمہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا یاد رکھو جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے، اے اللہ تو گواہ ہو جا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے چوتھائی ہو، ہم نے کہا ضرور، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے تہائی ہو، ہم نے عرض کیا "ضرور یا رسول اللہ" آپ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ تم تمام جنتیوں کے آدھے ہو گے اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری تعداد ایسی ہے جیسے سفید بیل میں سیاہ بال یا سیاہ بیل میں سفید بال۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمائے گا۔ اے آدم! وہ عرض کریں گے۔ "لبیک میں تیرے حکم کی بجا آوری کے لیے حاضر ہوں" اور کل خیر تیرے ہی قبضہ میں ہے۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جہنمیوں کی جماعت نکالو" حضرت آدم پوچھیں گے۔ جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ ارشاد ہوگا۔ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنمی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی وہ وقت ہوگا جب بچے خوف خدا سے بوڑھے معلوم ہوں گے اور ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تمام لوگ تمہیں مدہوش معلوم ہوں گے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ اَلْفٌ وَمِنْكُمْ رَجُلٌ قَالَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِنَّ مَثَلَكُمْ فِي الْاُمَمِ كَمَثَلِ الشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالرَّقْمَةِ فِيْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ۔

بہت کمتر ہے۔ حضرت ابو سعید نے کہا صحابہ یہ حدیث سن کر بہت پریشان ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور پھر دیکھئے کہ ہم میں سے کون جنتی ہے آپ نے فرمایا تم خوش ہو جاؤ ہزار یاجوج ماجوج کے مقابلہ میں تم سے ایک ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا چوتھائی ہو، پھر ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا تہائی ہو ہم نے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کے نصف ہو اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہے جیسے سیاہ بیل میں سفید بال ہو یا گدھے کے پیر میں ایک نشان ہو۔

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُمَا قَالَ مَا اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي الثَّوْرِ الْاَبْيَضِ وَلَمْ يَذْكُرَا اَوْ كَالرَّقْمَةِ فِيْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت اس طرح منقول ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے سیاہ بیل میں سفید بال یا سفید بیل میں سیاہ بال، اور اس روایت میں گدھے کے پیر میں نشان کا ذکر نہیں ہے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا تم اہل جنت کا ربع ہو گے، پھر فرمایا تم ثلث اہل جنت ہو گے، پھر فرمایا تم شطر اہل جنت ہو گے اور ہر بشارت پر صحابہ کرام نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار ہی یہ نہیں فرمایا کہ تم نصف اہل جنت ہو گے، کیونکہ جو بشارت بہ تدریج حاصل ہو وہ دل میں زیادہ جاگزیں ہوتی ہے اور یہ اسلوب اس کو خوش کرنے کا زیادہ قوی سبب ہے اور جب انسان کو بار بار انعام ملے تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے اور تکرار بشارت سے اس کے دل میں منعم کی زیادہ عظمت پیدا ہوتی ہے اور صحابہ کرام نے بار بار خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ تم شطر اہل جنت ہو گے۔ دوسری حدیث میں یہ ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے ایک

اور حدیث میں ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور اس امت کی ان میں سے اسّی صفیں ہوں گی، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ امت اہل جنت کی دو تہائی ہو گی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بتدریج خبر دی ہو اور آپ نے اسی طرح بہ تدریج بشارت دی۔ اور اس کے بہت نظائر ہیں جیسے پہلے آپ نے فرمایا جماعت کی نماز منفرد کی نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ پھر فرمایا ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ [1]

آج بروز منگل ۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم جلد اوّل کی کتاب الایمان کی شرح مکمل ہو گئی، الٰہ العٰلمین مجھے اس کے بعد کتاب الطہارت کی شرح مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد افضل المرسلین خاتم النبیین قائد الغر المحجلین وعلی اٰلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

* * *

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطہارۃ

امام مسلم نے اپنی صحیح میں پہلے ایمان سے متعلق احادیث کو روایت کیا، کیونکہ تمام اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے، ایمان کے بعد سب سے اہم، اقدم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے، اس لیے امام مسلم نے ایمان کے بعد طہارت سے متعلق احادیث کو روایت کیا ہے۔ ہم پہلے طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا ذکر کریں گے، پھر طہارت کے مراتب اور درجات کا بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

طہارت کے لغوی معنی کا بیان

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

طہر اور طہارت کا معنی ہے نجاست کی ضد (پاک ہونا)، عورت کے طہر کے ایام کو اطہار کہتے ہیں اور طہر حیض کی نقیض ہے، طاہر کا حقیقی معنی ہے جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو، اور طاہر کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو عیب سے بری ہو۔ [1]

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

طہارت کی دو قسمیں ہیں، طہارت جسمانیہ اور طہارت نفسانیہ طہارت کے ان دونوں معنوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں:

وان کنتم جنبا فاطہروا۔ (مائدہ ، ٦)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی (غسل) حاصل کرو۔

یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے، یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

ولا تقربوھن حتی یطہرن فاذا تطہرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ۔ (بقرہ : ۲۲۲)

حیض کی حالت میں عورتوں سے عمل تزویج نہ کرو، حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں (غسل کر لیں) تو اس محل میں ان سے عمل زوجیت کرو، جس محل میں عمل کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورتیں حیض سے پاک ہو کر غسل یا تیمم کر لیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی واسطی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین۔

(توبہ ۱۰۸)

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اس آیت میں طہارت کا معنی ہے پانی سے استنجاء کرنا۔ یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ وہ جب وضو توڑتے تو پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ولہم فیہا ازواج مطہرۃ۔ (بقرۃ: ۲۵)

اور ان کے لیے جنت میں بہت پاک بیویاں ہوں گی۔

یعنی جنتی مسلمانوں کی ازواج حیض اور بول و براز سے پاک ہوں گی۔ ابو اسحاق نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جنتی عورتیں کھانے پینے کے بعد ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوں گی، جن کی محتاج دنیا کی عورتیں ہوتی ہیں، ان کو حیض آئیگا اور نہ ان کو اس سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ ان کو اخلاق اور عفت کی طہارت حاصل ہوگی اور وہ تمام انواع طہارت کی جامع ہوں گی، مطہرۃ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ان طہرا بیتی للطائفین والعٰکفین۔ (بقرۃ: ۱۲۵)

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

ابو اسحاق نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میرے بیت کو بتوں سے پاک کرو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے دل کی تطہیر پر برانگیختہ کرنا مراد ہے، تاکہ دل میں سکینہ کا نزول ہو جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین (فتح، ۴)

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان کو نازل کیا۔

ازہری نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے میرے بیت کو افعال محرمہ اور معاصی سے پاک کرو، اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ۔ (بینۃ، ۲)

اللہ کے پاس سے ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے۔

یعنی وہ صحیفے میل کچیل اور باطل سے پاک ہیں۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔ (بقرۃ، ۲۲۲)

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

انہ لقرآن کریم ۝ فی کتاب مکنون ۝ لا یمسہ الا المطہرون ۝ (واقعہ، ۷۹-۷۷)

بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، جو ایک محفوظ کتاب میں ہے، اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے ہیں۔

اس آیت میں بھی طہارت سے نفس کی طہارت مراد ہے، یعنی قرآن مجید کے حقائق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنے نفس کو فساد، جہالت اور احکام شرعیہ کی مخالفت کے میل سے پاک رکھے۔ مصنف کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس آیت سے بدن کی طہارت مراد ہے، یعنی جب تک کوئی شخص باوضو نہ ہو وہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

اولئک الذین لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم۔
(مائدہ: ۴۱)

یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاکیزہ کرنے اور ان کے دلوں میں ہدایت جاری کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

وما کان جواب قومہ الا ان قالوا اخرجوہم من قریتکم انہم اناس یتطہرون ○
(اعراف: ۸۲)

اور قوم لوط کا صرف یہی جواب تھا کہ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا:

قال یقوم ہؤلاء بناتی ہن اطہر لکم۔
(ہود: ۷۸)

لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری (امت کی) بیٹیاں ہیں (تم ان سے نکاح کر لو) یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ (حلال) ہیں۔

یعنی میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں تو انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ پاکیزگی کے دعویدار ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں آیتوں میں طہارت سے طہارت نفس مراد ہے۔

ذلکم ازکی لکم واطہر۔
(بقرۃ: ۲۳۲)

(اس نصیحت کو قبول کرنا) تمہارے لیے بہت صاف ستھرا اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔

مطلقہ عورتوں کے اولیاء کو حکم دیا گیا کہ عدت پوری ہونے کے بعد ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہ کرو۔ اس نصیحت پر عمل کرنا تمہارے نفسوں کے لیے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ سو اس آیت میں بھی طہارت سے مراد نفس کی طہارت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں طہارت کا اطلاق طہارت نفس اور طہارت بدن دونوں پر کیا گیا ہے۔

طہارت کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوۃ من احدث حتی یتوضأ۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔

عن ابی هريرة قال انی سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ان امتی يدعون يوم القيامة غرا محجلين من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان يطيل غرته فليفعل[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کو قیامت کے دن غر محجل (جس کا منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا اس کا سبب وضو کے آثار ہیں، سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو (اور وہ اعضاء وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر) اپنی سفیدی کو زیادہ کرلے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا توضا العبد المسلم او المومن فغسل وجهه خرجت من وجهه کل خطيئة نظر اليها بعينيه مع الماء او مع آخر قطر الماء او نحو هذا واذا غسل يديه خرجت من يديه کل خطيئة بطشتها يداه مع الماء او مع آخر قطر الماء حتی يخرج نقيا من الذنوب[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا، اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن المهاجر بن قنفذ انه اتی النبی صلی الله عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتی توضا ثم اعتذر اليه فقال انی کرهت ان اذکر الله تعالی الا علی طهر[3]

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو (فوراً) جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آپ نے وضو فرمایا پھر آپ نے (جواب میں تاخیر کا) عذر بیان کرتے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

مجھ سے فرمایا میں بغیر پاکیزگی (طہارت) کے اللہ تعالیٰ کا ذکر ناپسند کرتا ہوں۔

عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتمہ[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی وضوءہ حتی یغسلھا ثلثا فان احدکم لا یدری این باتت یدہ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو کر جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار نہ دھو لے، وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ صلوۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقیموا ولن تحصوا واعلموا ان خیر اعمالکم الصلوۃ ولا یحافظ علی الوضوء الا مؤمن[4]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (شریعت پر) مستقیم رہو اور تم ہرگز اس کا استیعاب اور احاطہ نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی محافظت صرف مومن کرتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا توضأ فاحسن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] 〃 〃 〃 ، سنن ابن ماجہ ص ۲۴، 〃 〃 〃

الوضوء ثم اتى المسجد لا ينهزه الا الصلوة لم يخط خطوة الا رفعه الله عزوجل بها درجة وحط عنه بها خطيئة حتى يدخل المسجد [1]

سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کرکے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن عفان انه توضأ فغسل رجليه ثلثا و قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ هكذا۔ [2]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار پیروں کو دھویا اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال راى النبي صلى الله عليه وسلم فى قدم رجل لمعة لم يغسلها فقال ويل للاعقاب من النار [3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پیر میں کچھ خشک جگہ دیکھی جس کو اس نے نہیں دھویا تھا۔ آپ نے فرمایا خشک ایڑیوں کے لیے ہلاکت کا عذاب ہے۔

عن عمرو بن عنبسة قال قلت يا رسول الله! كيف الوضوء قال اذا توضات فغسلت يديك ثلثا خرجت خطاياك من بين اظفارك وانأملك فاذا مضمضت واستنشقت فى منخريك وغسلت وجهك وذراعيك الى المرفقين وغسلت رجليك الى الكعبين اغتسلت من عامة خطاياك [4]

حضرت عمرو بن عنبسہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول! وضو کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم نے وضو کیا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا تو تمہاری پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے اور جب تم نے کلی کی اور اپنے نتھنوں میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھویا تو تم اپنے تمام گناہوں سے دھل جاؤ گے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۔۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] ″ ″ ″ ″ ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴، ″ ″ ″ ″

[4] ″ ″ ″ ″ ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴، ″ ″ ″ ″

عن عقبة بن عامر الجهني قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول من توضأ فاسبغ الوضوء ثم قام يصلي فصلى صلوة يعلم ما يقول فيها حتى يفرغ من صلوته كان كهيئته يوم ولدته امه قال عمر واجود من هذا قال: من توضأ فاسبغ الوضوء ثم قام فصلى صلوة يعلم ما يقول فيها ثم قال فيها اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله فتحت له ثمانية ابواب من الجنة يدخل من ايها شاء[1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر اس نے کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے صاف) ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا، حضرت عمر نے فرمایا اس سے زیادہ عمدہ یہ روایت ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله پڑھا تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين فتحت له ثمانية ابواب من الجنة يدخل من ايها شاء[3]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۴۶ - ۴۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ الرجل المسلم خرجت ذنوبہ من سمعہ وبصرہ ویدیہ ورجلیہ فان جلس جلس مغفورا لہ [1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھوں اور پیروں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔

عن ابی سعید انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا ادلکم علی شیء یکفر اللہ بہ الخطایا ویزید بہ فی الحسنات؟ قالوا بلی یا رسول اللہ قال اسباغ الوضوء عند المکارہ وکثرۃ الخطا الی ھذہ المساجد [2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دے اور نیکیوں کو زیادہ کر دے؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور زیادہ قدم چل کر ان مساجد میں جانا۔

عن یزید بن بشر قال ان اللہ اوحی الی موسٰی ان توضأ فان لم تفعل فاصابتک مصیبۃ فلا تلومن الا نفسک [3]

یزید بن بشر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ وضو کریں، اگر آپ نے وضو نہ کیا اور آپ کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو صرف اپنے نفس کو ملامت کریں۔

عن سلمان قال اذا توضأ الرجل المسلم وضعت خطایاہ علی راسہ فتحاتت کما یتحات عذق النخلۃ [4]

سلمان کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیے جاتے ہیں پھر اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح کھجور کی شاخیں جھڑتی ہیں۔

عن ابی عثمان قال کنت مع سلمان فاخذ غصنا من شجرۃ یابسۃ فحتہ ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں سلمان کے ساتھ تھا، انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ لی اور اس کے پتے جھاڑے، پھر بیان کیا کہ میں نے

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[2] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۱۵، 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۱۵، 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۱۴، 〃 〃 〃 〃

توضأ فأحسن الوضوء تحاتت خطاياه كما يتحات الورق [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں

عن ابن عمر يقول من توضأ على طهر كتب له عشر حسنات [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس شخص نے باوضو ہونے کے باوجود وضو کیا اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى الخلاء ثم انه رجع فأتي بطعام فقلت يا رسول الله: الا تتوضأ فقال لم أصلي فأتوضأ۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ بیت الخلاء گئے پھر واپس آئے۔ پھر آپ کے پاس کھانا لایا گیا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو وضو کرتا ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابي مالك الاشعري ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم كان يقول الطهور شطر الايمان۔ [4]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت نصف ایمان ہے۔

حکیم ترمذی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن بشر المازني رضي الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قصوا اظافيركم وادفنوا قلاماتكم ونقوا براجمكم ونظفوا لثاتكم من الطعام وتسننوا ولا تدخلوا علي قحرا بخرا وفي رواية قلحا وبخرا۔ [5]

حضرت عبد اللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ناخن تراشو، ناخنوں کے تراشے دفن کر دو، انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، مسوڑھوں سے طعام کے ذرات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۲، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[2] " " " المصنف ج ۱ ص ۱۲،

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[5] امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم ترمذی متوفی ۳۲۰ھ، نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ج ۱ ص ۳۱، ۲۱۴، مطبوعہ دار الذکر التراث القاہرہ ۱۴۰۸ھ

گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ آؤ۔

طہارت کے مراتب اور درجات

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں:
طہارت کے چار مراتب ہیں: **پہلا مرتبہ:** ظاہر بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست (جنبی ہونا یا بے وضو ہونا) سے پاک کرنا، یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ: ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی (مثلاً شراب نوشی، زناکاری، چوری اور ڈاکہ وغیرہ) سے پاک کرنا، یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ: دل کو اخلاق مذمومہ (مثلاً بخل، تکبر، ریاکاری، تصنع، ناشکری، اترانے، کینہ اور بغض وغیرہ) اور خصال رذیلہ مبغوضہ (مثلاً گناہوں سے محبت) سے پاک کرنا۔ یہ عباد صالحین میں سے خواص مومنین کی طہارت ہے۔

چوتھا مرتبہ: باطن قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا بایں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آنے، یہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اور صدیقین کی طہارت ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے، دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا ہے، یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے، طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا یہ چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔ اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے، کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے اور اس کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ماسوی اللہ سے گذر نہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ (انعام: ٩١)

آپ کہیے اللہ (نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی کج بحثی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیجئے۔

کیونکہ اللہ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

وما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ (احزاب: ٤)

اللہ نے ایک آدمی کے لیے اس کے سینہ میں دو دل نہیں بناتے۔

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہو سکتا، تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طہارت نصف ایمان ہے۔ اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم سے پاک نہیں کرے گا اس کے اعضاء عبادات سے متصف نہیں ہوں گے، اسی لیے ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے، سو یہ ایمان

کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کرے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا، اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کرے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔[1]

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ

وضو کی فضیلت

۴۴۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ نَا أَبَانٌ قَالَ نَا يَحْيَى أَنَّ زَيْدًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاکیزگی نصف ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ زمین اور آسمان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے اور صبر ضیاء ہے اور قرآن یا تمہارے موافق دلیل ہو گا یا مخالف، اور ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے۔ پھر یا اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جمہور اہل لغت کے نزدیک وُضو اور طُہور کا معنی ہے پاکیزگی حاصل کرنا، وَضو اور طَہور کا معنی ہے وہ پانی جس سے پاکیزگی حاصل کی جائے، ابن الانباری اور اکثر اہل لغت نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ خلیل، ابو حاتم سجستانی، ازہری اور ایک جماعت کے نزدیک دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وَضو اور طَہور ہے، اور صاحب المطالع نے کہا دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وُضوء ہے۔ وضوء کا لفظ وضاءۃ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے حسن اور نظافت، نماز کے لیے وضو کو وضو اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے وضو کرنے والے صاف ستھرا اور حسین ہو جاتا ہے، اسی طرح طہارت کی اصل نظافت اور تنزہ ہے۔ غَسل کا معنی ہے پانی اور نہانے اور پانی دونوں کے لیے غُسل اور غَسل دونوں لغتیں ہیں، بعض کے نزدیک غَسل کا معنی ہے دھونا اور غُسل کا معنی ہے نہانا مثلاً کہتے ہیں غُسل جمعہ سنت ہے اور غسل جنابت واجب ہے اور غِسل نہانے کے آلات مثلاً صابن، شیمپو اور بیری کے پتوں کو کہتے ہیں۔[2]

طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح

حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: طہور (پاکیزگی) نصف ایمان ہے۔

---

[1] امام محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ ھ، احیاء العلوم مع الاتحاف ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۴، ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ایک معنی یہ ہے کہ طہارت کا اجر بڑھ کر نصف ایمان تک پہنچ جاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ ایمان لانے سے مٹ جاتے ہیں، اسی طرح وضوء سے پہلے کے گناہ وضوء سے مٹ جاتے ہیں لیکن ایمان کے بغیر وضو نہیں ہوتا اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہاری نمازوں کو ضائع کر دے۔
(بقرہ: ١٤٣)

اور چونکہ صحت نماز کے لیے طہارت شرط ہے، اس لیے طہارت نماز کے لیے بمنزلہ جزء ہے، اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے یعنی نماز کا جزء ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تصدیق بالقلب اور اطاعت ظاہرہ دونوں ایمان کا جز ہیں اور طہارت نماز کو متضمن ہے جو کہ اطاعت ظاہرہ ہے اس اعتبار سے آپ نے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔

اسی حدیث میں ہے: الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان اور زمین یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں:

قرآن اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ اعمال کو وزن کیا جاتا ہے اور اعمال کم اور زیادہ ہوتے ہیں، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر سبحان اللہ اور الحمد للہ کے ثواب کو مجسم کیا جائے تو ان کی جسامت آسمان اور زمین کو بھر دے گی، اور ان کے ثواب کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کے منزہ ہونے اور ہر نقص اور عیب سے بری ہونے کے معنی پر مشتمل ہے اور الحمد للہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفتقر ہونے، اس کی حمد و ثناء اور اس کا شکر بجا لانے پر مشتمل ہے۔

اس حدیث میں ہے: نماز نور ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ نماز معصیت اور بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور نیکی اور اچھے کاموں کی ہدایت دیتی ہے جس طرح نور اندھیرا دور کرتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نماز کی وجہ سے نمازی کا چہرہ قیامت کے دن منور ہوگا، اور دنیا میں بھی نمازی کے چہرے پر تروتازگی ہوگی۔

اس حدیث میں ہے صدقہ برہان ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اس نے مال کو کہاں صرف کیا؟ تو اس کے صدقات اس سوال کے جواب پر براہین بن جائیں گے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مال انسان کو طبعاً عزیز ہوتا ہے اور جب وہ اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتا ہے اور صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ کرنا اس کے دعویٰ ایمان کی صداقت پر دلیل بن جاتا ہے۔ لہ

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١١٨، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

صبر کا معنی

اس حدیث میں ہے صبر ضیاء ہے:

اس کا معنی ہے جو صبر شریعت میں پسندیدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں مشقت اٹھانے پر صبر کرنا ہے، معصیت کے تقاضے پورے نہ کرنے پر صبر کرنا ہے اور دنیا میں جو اس پر مصائب اور آلام نازل ہوتے ہیں ان پر صبر کرنا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر ایک پسندیدہ عمل ہے اور صبر کرنے والا ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے اور ہدایت پر مستقیم رہتا ہے۔ ابراہیم خواص نے کہا کتاب اور سنت پہ ثابت قدم رہنا صبر ہے، ابن عطاء نے کہا حوصلہ اور برداشت کے ساتھ مصائب کا سامنا کرنا صبر ہے، استاذ ابوعلی دقاق نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے، البتہ مصائب کا اظہار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، بہ شرطیکہ یہ اظہار بہ طور شکایت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب۔ (ص: ۴۴)	بے شک ہم نے انہیں صبر کرنے والا پایا، وہ کیا خوب بندے تھے بے شک وہ (ہماری طرف) بہت متوجہ رہتے تھے۔

حالانکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کیا:

اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔ (ص: ۴۱)	جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا بے شک مجھ کو شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا ہے۔
وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ (انبیاء: ۸۳)	اور ایوب کو یاد کرو، جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

فصبر جمیل۔ (یوسف: ۸۳)	(اب میرے لیے) صبر ہی زیبا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب نے کہا:

وقال یا اسفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ (یوسف: ۸۴)	اور یعقوب نے کہا ہائے افسوس یوسف (کے فراق) پر اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں، سو وہ اپنے غم کو ضبط کرتے رہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔ (یوسف: ۸۶)	یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے ہی کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الصابرین ہیں اس کے باوجود آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وارضاہ کی وفات پر فرمایا: ”اے ابراہیم تمہاری جدائی پہ ہم غمگین ہیں“

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك دخلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابى سيف القين وكان ظئرا لابراهيم فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبله وشمه ثم دخلنا عليه بعد ذلك وابراهيم يجود بنفسه فجعلت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تذرفان فقال له عبد الرحمان بن عوف وانت يا رسول الله؟ فقال يا ابن عوف! انها رحمة ثم اتبعها باخرى فقال ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے، وہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی کے شوہر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو سونگھا، پھر اس کے بعد ہم حضرت ابراہیم کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی جان کی سخاوت کررہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے ابن عوف یہ آنسو رحمت ہیں، پھر دوبارہ آپ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا آنکھ رو رہی ہے اور دل غمزدہ ہے اور ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمگین ہیں۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا حين قتل القراء فما رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حزن حزنا قط اشد منه۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب (ستر) قاری شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا زیادہ غمگین نہیں دیکھا۔

قرآن مجید کی ان آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہوگیا کہ مصیبت پر غم کرنا اور اس کا اظہار کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے، البتہ مصیبت پر جزع وفزع کرنا اور اس مصیبت کی شکایت کرنا اور آواز سے رونا صبر کے خلاف ہے۔

اس حدیث میں ہے: قرآن تمہارے حق میں دلیل ہوگا یا تمہارے خلاف۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] 〃 〃 〃، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۳، 〃 〃 〃 〃

یعنی اگر تم قرآن مجید کی تلاوت کرو گے اور اس کے احکام پر عمل کرو گے تو یہ تمہارے حق میں دلیل ہوگا۔ ورنہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہوگا۔

نیز اس حدیث کے آخر میں ہے: ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے پھر اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان عمل کرتا ہے، بعض انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر کے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کو جہنم سے آزاد کرا لیتے ہیں اور بعض انسان شیطان اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے نفس کو شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور شیطان ان کے نفوس کو جہنم میں ہلاک کر دیتا ہے۔

بَابُ ۸۳ وُجُوْبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلٰوةِ

نماز کے لیے طہارت کا وجوب

۴۴۳ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّاَبُوْ كَامِلِ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيْدٍ قَالُوْا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَامِرٍ يَّعُوْدُهٗ وَهُوَ مَرِيْضٌ فَقَالَ اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لِيْ يَا ابْنَ عُمَرَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَّلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ وَّكُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ۔

مصعب بن سعد کہتے ہیں: جب ابن عامر بیمار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کرنے کے لیے گئے، ابن عامر نے کہا: اے ابن عمر! کیا آپ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کریں گے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بغیر طہارت (پاکیزگی) کے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور مال حرام سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے حاکم رہ چکے ہو۔

۴۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَآئِدَةَ ح قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّوَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ كُلُّهُمْ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۴۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَخِيْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بلا وضو کسی شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ وضو نہ کر لے۔

فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ۔

موجب طہارت کی تحقیق

حدیث نمبر ۴۴۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے لیے طہارت کے وجوب کی تصریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے لیے طہارت کب فرض ہوئی؟ ابن الجہم کا یہ مذہب ہے کہ ابتداء اسلام میں وضو کرنا سنت تھا اور آیت تیمم میں وضو کی فرضیت نازل ہوئی، اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ وضو اس سے پہلے فرض تھا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے پر وضو فرض ہے یا بالخصوص بے وضو پر وضو کرنا فرض ہے، بعض متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔

(مائدہ: ۶)

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے (کا ارادہ کرنے) لگو تو اپنے چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھو لو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں دھو لو۔

اور ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو بے وضو ہو، لیکن ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اس کے بعد تمام اہل فتویٰ اسی قول پر متفق ہیں، اور ان میں ان کا اختلاف نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم بے وضو ہو اور نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔

ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ وضو کا موجب کیا چیز ہے اور اس میں تین قول ہیں (۱) بے وضو ہونے کے بعد وضو کرنا واجب ہے لیکن اس میں وسعت ہے۔ (۲) وضو کرنا صرف اس وقت واجب ہے جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جائے (۳) ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی واجب ہے۔ (مصنف کے نزدیک وضو کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان بے وضو ہو اور ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضو کے صحیح نہیں ہوتی مثلاً نماز پڑھنے، سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر کرنے قرآن مجید کو چھونے یا طواف کعبہ کرنے کا ارادہ کرے۔)

فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال

امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے خواہ فرض نماز پڑھتی ہو یا نفل، سجدۂ تلاوت ادا کرنا ہو

یا سجدۂ شکر، یا نماز جنازہ پڑھنی ہو، البتہ امام شعبی اور امام محمد بن جریر الطبری نے یہ کہا ہے کہ نماز جنازہ بلا وضو پڑھنا جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے، تمام علماء کا اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے، اگر کسی شخص نے عمداً بلا عذر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا، لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ نماز کے ساتھ لہو و لعب کر رہا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر اعتقاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس نمازی کا اعتقاد صحیح ہے، اور یہ تمام بحث اس وقت ہے جب وہ بلا عذر بے وضو نماز پڑھے، اور اگر وہ معذور ہو مثلاً اس کو طہارت کے لیے پانی یا مٹی حاصل نہ ہو تو اس میں چار قول ہیں:

۱۔ فقہاء شافعیہ کے نزدیک اصح قول یہ ہے کہ اس شخص پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور جب اس کو طہارت پر قدرت حاصل ہو تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔
۲۔ اس شخص پر بلا طہارت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس پر قضاء واجب ہے۔
۳۔ اس کے لیے نماز پڑھنا مستحب ہے، اور قضاء کرنا واجب ہے۔
۴۔ اس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

امام مزنی کا یہی مختار ہے اور اسی قول کی دلیل قوی ہے، اس پر نماز پڑھنا اس لیے واجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت کرو اور اس پر اعادہ اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کے حق میں نیا امر نہیں پایا گیا اور ہر وہ نماز جس کو اس کے وقت میں کسی عذر کی بنا پر کسی خلل کے ساتھ پڑھا گیا اس کے متعلق امام مزنی کا یہی قول ہے۔[1]

فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

جو شخص کسی ایسی جگہ مقید ہو جہاں پانی دستیاب ہو نہ تیمم بایں طور کہ وہ کسی نجس مکان میں ہو جہاں اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی دستیاب نہ ہو، یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ وضو یا تیمم نہ کر سکے اس کو فاقد الطہورین کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا شخص نماز کو مؤخر کرے اور جب طہارت ممکن ہو تو نماز پڑھ لے اور امام ابویوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ وہ نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے اگر خشک جگہ ہو تو وہاں رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور قرأت نہ کرے اور جب طہارت میسر ہو تو نماز دہرائے، اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابوحنیفہ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور جس شخص کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر زخم ہو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں جو شخص بلا عذر عمداً بغیر طہارت کے نماز پڑھے نوادر میں اس کی تکفیر کی ہے اور ظاہر الروایہ میں ہے وہ کافر نہیں ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ بلا استخفاف بغیر طہارت کے نماز پڑھے اور اگر وہ طہارت کے حکم کو غیر ضروری جان کر یا اس کا مذاق اڑانے کے لیے بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اگر اس کی نیت استہزاء اور تمسخر کی نہ ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا حکم شرعی سے جہالت کی وجہ سے بلا وضو نماز پڑھی تو کسی کے نزدیک کفر نہیں ہونا چاہیے اور جب کسی چیز کے کفر ہونے یا کفر نہ ہونے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے، بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مومن کی تکفیر پر ستر روایات متفق ہوں اور ایک ضعیف روایت عدم تکفیر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ کرے۔[1]

فاسقوں کے لیے زجراً دعا نہ کی جائے

اس حدیث میں ہے ابن عامر نے حضرت ابن عمر سے کہا آپ میرے لیے دعا کریں، حضرت ابن عمر نے فرمایا: حدیث میں ہے بغیر طہارت کے نماز مقبول نہیں ہوتی اور مال حرام سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے حاکم رہ چکے ہو۔

حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ حاکم بصرہ ہونے کی وجہ سے تمہارے ذمہ بہ کثرت حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں اور جن کے ذمہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ہوں ان کو دعا سے فائدہ نہیں ہوتا، حضرت ابن عمر کا منشاء زجر و توبیخ تھا اور اس کو توبہ کرنے اور حق تلفیوں کی تلافی کرنے اور آئندہ ظلم نہ کرنے پر برانگیختہ کرنا تھا ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اخیار تابعین ہمیشہ کفار کے لیے ہدایت کی اور فساق کے لیے توبہ کی دعا کرتے رہے ہیں۔

مال حرام سے استبراء کا طریقہ

جس شخص کے پاس سود، رشوت، چوری اور غصب وغیرہ سے مال حرام ہو اور اب وہ تائب ہونا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اتنا مال صاحب حق کو یا اس کے وارثوں کو واپس کر دے، اگر حکومت کا مال ہے تو اتنا مال حکومت کے کسی فنڈ میں داخل کر دے اور اگر اس کے وارثوں کا پتہ نہ چلے تو اتنے مال کو اس شخص کی طرف سے کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور اس کا ثواب صاحب حق کو پہنچا دے۔

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوْءِ وَكَمَالِهِ

۴۳۶ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى

کامل وضو کرنے کا طریقہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے وضو کے لیے پانی

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

التُّجِيْبِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ اللَّيْثِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ عُلَمَآؤُنَا يَقُوْلُوْنَ هٰذَا الْوُضُوْءُ اَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّاُ بِهٖ اَحَدٌ لِلصَّلٰوةِ ۔

۴۴۷ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ اَنَّهٗ رَاٰى عُثْمَانَ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهٗ فِى الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔

منگوایا اور وضو کرنا شروع کیا پہلے اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بایاں پاؤں تین بار دھویا، پھر انھوں نے کہا جس طرح میں نے وضو کیا ہے اس طرح میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وضو کرنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اس طریقے کے مطابق وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور دوران نماز سوچ بچار نہ کرے تو اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ ابن شہاب نے کہا ہمارے علماء کہتے ہیں نماز کے لیے جو وضو کیے جاتے ہیں ان سب میں یہ کامل ترین وضو ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک برتن منگوایا اس کو ٹیڑھا کر کے تین بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر دائیں ہاتھ سے برتن سے پانی لیا اور کلی کی اور ناک کو پانی سے صاف کیا پھر تین مرتبہ چہرہ اور کہنیوں تک کلائیاں دھوئیں پھر سر کا مسح کیا، پھر تین مرتبہ پیر دھوئے، پھر حضرت عثمان نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کیا اس کے بعد دو رکعات نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں سوچ بچار نہ کیا، اس کے تمام سابقہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون ہونے پر امام شافعی کے دلائل

حدیث نمبر ۴۴۶ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اعضاء

وضو کو تین تین بار دھویا اور سر کا مسح کیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

سر کے مسح کی تکرار میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے، جیسا کہ باقی اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا، اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا ہے اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان جواز پر محمول کیا ہے۔ [1]

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے، حضرت ابن عمر، سالم، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصرف اور حکم سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام ترمذی نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تکرار سنت ہے، خرقی نے کہا تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے

علامہ ابن عبدالبر نے کہا سب کا قول یہ ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے اور امام شافعی نے کہا سر کا مسح تین بار کیا جائے گا، کیونکہ امام ابوداؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان کو دیکھا انہوں نے تین بار کلائیاں دھوئیں اور تین بار سر کا مسح کیا پھر کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، اور اس کی مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت ابومالک، حضرت ربیع، حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور حضرت ابی کی حدیث میں ہے: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس لیے کہ طہارت میں اصل سر ہے تو چہرے کی طرح اس میں بھی تکرار مسنون ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اور کہا کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا اور کہا یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے، جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے وہ اس وضو کو دیکھ لے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، اسی طرح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ.

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ربیع سب نے کہا آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور ان صحابہ کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی حکایت کرنا، دائمی عمل کی خبر دینا ہے، اور دائمی عمل وہی ہوتا ہے جو افضل اور اکمل ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو خلوت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل عمل ہی کیا جاتا ہے۔ نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی نوع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگی اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔ امام ابو داؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انھوں نے اعضاءِ وضوء کو تین تین بار دھونے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے انھوں نے سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا جیسے باقی اعضاء وضوء کے دھونے میں عدد کا ذکر کیا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے سر کا تین بار مسح کیا اس کو یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی وکیع نے مخالفت کی ہے اس نے کہا فقط تین بار وضوء کیا، اور حضرت عثمان سے صحیح روایت یہ ہے کہ انھوں نے تین تین بار اعضاء وضوء کو دھویا، اور سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا، امام بخاری اور امام مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے کہا یہی صحیح ہے۔ ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالف معلقات ضعیف ہے اور جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضوء کیا اس سے مسح کا ماسویٰ مراد ہے، کیونکہ اس حدیث کے راوی جب مسح کا الگ ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور تفصیل اجمال کی حاکم اور تفسیر ہوتی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا، جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی کا سر کے مسح کو باقی اعضاء پر قیاس کرنا تیمم سے منقوض ہے، نیز ہم اس کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھونے کے مترادف ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لیے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لیے کیا ہو، اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور دیگر راویوں نے ایک بار مسح کر کے یہ کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضوء ہے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دائماً اسی طرح وضوء کرتے تھے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا طریقہ اس لیے بیان کیا کہ سائلین اور سامعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی وضوء کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے، اگر انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی اور طریقہ سے وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقاً یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضوء ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شقیق بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کی خطأ ہے، کیونکہ جب تمام راوی ایک شخص سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک

راوی اس کی مخالف صفت کو بیان کرے تو اس ایک راوی پر خطا اور غلط کا حکم لگایا جائے گا خواہ وہ ثقہ اور حافظ ہو اور جب اس کی ثقاہت اور حافظہ معروف نہ ہو تو پھر اس کی روایت میں خطاً کا واقع ہونا اور زیادہ یقینی ہوگا۔ [1]

سر پر مسح کی مقدار کی فرضیت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ چہرے، ہاتھوں اور پیروں سب کا مکمل بالاستیعاب دھونا واجب ہے، اس کے برخلاف رافضیوں نے یہ کہا کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے، ان کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ نصوص صریحہ میں پیروں کا دھونا وارد ہے، اسی طرح جس نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کو نقل کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیروں کو دھویا ہے۔

(پیروں کے دھونے کی فرضیت پر دلائل اور روافض کے شبہات کے جوابات ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۹ میں تفصیل سے بیان کریں گے)

سر پر مسح کرنے کے وجوب میں علماء کا اجماع ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار واجب ہے، امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ مطلقاً سر پر مسح کرنا واجب ہے خواہ ایک بال پر مسح ہو، اور امام مالک، امام احمد اور ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ [2]

چوتھائی سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

سر پر پیشانی کی مقدار میں مسح کرنا فرض ہے اور وہ چوتھائی سر ہے، کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قوم کی کوڑا ڈالنے کی جگہ پر گئے، وہاں پیشاب کیا، پھر وضوء کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا، اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے، اور یہ حدیث اس کا بیان ہے۔ یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ تین بالوں کا اندازہ کرتے ہیں اور امام مالک کے خلاف بھی حجت ہے، کیونکہ وہ پورے سر کا مسح فرض قرار دیتے ہیں۔ [3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں اجمال اس وجہ سے ہے کہ وامسحوا برؤسکم میں باء محل پر داخل ہے اور تبعیض پر دلالت کرتی ہے اور اس بعض کی تعیین مبہم ہے، اور حضرت مغیرہ کی روایت میں بھی ہے فمسح بناصیتہ

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۴-۵، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

یہاں بھی با مجمل پر داخل ہے لہٰذا یہ حدیث بھی اس آیت کی طرح مجمل ہے، اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا جائے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصے پر مسح کیا، امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اس لیے یہ حدیث بظاہر حجت ہے اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ نے سر کے پورے اگلے حصہ پر مسح کیا اور یہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جس کو ناصیہ کہتے ہیں، اسی طرح امام بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا، یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ حدیث متصل سے مؤید ہو۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ان حدیثوں میں سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنے کے فعل کا ذکر ہے، اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسح کرنا جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چوتھائی سر کی مقدار سے کم پر بھی مسح کرنا جائز ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس سے کم مقدار پر بھی مسح کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے۔

آیت وضو میں با الصاق کے لیے ہے اور جب آلہ (ہاتھ) کا سر سے الصاق ہو تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے، اس لیے اگر کسی شخص نے سر پر ہاتھ رکھے اور پورے سر پر مسح نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر ہاتھ رکھے جائیں گے تو چوتھائی سر پر مسح ہو جائے گا کیونکہ عرفاً ہاتھ چوتھائی سر کے برابر ہوتے ہیں اس لیے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔[1]

چوتھائی سر پر مسح کے متعلق احادیث

جن احادیث سے فقہاء احناف نے مسح کی مقدار کے تعین اور بیان پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة بن شعبة ان نبي الله صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين ومقدم راسه وعلى عمامته[2]	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ پر مسح کیا۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة ان النبي صلى الله عليه وسلم توضا فمسح ناصيته وعمامته وعلى الخفين[3]	حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو سر کے اگلے حصہ

---

[1] علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

پر مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے۔ [1]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمسح علی الخفین وعلی ناصیتہ وعلی عمامتہ [2]

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کرتے تھے، سر کے اگلے حصہ پر مسح کرتے تھے اور عمامہ پر۔

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضا وعلیہ عمامۃ قطریۃ فادخل یدہ من تحت العمامۃ فمسح مقدم راسہ فلم ینقض العمامۃ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے سرخ رنگ کا منقش قطری عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا اور عمامہ نہیں کھولا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پر بھی مسح فرمایا ہے اس کے متعلق تفصیلی بحث ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۹ میں بیان کریں گے۔

نماز میں ممنوعہ خطرات اور وساوس کا بیان

حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کیا اس کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں حدیث نفس (دنیاوی معاملات میں سوچ و بچار اور غور و فکر) نہ کی اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حدیث نفس سے مراد وہ امور ہیں جن کے متعلق انسان قصداً غور و فکر کرتا ہے، اور جن کاموں کے متعلق انسان پروگرام اور منصوبے بناتا ہے، اور نماز میں جو خیالات انسان کے قصد اور ارادے کے بغیر اس کے دماغ میں آتے ہیں وہ حدیث نفس نہیں ہیں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نماز میں بغیر قصد اور ارادے کے جو خیالات آتے ہیں ان کے متعلق یہ امید تو ہے کہ وہ نماز قبول ہو جائے گی، لیکن یہ نماز اس کی اس نماز سے کم ہوگی، جس نماز میں مطلقاً کوئی خیال نہیں آتا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے مغفرت کی ضمانت دی ہے جس کی نماز میں بالکل خیال نہ آئیں، کیونکہ کم لوگ نماز میں حدیث نفس سے سلامت رہتے ہیں، اور یہ مرتبہ اس شخص کو

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ کتب خانہ میر محمد کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲-۲۱، "

حاصل ہوتا ہے جو مجاہدہ کر کے شیطان کے ڈالے ہوئے خیالات کو دور کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی کوشش کی وجہ سے ایک لحظہ کے لیے بھی نماز سے غافل نہیں ہوتا، ایک قول یہ ہے کہ حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کا یہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، جاہ طلبی کے لیے نہ ہو، وہ نماز کے ذریعہ اپنی کسی بڑائی کا طالب نہ ہو، کہ نماز ادا کر لینے سے اپنے آپ کو کسی فضیلت کا حامل قرار دیتا ہو، بلکہ وہ اپنے نفس کو حقیر جانے تاکہ مغرور اور متکبر نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ اگر حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل و دماغ میں دنیا کا کوئی خیال نہ آئے تو یہ بہت مشکل ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں اگرچہ بلا قصد خیالات آئیں لیکن وہ کسی خیال پہ جمے نہیں تو یہ مخلصین کا عمل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث نفس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ کسی چیز کا خیال اچانک آئے اور اس کو دور کرنا مشکل ہو، دوسری قسم کے وہ خیالات ہیں جن کو منقطع کرنا ممکن ہے، یہاں حدیث نفس کی نفی سے دوسری قسم مراد ہے نہ کہ پہلی، کیونکہ اس میں دشواری ہے۔ نیز یحدث باب تفعیل سے ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جن چیزوں کو قصداً حاصل کرتا ہے اور جن امور کے متعلق قصداً غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے اور ان کو دور کرنا ممکن ہے اس کے برعکس دل میں اچانک جو خیالات اور وسوسے آتے ہیں، ان کو دور کرنا مشکل ہے اس لیے وہ معاف ہیں، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں اصلاً کوئی خیال نہ آئے، علامہ نووی نے اس کو رد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بلا قصد اور اختیار جو خیالات دل میں آتے ہیں اور پھر انسان ان خیالات پر جمتا نہیں ہے ان کی نفی کرنا اس حدیث سے مراد نہیں ہے پھر حدیث نفس دنیاوی خیالات اور دینی خیالات دونوں کو شامل ہے اور اس حدیث میں صرف دنیاوی خیالات کی نفی مراد ہے، حکیم ترمذی نے یہ روایت بیان کی ہے: "اس دو رکعت نماز میں دنیا کے متعلق بالکل حدیث نفس نہ کرے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے گا وہ قبول ہو گی" اور جب وہ نماز میں امور آخرت سے متعلق غور و فکر کریگا مثلاً قرآن مجید کی جن آیات کی تلاوت کرتا ہے ان پر غور و فکر کرتا ہے یا دعائیں اور وظائف پڑھتا ہے یا کسی مستحسن اور مستحب کام میں غور و فکر کرتا ہے تو یہ وہ حدیث نفس ہے جو مضر نہیں ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے میں لشکر کی صفیں ترتیب دیتا رہتا ہوں، حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔[1]

وضوء اور نماز کے بعد مغفرت کا بیان

اس حدیث میں ہے کہ اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح ہے (یہ حدیث اگلے باب میں ہے) حدیث کے الفاظ میں بظاہر عموم ہے لیکن اس کی صغائر کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے، اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں، اسی طرح حقوق العباد بھی بندوں سے معاف کرانے سے معاف ہوتے ہیں، البتہ کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے۔[2]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸-۷، " " ، "

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ عَقْبَهٗ

وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

۴۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ وَهُوَ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ عِنْدَ الْعَصْرِ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا آيَةٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ فَيُصَلِّيْ صَلٰوةً إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان عصر کے وقت مسجد کے صحن میں تھے ان کے پاس مؤذن آیا۔ انھوں نے اس سے وضو کے لیے پانی منگوا کر وضو کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر قرآن کریم میں (علم چھپانے والے کے لیے وعید عذاب کی) آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی یہ حدیث نہ بیان کرتا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیئے تھے۔

۴۴۹ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ أُسَامَةَ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ.

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

۴۵۰ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ أَنَّهٗ قَالَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللّٰهِ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا آيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ إِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کرنے کے بعد کہا کہ اگر قرآن کریم کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی یہ حدیث بیان نہ کرتا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان نے

مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى اِلٰى قَوْلِهٖ اللّٰعِنُوْنَ ۔

جس آیت کا ذکر کیا وہ یہ ہے: (ترجمہ) ہم نے قرآن کریم میں جن ہدایات اور دلائل کو نازل کیا ہے جو لوگ ان کو چھپائیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

۴۵۱ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِي الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ نَا اِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ فَدَعَا بِطَهُوْرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهٗ صَلٰوةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيْرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ ۔

سعید بن عاص کہتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگایا پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے بھی فرض نماز کا وقت پایا، اچھی طرح وضو کیا پھر خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی، تو وہ نماز اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

۴۵۲ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَا نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَهُوَ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ اَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ نَاسًا يَتَحَدَّثُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ لَا اَدْرِيْ مَا هِيَ اِلَّا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِثْلَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَمَشْيُهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ اَتَيْتُ عُثْمَانَ فَتَوَضَّاَ ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کے پاس وضو کا پانی لے کر آیا، آپ نے اس پانی سے وضو کیا پھر فرمایا لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی احادیث کو منسوب کرتے ہیں جو میرے علم میں نہیں ہیں البتہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی نماز اور مسجد تک چل کر جانا نفل ہو جاتا ہے۔

۴۵۳ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ وَاَبِيْ بَكْرٍ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ اَبِيْ اَنَسٍ اَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّاَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ اَلَا اُرِيْكُمْ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

ابوانس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے زینہ کے قریب وضو کیا، پھر فرمایا کیا میں تم کو نہ دکھلاؤں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان نے ہر عضو کو تین تین بار دھویا۔ بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ اس وقت

وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَّزَادَ قُتَيْبَةُ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ عَنْ اَبِيْ اَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهٗ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اور صحابہ بھی موجود تھے۔

۴۵۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ وَّكِيْعٍ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ نَا وَكِيْعٌ عَنْ مِّسْعَرٍ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ اَبِيْ صَخْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ اَبَانٍ قَالَ كُنْتُ اَضَعُ لِعُثْمَانَ طَهُوْرَهٗ فَمَا اَتٰى عَلَيْهِ يَوْمٌ اِلَّا وَهُوَ يُفِيْضُ عَلَيْهِ نُطْفَةً وَّقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ انْصِرَافِنَا مِنْ صَلٰوتِنَا هٰذِهٖ قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهَا الْعَصْرَ فَقَالَ مَا اَدْرِيْ اُحَدِّثُكُمْ بِشَيْءٍ اَوْ اَسْكُتُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّتَطَهَّرُ فَيُتِمُّ الطُّهُوْرَ الَّذِيْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَاتٍ لِّمَا بَيْنَهُنَّ۔

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ میں ہر روز حضرت عثمان کے وضو کے لیے پانی رکھا کرتا تھا اور حضرت عثمان ہمیشہ اس پانی سے کسی قدر غسل بھی کیا کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نماز سے (مسعر کہتے ہیں کہ ان کی مراد نماز عصر تھی) فارغ ہونے کے بعد فرمایا: میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ تمہیں ایک بات بتلاؤں یا خاموش رہوں، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ اگر وہ بات ہمارے حق میں بہتر ہے تو ضرور بیان کیجئے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ تعالٰے اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اس طرح کامل وضوء کرے جس طرح اللہ تعالٰے نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے تو ان نمازوں کے درمیان جو اس نے گناہ کیے ہیں وہ نمازیں ان گناہوں کے لیے کفارہ بن جائیں گی۔

۴۵۵۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّقَالَا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ اَبَانٍ يُّحَدِّثُ اَبَا بُرْدَةَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ فِيْ اِمَارَةِ بِشْرٍ اَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَمَّ الْوُضُوْءَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَالصَّلَوٰتُ الْمَكْتُوْبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ هٰذَا حَدِيْثُ ابْنِ مُعَاذٍ وَّلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ غُنْدَرٍ

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ بشر کے دور حکومت میں حضرت ابو بردہ اس مسجد میں یہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس شخص نے اللہ تعالٰے کے حکم کے مطابق پورا وضو کیا تو جو گناہ ان فرض نمازوں کے اوقات کے درمیان ہوئے ہیں ان کے لیے وہ نمازیں کفارہ ہو جائیں گی اور ایک اور روایت میں بشر کی حکومت اور فرض نمازوں کا ذکر نہیں ہے۔

فِيْ إِمَارَةِ بِشْرٍ وَلَا ذِكْرُ الْمَكْتُوبَاتِ۔

۴۵۶۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ تَوَضَّاَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ يَوْمًا وُضُوْءً حَسَنًا ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ هٰكَذَا ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ غُفِرَ لَهٗ مَا خَلَا مِنْ ذَنْبِهٖ۔

۴۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ الْحَكِيْمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهٗ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ حَدَّثَاهُ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُمَا عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ اَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ اَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوْبَهٗ۔

۴۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ۔

۴۵۹۔ وَحَدَّثَنِيْ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ

حمران بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی طرح وضو کیا، پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا پھر مسجد میں محض نماز کے قصد سے گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہوں کو معاف کر دے گا۔

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح کامل وضو کیا، پھر فرض نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں گیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے جب تک گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے

الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ ۔

۴۶۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ إِسْحٰقَ مَوْلٰى زَائِدَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ ۔

درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا، ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب تک گناہ کبیرہ نہ کرے۔

مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات

اس حدیث میں ہے جو شخص بھی اچھی طرح وضوء کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

دیگر احادیث میں ہے پانچ نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں، ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ تک جمعہ کی نماز کفارہ ہے اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک رمضان کفارہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وضوء سے گناہوں کا کفارہ ہو گیا تو نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب پانچ نمازوں سے کفارہ ہو گیا تو جمعہ کی نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب جمعہ سے کفارہ ہو گیا تو رمضان سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اسی طرح عرفہ کے دن روزہ بھی دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عاشورہ کا روزہ ایک سال کا کفارہ ہے۔ اور جب کسی شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جائے تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس سوال کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ تمام عبادات گناہوں کا کفارہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اگر اس کے صغیرہ گناہ ہوں تو ان سے مغفرت ہو جاتی ہے، اور اگر اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہ ہوں تو اس کی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اور اگر صغائر نہ ہوں اور کبائر ہوں تو امید ہے اس کے کبائر میں تخفیف ہو جائے گی۔ لہ

بَابُ الذِّكْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقِبَ الْوُضُوءِ

وضوء کے بعد مستحب ذکر کا بیان

۴۶۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ذمہ اونٹوں کو چرانا تھا۔ جب میں اپنی باری

لہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَحَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَاءَتْ نَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعَشِيٍّ فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهٖ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ فَقُلْتُ مَا أَجْوَدَ هٰذِهٖ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ الَّتِي قَبْلَهَا أَجْوَدُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ قَالَ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهٗ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ۔

پر اونٹوں کو چرا کر شام کے وقت آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے تھے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر متوجہ قلب کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے میں نے کہا یہ کس قدر عمدہ حدیث ہے، تو مجھے ایک آواز آئی کہ پہلی حدیث اس سے بھی عمدہ تھی، میں نے متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ تم ابھی آئے ہو، اس سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

---

۴۶۲ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَأَبِي عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرِ ابْنِ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر کی یہی حدیث ایک اور سند سے منقول ہے مگر اس میں یہ الفاظ ہیں جس نے وضو کے بعد کہا: اشهد ان لا الٰه الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسوله۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے، یہ متفق علیہ ہے، اور بہتر ہے اس کے ساتھ متصلاً یہ ذکر بھی ملا لیا جائے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ ذکر بھی ملا لیا جائے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ جیسا کہ امام نسائی نے عمل الیوم و اللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اذکار غسل کرنے والے کے لیے بھی مستحب ہیں۔ [1]

بَابٌ اٰخَرُ فِيْ صِفَةِ الْوُضُوْءِ

۴۶۳۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ قَالَ قِيْلَ لَهٗ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَاَكْفَاَ مِنْهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ رَاْسَهٗ فَاَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَاَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

۴۶۴۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

۴۶۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا وَّلَمْ يَقُلْ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدَةٍ وَّزَادَ

وضو کے طریقہ کی تفصیل

حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ہم کو وضو کر کے دکھلایئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک برتن میں پانی منگایا، برتن ٹیڑھا کر کے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور ایک چلو میں پانی لے کر اس سے کلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا اور یہ عمل تین بار کیا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور تین بار چہرہ دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا، اور دونوں کلائیاں کہنیوں سمیت دو دو بار دھوئیں، پھر برتن سے ہاتھ بھگو کر سر پر سامنے سے پیچھے کی جانب اور پیچھے سے سامنے کی جانب ہاتھ پھیرا، پھر ٹخنوں سمیت دونوں پیر دھوئے اس کے بعد کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہی روایت منقول ہے۔ مگر اس میں ٹخنوں تک کا ذکر نہیں ہے۔

عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اس روایت میں راوی نے ایک چلو سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں کیا اور سر کے مسح میں یہ وضاحت کی کہ سر کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَعْدَ قَوْلِهٖ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ يَبْدَأُ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ بَدَاَ مِنْهُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ۔

اگلی جانب سے مسح کرتے ہوئے ہاتھ گدی تک لے گئے اور پھر واپس اسی جگہ لائے جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور پیروں کو دھویا۔

۴۶۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِیُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى بِمِثْلِ اِسْنَادِهِمْ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ غَرَفَاتٍ وَقَالَ اَيْضًا فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِهٖ وَاَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً قَالَ بَهْزٌ اَمْلٰى عَلَیَّ وُهَيْبٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَقَالَ وُهَيْبٌ اَمْلٰى عَلَیَّ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ مَرَّتَيْنِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زید کی اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے تین چلوؤں سے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اور ناک صاف کی اور سر کا مسح ایک بار اس طرح کیا کہ ہاتھوں کو سر کی اگلی جانب سے پچھلی جانب کی طرف اور پچھلی جانب سے اگلی جانب کی طرف لے گئے۔

۴۶۷۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ ح وَحَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِیُّ وَاَبُو الطَّاهِرِ قَالُوْا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَانَ بْنَ وَاسِعٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِیَّ يَذْكُرُ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَّيَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَّالْاُخْرٰى ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِهٖ بِمَآءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے پہلے کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین بار دایاں ہاتھ، پھر تین بار بایاں ہاتھ دھویا اور الگ پانی لے کر جو ہاتھ دھونے سے بچا ہوا نہ تھا سر کا مسح کیا اور پیروں کو دھویا حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔

ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء!

حدیث نمبر ۴۶۲ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو میں پانی لے کر اس سے کلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذہب صحیح مختار پر دلیل ہے کہ تین چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور ہر چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں پانی بھی ڈالے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اسی سے کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے، اثرم کہتے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہیں میں نے ابو عبداللہ سے سوال کیا آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لیے الگ الگ پانی لینا، انھوں نے کہا ایک چلو سے، کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی سے اسی طرح روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے۔ پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، اور ان کے لیے ایک چلو میں پانی لیا، یہ امام بخاری کی روایت ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ آپ نے ایک چلو میں پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ عمل آپ نے تین بار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ہاتھ سے پانی لے کر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اس حدیث کو اثرم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اگر وضوء کرنے والا چاہے تو تین چلوؤں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے، جیسا کہ ہم نے احادیث بیان کی ہیں۔ اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لیا۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

۱۔ ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے۔
۲۔ ایک چلو میں پانی لے اور اس سے پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔
۳۔ تین چلو سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔
۴۔ پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔
۵۔ چھ چلو پانی لے۔ پہلے تین چلو سے تین بار کلی کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

علامہ کرمانی نے کہا چوتھا طریقہ افضل ہے اور علامہ نووی نے کہا تیسرا طریقہ افضل ہے۔

الجواہر (علماء مالکیہ) میں ابن سابق نے دو قول لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ منہ اور ناک کے لیے ایک چلو پانی لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی لے کر تین بار ناک میں پانی ڈالے۔ اور فقہاء حنابلہ کی المغنی میں لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوؤں سے اور اگر ہر عضو کے لیے الگ الگ تین چلو لے تو یہ بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ابو حیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا پھر ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا، پھر تین بار کلیاں کیں۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر تین بار کلائیاں دھوئیں، پھر ایک بار سر پر مسح کیا، پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھویا، پھر انھوں نے کھڑے ہو کر وضوء کا بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمایا میں

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۲۶ - ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضوء کرتے تھے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث، حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ نے تین بار کلی کی اور ہر بار کلی کے لیے الگ پانی لیا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لیے الگ پانی لیا۔ تاہم ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے، اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت پر ان کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔[1]

بَابُ الْاِيْتَارِ فِي الْاِسْتِنْثَارِ وَالْاِسْتِجْمَارِ

۴۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّعَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا وَاِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِيْ اَنْفِهٖ مَآءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ۔

۴۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرَيْهِ مِنَ الْمَآءِ ثُمَّ لِيَسْتَنْثِرْ۔

۴۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ

ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ استنجا کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے (یعنی ایک، تین، پانچ مرتبہ جو اس کے مقابلہ میں جفت ہے یعنی دو، چار اور چھ) اور جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو نتھنوں میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص وضوء کرے تو ناک صاف کرے اور جو شخص استنجا

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۵ - ۲۶۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ۔

کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

۴۷۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری دونوں سے ایسی ہی ایک روایت منقول ہے۔

۴۷۲۔ وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلٰى خَيَاشِيمِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گذارتا ہے

۴۷۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُوتِرْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۴۷۰ میں ہے: جو شخص استجمار (استنجا) کرے تو طاق مرتبہ کرے، استجمار کا معنی ہے بول اور براز کے محل کے بعد مخصوص مقام کو چھوٹے چھوٹے پتھروں سے صاف کرنا، علماء نے کہا ہے کہ استطابۃ، استجمار اور استنجا کا معنی ہے، بول اور براز کے محل کی تطہیر کرنا، لیکن استجمار کا لفظ پتھروں سے صاف کرنے کے ساتھ مخصوص ہے اور استطابۃ اور استنجا پانی اور پتھروں کے ساتھ صفائی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، طاق مرتبہ استجمار کا معنی یہ ہے کہ تین، پانچ یا اس سے زیادہ طاق مرتبہ استجمار کیا جائے، خلاصہ یہ ہے کہ صاف کرنا واجب ہے اور تین مرتبہ

استجمار کرنا مستحب ہے، یہی جمہور کا مسلک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے استجمار کیا وہ طاق مرتبہ کرے جس نے ایسا کر لیا اس نے اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۴۷۲ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

شیطان کا نتھنوں میں رات گذارنا حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے، کیونکہ ناک جسم کے ان سوراخوں میں سے ایک ہے جن سے قلب تک پہنچا جا سکتا ہے اور ناک کے سوراخوں میں کوئی بندش نہیں ہے، اور حدیث میں ہے کہ شیطان کسی بند چیز کو نہیں کھولتا، اس لیے جمائی لیتے وقت منہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے استعارہ مراد ہو کیونکہ ناک میں جو گرد و غبار اور رطوبت جمع ہوتی ہے، وہ شیطان کے موافق ہے۔ [1]

۸۹ بَابُ وُجُوْبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ بِكَمَالِهِمَا

وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب

۴۷۴ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَ
اَبُو الطَّاهِرِ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالُوْٓا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ
ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ سَالِمٍ
مَوْلٰى شَدَّادٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ زَوْجِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَ تُوُفِّيَ
سَعْدُ ابْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ
ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ فَتَوَضَّاَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ يَا
عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَسْبِغِ الْوُضُوْٓءَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو کہا اے عبدالرحمن! اچھی طرح مکمل وضو کرو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے

۴۷۵ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَيْوَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلٰى
شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ
فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

۴۷۶ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَّاَبُوْ مَعْنٍ الرَّقَاشِیُّ قَالَا نَا عُمَرُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا عِکْرِمَۃُ ابْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَوْ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمٌ مَوْلَی الْمَهْرِیِّ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِیْ بَکْرٍ فِیْ جَنَازَۃِ سَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَمَرَرْنَا عَلٰی بَابِ حُجْرَۃِ عَائِشَۃَ فَذَکَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔

مہری کے آزاد کردہ غلام سالم بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر سعد بن ابی وقاص کے جنازہ میں جا رہے تھے، ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس سے گذرے تو آپ نے ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

۴۷۷ - حَدَّثَنِیْ سَلَمَۃُ بْنُ شَبِیْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْیَنَ نَا فُلَیْحٌ حَدَّثَنِیْ نُعَیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَالِمٍ مَوْلٰی شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ کُنْتُ اَنَا مَعَ عَائِشَۃَ فَذَکَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۷۸ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ یَسَافٍ عَنْ اَبِیْ یَحْیٰی عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ مَّکَّۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِمَآءٍ بِالطَّرِیْقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّؤُا وَهُمْ عِجَالٌ فَانْتَهَیْنَا اِلَیْهِمْ وَاَعْقَابُهُمْ تَلُوْحُ لَمْ یَمَسَّهَا الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ جا رہے تھے، ایک جگہ ہم کو پانی نظر آیا اور لوگوں نے عصر کے لیے جلدی جلدی وضو کرنا شروع کر دیا، جب ہم ان کے پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں خشک تھیں اور ان کو پانی نے چھوا تک نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے عذاب کی ہلاکت ہے، مکمل وضو کیا کرو۔

۴۷۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ کِلَاهُمَا عَنْ مَّنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ شُعْبَۃَ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ وَفِیْ

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی طرح یہ روایت منقول ہے مگر اس میں "وضو مکمل کرو" کا جملہ نہیں ہے۔

حَدِيْثِهٖ عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى الْاَعْرَجِ۔

۴۸۰۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَاَدْرَكَنَا وَقَدْ حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى اَرْجُلِنَا فَنَادٰى وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جس وقت آپ ہمارے پاس پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آچکا تھا ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پہ مسح کر لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا "(خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے

۴۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيْعُ يَعْنِيْ ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا لَّمْ يَغْسِلْ عَقِبَهٗ فَقَالَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے (وضو میں) ایڑی کو نہیں دھویا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

۴۸۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ رَاٰى قَوْمًا يَّتَوَضَّئُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ فَقَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَيْلٌ لِّلْعَرَاقِيْبِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے انھوں نے ان لوگوں سے کہا پورا وضو کیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

۴۸۳۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خشک ایڑیوں پر جہنم کا عذاب ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۲ میں ہے: (خشک) ایڑیوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے

وضو میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اہل فتویٰ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں

تک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے اور شیعہ نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے اور محمد بن جریر اور رئیس معتزلہ جبائی نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ مسح کرنے اور دھونے کو جمع کرنا واجب ہے۔ ۱؎

وضوء میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انھوں نے قرآن مجید میں جر (زیر) کی قرأت سے استدلال کیا ہے:

وامسحوا برءوسکم وارجلکم۔ اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں ممسوح کا مکسور پر عطف ہے، وضوء کے اعضاء چار ہیں، دو اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔

مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا، پھر انھوں نے پڑھا:
وامسحوا برءوسکم وارجلکم۔ اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وضوء میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضوء نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضوء کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی نماز مکمل نہیں ہوگی۔ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے وضوء کیا تو انھوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر چھڑکا، جس میں ان کی جوتی تھی، پھر انھوں نے اس پر مسح کیا، پھر دوسرے پیر پر یہی عمل کیا۔

قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں:

جو اعضاء وضوء میں دھوئے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضوء میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، اگر وضوء میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۷۵ھ

تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضوء میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔ [1]

آیت وضوء میں قرأت جر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات

قرآن مجید کی آیت کریمہ میں قرأت جر کی تقدیر پر بھی ارجلکم کا عطف ایدیکم پر ہے اور اس پر جر جوار کی وجہ سے ہے، اس کی نظیر یہ آیت ہے:

انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم۔ (ہود: ٢٦)

بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا خوف رکھتا ہوں۔

اس آیت میں الیم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہیے تھی لیکن چونکہ اس کے جوار میں عذاب پر جر ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی اس کو جر جوار کہتے ہیں، اسی طرح ارجلکم کا عطف وجوھکم اور ایدیکم پر ہے اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے تھی لیکن اس کے جوار میں برؤسکم چونکہ مجرور ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی لہٰذا یہ جر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم کا عطف برءوسکم پر ہے اور اس سے پہلے وامسحوا مقدر ہے لیکن وامسحوا برءوسکم میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی گیلا ہاتھ پھیرنا اور وامسحوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا، اہل عرب کہتے ہیں مسح المطر الارض بارش نے زمین کو دھو ڈالا سو مسح مجازاً دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یا یھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا۔ (نساء: ٤٣)

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ، حتیٰ کہ تم غسل کر لو، الا یہ کہ تم نے (مسجد میں صرف) رستہ عبور کرنا ہو۔

اس آیت میں ولا جنبا کا عطف ولا تقربوا الصلوۃ پر ہے، اور اس سے پہلے بھی ولا تقربوا الصلوۃ مقدر ہے لیکن معطوف علیہ میں الصلوۃ کا معنی حقیقۃً مراد ہے یعنی نماز، اور معطوف میں الصلوۃ کا معنی مجازاً مراد ہے یعنی مسجد اور محل صلوۃ۔ اسی طرح آیت وضوء میں وامسحوا برءوسکم میں مسح کا حقیقی معنی مراد ہے اور وامسحوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم اور ارجلکم دو متواتر قرأتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں باہم تعارض نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرأت میں بھی باہم تعارض نہیں ہے اور ارجلکم کا معنی ہے پیروں کا دھونا اور ارجلکم کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا، اسی لیے ارجلکم کی قرأت اس حال پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ارجلکم کی قرأت اس حال پر محمول

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ، المجموع شرح المہذب ج ١ ص ٤١٨، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ہے، جب اس نے موزے پہنے ہوئے ہوں، یعنی جب موزے پہنے ہوں تو پیروں پر مسح کرو اور جب موزے نہ پہنے ہوں تو پیروں کو دھو لو اس طرح ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات

شیعہ علماء نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے رد کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا، جبکہ اس آیت میں جر کی قراءت بھی ہے، ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے، لہٰذا حضرت انس پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے مخالف ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے متعلق بہ کثرت احادیث مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ نے حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس سے معروف ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس وارجلکم قراءت کرتے تھے، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے۔ اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

اور حضرت رفاعہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حال پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوں۔ اور حضرت علی سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے، امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔ [1]

پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال تخلف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنا فی سفرۃ فادرکنا وقد ارھقتنا العصر فجعلنا نتوضأ ونمسح علی ارجلنا فنادی باعلی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلثاً۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے تھے، پھر آپ نے ہم کو پا لیا، درآں حالیکہ ہم نے عصر کو مؤخر کر دیا تھا، ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے آپ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

نے دو یا تین بار بلند آواز سے فرمایا خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ۱ے

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن زیاد قال سمعت ابا ھریرۃ وکان یمر بنا والناس یتوضئون من المطھرۃ فقال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم قال ویل للاعقاب من النار۔ ۲ے

محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے، اس وقت وہاں سے حضرت ابوہریرہ گذرے تو انھوں نے کہا مکمل وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر علی قدمہ فابصرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فاحسن وضوءک فرجع ثم صلی۔ ۳ے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھ لیا اور فرمایا جاؤ اچھی طرح اپنا وضو کرو، وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حمران ان عثمان بن عفان دعا بوضوء فتوضأ فغسل کفیہ ثلاث مرات ثم مضمض واستنثر ثم غسل وجھہ ثلاث مرات ثم غسل یدہ الیمنی الی المرفق ثلاث مرات ثم غسل یدہ الیسری مثل ذلک ثم مسح براسہ ثم غسل رجلہ الیمنی الی الکعبین ثلاث مرات ثم غسل الیسری مثل ذلک ثم قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ نحو وضوئی ھذا۔ ۴ے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے وضو کے لیے پانی منگایا اور وضو کرنا شروع کیا، تین بار ہتھیلیوں کو دھویا، پھر کلی کی، اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بایاں پیر دھویا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱ے۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲ے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، " " ، ۱۳۸۱ھ

۳ے۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، " " ، ۱۳۷۵ھ

۴ے۔ " " " " ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰-۱۱۹، " " ، "

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينيه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل رجليه خرجت كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء او مع آخر قطر الماء حتی يخرج نقيا من الذنوب [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے دیکھا ہو اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس میں وہ اپنے پیروں سے چلا تھا، حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراهيم قال سالت الاسود اكان عمر يغسل قدميه؟ قال نعم كان يغسلهما غسلا [2]

ابراہیم کہتے ہیں میں نے اسود سے سوال کیا: کیا حضرت عمر پیروں کو دھوتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! وہ پیروں کو دھوتے تھے۔!

عن ابن غرباء ان عمر بن الخطاب رای رجلا غسل ظاهر قدميه وترك باطنهما فقال لم تركتهما للنار [3]

ابن غرباء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں کے ظاہری حصہ کو دھویا اور باطنی حصہ کو چھوڑ دیا، حضرت عمر نے فرمایا تم نے ان پیروں کو آگ کے لیے کیوں چھوڑ دیا۔

عن الحارث عن علی غسل القدمين الى الكعبين۔ [4]

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوتے تھے۔

عن ابی حية قال رايت عليا توضأ فغسل قدميه الی الكعبين وقال اردت ان اريكم

ابو حیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی نے وضو کیا اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا اور کہا میں

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[3] المصنف ج ۱ ص ۲۶

[4] المصنف ج ۱ ص ۲۶،

طہور نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم [1]

نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔

عن عکرمۃ عن ابن عباس انہ قرأ وارجلکم یعنی رجع الامر الی الغسل۔ [2]

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے قرأت کی وارجلکم یعنی انھوں نے پیر دھونے کی طرف رجوع کر لیا۔

عن الربیع قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتینا فتوضا فغسل رجلیہ ثلاثا۔ [3]

ربیع بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے تھے، آپ وضو فرماتے تھے اور تین بار پیروں کو دھوتے تھے۔

عن محمد بن محمود قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا اعمی یتوضا فغسل وجھہ ویدیہ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول باطن قدمیک فجعل یغسل باطن قدمیہ۔ [4]

محمد بن محمود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، اس نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پیروں کے نچلے حصے کو دھوؤ، تو وہ اپنے پیروں کے نچلے حصہ کو دھونے لگا۔

عن عبد الملک عن عطاء قال قلت لہ ادرکت احدا منھم یمسح علی القدمین قال محدث۔ [5]

عبد الملک عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا ایک شخص ان میں سے پیروں پر مسح کرتا ہے، انھوں نے کہا وہ بدعتی ہے۔

عن یزید مولی سلمۃ کان سلمۃ یغسل قدمیہ۔ [6]

سلمہ کے غلام یزید بیان کرتے ہیں کہ سلمہ پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب

علماء شیعہ نے کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ وہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، سو اگر وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا اور

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[2] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۲۶، 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۲۸، 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۲۷، 〃 〃 〃 〃

[5] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۲۷، 〃 〃 〃 〃

[6] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱ ص ۲۶، 〃 〃 〃 〃

جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضوء میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔

اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں، یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضوء میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لیے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمم جس طرح وضوء کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہیے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھو لیا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

باب ۹ وُجُوبِ اِسْتِیْعَابِ جَمِیْعِ اَجْزَآءِ مَحَلِّ الطَّهَارَةِ

تمام اعضاءِ وضوء کو مکمل طور پر دھونے کا استحباب

۴۸۴ - وَحَدَّثَنِیْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَعْیَنَ قَالَ مَعْقِلٌ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلٰی قَدَمِهٖ فَاَبْصَرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَكَ فَرَجَعَ ثُمَّ صَلّٰی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضوء کیا اور اپنے پیر میں ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا جاؤ اچھی طرح وضوء کرو، وہ واپس گیا اور پھر نماز پڑھی۔

وضوء اور تیمم میں اعضاء طہارت کے کسی جزء کی طہارت کے ترک ہو جانے کا حکم

علامہ یحیی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضوء میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے، ان میں سے اگر تھوڑی سی جگہ بھی رہ گئی تو وہ وضوء صحیح نہیں ہوگا، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اگر تیمم میں تھوڑی سی جگہ رہ گئی تو اس میں اختلاف ہے ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ تیمم بھی وضوء کی طرح صحیح نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں: (۱) اگر نصف سے کم عضو پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۲) اگر ایک درہم سے کم مقدار پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے (۳)۔ اگر چوتھائی یا اس سے کم عضو کو ترک کر دیا تو جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر طہارت کی جگہ طہارت نہیں کی تو اس کی طہارت صحیح ہوگی، اور یہ کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کو ملائمت سے مسئلہ کی تعلیم دینی چاہیے، علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وضوء میں پیروں کو دھونا فرض ہے، اور مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ جس شخص کا وضوء میں ایک ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا اس کو

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔ [1]

بَابُ ۹۱ خُرُوْجِ الْخَطَايَا مَعَ مَاءِ الْوُضُوْءِ

۴۸۵ - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ ابْنِ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَّدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ۔

۴۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيِّ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ هِشَامٍ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ حُمْرَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ۔

وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مومن وضو کرتا ہے تو جس وقت چہرہ دھوتا ہے تو جیسے ہی چہرہ سے پانی گرتا ہے یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کیے تھے اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو جیسے ہی ہاتھوں سے لگ کر پانی کے قطرے گرتے ہیں اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں سے کیے تھے، اور جب وہ اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو جیسے ہی اس کے پیروں سے پانی گرتا ہے اس کے وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنے پیروں سے کیے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مکمل طور پر اچھی طرح وضو کیا اس کے تمام جسم حتی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ مراد نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری حدیث میں یہ قید ہے کہ ”جب تک وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ ہو“، قاضی عیاض نے کہا گناہ جھڑ جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، کیونکہ گناہ اجسام نہیں ہیں حتی کہ ان کا جسم سے نکلنا یا جھڑنا متصور ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کہ گناہ کرنے سے دل میں جو سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے نیز اس حدیث میں پیروں کے دھونے کا ذکر ہے، اس میں رافضیوں کے اس قول کا رد ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے۔[1]

بَابٌ ۹۲ اسْتِحْبَابِ اِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيْلِ فِي الْوُضُوْءِ

اعضاءِ وضو کو چمکانے کے لیے مقررہ حد سے زیادہ دھونے کا استحباب

۴۸۷۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ دِيْنَارٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوْا ثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى اَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى اَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى اَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى اَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهٗ وَتَحْجِيْلَهٗ۔

نعیم بن عبد اللہ مجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے اپنا چہرہ دھویا، پھر دایاں ہاتھ بازو تک دھویا پھر بایاں ہاتھ بازو تک دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر پنڈلیوں تک دھویا، پھر بایاں پیر پنڈلیوں تک دھویا، پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم اس حال میں اٹھو گے کہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر وضو مکمل کرنے کی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے، لہٰذا جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہو وہ اپنے ہاتھوں، پیروں، اور چہرہ کی سفیدی اور چمک کو اور لمبا اور زیادہ کرے۔

۴۸۸۔ وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ رَاٰى اَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ حَتّٰى كَادَ يَبْلُغُ الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى رَفَعَ اِلَى السَّاقَيْنِ ثُمَّ

نعیم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور لگتا تھا کہ وہ اپنے کندھوں کو بھی دھو ڈالیں گے، پھر انہوں نے اپنے پیروں کو دھویا حتیٰ کہ پنڈلیوں کو بھی دھو ڈالا، پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا۔

میرے حوض پر آئے گی ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں آثار وضوء سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور میں ان کے استعمال کے لیے پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا۔ اور سنو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دور ہوں گے جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ دور کر دیا جاتا ہے میں انہیں آواز دوں گا ”ادھر آؤ“ پھر کہا جائے گا ”انہوں نے آپ کے وصال کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا“ پھر میں کہوں گا ”دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ“

۴۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ بِمِثْلِ حَدِيثِ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ فَلَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے مومنو! السلام علیکم ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، باقی حدیث حسب سابق ہے۔

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا خَلَفٌ يَعْنِي ابْنَ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا الْوُضُوءُ فَقَالَ يَا بَنِي فَرُّوخَ أَنْتُمْ هٰهُنَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هٰهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ۔

ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور وہ نماز پڑھنے کے لیے وضو کر رہے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ دھونے کے لیے بڑھاتے یہاں تک کہ ہاتھوں کو بغل تک دھو ڈالتے میں نے کہا اے ابوہریرہ! یہ آپ کس طرح وضو کر رہے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عجمی کے بیٹے! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا وضو نہ کرتا، میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا مومن کے اعضاء میں وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔

یہ میرے صحابہ ہیں؛ پھر مجھے ایک فرشتہ جواب دیگا کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں نئی باتیں نکالی تھیں۔

۴۹۱- وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِنَّ حَوْضِي لَأَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنِّي لَأَذُودُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا يَذُودُ الرَّجُلُ الْإِبِلَ الْغَرِيبَةَ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَتَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقام عدن سے لے کر مقام ایلہ تک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اپنے حوض سے دوسرے لوگوں کو اس طرح دور کروں گا جس طرح کوئی شخص پرائے اونٹوں کو اپنے حوض سے دور کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے آپ نے فرمایا ہاں تم میرے حوض پر جب آؤ گے تو تمہارے چہرے اور ہاتھ پیر آثار وضوء سے سفید اور چمک دار ہوں گے اور یہ علامت تمہارے سوا اور کسی کی نہیں ہوگی۔

۴۹۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں میری خواہش ہے کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے جو سفید چہرے اور سفید ٹانگوں والے (پنج کلیان) ہوں سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں سے شناخت نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میری امت جس وقت

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِيْ يَاْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ۔

نے فرمایا ہے، قیامت کے دن میری امت کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے لہٰذا تم میں سے جو شخص اس سفیدی اور چمک کو زیادہ کر سکتا ہو اس کو زیادہ لمبا کرے۔

۴۸۹۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ نَا مَرْوَانُ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ حَوْضِيْ اَبْعَدُ مِنْ اَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّيْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقام عدن سے لے کر ایلہ تک کے فاصلے سے زیادہ بڑا ہے اور اس کا پانی برف سے زیادہ سفید، شہد ملے دودھ سے زیادہ شیریں اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں سے زیادہ ہے اور میں دوسرے لوگوں کو اس حوض سے اس طرح روکوں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو روکتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟ فرمایا ہاں تم میں ایک ایسی علامت ہے جو دوسری کسی امت میں نہیں ہوگی، تم جس وقت حوض پر میرے پاس آؤ گے تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمکدار ہوں گے۔

۴۹۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَرِدُ عَلَيَّ اُمَّتِي الْحَوْضَ وَاَنَا اَذُوْدُ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَذُوْدُ الرَّجُلُ اِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ اِبِلِهٖ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ وَلَيُصَدَّنَّ عَنِّيْ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ فَلَا يَصِلُوْنَ وَاَقُوْلُ يَا رَبِّ هٰؤُلَاءِ مِنْ اَصْحَابِيْ فَيُجِيْبُنِيْ مَلَكٌ وَهَلْ تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت حوض پر آئے گی اور میں اس وقت دوسرے لوگوں کو حوض سے روک رہا ہوں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو دور کرتا ہے، صحابہ کرام نے پوچھا یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں کیونکہ تمہاری ایک ایسی نشانی ہوگی جو کسی امت میں نہیں ہوگی تم جس وقت میرے پاس حوض پر آؤ گے تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور تم (امت دعوت) میں سے ایک گروہ کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا پس وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے میں کہوں گا اے میرے رب

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غرہ اور تحجیل (چہرے ہاتھوں اور پیروں کی سفیدی) کی زیادتی کے حصول کے لیے اعضاء وضو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

غرہ کی تطویل کا مطلب یہ ہے کہ سر کے مقدم حصہ میں سے کچھ اجزاء کو دھونا، اور جو حصہ چہرہ سے متجاوز ہو اس کو دھونا، اور تحجیل میں زیادتی کا یہ مطلب ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں سے زیادہ مقدار کو دھونا، ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک یہ بالاتفاق مستحب ہے، البتہ مستحب کی مقدار میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ بغیر کسی تعیین کے کہنیوں اور ٹخنوں کی زیادہ مقدار کو دھونا مستحب ہے۔

۲۔ نصف کلائی اور نصف پنڈلی تک دھونا مستحب ہے۔

۳۔ کندھوں اور گھٹنوں تک دھونا مستحب ہے۔

اس باب کی احادیث میں "ان تمام اقوال کی گنجائش ہے، علامہ ابوالحسن بن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنی اور ٹخنے سے زیادہ کو دھونا مستحب نہیں ہے، یہ دعویٰ قطعاً باطل ہے، یہ دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہنی اور ٹخنے سے زیادہ دھونا ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص اس میں اختلاف کرے گا تو ان احادیث سے اس کا رد کر دیا جائے گا۔[1]

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تمام اعضاء وضو میں مبالغہ کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پورا پورا وضو کرو" کلی کرنے میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی کو منہ کی تمام گہرائیوں میں اچھی طرح پھرایا جائے، اور حلق تک پانی کو لایا جائے اور اس کو نگلا بھی جا سکتا ہے، اور باقی اعضا میں مبالغہ یہ ہے کہ انگلیوں میں خلال کیا جائے اور اعضاء کو خوب مل مل کر دھویا جائے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب ہاتھ دھوتے تو کندھوں تک دھوتے اور جب پیر دھوتے تو پنڈلیوں تک دھوتے پھر انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت قیامت کے دن آئے گی درآں حالیکہ وہ وضو کے اثر سے غر محجل ہوگی، سو تم میں سے جو شخص اپنے غرہ (سفیدی) کو لمبا کرنا چاہتا ہو وہ کرے، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[2]

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بغل اور پنڈلی تک وضو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

کرتے تھے اور کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مومن کا وضو پہنچتا ہے وہاں تک مومن کا زیور پہنچے گا، قاضی عیاض (مالکی) نے کہا کہ لوگوں کا اس کے خلاف پر اجماع ہے اور وضو کی حدود سے تجاوز ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے وضو میں زیادتی کی اس نے تعدی اور ظلم کیا، دوسرے علماء نے حضرت ابوہریرہ کے اس فعل کو مذہب بنا لیا، حضرت ابوہریرہ کا یہ فعل ان کی انفرادیت ہے، انھوں نے اس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مستنبط کیا ہے: انتم الغر المحجلون "تم سفید منہ اور سفید ہاتھ پیر والے ہو" [1]

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ وضو کی حدود مقررہ سے زائد دھونا مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے کیونکہ یہ دین میں غلو ہے، مستحب یہ ہے کہ انسان دائم الوضوء رہے اور وضو کی تجدید کرتا رہے اور اسی کا نام اطالۃ الغرۃ (سفیدی کو لمبا کرنا) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اطالۃ الغرۃ کے دو معنی ہیں ایک مقررہ حد سے زیادہ دھونا یہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، دوسرا دائم الوضوء رہنا، یہ ان کے نزدیک مطلوب ہے۔ [2]

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں غرہ اور تحجیل کی زیادتی کے لیے اعضاء وضو کو حد سے آگے تک دھونا مستحب ہے۔

علامہ ابن بطال اور علامہ قاضی عیاض کے اوہام سے یہ ہے کہ انھوں نے بغلوں تک وضو کرنے کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا رد کیا ہے، اور اس نظریہ میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور امام ابن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی گرمیوں میں بغلوں تک ہاتھ دھوتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ ابن بطال اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

من زاد علی ھذا او نقص فقد اساء و ظلم۔
جس نے وضو میں اس پر زیادتی یا کمی کی اس نے برا کام کیا اور ظلم کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال فاسد ہے کیونکہ اس حدیث میں تعداد کی زیادتی یا کمی مراد ہے مثلاً جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا یا کم دھویا یعنی یہ سمجھا کہ تین دفعہ دھونا تطہیر کے لیے کافی نہیں یا تین دفعہ سے کم دھونے کو واجب سمجھا، اسی طرح علامہ ابن بطال کی یہ تاویل بھی باطل ہے کہ غرہ اور تحجیل کے طول سے اس کا دوام مراد ہے، کیونکہ طول کا معنی دوام کرنا بداہۃً باطل اور فاسد ہے۔ [3]

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غرہ اور تحجیل میں طول کو طلب کرنے کا بیان ہے، اور البحر الرائق میں مذکور ہے کہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۸۶ - ۸۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[2] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۰ - ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

غرہ کو لمبا کرنا مقررہ حد سے زیادہ دھونے سے حاصل ہوگا اور حلیہ میں مذکور ہے تحجیل ہاتھوں اور پیروں میں ہوتی ہے اور ہمارے فقہاء نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔[1]

حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال

اس حدیث میں ہے: فرشتے کہیں گے کیا آپ نہیں جانتے ہیں انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے: اور ایک روایت میں ہے انھوں نے آپ کے بعد دین بدل دیا تھا پھر میں کہوں گا دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔"

علامہ یحیٰی بن شرف نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حوض پر آنے والے منافق اور مرتد تھے اور یہ ممکن ہے کہ پہلے ان کا غرہ اور تحجیل کے ساتھ حشر کیا گیا ہو اور چونکہ ان کے ہاتھوں اور پیروں پر مومنوں کی علامات تھیں اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو اصیحابی اصیحابی (میرے صحابہ، میرے صحابہ) تب آپ سے یہ کہا جائے گا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے (شفاعت کا) وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا، یعنی انھوں نے جو اسلام ظاہر کیا تھا اس پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔

۲۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومن تھے، پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے، ہر چند کہ ان پر غرہ اور تحجیل کی علامت نہیں ہوگی، لیکن چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے زمانہ میں پہچانتے تھے اور ان کو مسلمان جانتے تھے اس وجہ سے ان کو بلائیں گے، تب آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ تو آپ کے بعد مرتد ہو چکے ہیں۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کا توحید پر خاتمہ ہوا، یا وہ اہل بدعات مراد ہیں جو اپنی بدعات کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے اس قول کی بناء پر قطعیت سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ حوض سے دور کیے جانے والے جہنمی تھے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غرہ اور تحجیل کا ہونا ممتنع نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے، اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غرہ اور تحجیل کا ہونا ممتنع نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہوں یا آپ کے بعد کے لوگ ہوں لیکن آپ نے ان کو علامت سے پہچان لیا ہو۔ علامہ حافظ ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے کہ جن لوگوں

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی ہے ان کو حوض سے دور کیا جائے گا جیسے خوارج، روافض اور باقی اصحاب اہواء ہیں، اسی طرح جو لوگ حد سے زیادہ ظلم کرتے ہیں، حق کو چھپاتے ہیں اور اعلانیہ گناہ کبیرہ کرتے ہیں ایسے تمام لوگ اس خطرہ میں ہیں کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔[1]

بعض مرتدین کو حوض پر اصیحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات

بعض لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا انکار کرتے ہیں وہ اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم کلی ہوتا تو آپ حوض پر آنے والے ان مرتدین کو اصیحابی نہ فرماتے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انھیں اصیحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو کہ ان کو پانی ملے گا اور پھر جب ان کو حوض سے دور کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہوگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصیحابی سے پہلے ہمزہ استفہام کا محذوف ہو، یعنی کیا یہ میرے اصحاب ہیں؟ جن کے چہرے سیاہ، اعمال نامے بائیں ہاتھ میں، آنکھیں نیلی، چہرے تاریک اور دم جلے ہوئے ہیں یہ میرے صحابہ ہیں؟ میرے اصحاب کے تو چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہیں ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مومنوں اور کافروں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ ان کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ اور اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے ان علامتوں سے میدان محشر میں موجود ہر شخص کو علم ہوگا کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ کون آپ کا صحابی ہے اور کون نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں سو آپ کو علم تھا کہ کون ایمان پہ قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ تو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ کیسے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے سو آخرت کا علم تو دور کی بات ہے آپ نے دنیا میں ہی اپنے علم کی وسعت کا اظہار فرما دیا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ امام بزار نے اپنی مسند میں سند جید کے ساتھ یہ روایت کیا ہے:

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم۔

میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، سو جو اچھے اعمال ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور جو برے اعمال ہوں میں تمہارے لیے ان پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶ - ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ حوض پر آنے والے یہ لوگ مرتد تھے، اور صحیح مسلم کے اس باب کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں، اس تعارض کے چند جوابات ہیں:

۱۔ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں مثلاً یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھے عمل کیے یا برے عمل کیے اور معین طریقہ سے یہ نہیں بتایا جاتا کہ فلاں امتی کا یہ عمل ہے، اس جواب کو علامہ ابی مالکی نے ذکر کیا ہے، یہ جواب بہت بعید ہے کیونکہ امام ابن المبارک نے سعید بن مسیب سے یہ روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنے امتیوں کو ان نشانیوں اور ان اعمال سے پہچانتے ہیں۔

۲۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اصیحابی کی ندا فرمانا ان میں زیادہ حسرت اور افسوس پیدا کرنے کے لیے تھا، کیونکہ جب آپ نے ان کو اصیحابی کی ندا کی تو ان کو نجات کی امید پیدا ہو گئی اور سحقاً سحقاً فرمانے سے وہ امید منقطع ہوئی اور امید کا بندھ کر ٹوٹ جانا اس کی بہ نسبت زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہے جس کو پہلے امید ہی نہ ہوئی ہو، اور فرشتوں کا یہ کہنا "انھوں نے آپ کے بعد دین تبدیل کر دیا تھا" اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ان کی امید توڑنے اور عذاب میں زیادتی کے لیے تھا، یہ اتنا ہی جوابات ہیں جن کو علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں ذکر کیا ہے۔

(الشیخ عثمانی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مسند بزار کی حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد سے وہ شخص امت اجابت سے خارج ہو جاتا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ ایسے اعمال آپ پر پیش نہ کیے جاتے ہوں، نیز اس حدیث میں ہے جو اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں یا وہ اچھے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں یا وہ برے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ استغفار کرتے ہیں اور ارتداد لائق حمد ہے نہ لائق استغفار، لائق حمد نہ ہونا تو ظاہر ہے اور لائق استغفار نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارتداد سے کم تر گناہ کے لیے استغفار سے منع فرما دیا:

ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ما تبين لهم انهم اصحاب الجحيم۔

(توبہ: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہو کہ (وہ مشرک) دوزخی ہیں۔

شیخ عثمانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مرتد ہونے کا علم نہیں ہوا اس لیے آپ نے میدان حشر میں ان کو نہیں پہچانا اور ان کو اپنا صحابی گمان فرمایا، ہمارے نزدیک شیخ عثمانی کا کلام صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ حدیث میں جو ہے مجھ پر امت کے برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جن پر میں استغفار کرتا ہوں، اس کا محمل یہ ہے کہ جو لائق استغفار ہوں ان پر استغفار کرتا ہوں، یعنی آپ پر امت کے تمام برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے جو لائق استغفار ہوں ان پر آپ استغفار کرتے

۱۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳، ۴۱۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

ہیں اور جو لائق استغفار نہ ہوں ان پر آپ استغفار نہیں کرتے کیونکہ بعض دیگر احادیث میں بغیر استغفار کے بھی برے اعمال کا ذکر ہے ۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عرضت علی اعمال امتی حسنها وسیئها فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق ووجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تکون فی المسجد ولا تدفن ۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر اپنی امت کے تمام اعمال پیش کیے گئے، اچھے عمل بھی اور برے عمل بھی، میں نے اس کے اچھے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دیا جائے اور برے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ مسجد میں بلغم تھوکا جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے ۔

باقی رہا شیخ عثمانی کا یہ کہنا کہ آپ پر آپ کی امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد وہ آپ کی امت سے خارج ہوا ہے اس لیے ارتداد کے بعد اس کے اعمال پیش نہیں کیے جائیں گے لیکن ارتداد سے پہلے تو وہ آپ کی امت میں تھا اور جب اس نے ارتداد کا برا عمل کیا تو وہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ کے فلاں امتی نے یہ برا عمل کیا ہے اس کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا۔ نیز کسی چیز کا علم اس کی ضد کے علم کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً دن کا علم رات کے علم کو مستلزم ہے کہ جو وقت دن کی طرح نہیں ہوگا، وہ رات ہوگا، اسی طرح اسلام کا علم کفر کے علم کو مستلزم ہے کہ جو عقیدہ اسلام کی طرح نہیں ہوگا وہ کفر ہوگا، تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی تمام امت دکھائی گئی تو آپ نے جان لیا کہ جو لوگ آپ کو نہیں دکھائے گئے وہ آپ کی امت نہیں ہیں تو جب شیخ عثمانی کے بہ قول یہ مرتدین آپ پر پیش نہیں کیے گئے اور ان کے اعمال آپ کو نہیں دکھائے گئے تو آپ نے جان لیا کہ یہ آپ کے امتی نہیں ہیں اور آپ کو ان کا علم ہو گیا رہا یہ کہ پھر آپ نے ان کو اصحابی کیوں فرمایا تو اس کا یہی جواب ہے کہ آپ کا یہ فرمانا یا تو بطور استفہام تھا یا ان میں مزید حسرت، افسوس اور عذاب واقع کرنے کے لیے تھا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کے مزید جوابات اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ذکر کر دی ہے اس لیے اس بحث کو وہاں ضرور دیکھ لیا جائے ۔

مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا بیان

حدیث نمبر ۴۹۲ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔

اس حدیث میں قبرستان جانے، اہل قبور کی زیارت کرنے، ان کو سلام کرنے اور ان سے کلام کرنے کا ثبوت ہے، علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ذکر کی ہے: جو مسلمان بھی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ [1]

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ موت تو یقینی امر ہے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا: ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شک کی وجہ سے ان شاء اللہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ کے ذکر سے تبرک حاصل کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے:

ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ۔ (کہف، ۲۴)

اور کسی کام کے متعلق آپ ہرگز یوں نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہیں)

لہٰذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۳۔ علامہ ابو عمر نے کہا کہ جس کام کا ہونا واجب اور ضروری ہو اس میں بھی ان شاء اللہ کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ۔ (الفتح، ۲۷)

ان شاء اللہ تم مسجد حرام میں ضرور بہ ضرور داخل ہوگے۔

۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعلیم اور تادیب کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۵۔ جو شخص کلام کا عادی ہو وہ مستقبل میں ہونے والے کلام کے متعلق عادۃً ان شاء اللہ کہتا ہے۔

بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تمنا

اسی حدیث میں ہے: میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا کرنا، جائز ہے خصوصاً خیر کے لیے اور فضلاء سے ملاقات کے لیے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۸۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

نے ان کو دنیا کی زندگی میں دیکھنے کی تمنا کی ہو۔ [1]

شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو دیکھنے کی تمنا کیسے کی؟ درآں حالیکہ آپ حیات تھے اور ان لوگوں کا وجود صرف علم الٰہی میں تھا خارج میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا اور معدوم دکھائی نہیں دیتا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ دیکھنے سے مراد علم ہے اور معدوم چیز کا علم ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کی مثال دکھائی دی جائے جس طرح دیوار کے عرض میں آپ کو جنت کی مثال دکھا دی گئی تھی، اور آپ کی کرامت کی وجہ سے آپ کو روئے زمین کے تمام مشارق اور مغارب دکھا دیے گئے ہیں، اور بعض عارفین نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے مستفاد ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل کا اختلاف نہیں ہوتا، اور جو چیزیں اپنے اپنے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو بہ یک وقت دیکھتا ہے اسی طرح حالت تجلی میں انبیاء علیہم السلام کا علم ہوتا ہے کیونکہ وہ بشری کدورتوں سے مصفیٰ ہو کر پیدا ہوئے تو وہ عالم موجودات کے لیے آئینہ بن گئے، ان کے دل میں تمام حقائق اور دقائق منکشف ہوتے ہیں، لیکن یہ کیفیت اس خاص وقت میں ہوتی ہے، جب ان کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے علم کی تجلی ہوتی ہے اس وقت وہ ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو، اور بعد میں پھر اپنی عام حالت کی طرف لوٹ آتے ہیں اور جب کہ تجلی اور کشف کی یہ کیفیت دائمی نہیں ہوتی، اس لیے آپ نے یہ تمنا کی کہ آپ کو آپ کے وہ امتی دکھا دیے جائیں جو بعد میں آنے والے ہیں اور آپ اس آن میں ان کو دیکھ لیں۔ [2]

حدیث نمبر ۴۹۲ میں ہے: صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا بلکہ تم میرے صحابی ہو، اس قول سے ان کے (دینی) بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی زائد فضیلت کو ذکر فرمایا اور وہ صحابیت ہے، لہٰذا صحابہ (دینی) بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں اور بعد میں آنے والے صرف دینی بھائی ہیں صحابی نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: انما المؤمنون اخوۃ ”اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مومن آپس میں بھائی ہیں“۔ [3]

میرے استاذ محترم حضرت علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی مد اللہ ظلہ نے فرمایا اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحب فضیلت شخص کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

دیا جائے بلکہ اس کے وصف مخصوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے، کیونکہ دینی بھائی کا وصف صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں میں عام اور مشترک تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ پسند نہیں فرمایا بلکہ ان کے وصف مخصوص صحابیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ افضل البشر یا سید البشر کہنا چاہیے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے ساتھ اس وصف کو پسند نہیں کیا کہ جو ان میں اور بعد کے مسلمانوں میں مشترک تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محض بشر کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہوگا جس کی مسلمانوں کے ساتھ بھی تخصیص نہیں کیونکہ بشر تو کفار اور منافقین بھی ہیں، اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ کے اوصاف مخصوصہ کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے اور آپ کو افضل البشر، سید البشر، رحمۃ للعلمین، قائد المرسلین وغیرہا القاب کے ساتھ ملقب کیا جائے۔

عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے

حدیث نمبر ۴۹۴ میں ہے: حضرت ابوہریرہ نے کہا: اے عجمی کے بچے! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا وضوء نہ کرتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ کسی مقتدا اور پیشوا کو جاہلوں اور عام لوگوں کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو کسی ضرورت یا مصلحت کی وجہ سے شریعت میں مباح ہوتا کہ عام لوگوں کو اس سے وسوسہ نہ ہو اور وہ کسی ضرورت کے بغیر اس رخصت پر عمل کرنا نہ شروع کر دیں یا وہ اس رخصت کے ساتھ فرض کا معاملہ نہ کرنے لگیں۔[1]

باب ۹۳ فَضْلِ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ

۴۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوْبَ نَا إِسْمٰعِيْلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلَى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ

تکلیف کے وقت مکمل وضوء کرنے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی عبادت نہ بتاؤں جس سے تمہارے گناہ مٹ جائیں اور جس سے تمہارے درجات بلند ہو جائیں صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضوء کرنا، زیادہ قدم چل کر مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اور تمہارے لیے یہی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الرِّبَاطُ .

رباط ہے (یعنی اپنے آپ کو عبادت کے لیے پابند کر لینا)

۴۹۶۔ حَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ جَمِيْعًا عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ ذِكْرُ الرِّبَاطِ وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكٍ مَرَّتَيْنِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ .

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں رباط کے لفظ کو دو بار فرمایا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

رباط کا معنی ہے کسی چیز کو کسی جگہ محبوس کرنا، گویا اس شخص نے اپنے نفس کو اس طاعت پر محبوس کر دیا، یہ بھی احتمال ہے کہ یہ افضل رباط ہے جیسے کہا جاتا ہے اصل جہاد، جہاد النفس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ رباط متیسر ہے، یعنی یہ رباط کی اقسام سے ہے۔ [1]

بَابُ ۹۴ السِّوَاكِ

مسواک کا بیان

۴۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَفِيْ حَدِيْثِ زُهَيْرٍ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار معلوم نہ ہوتا، اور ایک روایت میں ہے اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۴۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ .

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا: "مسواک"۔

۴۹۹۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ بَدَءَ بِالسِّوَاكِ۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔

۵۰۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبِ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَرِيْرٍ الْمِعْوَلِيُّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَطَرْفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهٖ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسواک کی ایک طرف آپ کی زبان پر تھی۔

۵۰۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو منہ کو مسواک کے ساتھ صاف کیا کرتے تھے۔

۵۰۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَاَبُوْ مُعٰوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَقُوْلُوْا لِيَتَهَجَّدَ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک کرتے تھے

۵۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَحُصَيْنٍ وَالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک سے منہ صاف کرتے تھے۔

۵۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا اَبُو الْمُتَوَكِّلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے ، رات کے اخیر حصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَخَرَجَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَتّٰى بَلَغَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْبَيْتِ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ ثُمَّ رَجَعَ فَتَسَوَّكَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى۔

وسلم اٹھے، سورۂ آل عمران کی یہ آیت ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنہار سے فقنا عذاب النار تک پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر لوٹ گئے پھر آپ نے مسواک کی اور وضو کیا پھر آپ کے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر آپ لیٹ گئے، پھر کھڑے ہوئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر یہ آیت دوبارہ پڑھی، پھر مسواک کی اور وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

مسواک کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: ائمہ لغت نے کہا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو سواک کہتے ہیں اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں، اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلاہٹ زائل ہو جائے۔

مسواک کے متعلق احکام شرعیہ

مسواک کرنا سنت ہے اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے۔ نماز میں نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے، لیکن حسب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

۱۔ نماز پڑھنے کے وقت، خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے۔ (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔
۲۔ وضو کرنے کے وقت
۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔
۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔
۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کچھ نہ پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے، یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ دار کے منہ کا بو جو مستحب ہے وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت

پکڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے۔ (منجن اور ٹوتھ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں) اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً مسواک نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔ نیز مستحب ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاڑھوں پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا مسواک کرنا وضو کا جزء ہے، اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے، میں نے (ان سے) مسواک لی اس کو کاٹا، اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دی، اور آپ نے مسواک کی۔"

مسواک میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے (یعنی شعائر اسلام سے ہے) یہی قول زیادہ قوی ہے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے ہدایہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے ابن حزم نے کہا کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابوحامد اسفرائنی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے، مغنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو بس کرے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے، مسواک کرتے وقت تین بار

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگل کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کہ پیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے، محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لیے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کر لے، امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ [1]

منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے

امام بیہقی نے انگلیوں کو مسواک کے قائم مقام کرنے کے متعلق متعدد احادیث بیان کی ہیں اور یہ تمام احادیث ضعیف نہیں ہیں۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تجزی من السواک الاصابع۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک کرنے سے کفایت کرتی ہیں۔

امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں عبد الحکم القسملی البصری ہے وہ حضرت انس اور حضرت ابوبکر سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، لیکن عیسیٰ بن شعیب نے ایک اور سند سے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے اور عقبہ بن مکرم نے اس حدیث کی متابعت کی ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجزی الاصابع مجزی السواک [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہیں۔

امام بیہقی ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فہل دون ذلک من شیء قال اصابعک سواک عند وضوئک تمر ہما علی اسنانک انہ لا عمل لمن لا نیۃ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں مسواک کرنے کی ترغیب دی ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے وضو کے وقت

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۸۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱،

له ولا اجر لمن لا حسبة له. [1]

تمہاری دو انگلیاں مسواک ہیں جن کو تم اپنے دانتوں پر پھیرتے ہو، بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا، اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند محفوظ ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الاصبع تجزی من السواك. [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔

ان تمام احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے دانت صاف رکھیں، اس لیے منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کر لیے جائیں تب بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس سے سنت کا ثواب ملے گا۔

احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہونا

حدیث نمبر ۴۹۰ میں ہے: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جاتا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ [3]

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا تو آپ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیت الٰہی کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ بالذات شارع ہے اور آپ بالتبع شارع ہیں۔

کتاب الطہارۃ سے لے کر اس باب تک کی شرح بریڈ فورڈ برطانیہ میں
لکھی گئی اور میں نے حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان محبوبی بانی صفۃ الاسلام
بریڈ فورڈ کی لائبریری سے استفادہ کیا۔ میں بیس جولائی ۱۹۹۳ء کو تبلیغی دورہ
پر برطانیہ گیا اور ۲۲ ستمبر ۱۹۹۳ء کو پاکستان واپس آ گیا۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] 〃 〃 〃 〃، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، 〃 〃 〃

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ ۹۵ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

بعض سنتوں کا بیان

۵۰۵ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال نوچنا اور مونچھیں ترشوانا۔

۵۰۶ ۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ الْاِخْتِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں۔ ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں ترشوانا، ناخن کاٹنا اور بغل کے بال نوچنا۔

۵۰۷ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں ترشوانے ناخن کاٹنے، بغل کے بال نوچنے، زیر ناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔

۵۰۸ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحٰى ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹاؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

۵۰۹ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں مونچھیں مٹانے اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

اُمِرْنَا بِاِحْفَآءِ الشَّوَارِبِ وَاِعْفَآءِ اللِّحْيَةِ۔

۵۱۰۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَوْفُوا اللِّحٰى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹا کر اور ڈاڑھی بڑھا کر مشرکین کی مخالفت کرو۔

۵۱۱۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ اَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَآءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللِّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آتش پرستوں کی مخالفت کرو، مونچھیں ترشواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

۵۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَآءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَآءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَآءِ قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ زَادَ قُتَيْبَةُ قَالَ وَكِيْعٌ اِنْتِقَاصُ الْمَآءِ يَعْنِي الْاِسْتِنْجَآءَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں سنت ہیں مونچھیں ترشوانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن ترشوانا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال صاف کرنا، استنجا کرنا، راوی دسویں سنت بیان کرنا بھول گیا، لیکن اس کا خیال ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔

۵۱۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ اَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ اَبُوْهُ وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان کر کے فرمایا، اس سند کے ساتھ بھی حسب سابق حدیث مروی ہے۔

دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: اس حدیث میں فطرت سے مراد سنت ہے، قاضی عیاض نے بھی یہی کہا ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی سنتیں

ہیں۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض حدیثوں میں ہے پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں اور بعض میں ہے دس چیزیں فطرت میں سے ہیں، ان میں سے کسی عدد میں حصر نہیں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے من الفطرۃ فرما کر عدم انحصار کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فطرت سے کیا مراد ہے؟ ابوسلیمان خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے، علامہ خطابی کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی یہی کہا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ امور انبیاء علیہم الصلوات کی سنتوں میں سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد دین ہے۔ ان امور میں سے اکثر چیزیں علماء کے نزدیک واجب نہیں ہیں اور بعض امور میں اختلاف ہے، مثلاً ختنہ کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ان کے وجوب میں اختلاف ہے اور واجب کا غیر واجب کے ساتھ مذکور ہونا ممتنع نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ (انعام: ۱۴۱)

جب وہ پھلدار ہو تو اس کے پھل کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں دو حکم ہیں، پھل کھانے کا اور پھلوں کا حق یعنی عشر ادا کرنے کا، پھل کھانا واجب نہیں ہے، اور عشر ادا کرنا واجب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر ہو سکتا ہے۔ [2]

علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں ہے عشر من الفطرۃ دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے تصریح کر دی ہے کہ یہ دس سنتیں ہیں، اب اگر ختنہ، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کو واجب کہا جائے تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصریح کی مخالفت لازم آئے گی، اس کے برعکس علامہ نووی نے استدلال میں جو آیت پیش کی ہے اس میں اس قسم کے کسی معین عدد کی تصریح نہیں ہے، یہ درست ہے کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر کیا جا سکتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب ان کے متعلق کسی عدد کی تعیین نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے لیکن جب دس امور کا ذکر کیا جائے اور یہ تصریح کر دی جائے کہ یہ دس سنت ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو پھر ان میں سے بعض کو واجب کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے!

حدیث میں مذکور دس امور کے احکام شرعیہ اور مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ختنہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہوتا ہے حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے، اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا نچلا حصہ کاٹ دے، ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ ولی پر واجب ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کرا دے اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے ختنہ کرنا حرام ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے، خنثیٰ مشکل کے متعلق کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا ختنہ کرنا واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا مذکر یا مؤنث ہونا معلوم نہ ہو اس کا ختنہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آلہ سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے اس کا ختنہ کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص بغیر ختنہ کے مر جائے تو اس میں تین قول ہیں، صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ نہ کیا جائے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ بڑے کا ختنہ کیا جائے اور چھوٹے کا ختنہ نہ کیا جائے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے، اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے، امام احمد نے فرمایا مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی، اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبد اللہ نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے، حضرت ابن عباس فرماتے تھے جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز، حسن بصری یہ رخصت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لاتے اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لیے مختون کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے، اس لیے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ غسل وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔ حنبل نے کہا میں نے ابو عبد اللہ سے ذمی کے متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ انھوں نے کہا اس کے لیے ختنہ ضروری ہے میں نے پوچھا اگر وہ بوڑھا یا بوڑھی ہو؟ انھوں نے کہا ان کے لیے ختنہ کرانا مستحب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ملة ابيكم ابراهيم.

(تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)

(حج: ۷۸)

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

علیہ وسلم اذا جلس بین شعبہا الاربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھو لے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں، اور خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکریم ہے۔[1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کرنا مستحب ہے، جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔ (یعنی سات سال کی عمر میں) مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔[2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے، جصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے مکرمت (فضیلت) ہے۔[3]

عالمگیری میں ہے:

ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے، غرائب میں مذکور ہے یہی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لیے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراجیہ میں ہے یہی مختار قول ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی طرح جواہر الفتاوی میں ہے، عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ سنت ہے، شمس الائمۃ الحلوانی نے خصاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت (فضیلت) ہے، کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے (خزانۃ المفتین) صلوۃ النوازل میں مذکور ہے ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جا سکتا اور اس کا حشفہ ظاہر ہو اور دیکھنے میں وہ مختون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ عذر

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۲-۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی، ۱۱۹ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے (خلاصہ) ایک قول یہ ہے کہ جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو تو کر لے ، ورنہ چھوڑ دے ، ہاں اگر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے اور وہ اس کا ختنہ کر دیں ، بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں ۔ [1]

(۲-۳) زیر ناف بال مونڈنے اور بغل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

زیر ناف بال مونڈنا سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے ، اس میں افضل بال مونڈنا ہے ، اور بال کاٹنا بھی جائز ہے ، اور نوچنا بھی جائز ہے اور چونے سے بال صاف کرنا بھی جائز ہے ، (اسی طرح کسی اور کیمیائی عمل سے بھی بال صاف کرنا جائز ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ آلہ تناسل اور اس کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے ۔ اسی طرح عورت کی اندام نہانی کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے ، اور ابو العباس بن سریج سے منقول ہے کہ حلقہ دُبر کے ارد گرد جو بال ہوں ان کو بھی کاٹ کر صاف کر لیا جائے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگلی اور پچھلی دونوں شرمگاہوں اور ان کے ارد گرد بالوں کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے اس کی میعاد کے متعلق یہ قول ہے کہ جب بال لمبے ہوں ان کو کاٹ لیا جائے ، اسی طرح مونچھوں کو کاٹنے ، بغل کے بالوں کو کاٹنے اور ناخن تراشنے کے متعلق کوئی مدت معین نہیں ہے جب بال اور ناخن بڑھ جائیں ان کو کاٹ لیا جائے ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مونچھیں کاٹنے ، ناخن تراشنے ، بغل اور زیر ناف بال نوچنے کے متعلق ہمارے لیے یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے دیں ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان چیزوں پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے دیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کو لازماً چالیس دن کے بعد کاٹا جائے ۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا مستحب ہے ، کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اس لیے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے جائز ہے کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے ۔ ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا اگر کوئی شخص نچلے بالوں کو قینچی سے کاٹ دے ؟ کہا ان شاء اللہ اس کو یہ عمل کافی ہوگا ، پوچھا گیا اگر کوئی شخص یہ بال نوچ لے کہا اس کی طاقت کون رکھتا ہے ، اگر کوئی شخص چونے سے ان بالوں کو صاف کرے تو جائز ہے ، البتہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور شخص کو اپنی شرمگاہ پر مطلع ہونے دے ۔ مروزی نے کہا ہے کہ ابو عبد اللہ گھر میں زیر ناف چونے سے صاف کرتے تھے اس کے بعد حمام میں غسل کرنے جاتے تھے بالوں کو مونڈنا چونے کے ساتھ صاف کرنے سے افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے ، حضرت ابن عمر نے فرمایا چونے سے بال صاف کرنا بدعت ہے ۔ بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے

---

[1] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ ھ ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۷ ، مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر ، ۱۳۱۰ ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۷۵ ھ

——— اگر ان بالوں کو مونڈ لیا یا چونے سے صاف کر دیا پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو نوچنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔[1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ استحداد کا معنی ہے استرے سے زیر ناف بالوں کو مونڈنا، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اگر زیر ناف بالوں کو نوچ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے تو یہ کافی ہے کیونکہ مقصود نظافت ہے (علامہ ابی فرماتے ہیں) مونڈنے سے بال زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتا ہے جس سے بدبو آتی ہے اور زیر ناف بدبو کا محل نہیں ہے اس لیے زیر ناف بالوں کو مونڈ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو نوچ لیا جائے، علامہ نیشاپوری نے کہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے زیر ناف بال مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے اور بغل کے بال جب بڑھ جائیں تو ان کو نوچے اور مونچھوں کو لمبا نہ ہونے دے اور ہر جمعہ کو ناخن تراشتے۔ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں تو ان کو کاٹ دیا جائے۔[2]

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور افضل جمعہ کے دن ہے، ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔[3]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فتاوی ہندیہ میں مذکور ہے ناف کے نیچے سے بال مونڈنا شروع کرے، اور اگر چونے کے ساتھ بال صاف کیے (یا کسی اور کیمیائی عمل سے) تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح فتاوی غرائب میں ہے، اشباہ میں مذکور ہے کہ عورتوں کے لیے زیر ناف بالوں کو نوچنا سنت ہے۔ بغل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے، ان کو مونڈنا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے، حلق کے بالوں کو نہ مونڈے، امام ابو یوسف نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مضمرات میں ہے، بھنووں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ مونث کے مشابہ نہ ہو۔ چالیس دن سے زیادہ تک زیر ناف بالوں کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے۔ علامہ ابو السعود نے ابن ملک کی شرح المشارق سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے لیے ناخن تراشنے مونچھیں کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے لہذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔[4]

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹، ۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۸۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، انسان کو اختیار ہے کہ خود مونچھیں تراشے یا کسی اور سے مونچھیں کٹوائے اس کے برعکس بغل کے بال اور زیر ناف بال دوسروں سے کٹوانا مروت اور حیاء کے خلاف ہے، مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے، مونچھیں کاٹنے کی حد میں مختار یہ ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے جن روایات میں ہے "احفوا الشوارب مونچھوں کو مٹاؤ" ان کا محمل یہ ہے کہ جو مونچھیں ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی اس زائد مقدار کو مٹاؤ۔ [1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں مونچھوں کے لیے احفاء کا لفظ ہے، بعض میں جز کا اور بعض میں انہاک کا لفظ ہے قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ بہت سے کوفیین اور سلف نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ مونچھیں مونڈنے کو مثلہ قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے، اور ان الفاظ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کی جائیں کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

(علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے مونڈ دیا جائے ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ یہ ہے کہ مونچھوں کے لیے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عمر مونچھوں کو طول کی جانب سے کم نہیں کرتے تھے، اور مقصد یہ ہے کہ کھانے پینے کے مدخل کو مونچھیں کم کر کے صاف رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے، لہٰذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، بعض مغاربہ جو مونچھوں کو نہیں کاٹتے وہ احفاء کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احفاء کا معنی ہے لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، علاوہ ازیں مونچھیں بڑھانے میں کوئی زینت بھی نہیں ہے اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا واجب ہے کیونکہ احفاء کا امر کیا گیا ہے۔ رخسار پر جو بال ہوتے ہیں شیخ ابوالحسن المنتصر ان کو زائل نہیں کرتے تھے اور دوسرے علماء ان بالوں کو زائل کرتے تھے، شیخ رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف ڈاڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔ [2]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مٹانا دونوں امر جائز ہیں اور مٹانا اولیٰ ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور اسحٰق کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹا نہیں جائے گا کیونکہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً ختنہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مُردوں کو اس طرح سنوارو جس طرح اپنی دلہنوں کو سنوارتے ہو، اور دلہن کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا کیونکہ اس کو اسی طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح المنظر ہوگی، اس لیے اس کا ازالہ مشروع ہے جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے، البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہوگا۔ (مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیے جائیں گے)۔[2]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتیٰ کہ وہ بھنوؤں کی طرح ہو جائیں (غیاثیہ) بعض سلف مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان کو سبالہ کہتے ہیں (غرائب) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں اور مونچھوں کا مونڈنا سنت ہے اور یہ مونچھیں کاٹ کر کم کرنے سے بہتر ہے، یہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے (محیط السرخسی) مجاہدوں کے لیے لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اسلام دشمنوں کو ان کی شکل ہیبت ناک معلوم ہو (غیاثیہ)۔[3]

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مجتبیٰ میں مذکور ہے مونچھیں مونڈنا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔[4]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:

ملتقی میں مذکور ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے، مجتبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور اس قول کو امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کی طرف منسوب کیا ہے اور مونچھوں کو کاٹ کر اتنا کم کرنا کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں بالاجماع سنت ہے۔[5]

---

[1] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[5] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مصنف کے نزدیک مونچھیں منڈوانے کی امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۱۲۸)، سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۳۰۰) سنن ابن ماجہ (ص ۱۶) اور مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۴، ۶۴، ۵، ج ۴ ص ۴۲۵، ۴۲۲) میں اس کی تصریح ہے۔ مونچھوں کے معاملہ میں توسع ہے، مونچھیں باریک رکھنا، ہونٹوں کے کناروں تک مونچھیں رکھنا اور لمبی مونچھیں رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں، ہر طرح جائز ہے اور سنت مونچھوں کو کم کرنا ہے۔

ڈاڑھی کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

اللحية اسم يجمع من الشعر ما نبت على الخدين والذقن۔ [1]

رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگے ہوئے بالوں کے مجموعہ کو ڈاڑھی کہتے ہیں۔

(۵) ڈاڑھی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اعفاء اللحیۃ کا معنی ہے ڈاڑھی کو چھوڑ دینا یعنی ڈاڑھی کو بڑھانا، اہل فارس ڈاڑھی کترتے تھے، شریعت نے اس سے روک دیا، علماء نے ذکر کیا ہے کہ ڈاڑھی میں بارہ خصلتیں مکروہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے زیادہ ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ بغرض جہاد کے بغیر ڈاڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا۔ ۲۔ صالحین کی نقل میں ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا جبکہ اس میں اتباع سنت کا جذبہ نہ ہو۔ ۳۔ گندھک اور دیگر کیمیائی عمل سے جلد ڈاڑھی کو سفید کر لینا تاکہ لوگ بزرگ جانیں۔ ۴۔ حسن صورت کے لیے ڈاڑھی کے بال نوچنا یا مونڈنا۔ ۵۔ تصنع سے ڈاڑھی کو قطار اور صف دار بنانا کہ عورتوں کو اچھی لگے۔ ۶۔ رخساروں کے بال بڑھا کر ڈاڑھی کو زیادہ کرنا یا عنفقہ کے بال کاٹ کر ڈاڑھی کو کم کرنا۔ ۷۔ آرائش کے لیے ڈاڑھی میں کنگھی کرنا۔ ۸۔ سفید بالوں کو نوچنا۔ ۹۔ زہد کے اظہار کے لیے ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے پراگندہ رکھنا۔ ۱۰۔ اظہار شیخت کے لیے سفید بالوں اور اظہار شباب کے لیے سیاہ بالوں پر فخر کرنا۔ ۱۱۔ ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ لگانا اور ڈاڑھی کی مینڈھیاں بنانا۔ ۱۲۔ ڈاڑھی کو مونڈنا، ہاں اگر عورت کے ڈاڑھی نکل آئے تو اس کا ڈاڑھی مونڈنا مستحب ہے۔

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

احادیث میں ڈاڑھی کے متعلق اعفوا، اوفوا، ارخوا، ارجوا، وفروا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، ہمارے فقہاء اور دیگر علماء نے بھی یہی کہا ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا، ڈاڑھی کا کتروانا اور ڈاڑھی کو جلانا مکروہ ہے البتہ ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹنا مستحسن ہے۔ ڈاڑھی کو لمبا کر کے رسوا کرنا اور ڈاڑھی کو چھوٹا کرنا مکروہ ہے، متقدمین کا اس میں

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۴۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں بعض متقدمین نے ڈاڑھی کی بالکل حد مقرر نہیں کی، البتہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے جس سے وہ بُری معلوم ہو اور اس کو کاٹ کر کم کرے، امام مالک نے بہت لمبی ڈاڑھی کو مکروہ کہا ہے، بعض علماء نے یہ حد مقرر کی ہے کہ قبضہ سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔ [1]

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: ڈاڑھی منڈوانا اور (جڑ سے) کترانا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی مذمت ہے اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کترانا مکروہ ہے اور ڈاڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد قبح تک نہ چھوڑا جائے اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔

علامہ ابی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً و عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا، یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ دے جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ "ڈاڑھی چھوڑ دو" اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہوگی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لیے تھوڑی سی کاٹ لی جائے، اس لیے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ ابو الولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹ دینا مثلہ ہے جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلہ ہے اس لیے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلہ کا ارتکاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوبصورتی کی حد سے نکل جائے اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلہ ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۷۴ھ المنتقی ج ۳ ص ۳۲، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقد حرم المالکیۃ والحنابلۃ حلقها ولا یکره ما زاد علی القبضة ولا اخذ ما تحت حلقه لفعل ابن عمر۔[1]

فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے ڈاڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر نے یہ بال کاٹے تھے۔

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے، اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، ابوعیسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے، میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، ہاں اس سلسلہ میں دو اثر مروی ہیں، امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ ساری ڈاڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مونچھیں ترشواؤ، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو،، کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے۔ محیط میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے حتیٰ کہ ڈاڑھی گھنی اور بڑی ہو جائے، اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔[2]

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اعفوا اللحی کا کیا معنی ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اعفاء اکثار ہے اور جب ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے کہ جب ڈاڑھی طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں

---

[1] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۲۵ ۔ ۱۳۴۴، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑا ہوا تھا، آپ نے اس کی ڈاڑھی کو کھینچا اور کہا میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص سے کہا اس کے ہاتھ کے نیچے جو ڈاڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے بالوں کو سنوارو یا خراب کرو، تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹے اور ڈاڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹے اور انہوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی عرف اور لوگوں کی عادت سے بڑی نہ ہو اس کو نہ کاٹے اور عطاء نے کہا کہ جب ڈاڑھی لمبی اور بڑی ہو جائے تو اس کو طول اور عرض سے تھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طولاً و عرضاً ڈاڑھی کو کاٹتے تھے۔ [1]

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل به الجمهور على ان الاولى ترك اللحية على حالها وان لا يقطع منها شئ وهو قول الشافعي واصحابه وقال عياض يكره حلقها وقصها وتحذيقها وقال القرطبي في المفهم لا يجوز حلقها ولا نتفها ولا قص الكثير منها قال عياض واما الاخذ من طولها فحسن قال ويكره الشهرة في تعظيمها كما يكره في قصها وجزها وقد اختلف السلف هل لذلك حد فمنهم من لم يحدد شيئا في ذلك الا انه لايترك بحد الشهرة ويأخذ منها وكره مالك طولها جدا ومنهم من حدد بما زاد على القبضة فيزال ومنهم من كره الاخذ منها الا في حج او عمرة [2]

اس حدیث (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا، نوچنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے، اور قاضی عیاض نے کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً کاٹنا مستحسن ہے، اور اس کو حد شہرت تک لمبا کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے (یعنی زیادہ کاٹنا) متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا اس کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ حد شہرت کو پہنچ جائے اور اس سے کچھ مقدار کاٹ لے، امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ جب ڈاڑھی قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷ - ۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حسینی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اور بعض نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے موقع کے سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جمہور ائمہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یفعل لتطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[1]

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وھو ای القدر المسنون فی اللحیۃ القبضۃ۔[2]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[3]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[4]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[5]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔[6]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

اقول ینبغی ان یدرج فی اخذھا لتصیر مقدار قبضۃ علی ما ھو السنۃ والاعتدال المتعارف۔[7]

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور میانہ روی کا متعارف طریقہ ہے۔

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ا ص ۱۳۴۴، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[4] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ

[5] علامہ عثمان بن زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، ج ا ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[6] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ا ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ

[7] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔ [1]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

(والسنۃ فیھا القبضۃ) وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ۔ [2]

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واما اللحیۃ فذکر محمد فی الآثار عن الامام ان السنۃ ان یقطع ما زاد علی قبضۃ یدہ۔ [3]

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

والقص سنۃ فیھا وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فان زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکر محمد رحمہ اللہ فی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وقال بہ ناخذ کذا فی محیط السرخسی۔ [4]

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

ہم نے بارہ مستند فقہاء کی عبارات صریحہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ قبضہ مستحب اور مسنون طریقہ ہے اس کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، ملا علی قاری نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا مجوسیوں، فرنگیوں اور بے دین قلندروں کا طریقہ ہے [5] اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور مستحب بھی لکھا ہے لکھتے ہیں:

فالتقدیر لو اخذتم نواحی لحیتہ طولا وعرضا وترکتم قدر المستحب وھو مقدار القبضۃ وھی الحد المتوسط بین

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ کو ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا) اس میں حکماً یہ ارشاد ہے کہ اگر تم ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً لو اور قدر مستحب چھوڑ دو

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۵۵، ج ۵ ص ۲۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۹،

[3] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ ھ

[4] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ ھ

[5] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ، مرقات ج ۲ ص ۹۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ ھ

الطرفين المذمومين من ارسالها مطلقا ومن حلقها وقصها على وجه استيصالها[1]

(تو بہتر ہے) اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار ہے اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑ سے کاٹنے کی افراط اور تفریط والی مذموم جانبوں میں حد متوسط ہے۔

اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے لکھتے ہیں:

واستدل به الجمهور على ان الاولى ترك اللحية على حالها وان لا يقطع منها شيء۔[2]

اس حدیث میں (واعفوا اللحی) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

امام ابوحنیفہ سے لے کر علامہ شامی تک ان تمام مستند اور مسلم فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ سنت ہے۔ اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب ہے اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے[3] اور بعد کے بعض علماء نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی پیروی کی (واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔)

ہمارے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمہ اللہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کیے بغیر اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے تو پھر فقہاء کی اصطلاحی تصریحات بازیچہ اطفال بن جائیں گی، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر دے گا، واجب کو کہہ دے گا یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ علم نہیں ہے لہٰذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے اور حرام کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہٰذا اس کا ترک ضروری نہیں ہے اور اس کا فعل جائز ہے۔ العیاذ باللہ!

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام تر علمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول نہ تھے، ان کی رائے میں خطا ہو سکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ان کو فقیہ نہیں

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۷ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲، ملخصاً، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

مانا گیا نہ ان کی کسی کتاب کو کتب فتاویٰ میں شمار کیا گیا ہے اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر ہو یا ان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمہ اللہ کی عبارت میں تاویل کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ شیخ رحمہ اللہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے تو یہ واجب بمعنی ثابت ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔ باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ عید واجب ہے اور اس کو سنت کہا گیا ہے اس کا اور دیگر شبہات کا جواب شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا نظریہ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية الحديث۔ [1]

دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں ان میں سے ایک مونچھیں کاٹ کر کم کرنا اور دوسری ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ (الحدیث)

جب زبان رسالت سے ڈاڑھی بڑھانے کو سنت قرار دینے کی تصریح کر دی گئی ہے تو اب بعد کے کسی شخص کو ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو واجب قرار دے کر زبان رسالت کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بعد کا کوئی شخص کتنا ہی معظم اور مکرم کیوں نہ ہو اور اس کی دینی خدمات کتنی ہی وقیع کیوں نہ ہوں اس کے قول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث پر ترجیح نہیں دی جا سکتی! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا ذکر کر کے ان کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے اور وہ ہے فطرت یعنی انبیاء سابقین کی سنت اور وہ دس چیزیں یہ ہیں: مونچھیں کاٹ کر کم کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، کلی کرنا اور ختنہ کرنا، عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حدیث میں مذکور باقی نو چیزوں کو سنت مانتے ہیں اور قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مذکور دس چیزوں کو صراحۃً سنت قرار دیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کی اور بشمول اپنی رائے کے دخل کے بغیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو من وعن تسلیم کر لیا جائے اور از خود آپ کی حدیث میں کسی ترمیم اور تنسیخ کرنے کی جرأت نہ کی جائے کیونکہ ہم صرف مبلغ ہیں اور شارع نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہمارے نزدیک ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈانے کی مخالفت کا حکم دیا ہے (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۴۰۸) اور چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ڈاڑھی کے تحقق کے لیے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگل کم ہو، اور معمولی اور

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خفیف سی ڈاڑھی یا خشخشی ڈاڑھی پر عرف اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کو خشخشی ڈاڑھی یا فرینچ کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں، سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے اور بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔

تاہم عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء اور مشائخ کو خصوصاً لمبی ڈاڑھی رکھنا چاہیے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک دراز اور گھنی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ کی کامل اتباع کی جائے۔ اس مسئلہ میں افراط اور تفریط سے بچنا چاہیے، ڈاڑھی دراز اور گھنی رکھنی چاہیے لیکن اگر کسی مسلمان کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہو تو اس کو فاسق معلن کہنے، شریعت میں مداخلت کرنے اور ایک مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے صراط مستقیم پر قائم رکھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور بلا دلیل اور بے سند اقوال کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث پر ترجیح دینے کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

د.ب کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں، کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے، ابن المبارک، ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے، عطاء سے بھی یہی منقول ہے، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے، یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ امر (حکم) وجوب کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لیے کوئی غلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضوء میں دونوں سنت ہیں۔ فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو مثلاً گھنے بالوں کی جڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضوء میں اس طرح واجب نہیں ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں ہے، حسن، حکم، حماد، قتادہ، ربیعہ، یحییٰ انصاری، لیث اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشر من الفطرۃ - دس چیزیں فطرت میں سے ہیں اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح ڈاڑھی کے باطن اور آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، نیز وجہ (چہرہ) اس کو کہتے ہیں جو مواجہ (مخاطب کے

بالمقابل چہرہ اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا، ہماری دلیل یہ ہے کہ سنن دار قطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وضوء میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر چارہ نہیں، نیز جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بیان کیا اس نے آپ کے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا، اور آپ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا موید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے، اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو یہ کہا ہے کہ ناک اور منہ چہرے میں داخل ہیں اور چہرہ کا دھونا واجب ہے یہ اس لیے مخدوش ہے کہ ناک اور منہ کا ظاہر حصہ چہرہ میں داخل ہے اور اس کو دھونا بالاتفاق واجب ہے اور بحث ناک اور منہ کے اندرونی حصہ میں ہے اور وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امر استحباب کے لیے ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے متعلق علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ راویوں کے اعتبار سے ضعیف ہے اور منقطع ہے۔ [2] اور جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اس کا واجب ہونا لازم نہیں ہے اور نہ یہ وجوب کو ثابت کرنے کا قاعدہ ہے کیونکہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی دائیں عضو کو بائیں سے پہلے دھونا واجب نہیں ہے [3]، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب سے ابتداء کرنے پر مواظبت کی ہے، اور تمام محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فطرت کا معنی سنت ہے اور ختنہ پر قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ ختنہ بھی ہمارے نزدیک سنت ہے۔

(۸)۔ انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: انگلیوں کے جوڑ دھونا مستقل سنت ہے یہ وضوء کے ساتھ مختص نہیں ہے، کانوں کے سوراخ میں جو میل ہوتا ہے، اس کو نکال کر کان صاف کرنا بھی اس کے ساتھ لاحق ہے، اسی طرح ناک کے اندر جو میل ہوتا ہے، پسینہ اور گرد و غبار کی وجہ سے جسم کے جس حصہ پر بھی میل ہو اس کو صاف کرنے کا یہی حکم ہے۔ [4]

نیل پالش اور مہندی سے وضوء کا حکم

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں: اگر اعضاء وضوء پر مچھر یا پسو کی بیٹ لگی ہو اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے (کیونکہ اس سے بچنا عادۃً ممکن نہیں ہے، شامی) اور مہندی، میل، تیل اور چکناہٹ یا ناخن میں کیچڑ اور چکناہٹ ہو تو وہ بھی طہارت سے مانع نہیں ہے (علامہ شامی نے لکھا ہے اگر اعضاء وضوء پر آٹا لگا ہو تو وہ طہارت سے مانع ہے کیونکہ اس میں لزوجت اور صلابت ہے

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۹۳، " " " ، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جو پانی کے نفوذ سے مانع ہے) اور اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو اتار دے یا اس کو ہلائے۔ [1]

اعضاء وضو کو دھونا فرض ہے اس لیے اگر ان پر ایسی چیز لگی ہے جو جسم میں پانی کے نفوذ سے مانع نہیں ہے جیسے مہندی وغیرہ تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے اور اس پر وضو ہو جاتا ہے اور اگر ایسی چیز ہے جس کا جسم ہے اور وہ پانی کے نفوذ سے مانع ہے جیسے نیل پالش تو وہ طہارت سے مانع ہے اور اس پر پانی بہا لینے سے وضو نہیں ہو گا۔

(۹)۔ مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء

مسواک کے متعلق ہم اس سے پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ داؤد ظاہری کے نزدیک مسواک کرنا واجب ہے اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک مسواک کرنا سنت ہے اور جیسا کہ احادیث اور فقہاء کی تصریحات سے گزر چکا ہے کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا شرط نہیں ہے کسی چیز سے بھی دانت صاف کر لیے جائیں تو سنت ادا ہو جائے گی۔

(۱۰)۔ پانی سے استنجاء کرنا

اس حدیث میں انتقاص الماء کا لفظ مذکور ہے اس کی تشریح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

وکیع نے کہا اس سے مراد استنجاء ہے، ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا مذاکیر (شرمگاہ) کو دھو کر پیشاب کو کم کرنا مراد ہے بعض علماء نے کہا یہ انتفاص ہے، انتضاح کا معنی ہے وضو کرنے کے بعد شرمگاہ پر پانی چھڑکنا کہ قطرہ نکلنے کا وسوسہ زائل ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔ [2]

بَابُ ۹۶ الْاِسْتِطَابَةِ

استنجاء

۵۱۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيلَ لَهُ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے مشرکین نے کہا کہ تمہارے نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں، حضرت سلمان نے کہا ہاں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے، دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، تین سے کم پتھر استعمال کرنے سے، اور ہڈی یا گوبر سے استنجاء کر لینے سے منع فرمایا ہے

---

[1] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لَنَا بَعْضُ الْمُشْرِكِيْنَ اِنِّيْ اَرٰى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتّٰى يُعَلِّمَكُمُ الْخِرَاءَةَ فَقَالَ اَجَلْ اِنَّهٗ نَهَانَا اَنْ يَسْتَنْجِيَ اَحَدُنَا بِيَمِيْنِهٖ اَوْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَنَهَانَا عَنِ الرَّوْثِ وَالْعِظَامِ وَقَالَ لَا يَسْتَنْجِيْ اَحَدُكُمْ بِدُوْنِ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے بعض مشرکین نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تمہارے نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں، حضرت سلمان نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے، قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے، گوبر یا ہڈی اور تین سے کم پتھروں کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ اَوْ بِبَعْرٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہڈی یا مینگنی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَّلَا غَائِطٍ وَّلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا قَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ، خواہ پیشاب کرنا ہو یا پاخانہ، البتہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کیا کرو۔ حضرت ابوایوب کہتے ہیں ہم ملک شام میں گئے تو وہاں قبلہ کی جانب بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، ہم وہاں قضائے حاجت کے وقت رخ بدل کر بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے۔

۵۱۸۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے بیٹھے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ۔

أَحَدُكُمْ عَلٰى حَاجَتِهٖ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا۔

٥١٩۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمٰنُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهٗ إِلَى الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِيْ انْصَرَفْتُ إِلَيْهِ مِنْ شِقِّيْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ النَّاسُ إِذَا قَعَدْتَ لِلْحَاجَةِ تَكُوْنُ لَكَ فَلَا تَقْعُدْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَقِيْتُ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ۔

٥٢٠۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيْتُ عَلٰى بَيْتِ أُخْتِيْ حَفْصَةَ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَاعِدًا لِحَاجَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ۔

٥٢١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَهُوَ يَبُوْلُ وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ۔

٥٢٢۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ۔

واسع بن حبان بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب میں ان کی طرف مڑا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ جب تم قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو کعبہ کی طرف منہ کرو اور نہ بیت المقدس کی طرف حالانکہ میں ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھت پر چڑھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضاء حاجت فرما رہے تھے اور آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر گیا تو دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت فرما رہے تھے، آپ کا منہ مبارک شام کی طرف تھا اور پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ پانی پیتے وقت برتن میں سانس لے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء جائے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔

٥٢٣- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ وَأَنْ يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَأَنْ يَسْتَطِيبَ بِيَمِينِهِ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے، شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے، اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

٥٢٤- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وضو کرنے، مانگ نکالنے اور جوتی پہنتے وقت دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

٥٢٥- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي نَعْلَيْهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے، خواہ وہ جوتی پہنتا ہو، کنگھی کرنا ہو یا وضو کرنا۔

٥٢٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرنے والوں سے بچو، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ لعنت کرنے والے کون ہیں، آپ نے فرمایا جو شخص لوگوں کے راستہ یا ان کے سائے کی جگہ میں قضا حاجت کرے۔ (یعنی یہ فعل لعنت ملامت کا سبب ہے۔)

٥٢٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَتَبِعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيضَأَةٌ وَهُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ سِدْرَةٍ فَقَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا جو سب سے عمر میں کم تھا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لیے پانی کا برتن لیا ہوا تھا، اس نے وہ برتن آپ کے پاس رکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کی، پانی سے استنجا کیا۔ پھر ہمارے پاس تشریف لائے۔

٥٢٨ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ نَحْوِي إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً فَيَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ کے ہمراہ میں اور ایک میرا ہم عمر لڑکا ہوتا تھا، اور ہم پانی کا برتن اور نیزہ لے کر ساتھ چلتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء فرماتے تھے۔

٥٢٩ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَتَبَرَّزُ لِحَاجَتِهِ فَآتِيهِ بِالْمَاءِ فَيَتَغَسَّلُ بِهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے اور میں آپ کے ساتھ پانی لے جایا کرتا تھا جس سے آپ استنجاء فرماتے۔

قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

١۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ بول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، شعبی، اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے

٢۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے۔

٣۔ عروہ بن زبیر اور داؤد ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا جائز ہے۔

٤۔ امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔

(امام ابوحنیفہ کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ پیٹھ کرنا خواہ صحراء ہو یا بیت الخلاء۔ سعیدی غفرلہ)۔

مانعین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے

مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابو ایوب اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث، نیز انھوں نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی وجہ سے ہے اور یہ علت صحراء اور بیت الخلاء دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہونے کو کافی ہو تو ایسا حائل صحراء میں بھی ہے، کیونکہ ہمارے اور کعبہ کے درمیان بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انھوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھے ہوئے دیکھا، اور دوسری روایت یہ ہے: امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی طرف اپنی فروج کو برہنہ کرنا ناپسند کرتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فروج (شرمگاہوں) کو جس قبلہ کی طرف کرنا چاہو کرلو۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کو جائز اور منہ کرنے کو ناجائز کہا ہے انھوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے "ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے"۔

جن فقہاء نے صحراء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع کیا ہے اور بیت الخلاء میں منہ یا پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ کی روایت مذکورہ سے بھی استدلال کیا ہے، نیز امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا، پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب کررہے تھے۔ اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے مروان الاصفر کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اونٹنی قبلہ کی طرف منہ کرکے بٹھائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟ انھوں نے کہا اس سے صرف فضاء (خالی میدان) میں منع کیا گیا ہے لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حجاب بن جائے تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابو ایوب، حضرت سلمان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے ممانعت کی احادیث کو صحراء پر محمول کردیا جائے گا تاکہ مطابقت ہوجائے۔ اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے، ان فقہاء نے صحراء اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت الخلاء میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی (میں کہتا ہوں کہ ابتداءً بیت الخلاء قبلہ سے انحراف کرکے بنائے جائیں تو پھر مشقت نہ ہوگی؛ سعیدی غفرلہٗ) اور صحراء میں قبلہ سے منحرف ہوکر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔

جن فقہاء نے قبلہ کی طرف مطلقاً پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے رد کے لیے وہ احادیث صحیحہ کافی ہیں جن میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے صراحۃً منع کیا ہے جیسے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات ہیں[1]

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں :

حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں دونوں جگہ منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے، امام مالک اور امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا، حضرت ابوایوب کی حدیث کو صحراء پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث کو شہروں پر۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ صحراء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحرا یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھے ہوئے تھے، پس جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے عموم میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کر دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تکریم قرار دی اس نے صحراء اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرکے فرشتے نماز پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان حائل اور حجاب بن جاتی ہے۔ [2]

علامہ مازری کی تقریر پر غور کیا جائے تو امام ابوحنیفہ کے مسلک کی ترجیح ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ قول، فعل پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے کہ فعل کبھی شارع علیہ السلام کی خصوصیت بھی ہوتا ہے، نیز جب حلال اور حرام کے دلائل میں تعارض ہو تو حرام کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ مطلقاً نہ کی جائے خواہ صحراء ہو یا شہر اور یہی قبلہ کی تعظیم اور تکریم کا تقاضا ہے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں :

اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے، حضرت ابوایوب نے کہا ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ کی طرف بیت الخلاء بنے ہوئے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

دیکھیے ہم کعبہ سے انحراف کرکے بیٹھتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے تھے، اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، عروہ بن ربیعہ اور داؤد نے کہا کہ قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب کررہے تھے یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے، (میں کہتا ہوں کہ ممانعت کی احادیث بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں ہیں اور امام ترمذی کی یہ روایت ان کی تصریح کے مطابق حسن غریب ہے، اس لیے ممانعت کی احادیث اس حدیث پر مقدم ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

ہماری دلیل ممانعت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ کو کسی عمارت میں دیکھا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور حائل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں موافقت ہو۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں دو قول ہیں:

١۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم ممانعت کی گئی ہے۔

٢۔ عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے، یہ حضرت عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، امام مالک، امام شافعی اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث کے بیان کردہ محمل سے ظاہر ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ کے گھر پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کررہے تھے، آپ کا منہ شام کی طرف تھا اور کعبہ کی طرف پیٹھ تھی۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطاً واقع ہوئی ہے کیونکہ ایسی حالت میں کسی عام شخص کو بھی غور سے نہیں دیکھا جاتا چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، ثانیاً یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف ہو عین کعبہ کی طرف نہ ہو، ثالثاً یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ کعبہ کی تعظیم ہم پر واجب ہے آپ پر نہیں ہے، رابعاً جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ شہر ہو یا صحراء، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب مہذب ہے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ، المغنی ج ١ ص ١٠٧، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤٠٥ھ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولہا ظہرہ شرقوا او غربوا ۔ [1]

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلا آئے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف ۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ خواہ صحراء (کھلا میدان) ہو یا کوئی عمارت ہو۔ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابوثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے، نیز یہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحراء اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے حائل ہونے کی وجہ سے ہے تو صحراء میں بھی دور دراز کے شہر حائل ہیں اور ان شہروں اور کعبہ کے درمیان متعدد پہاڑ حائل ہیں خصوصاً اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحراء اور کعبہ میں بالکلیہ مواذات نہیں ہے، امام شعبی نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحراء میں نماز پڑھتی ہے تو تم قضائے حاجت کے وقت ان کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو، یہ علت صحراء میں ہے، عمارت میں نہیں ہے، امام شعبی کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے، فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت کیا ہے: میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرے۔

۲۔ امام ابن ماجہ اور امام ابوداؤد حضرت معقل بن ابی معقل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول اور براز کے وقت قبلتین کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ (قبلتین سے مراد کعبہ اور بیت المقدس ہے)

۳۔ امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا۔

۴۔ امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں اور تم کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ۔ [3]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۸۔۲۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح

۵۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ بَالَ جَرِيرٌ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيلَ تَفْعَلُ هٰذَا فَقَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ كَانَ يُعْجِبُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ۔

ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اعمش کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کو یہ حدیث بہت پسند تھی کیونکہ حضرت جریر سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے، (سورۂ مائدہ میں آیت وضوء ہے یعنی موزوں پر مسح کا حکم، پیر دھونے کے حکم کے بعد نازل ہوا ہے۔)

۵۳۱ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيسَى وَسُفْيَانَ قَالَ فَكَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ يُعْجِبُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے

۵۳۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَى إِلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَوْتُ حَتّٰى قُمْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں ایک طرف ہٹنے لگا، آپ نے اشارے سے مجھے قریب بلایا یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا پھر آپ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

۵۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ

مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَآئِلٍ قَالَ کَانَ اَبُوْ مُوْسٰی یُشَدِّدُ فِی الْبَوْلِ وَیَبُوْلُ فِیْ قَارُوْرَةٍ وَّیَقُوْلُ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کَانُوْا اِذَا اَصَابَ جِلْدَ اَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرَضَهٗ بِالْمَقَارِیْضِ فَقَالَ حُذَیْفَةُ لَوَدِدْتُّ اَنَّ صَاحِبَکُمْ لَا یُشَدِّدُ هٰذَا التَّشْدِیْدَ فَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰی فَاَتٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَآئِطٍ فَقَامَ کَمَا یَقُوْمُ اَحَدُکُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَیَّ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰی فَرَغَ۔

پیشاب کے معاملہ میں بہت احتیاط کرتے تھے اور ایک بوتل میں پیشاب کیا کرتے تھے اور بیان کرتے تھے ________ کہ قوم بنی اسرائیل میں سے جب کسی کی کھال پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کھال کو قینچی سے کاٹ ڈالتے تھے۔ حضرت حذیفہ نے یہ سن کر کہا میری خواہش ہے کہ اگر تمہارے ساتھی اس قدر سختی نہ کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے کے ایک ڈھیر پر جو ایک دیوار کے پیچھے تھا وہاں جا کر کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں دور ہٹنے لگا تو آپ نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا، میں آکر آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ فارغ ہو گئے۔

۵۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ اَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ عَنْ اَبِیْهِ الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِیْرَةُ بِاِدَاوَةٍ فِیْهَا مَآءٌ فَصَبَّ عَلَیْهِ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ رُمْحٍ مَکَانَ حِیْنَ حَتّٰی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے، جب حضور قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو حضرت مغیرہ نے پانی ڈال کر آپ کو وضو کرایا اور آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

۵۳۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ یَحْیَی ابْنَ سَعِیْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہاتھ پیر دھوئے، سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

۵۳۶۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی التَّمِیْمِیُّ قَالَ اَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ عَنِ الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ بَیْنَا اَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں ایک رات کو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک نشیب میں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِذْ نَزَلَ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنْ إِدَاوَةٍ كَانَتْ مَعِيْ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ۔

اترے، قضاء حاجت کی تو میں جو برتن ساتھ لے کر گیا تھا اس سے آپ کو وضو کرایا اور موزوں پر آپ نے مسح فرمایا۔

۵۳۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ فَأَخَذْتُهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّيْ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَهٗ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ فَأَخْرَجَ يَدَهٗ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلّٰى۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مغیرہ پانی کا برتن ساتھ لے لو، چنانچہ میں برتن لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا، حضور مجھ سے بہت دُور چلے گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت فرما کر تشریف لائے، آپ نے رومی جُبّہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں بہت تنگ تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آستینوں سے ہاتھ باہر نکالنا چاہا تو ہاتھ نکل نہ سکے، پھر آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا پھر میں نے آپ کو نماز کے لیے وضو کرایا آپ نے موزوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی۔

۵۳۸۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِيْعًا عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَ حَاجَتَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ تَلَقَّيْتُهٗ بِالْإِدَاوَةِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَتِ الْجُبَّةُ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ رَأْسَهٗ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلّٰى بِنَا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے، جب آپ واپس آئے تو میں پانی کا برتن لے کر آیا تاکہ میں آپ کو وضو کراؤں، آپ نے ہاتھ دھوئے، چہرہ دھویا، پھر کلائیاں دھونے کے لیے ہاتھ جُبّہ سے نکالنے لگے مگر تنگ آستینوں کی وجہ سے آپ نے نیچے سے اپنے ہاتھوں کو نکال لیا، پھر آپ نے کلائیاں دھوئیں، سر کا مسح کیا، موزوں پر مسح کیا، پھر ہم کو نماز پڑھائی۔

۵۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سفر میں، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرٍ فَقَالَ لِيْ اَمَعَكَ مَآءٌ قُلْتُ نَعَمْ فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَآءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى اَخْرَجَهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔

پانی ہے، میں نے کہا "ہاں" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور ایک طرف چل پڑے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر واپس تشریف لائے، میں نے آپ کو وضو کرانا شروع کیا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا۔ چونکہ آپ نے تنگ آستینی جبّہ پہنا ہوا تھا، اس لیے کلائیاں اس میں سے نہ نکل سکیں، پھر آپ نے نیچے سے کلائیاں نکالیں، پھر کلائیاں دھوئیں اور سر کا مسح کیا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے موزے اتاروں آپ نے فرمایا: "رہنے دو میں نے ان کو باوضو پہنا تھا" پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

۵۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ اَبِيْ زَآئِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ وَضَّاَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور بتلایا کہ آپ نے موزے باوضو پہنے تھے۔

۵۴۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُرَيْعٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ قَالَ نَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهٗ فَلَمَّا قَضٰى حَاجَتَهٗ قَالَ اَمَعَكَ مَآءٌ فَاَتَيْتُهٗ بِمِطْهَرَةٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهٗ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَ يَدَهٗ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَاَلْقَى الْجُبَّةَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَآ اِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوْا فِي الصَّلٰوةِ يُصَلِّيْ بِهِمْ

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں پیچھے رہ گئے، آپ قضاء حاجت کر کے آئے اور پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے، میں پانی کا ایک برتن لایا، آپ نے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا پھر جبّہ میں سے کلائیوں کو نکالنا چاہا تو اس کی آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے جبّے کے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا اور جبہ اتار کر کندھوں پر ڈال لیا پھر کلائیاں دھوئیں اور پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا، اس کے بعد ہم دونوں اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور قوم سے جا ملے، اس وقت صحابہ کرام نماز شروع کر چکے تھے اور عبدالرحمان بن عوف ان کو ایک رکعت نماز پڑھا چکے

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَتْنَا۔

تھے، جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر انھوں نے پوری نماز پڑھائی جب انھوں نے سلام پھیرا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میں نے کھڑے ہو کر وہ ایک رکعت پڑھی جو ہم سے رہ گئی تھی۔

۵۴۲۔ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَا نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَمُقَدَّمِ رَأْسِهٖ وَعَلٰى عِمَامَتِهٖ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، سر کے اگلے حصہ پر اور عمامہ پر۔

۵۴۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۵۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَكْرٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مِنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۴۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ وَفِي حَدِيثِ عِيسٰى حَدَّثَنِي الْحَكَمُ قَالَ حَدَّثَنِي بِلَالٌ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔

۵۴۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

اس باب کی احادیث میں موزوں پر مسح کا بیان ہے، علامہ بدرالدین عینی اس موضوع پر لکھتے ہیں:

ان احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا، اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرتا، خارجیوں نے کہا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب البدائع نے کہا موزوں پر مسح کرنا عام صحابہ کے نزدیک جائز ہے، الا یہ کہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ رافضیوں کا قول ہے، حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح کرنے کے معتقد تھے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ہم شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو فضیلت دیتے ہیں اور دو داماد وں (حضرت عثمان اور حضرت علی) سے محبت کرتے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور گھڑے میں تیار کردہ نبیذ کو حرام نہیں کہتے، نیز امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ مجھ پر نصف النہار کی طرح روشن نہیں ہو گیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ پر رد کرنا اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے لہٰذا موزوں پر مسح کا انکار کرنا بدعت ہے، اسی وجہ سے علامہ کرخی نے کہا موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے، امام بیہقی نے کہا حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

حضرت علی کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے اور کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کو حضرت علی کے حوالے کر دیا تھا اور حضرت ابن عباس نے اس وقت مکروہ کہا جب ان کے نزدیک سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا، اور جب یہ ثابت ہو گیا تو انھوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ امام جوزقانی نے کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے اور علامہ کاشانی نے کہا حضرت ابن عباس کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی مدار عکرمہ پر ہے اور جب عطاء کے پاس یہ روایت پہنچی تو اس نے کہا عکرمہ نے جھوٹ بولا اور عطاء سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے تھے اور موت سے پہلے انھوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا، علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع احادیث بیان کی ہیں، نیز امام احمد نے فرمایا پیر دھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے، یہ امام شعبی، الحکم اور اسحاق کا مذہب ہے اور علامہ مرغینانی

لہ ہدایہ میں لکھا ہے موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے وہ بدعتی ہے، لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز کہا اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔ علامہ قرطبی نے امام مالک سے اسی کی مثل قول نقل کیا ہے، امام مالک سے اور بھی کئی اقوال مروی ہیں:

۱۔ موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔

۲۔ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ (تنزیہی) ہے۔

۳۔ موزوں پر مسح کرنا بلا تعیین مدت کے ہمیشہ جائز ہے۔ (امام مالک کا یہی قول مشہور ہے)

۴۔ تعیین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

۵۔ مسافر کے لیے جائز ہے اور مقیم کے لیے جائز نہیں ہے۔

۶۔ اس کے برعکس قول ہے۔

اسحاق، حکم اور حماد نے کہا پیر دھونے سے مسح کرنا افضل ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ ابن منذر نے کہا دونوں مساوی ہیں، امام احمد سے یہ بھی ایک روایت ہے، اصحاب شافعی نے کہا پیروں کا دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بشرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے اور اس کے جواز میں شک نہ کرے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا امام مالک کے سوا میرے علم میں اور کوئی فقیہ نہیں ہے جس نے مسح کا انکار کیا ہو اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابو اسحٰق السبیعی اور قیس بن الربیع سے بھی یہی منقول ہے اور ابو بکر بن ابی داؤد، خوارج اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد نے کہا کہ سینتیس صحابی موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، امام بزار نے اپنی مسند میں بھی یہی ذکر کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، اشراف میں حسن کی روایت سے ستر صحابہ کا ذکر ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا تمام اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ اور دیگر مہاجرین اور انصار اور باقی مہاجرین اور انصار اور تابعین اور فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے، ہم نے شرح معانی الآثار کی شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کی روایات کا بیان کیا ہے۔

موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سورۂ مائدہ جس میں آیت وضو ہے وہ مدنی ہے اور سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں، کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے صحابہ کو ان کی روایت بہت پسند تھی، علامہ نووی نے کہا ہے جب کہ حضرت جریر کا اسلام لانا متأخر ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول بہ ہے اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو موزے پہنے ہوئے نہ ہو، اس لیے یہ حدیث اس آیت کی مخصص ہے، علامہ خطابی نے کہا ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر)

میں کہتا ہوں کہ یہاں نسخ سے مراد بیان اور وضاحت ہے جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ آیت وضوء میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جس نے موزے نہ پہنے ہوئے ہوں۔

عمامہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

حدیث نمبر ۵۴۱ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اگر کامل وضوء کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وامسحوا برء وسکم (مائدہ: ۶) "اپنے سروں پر مسح کرو" اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا، اور اس پر اجماع ہے کہ چہرے پر کوئی کپڑا لپیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا، اس کا مفاد یہ ہے کہ جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا، علامہ خطابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمامہ پر مسح کیا، حضرت عمر، حضرت انس اور حضرت ابو امامہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابو درداء سے بھی یہی روایت ہے عمر بن عبدالعزیز، حسن، قتادہ، مکحول، اوزاعی اور ابو ثور کا بھی یہی نظریہ ہے، اور عروہ، نخعی، شعبی، قاسم، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے کہا عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور عورت کے لیے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے میں دیر ہو گئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی جب وہ ایک رکعت پڑھا چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ایک رکعت ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں افضل کا مفضول کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اور یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] (بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۹۷-۹۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نے بعض افرادِ امت کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ صحابہ نے نماز کو اوّل وقت میں پڑھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انتظار نہیں کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو اوّل وقت پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو جماعت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو آگے کر دیں اور وہ ان کو نماز پڑھائے بشرطیکہ ان کو امام کے حسن خلق پر اعتماد ہو اور یہ کہ امام کو اس سے ایذاء نہیں پہنچے گی اور اس سے کوئی فتنہ نہیں ہوگا، اور اگر ان کو یہ اطمینان نہ ہو کہ امام کو ایذاء پہنچے گی تو وہ اوّل وقت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں پھر اگر ان کو دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے (یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نمازیں ہے کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں ہیں اور مغرب کی نماز تین رکعت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں، سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عبد الرحمن بن عوف کا نماز پڑھانے کو برقرار رکھنا اور حضرت ابوبکر کا پیچھے ہو جانا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے اور آپ اس لیے آگے نہیں بڑھے کہ قوم کی نماز کی ترتیب میں خلل نہ ہو، اور حضرت ابوبکر کے واقعہ میں اس طرح نہیں تھا۔ [1] (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ آئے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو انھوں نے نماز پڑھا دی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا، ان میں افضل حضرت ابوبکر کا عمل ہے۔

بَابُ ٩٠ التَّوْقِيْتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

۵۳۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمُلَائِيِّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ قَالَ

موزوں پر مسح کی مدت

شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی، آپ نے فرمایا، حضرت علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتوں کی اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔

---

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵-۱۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَكَانَ سُفْيَانُ إِذَا ذَكَرَ عَمْرًا أَثْنٰى عَلَيْهِ ۔

۵۴۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۵۴۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ ائْتِ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنِّي فَأَتَيْتُ عَلِيًّا فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ۔

شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا حضرت علی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس مسئلہ کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، پھر میں حضرت علی کے پاس گیا اور انھوں نے حسب سابق حکم بیان کیا۔

موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمہور فقہاء کے مذہب پر واضح دلالت ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت معین ہے سفر میں تین دن اور تین رات اور حضر میں ایک دن اور ایک رات، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، صحابہ اور تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قدیم قول ہے اور یہ ضعیف قول ہے، انھوں نے ابو عمارہ کی حدیث سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جس کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔

حضرت عائشہ سے جب موزوں پر مسح کا سوال کیا گیا تو انھوں نے سائل کو حضرت علی کے پاس بھیج دیا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب محدث، مفتی یا عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ اس مسئلہ میں اپنے سے زیادہ عالم کے پاس سائل کو بھیج دے۔ [1]

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کی شرط میں فقہاء کا اختلاف

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ ہو، اور یہی ہمارا مذہب ہے، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر دھوئے اور موزے پہن لیے اور پھر باقی وضو کیا اور اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے پیروں میں حدث کے حلول کرنے سے مانع ہیں اس لیے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہیے اور وہ (ممانعت کا وقت) حدث کا وقت ہے حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزے حدث کے لیے مانع بن جائیں گے۔ (علامہ عینی فرماتے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہیں:) طہارت کاملہ کے وقت موزے پہننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے یا حدث کے وقت، سو ہمارے نزدیک حدث کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک پہننے کے وقت۔ اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوئے اور موزے پہن لے، پھر حدث لاحق ہونے سے پہلے باقی وضو کرے پھر اس کے بعد جب اس کو حدث لاحق ہو تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ [1]

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط

جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ شرنبلالی نے ان کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں

(۱) موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھپایا ہوا ہو۔ (بلکہ پورا قدم ٹخنوں تک چھپا ہوا ہو۔ (درمختار)

۲۔ موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک۔ طحطاوی) چلنا ممکن ہو۔

۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔

۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چمٹا رہے۔

۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک پہنچے۔ [2]

یہ شرائط چمڑے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں سوتی موزوں میں نہیں۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر بغیر جوتوں کے اون کے موزے پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ نائلون کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جا سکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چمڑے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔ [3]

بَابُ ۹۹ جَوَازِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ

ایک وضو سے متعدد نمازوں کا جواز

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَلْقَمَةُ ابْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوٰتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهٗ قَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهٗ يَا عُمَرُ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے تمام نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور! آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کیا تھا! آپ نے فرمایا میں نے یہ کام عمداً کیا ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی ص ۶۹ ـ ۷۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۶ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۲ ـ ۲۲۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جب تک انسان بے وضو نہ ہو وہ متعدد فرائض اور نوافل ایک وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے بعض علماء نے آیت وضو سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بے وضو ہونے کی قید مراد ہے، یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو درآں حالیکہ تم بے وضو ہو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس باب کی حدیث کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص جب تک بے وضو نہ ہوتا اس کو وضو کافی ہوتا تھا۔

۲۔ امام بخاری نے سوید بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر وضو کیے بغیر مغرب کی نماز پڑھی، اسی طرح جن احادیث میں عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اور یوم خندق میں قضا نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں اور سفر کے موقع پر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں۔

تاہم نیا وضو کر کے نماز پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے، اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لیے آپ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔ [1]

بَابُ كَرَاهَةِ غَمْسِ الْمُتَوَضِّئِ وَغَيْرِهٖ يَدَهُ الْمَشْكُوْكَ فِيْ نَجَاسَتِهَا فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا

۵۵۱۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَا نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهٗ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ۔

۵۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ قَالَا

تین بار ہاتھ دھونے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار دھو نہ لے، کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۶ - ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نا وكيع ح وحدثنا أبو كريب قال نا أبو معاوية كلاهما عن الأعمش عن أبي رزين وأبي صالح عن أبي هريرة في حديث أبي معاوية قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وفي حديث وكيع قال يرفعه بمثله.

یہ روایت معمولی لفظی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

٥٥٣- وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وعمرو الناقد وزهير بن حرب قالوا ثنا سفيان ابن عيينة عن الزهري عن أبي سلمة ح وحدثنيه محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال أنا معمر عن الزهري عن ابن المسيب كلاهما عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم بمثله.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے حسب سابق یہ روایت منقول ہے۔

٥٥٤- وحدثني سلمة بن شبيب قال نا الحسن بن أعين قال نا معقل عن أبي الزبير عن جابر عن أبي هريرة أخبره أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال إذا استيقظ أحدكم فليفرغ على يده ثلاث مرات قبل أن يدخل يده في إنائه فإنه لا يدري فيم باتت يده.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو تین بار دھوئے، اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ نیند میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔

٥٥٥- وحدثنا قتيبة بن سعيد قال نا المغيرة يعني الحزامي عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة ح وحدثنا نصر بن علي قال نا عبد الأعلى عن هشام عن محمد عن أبي هريرة ح وحدثني أبو كريب قال نا خالد يعني ابن مخلد عن محمد بن جعفر عن العلاء عن أبي هريرة ح وحدثني محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال أنا معمر عن همام بن منبه عن أبي هريرة ح وحدثني محمد بن حاتم قال نا محمد بن بكر ح وحدثنا الحلواني وابن رافع قالا نا عبد الرزاق قالوا جميعا أنا ابن جريج قال أخبرني زياد أن ثابتا مولى عبد الرحمن بن زيد أخبره أنه سمع

امام مسلم فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دیگر اسانید کے ساتھ جو احادیث مروی ہیں ان میں صرف دھونے کا تذکرہ ہے تین بار دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

أَبَا هُرَيْرَةَ فِي رِوَايَتِهِمْ جَمِيعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ كُلُّهُمْ يَقُوْلُ حَتّٰى يَغْسِلَهَا وَلَمْ يَقُلْ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ ثَلَاثًا إِلَّا مَا قَدَّمْنَا مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَقِيْقٍ وَأَبِي صَالِحٍ وَأَبِي رَزِيْنٍ فَإِنَّ فِي حَدِيْثِهِمْ ذِكْرَ الثَّلَاثِ۔

باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: امام شافعی اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونے والا نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے!" اس کا معنی یہ ہے کہ اہل حجاز پتھروں سے استنجاء کرتے تھے اور ان کے شہروں میں بہت گرمی پڑتی تھی اور جب وہ سوتے تو پسینہ آتا تھا، اور سونے والے کو یہ خدشہ ہوتا تھا کہ سوتے وقت اس کا ہاتھ استنجاء کی جگہ لگا ہوگا اور گیلی نجاست اس کے ہاتھ پر لگی ہوگی اس لیے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ جب قلیل پانی (جو دہ در دہ سے کم ہو) میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔

۲۔ کسی نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

۳۔ جس چیز میں نجاست کا وہم ہو اس کو بھی دھونا مستحب ہے۔

۴۔ عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔

۵۔ جن چیزوں کا صراحۃً ذکر کرنا بے حیائی ہو ان کا کنایہ سے ذکر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہو سکتا ہے نیند میں اس کا ہاتھ ذکر یا دبر پر لگا ہو بلکہ یہ فرمایا وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری![1]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لیے قلتین (دو گھڑے کی مقدار پانی) معیار نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اگر پانی قلتین سے کم ہو تو پھر ہاتھ دھونا۔

بَابُ حُكْمِ وُلُوغِ الْكَلْبِ

کتے کے جوٹھے کا حکم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۵۶۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کو الٹ دو، اور اس کو سات مرتبہ دھوو۔

۵۵۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فَلْيُرِقْهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے لیکن اس میں برتن کو الٹنے کا ذکر نہیں ہے۔

۵۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک شخص کے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوو۔

۵۵۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوو، اور پہلی بار مٹی سے صاف کرو۔

۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيهِ أَنْ يَغْسِلَهٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث بیان کیں، ازاں جملہ ایک یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوو۔

۵۶۱۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبد اللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، پھر فرمایا انہیں کتوں کے قتل کرنے سے

وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ۔

۵۶۲- وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ مِنَ الزِّيَادَةِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَالصَّيْدِ وَالزَّرْعِ وَلَيْسَ ذَكَرَ الزَّرْعَ فِي الرِّوَايَةِ غَيْرُ يَحْيَى۔

کیا ملے گا! پھر شکار کے لیے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتے رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ اس کو مٹی سے دھوؤ۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں آپ نے شکار کرنے مویشیوں کی حفاظت اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے کتوں کے رکھنے کی اجازت دی ہے۔

کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ نجس ہو جاتا ہے، اور اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے یہ ہمارا (فقہاء شافعیہ) امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا اس برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتا بھی طاہر العین ہے اور اس کے جھوٹے برتن کو دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ، عبدالملک اور سحنون نے یہ کہا کہ کتا نجس ہے مگر امام ابوحنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا متعین نہیں ہے بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے (امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین بار دھونا ضروری ہے۔ سعیدی غفرلہ)

قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ سحنون نے کہا ہے کہ کتا نجس العین ہے۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

کتے اور خنزیر کے جھوٹے برتن کے متعلق بالاتفاق مذہب یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے، ان میں سے پہلی بار مٹی سے دھویا جائے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام احمد سے ایک یہ روایت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے کہ اس کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔[1]

کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: فقہاء احناف کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کی روایت کی ہے انہی سے کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کی قولاً اور فعلاً روایت ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو پھر اس برتن کو تین بار دھوؤ، شیخ تقی الدین نے "امام" میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو۔ اور اس کو تین مرتبہ دھوؤ۔ (اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے اور علامہ عینی نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیتے تھے (جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں ہے) اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت منسوخ ہو گئی کیونکہ سات مرتبہ دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں اور راوی جب کسی روایت کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے کیونکہ صحابی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم سنے اور اس کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے اس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور ہمیں حضرت ابوہریرہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔[2]

بَابُ ۱۰۲ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت

۵۶۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهٰى أَنْ يُّبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، ج ۳ ص ۴۱ - ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

٥٦٤ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الرَّاكِدِ الدَّآئِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

٥٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَبُلْ فِي الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِيْ لَا يَجْرِيْ ثُمَّ تَغْتَسِلُ مِنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پانی جاری نہ ہو اور ٹھہرا ہوا ہو اس میں کوئی پیشاب نہ کرے اور پھر اس کے بعد اس میں غسل کرنا شروع کر دے۔

کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۵۶۳ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل، کثیر، قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی تو اس ممانعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بئر بضاعہ کی حدیث ہے اور یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں رہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن وہ متناً و سنداً مضطرب ہے، اور قلة (گھڑا) فی نفسہ مجہولة المقدار ہے اور جو حدیث بالاتفاق صحیح ہو اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے اور رہی بئر بضاعة کی حدیث تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری تھا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ تمہاری حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ خاص ہے اور خاص کا عام پر مقدم ہونا متعین ہے بلکہ تمہارے لیے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ تم کثیر پانی اس کو کہتے ہو جو دہ در دہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حدیث

سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے "زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو اس میں عشر ہے" یہ حدیث عام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے: "پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے"، باقی رہا یہ کہنا کہ حدیث سے تخصیص کرنا رائے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے بشرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالف نہ ہو، اور قلتین کی حدیث خبر واحد ہے اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے کیونکہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر نے یہ فتویٰ دیا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنویں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اس لیے یہ اجماع ہو گیا اور خبر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور ان کا قول حجت ہے، اور امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل سمعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے اس لیے پانی سے مراد وہ بڑا تالاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی اور وہ دہ در دہ ہے) یا اس کی تخصیص قلتین سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔ [1]

بَابُ ۱۰۳ النَّهْيِ عَنِ الْاِغْتِسَالِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

٥٦٦ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَبُو الطَّاهِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ أَنَّ أَبَا السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ يَتَنَاوَلُهٗ

جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں (جبکہ اس پر غسل فرض ہو) جمع شدہ پانی کے اندر غسل نہ کرے۔ کسی شخص نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا پھر وہ شخص کس طرح غسل کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ وہ کسی چیز سے پانی لے اور باہر بیٹھ کر غسل کرے۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۶۹-۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

تَنَاوُلًا۔

بَابُ وُجُوْبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهٖ مِنَ النَّجَاسَاتِ اِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَّ الْاَرْضَ يَطْهُرُ بِالْمَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ اِلٰى حَفْرِهَا

جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے ملوث ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا کافی ہونا

۵۶۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ وَّهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ اِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَلَا تُزْرِمُوْهُ قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ مِّنْ مَّاءٍ فَصَبَّهٗ عَلَيْهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں آکر پیشاب کر دیا۔ صحابہ میں سے بعض (اس کو منع کرنے کے لیے) اٹھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو اور جب وہ دیہاتی پیشاب کر چکا تو آپ نے پانی کا ایک ڈول منگایا اور اس جگہ پر ڈال دیا

۵۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَبَالَ فِيْهَا فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ فَلَمَّا فَرَغَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ فَصُبَّ عَلٰى بَوْلِهٖ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد کے ایک کونہ میں آکر کھڑا ہوا اور پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام نے اس کو ڈانٹنا شروع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے دو، جب وہ پیشاب کر چکا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول منگا کر وہ جگہ دھلا دی۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد ناپاک ہو جائے تو اس کو فوراً دھو کر صاف کر لینا چاہیے۔ نیز یہ کہ کسی شخص کو برائی سے روکنے کے لیے نرمی سے کام لینا چاہیے، نیز دو خرابیوں کے مقابلہ میں اگر ایک خرابی کم درجہ کی ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جس وقت وہ اعرابی پیشاب کر رہا تھا اگر اس کو روکنے کی کوشش کی جاتی تو پیشاب اس کے کپڑوں پر گرتا یا مسجد کے دوسرے حصوں پر بھی گرتا، اور اگر زبردستی روک دیا جاتا تو اس کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا جب کہ مسجد کا کچھ حصہ اس کے پیشاب کرنے کی وجہ سے نجس ہو ہی چکا تھا۔

٥٦٩ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَهُوَ عَمُّ إِسْحٰقَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوهُ دَعُوهُ فَتَرَكُوهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا ٹھہر جا! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو، اس کو پیشاب کرنے دو، صحابہ کرام نے اس کو چھوڑ دیا جب اس نے پیشاب کر لیا تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ مساجد پیشاب اور دیگر نجاست سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں ہیں یہ اللہ پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس پر پانی بہایا۔

زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۵۶۷ میں ہے ایک دیہاتی مسجد میں آکر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام اس کو منع کرنے لگے، نبی صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر آپ نے پانی کا ایک ڈول منگا کر اس جگہ ڈال دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی، یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں پانی کا ذکر اس لیے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لیے چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی ہے۔[1]

مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

لفظ ذکر عام ہے، یہ قرآن مجید کی تلاوت، علوم دینیہ کے پڑھنے اور لوگوں کو وعظ کرنے کو شامل ہے اور نماز بھی عام ہے یہ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہے۔ لیکن نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ اس کے علاوہ مسجد میں دنیا کی باتیں، ہنسنا، بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں بیٹھنا، اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا امام شافعی کے نزدیک مباح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھنا، یا علوم دینیہ پڑھنے کے لیے یا درس اور وعظ سننے کے لیے یا نماز کے انتظار کے لیے اور اس نوع کی دیگر عبادت کے لیے — بیٹھنا مستحب ہے اور اس پر ثواب ملے گا، اور ان کے علاوہ باقی کاموں کے لیے مسجد میں بیٹھنا مباح ہے لیکن ان کا ترک اولیٰ ہے۔

مسجد میں سونے کے متعلق امام شافعی کی تصریح ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور امام ابن منذر نے کہا کہ ابن المسیب، حسین، عطاء اور امام شافعی نے مسجد میں سونے کی رخصت دی ہے، اور حضرت ابن عباس نے کہا مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا مسجد میں سونا مکروہ ہے، امام مالک نے کہا مسافروں کے لیے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مقیم کے لیے میں اس کو درست نہیں سمجھتا، امام احمد نے کہا اگر مسافر یا اس کی طرح کوئی شخص ہو تو مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہاں عادۃً دوپہر اور رات کے سونے کو معمول بنا لیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اور یہی اسحاق کا قول ہے، طبری نے کہا جمہور فقہاء مسجد میں سونے کی اجازت دیتے ہیں، وہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر اور اہل الصفہ رضی اللہ عنہم، ہار والی عورت، عرینہ، ثمامہ بن اثال اور صفوان بن امیہ کے مسجد میں سونے سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ان کے سونے کا ذکر ہے[1]

(مصنف کی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام احمد کا قول صحیح ہے، کیونکہ احادیث میں جن حضرات کے سونے کا ذکر ہے، ان کا کبھی کبھی سونا ثابت ہے، ان لوگوں نے مسجد کو سونے کا اڈہ نہیں بنایا تھا۔)

حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے مستنبط ہونے والے بعض دیگر مسائل کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہیے۔

۲۔ صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعرابی کو منع کرنے کے لیے آپ سے پوچھے بغیر بولنا، آپ پر سبقت نہیں تھا کیونکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے ان کو برائی کو مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب الگ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔

۳۔ اس حدیث میں اھون البلیتین پر عمل ہے، مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلا ہے اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کر دینا جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو اس سے بڑی بلا ہے اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی بلا کو برداشت کرنے کا حکم دیا اور پیشاب سے رکنے کے انتظار کی بجائے مسجد کو دھونے کا حکم

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷-۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

دیا تاکہ فوری اور قوی طہارت حاصل ہو۔

۴۔ جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہیے اور شفقت سے پیش آنا چاہیے۔

۵۔ مانع کے زوال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا آپ نے مسجد کے دھونے کا حکم دیا۔ [1]

۶۔ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، البتہ وضو کے لیے مسجد میں کوئی الگ جگہ بنالی جائے تو رخصت ہے۔

۷۔ مسجد میں جانوروں، پاگلوں اور ناسمجھ بچوں کا بغیر کسی اہم مقصد کے داخل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسجد کی پاکیزگی کا برقرار رہنا مشکل ہے، البتہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے اور آپ کا یہ فعل بیان جواز اور حصول اقتداء کے لیے تھا۔

۸۔ مسجد میں نجاست کو داخل کرنا حرام ہے اور جس شخص کے بدن پر نجاست ہو اور اس نجاست سے مسجد کے ملوث ہونے کا خدشہ ہو اس کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے اور مسجد میں بغیر کسی برتن کے فصد لگوانا حرام ہے اور برتن میں فصد لگوانا مکروہ ہے۔ (چونکہ مسجد میں جنازہ کو داخل کرنے سے مسجد کے ملوث بالنجاست ہونے کا خدشہ ہے اسی لیے فقہاء احناف نے مسجد میں جنازہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے البتہ جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اس کی تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی غفرلہ)

۹۔ مسجد میں لیٹنا، پیر پھیلانا، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا جائز ہے کیونکہ یہ تمام امور احادیث صحیحہ مشہورہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ثابت ہیں۔

۱۰۔ مسجد کو نجاست، گھناؤنی چیزوں مثلاً ناک، تھوک وغیرہ اور تکلیف دہ چیزوں مثلاً کانٹے، شیشہ کے ٹکڑوں وغیرہ سے پاک اور صاف رکھنا چاہیے، بلند آواز سے باتیں کرنے، خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے مسجد کو بچانا چاہیے۔ [2]

بَابُ ۱۵ حُكْمِ بَوْلِ الطِّفْلِ الرَّضِيعِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهٖ

۵۷۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ

شیرخوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے (نومولود) بچوں کو حصول برکت کی خاطر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہیں برکت کی دعا دیتے اور ان کے منہ میں

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ بَوْلَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ ۔

کوئی چیز چبا کر دیتے، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا جس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگا کر کپڑوں پر بہایا اور دھونے میں زیادہ مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

۵۷۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ يَرْضَعُ فَبَالَ فِي حِجْرِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شیرخوار بچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگا کر اس جگہ بہا دیا۔

۵۷۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى قَالَ نَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

۵۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ فَوَضَعَتْهُ فِي حِجْرِهِ فَبَالَ قَالَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى أَنْ نَضَحَ بِالْمَاءِ ۔

ام قیس بنت محصن بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا بچہ لے کر آئیں جس نے ابھی کھانا کھانا شروع نہیں کیا تھا، انہوں نے اس بچہ کو آپ کی گود میں بٹھا دیا اور اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس جگہ پانی بہا دیا۔

۵۷۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّهُ ۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ ایک اور حدیث بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے پانی منگا کر کپڑے پر بہا دیا۔

۵۷۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ ابْنِ مِحْصَنٍ أَحَدِ بَنِي أَسَدِ ابْنِ خُزَيْمَةَ

عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ام قیس بنت محصن حضرت عکاشہ بن محصن کی بہن تھیں جو بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ ان عورتوں میں سے تھیں جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک

قَالَ أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا لَمْ يَبْلُغْ أَنْ يَأْكُلَ الطَّعَامَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَتْنِي أَنَّ ابْنَهَا ذَاكَ بَالَ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ عَلَى ثَوْبِهٖ وَلَمْ يَغْسِلْهُ غَسْلًا۔

کم سن بچہ کو لے گئیں جو ابھی کھانے کی عمر کو نہیں پہنچا تھا، اس بچے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس کپڑے پر بہا دیا، البتہ اس کو زیادہ کوشش سے نہیں دھویا۔

شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل!

علامہ یحیی بن شرف نووی اس حدیث سے استنباط شدہ مسائل کے بیان میں لکھتے ہیں:

۱۔ نومولود بچے کو نیک اور بزرگ لوگوں کی گود میں حصول برکت کے لیے دینا چاہیے۔
۲۔ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور دعا دینا۔
۳۔ صالحین اور اہل فضل سے برکت حاصل کرنا۔
۴۔ تواضع اور انکسار سے کام لینا اور لوگوں سے مل جل کر رہنا۔
۵۔ کھجور یا اس جیسی کسی چیز کو چبا کر بچے کے منہ میں بطور گھٹی کے دینا۔
۶۔ شیر خوار بچہ کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔
۷۔ فقہاء شافعیہ نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے میں فرق کیا ہے اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ بچے کے پیشاب آلود کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، امام احمد بن حنبل، اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے، متقدمین، اصحاب الحدیث، ابن وہب مالکی اور امام ابو حنیفہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔
۸۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لیے "نضح" کا لفظ آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نضح کا معنی پانی چھڑکنا ہے، ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں نضح کا معنی دھونا ہے اور نضح کے دھونے کے معنی میں مستعمل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی، میں نے اسی کے متعلق

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیا محسوس کی کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں، میں نے حضرت مقداد بن اسود سے کہا وہ سوال کریں انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور وضو کرے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت مقداد بن اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے مجھ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے قریب جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس کے لیے کیا شرعی حکم ہے؟ حضرت علی نے کہا میرے پاس آپ کی صاحبزادی ہیں اس لیے مجھے آپ سے یہ سوال کرنے میں حیا آتی ہے تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اذا وجد احدکم فلینضح فرجه ولیتوضأ وضوءه للصلوٰة۔

جب تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو پائے تو اپنی فرج کو "نضح" کرے اور جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرے۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے، ایک حدیث میں ہے ذکر کو دھوئے، دوسری حدیث میں ہے ذکر کو نضح کرے اس سے معلوم ہوا کہ نضح کا معنی بھی دھونا ہے نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مذی لگی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں ہے بلکہ دھونا ضروری ہے۔ [1]

فقہاء احناف کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نجاست اور پیشاب سے آلودہ چیزوں کو دھونے کا بالعموم حکم دیا گیا ہے۔

بَابُ ۱۰۶ حُكْمِ الْمَنِيِّ

منی کا حکم

۵۷۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّ رَجُلًا نَزَلَ بِعَائِشَةَ فَأَصْبَحَ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّمَا كَانَ يُجْزِئُكَ إِنْ رَأَيْتَهُ أَنْ تَغْسِلَ مَكَانَهُ فَإِنْ لَمْ تَرَ نَضَحْتَ حَوْلَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَرْكًا فَيُصَلِّي فِيهِ۔

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک مہمان آیا، صبح کو وہ اپنے کپڑے دھو رہا تھا حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم نے کپڑے پر کوئی داغ دیکھا تھا تو صرف اس جگہ کو دھو لیتے اور اگر نہیں دیکھا تھا تو کپڑے کے چاروں طرف پانی چھڑک لیتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر اگر منی لگی ہوتی تو میں اس کو (خشک ہونے کی وجہ سے) کھرچ دیا کرتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

۵۷۷۔ وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ نَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ

اسود اور ہمام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا، آپ نے فرمایا میں اس کو رسول اللہ

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ کراچی، ۱۳۴۸ھ

وَهَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمَنِيِّ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

٥٧٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ مُغِيرَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ وَمُغِيرَةَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ فِي حَتِّ الْمَنِيِّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ

اسود نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچنے کے بارے میں حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

٥٧٩ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

٥٨٠ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ ثَوْبَ الرَّجُلِ أَيَغْسِلُهُ أَمْ يَغْسِلُ الثَّوْبَ فَقَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ فِي ذٰلِكَ الثَّوْبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَثَرِ الْغَسْلِ فِيهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جس جگہ منی لگی ہوتی آپ اس جگہ کو دھو دیتے اور انہی کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنے چلے جاتے اور میں آپ کے کپڑوں پر بھیگے ہوئے نشانات کو دیکھتی تھی۔

٥٨١ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ أَبِي زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ فَحَدِيثُهُ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود منی لگے ہوئے کپڑے کو دھوتے تھے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں۔

كَمَا قَالَ ابْنُ بِشْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ وَأَمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ فَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

۵۸۲۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِهَابٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ كُنْتُ نَازِلًا عَلَى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِي ثَوْبَيَّ فَغَمَسْتُهُمَا فِي الْمَاءِ فَرَأَتْنِي جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا فَبَعَثَتْ إِلَيَّ عَائِشَةُ فَقَالَتْ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ بِثَوْبَيْكَ قَالَ قُلْتُ رَأَيْتُ مَا يَرَى النَّائِمُ فِي مَنَامِهِ قَالَ هَلْ رَأَيْتَ فِيهِمَا شَيْئًا قُلْتُ لَا قَالَتْ فَلَوْ رَأَيْتَ شَيْئًا غَسَلْتَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَحُكُّهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَابِسًا بِظُفُرِي۔

عبد اللہ بن شہاب خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مہمان گیا اور مجھے احتلام ہوگیا میں نے ان کپڑوں کو پانی میں ڈال دیا، حضرت عائشہ کی ایک کنیزہ نے یہ ماجرا دیکھا اور جاکر حضرت عائشہ سے بیان کیا۔ حضرت عائشہ نے میری طرف کنیز کو بھیج کر پوچھا کہ تم یہ کپڑا کیوں دھو رہے ہو؟ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں نے ایسا خواب دیکھا جو ہر دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کپڑوں میں اس کا کچھ اثر دیکھا؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اگر تب کوئی اثر دکھائی دیتا تب کپڑے کو دھونے کی ضرورت تھی، اور میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے خشک منی کو ناخنوں سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
آدمی کی منی کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی منی نجس ہے، البتہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر منی خشک ہو تو اس کی تطہیر کے لیے اس کو کھرچنا کافی ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ منی خشک ہو یا تر منی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ منی پاک ہے۔ امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

جو فقہاء منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں منی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان ہے اور جو فقہاء منی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں منی کو کھرچنے کا ذکر ہے اگر منی نجس ہوتی تو اس کو صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو صرف کھرچنا کافی نہیں ہے، اور جن احادیث میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استحباب اور تنزہ اور نظافت کو اختیار کرنے پر محمول ہیں، یہ آدمی کی منی کا حکم ہے اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ عورت کی منی نجس ہے اور مرد کی منی نجس نہیں ہے اور اس سے یادہ

شاذ قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی منی طاہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا جائز ہے؟ اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے اور ان خبائث میں داخل ہے جو حرام ہیں۔

آدمی کے علاوہ باقی جانداروں کی منی میں یہ تفصیل ہے: کتے اور خنزیر کی منی بالاتفاق نجس ہے، اور باقی حیوانات کی منی میں تین قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی پاک ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی نجس ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی منی پاک ہے، اور جن کا گوشت حرام ہے ان کی منی ناپاک ہے۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار نظافت پر محمول کیا ہے، اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث میں تعارض ہوتا، حالانکہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے، منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث سے صراحۃً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔ شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو، اور یہاں اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اور اسی طرح صحابہ نے کبھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہنے نہیں دی، اور بطور عبادت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس وجوب کا موجب ہے۔

بعض علماء نے کہا جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جیسے رینٹ (ناک) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ رینٹ نکلنے سے بالکل حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو اسی طرح بعض علماء نے کہا اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے، یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جمے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے، جب کہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بکثرت احادیث ہیں اور یہ احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔

بعض علماء نے یہ کہا کہ منی انبیاء علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ منی دشمنان خدا، مثلاً فرعون، ہامان اور ابو جہل کی ولادت کی بھی اصل ہے، اس لیے نجس ہونی چاہیے، نیز علقہ (جما ہوا خون) انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہیے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۵-۱۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی تھیں، اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی منی طاہر تھی، اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو لکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ، آپ کا خون، آپ کا بول (پیشاب) اور آپ کا براز سب امت کے حق میں طاہر تھے، البتہ خون، بول اور براز آپ کے حق میں موجب حدث تھے، اب ہم اس سلسلہ میں مستند کتب حدیث سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال كان فى رسول الله صلى الله عليه وسلم خصال ولم يكن فى طريق فسلكه احد الا عرف انه سلكه من طيب عرقه او من ريح عرقه۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں متعدد خصوصیات تھیں، آپ جس راستہ میں ہوتے تو اس راستہ سے گزرنے والے کو آپ کے پسینہ کی خوشبو یا پسینہ کی ہوا کی خوشبو سے پتا چل جاتا کہ آپ اس راستے سے گزرے تھے۔

عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت يا رسول الله تاتى الخلاء فلا نرى شيئا من الاذى قال يا عائشة اما علمت ان الارض تبتلع ما يخرج من الانبياء فلا يرى منه شىء۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت الخلاء جاتے ہیں مگر ہم وہاں کوئی مکروہ چیز نہیں دیکھتے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

عن ام ايمن قالت قام رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل الى فخارة فى جانب البيت فبال فيها فقمت من الليل وانا عطشانة فشربت

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر کی ایک جانب میں برتن میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات میں پیاسی اٹھی

---

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار النفائس۔

[3] " " " ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۴، " "

ما فیہا وانا لا اشعر فلما اصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ام ایمن قومی فاہریقی ما فی تلک الفخارۃ قلت قد واللہ شربت ما فیہا قالت فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال اما انک لا تتجعین بطنک ابدا۔[1]

اور میں نے لاعلمی میں اس برتن میں جو تھا پی لیا، جب صبح ہوئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ایمن اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو، میں نے کہا بخدا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اس کو پی لیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند میں امام ابومالک نخعی ضعیف راوی ہے۔[2]

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابویعلیٰ، امام حاکم، امام دارقطنی اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے[3]

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیطیل القیام۔ وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بال فی بئر فی دارہ قال فلم یکن فی المدینۃ بئر اعذب منہا قال وکانوا اذا حضروا استعذب لہم منہا وکانت تسمی فی الجاہلیۃ البرود۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت لمبا قیام کرتے تھے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے ایک کنویں میں پیشاب کیا اور مدینہ میں اس کنویں سے میٹھا اور کوئی کنواں نہیں تھا، جب لوگ جمع ہوتے تو اس کنویں سے میٹھا پانی نکالتے زمانہ جاہلیت میں اس کنویں کا نام برود تھا۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن امیمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول فی قدح من عیدان ویوضع تحت سریرہ فبال فیہ لیلۃ فوضع تحت سریرہ فجاء فاذا القدح لیس فیہ شیء فقال لامرأۃ یقال لہا البرکۃ کانت تخدم لام حبیبۃ جاءت معہا من ارض الحبشۃ البول الذی کان فی ہذا القدح ما فعل فقالت شربتہ یا رسول اللہ! فقال

حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک پیالہ میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کر کے اس کو تخت کے نیچے رکھ دیا، پھر جب آپ آئے تو اس پیالے میں کچھ نہیں تھا، حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ان کی ایک خادمہ حبشہ سے آئی تھیں جن کا نام برکہ تھا، آپ نے ان سے پوچھا اس برتن

---

[1] حافظ ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار النفائس

[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، الاستیعاب ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[4] حافظ ابونعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار النفائس

ابو عمر اظن برکۃ هذه هی ام ایمن المذکورۃ۔ ؎1

میں جو پیشاب تھا وہ کہاں گیا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو پی لیا، ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ برکہ ام ایمن ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برکہ سے فرمایا: تم جہنم پر حرام ہو گئیں۔ ؎2

حافظ نورالدین الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں سوا عبداللہ بن احمد بن حنبل اور حکیمہ کے اور وہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ ؎3

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن الزبیر انه اتی النبی صلی الله علیه وسلم وهو یحتجم فلما فرغ قال یا عبد الله اذهب بهذا الدم فاهرقه حیث لا یراه احد فلما برزت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم عمدت الی الدم فحسوته فلما رجعت الی النبی صلی الله علیه وسلم قال ما صنعت یا عبد الله قال جعلته فی مکان ظننت انه خاف عن الناس قال لعلك شربته قال نعم قال ومن امرك ان تشرب الدم ویل لك من الناس وویل للناس منك رواه الطبرانی والبزار باختصار ورجال البزار رجال الصحیح غیر هند بن القاسم وهو ثقة۔ ؎4

حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے درآں حالیکہ آپ فصد لگوا رہے تھے، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے، جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اوجھل ہوا تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا، جب میں واپس آیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ تم نے کیا کیا۔ انھوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا، آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے، انھوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تم سے خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا؟ تم پر افسوس ہو لوگوں کی طرف سے اور لوگوں پر افسوس ہو تمہاری طرف سے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے، ہند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہے۔

؎1۔ حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب ج ۴ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

؎2۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبری ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

؎3۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

؎4۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حافظ ابونعیم (فی الحلیہ) کے حوالے سے بھی لکھا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے تم کو جہنم کی آگ صرف قسم پوری کرنے کے لیے چھوئے گی۔ [1]

عن سفینۃ قال احتجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خذ ھذا الدم فادفنہ من الدواب والطیر والناس فتغیبت فشربت ثم ذکرت ذلک لہ فضحک رواہ الطبرانی والبزار ورجال الطبرانی ثقات۔ [2]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی۔ آپ نے فرمایا اس خون کو جانوروں، پرندوں اور لوگوں سے بچا کر دفن کر دو، میں نے چھپ کر اس خون کو پی لیا پھر میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے، اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابویعلی، امام ابن ابی خیثمہ اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں بھی روایت کیا ہے۔ [3]

عن ابی سعید الخدری ان اباہ مالک بن سنان لما اصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجہہ یوم احد مص دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وازدردہ فقیل لہ اتشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالط دمی دمہ لا تمسہ النار رواہ الطبرانی فی الاوسط ولم ار فی اسنادہ من اجمع علی ضعفہ۔ [4]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا، ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے زخم) کا خون پی رہا ہوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے حاکم کے حوالے سے بیان بھی کیا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[5] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

شیخ اشرف علی تھانوی نے ان تمام روایات کو مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کی کتاب شیم الحبیب کے حوالے سے ترجمہ کرکے نشر الطیب میں بیان کیا ہے۔ [١]

شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ [٢]

انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریفہ کی طہارت کا مسئلہ میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد سادس میں زیادہ تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور اس مسئلہ میں بعض علماء کے جو شبہات ہیں ان کے جوابات نہایت تفصیل اور تحقیق سے ذکر کیے ہیں۔ اہل علم اور اہل نظر کے لیے یہ ابحاث لائق مطالعہ ہیں۔

رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق

اس باب کی احادیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے خشک منی کو رگڑ دیا کرتی تھیں۔

علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت یا عدم طہارت میں علماء کا اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت طاہر ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت پر استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں احتلام محال ہے کیونکہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جو منی تھی وہ جماع کے سبب سے تھی، اس وجہ سے وہ منی رطوبت فرج سے مل کر گندی ہو گئی اب اگر یہ رطوبت نجس ہوتی تو اس سے اختلاط کی وجہ سے منی بھی نجس ہو جاتی اور اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا بلکہ دھونا پڑتا۔ اور جو علماء رطوبت فرج کی نجاست کے قائل ہیں وہ اس کے دو جواب دیتے ہیں، ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احتلام محال نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہو بلکہ بعض اوقات بغیر کسی خواب کے منی زیادہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو جاتی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ منی مقدمات جماع کی وجہ سے خارج ہوئی ہو اور رطوبت فرج سے مختلط نہ ہوئی ہو۔ [٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بن کعب انہ قال یا رسول اللہ! اذا جامع الرجل المرأۃ فلم ینزل؟ قال یغسل ما مس المرأۃ منہ ثم یتوضأ ویصلی قال ابو عبداللہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! جب کوئی مرد کسی عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا:

---

[١] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٢ھ، نشر الطیب ص ١٩٢، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

[٢] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ١٣٥٢ھ، فیض الباری ج ١ ص ٢٥٠، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ١٣٥٧ھ

[٣] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١٤٠، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

الغسل احوط وذالک الآخر[1]

عورت کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے اس کو دھولے اور وضو کر کے نماز پڑھے امام بخاری نے کہا غسل کر لینے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:
عورت کے جسم سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے، اس سے مراد رطوبت فرج ہے۔[2]

اس کا مطلب یہ ہے علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے۔ علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے۔[3]
علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:
امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عورت کی فرج داخل کی رطوبت نجس ہے، اس لیے اگر کوئی شخص ادخال کرے اور انزال سے پہلے عضو نکال لے تو عضو کو دھونا فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت بدن کی باقی رطوبتوں کی طرح ہے۔[4]
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے زیادہ صحیح (علامہ نووی نے زیادہ ظاہر لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ) یہ ہے فرج کی رطوبت نجس نہیں ہے، علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ سفید پانی ہے جو مذی اور پسینہ سے ملتا جلتا ہے اور یہ فرج کے باطن سے نکلتا ہے جس کا دھونا واجب نہیں ہے اور جو پانی فرج سے نکلے وہ قطعاً طاہر ہے اور باطن فرج کے ماوراء سے جو چیز نکلے وہ قطعاً نجس ہے اور ہم باب الاستنجاء کے آخر میں ذکر کریں گے کہ بچے کی رطوبت، بکری کے بچہ کی رطوبت اور انڈے کی رطوبت طاہر ہے۔[5]

بَابُ نَجَاسَةِ الدَّمِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهٖ ١٠٧

خون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ

٥٨٣ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی ہم عورتوں میں سے کسی کے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۹۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[5] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِحْدَانَا يُصِيبُ ثَوْبَهَا مِنْ دَمِ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهِ قَالَ تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ تَنْضَحُهُ ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ.

٥٨٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ.

کپڑے پر حیض (ماہواری) کا خون لگ جاتا ہے اس کپڑے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلے اس (جمے ہوئے) خون کو کھرچ ڈالے پھر پانی سے رگڑے اس کے بعد پانی بہا کر صاف کرے پھر اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:
اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ خون نجس ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، نیز اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنے کے لیے عدد شرط نہیں ہے بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے لیے اس نجاست کو صاف کرنا واجب ہے، اگر نجاست حکمی ہو اور نظر نہ آتی ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ دفعہ دھونا واجب نہیں ہے، لیکن دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے اور اگر وہ نجاست عینیہ ہو اور نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بعینہٖ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو اور تین بار دھونا مستحب ہے۔ آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو نچوڑنا بھی شرط ہے؟ اس میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ اگر نجاست عینیہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت حاصل ہو گئی اور اگر اس کا ذائقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ کو زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی بو باقی رہی تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ طاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ طاہر نہیں ہے۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں

نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئی (دکھائی دینے والی) غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والی) جو نجاست مرئی ہو اس کی طہارت بعینہٖ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی، کیونکہ نجاست کا بعینہٖ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے، ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں،

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١٤٠، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ ھ

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست زائل ہو گئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے، اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور جو نجاست غیر مرئی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہیے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے، اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے، کیونکہ تین بار دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے، اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔ [1]

مقام حیرت یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کتے کے جوٹھے برتن کو تو سات مرتبہ دھونا ضروری قرار دیتے ہیں اور جس کپڑے پر پیشاب لگا ہو اس کو ایک مرتبہ دھو لینا کافی سمجھتے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوْبِ الْاِسْتِبْرَاءِ

۵۸۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُّحَدِّثُ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ قَالَ فَدَعَا بِعَسِيْبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهٗ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَّعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

۵۸۶ - حَدَّثَنِيْهِ اَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَكَانَ الْاٰخَرُ لَا يَسْتَنْزِهُ عَنِ الْبَوْلِ اَوْ مِنَ الْبَوْلِ۔

پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے احتراز کا وجوب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو، ان میں سے ایک شخص چغلی کھایا کرتا تھا، اور دوسرا پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا، پھر آپ نے ایک سبز شاخ منگائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا، اور دوسرا دوسری قبر پر پھر فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت معمولی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۸۵ میں ہے ان کو کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

پیشاب سے نہ بچنا اس لیے کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے، اور چغلی کرنا اس لیے گناہ کبیرہ ہے کہ چغلی کی تعریف ہے:

نقل الکلام بعض الی بعض علی جهة الافساد.

فساد ڈالنے کے لیے بعض کا کلام بعض کو پہنچانا۔

اور جو چیز فتنہ اور فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کسی کبیرہ کے سبب عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ سے گناہ کبیرہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے بچنا ان کے لیے کوئی بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔[1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ جس کام کے ارتکاب پر وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیث میں ہے لا صغیرۃ مع الاصرار "اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا"۔[2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

صرح العلامة ابن نجیم فی رسالته المؤلفة فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر وصرحوا ایضا بانہم شرطوا لاسقاط العدالة بالصغیرة الادمان علیہا۔[3]

علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، اس میں ہے: ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ ہے، اصرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار صغیرہ کرے اور اس پر نادم اور تائب نہ ہو، صغیرہ پر اصرار اس لیے کبیرہ ہے کہ گناہ کرنے والا معصیت پر جرأت اور دلیری کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا، اور معصیت پر جرأت کرنا، اس کو معمولی سمجھنا اور توبہ نہ کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے ورنہ اگر صغیرہ کا تکرار ہو تو یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے، تکرار کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ پر نادم اور تائب ہو اور پھر دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر اس پر نادم اور تائب ہو یہ تکرار معصیت ہے اصرار معصیت نہیں ہے، مجھ سے ایک بار ایک علمی مجلس میں ایک عالم نے سوال کیا تھا کہ صغیرہ کے بعد صغیرہ کرنا اسی درجہ کی معصیت ہے یہ کبیرہ کیوں ہوتا ہے، اس وقت میں نے تکرار

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

معصیت اور اصرار معصیت کا یہ فرق بیان کیا تھا۔

قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث ونظر

اس حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی۔ ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عذاب میں تخفیف کی وجہ، ہو سکتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے شاخ گاڑنے کی برکت کی وجہ سے ہو، اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ ہو، علامہ نووی نے کہا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی شفاعت قبول کر لی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے تو تسبیح نہیں کرتی، اور قرآن مجید میں ہے:

ان من شیء الا یسبح بحمدہ۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

اس کا معنی ہے ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ سرسبز اور تروتازہ ہو، اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے، لیکن محققین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حمد اور تسبیح اپنے عموم پر ہے۔ اور ہر چیز حقیقۃً تسبیح کرتی ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ہر چیز کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا وجود صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب متوقع ہے تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے عموم پر ہے تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسے جہنم کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔[1]

شیخ انورشاہ کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے ہے۔ (الی قولہ) فتاوی ہندیہ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ یہ عبث اور لغو ہے (بلکہ علامہ عینی نے اس کے برعکس لکھا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی نقل کیا ہے، سعیدی غفرلہ)۔[2]

شیخ بدر عالم میرٹھی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ انورشاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ میں لوگوں نے غلو کیا ہے اور اس کو حنفیت کی علامت بنا دیا ہے اور جو قبروں پر پھول نہیں ڈالتے ان کو وہابیہ کہتے ہیں، تم غور کرو ان کبیر والوں کے عذاب میں تخفیف کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے قرار دینا افضل ہے یا درخت کی تسبیح سے؟ اور اگر یہ لوگ اتباع حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں تو قبر پر درخت کی شاخ لگائیں پھول کیوں ڈالتے ہیں؟ اور معتقدین کی قبروں پر شاخ لگائیں نہ کہ مقربین کی قبروں پر اور صحابہ کرام جو حدیث کی ظاہراً و باطناً اتباع کرتے تھے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے اس پر عمل کیا تھا بجز ایک یا دو کے، اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو وہ اس کو ترک نہ کرتے اور یاد رہے کہ بعض اوقات بدعت کا مادہ طاعت ہوتا ہے لیکن اس کی اپنی طرف سے ایک خاص ہیئت بنالی جاتی ہے اور خود کو تشریع کے منصب پر فائز کر لیا جاتا ہے یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں:

الذین ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا۔ (کہف: ۱۰۴)

وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں گم ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوئی تھی تو اس قید کی کیا وجہ ہے کہ جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو عذاب میں تخفیف رہے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کے اثر کی اتنی ہی مدت تھی جیسا کہ شیخ کشمیری نے لکھا ہے۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع مطلقاً ثابت ہے ماسوا ان کاموں کے جو آپ کی خصوصیت ہوں، اور خصوصیت کا معیار یہ ہے کہ جس کام سے آپ نے امت کو علی العموم منع فرمایا ہو اور خود اس کام کو کیا ہو جیسے بہ یک وقت چار سے زیادہ ازواج کو نکاح میں رکھنا، آپ کی ازواج سے آپ کے وصال کے بعد نکاح حرام ہونا اور آپ کے ترکہ میں وراثت کا نہ جاری ہونا وغیرہ وغیرہ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا اس لیے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے اور آپ کے وصال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام بخاری ذکر کرتے ہیں:

واوصی بریدة الاسلمی ان یجعل فی قبره جریدان۔ [2]

حضرت بریدہ اسلمی نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت بریدہ اسلمی کا باسٹھ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا تھا، اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ

---

[1] شیخ بدر عالم میرٹھی، حاشیہ فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے ۔[1]

علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مقربین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے کیونکہ امت میں صحابی رسول سے بڑھ کر اور کون مقرب ہوگا، نیز جو عمل عام مسلمانوں کے لیے تخفیف عذاب کا باعث ہوتا ہے مقربین کے لیے وہ عمل ترقی درجات کا سبب ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ کرام نے اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق، درر غرر اور شرح المنیہ میں ہے، امداد میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تر و تازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اھ قاضی خاں میں بھی اسی طرح لکھا ہے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیے جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔ اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لیے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ۔[3]

علامہ طحطاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ) مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے، ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے ۔[4]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابن منظور افریقی نے آس کا معنی لکھا ہے ضرب من الریاحین پھولوں کی ایک قسم ہے، لسان العرب ج ۶ ص ۹، طبع ایران

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۶۔ ۸۴۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۶۸، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی وادلادہ مصر ۱۳۵۶ھ

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ومن ثم افتی بعض الائمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنة لهذا الحدیث۔[1]

اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وتمسک کنند اہل جماعۃ بایں حدیث در انداختن سبزہ وگل را بر قبور۔[2]

جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔

ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

وضع الورود والریاحین علی القبور حسن۔[3]

پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ خطابی کے خصوصیات کے قول کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولیس فی السیاق ما یقطع علی انه باشر الوضع بیده الکریمة بل یحتمل ان یکون امر به وقد تاسی بریدة بن الحصیب الصحابی رضی الله عنه فاوصی ان یوضع علی قبره جریدتان وهو اولی ان یتبع من غیره۔[4]

اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست کریم سے ان شاخوں کو قبر پر رکھا تھا (حتیٰ کہ آپ کی خصوصیت کا دعویٰ کیا جائے) بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے ان شاخوں کے رکھنے کا امر کیا ہو اور حضرت بریدہ بن حصیب صحابی نے آپ کی اتباع کی ہے اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے کی وصیت کی اور دوسروں کی بجائے حضرت بریدہ کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اور کتاب الجنائز میں حضرت بریدہ کی حدیث کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وکان بریدة حمل الحدیث علی عمومه

حضرت بریدہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ

[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ (۱۴۰۱ھ

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ

ولم یرہ خاصا بذینک الرجلین۔[1]

اور اس عمل کو ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

ایضا وضع الجرید الاخضر علی القبر وکذا الریحان ونحوہ من الشئ الرطب۔[2]

قبر پر سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھول اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال، وقد قیل ان المعنی فیہ انہ یسبح مادام رطبا فیحصل التخفیف ببرکۃ التسبیح وعلی ھذا فیطرد فی کل ما فیہ رطوبۃ من الاشجار وغیرھا وکذلک فیما فیہ برکۃ کالذکر وتلاوۃ القرآن من باب الاولی۔[3]

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ بے شک یہ بھی ایک قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہیگی اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اس بناء پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تراوٹ ہو خواہ وہ درخت ہو یا غیر، اس طرح جس چیز میں برکت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید اور ان سے بطریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

وجری عرف الناس فی بعض البلاد ببسط الخوص علی قبور الموتی فلعلہ استنان بھذا الحدیث (الی قولہ) واوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل علی قبرہ جریدتان فلعلہ تیمنا بھذا الحدیث وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[4]

قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں، ان کا یہ عمل اس حدیث کی بناء پر ہے، اور حضرت بریدہ اسلمی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا یہ عمل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

قال الشافعیۃ لاباس بتطییب القبر وقالوا ایضا مع الحنابلۃ والحنفیۃ: ویندب ان یرش القبر بماء ویسن وضع الجرید الاخضر والریحان ونحوہ من الشئ الرطب علی القبر۔[5]

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر سبز شاخ پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

[5] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۵۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

الحمد للہ علیٰ احسانہ مذاہب اربعہ کے فقہاء اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ قبر پر سبز شاخوں اور پھولوں کا رکھنا سنت ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی، شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور کشمیری کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی خلاف واقع ہے کہ صرف مقربین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے، ہم نے عام قبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے دیکھے ہیں، اب بھی کراچی کے کسی قبرستان میں آپ جمعرات کو یا شب برات کو چلے جائیں تو بے شمار عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے، اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہگاروں کے لیے رفع عذاب کا موجب ہے اسی طرح وہ مقربین کے لیے درجات کی بلندی کا سبب ہے، اسی لیے بلا وجہ مقربین اور عباد و صالحین سے عناد اور مسلمانوں سے سوء ظن رکھنا نہیں چاہیے۔

ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے، کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں۔

۱۔ امام ابوبکر نجار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد یعنی سورۂ اخلاص کو پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملیگا۔

۲۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورۂ یٰسین کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائیگی۔

۴۔ امام ابو حفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا: الحمد للہ رب العلمین رب السموٰت ورب الارض رب العلمین ولہ الکبریاء فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم للہ رب السموٰت ورب الارض رب العلمین ولہ العظمۃ فی السموٰت والارض وھو العزیز الحکیم ھو الملک رب السموٰت ورب الارض ورب العلمین ولہ النور فی السموٰت والارض وھو العزیز الحکیم۔
پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔

لہ۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۵۶، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا، یہ احادیث ان پر حجت ہیں لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے اور ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ (حشر: ۱۰)

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں، بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اہل بقیع غرقد کی مغفرت فرما۔

۲۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔

نیز احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔

۱۔ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے (نفلی) روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے (نفلی) صدقہ کرو۔

۲۔ کتاب القاضی میں امام ابوالحسین بن القراد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور ان کی طرف سے حج کریں اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، آپ نے فرمایا ہاں۔

۴۔ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

۵۔ حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں!۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وان لیس للانسان الا ما سعٰی۔

اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (خود) سعی کرتا ہے۔

تو اس آیت میں علماء کے آٹھ اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم ۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

(طور: ۲۱)

اس آیت میں بتایا ہے ماں باپ کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

۲۔ عکرمہ نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے، اور اس امت کو اس کی سعی کا اجر بھی ملتا ہے اور ان کے لیے جو سعی کی جاتی ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

۳۔ ربیع بن انس نے کہا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔

۴۔ حسین بن فضل نے کہا بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لیے جو سعی کی جائے اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔

۵۔ ابوبکر بن وراق نے کہا ما سعیٰ کا معنی ہے ما نویٰ، یعنی انسان کو صرف اسی کی نیت کا اجر ملتا ہے۔

۶۔ ثعلبی نے کہا کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزاء ملتی ہے، آخرت میں اس کے لیے صرف سزا ہے۔

۷۔ اس آیت میں لام بمعنی علیٰ ہے، یعنی انسان کو صرف اسی کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔

۸۔ علامہ ابن الزغوانی نے کہا انسان کو صرف اسی کے عمل کی جزاء ملتی ہے، لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے مثلاً وہ خود نیکیاں کرے، یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن پڑھنا سکھائے اور وہ اس کے لیے قرآن پڑھے یا دین کی خدمت کرے جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں اور اس کو ثواب پہنچائیں ۔[1]

باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

اس حدیث کے بقیہ مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے، اہل سنت کے نزدیک پورے جسم یا جسم کے کسی حصہ میں روح کے لوٹانے کے بعد اس جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، قلیل ہو یا کثیر۔

۳۔ استنجاء کرنا واجب ہے اور جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کو دھونا واجب ہے۔

۴۔ چغلی کرنا حرام ہے کیونکہ چغلی کرنے والے اور پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے والے دونوں کو عذاب ہوا۔

۵۔ دونوں قبر والوں کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نام نہیں لیا، تاکہ مرنے والوں کی پردہ دری نہ ہو۔

۶۔ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا، حضرت جابر کی روایت میں ہے ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس روایت میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ان کی شفاعت کی اور آپ کی شفاعت ان کے حق میں مقبول ہوئی، اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ بیان ہے کہ ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور اس میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۶۔ ان قبر والوں کے مومن یا کافر ہونے میں اختلاف ہے ابو موسیٰ نے لکھا ہے یہ کافر تھے الترغیب والترہیب میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ یہ بنو نجار کے دو آدمی تھے جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مسلمان تھے اگر یہ کافر ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے حضرت جابر نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بنی ہوئی بعض نئی قبروں کے پاس سے گذرے نیز یہ قبریں بقیع میں تھیں اور بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ کافروں کی قبروں کا ہو اور دوسرا واقعہ مسلمانوں کی قبروں کا۔ [1]

برزخ اور دنیا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیک وقت رابطہ

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا کر کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے یہ ظاہر فرما دیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اوجھل نہیں ہوتے کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے، اور جب یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف عذاب کو نہیں دیکھ رہا بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں یا یہ بتلا دیا کہ میں صرف ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ان کے ماضی اور حال دونوں سے باخبر ہوں اور جب شاخ کے ٹکڑے ان کی قبروں پر رکھ دیے اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں، نیز آپ نے یہ بتلا دیا کہ اے میرے غلامو! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا تو عالم برزخ میں جا کر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہو سکتا ہوں، اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں تو خوب سمجھ لو میں قبر میں جا کر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا، جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے) اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا اور جب برزخ میں ہوں تو دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، بندوں میں رہ کر مولیٰ کو نہیں بھولے اور شب معراج مولیٰ کے پاس جا کر بندوں کو نہیں بھولے۔

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحیض

حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

مبرد نے کہا ہے کہ حیض کا معنی ہے بہنا، جب پانی بہنے لگے تو عرب کہتے ہیں حاض السیل۔ دوسروں نے کہا ببول کے درخت سے خون کے مشابہ سرخ رنگ کا پانی نکلتا ہے تو عرب کہتے ہیں حاضت السمرۃ۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو رگ سے نکلتا ہے، عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری رہے وہ استحاضہ ہے، ایام حیض میں نماز معاف ہے اور روزوں کی قضا ہے، استحاضہ میں نماز اور روزہ دونوں لازم ہیں۔ [1]

حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حیض وہ خون ہے جس کو عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کا رحم چھوڑتا ہے، پھر ایام معلومہ میں اس خون کے جاری ہونے کی عادت مقرر ہو جاتی ہے، یہ خون بچہ کی پرورش کی حکمت سے پیدا کیا جاتا ہے، جب عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے یہ خون بچہ کی غذا بن جاتا ہے، اسی وجہ سے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور جب وضع حمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس خون کو دودھ بنا دیتا ہے جس سے بچہ غذا حاصل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو بہت کم حیض آتا ہے اور جب عورت حمل اور رضاعت (دودھ پلانے) سے فارغ ہو جاتی ہے تو اس خون کا کوئی مصرف نہیں رہتا پھر عموماً یہ خون ہر ماہ میں چھ یا سات دن نکلتا ہے اور بعض عورتوں کے مزاج اور طبیعت کی وجہ سے یہ مدت کم اور زیادہ بھی ہوتی ہے۔ [2]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

عورت کا جو خون اوقات معلومہ میں عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کے رحم کے چھوڑنے سے جاری ہوتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں اور ان اوقات کے علاوہ جو خون جاری ہوتا ہے اس کو استحاضہ کہتے ہیں، حیض کا خون رحم کی

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۷، ص ۱۴۳ - ۱۴۲، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

گہرائی سے نکلتا ہے اور استحاضہ کا خون عاذل (ایک رگ) سے نکلتا ہے، یہ خون رحم کے منہ کے قریب ایک رگ سے نکلتا ہے نہ کہ اس کی گہرائی سے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے لکھا ہے کہ بدن کی گہرائیوں سے عورت کے رحم میں جاکر خون گرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ خون وقفہ وقفہ سے رحم سے گرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے اعتبار سے عورتوں کے حیض اور طہر کی عادات مختلف ہوتی ہیں، علامہ ابو بکر ابن العربی نے کہا سانہ، جگہ اور خواہشات کے اعتبار سے عورتوں کی عادتیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی یہ مدت کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ، حیض کا خون رحم کی گہرائی سے نکلتا ہے اور استحاضہ کا خون ایک رگ کے منہ سے نکلتا ہے جو رحم کے قریب ہے۔ [2]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغر اور بیماری سے بری ہو، رحم کی قید سے استحاضہ اور زخم کا خون نکل گیا اور بیماری سے برائت کی قید سے نفاس نکل گیا کیونکہ نفاس والی عورت بیمار عورت کے حکم میں ہے۔ [3]

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

جو خون عورتوں کے ساتھ مختص ہیں ان کی تین قسمیں ہیں، حیض، نفاس اور استحاضہ، حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغر اور بیماری سے بری ہو اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ کے پیدا ہونے کے بعد جاری ہوتا ہے اور جو خون ان دونوں کے ماسوا ہے وہ استحاضہ ہے۔ [4]

حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:
کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ شریعت میں حیض کا لفظ بغیر کسی قید کے وارد ہوا ہے اور حیض کی لغت میں کوئی حد ہے نہ شریعت میں، اس لیے اس کی تحدید کے لیے عرف اور عادت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اور حیض میں ایک دن کی عادت بھی پائی گئی ہے، عطاء نے کہا میں نے بعض عورتوں کو دیکھا جن کو ایک دن حیض آتا ہے اور بعض عورتوں کو دیکھا جن کو پندرہ دن حیض آتا ہے، امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ شریک سے روایت کیا ہے، ہمارے پاس ایک عورت تھی جس کو ہر مہینہ میں پندرہ دن مستقیم حیض آتا تھا اور طہر کی کم از کم مدت تیرہ دن ہے۔ [5]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

[4] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۱، " " " "

[5] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

کم از کم حیض کی مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے اور عموماً حیض چھ یا سات دن ہوتا ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔[1]

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور کم از کم حیض کی کوئی مدت نہیں ہے ایک مرتبہ جو خون نکل آئے امام مالک کے نزدیک وہ بھی حیض ہے، اور طہر کی کم از کم مدت میں امام مالک کے کئی اقوال ہیں، دس دن، آٹھ دن، پندرہ دن، اور سترہ دن، اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی مدت نہیں ہے۔[2]

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، اور جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری لڑکی اور شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ وہ ایک دن ایک رات کو بھی حیض کہتے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر بھی حجت ہے کیونکہ وہ دو دن اور تیسرے دن کے اکثر حصہ کو بھی حیض کہتے ہیں اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہے، اس کی دلیل بھی حدیث مذکور ہے، اور یہ حدیث بھی امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ مدت کے لیے پندرہ دن کا اندازہ کیا ہے، پھر جو اس مدت سے زائد یا کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ شریعت نے جو مقدار مقرر کر دی ہے وہ کسی اور کی مقرر کردہ مقدار کو لاحق کرنے سے مانع ہے، عورت ایام حیض کے اندر سرخ، پیلا اور مٹیالا جو رنگ بھی دیکھے وہ حیض ہے۔[3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

۱۔ امام دار قطنی، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری لڑکی یا شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

۲۔ امام دار قطنی حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حیض تین دن سے کم ہوتا ہے نہ دس دن سے زیادہ۔

۴۔ امام ابن جوزی نے "العلل المتناہیہ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۷، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم (طہر کی مدت) پندرہ دن ہے۔

یہ تمام احادیث ضعیف الاسناد ہیں لیکن ان کے تعدد طرق کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں۔[1]

حیض کے مسائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

(۱) حائضہ عورت سے اس کی فرج میں وطی کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ۔

(بقرہ ۲، ۲۲۲)

آپ سے لوگ حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے وہ گندگی ہے، پس عورتوں سے حیض کی حالت میں الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہوں ان سے جماع نہ کرو، اور جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۲۔ حالت حیض میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا منع ہے، روزہ کی قضا لازم ہے اور نماز کی قضاء معاف ہے۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم حالت حیض میں روزہ رکھتی ہو نہ نماز پڑھتی ہو۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم کو حیض آئے تو نماز کو ترک کر دو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاذہ سے کہا ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حیض آتا تھا، ہمیں روزے قضاء کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

۳۔ حائضہ عورت کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائضہ اور جنبی قرآن مجید بالکل نہ پڑھیں۔

۴۔ حائضہ عورت کو مسجد میں ٹھہرنا اور اعتکاف کرنا منع ہے، کیونکہ حیض جنابت کے حکم میں ہے۔

۵۔ حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اس کے حیض سے پاک ہونے تک انتظار کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن

(طلاق ۱، ۱)

جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (سے پہلے طہر) میں انھیں طلاق دو۔

۶۔ حیض منقطع ہونے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا حیض برقرار

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

سے ہے، صبرکار ہو اور جب حیض منقطع ہو جائے تو پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔

مطلقہ کی عدت تین حیض گزارنے سے پوری ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء۔ (بقرہ ٢، ٢٢٨)

اور طلاق پانے والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ لہ

بَابُ ١٠٩ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ فَوْقَ الْاِزَارِ

ملبوس حائضہ کے ساتھ لیٹنا

٥٨٧۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا اِذَا كَانَتْ حَائِضًا اَمَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَاْتَزِرُ بِاِزَارٍ ثُمَّ يُبَاشِرُهَا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کو حیض (ماہواری) آجاتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے پھر اس کو اپنے پاس لٹا لیتے۔

٥٨٨۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ ثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اِحْدَانَا اِذَا كَانَتْ حَائِضًا اَمَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ تَاْتَزِرَ فِيْ فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی حائضہ ہوتی اور اس کا خون جوش سے نکل رہا ہوتا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے، پھر اس کو اپنے ساتھ لٹا لیتے حضرت عائشہ نے فرمایا ور تم میں سے کون شخص اپنی خواہش کو ضبط کرنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح قادر ہے۔

٥٨٩۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ نِسَاءَهٗ فَوْقَ الْاِزَارِ وَهُنَّ حُيَّضٌ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج حالت حیض میں چادر باندھ لیتیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ لیٹ جاتے۔

لہ۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ، المغنی ج ١ ص ١٩٦ - ١٨٩، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤٠٥ھ

حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی تین قسمیں ہیں

قسم اوّل: حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے، یہ قرآن مجید کی نص صریح، سنت صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا، اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے (عام ازیں کہ اس کو حیض کا علم نہ ہو یا مسئلہ کا علم نہ ہو) حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے، اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عمداً حائضہ سے فرج میں وطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد کا ایک قول اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے، کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے، حضرت ابن عباس، حسن بصری، سعید بن جبیر، قتادہ، اوزاعی، اسحٰق اور امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ کفارہ کی مقدار میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ایک غلام آزاد کرنا کفارہ ہے اور بعض نے کہا ایک دینار ہے بعض نے کہا نصف دینار ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں مقاربت کی وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ حدیث ائمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے

قسم ثانی: ناف سے اوپر یا گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے، اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے، یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کے اتفاق سے حلال ہے اور شیخ ابوحامد اسفرائنی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تہبند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔

قسم ثالث: قبل اور دبر کے سوا ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائے، ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں (۱) یہ حرام ہے (۲) حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے (۳) اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لیے یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام ہے، اور عکرمہ، مجاہد، شعبی، نخعی، حکم، ثوری، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، محمد بن الحسن، اسحٰق بن راہویہ، ابو ثور، ابن المنذر، اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جماع کے علاوہ ہر کام کرو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر محمول ہے۔ [1]

منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب

بعض منکرین حدیث اس حدیث سے ایک مغالطہ سے مسلمانوں کو احادیث سے بدظن کرتے ہیں، مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ اس حدیث میں یہاں یباشر کا لفظ ہے جو مباشرت سے ماخوذ ہے، مباشرت کے لغوی معنی جسم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲ - ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کر جسم سے ملا لینے کے ہیں اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے اور عرفی معنی جماع ہے۔ منکرین حدیث اس حدیث سے یہ تاثر دیتے ہیں کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے حالت حیض میں جماع کرتے تھے حالانکہ اس مفہوم کے باطل ہونے پر خود نفس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ازواج کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے، پھر ان کو اپنے ساتھ لٹا دیتے۔ اگر العیاذ باللہ جماع والا معنی مراد ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چادر باندھنے کا حکم کیوں دیتے؟

بَابُ الْاِضْطِجَاعِ مَعَ الْحَائِضِ فِي لِحَافٍ وَّاحِدٍ

حائضہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا

٥٩٠ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَضْطَجِعُ مَعِي وَأَنَا حَائِضٌ وَبَيْنِي وَبَيْنَهُ ثَوْبٌ۔

حضرت میمونہ زوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ ایام ماہواری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ لیٹ جاتے اور ہمارے درمیان صرف ایک کپڑا ہوتا۔

٥٩١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ قَالَتْ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی۔ اچانک مجھے حیض آگیا میں چپکے سے بستر سے نکلی اور میں نے اپنے حیض کے کپڑے لے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں حیض آگیا ہے، میں نے کہا جی ہاں! حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کے ساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی، نیز حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائضہ عورت کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنا اور سونا جائز ہے جب کہ ان کے درمیان کپڑا حائل ہو، ممنوع صرف یہ ہے کہ حائضہ سے اس کی ناف اور گھٹنوں کے درمیان بلا حجاب جسمانی لذت حاصل کی جائے۔

بَابُ جَوَازِ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيْلِهٖ وَطَهَارَةِ سُؤْرِهَا وَالِاتِّكَاءِ فِيْ حِجْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِيْهِ

۵۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِيْ اِلَيَّ رَأْسَهٗ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ۔

۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنْ كُنْتُ لَاَدْخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيْضُ فِيْهِ فَمَا اَسْاَلُ عَنْهُ اِلَّا وَاَنَا مَارَّةٌ وَاِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهٗ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةٍ اِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ اِذَا كَانُوْا مُعْتَكِفِيْنَ۔

۵۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حائضہ عورت کے لیے اپنے خاوند کا سر دھونے، بالوں میں کنگھی کرنے کا جواز، اس کے جوٹھے کا پاک ہونا، اس کی گود میں سر رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا جواز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں بیٹھتے تو اپنا سر میرے قریب کر دیتے میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوائے قضا حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں (بحالت اعتکاف میں ہوتی تو) قضا حاجت کے لیے گھر میں داخل ہوتی اور گذرتے ہوئے کسی مریض کی عیادت بھی کر لیتی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (بحالت اعتکاف میں) مسجد سے اپنا سر حجرہ میں داخل کرتے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں سوائے قضاء حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں مسجد میں سے اپنا سر میرے حجرے میں داخل فرماتے، میں آپ کا سر دھوتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ إِلَيَّ رَأْسَهٗ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فَأَغْسِلُهٗ وَأَنَا حَائِضٌ۔

۵۹۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَنَا عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُدْنِيْ إِلَيَّ رَأْسَهٗ وَأَنَا فِيْ حُجْرَتِيْ فَأُرَجِّلُ رَأْسَهٗ وَأَنَا حَائِضٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے حجرے کے قریب کرتے اور میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۵۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حالتِ حیض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر دھویا کرتی تھی۔

۵۹۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ ثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَاوِلِيْنِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّيْ حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِيْ يَدِكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مسجد سے جانماز اٹھا کر مجھے دے دو، میں نے عرض کیا کہ میں حائضہ ہوں: آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۵۹۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ ثَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ حَجَّاجٍ وَابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَاوِلَهُ الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّيْ حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِيْ يَدِكِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد سے آپ کو جانماز اٹھا دوں، میں نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۵۹۹۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُوْ كَامِلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ مجھے ایک کپڑا اٹھا دو، حضرت عائشہ نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ یَا عَائِشَةُ نَاوِلِیْنِی الثَّوْبَ فَقَالَتْ اِنِّیْ حَائِضٌ فَقَالَ اِنَّ حَیْضَتَكِ لَیْسَتْ فِیْ یَدِكِ۔

تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۶۰۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِیْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْیَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَیْحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَشْرَبُ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ فَاهُ عَلٰی مَوْضِعِ فِیَّ فَیَشْرَبُ وَاَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ فَاهُ عَلٰی مَوْضِعِ فِیَّ وَلَمْ یَذْكُرْ زُهَیْرٌ فَیَشْرَبُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں پانی پیتی اور پھر وہی برتن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی، آپ اس جگہ سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پانی پیا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اور میں ہڈی سے گوشت کھاتی پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی جگہ سے اس ہڈی سے گوشت کھاتے جہاں سے میں نے کھایا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۶۰۱۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا دَاوٗدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَكِّیُّ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَتَّكِیُٔ فِیْ حِجْرِیْ وَاَنَا حَائِضٌ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں حائضہ ہوتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری گود سے ٹیک لگا کر قرآن کریم پڑھتے تھے۔

۶۰۲۔ وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ الْیَهُوْدَ كَانُوْا اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ فِیْهِمْ لَمْ یُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ یُجَامِعُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ فَسَاَلَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اصْنَعُوْا كُلَّ شَیْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْیَهُوْدَ فَقَالُوْا مَا یُرِیْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ یَّدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَیْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِیْهِ فَجَآءَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْیَهُوْدَ تَقُوْلُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) ”یہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ حیض نجاست ہے اس لیے ایام حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو“ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا جماع کے ما سوا باقی تمام معاملات میں عورتوں کے ساتھ مشغول رہو۔ یہودیوں کو جب یہ خبر پہنچی تو کہنے لگے ”یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتا ہے“ یہ سن کر

كُنَّا وَكُنَّا أَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفْنَا أَنْ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا۔

اسید بن حضیر اور عباد بن بشر آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! جب یہودی ہم کو اس طرح کے طعنے دیتے ہیں تو پھر ہم ایام حیض میں اپنی عورتوں سے جماع ہی کیوں نہ کر لیا کریں۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور ہم لوگوں نے سوچا کہ حضور ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں وہ دونوں (ڈر کر) مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر دودھ پلایا، تب ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض نہیں ہوئے۔

بیوی کی رضامندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

۱۔ معتکف جب مسجد سے اپنے جسم کا بعض حصہ مثلاً ہاتھ، پیر یا سر نکال لے تو اس سے اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

۲۔ بیوی سے کھانا پکانے، سر دھلوانے اور دیگر کاموں کی اس کی مرضی سے خدمت لینا جائز ہے، سنت، سلف صالحین کے عمل اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے، البتہ اس کی مرضی کے بغیر اس سے یہ خدمت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت پر صرف یہ لازم ہے کہ وہ لازماً خاوند کے گھر رہے اور خاوند کو مجامعت کرنے دے۔

۳۔ حائضہ عورت جب زندہ کو غسل دے سکتی ہے تو مردہ کو بھی غسل دے سکتی ہے۔

۴۔ حائضہ عورت نجس العین نہیں ہے، وہ کھانا پکا سکتی ہے، گھر کے کام کاج کر سکتی ہے اور جسم کو چھو سکتی ہے۔

۵۔ استاذ یا گھر کا کوئی بڑا جب شاگردوں یا اپنے چھوٹوں پر ناراضگی کا اظہار کرے تو بعد میں ان کی دلجوئی بھی کرے۔[1]

بَابُ ۱۱۲ الْمَذْيِ

مذی کا حکم

٦٠٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَهُشَيْمٌ عَنِ الْأَعْمَشِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَنْ مُنْذِرِ بْنِ يَعْلٰى عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ مَذَّاءً فَكُنْتُ اَسْتَحْيِيْ اَنْ اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهٗ وَيَتَوَضَّاُ۔

براہ راست اس کا حکم معلوم کرنے سے مجھے شرم آتی تھی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس لیے میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مذی کا حکم معلوم کرو۔ جب مقداد نے پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنے آلہ تناسل کو دھو کر وضو کر لو۔

۶۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ اسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ مِنْ اَجْلِ فَاطِمَةَ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ مِنْهُ الْوُضُوْءُ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مذی کے مسائل پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا میں نے حضرت مقداد سے پوچھنے کے لیے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۶۰۵۔ وَحَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَرْسَلْنَا الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ عَنِ الْمَذْيِ يَخْرُجُ مِنَ الْاِنْسَانِ كَيْفَ يَفْعَلُ بِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاْ وَانْضَحْ فَرْجَكَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مذی کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی شرمگاہ کو دھو کر وضو کر لو۔

باب مذکور کی حدیث کے مسائل

علامہ یحیٰی بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس باب کی احادیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ مذی نجس ہے، لیکن اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، صرف وضو واجب ہوتا ہے۔

۲۔ پتھر کے ساتھ صرف بول براز میں استنجاء کیا جا سکتا ہے، باقی خون، منی اور مذی وغیرہ کی نجاست کو پانی سے دھونا ضروری ہے۔

۳۔ فتویٰ حاصل کرنے کے لیے کسی کو نائب بنانا جائز ہے، اور جب یقینی اور قطعی خبر کو حاصل کرنا ممکن ہو تب بھی ظنی خبر پر اعتماد کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سوال کرتے تو ان کو قطعی خبر حاصل ہوتی اس کے باوجود انھوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے معلوم کرایا۔

۴۔ سسرال والوں کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ رہنا چاہیے اور ان کے سامنے بیوی سے استمتاع

کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ۱؎

بَابُ ۱۱۳ غَسْلِ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ

نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ، منہ دھونا

۶۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو کسی وقت اٹھے۔ قضائے حاجت فرمائی اور اس کے بعد ہاتھ منہ دھو کر سو گئے۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو اٹھ کر پھر سونا بھی جائز ہے، البتہ جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ سو گیا تو اس کی صبح کی عبادت کے معمولات فوت ہو جائیں گے وہ نہ سوئے۔

بَابُ ۱۱۴ جَوَازِ نَوْمِ الْجُنُبِ وَاسْتِحْبَابِ الْوُضُوْءِ لَهٗ وَغَسْلِ الْفَرْجِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَوْ يُجَامِعَ

جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے پہلے استنجاء اور وضوء کرنے کا استحباب

۶۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ قَبْلَ أَنْ يَّنَامَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجامعت (ہم بستری) کے بعد جب سونے کا ارادہ کرتے تو سونے سے پہلے مکمل وضوء کرتے۔

۶۰۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ وَوَكِيْعٌ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَّأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنابت (جس حالت میں غسل فرض ہو) کی حالت میں جب کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو اس سے پہلے مکمل وضوء کرتے۔

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

٦٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا جَمِيْعًا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

٦١٠ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِيْ وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں، وضو کرنے کے بعد۔

٦١١ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ يَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ لِيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَنَمْ حَتّٰى يَغْتَسِلَ إِذَا شَآءَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کر کے سو جائے اور پھر اٹھ کر جب چاہے غسل کرے۔

٦١٢ - وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ تُصِيْبُهٗ جَنَابَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی (جس پر غسل واجب ہو) ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استنجا کر کے وضو کر لو، اور اس کے بعد سو جاؤ۔

٦١٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ

عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کا طریقہ پوچھا، آپ نے وہ طریقہ بتلا دیا، پھر میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں

يَنَامُ أَمْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً۔

کیا کرتے تھے نیند سے پہلے غسل کرتے تھے یا نیند کے بعد حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح کرتے تھے کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے سوتے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے دین کے ہر معاملہ میں آسانی فرمائی ہے۔

٦١٤۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيهِ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ جَمِيعًا عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

٦١٥۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ زَادَ أَبُو بَكْرٍ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَهُمَا وُضُوءًا وَقَالَ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُعَاوِدَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور پھر دوبارہ یہ عمل کرنا چاہے تو درمیان میں وضو کر لیا کرے۔

٦١٦۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ نَا مِسْكِينٌ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ الْحَذَّاءَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک غسل سے ہو کر آتے۔

مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنبی کے لیے غسل سے پہلے کھانا پینا، سونا اور جماع کرنا جائز ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جنبی کا بدن اور اس کا پسینہ پاک ہے، اور ان احادیث میں یہ بات بھی ہے کہ ان کاموں سے پہلے جنبی کا وضو کرنا مستحب ہے، خصوصاً اس وقت جب اس عورت سے جماع کرنا چاہے جس سے پہلے جماع نہ کیا ہو اس وقت اپنے ذکر کو دھونے کا استحباب مؤکد ہے، اور ہمارے اصحاب نے

اس کی تصریح کی ہے کہ جنبی کا وضو سے پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا مکروہ ہے، اور یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ وضو واجب نہیں ہے، امام مالک اور جمہور کا بھی یہی قول ہے، البتہ بعض مالکیہ اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ یہ وضو واجب ہے، اور وضو سے مراد نماز کا وضو کامل ہے ایک اعتراض یہ ہے کہ سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جاتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ پانی کو نہیں چھوتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ غسل نہیں کرتے تھے، تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ پانی کو بیان جواز کے لیے نہیں چھوتے تھے، کیونکہ اگر آپ ہمیشہ سونے سے پہلے وضو کرتے تو اس سے وضو کرنے کے وجوب کا وہم ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک غسل کے ساتھ طواف کرتے تھے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ درمیان میں وضو کر لیا کرتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بیان جواز کے لیے وضو کو ترک کر دیا کرتے تھے، کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کے پاس ایک رات میں گئے اور ہر ایک کے پاس غسل کرتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے ایک ہی غسل پر کفایت کیوں نہ کی، آپ نے فرمایا اس میں زیادہ پاکیزگی اور طہارت ہے، امام ابوداؤد نے کہا پہلی حدیث زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات بیان جواز کے لیے غسل نہ کیا ہو اور بعض اوقات حصول فضیلت کے لیے غسل کیا ہو۔

جنابت کے بعد سونے سے پہلے جو غسل کیا جاتا ہے اس کی حکمت کے بیان میں بعض علماء شافعیہ نے کہا تاکہ حدث میں تخفیف ہو، علامہ مازری مالکی نے کہا تاکہ وہ طہارت پر سوئے اگر اس دوران موت آجائے تو طہارت پر موت آئے، علامہ مازری نے کہا اسی قیاس پر حائضہ کو بھی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے، اور علماء شافعیہ نے کہا کہ حائضہ کے وضو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔[1]

باقی رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غسل کے ساتھ تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ سب کی رضامندی سے ان کے پاس گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس زوجہ کی باری ہو آپ نے اس سے اجازت لے لی ہو، اس تاویل کی اس وقت ضرورت ہے جب یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریوں کی تقسیم واجب تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ پر باریوں کی تقسیم واجب نہیں تھی تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن کے کسی ایک حصہ میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور وہ گیارہ ازواج تھیں، راوی کہتا ہے میں نے حضرت انس سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱، ،، ،، ،، ،، ۱۳۸۱ھ

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت انس کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اس میں نو ازواج کا ذکر ہے۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس وقت نو ازواج تھیں اور دو باندیاں تھیں، حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ .... یہ قول صرف آپ کی آخری عمر میں متصور ہو سکتا ہے جب آپ کے عقد میں نو ازواج اور دو باندیاں تھیں، اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کے عقد میں گیارہ ازواج جمع ہوئی ہوں، کیونکہ آپ نے کل گیارہ ازواج سے نکاح کیا ان میں سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی حیات میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا، پھر حضرت عائشہؓ سے، حضرت عائشہ کی رخصتی مدینہ میں ہوئی، پھر آپ نے حضرت ام سلمہؓ، پھر حضرت حفصہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح کیا، پھر حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح کیا، پھر حضرت جویریہ سے، پھر حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت میمونہؓ رضی اللہ عنہن سے، یہ وہ ازواج مطہرات ہیں جن سے آپ کا نکاح بھی ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ کے ساتھ شب زفاف گذارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں، جن سے دخول کیا اور جن سے دخول نہیں کیا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں کیا اور جنہوں نے خود کو آپ پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج سے آپ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کے ترتیب وار اسماء:

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۴) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب (۵) حضرت ام سلمہ ہند بنت امیہ بن المغیرہ (۶) حضرت جویریہ بنت الحارث، یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید، یہ بنو قریظہ سے تھیں، اور ایک قول ہے بنو نضیر سے تھیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۶ ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں، آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، جب آپ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا (۱۰) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان (۱۱) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، (۱۲) حضرت میمونہ بنت الحارث، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ذوالقعدہ ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر نکاح کیا۔ (۱۳) حضرت فاطمہ بنت الضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت النعمان۔

جن ازواج سے نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا:

(۱) حضرت ریحانہ بنت زید، ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) حضرت کلابیہ، ان کا نام عمرہ بنت یزید یا عالیہ بنت ظبیان ہے، زہری نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عالیہ سے نکاح کیا، رخصتی بھی ہوئی، اور آپ نے طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الضحاک ہیں، زہری نے کہا آپ نے ان

نکاح کیا انھوں نے آپ سے پناہ مانگی، تو آپ نے ان کو طلاق دے دی، (۳) اسماء بنت النعمان، آپ نے ان سے نکاح کیا اور ان کو طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے پناہ مانگی تھی، (۴) قتیلہ بنت قیس، ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا، آپ کے وصال کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے۔ (۵) ملیکہ بنت کعب، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے آپ سے پناہ مانگی تھی۔ (۶) اسماء بنت الصلت السلمیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہو گئیں (۷) ام شریک ازدیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی، انھوں نے خود کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں، (۸) خولہ بنت ہذیل، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا، مگر یہ آپ تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئیں، (۹) شراف بنت الخالد، یہ حضرت دحیہ کلبی کی بہن تھیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، یہ آپ سے پہلے فوت ہو گئیں، (۱۰) لیلیٰ بنت الخطیم، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر انھوں نے علیحدگی طلب کی آپ نے ان کو الگ کر دیا، (۱۱) عمرۃ بنت معاویہ الکندیہ، ان تک پہنچنے سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، (۱۲) جندعیہ بنت جندب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔ (۱۳) غفاریہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا، پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اور ان کو الگ کر دیا، (۱۴) ہند بنت یزید ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی، (۱۵) صفیہ بنت بشامہ، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں تھیں، آپ نے ان کو اختیار دیا، تو انھوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا، (۱۶) حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے کہا کہ میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عذر پیش کیا، آپ نے ان کا عذر قبول کر لیا (۱۷) ضباعہ بنت عامر، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، پھر آپ کو معلوم ہوا یہ معمر ہیں تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا۔ (۱۸) حمزہ بنت عون مزنی، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، ان کے والد نے کہا ان میں عیب ہے، حالانکہ عیب نہ تھا، پھر جب والد نے ان کو دیکھا تو ان کو برص ہو گیا، (۱۹) سودہ قرشیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کر لی آپ نے ان کے لیے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا، (۲۰) امامہ بنت حمزہ بن عبد المطلب، ان کو آپ پر پیش کیا گیا آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہے (۲۱) عزہ بنت ابی سفیان بن حرب، ان کی بہن حضرت ام حبیبہ نے ان کو پیش کیا، آپ نے فرمایا ان کی بہن یعنی حضرت ام حبیبہ میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں، (۲۲) کلبیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عائشہ کو بھیجا، انھوں نے ان کو ناپسند کیا تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا۔ (۲۳) عرب کی ایک خاتون ان کا نام معلوم نہیں ہوا، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا، (۲۴) درۃ بنت ام سلمہ، آپ کو ان کی پیشکش کی گئی آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں (۲۵) امیمہ بنت شراحیل، صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے، (۲۶) حبیبہ بنت سہل الانصاریہ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا، (۲۷) فاطمہ بنت شریح، ابوعبیدہ نے ان کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ذکر کیا ہے، (۲۸) حضرت عالیہ بنت ظبیان، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں، پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ چودہ ازواج سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ نے طلاق دے کر الگ نہیں کیا۔ پندرہ خواتین سے نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، بعض کو آپ نے طلاق دے دی۔ بعض رخصتی سے پہلے فوت ہو گئیں اور بعض کی رخصتی سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا، اور دس خواتین کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا اور کسی وجہ سے نکاح نہیں ہو سکا اور

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۵ - ۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ایک زوجہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں اور بعد میں آپ نے ان کو طلاق دے کر الگ کر دیا، مشہور یہ ہے کہ آپ کی گیارہ ازواج تھیں اور جس وقت آپ کا وصال ہوا ہے اس وقت نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازدواج کے اعتراضات کے جوابات

اس حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تیس مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور امام ابو یعلی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں مجاہد سے روایت کیا ہے آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ترمذی نے جنت کی صفت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جنت میں اتنی اتنی جماع کی قوت ہوگی، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا اس کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی، اور امام حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے چالیس کو سو میں ضرب دی تو اس کا حاصل چار ہزار ہوا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہے) اور علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جماع کی غالب قوت حاصل تھی (آپ چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی) اور کھانے میں بھی آپ قناعت سے کام لیتے تھے اور جس طرح امور شرعیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ میں فضیلتیں جمع کی تھیں، اسی طرح امور دنیاویہ میں بھی آپ کے اندر فضیلتیں جمع کی تھیں تاکہ دارین میں آپ کا حال کامل ہو۔ [1]

ہر نبی کو عام مردوں کی بہ نسبت بہت زیادہ طاقت دی جاتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کی سو ازواج تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نو سو ازواج تھیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود آپ نے صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی، اور یہ تصور غلط ہے کہ آپ نے تقاضائے شہوت کے لیے زیادہ شادیاں کیں، کیونکہ شہوت کا زور جوانی کے ایام میں ہوتا ہے آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، اور پچیس سال کا عرصہ صرف ان ہی کے ساتھ گزارا اور دوسرا عقد نہیں کیا، پچاس سال کی عمر کے بعد آپ نے چند اور عقد کیے اور یہ عقد تبلیغی مصلحتوں کی وجہ سے کیے، کیونکہ نکاح کے ذریعہ ایک اور خاندان سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ ملنے جلنے سے تبلیغ کے زیادہ مواقع میسر آتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ تعدد ازواج کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات اور خانگی معاملات کو دیکھنے والیاں اور امت تک پہنچانے والی زیادہ خواتین ہو گئیں اور گھریلو معاملات سے متعلق احادیث کی نشر و اشاعت کے زیادہ ذرائع فراہم ہو گئے، نیز آپ نے بیک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا اور امت کو یہ بتلایا کہ تم چار ازواج میں عدل گراں سمجھتے ہو اور میں نے بیک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا ہے، سلام ہو اس نبی امی پر جس کا عمل ہر میدان میں قول سے بڑھ کر ہے!

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۰۵ھ

(یہ بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۰۱ - ۲۰۳ میں بھی کی ہے لیکن بعض چیزوں کی یہاں زیادہ تفصیل ہے)

بَابُ وُجُوْبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْاَةِ بِخُرُوْجِ الْمَنِيِّ مِنْهَا

احتلام کے بعد عورت پر غسل کرنے کا وجوب

٦١٧ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ جَدَّةُ اِسْحَاقَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهٗ وَعَائِشَةُ عِنْدَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْمَرْاَةُ تَرٰى مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَتَرٰى مِنْ نَفْسِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهٖ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ فَضَحْتِ النِّسَاءَ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَقَوْلُهَا تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ خَيْرٌ فَقَالَ لِعَائِشَةَ بَلْ اَنْتِ فَتَرِبَتْ يَمِيْنُكِ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ اِذَا رَاَتْ ذٰلِكَ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسحاق کی دادی ام سلیم، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضور کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر کوئی عورت اس طرح کا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (درمیان میں) بولیں "اے ام سلیم تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، حضرت عائشہ کا یہ کہنا بطور ملامت نہ تھا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا، بلکہ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں (پھر حضرت ام سلیم سے مخاطب ہوکر فرمایا) اے ام سلیم جب عورت ایسا خواب دیکھے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

٦١٨ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ نَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ حَدَّثَتْ اَنَّهَا سَاَلَتْ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْاَةِ تَرٰى فِيْ مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَتْ ذٰلِكَ الْمَرْاَةُ فَلْتَغْتَسِلْ فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَتْ وَهَلْ يَكُوْنُ هٰذَا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَمِنْ اَيْنَ يَكُوْنُ الشَّبَهُ اِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ اَبْيَضُ وَمَاءَ الْمَرْاَةِ رَقِيْقٌ اَصْفَرُ فَمِنْ اَيِّهِمَا عَلَا اَوْ سَبَقَ يَكُوْنُ مِنْهُ الشَّبَهُ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر کوئی عورت ایسا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے حضرت ام سلیم کہتی ہیں کہ مجھے شرم تو آئی تاہم میں نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر ایسا نہ ہو تو بچوں کی مشابہت کیسے ہو مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے ان میں سے جس کا پانی غالب ہو یا سابق ہو بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

٦١٩ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا صَالِحُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا أَبُوْ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرٰى فِيْ مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فِيْ مَنَامِهٖ فَقَالَ إِذَا كَانَ مِنْهَا مَا يَكُوْنُ مِنَ الرَّجُلِ فَلْتَغْتَسِلْ۔

ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت خواب میں وہ چیز دیکھے جو مرد خواب میں دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس سے وہی چیز نکلے جو مرد سے نکلتی ہے تو اس پر غسل فرض ہے۔

۶۲۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ تَرِبَتْ يَدَاكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات کو (شرم کی وجہ سے) ذکر نہیں کرتا، کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل فرض ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب وہ منی دیکھے۔ حضرت ام سلیم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو بچہ اس کے مشابہ کیسے ہوتا۔

۶۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ وَزَادَ قَالَتْ قُلْتُ فَضَحْتِ النِّسَاءَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ام سلیم سے فرمایا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا۔

۶۲۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهٗ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ أُمَّ بَنِيْ أَبِيْ طَلْحَةَ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ هِشَامٍ غَيْرَ أَنَّ فِيْهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا أُفٍّ لَكِ أَتَرَى الْمَرْأَةُ ذٰلِكَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ام سلیم کی بات سن کر حضرت عائشہ نے ان سے کہا تم پر افسوس ہے کیا عورت بھی اس قسم کے خواب دیکھتی ہے۔

۶۲۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ وَسَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ كُرَيْبٍ قَالَ سَهْلٌ نَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورت کو احتلام ہو اور وہ منی بھی دیکھے تو کیا اس

عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ مُسَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ إِذَا احْتَلَمَتْ وَأَبْصَرَتِ الْمَاءَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَرِبَتْ يَدَاكِ وَأُلَّتْ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعِيهَا وَهَلْ يَكُونُ الشَّبَهُ إِلَّا مِنْ قِبَلِ ذٰلِكَ إِذَا عَلَا مَاؤُهَا مَاءَ الرَّجُلِ أَشْبَهَ الْوَلَدُ أَخْوَالَهُ وَإِذَا عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَهَا أَشْبَهَ أَعْمَامَهُ.

پر غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت سے کہا تمہارے ہاتھ خاک آلود اور زخمی ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس کو چھوڑو! اولاد کی مشابہت اسی وجہ سے ہوتی ہے جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر مرد کا پانی عورت پر غالب آجائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ صِفَةِ مَنِيِّ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِمَا

مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے

۶۲۳ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو تَوْبَةَ وَهُوَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي أَخَاهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَسْمَاءَ الرَّحَبِيُّ أَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ حِبْرٌ مِنْ أَحْبَارِ الْيَهُودِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ فَدَفَعْتُهُ دَفْعَةً كَادَ يُصْرَعُ مِنْهَا فَقَالَ لِمَ تَدْفَعُنِي فَقُلْتُ أَلَا تَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ إِنَّمَا نَدْعُوهُ بِاسْمِهِ الَّذِي سَمَّاهُ بِهِ أَهْلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اسْمِي مُحَمَّدٌ الَّذِي سَمَّانِي بِهِ أَهْلِي فَقَالَ الْيَهُودِيُّ جِئْتُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنْفَعُكَ شَيْءٌ إِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ فَنَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُودٍ مَعَهُ فَقَالَ سَلْ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ أَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا، علماء یہود میں سے ایک عالم حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا "السلام علیک یا محمد" میں نے اس کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ گرتے گرتے بچا۔ کہنے لگا تم نے مجھے کیوں دھکا دیا ہے؟ میں نے کہا تم نے یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا؟ کہنے لگا ہم ان کو اسی نام سے پکارتے ہیں جو نام ان کے گھر والوں نے رکھا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر والوں نے جو میرا نام رکھا ہے وہ محمد ہی ہے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے کچھ سوال کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تم کو کچھ بتلا دوں تو تم کو کچھ فائدہ پہنچے گا؟ اس نے کہا میں غور سے آپ کی بات سنوں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک تنکے سے زمین کرید رہے تھے آپ نے فرمایا "پوچھو"، یہودی کہنے لگا جب زمین اور آسمان بدل چکے ہوں گے اس وقت لوگ

وَالسَّمٰوٰتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ فِي الظُّلْمَةِ دُوْنَ الْجِسْرِ قَالَ فَمَنْ اَوَّلُ النَّاسِ اِجَازَةً قَالَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ الْيَهُوْدِيُّ فَمَا تُحْفَتُهُمْ حِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَالَ زِيَادَةُ كَبِدِ النُّوْنِ قَالَ فَمَا غِذَآؤُهُمْ عَلٰى اِثْرِهَا قَالَ يُنْحَرُ لَهُمْ ثَوْرُ الْجَنَّةِ الَّذِيْ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ اَطْرَافِهَا قَالَ فَمَا شَرَابُهُمْ عَلَيْهِ قَالَ مِنْ عَيْنٍ فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ وَجِئْتُ اَسْاَلُكَ عَنْ شَيْءٍ لَا يَعْلَمُهٗ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ رَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ قَالَ يَنْفَعُكَ اِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ اَسْمَعُ بِاُذُنَيَّ قَالَ جِئْتُ اَسْاَلُكَ عَنِ الْوَلَدِ قَالَ مَآءُ الرَّجُلِ اَبْيَضُ وَمَآءُ الْمَرْاَةِ اَصْفَرُ فَاِذَا اجْتَمَعَا فَعَلَا مَنِيُّ الرَّجُلِ مَنِيَّ الْمَرْاَةِ اَذْكَرَا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاِذَا عَلَا مَنِيُّ الْمَرْاَةِ مَنِيَّ الرَّجُلِ اٰنَثَا بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ الْيَهُوْدِيُّ لَقَدْ صَدَقْتَ وَاِنَّكَ لَنَبِيٌّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَهَبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَاَلَنِيْ هٰذَا عَنِ الَّذِيْ سَاَلَنِيْ عَنْهُ وَمَا لِيْ عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِّنْهُ حَتّٰى اَتَانِيَ اللّٰهُ بِهٖ۔

۶۲۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ

کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اندھیرے میں پل صراط کے قریب ہوں گے۔ اس نے پوچھا سب سے پہلے پل صراط سے کون گزرے گا؟ آپ نے فرمایا فقراء مہاجرین، اس نے پوچھا وہ جنت میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے انھیں کیا کھلایا جائیگا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا، اس نے پوچھا اس کے بعد انھیں کیا کھلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرا کرتا تھا۔ اس نے پوچھا اس کے بعد انھیں کیا پلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا انھیں سلسبیل نامی ایک چشمے سے پانی پلایا جائیگا۔ اس یہودی عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا، لیکن میں آپ سے وہ بات پوچھنے آیا ہوں جس کو روئے زمین پر نبی کے سوا صرف ایک یا دو آدمی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تم کو وہ بات بتلاؤں تو تم کو فائدہ پہنچے گا؟ اس نے کہا میں غور سے سنوں گا، اس نے کہا میں آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مرد کا پانی سفید اور عورت کا پانی زرد رنگ کا ہوتا ہے جب یہ دونوں پانی جمع ہوجاتے ہیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہوجائے تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہوجائے تو اللہ کے حکم سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا بلاشبہ آپ نے سچ فرمایا اور آپ حقیقۃً اللہ کے نبی ہیں، پھر وہ یہودی چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جن چیزوں کے بارے پوچھا میں ان کی طرف متوجہ نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کی طرف متوجہ کر دیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کرکے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

قَاعِدًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ زَائِدَةُ كَبِدِ النُّوْنِ وَقَالَ اَذْكَرَ وَاٰنَثَ وَ لَمْ يَقُلْ اَذْكَرَا اَوْ اٰنَثَا۔

بَابُ صِفَةِ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کا طریقہ

۶۲۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَاُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهِ عَلٰى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّاُ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يَاْخُذُ الْمَآءَ فَيُدْخِلُ اَصَابِعَهُ فِيْ اُصُوْلِ الشَّعْرِ حَتّٰى اِذَا رَاٰى قَدِ اسْتَبْرَاَ حَفَنَ عَلٰى رَاْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر استنجاء کرتے اس کے بعد مکمل وضو کرتے پھر پانی لے کر سر پر ڈالتے اور انگلیوں کی مدد سے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے پھر جب دیکھتے کہ سر صاف ہو گیا ہے تو تین مرتبہ سر پہ پانی ڈالتے، پھر تمام بدن پر پانی ڈالتے اور پھر پیر دھو لیتے۔

۶۲۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمْ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بعد میں پیروں کے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۲۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَدَاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ غَسْلَ الرِّجْلَيْنِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کی ابتداء دونوں ہاتھ دھونے سے کی . . . . اس روایت میں بھی پیروں کے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۲۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَاَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ تَوَضَّاَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو تین بار دھو لیتے پھر اس کے بعد مکمل وضو فرماتے۔

مِثْلَ وُضُوْئِهٖ لِلصَّلٰوةِ۔

۶۳۰ - وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ اَدْنَيْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلَهٗ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ اَفْرَغَ بِهٖ عَلٰى فَرْجِهٖ وَغَسَلَهٗ بِشِمَالِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْاَرْضَ فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيْدًا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلٰثَ حَفَنَاتٍ مِلْءَ كَفِّهٖ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى عَنْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ بِالْمِنْدِيْلِ فَرَدَّهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے لیے پانی رکھا، پہلے آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا دو یا تین بار، پھر برتن سے پانی لے کر بائیں ہاتھ سے استنجا کیا، پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب صاف کیا، پھر مکمل وضو کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر تین مرتبہ سر پہ پانی ڈالا، پھر تمام بدن کو دھویا، پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر پیروں کو دھویا، پھر میں آپ کے لیے تولیہ لے کر آئی لیکن آپ نے واپس کر دیا۔

۶۳۱ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَالْاَشَجُّ وَاِسْحٰقُ كُلُّهُمْ عَنْ وَكِيْعٍ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمَا اِفْرَاغُ ثَلٰثِ حَفَنَاتٍ عَلَى الرَّاْسِ وَفِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ وَصْفُ الْوُضُوْءِ كُلِّهٖ يَذْكُرُ الْمَضْمَضَةَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ فِيْهِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ ذِكْرُ الْمِنْدِيْلِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت وکیع سے بھی مروی ہے اس میں ناک اور منہ میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے اور معاویہ سے بھی مروی ہے اور اس میں تولیہ کا ذکر نہیں ہے۔

۶۳۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمِنْدِيْلٍ فَلَمْ يَمَسَّهٗ وَجَعَلَ يَقُوْلُ بِالْمَاءِ هٰكَذَا يَعْنِيْ يَنْفُضُهٗ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تولیہ لایا گیا تو آپ نے نہیں لیا اور ہاتھوں سے پانی کو بدن سے جھاڑتے گئے۔

۶۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ کرتے تو (دودھ دان کی قسم کا) ایک برتن منگاتے پھر

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ دَعَا بِشَیْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَاَخَذَ بِکَفِّہٖ بَدَءَ بِشِقِّ رَاْسِہِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ الْاَیْسَرِ ثُمَّ اَخَذَ بِکَفَّیْہِ فَقَالَ بِہِمَا عَلٰی رَاْسِہٖ ۔

اس سے پانی لے کر پہلے سر کی دائیں جانب دھوتے، پھر بائیں جانب پھر دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر سر پر بہاتے۔

وضوء کے مسائل

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

وضوء اور غسل کو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے مستحب ہیں اور اگر ان پر نجاست لگی ہو تو پھر ہاتھ دھونے واجب ہیں، غسل سے پہلے وضوء کرنا سنت ہے، بعض اوقات آپ وضوء کے ساتھ پیر دھو لیتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں ہے اور بعض اوقات غسل کرنے کے بعد پیر دھوتے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر جگہ صاف ہو تو پیر پہلے دھوئیں ورنہ بعد میں، سر اور داڑھی میں خلال کرنا چاہیے ہمارے نزدیک یہ غسل میں واجب اور وضوء میں سنت ہے، دونوں ہاتھوں سے چلو کر کے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالنا چاہیے، جسم کو ملنا مستحب ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں ناک میں پانی ڈالنا اور غرارے کرنا مشروع ہے، فقہاء احناف کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وان کنتم جنبا فاطھروا۔ (مائدۃ: ۶)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح اپنے بدن کو پاک کرو۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کو پاک کیا جائے اور بدن ناک اور منہ کو بھی شامل ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو مٹی یا دیوار سے رگڑ کر صاف کرتے (اس میں صابن سے غسل کرنے کی اصل ہے) غسل پردے میں کرنا چاہیے خواہ گھر میں غسل کیا جائے، غسل کا سامان منگوانے میں کسی سے مدد لینا جائز ہے، اور بیوی کا خاوند کی خدمت کرنا مشروع ہے، تولیہ کے استعمال میں کئی قول ہیں، علامہ تیمی نے کہا حضرت میمونہ کا تولیہ پیش کرنا اس کی دلیل ہے کہ آپ نہانے کے بعد تولیہ استعمال کرتے تھے، اور اس وقت کسی وجہ سے تولیہ ترک کر دیا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تولیہ اس لیے واپس کیا ہو کہ اس کو سنت لازم نہ سمجھ لیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت بدن کو ٹھنڈا رکھنا مقصود ہو اس لیے تولیہ کی ضرورت نہ ہو کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضوء کے بعد منہ پونچھتے تھے، امام نسائی نے روایت کیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رومال یا کپڑا تھا جس سے آپ وضوء کے بعد منہ پونچھتے تھے۔ [1]

بَابُ الْقَدْرِ الْمُسْتَحَبِّ مِنَ الْمَآءِ فِیْ غُسْلِ الْجَنَابَۃِ وَغُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ مِنْ اِنَآءٍ وَّاحِدٍ فِیْ حَالَۃٍ وَّاحِدَۃٍ وَّغُسْلِ اَحَدِھِمَا بِفَضْلِ الْاٰخَرِ

غسل جنابت کے لیے پانی کی مستحب مقدار شوہر اور زوجہ کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۵ - ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۶۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ هُوَ الْفَرَقُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے لیے ایسا برتن استعمال کرتے تھے جس میں تین صاع (ساڑھے تیرہ لیٹر) پانی آتا تھا۔

۶۳۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا ثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَحِ وَهُوَ الْفَرَقُ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ سُفْيَانُ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں تین صاع (ساڑھے تیرہ لیٹر) پانی کی مقدار کے ایک برتن سے میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اکٹھے غسل کرتے۔

۶۳۶۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْرِ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ وَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کتنے پانی سے کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی منگایا اور اپنے اور ہمارے درمیان پردہ ڈال کر غسل کرنے لگیں، آپ نے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں، یہاں تک کہ وہ صرف کندھوں کے برابر رہ جاتے تھے۔

۶۳۷۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ بَدَأَ بِيَمِينِهِ فَصَبَّ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو دائیں ہاتھ کو پانی سے دھو کر غسل کی ابتداء کرتے پھر دائیں ہاتھ سے نجاست پر پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے اس کو صاف کرتے، اور اس عمل سے فارغ ہو کر

فَغَسَلَهَا ثُمَّ صَبَّ الْمَاءَ عَلَى الْأَذَى الَّذِي بِهِ بِيَمِينِهِ وَغَسَلَ عَنْهُ بِشِمَالِهِ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ ذَلِكَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَنَحْنُ جُنُبَانِ۔

سر پر پانی ڈالتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مل کر ایک برتن سے غسل کرتے، اور ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔

٦٣٨۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَتْ تَحْتَ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ يَسَعُ ثَلَاثَةَ أَمْدَادٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں چار لیٹر کے قریب ایک برتن سے پانی لے کر وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کیا کرتے تھے۔

٦٣٩۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے باری باری پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

٦٤٠۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَاحِدٍ فَيُبَادِرُنِي حَتَّى أَقُولَ دَعْ لِي دَعْ لِي قَالَتْ وَهُمَا جُنُبَانِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر جنابت کا غسل کرتے، حضور مجھ سے پہلے پانی لے لیتے اور میں کہتی میرے لیے بھی تو چھوڑیے میرے لیے بھی تو چھوڑیے۔

٦٤١۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي مَيْمُونَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔

٦٤٢۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَكْبَرُ عِلْمِي وَالَّذِي يَخْطُرُ عَلَى بَالِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرتے تھے۔

أَنَّ أَبَا الشَّعْثَاءِ أَخْبَرَنِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَيْمُونَةَ۔

۶۴۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ كَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

۶۴۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَاكِيكَ وَيَتَوَضَّأُ بِمَكُّوكٍ وَقَالَ ابْنُ مُثَنَّى بِخَمْسِ مَكَاكِيَّ وَقَالَ ابْنُ مُعَاذٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنَ جَبْرٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (تقریباً) پونے سات لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے اور تقریباً ایک لیٹر پانی سے وضوء کرتے تھے۔

۶۴۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ ابْنِ جَبْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوا لیٹر پانی کی مقدار سے وضوء کرتے اور (تقریباً) سات لیٹر پانی سے غسل کرتے۔

۶۴۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ أَبُو كَامِلٍ نَا بِشْرٌ قَالَ نَا أَبُو رَيْحَانَةَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغَسِّلُهُ الصَّاعُ مِنَ الْمَاءِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيُوَضِّئُهُ الْمُدُّ۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (تقریباً) ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کرلیتے۔ اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۴۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَطَهَّرُ بِالْمُدِّ۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی رسول نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت

حدیث نمبر ٦٣٥ میں ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر اکٹھے غسل کرتے تھے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں وضو کے لیے ایک لیٹر پانی کافی ہے اور غسل کے لیے چار لیٹر پانی کافی ہے حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو ایک ساتھ غسل کرتے تھے تو وہ کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مولی عائشۃ قالت ما رایت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط۔[1]	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

ملا علی قاری اور علامہ مناوی نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے:

وجاء فی روایۃ عنہا ایضا ما رایت منہ ولا رای منی یعنی الفرج[2]	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے میں نے کبھی حضور کی شرمگاہ دیکھی نہ آپ نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی۔

کیونکہ عورت کا پورا جسم واجب الستر ہوتا ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لباس پہن کر غسل کرتی تھیں۔

بعض احادیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور جب حضرت عائشہ اور حضور ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں گے تو لازم آئے گا کہ جس برتن سے حضرت عائشہ نے پانی لیا ہو اس کے بعد آپ اسی برتن سے پانی لیں، اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا لازم آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا تنزیہہ کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کرکے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب

حدیث نمبر ٦٣٦ میں ہے دو

آدمیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھی تو آپ نے ساڑھے چار لیٹر پانی منگایا اور حجاب کے پیچھے ان کو غسل کرکے دکھا دیا۔

اس حدیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ اجنبی مرد حضرت عائشہ سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو غسل کرکے دکھا دیتی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرد اجنبی نہ تھے،

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ، جامع ترمذی ص ١٧١ ٥٩، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ، جمع الوسائل ج ٢ ص ٢١٧، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

ان میں سے ابو سلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھتیجے تھے اور دوسرے عبد اللہ بن یزید آپ کے رضاعی بھائی تھے، غرض دونوں محرم تھے، آپ نے حجاب کی اوٹ میں غسل کیا، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ازواج مطہرات کپڑوں کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو شرح صدر ہو جائے کہ اتنی مقدار پانی غسل کے لیے کافی ہوتا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں نے سر اور جسم کے اس بالائی حصہ میں غسل کا عمل دیکھا، جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز ہے اور اگر انھوں نے اس عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو حضرت عائشہ کے پانی منگانے اور ان کی موجودگی میں غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا، حضرت عائشہ نے ستر کا انتظام سر اور چہرے کے نچلے حصہ کے لیے کیا تھا جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عملی طور پر بھی کسی چیز کی تعلیم دینا جائز ہے کیونکہ قولاً تعلیم کی بہ نسبت عملاً تعلیم ذہن میں زیادہ راسخ ہوتی ہے۔ بعض علماء (حافظ عسقلانی) نے کہا ہے کہ ان کا سوال غسل کی کیفیت اور غسل میں پانی کی مقدار دونوں سے متعلق تھا، حضرت عائشہ نے دونوں چیزوں کی رہنمائی کی، سر پر پانی بہا کر غسل کی کیفیت کو بتایا اور ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی سے غسل کر کے یہ بتا دیا کہ پانی کی اتنی مقدار غسل کے لیے کافی ہے۔ [1]

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج سر کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ وفرہ کی مقدار رہ جاتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

وفرہ، لمہ سے بڑے بال ہوتے ہیں اور لمہ کندھوں تک ہوتے ہیں، یہ امام لغت اصمعی کا قول ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عرب کی خواتین میں لمبے بالوں کی چوٹیاں اور مینڈھیاں رکھنے کا معمول تھا، اور شاید نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیونکہ انھوں نے آپ کے وصال کے بعد زینت کو ترک کر دیا تھا اور وہ لمبے بال رکھنے سے مستغنی ہو گئیں تھیں، دوسرے علماء نے لکھا ہے بلکہ اس عمل کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہونا متعین ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کو کچھ کاٹ کر تخفیف کر سکتی ہیں۔ [2]

اس حدیث اور علامہ نووی کی اس شرح کی وجہ سے بعض علماء موجودہ زمانہ میں عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کے طریقہ کو جائز کہتے ہیں، ہمارے نزدیک ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو عبد اللہ بن محمد کی سند سے روایت کیا ہے [3] اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ "ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں" ثانیاً

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸ - ۱۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم نے اس حدیث کو عبید اللہ بن معاذ عنبری کی سند سے روایت کیا ہے جس میں یہ اضافہ ہے، اور ہر چند کہ بعض محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، تاہم امام ابن معین کی ان کے متعلق رائے یہ ہے:

ابن معینہ وشباب وعبید اللہ بن معاذ لیسوا اصحاب حدیث لیسوا بشیء۔[۱]

ابن معینہ، شباب، اور عبید اللہ بن معاذ عنبری۔ اصحاب حدیث نہیں ہیں، یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

ثالثاً ازواج مطہرات سر کے بال کٹوا کر بھی کندھوں سے نیچے تک بال رکھتی تھیں اور ان کا بال کٹوانا ترک زینت کے لیے تھا، اور اس زمانہ میں عورتوں کے بال کٹوانا حصول زینت کے لیے ہوتا ہے اور ان کے بال کندھوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ رابعاً اس زمانہ میں عورتیں جس قدر بال کٹوا کر کم کرا لیتی ہیں اس سے ان کے بال مردوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبہین من الرجال بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال۔[۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد،[۳] امام ترمذی،[۴] امام ابن ماجہ[۵] اور امام احمد[۶] نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بال کٹانا اتنی مقدار پر محمول ہے جس سے مردوں کی مشابہت نہ ہو، علاوہ ازیں یہ عمل انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے اجتہاد سے ترک زینت کے لیے کیا تھا، ان کے اس عمل کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید اور توثیق حاصل نہیں ہے اور جس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ حدیث مقدم ہے اس لیے فیشن اور حصولِ زینت کے لیے عورتوں کا سر کے بال کٹا کر مردوں کی مشابہت کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ۱۱۹ اِسْتِحْبَابِ اِفَاضَةِ الْمَآءِ عَلَی الرَّاْسِ وَغَیْرِہٖ ثَلَاثًا غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ہند، ۱۳۲۶ھ

[۲] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[۳] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[۴] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۵] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[۶] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۴/۳۳۹/۳۳۰، ج ۲ ص ۲۸۷، ۲۰۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

٦٤٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أَغْسِلُ رَأْسِي بِكَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ أَكُفٍّ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غسل کے بارے میں بحث کرنے لگے ایک شخص نے کہا کہ میں تو اس طرح اپنے سر کو دھوتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈالتا ہوں۔

٦٤٩ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

٦٥٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمٰعِيلُ بْنُ سَالِمٍ قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ أَرْضَنَا أَرْضٌ بَارِدَةٌ فَكَيْفَ بِالْغُسْلِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ سَالِمٍ فِي رِوَايَتِهِ ثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بِشْرٍ وَقَالَ إِنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، وفد ثقیف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہمارا علاقہ بہت ٹھنڈا ہے ہم غسل کیسے کیا کریں؟ آپ نے فرمایا میں تو سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

٦٥١ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ قَالَ ثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةٍ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ إِنَّ شَعْرِي كَثِيرٌ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَأَطْيَبَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے، ان سے حسن بن محمد نے کہا میرے بال تو بہت زیادہ ہیں، حضرت جابر کہتے ہیں میں نے کہا اے میرے بھتیجے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال تمہارے بالوں سے زیادہ لمبے اور پاکیزہ تھے۔

ف: اس باب کی احادیث میں علمی مسائل میں بحث اور مناظرہ کا ثبوت ہے، اور امام اور استاذ کے سامنے اس

کے شاگردوں کے بحث کرنے کا بیان ہے، نیز ان احادیث میں غسل کے وقت سر پر تین بار پانی ڈالنے کا بیان ہے اور ہمارے فقہاء نے اس پر قیاس کر کے تمام بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالنے کو لاحق کیا ہے، نیز جب وضوء میں اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے تو غسل میں تمام بدن کو تین بار دھونا بطریق اولیٰ مستحب ہونا چاہیے۔

بَابٌ ۱۳ حُكْمِ ضَفَائِرِ الْمُغْتَسِلَةِ

غسل میں مینڈھیوں کا حکم

۶۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِيْ أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيْكِ أَنْ تَحْثِيَ عَلٰى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيْضِيْنَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِيْنَ ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سر پر بہت کس کر مینڈھیاں باندھتی ہوں کیا میں غسل جنابت کے لیے انھیں کھول لیا کروں، آپ نے فرمایا: نہیں۔ تمہارے لیے سر پر صرف تین چلو پانی بہا لینا کافی ہے۔ پھر اپنے تمام بدن پہ پانی بہا لینا تو تم پاک ہو جاؤ گی۔

---

۶۵۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ أَيُّوْبَ ابْنِ مُوْسٰى فِيْ هٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَفَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے مگر اس میں حیض اور جنابت کا ذکر ہے۔

---

۶۵۴ - وَحَدَّثَنِيْهِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِيْ ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ نَا أَيُّوْبُ ابْنُ مُوْسٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَفَأَحُلُّهُ فَأَغْسِلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَيْضَةَ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے اس میں غسل جنابت میں مینڈھیاں کھولنے کا ذکر ہے حیض کا ذکر نہیں ہے۔

---

۶۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ يَحْيٰى أَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا عبداللہ بن عمر پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں

يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوْسَهُنَّ فَقَالَتْ يَا عَجَبًا لِابْنِ عُمَرَ هٰذَا يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوْسَهُنَّ أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوْسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَمَا أَزِيْدُ عَلٰى أَنْ أُفْرِغَ عَلٰى رَأْسِيْ ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ۔

کہ غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ عورتوں کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے! حالانکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتی تھی اور اپنے بالوں پر صرف تین بار پانی ڈالتی تھی۔

ف: جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے لیے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔

بَابُ ۱۲ اِسْتِحْبَابِ اِسْتِعْمَالِ الْمُغْتَسِلَةِ مِنَ الْحَيْضِ فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فِيْ مَوْضِعِ الدَّمِ

حائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خوشبو لگانے کا استحباب

۶۵۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا قَالَ فَذَكَرَتْ أَنَّهُ عَلَّمَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرِيْ بِهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاسْتَتَرَ وَأَشَارَ لَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِيَدِهِ عَلٰى وَجْهِهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ وَعَرَفْتُ مَا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ تَتَبَّعِيْ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ فِيْ رِوَايَتِهِ فَقُلْتُ تَتَبَّعِيْ بِهَا آثَارَ الدَّمِ۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ حیض کے بعد کس طرح غسل کرے؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور نے اس کو طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ غسل کے بعد مشک لگا ہوا ایک کپڑا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے وہ کہنے لگی کیسے پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا اس سے پاکیزگی حاصل کرو، اس نے کہا کیسے؟ آپ نے سبحان اللہ فرما کر شرم سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھایا اور کہا مشک لگے ہوئے اس کپڑے سے خون کے آثار مٹا دو۔

۶۵۷۔ حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کس طرح غسل کرے؟

كَيْفَ أَغْتَسِلُ عِنْدَ الطُّهْرِ فَقَالَ خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِي بِهَا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُفْيَانَ.

آپ نے فرمایا کسی کپڑے پر مشک لگا کر پاکیزگی حاصل کرو، اس کے بعد بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

٦٥٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ تُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيضِ فَقَالَ تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيدًا حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَتْ أَسْمَاءُ وَكَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِينَ بِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَأَنَّهَا تُخْفِي ذٰلِكَ تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ وَسَأَلَتْهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تُفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حیض کے بعد غسل کس طرح کیا جائے؟ آپ نے فرمایا پہلے پانی کو بیری کے پتوں کے ساتھ ملا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے پھر اچھی طرح وضو کرے، پھر تین بار اپنے سر پہ پانی ڈالے اور سر کو خوب مل کر دھوئے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر اپنے بدن پر پانی ڈالے پھر ایک کپڑے میں مشک لگا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے حضرت اسماء نے کہا کس طرح پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس سے پاکیزگی حاصل کرو پھر حضرت عائشہ نے چپکے سے حضرت اسماء کو بتلایا مشک لگا ہوا کپڑا لے کر اس سے خون کا اثر مٹاؤ، پھر حضرت اسماء نے حضور سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا پہلے پانی لے کر وضو کرو، پھر تین بار اپنے سر پہ اچھی طرح سے پانی ڈالو حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی بہاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انصاری عورتیں بھی کیا خوب تھیں وہ دینی مسائل معلوم کرنے میں حیا نہیں کرتی تھیں۔

٦٥٩ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِي بِهَا وَاسْتَتَرَ.

امام مسلم ایک اور سند سے یہ روایت بیان کرتے ہیں جس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔

٦٦٠ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ شَكَلٍ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت شکل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور پوچھا حیض سے پاکیزگی کے لیے ہم کس طرح غسل کریں؟ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْمَحِيضِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَلَا يَذْكُرُ فِيهِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ۔

ف: اس باب کی احادیث سے مراد یہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ حیض سے غسل کرنے والی عورت مشک (یا کوئی اور خوشبو) لے کر روئی یا کسی نرم کپڑے میں رکھے اور غسل کرنے کے بعد اس کو اپنی فرج میں رکھ لے، نفاس سے غسل کرنے والی عورت کے لیے بھی یہ مستحب ہے، جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مشک کے استعمال سے مراد کسی خوشبو کو استعمال کرنا ہے تاکہ بدبو زائل ہو جائے، یہ عمل ہر حائضہ کے لیے مستحب ہے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

بَابُ ۱۲۲ الْمُسْتَحَاضَةِ وَغُسْلِهَا وَصَلٰوتِهَا

مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام

۶۶۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جبیش نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ! میں حائضہ رہتی ہوں (یعنی ہر وقت ماہواری کا خون جاری رہتا ہے) اور کبھی پاک نہیں رہتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک رگ سے خون نکلتا ہے، حیض نہیں ہے۔ جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دو۔

۶۶۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ وَإِسْنَادِهِ وَفِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ عَنْ جَرِيرٍ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَسَدٍ وَهِيَ امْرَأَةٌ مِنَّا وَفِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ زِيَادَةُ حَرْفٍ تَرَكْنَا ذِكْرَهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور بتلایا کہ اس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔

۶۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتِ اسْتَفْتَتْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ہر وقت حیض آتا ہے۔ آپ

أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَقَالَ إِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي ثُمَّ صَلِّي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قَالَ اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَلٰكِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَتْهُ هِيَ وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهِ ابْنَةُ جَحْشٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أُمَّ حَبِيبَةَ۔

نے فرمایا یہ ایک رگ ہے جس سے خون نکلتا ہے، غسل کرو اور نماز پڑھ لو، وہ ہر نماز کے بعد غسل کیا کرتی تھیں بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت جحش کو ہر نماز کے وقت غسل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ وہ خود ایسا کرتی تھیں اور بعض روایا میں بنت جحش کا ذکر ہے، حضرت ام حبیبہ کا نام نہیں ہے۔

۶۶۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِرْكَنٍ فِي حُجْرَةِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتّٰى تَعْلُوَ حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثْتُ ذٰلِكَ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَقَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ هِنْدًا لَوْ سَمِعَتْ بِهٰذِهِ الْفُتْيَا وَاللّٰهِ إِنْ كَانَتْ لَتَبْكِي لِأَنَّهَا كَانَتْ لَا تُصَلِّي

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہم شیر نسبتی ام حبیبہ بنت جحش جو حضرت عبدالرحمن بن عوف کی منکوحہ تھیں، ان کو سات سال سے مسلسل حیض آرہا تھا، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس صورت کا حکم معلوم کیا۔ آپ نے فرمایا یہ خون ہے لیکن یہ ایک رگ سے نکلتا ہے، غسل کر کے نماز پڑھ لیا کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر میں ایک برتن میں بیٹھ کر غسل کرتیں تو خون کی سرخی پانی کے اوپر آجاتی، ابن شہاب نے یہ حدیث ابوبکر سے بیان کی انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہند پر رحم فرمائے کاش وہ یہ فتویٰ سن لیتیں لہٰذا وہ اس بات پر روتی تھیں کہ وہ اس حالت میں نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

۶۶۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ أَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتِ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، ان کو سات سال سے حیض آرہا تھا۔ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

إِلَى قَوْلِهِ تَعْلُو حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

٦٦٦۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَةَ جَحْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ سَبْعَ سِنِينَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا، اس سند کے ساتھ بھی اس قسم کی روایت منقول ہے

٦٦٧۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان کے نہانے کا برتن خون سے بھرا ہوا دیکھا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے دن تم کو حیض آتا تھا ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھو۔

٦٦٨۔ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ قُرَيْشٍ التَّمِيمِيُّ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ شَكَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کی زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خون آنے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ جتنے دن تم کو حیض آتا تھا ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کرو، وہ ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں۔

ف: اس باب کی احادیث میں نجاست کو زائل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ خون نجس ہے، اور خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس باب کی احادیث احناف کے مسلک پر قوی حجت ہیں۔

بَابُ ١٢٣ وُجُوبِ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُوْنَ الصَّلٰوةِ

حائضہ پر نماز کی قضاء نہیں صرف روزہ کی قضاء ہے۔

٦٦٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مُعَاذَةَ ح قَالَ وَ

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ماہواری کے ایام میں

حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَتَقْضِي إِحْدَانَا الصَّلٰوةَ أَيَّامَ مَحِيضِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ.

بھی نماز قضاء کرنی چاہیے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہیں تم حروریہ (خوارج میں سے) تو نہیں ہو! ہم ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ماہواری آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز قضاء کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

۶۷۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كُنَّ نِسَاءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِضْنَ أَفَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَجْزِينَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ يَعْنِي يَقْضِينَ.

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ایام حیض میں نماز قضاء کرنی چاہیے؟ حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تم حروریہ ہو؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج حائضہ ہوتی تھیں، تو کیا حضور ان کو نماز قضاء کرنے کا حکم دیتے تھے!

۶۷۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ وَلٰكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ.

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ حائضہ عورت روزہ تو قضاء کرتی ہے نماز قضاء نہیں کرتی؟ حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تم حروریہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں حروریہ نہیں ہوں محض جاننا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا حیض کے ایام میں ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم تو دیا جاتا تھا اور نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

ف: یہ حکم متفق علیہ ہے، تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضاءً واجب ہے اور نماز کی قضاء واجب نہیں ہے علماء نے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، اس کے برعکس روزے صرف سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔

بَابُ ۱۳۲ تَسَتُّرِ الْمُغْتَسِلِ بِثَوْبٍ وَّنَحْوِهٖ

پردہ کی اوٹ میں غسل کرنا

۶۷۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ پکڑ رکھا تھا، اور رسول اللہ صلے اللہ

وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدَتْهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ۔

علیہ وسلم اس کی اوٹ میں نہا رہے تھے۔

٦٧٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِيْ طَالِبٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِأَعْلٰى مَكَّةَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى غُسْلِهِ فَسَتَرَتْ عَلَيْهِ فَاطِمَةُ ثُمَّ أَخَذَ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ سُبْحَةَ الضُّحٰى۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کے بلند حصے میں تھے اور غسل کرنا چاہتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کی اوٹ کی غسل کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹا اور چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

٦٧٤۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ فَسَتَرَتْهُ ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا اغْتَسَلَ أَخَذَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانِيَ سَجَدَاتٍ وَذٰلِكَ ضُحًى۔

امام مسلم اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے چادر سے پردہ ڈالا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، پھر ایک کپڑا لپیٹ کر چاشت کی آٹھ رکعات پڑھیں۔

٦٧٥۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مُوْسَى الْقَارِيُّ قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً وَسَتَرْتُهُ فَاغْتَسَلَ۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا، پردہ ڈالا، پھر آپ نے غسل فرمایا۔

ف: اس باب کی احادیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان محرم کی موجودگی میں پردہ کی اوٹ میں نہا سکتا ہے۔ اور اپنی بیٹی سے خدمت لے سکتا ہے، اور ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ چاشت کی نماز سنت ہے اور اس کی آٹھ رکعات ہیں۔

بَابُ ۱۲۵ تَحْرِيْمِ النَّظَرِ إِلَى الْعَوْرَاتِ

پرائی شرم گاہ دیکھنے کی حرمت

٦٧٦۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے، اور دو مرد برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں نہ لیٹیں، نہ دو عورتیں برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں لیٹیں

عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ۔

٦٧٧۔ وَحَدَّثَنِيهِ هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا ثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا مَكَانَ عَوْرَةِ عُرْيَةِ الرَّجُلِ وَعُرْيَةِ الْمَرْأَةِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ مروی ہے۔

محارم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرمگاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے شرعی احکام

مرد کا مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے اور عورت کا عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح مرد کا اجنبی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اور عورت کا اجنبی مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے البتہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھ سکتے ہیں اور مخصوص شرمگاہ کو دیکھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کے تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا ہر ایک کے لیے مکروہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا حرام ہے، تیسرا یہ ہے کہ مرد کے لیے حرام ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے اور عورت کی باطن فرج کو دیکھنا شدید مکروہ ہے۔

مرد کے لیے اپنی محرم عورتوں کو دیکھنے کے متعلق حکم یہ ہے کہ عام حالات میں کام کاج اور خدمت کے وقت جتنا جسم دکھائی دیتا ہے اتنا جسم دیکھ سکتا ہے (یعنی چہرہ، ہاتھ اور پیر) اسی طرح عورت کے لیے اپنے محرم مرد کو دیکھنے کا حکم ہے، ناف اور گھٹنے کے درمیان جسم کو کسی کے لیے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

مرد کے لیے اجنبی عورت کے پورے بدن کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح عورت کے لیے اجنبی مرد کے پورے بدن کو دیکھنا حرام ہے، خواہ وہ ایک دوسرے کو شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے، یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی ضرورت شرعیہ نہ ہو، لیکن جب کوئی ضرورت شرعیہ ہو، مثلاً خرید و فروخت، علاج اور شہادت کے وقت اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اس حالت میں بھی شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے، تنہائی میں کسی شخص کا ضرورت کی وجہ سے اپنی شرمگاہ کو برہنہ کرنا جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے۔[1]

ستر اور حجاب کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

بَابٌ ١٣٦ جَوَازِ الِاغْتِسَالِ عُرْيَانًا فِي الْخَلْوَةِ

تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز

٦٧٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١٥٤، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ ھ

قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ يَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى سَوْءَةِ بَعْضٍ وَكَانَ مُوْسٰى يَغْتَسِلُ وَحْدَهٗ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوْسٰى اَنْ يَّغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّهٗ اٰدَرُ قَالَ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ قَالَ فَجَمَحَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِثْرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ حَجَرُ ثَوْبِيْ حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ اِلٰى سَوْءَةِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَاْسٍ فَقَامَ الْحَجَرُ حَتّٰى نُظِرَ اِلَيْهِ قَالَ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ بِالْحَجَرِ نَدَبٌ سِتَّةٌ اَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبُ مُوْسٰى بِالْحَجَرِ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل برہنہ غسل کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھتے رہتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام الگ جاکر تنہائی میں غسل کیا کرتے تھے۔ بنو اسرائیل نے کہا قسم بخدا موسیٰ کے تنہائی میں نہانے کی صرف یہ وجہ ہے کہ ان کو ہرنیا کی بیماری ہے، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے گئے اور کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور کہنے لگے اے پتھر میرے کپڑے دو، اے پتھر میرے کپڑے دو، یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سراپا کو دیکھ لیا اور کہنے لگے خدا کی قسم موسیٰ میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس وقت پتھر کھڑا ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دیکھا اپنے کپڑے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے چھ یا سات نشان تھے۔

تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کو یہ اطمینان ہو کہ اس کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، تو وہ تنہائی میں برہنہ غسل کر سکتا ہے، اور دوا اور علاج کی ضرورت سے انسان کسی اجنبی کی شرمگاہ کو دیکھ سکتا ہے، اور ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے کہ پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے پتھر میں نشان پڑ گئے، اور ان میں یہ دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام صورت اور سیرت کے اعتبار سے مخلوق میں کامل ترین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عیوب اور نقائص سے پاک رکھتا ہے، اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقاضائے بشریت سے پتھر پر ضرب لگائی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ عام انسانوں کے حق میں بھی شرم گاہ کھولنا حرام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سب کچھ کیسے صادر ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری شریعت ہے ان کی شریعت میں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ غسل کرنا جائز تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا کی وجہ سے تنہائی میں غسل کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص تنہائی میں برہنہ ہو سکتا ہے

آپ نے فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے ۔ [1]

بَابُ ۱۲۴ الْاِعْتِنَاءِ بِحِفْظِ الْعَوْرَةِ

شرمگاہ چھپانے کی کوشش کرنا

۷۷۹ ۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ جَمِيْعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ حِجَارَةً فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰى عَاتِقِكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَفَعَلَ فَخَرَّ اِلَى الْاَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ اِزَارِيْ اِزَارِيْ فَشُدَّ عَلَيْهِ اِزَارُهُ وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِيْ رِوَايَتِهِ عَلٰى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَقُلْ عَاتِقِكَ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ جب (آپ کے بچپن میں) کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت عباس اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، حضرت عباس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تم اپنا تہبند اتار کر پتھر کے نیچے کندھے پر رکھ لو، سو آپ نے ایسا کر لیا، آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں، پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا تہبند میرا تہبند پھر آپ کا تہبند دیا گیا بعض روایت میں ہے کہ کندھے کی بجائے اپنی گردن پر تہبند رکھ لو۔

۷۸۰ ۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ اِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ ابْنَ اَخِيْ لَوْ حَلَلْتَ اِزَارَكَ فَجَعَلْتَهُ عَلٰى مَنْكِبِكَ دُوْنَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ قَالَ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ عُرْيَانًا ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ مل کر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، اور آپ نے تہبند پہنا ہوا تھا آپ کے چچا عباس نے کہا اے بھتیجے اپنی چادر اتار کر کندھے پر رکھ لو اور اس کے اوپر پتھر رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے اتار کر اسے کندھے پر رکھ لیا آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے، اس کے بعد آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔

۷۸۱ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر لا رہا تھا اور میں نے

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۱ - ۲۲۹ ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أُمَامَةُ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ أَقْبَلْتُ بِحَجَرٍ أَحْمِلُهُ ثَقِيلٍ وَعَلَيَّ إِزَارٌ خَفِيفٌ قَالَ فَانْحَلَّ إِزَارِي وَمَعِيَ الْحَجَرُ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَضَعَهُ حَتَّى بَلَغْتُ بِهِ إِلَى مَوْضِعِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ إِلَى ثَوْبِكَ فَخُذْهُ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً۔

چھوٹا سا تہ بند باندھا ہوا تھا، اچانک میرا تہ بند کھل گیا اور میرے کندھے پر وزنی پتھر تھا، اس وجہ سے میں تہ بند کو اٹھا نہیں سکا یہاں تک کہ میں نے پتھر کو اس کی جگہ نہیں پہنچا دیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا کر اپنا تہ بند لو اور اس کو باندھو اور ننگے بدن نہ پھرا کرو۔

ف: اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن میں ہی زمانہ جاہلیت کے بُرے اخلاق سے محفوظ اور مامون تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبعی حیا کے باوجود اپنے چچا کا حکم ماننے کے لیے تہبند اتار دیا تھا لیکن چونکہ یہ فعل آپ کی پاکیزہ فطرت اور مزاج کے خلاف تھا اس لیے آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق اور حیا کامل پر پیدا کیا تھا حتیٰ کہ آپ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

زہری نے بیان کیا ہے کہ جس وقت قریش نے کعبہ کو بنایا اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم بالغ نہیں ہوئے تھے، ابن التین نے کہا اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، اور مشہور یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سے نکاح کے دس سال بعد قریش نے کعبہ کی تعمیر کی، اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی، اسی چیز کی محمد بن اسحاق نے تصریح کی ہے، علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ دو بار ہوا ہو ایک بار کعبہ کی مرمت ہوئی ہو اور ایک بار کعبہ کو بنایا گیا ہو۔ [1]

بَابُ ۱۳۸ التَّسَتُّرِ عِنْدَ الْبَوْلِ

قضاءً حاجت کے وقت پردہ کرنا

۶۸۲۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَا نَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ قَالَ ابْنُ أَسْمَاءَ فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي حَائِطَ نَخْلٍ۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا، پھر میرے کان میں ایک راز کی بات کہی جس کو میں کبھی بیان نہیں کروں گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قضاء حاجت کے وقت کھجور کے درختوں کی اوٹ زیادہ پسند تھی۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۳ - ۴۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

باب ۱۲۹ بَيَانِ أَنَّ الْجِمَاعَ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لَا يُوجِبُ الْغُسْلَ إِلَّا أَنْ يُنْزِلَ الْمَنِيَّ وَبَيَانِ نَسْخِهِ وَأَنَّ الْغُسْلَ يَجِبُ بِالْجِمَاعِ

۶۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكٍ يَعْنِي ابْنَ نَمِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ إِلَى قُبَاءٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَنِي سَالِمٍ وَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَابِ عِتْبَانَ فَصَرَخَ بِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ إِزَارَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْجَلْنَا الرَّجُلَ فَقَالَ عِتْبَانُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يُعْجَلُ عَنِ امْرَأَتِهِ وَلَمْ يُمْنِ مَاذَا عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ۔

۶۸۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ نَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ۔

۶۸۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَخُ حَدِيثُهُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَمَا يَنْسَخُ الْقُرْآنُ بَعْضُهُ بَعْضًا۔

۶۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ

غسل جماع کے احکام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبا گیا جب ہم بنی سالم کے محلہ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عتبان کے مکان پر ٹھہر گئے اور حضرت عتبان کو آواز دی، وہ اپنا تہبند باندھتے ہوئے دروازے سے نکلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا لیا، حضرت عتبان نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستری میں مشغول ہو اور انزال (خروج منی) سے پہلے اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

ابو العلاء بن شخیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث بعض دوسری احادیث کو منسوخ کر دیتی ہیں جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کر دیتی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری کے مکان سے گذر ہوا، آپ نے ان کو بلایا، وہ اس حال میں گھر سے

الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالَ لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ أُقْحِطْتَ فَلَا غُسْلَ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ أُقْحِطْتَ۔

۶۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ يُكْسِلُ فَقَالَ يَغْسِلُ مَا أَصَابَهُ عَنِ الْمَرْأَةِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي۔

۶۸۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الْمَلِيِّ عَنِ الْمَلِيِّ يَعْنِي بِقَوْلِهِ الْمَلِيِّ عَنِ الْمَلِيِّ أَبُو أَيُّوبَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي أَهْلَهُ ثُمَّ لَا يُنْزِلُ قَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ۔

۶۸۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

باہر آئے کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا لیا، اس نے کہا ہاں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جب کبھی تم کو بغیر انزال کے علیحدہ ہونا پڑے تو تم پر غسل واجب نہیں ہے صرف وضو کر لیا کرو

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور بغیر انزال کے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے جسم پر عورت کے اندام نہانی سے نکل کر جو چیز لگی ہو اس کو دھوئے پھر وضو کرے، اس کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہو پھر انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو وہ اپنے آلہ کو دھو کر وضو کرے۔

زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے، حضرت عثمان نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ شخص اپنے آلہ کو دھوئے اور اس کے بعد وضو کرے۔

٦٩٠- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ يَحْيَى وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

٦٩١- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ وَمَطَرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَفِي حَدِيثِ مَطَرٍ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ قَالَ زُهَيْرٌ مِنْ بَيْنِهِمْ بَيْنَ أَشْعُبِهَا الْأَرْبَعِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔

(عورت کی چار شاخوں سے مراد اس کے ہاتھ اور ٹانگیں ہیں، اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب مرد کے عضو تناسل کا سر عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو، اور یہ حدیث ان تمام پچھلی احادیث کے لیے ناسخ ہے جن میں گزرا ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔)

٦٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ثُمَّ اجْتَهَدَ وَلَمْ يَقُلْ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے جن سے صرف شعبہ کی سند کے ساتھ انزال کا ذکر نہیں ہے۔

٦٩٣- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا هُشَيْمُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى وَهٰذَا حَدِيثُهُ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کا اس بات میں اختلاف ہوا کہ بغیر انزال کے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں، انصاری صحابہ کہتے تھے کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے اور مہاجرین کہتے تھے کہ صرف صحبت کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا

اخْتَلَفَ فِيْ ذٰلِكَ رَهْطٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّوْنَ لَا يَجِبُ الْغُسْلُ اِلَّا مِنَ الدَّفْقِ اَوْ مِنَ الْمَآءِ وَقَالَ الْمُهَاجِرُوْنَ بَلْ اِذَا خَالَطَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَاَنَا اَشْفِيْكُمْ مِنْ ذٰلِكَ فَقُمْتُ فَاسْتَاْذَنْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَاُذِنَ لِيْ فَقُلْتُ لَهَا يَا اُمَّاهُ اَوْ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَسْاَلَكِ عَنْ شَيْءٍ وَّاِنِّيْ اَسْتَحْيِيْكِ فَقَالَتْ لَا تَسْتَحْيِيْ اَنْ تَسْاَلَنِيْ عَمَّا كُنْتَ سَآئِلًا عَنْهُ اُمَّكَ الَّتِيْ وَلَدَتْكَ فَاِنَّمَا اَنَا اُمُّكَ قُلْتُ فَمَا يُوْجِبُ الْغُسْلَ قَالَتْ عَلَى الْخَبِيْرِ سَقَطْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ وَمَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ.

۶۹۲۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُجَامِعُ اَهْلَهٗ ثُمَّ يُكْسِلُ هَلْ عَلَيْهِمَا الْغُسْلُ وَعَآئِشَةُ جَالِسَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَفْعَلُ ذٰلِكَ اَنَا وَهٰذِهٖ ثُمَّ نَغْتَسِلُ.

میں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں تمہاری ابھی تسلی کرا دیتا ہوں، میں وہاں سے اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور باریابی کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر میں نے عرض کیا، اے میری اور تمام مسلمانوں کی ماں! میں آپ سے ایک مسئلہ حل کرانا چاہتا ہوں، لیکن مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں تمہاری حقیقی والدہ کی طرح ہوں، مجھ سے کوئی بات پوچھنے میں شرم نہ کرو۔ میں نے عرض کیا غسل کس چیز سے واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے یہ بات اس سے پوچھی ہے جس کو اس کا علم ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور عضو شرمگاہ سے مل جائے (یعنی عضو مخصوص نہاں میں غائب ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے (خواہ انزال ہو یا نہ ہو)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے پھر انزال سے پہلے الگ ہو جائے تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں اور یہ ایسا کرتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں۔

غسل جنابت کا سبب

حدیث نمبر ۶۹۱ میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امت کا اب اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو۔ بعض صحابہ کا یہ قول تھا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے، پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابوہریرہ کی زیر بحث حدیث پر تمام فقہاء کا عمل ہے، اور جس حدیث میں ہے: غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے یہ منسوخ ہے یا اس کا محمل یہ ہے کہ خواب

میں کچھ دیکھنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انزال بھی ہو، یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کیے بغیر مباشرت کرے تو صرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔

اگر کوئی شخص عورت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ (آلہ تناسل کا سر) غائب کر دے تو اس پر غسل واجب ہوگا، خواہ جس میں دخول کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا، خواہ عمداً ہو یا نسیاناً اور اختیاراً ہو یا جبراً، ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے الا یہ کہ مفعول غیر مکلف ہو، اگر سمجھدار بچہ یا بچی ہو تو وہ جنبی ہوگا اور اس کے ولی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہیے۔ [1]

بَابُ ۱۳ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

٦٩٥- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَجَدَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّمَا أَتَوَضَّأُ مِنْ أَثْوَارِ أَقِطٍ أَكَلْتُهَا لِأَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَوَضَّئُوْا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَأَنَا أُحَدِّثُهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّئُوْا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ۔

آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے عبداللہ بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ مسجد میں وضو کر رہے تھے اور وضو کرنے کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے تھے اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے ... عروہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے، آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

۶۹۶ ـ **وَحَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

۶۹۷ ـ **وَحَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ وَهْبُ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَرْقًا أَوْ لَحْمًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہڈی پر لگا ہوا گوشت یا صرف گوشت کھایا (راوی کو شک ہے کہ حضرت ابن عباس نے کیا کہا تھا) پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا یا پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

۶۹۸ ـ **وَحَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفٍ يَأْكُلُ مِنْهَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ۔

عمرو بن امیہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر آپ نے نماز پڑھی اور آپ نے وضو نہیں فرمایا۔

۶۹۹ ـ **وَحَدَّثَنِيْ** أَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا فَدُعِيَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقَامَ وَطَرَحَ السِّكِّيْنَ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ۔

عمرو بن امیہ ضمری کے والد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں، اسی وقت نماز کی اقامت (تکبیر) ہوئی آپ نے چھری پھینک دی نماز پڑھائی اور وضو نہیں فرمایا۔

۷۰۰ ـ **قَالَ** ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِيْ بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ۔

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

۷۰۱ ـ **قَالَ** عَمْرٌو وَحَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات پر

يَعْقُوبَ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ اَبِيْ غَطَفَانَ عَنْ اَبِيْ نَافِعٍ قَالَ اَشْهَدُ لَكُنْتُ اَشْوِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ۔

گواہ ہوں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بکری کا کلیجہ بھون رہا تھا آپ کلیجی کھا رہے تھے، پھر آپ نے نماز پڑھی، اور وضو نہیں فرمایا۔

۷۰۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهٗ دَسَمًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور پھر پانی منگا کر کلی کی، اور فرمایا اس میں ایک قسم کی چکناہٹ ہوتی ہے۔

۷۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِاِسْنَادِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی قسم کی ایک روایت نقل کی ہے۔

۷۰۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ ثِيَابَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاُتِيَ بِهَدِيَّةٍ خُبْزٍ وَلَحْمٍ فَاَكَلَ ثَلٰثَ لُقَمٍ ثُمَّ صَلّٰى بِالنَّاسِ وَمَا مَسَّ مَاءً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پہنے، پھر نماز کے لیے نکلے، اس وقت آپ کے پاس ایک شخص گوشت اور روٹی کا ہدیہ لایا۔ آپ نے اس میں سے تین لقمے کھائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، اور پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

۷۰۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ حَلْحَلَةَ وَفِيْهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ شَهِدَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ صَلّٰى وَلَمْ يَقُلْ بِالنَّاسِ۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور لوگوں کو نماز پڑھانے کا ذکر نہیں ہے۔

ف: جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جس حدیث میں یہ وارد ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں کرتے تھے، یہ حدیث جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں ہے اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی وضو ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

بَاب ۱۳ اَلْوُضُوْءُ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ

۷۰۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَاَتَوَضَّاُ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ قَالَ اِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّاْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّاْ قَالَ اَتَوَضَّاُ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ قَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّاْ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ قَالَ اُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اُصَلِّيْ فِيْ مَبَارِكِ الْاِبِلِ قَالَ لَا۔

۷۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنْ سِمَاكٍ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَاَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ كُلُّهُمْ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ كَامِلٍ عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ۔

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو وضو کرو، اور اگر چاہو تو نہ کرو، اس شخص نے پوچھا کیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے پوچھا کیا میں اونٹ بٹھانے کی جگہ نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی جابر بن سمرہ والی روایت کی مثل منقول ہے۔

ف: جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور امام احمد بن حنبل اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام احمد نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور جمہور فقہاء نے اس کو وضو لغوی یعنی کلی پر محمول کیا ہے۔

* * *

بَابُ ۱۳۲ الدَّلِيْلِ عَلَى أَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ الطَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِطَهَارَتِهِ تِلْكَ

جس شخص کو وضو کا یقین ہو پھر وضو ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے

۷۰۸۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ فِي رِوَايَتِهِمَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ۔

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ انھیں نماز کے درمیان وضو ٹوٹنے کا شک لاحق ہوتا رہتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت نماز نہ توڑو، جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس نہ ہو جائے یا تم (ریح کی) آواز نہ سن لو۔

۷۰۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے پیٹ میں گڑبڑ ہو، اور اسے شک ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں تو اس وقت تک مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک کہ ریح کی بو یا آواز محسوس نہ ہو۔

شک سے یقین زائل نہیں ہوتا

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے حتی کہ اس کے خلاف یقین حاصل ہو جائے اور اگر اس کی اصلی حالت کے خلاف شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی ضرر نہیں دے گا، جمہور صحابہ، تابعین اور فقہاء کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک کا یہ قول ہے کہ اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضو کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر ہر حال میں وضو لازم ہے۔ [1]

بَابُ ۱۳۳ طَهَارَةِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغِ

مردار اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۷۱۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ مَيْمُونَةَ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو کسی شخص نے صدقہ میں ایک بکری دی، اور وہ مر گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگنے کے بعد اس کی کھال سے فائدہ حاصل کرتے! ان لوگوں نے عرض کیا حضور یہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا مردار جانور کا صرف کھانا حرام ہے۔

۷۱۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار بکری دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا، انھوں نے عرض کیا یہ تو مردار ہے آپ نے فرمایا مردار جانور کا صرف کھانا حرام ہے۔

۷۱۲۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ رِوَايَةِ يُونُسَ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۷۱۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَطْرُوحَةٍ أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَخَذُوا إِهَابَهَا فَدَبَغُوهُ فَانْتَفَعُوا بِهٖ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بکری پڑی ہوئی دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ تم اس کو رنگ لیتے اور اس سے نفع اٹھاتے۔

۷۱۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ کے ہاں ایک بکری

بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ مُنْذُ حِينٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُونَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ دَاجِنَةً كَانَتْ لِبَعْضِ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ ۔

پلی ہوئی تھی، وہ مر گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی، پھر تم اس سے نفع حاصل کرتے ۔

۷۱۵ ۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ لِمَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ فَقَالَ أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ کی باندی کی (مردار) بکری کے پاس سے گذرے، آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہ اٹھایا ۔

۷۱۶ ۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ وَعْلَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کھال کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے ۔

۷۱۷ ۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس حدیث کی مثل منقول ہے ۔

۷۱۸ ۔ **حَدَّثَنِي** إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا وَقَالَ ابْنُ مَنْصُورٍ أَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ وَعْلَةَ السَّبَئِيِّ فَرْوًا فَمَسَسْتُهُ فَقَالَ مَا لَكَ تَمَسُّهُ قَدْ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُونُ بِالْمَغْرِبِ وَمَعَنَا الْبَرْبَرُ وَالْمَجُوسُ نُؤْتٰى بِالْكَبْشِ قَدْ ذَبَحُوهُ وَنَحْنُ لَا نَأْكُلُ ذَبَائِحَهُمْ وَيَأْتُونَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُونَ فِيهِ

ابو الخیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن وعلہ سبئی کو ایک پوستین (چمڑے کی قمیص یا کوٹ) پہنے ہوئے دیکھا میں نے اس پوستین کو چھو کر دیکھا، اس نے کہا تم اس کو کیوں چھو کر دیکھ رہے ہو، میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے اس بارہ میں مسئلہ معلوم کر لیا تھا میں نے کہا تھا کہ ہم مغربی ممالک میں رہتے ہیں اور ہمارے ساتھ قوم بربر اور آتش پرست لوگ رہتے ہیں وہ بکری ذبح کرتے ہیں، ہم ان کا ذبیحہ نہیں کھاتے اور ہمارے پاس وہ مشک لاتے ہیں جس میں وہ چربی ڈالتے ہیں

الْوَدَكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ دِبَاغُهُ طَهُورُهُ۔

۷۱۹- وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَعْلَةَ السَّبَائِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُونُ بِالْمَغْرِبِ فَيَأْتِينَا الْمَجُوسُ بِالْأَسْقِيَةِ فِيهَا الْمَاءُ وَالْوَدَكُ فَقَالَ اشْرَبْ فَقُلْتُ أَرَأْيٌ تَرَاهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ دِبَاغُهُ طَهُورُهُ۔

)یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا، آپ نے فرمایا تھا کھال کی پاکیزگی رنگنے سے حاصل ہوجاتی ہے۔

ابن وعلہ سبئی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا ہم مغربی ممالک میں رہتے ہیں ہمارے پاس آتش پرست مشکوں میں پانی اور چربی لے کر آتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس سے پانی پی لیا کرو، میں نے پوچھا کیا آپ اپنی رائے سے فرما رہے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے۔

دباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مردار کی کھال کو رنگنے اور رنگنے سے اس کے پاک ہونے میں سات مذہب ہیں:

۱- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ: کتے اور خنزیر کے سوا ہر کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے اور جو ان میں سے کسی ایک سے پیدا ہوا اس کی کھال بھی پاک نہیں ہوتی، اور اس کے علاوہ کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں، کھال کا ظاہر بھی اور باطن بھی! اور اس کا تر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے خواہ وہ کھال حلال جانور کی ہو یا نہیں۔

۲- حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام احمد کا مشہور قول اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ رنگنے سے کوئی کھال پاک نہیں ہوتی۔

۳- امام اوزاعی، ابن المبارک، ابوثور اور اسحٰق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ حلال جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے اور حرام جانور کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔

۴- امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں۔

۵- امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں مگر کھال کا ظاہری حصہ پاک ہوتا ہے، باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا، اور اس کو خشک چیزوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور تر چیزوں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے اوپری حصہ پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

۶- داؤد ظاہری، غیر مقلدین اور امام ابویوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ بہ شمول کتے اور خنزیر، رنگنے سے تمام کھالیں ظاہراً و باطناً پاک ہوجاتی ہیں۔

۷۔ زہری اور فقہاء شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ رنگے بغیر بھی ہر مردار کی کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کا تر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے۔

دباغت شدہ کھال کے شرعی احکام

ہر اس چیز کے ساتھ مردار کی کھال کو رنگنا جائز ہے، جو کھال کے فضلات کو پاک اور صاف کر دے، اور اس سے کھال کا فساد (سڑنا اور بدبودار ہونا) ختم ہو جائے، مثلاً انار کے چھلکوں، ترط کے پتوں، نوشادر اور دیگر کیمیائی اجزاء سے، فقہاء شافعیہ کے نزدیک دھوپ میں سکھانے سے کھال پاک نہیں ہوتی اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دھوپ میں رکھنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے، راکھ اور مٹی سے کھال پاک نہیں ہوتی، آیا نجس دواؤں سے کھال پاک ہوتی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

جب کھال پاک ہو جائے تو اس سے نفع حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور اس کو فروخت کرنے کے متعلق دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، اور آیا کھال کا کھانا جائز ہے؟ اس میں تین قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کسی حال میں جائز نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ حلال جانوروں کی کھال کو کھانا جائز ہے اور حرام جانور کی کھال کو کھانا جائز نہیں ہے (یہ تفصیل مردار کی کھال کے متعلق ہے جس کو رنگ کر پاک کر لیا گیا ہو) جب مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جائے تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کے بال پاک نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک مردار کے بال نجس ہیں، (فقہاء احناف کے نزدیک مردار کے بال پاک ہیں، ھدایہ)۔[1]

بَابُ ۳۴ التَّيَمُّمِ

۷۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَتَى النَّاسُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ فَقَالُوا أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تیمم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، جب مقام بیداء یا ذات الجیش پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے اور آپ کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا، اس جگہ پانی تھا اور نہ صحابہ کے ساتھ پانی تھا، صحابہ نے حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ تم نہیں دیکھتے کہ (حضرت) عائشہ نے کیا کیا ہے؟ تمام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرا لیا، اس مقام پر پانی ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِالنَّاسِ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

۷۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ بِشْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذَلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللَّهُ خَيْرًا فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً.

اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ (یہ شکایت سن کر) حضرت ابوبکر میرے پاس آئے اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے زانوں پر سر رکھے ہوئے محو خواب تھے، حضرت ابوبکر نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور کہنے لگے تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کو پریشان کیا ہے اور ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں بالکل پانی نہیں ہے نہ صحابہ کے پاس پانی ہے، پھر حضرت ابوبکر ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں اپنی انگلی چبھوتے رہے، اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہیں ہلی، یہاں تک کہ اسی حال میں یعنی جب کہ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا، صبح ہو گئی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی، پھر نقباء میں سے حضرت اُسید بن حضیر نے کہا اے آل ابوبکر یہ کوئی آپ کی پہلی برکت نہیں ہے! حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس پر میں سوار تھی تو ہار اس کے نیچے سے نکل آیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار عاریۃً لیا اور وہ (سفر میں) گم ہو گیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے بعض کو ہار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا، اسی اثنا میں نماز کا وقت آ گیا اور انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، جب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے آپ سے اس بات کی شکایت کی، اسی وقت آیت تیمم نازل ہوئی اور اُسید بن حضیر نے حضرت عائشہ سے کہا "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ پر کوئی پریشانی نہیں آئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پریشانی کو آپ سے زائل کر دیا، اور مسلمانوں کے لیے اس

میں برکت رکھ دی۔

۴۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا كَيْفَ يَصْنَعُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا بِالصَّعِيدِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللّٰهِ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هٰكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِينِ وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَوَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ۔

شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر کسی شخص پر غسل فرض ہو اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ مل سکے تو وہ شخص کس طرح نماز پڑھے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا وہ شخص تیمم نہ کرے خواہ اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا، پھر آپ سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا "جب تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کرو"، حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر اس آیت کی بناء پر لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دی جائے تو وہ پانی ٹھنڈا لگنے کی بنا پر بھی تیمم کرنا شروع کر دیں گے حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار کی یہ حدیث نہیں سنی انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، راستہ میں جب میں سویا تو مجھ پر غسل فرض ہو گیا۔ پس میں خاک پر اسی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا جس طرح جانور لوٹ پوٹ ہوتے ہیں، پھر جب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک مرتبہ مارے اور بائیں ہاتھ سے دائیں پر مسح کیا اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت پر اور چہرہ پر مسح کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کیا تمہیں پتہ نہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عمار کی حدیث پر اطمینان نہیں کیا تھا۔

۴۲۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ مثل سابق روایت ذکر کی، لیکن اس میں اتنا فرق ہے کہ رسول اللہ

أَبُوْ مُوْسٰى لِعَبْدِ اللّٰهِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيْثِ أَبِيْ مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَقُوْلَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ ۔

۷۲۳۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ الْقَطَّانَ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا أَتٰى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّيْ أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَاءً فَقَالَ لَا تُصَلِّ فَقَالَ عَمَّارٌ أَمَا تَذْكُرُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ أَنَا وَأَنْتَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ مَاءً فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ وَصَلَّيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخَ ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ فَقَالَ عُمَرُ اتَّقِ اللّٰهَ يَا عَمَّارُ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ لَمْ أُحَدِّثْ بِهِ قَالَ الْحَكَمُ وَحَدَّثَنِيْهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيْهِ مِثْلَ حَدِيْثِ ذَرٍّ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ عَنْ ذَرٍّ فِيْ هٰذَا الْإِسْنَادِ الَّذِيْ ذَكَرَ الْحَكَمُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ نُوَلِّيْكَ مَا تَوَلَّيْتَ ۔

۷۲۵۔ وَحَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ذَرًّا عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى قَالَ قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا أَتٰى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّيْ أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَاءً وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَزَادَ فِيْهِ قَالَ عَمَّارٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنْ شِئْتَ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ حَقِّكَ لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا وَلَمْ يَذْكُرْ حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ

صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا غسل جنابت کی خاطر تمہارے لیے اس قدر تیمم کافی ہے۔

ابزی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں جنبی ہوگیا اور مجھے پانی نہیں مل سکا، حضرت عمر نے فرمایا نماز مت پڑھو۔ حضرت عمار کہنے لگے، اے امیر المؤمنین کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ ہم دونوں جنبی ہوگئے اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ آپ نے بہر حال نماز نہیں پڑھی، لیکن میں زمین پر لوٹ پوٹ ہوگیا، اور میں نے نماز پڑھ لی (جب حضور کی خدمت میں میں پہنچا اور واقعہ عرض کیا) تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے اتنا کافی ہے کہ تم دونوں ہاتھ زمین پر مارتے پھر پھونک مار کر گرد اڑا دیتے، پھر ان کے ساتھ اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کرتے، حضرت عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو! حضرت عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی اور سے نہ بیان کروں، امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمار کے جواب کے بعد حضرت عمر نے فرمایا ہم تمہاری روایت کا بوجھ تمہیں پر ڈالتے ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ مثل سابق حدیث بیان کی جس میں حضرت عمار کا یہ قول ہے کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت مجھ پر واجب کی ہے اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں۔

عَنْ اَبِيْهِ ۔

۷۲۶ - قَالَ مُسْلِمٌ وَرَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اَقْبَلْتُ اَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ يَسَارٍ مَوْلٰى مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَبِي الْجَهْمِ ابْنِ الْحَارِثِ ابْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ اَبُو الْجَهْمِ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ حَتّٰى اَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام عبدالرحمان بن یسار ابو الجہم بن حارث انصاری کے پاس گئے، انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمل نامی کنوئیں کی طرف سے آئے، رستہ میں آپ نے ایک شخص کے سلام کا اس وقت تک جواب نہیں دیا جب تک ایک دیوار کے پاس پہنچ کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح نہیں کر لیا، اس کے بعد آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

۷۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا مَرَّ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے، ایک شخص نے پاس سے گذر کر سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وان كنتم مرضى او على سفر او جاء احد منكم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم و ايديكم منه ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون ۔

(مائدہ ۶،۲)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو، بس اپنے چہروں اور اپنے (پورے) ہاتھوں پر اس (پاک مٹی) سے مسح کرو، اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا، لیکن اللہ تمہیں خوب پاک کرنا چاہتا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرنا چاہتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تیمم کتاب، سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے، تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر ہو یا حدث اکبر، تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے، ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں (دو بار پاک مٹی پر ہاتھ

مارنا) ضروری ہیں، ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابوحنیفہ، اصحاب رائے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ عطاء، مکحول، اوزاعی، امام احمد، اسحٰق، ابن المنذر اور عامۃ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے لیے صرف ایک ضرب واجب ہے۔ زہری نے یہ کہا ہے کہ ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے ماوراء تیمم نہیں ہے، اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تیمم میں تین ضربات ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم حدث اصغر کے لیے بھی ہے اور حدث اکبر (جنبی، حائض اور نفساء) کے لیے بھی ہے، سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے، ماسوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا، جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بکثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں، جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے اس میں صرف ابوسلمہ عبدالرحمٰن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالاجماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم دیا، اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر بھی اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے، وہ اگر اتنا پانی ہو تو اپنی شرمگاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں اور اگر انہوں نے اپنی شرمگاہیں دھو لیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، اور اگر مرد نے اپنے آلہ کو نہیں دھویا اور اس پر رطوبت فرج لگی ہوئی تھی تو جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں، جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالباً پانی نہیں ہوتا، مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ایسی جگہ ہے، جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے (جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ ہدایہ)

امام شافعی، امام احمد، ابن المنذر، داؤد ظاہری اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے، حتیٰ کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے، اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں، اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔

فقہاء شافعیہ اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم حدث کو زائل نہیں کرتا بلکہ نماز کو مباح کرتا ہے اس کے ساتھ فرض نماز اور جس قدر چاہیں نوافل پڑھ سکتا ہے، اور ایک تیمم کے ساتھ دو فرض جمع نہ کیے جائیں، اگر تیمم سے فرض پڑھنے کی نیت کی تو اس سے نفل بھی پڑھ سکتا ہے اور اگر تیمم سے نفل کی نیت کی ہو تو اس سے نفل پڑھنا

جائز ہے فرض جائز نہیں ہے، وہ ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے اور وہ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم نہ کرے، جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا اگر اس نے نماز کے دوران پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور وہ نماز پوری کر سکتا ہے۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو، مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر، زرنیخ وغیرہ، پتھر وغیرہ سے تیمم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو، تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے، تیمم کے ساتھ فرائض اور نوافل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور جب تک اس کا عذر قائم ہے وہ ایک تیمم کے ساتھ کئی فرائض پڑھ سکتا ہے اور اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ [2]

حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل

علامہ بدر الدین عینی نے بیان کیا کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ بعض علماء (علامہ ابن حجر عسقلانی) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ اس جگہ قیام کرنا جائز ہے، جہاں پانی نہ ہو اور اس راستہ پر سفر کرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی جگہ سفر اور قیام کیا تھا۔

۲۔ کسی شادی شدہ خاتون کی شکایت اس کے والد سے کرنا، خواہ اس کا خاوند موجود ہو۔ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس لیے شکایت کی تھی کہ اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، اور صحابہ کرام آپ کو نیند سے بیدار نہیں کرتے تھے۔

۳۔ کسی فعل کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا، کیونکہ پانی نہ ملنے کا سبب حضرت عائشہ کے ہار کا گم ہونا تھا۔

۴۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا خواہ اس وقت اس کا خاوند موجود ہو، جب اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہوگا۔

۵۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کو سرزنش کرنا خواہ وہ بیٹی شادی شدہ ہو اور صاحب منصب ہو۔

۶۔ اگر کسی شخص کو ایسی تکلیف یا آفت پہنچے جو حرکت اور اضطراب کا موجب ہو تو وہ صبر کرے اور اپنے جسم کو ہلنے سے باز رکھے جبکہ اس کی حرکت سے کسی سونے والے، بیمار یا نمازی یا قاری یا علم میں مشغول شخص کی تشویش اور بے آرامی کا خدشہ ہو۔

۷۔ سفر میں تہجد کی رخصت، یہ اس قول پر ہے کہ آپ پر تہجد کی نماز واجب تھی۔

۸۔ پانی کو تلاش کرنا صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز کا وقت آجائے، کیونکہ عمرو بن حارث کی روایت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۳۸-۴۲، ملخصاً مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

میں سے نماز کا وقت آ گیا تب پانی کو تلاش کیا گیا۔

۹۔ آیت وضو کے نازل ہونے سے پہلے وضو واجب تھا، اسی وجہ سے ان کو بہت تشویش اور صدمہ لاحق ہوا کہ وہ ایسی جگہ ٹھہرے ہیں جہاں پانی نہیں ہے، اور حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ پر ناراضگی کا اظہار کیا، علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ تمام اہل سیرت اس پر متفق ہیں کہ جب سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی ہے، آپ نے وضو کے ساتھ نماز پڑھی ہے (آیت وضو آیت تیمم کے ساتھ نازل ہوئی ہے یہ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶ ہے۔) اگر یہ اعتراض ہو کہ وضو پہلے ہی واجب تھا تو آیت وضو کو نازل کرنے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ آیت وضو کی فرضیت کی قرآن مجید میں تلاوت ہو۔ نیز پہلے وضو کی فرضیت سنت سے تھی اور اب وضو کی فرضیت قرآن مجید سے ہو گئی، بعض روایت میں ہے کہ حضرت اسلع اعرجی، جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے سواری لاتے تھے ایک دن انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا میں جنبی ہوں تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا واقعہ بھی ہار گم ہونے والے دن پیش آیا ہو، کیونکہ وہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا اور سواری والا تھا۔

۱۰۔ اس حدیث میں تیمم میں نیت کے وجوب پر دلیل ہے کیونکہ تیمم کا معنی ہے قصد کرنا۔

۱۱۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ تندرست ہو یا مریض، بے وضو اور جنبی سب کے لیے تیمم مشروع ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں قرار دیتے تھے، لیکن فقہاء میں سے کسی نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا، کیونکہ احادیث صحیحہ میں جنبی کے لیے تیمم کا جواز ثابت ہے۔

۱۲۔ اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اس پر سب کا اجماع ہے، اور حضر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ سفر اور حضر میں تیمم کرنا مساوی ہے، جب پانی نہ ملے، یا مرض، یا خوف شدید یا وقت نکلنے کے خوف سے پانی کو استعمال کرنا مشکل ہو، علامہ ابو عمر و ابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا جو شخص تندرست ہو اور مقیم ہو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو، علامہ طبری نے کہا امام ابو یوسف اور امام زفر کے نزدیک مقیم کے لیے مرض اور خروج — وقت کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، امام شافعی، لیث اور طبری نے یہ بھی کہا ہے کہ جب خروج وقت کا خوف ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں، وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اعادہ لازم ہے۔ اور عطاء بن ابی رباح نے یہ کہا ہے کہ جب پانی دستیاب ہو تو مریض اور غیر مریض دونوں تیمم نہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خروج وقت کے خوف سے تیمم جائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقیم کے لیے خروج وقت کے خوف کے سبب سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ امن کے زمانہ میں ازواج کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں تو وہ کسی ایک کو ساتھ لے جائے، اور قرعہ اندازی کر کے اس کو لے جانا مستحب ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے، امام مالک، امام شافعی

اور امام احمد کے نزدیک قرعہ اندازی کرنا واجب ہے۔

۱۴۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال حلال محترم ہے اس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے (یہ ہار بارہ درہم کی مالیت کا تھا)

۱۵۔ مال کی حفاظت کرنے کا جواز خواہ اس کی تلاش میں اتنا وقت لگے کہ نماز کے لیے پانی نہ مل سکے۔

۱۶۔ گم شدہ چیز کو تلاش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۱۷۔ اگر کسی ایک فرد کا نقصان ہو تو سب لوگوں کو مل کر اس کے تدارک کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کو تمام قافلے والوں نے مل کر تلاش کیا۔

۱۸۔ کسی چیز کو عاریۃً لینے کا جواز اور عاریۃً لی ہوئی چیز کے ساتھ اس کے مالک کی اجازت سے سفر کرنے کا جواز۔

۱۹۔ عورت کا اپنے خاوند کی خاطر زیبائش کے لیے ہار اور دیگر زیورات پہننا۔

۲۰۔ شوہر کا اپنی بیوی کے زانو پر سر رکھ کر سونے کا جواز۔

۲۱۔ کسی مصلحت کی وجہ سے مشقت کو برداشت کرنا، کیونکہ حضرت ابوبکر کے چٹکیاں لینے کے باوجود حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے آرامی کے خدشہ سے اپنے آپ کو ہلنے سے باز رکھا۔

۲۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے آیت تیمم کا نازل ہونا، اور حضرت عائشہ کی فضیلت۔

۲۳۔ اگر آیت تیمم نازل نہ ہوتی تو لوگ حضرت عائشہ پر طعن کرتے کہ ان کی وجہ سے انہوں نے بے وضو نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرما کر حضرت عائشہ سے اس طعن کو دور کیا اور جو لوگ حضرت عائشہ کی شکایت کر رہے تھے وہی حضرت عائشہ کی برکت کو بیان کرنے لگے۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت عائشہ پر طعن یا ان کی مذمت گوارا نہیں ہے، جب منافقین نے ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات میں ان کی براءت بیان فرمائی اور ان کی برکت سے حد قذف کا قانون نازل کیا جس کی وجہ سے قیامت تک تمام خواتین کی عزتیں محفوظ ہوگئیں اور اس موقع پر ان کی برکت سے آیت تیمم نازل فرمائی جس کی وجہ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل ہوئی کہ اگر وہ بیمار ہوں یا ان کو سفر میں پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لیں۔ [1]

حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث

اس حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہار نکل آیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا تو اس کو ہار مل گیا، ایک روایت میں دو شخصوں کا ذکر ہے، اور یہ ایک ہی واقعہ ہے، علماء نے کہا ہے کہ جس شخص کو بھیجا وہ حضرت اسید بن حضیر اور ان کے متبعین تھے، وہ گئے تو ان کو کچھ نہیں ملا، پھر واپسی میں حضرت اسید کو اس اونٹ کے نیچے سے وہ ہار مل گیا۔ [2]

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بعض لوگ اس حدیث سے علم رسالت پر طعن کرتے ہیں کہ اگر آپ کو غیب کا علم دیا گیا ہوتا تو آپ کو علم ہوتا کہ ہار کہاں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے، ثانیاً یہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ ہار سے ہٹا دی، ثالثاً یہ کہ اگر آپ علی الفور بتا دیتے کہ ہار کہاں ہے تو آیت تیمم کے نازل ہونے کا واقعہ اور سلطیہ پیش نہ آتا، اور وہ تمام مسائل معلوم نہ ہوتے جن کا ہم نے علامہ عینی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

تیمم کے بعض مسائل

حدیث نمبر ۷۲۶ میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دیوار سے تیمم کیا۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا، کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے، خواہ فرض نماز، نماز عید، یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے، کیونکہ ان کی قضا نہیں ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار مباح تھی، یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہوگا، اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے، پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کا فوراً جواب نہیں دیا، اس میں دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے، اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے، اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کنویں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھے تو بتا دے۔ [1]

بَابُ ۱۳۵ الدَّلِيلِ عَلَى اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

۷۲۸ - وَحَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى يَعْنِیْ ابْنَ سَعِيْدٍ قَالَ حُمَيْدٌ ثَنَا ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ طَرِيْقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْسَلَّ فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ فَتَفَقَّدَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَهٗ قَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقِيْتَنِیْ وَاَنَا جُنُبٌ

مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں ان کی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چپکے سے غسل کرنے کے لیے چلے گئے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش کیا، جب ابوہریرہ آئے، تو آپ نے پوچھا اے ابوہریرہ تم کہاں تھے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے مجھ سے ملاقات کی، اس وقت میں جنبی تھا، میں نے

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲ - ۱۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ حَتّٰى أَغْتَسِلَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ ۔

۷۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ فَحَادَ عَنْهُ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ كُنْتُ جُنُبًا قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ ۔

اس حالت میں آپ کے ساتھ بلا غسل رہنا ناپسند سمجھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ مومن نجس نہیں ہوتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر غسل کرنے چلے گئے، جب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غسل کر کے حاضر ہوئے تو (بطور عذر) عرض کیا کہ میں جنبی تھا، آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔

آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان

حدیث نمبر ۷۲۸ میں ہے: مومن نجس نہیں ہوتا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ یہ حدیث اس کی طہارت میں اصل عظیم ہے، زندہ مسلمان کی طہارت پر مسلمانوں کا اجماع ہے حتیٰ کہ پیٹ کا بچہ جو اپنی ماں سے ساقط ہو جائے اور اس پر فرج کی رطوبت لگی ہوئی ہو وہ بھی طاہر ہے۔ یہ زندہ مسلمان کا حکم ہے اور رہا مردہ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ وہ طاہر ہے اسی لیے اس کو غسل دیا جاتا ہے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ مسلم نجس نہیں ہوتا، خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور کافر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ مسلمان کے حکم میں ہے یعنی وہ بھی پاک ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور قرآن مجید میں جو ہے: ‘‘انما المشرکون نجس’’ ‘‘مشرکین نجس ہیں’’ اس سے ان کے اعتقاد کی نجاست مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضاء بول اور براز کی طرح نجس ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آدمی طاہر ہے خواہ مسلم ہو یا کافر تو اس کا پسینہ، لعاب اور آنسو بھی پاک ہیں۔ لہٰذا مشرکین کے کپڑوں سے نماز پڑھنا جائز ہے اور کسی مانع چیز کے بغیر ان کے ساتھ تناول کرنا جائز ہے، اس کے دلائل سنت اور اجماع سے مشہور ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل فضل کا احترام کرنا مستحب ہے، اور اہل فضل کے مصاحب کی تعظیم اور توقیر کرنی چاہیے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ طالب علم کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس سب سے اچھے لباس اور سب سے بہتر ہیئت میں حاضر ہو، جن بالوں کو کاٹنا چاہیے وہ کٹے ہوئے ہوں، ناخن کٹے ہوئے ہوں اور بدبودار اور ناپسندیدہ لباس سے پاک ہو، کیونکہ اس میں علم اور علماء کا احترام ہے۔ ؎

؎ ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

بَابُ ۱۳ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى فِي حَالِ الْجَنَابَةِ وَغَيْرِهَا

٧٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَا نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور دوسرے اذکار کے جواز کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ فقہاء کا اختلاف اس میں ہے کہ آیا جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جمہور فقہاء کے نزدیک دونوں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے، ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جز میں کوئی فرق نہیں ہے ان سب کا پڑھنا جنبی اور حائض پر حرام ہے، اگر جنبی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے ذکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے۔ اور جنبی اور حائض کے لیے دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا، اور مصحف کریم کو دیکھنا جائز ہے (البتہ چھونا جائز نہیں ہے) اور ان کے لیے مستحب ہے کہ غسل کے وقت ذکر کے قصد سے بسم اللہ پڑھ لیں۔ بول، براز اور جماع کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ ہے، اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اور غالب اوقات میں زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے خواہ وضو سے ہوں، بے وضو ہوں یا جنبی ہوں اور بول براز وغیرہ کے حال میں آپ زبان سے ذکر نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کا دل ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتا تھا۔[1]

بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامَ وَأَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ وَأَنَّ الْوُضُوْءَ لَيْسَ عَلَى الْفَوْرِ

٧٣١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيَى أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَالَ أَبُو الرَّبِيعِ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الفور وضو کا واجب نہ ہونا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا۔ حاضرین نے آپ کو وضو یاد کرایا آپ نے فرمایا کیا میں نماز کا ارادہ کر رہا ہوں جو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم ج ١ ص ١٦٢، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَذَكَرُوْا لَهُ الْوُضُوْءَ فَقَالَ أُرِيْدُ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَتَوَضَّأَ۔

وضو کروں۔

۳۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ مِنَ الْغَآئِطِ وَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَقِيْلَ لَهٗ أَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ لِمَ أُصَلِّيْ فَأَتَوَضَّأُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ آپ بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، اور آپ کو وضو یاد دلایا گیا، آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جس وقت نماز پڑھتا ہوں اس وقت وضو کرتا ہوں۔

۳۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الطَّآئِفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ مَوْلٰى اٰلِ السَّآئِبِ أَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَآئِطِ فَلَمَّا جَآءَ قُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا تَتَوَضَّأُ قَالَ لِمَ أَلِلصَّلٰوةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء گئے جب فارغ ہو کر آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے آپ نے فرمایا کس وجہ سے؟ کیا نماز پڑھنی ہے!

۳۴۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ نَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ أَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى حَاجَتَهٗ مِنَ الْخَلَآءِ وَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ وَلَمْ يَمَسَّ مَآءً قَالَ وَزَادَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ إِنَّكَ لَمْ تَتَوَضَّأْ قَالَ مَا أَرَدْتُ صَلٰوةً فَأَتَوَضَّأَ وَزَعَمَ عَمْرٌو أَنَّهٗ سَمِعَ مِنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے فارغ ہو کر آئے، اور آپ نے وضو کیے بغیر کھانا کھایا، بعض روایات میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے، فرمایا میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے جو وضو کروں۔

ف: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر وضو کے کھانا پینا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر کرنا، قرآن مجید پڑھنا (چھونا نہیں) اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔ اور اس میں سے کوئی کام مکروہ نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے اس پر دلائل موجود ہیں۔

بَابُ ۱۳۸ مَا يَقُوْلُ إِذَا أَرَادَ دُخُوْلَ الْخَلَآءِ

بیت الخلاء جانے کے وقت کی دعا۔

۳۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

زَيْدٍ وَقَالَ يَحْيَى أَيْضًا أَنَا هُشَيْمٌ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم انی اعوذ بك من الخبث والخبائث (اے اللہ! میں ناپاکی اور ناپاک چیزوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں)۔

٧٣٦- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء جاتے وقت یہ الفاظ کہتے: اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ۔

ف: اس حدیث میں خبث اور خبائث سے پناہ مانگنے کی دعا ہے، اس سے مراد شر ہے، ایک قول یہ ہے اس سے کفر مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خبث سے مراد شیاطین ہیں اور خبائث سے مراد معاصی ہیں، ابن الاعرابی نے کہا کلام عرب میں خبث مکروہ کو کہتے ہیں، خبث کلام سے مراد گالی گلوچ ہے، خبیث ملت سے مراد کفر ہے خبیث طعام سے مراد حرام ہے۔ خبیث مشروب سے مراد مضر ہے۔ قضاء حاجت سے پہلے یہ دعا بیت الخلاء کے ساتھ خاص نہیں ہے، اگر کسی جنگل یا میدان میں قضاء حاجت کرے تو اس سے پہلے بھی یہ دعا مانگے۔

بَابُ ١٣٩ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ

بیٹھنے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا

٧٣٧- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيٌّ لِرَجُلٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي الرَّجُلَ فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی، اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سرگوشیوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ لوگوں کو نیند آگئی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

٧٣٨- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي رَجُلًا فَلَمْ يَزَلْ يُنَاجِيهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سرگوشی فرما رہے تھے کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ بدستور سرگوشی فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے اصحاب

حَتّٰى نَامَ أَصْحَابُهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰى بِهِمْ۔

سو گئے، پھر آپ تشریف لائے اور انھیں نماز پڑھائی۔

٣٩۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ وَّهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَّقُوْلُ كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُوْنَ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّؤُوْنَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ إِيْ وَاللّٰهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سو جاتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے شعبہ کہتے ہیں میں نے قتادہ سے کہا تم نے اس حدیث کو خود حضرت انس سے سنا ہے؟ انہوں کہا ہاں! خدا کی قسم!

٤٠۔ حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ أُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ لِّيْ حَاجَةٌ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيْهِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلَّوْا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشاء کی نماز کی اقامت کہہ دی گئی تھی کہ ایک شخص نے حضور سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ آپ اس سے سرگوشیوں میں بات کرتے رہے حتیٰ کہ کچھ لوگ سو گئے، پھر انھوں نے نماز پڑھی۔

نیند سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اگر ایک جماعت کی موجودگی میں ایک شخص کسی دوسرے شخص سے سرگوشی کرے تو وہ جائز ہے اور ایک آدمی کی موجودگی میں دو آدمیوں کی ایک دوسرے سے سرگوشی منع ہے۔ نماز کی اقامت کے بعد کسی اہم معاملہ میں گفتگو کرنا جائز ہے اور کسی غیر اہم معاملہ میں اقامت کے بعد گفتگو کرنا منع ہے اور جب کئی امور مجتمع ہوں تو ان میں سے اہم امر کو مقدم کیا جائے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی اقامت کے بعد اس شخص سے دین کے کسی ایسے اہم معاملہ میں سرگوشی کی جو جماعت شروع کرانے پر مقدم تھی، اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص بیٹھا ہوا ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اور اس باب میں یہی مسئلہ مقصود ہے اس مسئلہ میں فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

١۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیب اور شعبہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بھی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

٢۔ حسن بصری، مزنی، ابو عبید قاسم بن سلام، اسحٰق بن راہویہ اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔

٣۔ زہری، ربیعہ، اوزاعی، امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے اور ہلکی نیند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔

٤۔ امام ابو حنیفہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ جب انسان کو نماز کی ہیئت مثلاً قیام رکوع، سجود اور قعدہ میں نیند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو، اور اگر انسان چت لیٹا ہو یا کروٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت میں نیند سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

٥۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ ہے کہ نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جما کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو، امام شافعی کے نزدیک نیند فی نفسہ حدث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے، اس لیے جب وہ مقعد کو جمائے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہوگا، اور اصل میں طہارت باقی ہے، اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر اتفاق ہے کہ جب جنون سے عقل زائل ہو، ــــــ بے ہوشی ہو، شراب، بھنگ، افیمہ یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقعد زمین پر جمی ہو یا نہیں، اور یہ صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لہ

⁂

آج بروز منگل ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ / ۲۳ نومبر ۱۹۹۳ء کو کتاب الطہارۃ ختم ہو گئی، الحمد للہ العالمین، اس جلد کا بقیہ حصہ بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین و الہ الطیبین الطاہرین و صحابہ الکاملین الراشدین و سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

لہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

نماز اسلام کی تمام عبادات کی جامع اور خلاصہ ہے۔ نمازی جب تشہد میں بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے۔ اپنی زبان، بدن اور مال کے اللہ تعالیٰ کے احکام سے وابستہ ہونے کا اظہار کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے۔ درود پڑھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے، پھر السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہہ کر تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے پہلے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے پھر جھک جاتا ہے، پھر تواضع اور عاجزی کے آخری مرتبہ میں سجدہ میں جا گرتا ہے، رکوع اور سجود میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے اپنے اور عام مسلمانوں کے لیے دعا مانگتا ہے جتنی دیر نماز میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے منع کردہ تمام کاموں سے رکا رہتا ہے۔ مسجد میں نماز کے دوران اعتکاف کی سعادت حاصل کرتا ہے کعبہ کی طرف منہ کر کے حج کے اشتیاق کو زندہ کرتا ہے، کھانے پینے سے رُک کر روزہ کی چاشنی حاصل کرتا ہے، شیطان کے وسوسہ کے خلاف نماز پڑھ کر شیطان سے جہاد کرتا ہے۔ بدن اور لباس کی پاکیزگی کے لیے پیسے خرچ کر کے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور اس کے خوف کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ بے وضو یا ناپاک کپڑوں سے نماز پڑھ لے تو خدا کے سوا کون جان سکتا ہے! اس کا پاک بدن پاکیزہ لباس اور باوضو نماز پڑھنا اس کی نیت کے اخلاص اور خدا خوفی کی دلیل ہے۔ گرمیوں کی گرم دھوپ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے جانا اور سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے صبح اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے سے نمازی اپنے بدن سے مجاہدہ کرتا ہے، کاروبار اور دوست احباب کی محفل چھوڑ کے نماز پڑھ کر اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔ غرض یہ کہ نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے، راہ خدا میں مال خرچ کرنا ہے، حج کا تصور ہے، روزہ کی لذت ہے، قرآن کریم کی تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح ہے۔ اس کی عابدانہ تعظیم ہے اللہ کے رسول کی غلامانہ تکریم ہے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دعا ہے۔ اخلاص نیت ہے، خوف خدا ہے، تمام برے کاموں سے بچنا ہے، شیطان سے، نفس کی خواہشوں سے، اور اپنے بدن سے جہاد ہے۔ اعتکاف ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے، مومن کی معراج ہے، مراقبہ ہے، مجاہدہ ہے، مشاہدہ ہے، سب کچھ ہے۔

قرآن کریم میں نوّے مرتبہ سے زیادہ نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ نماز اسلامی عبادات کا سب سے پہلا رکن ہے۔ تمام عبادات میں صرف نماز ہی کی یہ خصوصیت ہے جو امیر و غریب، بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت، صحت مند اور بیمار ہر ایک پر یکساں فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی، اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، اگر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو لیٹ کر پڑھو، اگر بول نہیں سکتے تو اشاروں سے پڑھو، (دارقطنی) اگر ٹھہر نہیں سکتے تو چلتے ہوئے پڑھو (ابوداؤد) حالت جنگ یا سفر میں اگر سواری سے اتر نہیں سکتے تو سواری پہ پڑھو، بہرحال نماز کسی حال میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سب سے پہلے جس حکم کے ساتھ مکلف کیا ہے وہ نماز ادا کرنا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کسی شخص پر ایک دن بھی نہیں گزرتا، مگر ادائیگی نماز کے ذریعہ اس شخص کا کھرا یا کھوٹا ہونا پرکھا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں، نیز آپ نے فرمایا: "نماز دل کی روشنی ہے"، "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"، آپ نے فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان صرف نماز سے امتیاز ہوتا ہے"، مرض الموت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی، جب ہوش آتا سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھتے حتیٰ کہ حیات ظاہری کے آخری لمحہ میں آپ کی زبان پر جو لفظ بار بار آتا تھا وہ نماز "الصلوٰۃ" تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسان سے پوچھا ہے کہ جب تم پر مصیبتیں آتی ہیں، جب سمندر میں طوفان اٹھتا ہے اور جب تمہارا جہاز بھنور میں پھنستا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جس کو تم پکارتے ہو، تمہاری کھیتیوں میں سبزہ کون اگاتا ہے، تمہارے پینے کے لیے آسمان سے بادلوں کے ذریعہ اور زمین میں کنوؤں اور چشموں کے سبب پانی کا کس نے انتظام کیا ہے، تمہارے سانس لینے کے لیے فضاؤں میں ہواؤں کے سمندر کس نے رواں دواں کیے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ تم سے یہ تمام نعمتیں چھین لے تو کائنات میں کس کی شکتی ہے جو ان نعمتوں کو لوٹا سکے، پھر ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے نماز پڑھنا اس کا کتنا عظیم احسان ہے۔

جب مصیبتوں کی سختی اور تکالیف کی شدت حد سے بڑھ جاتی ہے، جب انسان کی روح مضطرب، دل بے چین اور ذہن ماؤف ہو جاتا ہے تو اسے اپنے درد کا درماں اور دکھ کا علاج صرف نماز ہی میں ملتا ہے۔

جب تک کسی مسلمان میں رمق حیات باقی ہے جب تک اس کے ہوش وحواس سلامت ہوں، نماز اس سے ساقط نہیں ہوتی، قرآن اور حدیث میں نماز کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، نماز کی ادائیگی میں سستی کو نفاق کی علامت اور عذاب کا استحقاق بتایا گیا ہے۔ نماز کے ترک کو کفر کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ نازل ہوا اور اس کی تکمیل شب معراج کو کی گئی۔

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود نماز نہ پڑھائی ہو یا نماز کا حکم نہ دیا ہو، حضرت ابراہیم فرماتے ہیں:

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی۔ (ابراھیم: ۴۰)

"اے میرے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز پڑھنے والا بنا دے"

حضرت اسماعیل کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے:

وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ۔ (مریم: ۵۵)

"وہ اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیتے تھے"

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:

یا بنی اقم الصلوٰۃ۔ (لقمان: ۱۷)

"اے میرے بیٹے نماز پڑھو"

حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا:

اقم الصلوٰۃ لذکری۔ (طٰہٰ: ۱۴)

"میری یاد کے لیے نماز پڑھیے۔"

بنی اسرائیل کو حکم ہوا:

واقیموا الصلوٰۃ۔ (بقرہ: ۴۳)

"نماز پڑھو"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

واوصانی بالصلوٰۃ۔ (مریم: ۳۱)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کا حکم دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئیں، حتیٰ کہ بنی اسرائیل پر بھی صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ [سہ]

امام نسائی نے حدیث معراج کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اس کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے نماز کی تخفیف کے ذکر میں ہے:

ثم رددت الی خمس صلوات فقال فارجع الی ربک فاسئلہ التخفیف فانہ فرض علی بنی اسرائیل صلوتین فما قاموا بھما۔ [لہ]

"(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر میں پانچ نمازیں لے کر لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے رب سے مزید تخفیف کا سوال کیجئے، کیونکہ بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض کی گئی تھیں، لیکن وہ ان کو بھی وہ پڑھ نہ سکے۔"

اس کے علاوہ نماز کے سلسلہ میں امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں سے عشاء کی نماز اس سے پہلے کسی امت پر فرض نہیں کی گئی۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فقال اعتموا بھذہ الصلوٰۃ فانکم قد فضلتم بھا علی سائر الامم ولم تصلھا امۃ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نماز (عشاء) کو تاخیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس نماز

سہ۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل پر پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

لہ۔ امام ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ا ص ۵۲، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

قبلکم۔ [1]	کی وجہ سے پچھلی تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔

اس سلسلہ میں ایک تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں میں سے ہر ایک نماز کسی نہ کسی اولوالعزم نبی نے پڑھی ہے گویا انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی پڑھی ہوئی تمام نمازیں اس امت پہ فرض کر دی گئیں اور یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

علامہ حلبی امام رافعی کی شرح مسند شافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز پڑھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز پڑھی اور حضرت یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھی۔ [2]

عشاء کی نماز اس امت سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی ہے لیکن ان کی یا کسی نبی کی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی، عشاء کی نماز اس سے پہلے صرف نبی نے پڑھی تھی، امتوں میں سے صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو اس نماز کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز پہلی وحی کے ساتھ فرض ہو گئی تھی، جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ نے جبریل کے ساتھ نماز پڑھی (السیرۃ النبویہ ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ علی ہامش، الروض الانف، ج ۱ ص ۱۴۳ ایضاً انسان العیون ج ۱ ص ۴۲۶)

سورۂ مزمل (جو مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے) سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر رات کی نماز فرض تھی، جس کو آپ اور صحابہ کرام باجماعت ادا کرتے تھے (چونکہ ہجرت سے پہلے دو دو رکعات کی نمازیں فرض تھیں، اس لیے اغلب یہ ہے کہ یہ نماز بھی دو رکعات کی ہوتی تھی) رات کی نماز کے علاوہ حضور اور صحابہ کرام چاشت اور عصر کے وقت بھی نماز پڑھتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے ابن سعد کی سند کے ساتھ عزیزہ بنت تجراۃ سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

وکان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحی والعصر وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا آخر النہار تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادی۔ [3]	پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر کے وقت نماز پڑھتے تھے اور پچھلے پہر نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ گھاٹیوں میں منتشر ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے تھے۔

محمد عبد الملک بن ہشام فرماتے ہیں:

---

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۲ ص ۹۴، مطبوعہ مصر

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۴ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گھاٹیوں میں کفار سے چھپ چھپ نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے، اچانک کفار کا ایک گروہ آگیا انھوں نے نماز کی مذمت شروع کی، اور مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ایک بڑی ہڈی کافر کو مار دی اور اس کا سر پھاڑ دیا، اسلام کی راہ کا ذکر بہایا جانے والا یہ پہلا خون تھا۔[1]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ کوئی شخص ایسی ہمت کر سکتا ہے کہ فلاں کے گھر جو آج اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کی اوجھڑی لاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدے میں ہوں، یہ سن کر سب سے بدبخت انسان (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور اس نے وہ اوجھڑی لاکر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سجدہ کی حالت میں رکھ دی۔ بالآخر اس کو سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا۔ ملخصاً۔[2]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے نماز پڑھنے کی وجہ سے کفار پریشان ہوتے تھے کہ ان سے قرآن سن کر لوگ کہیں اسلام قبول نہ کر لیں، انھوں نے آپ کو تنگ کیا یہاں تک کہ حضرت ابو بکر حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے تیار ہو گئے، ابن دغنہ نے آپ کو روک لیا اور کفار سے یہ کہا کہ اب تمہیں ان سے شکایت نہ ہوگی، حضرت ابو بکر نے اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالی، اور بلند آواز سے نماز میں قرآن کریم پڑھنے لگے، جس کو سننے کے لیے کفار کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے تھے۔ الحدیث[3]

حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تمام واقعات بعثت کے پانچ سال بعد شعب ابی طالب میں محصور ہونے اور اس حصار کے ٹوٹنے کے بعد واقع ہوئے۔[4]

اس تمام تفصیل سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج سے ہوئی ہے اس سے پہلے رات کی ایک نماز مسلمانوں پر فرض تھی، اور ان سے مختلف اوقات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نمازیں پہلے کفار سے چھپ کر اور بعد میں علی الاعلان پڑھا کرتے تھے۔

تارک صلوٰۃ کے بارے میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

---

[1] محمد بن عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۰۱۸، مطبوعہ ملتان

[2] علامہ علاؤ الدین بن ترکمانی، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۷، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ جز ۳ ص ۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص نے وقت گذر جانے کے بعد بھی فرض نماز نہیں پڑھی، اس کو حداً تلوار سے قتل کر دیا جائے گا، تاہم وہ شخص ان کے نزدیک مرتد نہیں ہوا۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسا شخص مرتد ہو گیا اور اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص نماز نہ پڑھے اس کو قید کر دیا جائے گا اور اس کو تعزیراً سزا دی جائے، یہاں تک کہ وہ تائب ہو کر نمازی بن جائے۔

غیر مقلدین کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کی طرح یہ ہے کہ تارک الصلوٰۃ کو قتل کر دیا جائے گا۔[1]

ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم۔ (توبہ: ۵)
"پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔"

لیکن یہ آیت احناف پر حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور مفہوم مخالف سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ کتب اصول میں مقرر ہے۔ ثانیاً اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ نماز نہ پڑھنے والوں کا راستہ نہ چھوڑو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کو قتل کر دو، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو قید کر لو اور ان کو اس وقت تک سزا دو جب تک وہ تائب ہو کر نمازی نہ بن جائیں اور یہ مطلب دیگر دلائل سے موید بھی ہے۔

دوسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کروں، یہاں تک کہ وہ توحید اور رسالت کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، (الحدیث)[2]

اس حدیث میں بھی اولاً تو مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ احکام میں معتبر نہیں ہے، ثانیاً مفہوم مخالف کی صورت میں بھی نماز نہ پڑھنے والے سے قتال اور جہاد کا حکم ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس کو قتل کرنے کا اور قتال اور جہاد اسی صورت میں ہو گا جب کہ نماز نہ پڑھنے والا نماز پڑھنے سے انکار اور نہ پڑھنے پر اصرار کرے، اور ایسی صورت میں احناف کے نزدیک بھی اس سے جہاد واجب ہے۔ بحث اس میں ہے کہ جو شخص سستی یا غفلت سے نماز نہیں پڑھتا، لیکن اس کے باوجود نماز پڑھنے سے انکار بھی نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے، ایسے شخص کو قتل کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے، اس کو راہ راست پہ لانے کا وہی طریقہ صحیح ہے جو امام اعظم نے تجویز کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان حضرات کے نزدیک بھی زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً زکوٰۃ

---

[1] محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۴۱، مطبوعہ مصر

[2] امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸، مطبوعہ اصح المطابع کراچی

وصول کی جائے گی (خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے) اور حدیث شریف میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ایک حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ نماز نہ پڑھنے والے کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً نماز پڑھوائی جائے گی خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے۔

جو شخص سستی اور غفلت سے نماز ترک کرتا ہے اس کو قتل نہ کرنے پر امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جسے شیخ ولی الدین تبریزی بخاری اور مسلم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امری مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق لدینہ التارک للجماعۃ۔ [1]

(متفق علیہ)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس کو صرف تین وجہ سے قتل کرنا جائز ہے وہ کسی شخص کو قتل کر دے، شادی شدہ زانی ہو یا اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے نکل جائے"

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حصر فرما دیا ہے کہ ان تین وجہوں کے سوا اور کسی وجہ سے مسلمان شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور تارک الصلوٰۃ بہرحال مسلمان ہے اس لیے اس کو قتل کرنا ناجائز ہوگا۔

نیز جو شخص سستی یا غفلت سے نماز چھوڑ دیتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر قضاء واجب کی ہے اگر اس کو قتل کرنا مطلوب ہوتا تو اس پر قضاء لازم کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے وقت سو جاتا ہے یا غفلت سے نہیں پڑھتا، آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے اس کو ادا کرے۔ [2]

اس تحقیق اور تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ تارک نماز کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے تارک نماز کے بارے میں جو تشدد کیا ہے اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، کتاب و سنت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

---

[1] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۲۹۹، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی

[2] حافظ ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ، نسائی ج ۱ ص ۱ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذان کے مباحث

اذان کی ابتداء کا بیان

اذان ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی[1] اور یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم، کلمہ شہادت اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے اذان دین اسلام کا خلاصہ ہے، اس میں مؤذن اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور استحقاق عبادت کا اعتراف کرتا ہے۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتا ہے، اشہد ان محمدا رسول اللہ کہہ کر سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر احکام کے مکلف ہونے کا اعتراف کرتا ہے، حی علی الفلاح کہہ کر آخرت پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے، پھر اس دعوت کے بعد جو مسلمان اپنے گھروں، کارخانوں اور دکانوں سے اٹھ کر نماز کے لیے چل دیتے ہیں وہ اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار بندے ہیں، اور جو اذان سن کر نماز پڑھنے نہیں جاتے وہ اپنی بے عملی سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل اور بے پرواہ ہیں، اس طرح اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گذار اور غیر اطاعت گذار بندوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ اگر اذان کے سبب نماز کا ایک وقت معین نہ ہوتا، اور ہر شخص کو آزادی ہوتی کہ جس وقت چاہے نماز پڑھے اور جس وقت چاہے نماز نہ پڑھے تو مسلم معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور غیر فرمانبردار افراد کے درمیان فرق نہ ہو سکتا اور معاشرہ کے نااہل افراد کی اصلاح کا کوئی ذریعہ میسر نہ ہوتا۔

روزمرہ کی پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے، اور اگر کسی شہر کے عام لوگ اذان دینا ترک کر دیں تو امام محمد کے نزدیک ان سے قتال کرنا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان کو سزا دینا واجب ہے اذان کے کلمات کو خاموش ہو کر سننا اور ان کے جواب میں مسنون کلمات کہنا مستحب ہے، اور اذان سن کر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے۔

ایک مسلمان گفتگو میں، خرید و فروخت میں، دفتر، کارخانے یا گھر کے کاموں میں مشغول اور منہمک ہو اور جیسے ہی اذان کی آواز آئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر خاموشی سے آواز سننے لگے تو اس کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کا جذبہ ہے اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کو ترجیح دیتا ہے، جو لوگ قومی ترانے کو تعظیم سے سننے پر زور دیتے ہیں آخر وہ پانچ نمازوں کی اذانوں کی تعظیم اور غور سے کیوں نہیں سنتے! اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ نماز ہے اور اس کا پیش خیمہ اور مقدمہ اذان ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ مصائب کو دور کرنے کے لیے اذان دینی چاہیے۔

قبر پر اذان دینے کی تحقیق

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض کتب شافعیہ میں مرقوم ہے کہ نومولود، غمزدہ، مرگی میں مبتلا، غصہ سے مدہوش اور بد خلق شخص کے کان میں اذان دینا، جہاد میں گھمسان کی جنگ کے وقت اور آگ لگنے کے وقت اذان دینا مستحب ہے، اسی طرح میت کو قبر میں اتارتے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے تاکہ میت کی انتہاء ابتداء کے اور موت پیدائش کے موافق ہو جائے، یعنی جس طرح دنیا میں آتے وقت اذان سنی تھی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی اذان سن کر جائے، علامہ ابن حجر مکی نے میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان دینے کے مسنون ہونے کو مسترد کر دیا ہے، لیکن علامہ خیر الدین رملی حنفی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کے مسنون ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ [1]

علاوہ ازیں ابن حجر کو زیادہ سے زیادہ اس موقع پر اذان کے مسنون ہونے میں تردد ہے، لیکن دفن کے وقت اذان کے مستحب ہونے میں کسی شخص کو شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اذان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اور جب غمزدہ، بیمار، آگ میں جلنے والے یا جس شخص کو جن تنگ کر رہا ہو، ان سب کے لیے اذان دینا مستحب ہے، تو جو شخص اپنے سفر کی آخری منزل میں جا رہا ہو اس کے لیے اذان دینا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا کیونکہ ایک مغموم، غضب ناک اور مرگ زدہ شخص کی نسبت میت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ یہ سفر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اس جگہ اگر آسانی ہو تو باقی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں۔ اور اگر اس جگہ مشکل ہو تو باقی منازل زیادہ مشکل ہوتی ہیں، تاہم اس عمل کے ساتھ فرض اور واجب کا سا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق

اذان کے سلسلہ میں ایک بحث یہ بھی اٹھائی جاتی ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے یا نہیں دی؟ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث ذکر کی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ ایک سفر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے۔

فاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی راحلتہ واقام۔ [2]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی“

لیکن ملا علی قاری رحمہ الباری نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کا اختصار کیا ہے کیونکہ مسند امام احمد حنبل

---

[1] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۵۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

میں اس سند کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا اور انھوں نے اذان اور اقامت کہی۔[1]

اس حدیث کے بارے میں ممکن ہے ملا علی قاری رحمہ الباری کی یہ رائے درست ہو لیکن علامہ رافعی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کے ثبوت میں ایسی حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی فرماتے ہیں:

وفی السنن ابی داود عن عقبة بن عامر قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فلما زالت الشمس اذن بنفسه واقام وصلی الظهر وقال السیوطی ظفرت بحدیث آخر مرسل اخرجه سعید بن منصور فی سننه قال اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرة فقال حی علی الفلاح وهذا لا یقبل التاویل۔[2]

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں سفر میں تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ظہر کی اذان اور اقامت کہی اور علامہ سیوطی نے فرمایا مجھے اس موضوع پر ایک اور حدیث مرسل مل گئی جس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اور بار اذان دی اور فرمایا حی علی الفلاح۔ علامہ رافعی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ زرقانی نے بھی موطا امام مالک کی شرح میں علامہ سیوطی کی شرح بخاری کے حوالے سے سنن سعید بن منصور کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔[3]

نیز علامہ زرقانی المواہب اللدنیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جامع ترمذی کی روایت سے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے، لیکن اسی سند کے ساتھ مسند احمد اور دار قطنی میں یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم دیا تو مؤذن نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ اس لیے علامہ سہیلی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے یہ ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس میں سبب کی طرف اسناد ہے، ہاں علامہ سیوطی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں مجھے ایک اور مرسل حدیث ملی ہے جس کو امام سعید بن منصور نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور حی علی الفلاح کہا، یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی) اس سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں کیونکہ ان کی سندیں مختلف ہیں، اور جس شخص نے یہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج ۲ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ عبد القادر رافعی حنفی دیار مصریہ، تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[3] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر،

کو نہیں کیا وہ غافل ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی فضیلت کو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اذان نہیں دی، کیونکہ آپ اذان کی بہ نسبت زیادہ افضل کاموں میں مشغول رہتے تھے، مثلاً جہاد، مقدمات کے فیصلے، احکام شرعیہ کی تبلیغ وغیرہ۔ شیخ ابوالحسن شاذلی اور علامہ نیشاپوری نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اگر آپ اذان دیتے تو جہاں تک آواز پہنچتی ان سب لوگوں پر مسجد میں آنا فرض ہو جاتا اور اس سے لوگ مشقت میں پڑ جاتے۔ [1]

علامہ شامی نے بھی علامہ زرقانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی مگر انہوں نے اشہد انی رسول اللہ نقل کیا ہے۔ [2]

قرآن مجید میں ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی ہر عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ ہے تو ضروری ہوا کہ اذان کے لیے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہو، نیز کوئی عبادت اس وقت تک مرتبہ کمال کو نہیں پا سکتی جب تک کہ اس عبادت کے عابد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں، اس لیے اذان کو کمال اور عروج تبھی حاصل ہوگا جب اذان اعمال رسول اللہ کے دامن سے وابستہ ہو اور آپ کی سنت ہو۔

وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی اذان کو بھی اس کے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اذان کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اگر نماز کے وقت سے پہلے اذان دے دی جائے تو اولاً تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا، ثانیاً ہو سکتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان کی صورت میں کوئی شخص اذان سن کر نماز پڑھ لے اور وقت سے پہلے بالاتفاق نماز نہیں ہوتی، پس اس صورت میں قبل از وقت نماز پڑھنے کی وجہ سے جس کی نماز نہیں ہوگی، اس کا ذمہ دار وقت سے پہلے اذان دینے والا ہوگا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

المؤذن مؤتمن (جامع ترمذی ص ۵۰) "مؤذن امین ہوتا ہے۔"

کیونکہ مسلمانوں کی نمازیں اس کی امانت ہوتی ہیں، اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۳۸۱-۳۸۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶ھ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم۔ (بخاری ج ۱ ص ۸۷)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ فجر سے پہلے رات کو اذان دی گئی لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اذان فجر نماز کے لیے تھی، اگر یہ نماز فجر کی اذان ہوتی تو دوبارہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم سے اذان دلانے کی کیا ضرورت تھی؟ ثانیاً یہ کہ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ اذان (رمضان میں) سحری کے لیے ہوتی تھی اور اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ امام بخاری اس باب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال کی اذان سن کر کوئی شخص سحری کھانا نہ چھوڑے، کیونکہ ان کی اذان اس لیے ہوتی تھی کہ سحری کے لیے تہجد پڑھنے والا تہجد ختم کر دے یا سونے والا بیدار ہو جائے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷) نیز امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان دہرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اعلان کریں کہ انھوں نے بھولے سے اذان دے دی تھی۔ اسی باب میں امام ابو داؤد ایک اور سند کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذن حتی یتبین لک الفجر۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۹)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک اذان نہ دو جب تک کہ فجر ظاہر نہ ہو جائے۔

بَابٌ ۱۴۳ بَدْءِ الْاَذَانِ

۷۴۱۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرٰهِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا اَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ ح وَحَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ مَوْلٰی ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِیْنَ قَدِمُوا الْمَدِیْنَةَ یَجْتَمِعُوْنَ فَیَتَحَیَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ وَلَیْسَ یُنَادِیْ بِهَا اَحَدٌ فَتَكَلَّمُوْا یَوْمًا فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰی وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْیَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا یُنَادِیْ بِالصَّلٰوةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ۔

اذان کی ابتداء

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمان نماز کے وقت جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے اور اس وقت کوئی شخص اذان نہیں دیتا تھا، ایک دن صحابہ نے اس مسئلہ میں گفتگو کی۔ بعض نے کہا عیسائیوں کی طرح ناقوس بنا لو، بعض نے کہا یہودیوں کی طرح سینگھ بنا لو، حضرت عمر نے کہا ایک آدمی کو کیوں نہیں مقرر کر لیتے جو نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال اٹھو اور لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤ۔

(ناقوس سے مراد ہے بڑی ڈنڈی پر چھوٹی ڈنڈی مارنا)۔

اذان کی مشروعیت کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہم امور میں باہمی مشورہ کرنا چاہیے، اور یہ کہ صحابہ کرام اسلام کی روح اور اس کے تقاضوں سے باخبر تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس لیے اس کے ارکان کی ادائیگی کے لیے ایک مربوط نظام ہونا چاہیے، لہٰذا نمازوں کی ادائیگی کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہو اور سب مسلمان اس وقت میں نماز ادا کریں، تاکہ امت ایک وقت پر مجتمع ہو اور وحدت ملی قائم رہے، اس سبب سے تعین وقت کی علامت پر انہوں نے باہم غور و فکر اور مشورہ کیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ کو ناپسند فرمایا کیونکہ اسلام اپنے لیے ایک مستقل نظام کا متقاضی ہے، اسلام کسی اور مذہب کا تابع نہیں، بلکہ تمام مذاہب کا ناسخ اور مستقل دین ہے جس طرح عبادات میں اسلام کسی کا تابع نہیں بلکہ سب سے منفرد اور ممتاز دین ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمدن اور معاشرت، تہذیب اور ثقافت میں بھی منفرد اور یگانہ ہوں، اور کسی قوم کی ثقافتی اقدار کی پیروی نہ کریں، خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں کی تہذیب اور ثقافت سے اپنے آپ کو بالکل الگ رکھیں۔

حضرت عمر نے جو کہا نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلایا جائے، یہ اذان کی معروف صورت نہیں تھی اس سے محض دعوت اور ندا مقصود تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو پسند کر لیا، اس میں ان کی فراست اور صحت رائے کی دلیل ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عبد اللہ بن زید نے خواب میں ایک فرشتہ کو اذان کے کلمات کہتے سنا، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن زید کہتے ہیں کہ ایک صبح ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اپنا خواب بیان کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو خواب میں سنے ہوئے کلمات بتلاؤ اور پھر یہ ان کلمات کے ساتھ اذان دیں، کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے، جب حضرت عمر نے اذان کی آواز سنی تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں یہ کلمات سنے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ہے اور وہی لائق ستائش ہے![1]

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبد اللہ بن زید یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ وہ شارع ہیں، اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے ہوئی ہے جو آپ نے حضرت عبد اللہ بن زید کو دیا جس میں فرمایا کہ یہ کلمات بلال کو سکھاؤ تاکہ وہ اذان دیں اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس خواب کے ساتھ ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کے مقتضیٰ کے مطابق اذان دینے کا حکم دیا ہو تاکہ آپ دیکھیں کہ آپ کو اس حکم پر برقرار رکھا جاتا ہے یا نہیں، یہ جواب اس نظریہ پر مبنی ہے کہ آپ احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے[1]، نیز یہ وہم نہیں کرنا چاہیے کہ اس خواب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات کا علم نہ تھا کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے[2]

اور علامہ جلال الدین خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ ابوجعفر محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ اذان کا ثبوت صحابہ کرام کے خوابوں سے نہیں ہوا، بلکہ شب معراج حبیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت جبرائیل نے اذان دی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کو نماز پڑھائی۔[3]

امام بزار نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے[4]، جس کا ہم عنقریب علامہ سہیلی کے حوالے سے ذکر کریں گے۔

علامہ زرقانی ان احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان سکھائی، اس حدیث کی سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے، اور امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نماز فرض کی گئی تو حضرت جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان دینے کا حکم پہنچایا، اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔ امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت جبرائیل نے اذان دی، فرشتوں نے یہ گمان کیا کہ شاید حضرت جبرائیل نماز پڑھائیں گے، لیکن حضرت جبرائیل نے مجھے آگے کیا اور میں نے نماز پڑھائی، اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور مسند بزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبرائیل براق لے کر آئے آپ اس پر سوار ہوئے (الیٰ قولہ) اس حدیث میں ہے کہ پھر ایک فرشتہ حجاب سے نکلا اور اس نے کہا اللہ اکبر، الحدیث، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے، اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اسراء کے واقعات متعدد ہوں اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہو، اور حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث بھی سنداً صحیح نہیں ہے اور

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ مطبع المطبعۃ الخیریہ مصر

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۰۷، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ

[3] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق العتکی البزار متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۴۶۔۱۴۷، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۹ھ

امام ابن المنذر نے وثوق سے کہا ہے کہ جب سے نماز مکہ میں فرض ہوئی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے، حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی پھر اذان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا جیسا کہ حضرت ابن عمر کی روایت میں اور حضرت عبد اللہ بن زید کی روایت میں ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث اگرچہ سنداً ضعیف ہیں لیکن یہ متعدد طرق اور اسانید سے مروی ہیں اور حدیث ضعیف جب طرق متعددہ سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہم کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم نہیں تھا، اور طبرانی، دار قطنی، ابن مردویہ اور بزار وغیرہ کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے اذان کا علم تھا۔ اس ظاہری تعارض کو علامہ سہیلی نے دور کیا ہے۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

صحابی کی زبان سے اذان کو جاری کرانے میں حکمت یہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کو سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا، اور یہ وحی سے قوی ذریعہ تھا پھر جب اذان کی مشروعیت نماز کی فرضیت سے متاخر ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اذان کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو ایک صحابی نے خواب دیکھا اور اس کو آپ سے بیان کیا اور یہ خواب اس اذان کے موافق تھا جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سن چکے تھے اس لیے آپ نے فرمایا بے شک یہ خواب حق ہے، اور اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آسمان میں اذان سنوانے سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ یہ زمین میں سنت ہو جائے اور اس کی مزید تقویت حضرت عمر کے خواب سے ہوئی کیونکہ حضرت عمر کی زبان سے حق جاری ہوتا ہے، نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے غیر سے اذان کی خبر دلوانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت زیادہ ہو اور دوسروں کی زبانوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہو تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو اور آپ کی شریعت کی تقویت ہو، اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے ورفعنا لک ذکرک تو آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ آپ کے غیر کی زبان سے آپ کا ذکر بلند کیا جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں کے اوپر اذان سنوائی گئی یہ کس کی روایت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کو امام ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس براق کو لے کر آئے، آپ اس پر سوار ہو کر اس حجاب تک پہنچے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہے اس وقت ایک فرشتہ اس حجاب سے نکلا، آپ نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل نے کہا یہ اللہ کی مخلوق میں سب سے مقرب فرشتہ ہے اور میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا، اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں، پھر اس فرشتہ نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، پھر فرشتہ نے کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۳ - ۱۲۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر

تو حجاب کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں نے محمد کو رسول بنایا، پھر فرشتہ نے کہا حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، پھر فرشتے نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اکبر ہوں، پھر اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ تو ماوراء حجاب سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں الٰہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں! پھر فرشتہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو آگے کر دیا، اور آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی، ان میں حضرت آدم اور حضرت نوح تھے۔ ابوجعفر محمد بن علی کہتے ہیں اس دن اللہ نے آپ کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ اس کی تائید معراج کی دوسری احادیث سے ہوتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زمین پر فرض کرنا تھا اور اس کی فرضیت کا بیان اللہ تعالیٰ نے حضرت مقدسہ میں کیا اور اس حدیث میں نماز کے اعلان یعنی اذان کا بیان ہے جس کا علم حریم قدس کے ماوراء سے دیا گیا۔ [1]

پہلے مسند بزار طبع نہیں ہوئی تھی اب الحمد للہ یہ کتاب بیروت میں طبع ہو گئی اور ہم نے اصل کتاب میں یہ حدیث دیکھ لی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ [2]

علامہ ہیثمی نے بھی مسند بزار کے حوالے سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے: [3]

بَابُ ۱۳ الْاَمْرِ بِشَفْعِ الْاَذَانِ وَاِیْتَارِ الْاِقَامَةِ اِلَّا کَلِمَةَ فَاِنَّهَا مُثَنَّاةٌ

اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم

۳۲، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ جَمِيْعًا عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ زَادَ يَحْيٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثْتُ بِهٖ اَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں دو دو بار کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔ ایوب کی سند میں ہے: قد قامت الصلوٰۃ کے سوا۔

---

[1] امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۲ ص ۲۰۔ ۱۹، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، ۱۳۹۷ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۴۶۔ ۱۴۲، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۹ھ

[3] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص ۱۸۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ
ایضاً۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۷۴۳۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوْا اَنْ يُّعْلِمُوْا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُوْنَهٗ فَذَكَرُوْا اَنْ يُّنَوِّرُوْا نَارًا اَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نماز کے وقت کی ایسی علامت مقرر کرنے کے بارے میں مشورہ کیا جس سے ان کو نماز کے وقت کا پتا چل جائے، بعض نے کہا، نماز کے وقت آگ روشن کرنی چاہیے، بعض نے کہا ناقوس بجانا چاہیے پھر بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان میں دو دو مرتبہ کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔

۷۴۴۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ نَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ ذَكَرُوْا اَنْ يُّعْلِمُوْا بِمِثْلِ حَدِيْثِ الثَّقَفِيِّ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَنْ يُّنَوِّرُوْا نَارًا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۷۴۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ قَالَا نَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو کلمات اذان دو دو مرتبہ اور کلمات اقامت ایک ایک بار کہنے کا حکم ہوا۔

کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ

حدیث نمبر ۷۴۲، میں ہے: اذان میں کلمات اذان دو دو بار کہیں اور اقامت میں کلمات اقامت ایک ایک بار۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

کلمات اقامت کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد، امام شافعی کا مشہور مذہب اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمدًا رسول، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح۔ قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اقامت کے دس کلمات ہیں، وہ قد قامت الصلوٰۃ کو دو بار نہیں کہتے یہ امام شافعی کا قدیم قول ہے اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں، اس میں کوئی کلمہ مکرر نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات ہیں وہ اذان کی طرح ہر کلمہ کا تکرار کرتے ہیں اور یہ مذہب شاذ ہے۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

ان احادیث کے پیش نظر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اذان میں کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے سوا سب کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں۔ اس کے برعکس امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ اقامت میں بھی اذان کی مثل دو دو بار کلمات کہے جائیں، اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اذان کے الفاظ میں سے ایک لفظ کو دو لفظوں کی مقدار کے برابر کھینچ کر پڑھا جائے، کیونکہ اذان میں آہستہ آہستہ اعلان کرنا مقصود ہوتا ہے اور اقامت (تکبیر) میں ایک لفظ کو ایک لفظ کی مقدار کے برابر پڑھا جائے، کیونکہ اقامت میں سرعت مقصود ہوتی ہے۔

رہا یہ کہ امام اعظم کے مسلک پر کیا دلیل ہے جس کی وجہ سے ان احادیث کی یہ توجیہ کی گئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے ملاحظہ فرمائیے!:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن زید قال کان اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفعا شفعا فی الاذان والاقامۃ۔ ۱؎

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان اور کلمات اقامت دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔

واضح رہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتہ کو اذان اور اقامت کہتے سنا پھر دربار رسالت میں یہ خواب بیان کیا اور اس کے بعد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

نیز امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

الاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ۔ ۲؎

اقامت میں سترہ کلمات ہیں۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۳؎

اور یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کلمات اقامت کو اذان کی طرح دو دو بار پڑھا جائے۔

اس کے علاوہ امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ!

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز کے لیے ایک مقررہ وقت پر جمع کرنے کے طریقہ پر غور کر

۱؎ ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲؎ " " " " " " جامع ترمذی ص ۵۵

۳؎ ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

رہے تھے تو اس وقت آپ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی آئے اور عرض کیا

یا رسول الله انی لما رجعت لما رأیت من اهتمامك رأیت رجلا كان علیه ثوبین اخضرین فقام علی المسجد فاذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال مثلها الا انه یقول قد قامت الصلوٰة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد اراك الله خیرا فمر بلالا فلیؤذن[1]

یا رسول اللہ! جب میں آپ کو طریقہ وقت مقرر کرنے کے بارے میں متفکر دیکھ کر گھر گیا تو اس کے بعد میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ شخص مسجد میں کھڑا ہوا تھا، اس نے اذان دی پھر وہ تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اس نے اذان کی مثل کلمات کہے اور آخیر میں قد قامت الصلوٰۃ بھی کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا، بلال کو یہ کلمات بتلا کر ان سے اذان دلواؤ۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ اذان اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے، نیز اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان کو دو دو بار کہا جاتا ہے۔

امام ابو داؤد کے علاوہ اس حدیث کو ابن ابی لیلیٰ سے حافظ بیہقی نے بھی روایت کیا ہے (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۲۱)۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

كان عبد الله بن زید الانصاری مؤذن النبی صلی الله علیه وسلم یشفع الاذان والاقامة[2]

حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے تھے اور اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

نیز حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ان بلالا كان یثنی الاذان والاقامة[3]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

اور امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن بلال انه كان یثنی الاذان والاقامة[4]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] [3] حافظ ابو عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ ملتان

[4] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور

دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق اور سنن دارقطنی میں بھی مذکور ہے۔

علامہ زرقانی نے امام ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الاذان والاقامة واحدة۔[1]

اذان اور اقامت کا ایک طریقہ ہے۔

امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اور اقامت سکھلائی، اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں:

والاقامة سبع عشرة كلمة الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله حی علی الصلوة حی علی الصلوة حی علی الفلاح حی علی الفلاح قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله۔[2]

اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

اس حدیث میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ اقامت میں دو دو کلمات کہے جاتے ہیں اور احناف کثرہم اللہ کا مسلک ان تمام احادیث کے مطابق ہے، اس لیے اقامت کے بارے میں علامہ نووی کا احناف کے مسلک کو شاذ قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اس باب میں ائمہ ثلاثہ کا مسلک خود شاذ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین اور عہد صحابہ و تابعین کے مؤذنین کے طریقہ کے مخالف ہے، حتیٰ کہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال ابراهيم النخعی كان الناس يشفعون الاقامة حتی خرج هؤلاء يعنی بنی امية فافردوا الاقامة ومثله لا يكذب واشار الی كون الاقامة بدعة۔[4]

ابراہیم نخعی جیسے صادق القول نے فرمایا کہ ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو مرتبہ کہتے آئے تھے یہاں تک کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا۔ اور یہ عمل بدعت ہے۔

الحمد للہ ان تمام حوالوں سے احناف ایدہم اللہ کے مسلک کی حقانیت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہوگئی۔

بَابُ ۱۳۲ صِفَةِ الْأَذَانِ

اذان کا طریقہ

---

[1] علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، مطبوعہ کارخانہ نور محمد کراچی

[3] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابوداؤد ص ۷۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور

[4] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ ھ

۷۴۶ ۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَبُوْ غَسَّانَ نَا مُعَاذٌ وَقَالَ اِسْحٰقُ اَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَامِرٍ الْاَحْوَلِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهٗ هٰذَا الْاَذَانَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ زَادَ اِسْحٰقُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اس طریقے سکھائی: اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، پھر دوبارہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ دو مرتبہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ فرمایا، حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ، اسحاق کی روایت میں اخیر میں یہ بھی ہے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔

حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ

حافظ ابو عمر ابن عبد البر لکھتے ہیں: حضرت ابو محذورہ قرشی رضی اللہ عنہ کے نام میں کافی اختلاف ہے، بہرحال اکثرین کی تحقیق یہ ہے کہ ان کا نام سمرہ بن سعید ہے۔ ۸ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس ہو رہے تھے، اسی اثناء میں حضرت ابو محذورہ اپنے دس مشرک ساتھیوں کے ساتھ گزر رہے تھے، راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن سے اذان کی آواز سنی، حضرت ابو محذورہ نے اذان کی نقل اتارنا شروع کر دی، حضرت ابو محذورہ بلند آواز اور خوش الحان تھے اور بطور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے، ان کی قسمت نے یاوری کی اور سرکار ابد قرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن لی، ان کو بلایا اور ان کے باقی ساتھیوں کو واپس کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اذان دو، آپ اذان کا ایک ایک کلمہ پڑھتے اور ان سے پڑھواتے۔ ابو محذورہ کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت حضور سے زیادہ کوئی ناپسند نہ تھا، اور نہ ہی حضور کا حکم ماننا پسند تھا، تاہم میں نے حضور کے کہنے سے اذان دی، اذان کے بعد سرکار نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میری پیشانی پر پھیرا اور ناف تک لے گئے۔ ہاتھ کا پھیرنا کیا تھا میری قسمت پھر گئی، میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جس قدر کینہ اور بغض تھا سب جاتا رہا، آپ نے مجھے برکت کی دعا دی، اور میں آپ کا گرویدہ ہو کر مسلمان ہو گیا، اور آپ سے درخواست کی کہ مجھے مکہ میں مؤذن مقرر فرما دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو مکہ میں مؤذن مقرر کر دیا۔ آپ مستقل طور پر مکہ میں اذان دیتے رہے، یہاں تک کہ ۵۹ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ [1]

---

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۱۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اذان میں ترجیع کرنے کی تحقیق

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے، امام مالک اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ جمہور ائمہ کا استدلال دوسری احادیث سے ہے، جن میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، مثلاً ابن ماجہ اور ابوداؤد نے ابو محذورہ سے یہی حدیث روایت کی ہے، اور اس میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، دیکھیے سنن ابن ماجہ ص ۵۲ اور سنن ابوداؤد ص ۷۳۔

ان کے علاوہ حافظ بیہقی نے ابو محذورہ سے اذان کے جو کلمات روایت کیے ہیں، ان میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے۔

اور ان احادیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، اس لیے یہ احادیث مسلم شریف کی حدیث پر راجح ہیں اور حدیث مسلم مرجوح ہے، نیز اس کی تائید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر مؤذنوں سے بھی ہوتی، کیونکہ عبداللہ بن زید جو اذان کے باب میں اصل ہیں ان کی اذان میں بھی اللہ اکبر کا چار مرتبہ ذکر ہے اور بلال بھی چار مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ دیکھیے سنن ابوداؤد ص ۷۳، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، بہرحال اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا احادیث سے ثابت اور راجح ہے اور اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک صحیح نہیں ہے۔

امام مالک اور شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع کرنا چاہیے۔ (یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ آواز سے کہا جائے اور بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے) اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں کرنی چاہئے یعنی باقی کلمات اذان کی طرح شہادتین کو بھی صرف دو مرتبہ پڑھنا چاہئے اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مؤذن کو اختیار ہے خواہ ترجیع کرے یا نہ کرے[1]

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل حدیث مذکور ہے، جس میں ابھی ابو محذورہ نے ترجیع روایت کی ہے احناف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابو محذورہ نے کفار کے خوف سے شہادتین کو آہستہ آہستہ پڑھا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شہادتین کو پڑھوایا۔

ثانیاً ابو محذورہ چونکہ پہلے کافر تھے اور اسلام کو ناپسند کرتے تھے، اس لیے انھوں نے شہادتین کو آہستہ پڑھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں شہادتین کو راسخ کرنے کے لیے دوبارہ بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو پڑھوایا، لہٰذا اس حدیث سے ترجیع کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے مذکورہ ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا مسدد ثنا الحارث بن عبید عن محمد بن عبد الملک بن ابی محذورۃ عن ابیہ عن جدہ قال قلت یا رسول اللہ علمنی سنۃ الاذان قال فمسح مقدم راسی قال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر

حضرت ابو محذورہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اذان کا طریقہ بتلائیے، حضور نے میری پیشانی

---

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ھامش الاصابہ ج ۴ ص ۱۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اكبر الله اكبر ترفع بها صوتك ثم تقول اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله تخفض بها صوتك ثم ترفع بها صوتك اشهد ان لا اله الا الله.[1] (الحديث)

پھر ہاتھ پھیر کر فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہو، پھر اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ آہستہ آواز سے کہو اس کے بعد بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو دوبارہ کہو۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی حارث بن عبید ہے ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے، دوسرا راوی محمد بن عبدالملک ہے، اس کے بارے میں ابن القطان نے ذکر کیا ہے کہ یہ مجہول ہے اس کے بعد ابومحذورہ کے بیٹے کا ذکر ہے، ان کے بارے میں علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ابومحذورہ کے بیٹوں سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں۔[2]

اور اگر شافعی و مالکی حضرات کو اس ضعیف السند حدیث سے ہی استدلال کرنے پر اصرار ہو تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ علامہ ابن حبان نے طبرانی کے حوالے سے اسی قسم کی سند سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں تصریح ہے، حضرت ابومحذورہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

روى الطبراني في الاوسط حدثنا احمد بن عبد الرحمن بن عبد الله البغدادي حدثنا ابو جعفر النفيلي حدثنا ابراهيم بن اسماعيل بن عبد الملك بن ابي محذورة قال سمعت جدي عبد الملك بن ابي محذورة يقول سمع اباه ابا محذورة يقول القى علي رسول الله صلى الله عليه وسلم الاذان حرفا حرفا الله اكبر الله اكبر الى آخره و لم يذكر ترجيعا.[3]

حضرت ابومحذورہ کے پوتے کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبدالملک بن ابی محذورہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد حضرت ابومحذورہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک حرف اذان لقاء کی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک، اور اس اذان میں انہوں نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس حدیث میں ابومحذورہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان کی تعلیم دینے اور ترجیع کا ذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث میں ترجیع کا حکم ہے وہ ضعیف السند ہے، اور بر تقدیر تنزل اس کا معارض طبرانی میں مذکور ہے، بدیں حالات اذان میں ترجیع کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔

احناف جو کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں ترجیع نہیں ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے۔

اس کے علاوہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

---

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ٢٧٥ھ، سنن ابوداؤد ج ١ ص ٧٢، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] علامہ علاؤ الدین ابن ترکمانی متوفی ٧٤٥ھ، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ١ ص ٣٩٢، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ ابن ہمام متوفی ٨٦١ھ، فتح القدیر ج ١ ص ٢١٢، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ احمد قسطلانی نے لکھا ہے کہ "بلال لایرجع" بلال اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ (شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی ج ۱ ص ۳۷۱)

اور علامہ ابن ترکمانی تحریر فرماتے ہیں:

وقال ابن الجوزی لا یختلف فی ان بلالا کان لا یرجع۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت بلال اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

اور علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ اول تو اذان میں ترجیع کی زیادتی ثابت نہیں، اور اگر بالفرض والتقدیر ثابت ہو بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے، کیونکہ حضرت بلال کی اذان آخری اذان ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت بلال کو ان کی اذان اور اقامت پر مقرر رکھا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

قیل لابی عبد اللہ یعنی احمد بن حنبل الیس حدیث ابی محذورۃ بعد حدیث عبد اللہ بن زید لان حدیث ابی محذورۃ بعد فتح مکۃ فقال الیس قد رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ فاقر بلالا علی اذان عبد اللہ بن زید۔ [1]

"امام احمد بن حنبل سے یہ کہا گیا کہ حدیث ابی محذورہ حدیث عبد اللہ بن زید کے بعد ہے کیوں کہ حدیث عبد اللہ بن زید فتح مکہ سے پہلے ہے اور حدیث ابی محذورہ فتح مکہ کے بعد ہے" امام احمد نے اس کے جواب میں فرمایا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر حضرت بلال کو حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان میں ترجیع کی زیادتی جن احادیث صحیحہ میں مذکور ہے وہ تعلیم پر محمول ہیں، اور جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر اذان میں ترجیع کی جائے وہ سب سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں، علاوہ ازیں اسی قسم کی احادیث سے اس کے برخلاف عدم ترجیع بھی ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض ان کو مان بھی لیں تو حضرت بلال کی اذان سے ترجیع منسوخ ہے۔ یہ شافعیہ کے دلائل کے جوابات ہیں۔ اور احناف کی دلیل یہ ہے کہ اذان میں اصل عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں ترجیع نہیں ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اخیر وقت تک انہی کی اذان پر مقرر رکھا، اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ اذان کی صحیح کیفیت جو احادیث سے ثابت ہے، وہ اذان میں ترجیع کا نہ ہونا ہے۔ اور وہی احناف کثرہم اللہ کا مذہب ہے۔

بَاب ۱۳ اِسْتِحْبَابِ اِتِّخَاذِ الْمُؤَذِّنَيْنِ لِلْمَسْجِدِ الْوَاحِدِ

ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب

۳۴، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْاَعْمٰى۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم۔

---

[1] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ص ۲۷۳ مطبوعہ مجلس علمی ہند

۷۴۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ نَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

نابینا کے اذان دینے کا جواز

مدینہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے، حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم، جو مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے، مکہ میں حضرت ابو محذورہ مؤذن تھے اور قبا میں سعد قرظی رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسجد میں ایک سے زیادہ مؤذن مقرر کیے جا سکتے ہیں اور یہ کہ نابینا شخص بھی اذان دے سکتا ہے بشرطیکہ کوئی شخص اس کو وقت کی خبر دے، نیز یہ کہ کسی شخص کا پہچان بتلانے کے لیے اس کا کوئی پیدائشی عیب ذکر کر دیا جائے مثلاً نابینا، یا لنگڑا، کانا وغیرہ تو یہ غیبت نہیں ہوتی غیبت تب ہوتی جب اس کا عیب بیان کرنے سے اس کی مذمت کرنا مقصود ہو۔ غیبت کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح

حضرت ابن ام مکتوم کا پورا نام عمرو بن ام مکتوم ہے، زیادہ مشہور یہی نام ہے بعض حضرات نے عبد اللہ بن ام مکتوم بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ام مکتوم ان صحابہ میں سے تھے جو مکہ میں ابتداءً اسلام لائے تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے حضرت ابن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لیے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کر جاتے۔ ابن عبد اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ میں آپ شہید ہو گئے، اور بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جنگ قادسیہ سے آپ واپس آ گئے تھے اس کے بعد آپ وفات پا گئے۔ آپ کے بارے میں قرآن کریم میں سورۂ عبس اور غیر اولی الضرر ایک آیت نازل ہوئی۔ [لہ]

بَابُ ۱۳۳ جَوَازِ أَذَانِ الْأَعْمٰى إِذَا كَانَ مَعَهٗ بَصِيْرٌ

جب نابینا کے ساتھ بینا ہو تو اس کی اذان کا جواز

۷۴۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ يُؤَذِّنُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَعْمٰى۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان دیتے تھے اور وہ نابینا تھے۔

۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

[لہ] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۲ ص ۵۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں:

جب نابینا کے ساتھ بصیر ہو تو اس کی اذان صحیح ہے اور جو کراہت جاتی ہے، جیسے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما دو مؤذن تھے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ صرف نابینا کو مؤذن رکھنا مکروہ ہے۔

بَابُ ١٣٥ الْإِمْسَاكِ عَنِ الْإِغَارَةِ عَلٰى قَوْمٍ فِيْ دَارِ الْكُفْرِ إِذَا سَمِعَ فِيْهِمُ الْأَذَانَ

دار الکفر میں کسی قوم کے علاقہ میں اذان کی آواز سننے کے بعد ان پر حملہ کرنے کی ممانعت

٧٥١۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغِيرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْأَذَانَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوا فَإِذَا هُوَ رَاعِيْ مِعْزًى۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے وقت (کفار کی بستیوں پر) حملہ کرتے اور کان لگا کر اذان سنتے، اگر (کسی بستی سے) اذان کی آواز آتی تو حملہ نہ کرتے، ورنہ حملہ کر دیتے۔ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی الفطرۃ یعنی یہ شخص مسلمان ہے، پھر اس نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم سے آزاد ہو گیا، صحابہ کرام نے اس شخص کو دیکھا تو وہ ایک بکریاں چرانے والا تھا۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس جگہ اذان دی جا رہی ہو وہاں حملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اذان کی آواز ان کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت کی گواہی کا اظہار اسلام ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی شخص کو تنہا کسی جنگل میں نماز پڑھنی پڑے، تو اس کو اذان دینی چاہیے اور یہ کہ اذان شعائر اسلام سے ہے، نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلیل ہے، کیونکہ آپ نے اس بکریاں چرانے والے کو جہنم سے نجات پانے کی بشارت دی اور آخرت کے احوال امور غیب سے ہیں۔

*

بَابُ ۱۳۶ اِسْتِحْبَابِ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ لِمَنْ سَمِعَهٗ ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَسْأَلُ لَهُ الْوَسِيْلَةَ

۷۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ۔

۷۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ وَسَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ أَيُّوْبَ وَغَيْرِهِمَا عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ۔

۷۵۴۔ حَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَنَا أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسَافٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اذان سنو تو اس کے جواب میں وہی کلمات کہو جو مؤذن نے کہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر صلوٰۃ پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے جنت میں "وسیلہ" کی دعا مانگو، کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا، اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا، اور جو شخص میرے لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے بھی کوئی شخص دل سے اس کے جواب میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو وہ بھی اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے پھر مؤذن کہے اشہد ان محمد رسول اللہ تو وہ بھی اشہد ان محمد رسول اللہ کہے پھر مؤذن حی علی الصلاۃ کہے تو وہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ،

قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

پھر مؤذن کہے حی علی الفلاح تو وہ کہے لاحول و لا قوۃ الا باللہ، پھر مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو وہ کہے اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر مؤذن کہے لا الہ الا اللہ تو وہ بھی کہے لا الہ الا اللہ تو وہ جنت میں داخل ہو جائیگا۔

---

٥٥ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْقُرَشِيِّ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِیْ رِوَايَتِهٖ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَاَنَا اَشْهَدُ وَلَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ قَوْلَهٗ وَاَنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مؤذن سے سن کر یہ کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بمحمد رسولا و بالاسلام دینا، اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا، بعض روایات میں یوں ہے وانا اشہد (میں گواہی دیتا ہوں)۔

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا

اس حدیث میں بطریق عموم اذان کے جواب میں مؤذن کے کلمات دہرانے کا حکم دیا ہے اور بعض دوسری احادیث میں ہے حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت کہے۔

علامہ طحطاوی اور علامہ ابن عابدین شامی نے فقیہ کبیر علامہ قہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ پہلی مرتبہ اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلے اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری مرتبہ اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر قرت عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے دیلمی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

من قبل ظفری ابہامیہ عند سماع اشہد ان محمدا رسول اللہ فی الاذان انا قائدہ ومدخلہ فی صفوف

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر

الجنۃ۔[1]

(آنکھوں پر) انگوٹھے رکھ کر چومے میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کر دوں گا۔

اسی کے متقارب المعنی حدیث علامہ طحطاوی نے بھی مرفوعاً ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال میں اس قسم کی احادیث کافی ہیں۔[2]

اور ملا علی قاری رحمہ الباری نے تحریر کیا ہے:

وکل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ قلت واذا ثبت علی الصدیق فیکفی العمل بہ لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔[3]

علامہ سخاوی نے کہا انگوٹھے چومنے کے بارے میں احادیث کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں) ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔"

اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے دو دعائیں کرنے کے لیے فرمایا ایک دعا رحمت یعنی درود شریف، دوسرے "وسیلہ" یعنی جنت میں مقام خاص کے حصول کی دعا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس تصور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا رحمت (درود شریف) کرے کہ اس کی دعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فائدہ پہنچے گا، اور اس کی دعا سے آپ کو کوئی رحمت حاصل ہوگی ایسا سوچنا یقیناً گمراہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود رحمت مجسم ہیں۔ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اس کے فرشتے آپ کے لیے طلب رحمت کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کے روضہ انور پر ستر ہزار فرشتے روزانہ درود پڑھتے ہیں۔[4]

اس لیے اذان سن کر جو شخص درود پڑھے وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس درود پڑھنے میں میرا فائدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بہانے سے مجھ پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ نیز جب میں سرکار پر درود پڑھوں گا اور آپ کے

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۶۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی و کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بقاضی خان متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۲۱۹، مطبوعہ مطبعہ

لیے دعا رحمت کروں گا تو میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور نمک خوار غلاموں میں ہو جائے گا۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم

اس حدیث میں بہ ظاہر اذان سننے والے کے لیے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے، لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اذان دینے والے کو بھی شامل ہے، اور اس حدیث میں درود شریف پڑھنے کو سر یا جہر کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا۔ اس لیے اذان کے بعد آہستہ درود شریف پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا ہر طرح جائز ہے۔ بعض مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، ہر چند کہ اذان سے منفصل پہلے درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے، تاہم اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو اس حدیث کے مطابق ہوگا۔ نیز اذان کے بعد درود شریف ہمیشہ جہر کے ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ کبھی آہستہ اور کبھی جہر کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ اپنی خواہش سے درود شریف کو عملاً جہر کے ساتھ مقید کر لیا ہے، بعض مساجد میں اذان سے پہلے دائماً جہر سے درود شریف پڑھتے ہیں ہر چند کہ اس کے جواز کی بھی گنجائش ہے تاہم بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں اذان دی جاتی تھی اسی طرح اذان دی جائے اور اذان کے ساتھ اپنی طرف سے کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے، تاہم جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر اذان سے کچھ پہلے یا کچھ بعد درود شریف پڑھتے ہیں اس کو بدعت سیئہ کہنا بھی حد اعتدال سے تجاوز ہے۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوئی؟

علامہ علائی لکھتے ہیں:

التسليم بعد الاذان حدث فى ربيع الاخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين فى عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث فى الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة [1]

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ۷۸۱ھ ہجری کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا، اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور پھر مغرب میں بھی یہ بدعت حسنہ ہے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

قد احدث المؤذنون الصلوة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيهما على الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه اصلا لضيق وقتها وكان ابتداء

مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے، وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

حدث ذلك من ايام السلطان الناصر صلاح الدين ابي المظفر يوسف بن ايوب وامره واما قبل ذلك فانه لما قتل الحاكم ابن العزيز امرت اخته بنت الملك ان يسلم على ولده الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام على الامام الظاهر ثم استمر السلام على الخلفاء بعده خلفا بعد سلف الى ان ابطله الصلاح المذكور جوزي خيرا وقد اختلف في ذلك هل هو مستحب او مكروه او بدعة او مشروع واستدل للاول بقوله تعالى وافعلوا الخير ومعلوم ان الصلوة والسلام من اجل القرب لاسيما وقد تواردت الاخبار على الحث على ذلك مع ما جاء في فضل الدعاء عقب الاذان والثلث الاخير من الليل وقرب الفجر والصواب انه بدعة حسنة يوجر فاعله بحسن نية[1]

ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی، اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی: "السلام علی الامام الظاھر" پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے یا جائز ہے۔ اس کے استحباب پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے۔ (ترجمہ) "نیکی کے کام کرو" اور یہ بات واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام عبادت کے قصد سے پڑھا جاتا ہے، خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی رات کے اخیر میں دعا کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

علامہ شامی[2] اور علامہ طحطاوی[3] اور علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ کبریٰ میں اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے اور اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

علامہ سخاوی اور علامہ علائی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام آٹھویں صدی ہجری میں سلطان صلاح الدین ابو المظفر کے حکم سے پڑھنا شروع کیا گیا، چودھویں صدی کے اخیر سے پانچوں نمازوں کی اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔

ہر چند کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے استحباب، جواز، کراہت اور بدعت ہونے میں علماء کا اختلاف

---

[1] علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، القول البدیع ص ۱۹۳۔ ۱۹۲، مطبوعہ لاثانی کتب خانہ سیالکوٹ

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۲، مطبوعہ مصطفی البابی مصر الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۵۶ھ

رائج ہے، تاہم مستند علماء نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

اس تمام تر تفصیل کے باوجود یہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کچھ وقفہ سے پڑھیں اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیں، تاکہ ان پڑھ لوگ اور آنے والی نسلیں صلوٰۃ وسلام کو اذان کا جزنہ سمجھ لیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جب اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ کے پیش نظر بھی یہ خطرہ تھا اس لیے آپ نے فرمایا:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل چاہیے یا درود شریف کی آواز، آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو۔[1]

اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرف آخر

اگر اذان اور اقامت سے قبل فصل کر کے درود شریف جہر کے ساتھ دائماً پڑھا جائے تو درود شریف پڑھنے کے استحباب کے عمومی دلائل کی بناء پر اس کو ناجائز یا بدعت سیئہ کہنا تو باطل ہے اور اس کے جواز اور استحباب میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ منورہ میں دس سال اذان دی جاتی رہی، خلفاء راشدین کے دور میں تیس سال اذان دی جاتی رہی اور سو سال تک عہد صحابہ و تابعین میں اذان دی جاتی رہی اور کسی دور میں بھی اذان سے پہلے یا بعد فصل کر کے جہراً درود شریف نہیں پڑھا گیا اور آٹھ صدیوں تک مسلمان اسی طریقہ سے اذان دیتے رہے تو آیا اذان دینے کا افضل طریقہ وہ ہے جس طریقہ سے عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان دی جاتی تھی یا وہ افضل طریقہ ہے جو آٹھویں صدی میں ایجاد ہوا۔

اگرچہ اذان کا مروجہ طریقہ بھی ناجائز یا بدعت سیئہ نہیں ہے لیکن ہم پوری امانت اور دیانت اور شرح صدر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اذان دینے کا افضل طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے جس طریقہ سے آپ کے سامنے ہمیشہ اذان دی جاتی رہی!

اس بحث کے دوران یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن نافع ان رجلا عطس الى جنب ابن عمر فقال الحمد لله والسلام على رسول الله فقال ابن عمر وانا اقول الحمد لله والسلام على رسول الله وليس هكذا علمنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم علمنا ان نقول الحمد لله

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (تمام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے جواب

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، ۱۴۰۰ھ

علی کل حال ۔ [1]

کی اس طرح تعلیم نہیں دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے بعد الحمد للہ علی کل حال کہیں ۔

اس شخص نے جو چھینک کے بعد الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہا تو اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی بناء پر اس کو چھینک کے بعد درود شریف پڑھنے سے منع کر رہے تھے ، ان کا مطلب صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح مشروع اور مقرر فرمائی ہیں، ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بہرحال لائق ستائش نہیں ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے یعنی درود شریف پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت نازل ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس سے یہ وہم نہ ہو کہ پڑھنے والے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحمت ملتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو ایک رحمت نازل ہوتی ہے وہ آپ کے مقام کے لحاظ سے نازل ہوتی ہے اور ہم پر جو دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہماری حیثیت اور ہماری قوت برداشت کے لحاظ سے ہوتی ہیں، مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار کا ایک نوٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو ایک ایک کے دس نوٹ دیے جائیں تو جس شخص کو دس نوٹ ملے ہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ اس ہزار کے ایک نوٹ کے مقابلہ میں مجھے زیادہ رقم ملی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اور ہم میں ایک اور ایک ہزار کی نسبت بھی نہیں ہے سو جو فرق ہمارے اور حضور کے مقام میں ہے وہی فرق ان نازل ہونے والی رحمتوں میں ہے ۔

بَابٌ ١٣٤ فَضْلِ الْاَذَانِ وَهَرَبِ الشَّيْطٰنِ عِنْدَ سَمَاعِهٖ

٥٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَمِّهٖ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ ابْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوْهُ اِلَى

اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس مؤذن نے آکر ان کو نماز کے لیے بلایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔

۷۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عِيْسَى ابْنِ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل روایت بیان کی ہے۔

۷۵۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ ذَهَبَ حَتّٰى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَآءِ. قَالَ سُلَيْمَانُ فَسَاَلْتُهُ عَنِ الرَّوْحَآءِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ سِتَّةٌ وَّثَلٰثُوْنَ مِيْلًا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان اذان کی آواز سن کر مقام روحاء تک بھاگ جاتا ہے۔ ابوسفیان نے بیان کیا کہ روحاء مدینہ سے چھتیس میل ہے۔

۷۵۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۷۶۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ اَحَالَ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهٗ فَاِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ وَاِذَا سَمِعَ الْاِقَامَةَ ذَهَبَ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهٗ فَاِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو گوز (آواز سے ریح خارج کرنا) نکالتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے، جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر آکر لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جب اقامت (تکبیر) ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے تاکہ آواز نہ سن سکے اور جب مؤذن اقامت کہہ چکتا ہے تو پھر آکر وسوسہ ڈالنے لگتا ہے

۷۶۱۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ أَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ وَلَهُ حُصَاصٌ۔

اذان دیتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

۷۶۲۔ حَدَّثَنِيْ أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ أَرْسَلَنِيْ أَبِيْ إِلٰى بَنِيْ حَارِثَةَ قَالَ وَمَعِيَ غُلَامٌ لَنَا أَوْ صَاحِبٌ لَنَا فَنَادَاهُ مُنَادٍ مِنْ حَائِطٍ بِاسْمِهِ قَالَ وَأَشْرَفَ الَّذِيْ مَعِيَ عَلَى الْحَائِطِ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِأَبِيْ فَقَالَ لَوْ شَعَرْتُ أَنَّكَ تَلْقٰى هٰذَا لَمْ أُرْسِلْكَ وَلٰكِنْ إِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ وَلّٰى وَلَهُ حُصَاصٌ۔

سہیل کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بنو حارثہ کے پاس بھیجا، میرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا۔ اچانک ایک دیوار سے کسی شخص نے اس کا نام لے کر آواز دی، اس نے دیوار کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، میں نے اس واقعہ کا اپنے والد سے ذکر کیا انھوں نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تمہیں نہ بھیجتا، آئندہ جب تم کوئی ایسی آواز سنو تو اذان دیا کرو، کیونکہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

۷۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْمُغِيْرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ أَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا قُضِيَ التَّأْذِيْنُ أَقْبَلَ حَتّٰى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ أَدْبَرَ حَتّٰى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُوْلُ لَهُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ مِنْ قَبْلُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ مَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ہو چکتی ہے تو پھر لوٹ آتا ہے اور جب تکبیر شروع ہوتی ہے تو پھر واپس بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے اور انسان کے دل میں خیالات ڈالتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو۔ حالانکہ وہ چیزیں اسے پہلے یاد نہیں ہوتیں، حتیٰ کہ نمازی بھول جاتا ہے اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔

۷۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِيْ كَيْفَ صَلّٰى۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے اسی کی مثل ایک روایت بیان کی لیکن اس میں یہ فرق ہے کہ نمازی کی سمجھ میں نہیں آتا کس طرح نماز پڑھے۔

قیامت کے دن مؤذنوں کی لمبی گردنیں ہونے کی تشریح

حدیث نمبر ۵۶، میں ہے: قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے لمبی ہونگی ۔

قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن میدان حشر میں سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے ۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور انہیں کثیر ثواب کو دیکھنے کا اشتیاق ہوگا اور جس شخص کو کسی چیز کے دیکھنے کا اشتیاق ہو وہ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتا ہے اس لیے ان کی گردنیں لمبی نظر آئیں گی ۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادہ امید ہوگی، اور جس شخص کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے وہ گردن اٹھا اٹھا کر اس چیز کو دیکھتا ہے ۔

چوتھا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اپنے اعمال پر نادم اور شرمسار نہیں ہوں گے کیونکہ جو نادم اور شرمسار ہو اس کی گردن جھکی ہوئی ہوتی ہے اور ان کی گردنیں بلند ہوں گی

پانچواں مطلب یہ ہے کہ میدان حشر کی گرمی سے تمام لوگ پسینہ میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور مؤذنوں کی گردنیں بلند ہوں گی ۔

چھٹا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مؤذن کی اذان سن کر لوگ مساجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں تو نمازی تابع اور مؤذن متبوع ہوا، اور متبوع چونکہ سردار ہوتا ہے اس لیے اس کی گردن بلند ہوگی، تاکہ اس کا سر نمایاں نظر آئے ۔

ساتواں مطلب یہ ہے کہ گردن لمبی ہونے سے مؤذن کے اعمال کی کثرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ کثرت اس وجہ سے ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر جس قدر لوگ نماز پڑھنے آئیں گے ان تمام کے اعمال مؤذن کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے، اگرچہ نمازیوں کے اپنے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۶۰، میں ہے: جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے ۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ شیطان یہ حرکت اس لیے کرتا ہے تاکہ وہ اذان کی آواز نہ سنے اور اس کو قیامت کے دن اذان کی شہادت پر مجبور نہ ہونا پڑے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کی آواز کو جو بھی جن اور انسان سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، قاضی عیاض نے کہا جنوں اور انسانوں میں سے جو مومن ہیں وہ اس کی شہادت دیں گے اور کافر شہادت نہیں دیں گے نہ وہ شہادت کے اہل ہیں، نہ ان کی شہادت قبول ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ اذان سننے والے شہادت دیں گے، جو عادۃً سنتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بلکہ تمام حیوانات اور جمادات شہادت دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان میں اذان کا ادراک اور معرفت پیدا کر دے گا، شیطان پیٹھ پھیر کر اس لیے بھاگتا ہے کہ اذان میں قواعد اسلام اور دین کے شعائر کا اظہار اور اعلان ہے ۔

اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں کافی بحث کی جاتی ہے کہ جب مؤذن اقامت کہے تو امام اور مقتدی اٹھ

کی ابتداء سے کھڑے ہوں ، یا جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں ، اور یہ بحث اس صورت میں ہے جب امام محراب یا مصلائے امامت پر موجود ہو ۔ ہم پہلے حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا ذکر کریں گے اور مذہب احناف کو بیان کریں گے اور اس کے بعد باقی ائمہ کے مذاہب کا ذکر کریں گے ۔ فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق :

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی تروني ۔[1]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے دیکھ نہ لو ۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں ، امام مالک اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں ہے ، لیکن عام علماء نے یہ کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے ، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا تھا ، اور پھر امام اللہ اکبر کہتا تھا ۔ اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے ، اور سعید بن مسیب اور عمر بن عبدالعزیز سے یہ روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے ، اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے ، تو امام اللہ اکبر کہے ، اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو ، امام اللہ اکبر نہ کہے ، اور مصنف میں ہے کہ ہشام نے مؤذن کے قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے ، اور امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں ، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے ، اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ کھڑے ہوں ، امام زفر کا بھی یہی قول ہے ۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ صفوں میں کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے ، کیونکہ مؤذن شرعاً امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک کہ امام کو دیکھ نہ لیں ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے : "نماز کی اقامت کہی گئی سو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کر لیں ۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۸ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۸۱ ھ

اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے صفوں کو درست کر لیتے،، ـــــــ اور ایک روایت میں ہے " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں درست کر لیتے" اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سورج کے زوال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (حجرے سے) باہر آنے سے پہلے اقامت نہ کہتے اور جب آپ باہر آتے اور وہ آپ کو دیکھ لیتے تو اقامت کہتے، ان روایات کا صحیح بخاری کی مذکور الصدر حدیث سے تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضور کے آنے سے پہلے صفیں درست کرنے کے واقعات ایک یا دو مرتبہ کسی عذر کی وجہ سے یا بیان جواز کے لیے ہوئے، یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور اس کے بعد آپ نے فرمایا: تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔" [1]

علامہ نووی نے بھی ان احادیث کے جواب میں یہی لکھا ہے کہ یہ بیان جواز یا عذر کی وجہ سے ایک یا دو مرتبہ کے واقعات ہیں یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور بعد میں آپ نے پہلے کھڑے ہونے سے اس حدیث میں منع فرما دیا "تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔" [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی جواب ذکر کیے ہیں۔ [3]

عالمگیری میں ہے:

ان کان المؤذن غیر الامام وکان القوم مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح۔ [4]

اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص اذان دے اور نمازی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں، ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

ومن الادب (القیام) ای قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب (حین قیل) ای وقت قول المقیم (حی علی الفلاح) لانہ امر بہ فیجاب وان لم یکن حاضرا یقوم کل صف حین ینتھی الیہ الامام فی الاظھر۔ [5]

نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بشرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اس لیے اس پر عمل کیا جائے۔ اور اگر امام حاضر

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۲۔ ۱۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[4] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

نہ ہو تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفہم منہ کراہۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنہ غافلون ۲

جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے مضمرات، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے اس لیے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے، اور حاشیہ طحطاوی اور اسی طرح عالم گیری میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور دراصل یہ خلاف اولیٰ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی، اس لیے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہیے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحت نہیں ہے، جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحت ہے۔ اور اگر کچھ لوگ حی علی الفلاح پر اٹھنے والوں کو ملامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتداء میں کھڑا ہونا چاہیے تھا تو یہ اور زیادہ مذموم ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔ ۳

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔ ۴

امام مالک فرماتے ہیں:

واما قیام الناس حین تقام الصلوٰۃ فانی لم

اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں

۱۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۰۶، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

۲۔ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

۳۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اسمع فی ذلک بحد یقام له الا انی اری ذلک علی قدر طاقة الناس فان منهم الثقیل و الخفیف ولا یستطیعون ان یکونوا کرجل واحد۔[1]

نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا، البتہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے کیونکہ بعض کا بدن بھاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سب لوگ ایک آدمی کی طرح نہیں ہو سکتے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ مَعَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ وَالرُّكُوعِ وَفِي الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ وَأَنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ

تکبیر احرام کے ساتھ، رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرنے کا استحباب

۷۶۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ وَقَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُهُمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کندھوں تک بلند کرتے اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو سجدوں کے درمیان رفع یدین (ہاتھ بلند کرنا) نہیں کرتے تھے۔

۷۶۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُونَا بِحَذْوِ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا يَفْعَلُهُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رفع یدین کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے اور سجدہ سے سر اٹھا کر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۷۶۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ وَهُوَ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِي

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ قَالَ نَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا يُوْنُسُ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِلصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ۔

کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رفع یدین کرتے اور پھر اللہ اکبر کہتے۔

٧٦٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّهٗ رَاٰى مَالِكَ ابْنَ الْحُوَيْرِثِ اِذَا صَلّٰى كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ هٰكَذَا۔

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کرتے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور انھوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

٧٦٩۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں کے بالمقابل کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور اسی طرح (رفع یدین) کرتے۔

٧٧٠۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں

أَنَّهُ رَأَى نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ أُذُنَيْهِ ۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کانوں کی لو تک ہاتھ بلند کرتے ہوئے دیکھا۔

رفع یدین کی حکمتیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا میں رفع یدین اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے کرتا ہوں، بعض علماء نے کہا اس میں اطاعت گذاری کا اظہار ہے اور قیدی جب مغلوب ہوجاتا ہے تو اطاعت گذاری کے طور پر اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے، بعض نے کہا اس میں نماز کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں امور دنیا کو ترک کرنے اور بالکلیہ نماز اور اپنے رب سبحانہ کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں نماز میں دخول کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا تاکہ بہرا آدمی بھی رفع یدین کرنے سے جان لے کہ وہ نماز میں شروع ہوگیا ہے، بعض نے کہا اس میں شرک سے برأت کا اظہار ہے اور بعض نے کہا کہ رفع یدین نماز کی زینت ہے۔ [1]

رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور ان سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔ [2]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے بالمقابل ہاتھ اٹھائے اس حیثیت سے کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے، انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے بالمقابل ہوں۔ [3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھ اٹھائے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت ابوحمید اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے، اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بعض علماء مثلاً امام اعظم رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے، اثرم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہاں تک ہاتھ اٹھائے؟ تو انہوں نے کہا کندھوں تک ہاتھ اٹھائے کیونکہ حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت ہے اور جس نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی مستحسن ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث کے راوی زیادہ ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، اور دوسرا عمل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک طریقہ پر عمل کیا اور کبھی دوسرے طریقہ پر۔ [1]

حافظ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے مقابل تک اٹھائے، ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر، حضرت براء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھوں کو بلند کرتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے لیے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہوگا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔ [2]

کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كبر رفع يديه حتى يحاذي بهما اذنيه. [3]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

عن وائل بن حجر انه راى النبى صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل فى الصلوة كبر وصف همام حيال اذنيه. [4]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو آپ نے تکبیر کہی اور ہاتھ بلند کیے، ہمام نے بیان کیا کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى رفع يديه حتى يكون ابهاماه حذاء اذنيه. [5]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے اور اس کی بعض اسانید سے روایت ہے آپ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے اور بعض اسانید سے یہ روایت ہے پھر نماز کے اختتام تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، بعض میں ہے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ [6]

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۸۴، مطبوعہ مطبع محمد علی کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[4] " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، " " " "

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ

[6] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲ - ۲۹۳، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

اس حدیث کو امام طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال، رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر حتی حاذی بابہامیہ اذنیہ الحدیث۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے تکبیر کہی حتی کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کے بالمقابل تھے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حمید بن ہلال قال حدثنی من سمع الاعرابی قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قال فرفع راسہ من الرکوع ورفع کفیہ حتی حاذتا او بلغتا فروع اذنیہ [4] رواہ احمد۔

حمید بن ہلال کہتے ہیں مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے ایک اعرابی سے سنا اعرابی نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور کانوں تک ہاتھ اٹھائے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

عن الحکم بن عمیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فارفعوا ایدیکم ولا تخالفوا اذانکم الحدیث رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ یحیی بن یعلی الاسلمی وھو ضعیف [5]

حضرت حکم بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

ہرچند کہ موخر الذکر دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں لیکن ہم نے ان کو اس لیے درج کیا ہے کہ یہ دوسری احادیث صحیحہ کی موید ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

[5] " " " ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۲، " " "

فقلت لا نظرن الی صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فکبر ورفع یدیہ حتی رایت ابھامیہ قریبًا من اذنیہ۔[1]

کہ میں مدینہ آیا اور میں نے سوچا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے میں نے دیکھا آپ کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے۔

عن البراء بن عازب قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حتی کانتا تحاذیان باذنیہ۔[2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

عن ابراھیم قال لا یجاوز اذنیہ بیدیہ فی الافتتاح۔[3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ تکبیر افتتاح میں کانوں تک ہی ہاتھ اٹھائے۔

عن ابی جعفر قال لا یجاوز اذنیہ بیدیہ فی الافتتاح۔[4]

ابوجعفر کہتے ہیں کہ رفع یدین کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے تجاوز نہ کیا جائے۔

عن ابی میسرۃ قال کان اصحابنا اذا افتتحوا الصلوٰۃ رفعوا یدیھم الی اذانھم۔[5]

ابومیسرہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب جب رفع یدین کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن قتادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع حتی یکونا حذو اذنیہ۔[6]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔

عن داؤد بن ابراھیم قال رایت وھب بن منبہ اذا کبر فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو اذنیہ۔[7]

داؤد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے وہب بن منبہ کو دیکھا وہ جب نماز میں اللہ اکبر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

عن البراء بن عازب قال،

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، 〃 〃 〃

[5] 〃 〃 المصنف ج ۱ ص ۲۳۴، 〃 〃 〃

[6] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[7] 〃 〃 المصنف ج ۲ ص ۶۹، 〃 〃 ، ۱۳۹۰ھ

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كبر رفع يديه حتى يرى ابهامه قريبا من اذنيه۔ [1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رفع یدین کرتے تو آپ کا انگوٹھا کانوں کے قریب ہوتا۔

امام ابوعوانہ روایت کرتے ہیں:

عن مالك بن الحويرث ان نبي الله صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل في الصلوٰة كبر ثم رفع يديه حتى يجعلهما حيال اذنيه۔ [2]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھوں کو بلند کرتے

امام ابویوسف روایت کرتے ہیں:

عن ابراهيم انه قال اذا كبر الرجل في افتتاح الصلوٰة رفع يديه ولم يجاوز بهما اذنيه [3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ جب نمازی اللہ اکبر کہہ کر نماز کو شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

عن وائل رفع يديه حيال اذنيه [4]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

وفي رواية مالك بن الحويرث حتى يحاذي بهما فروع اذنيه۔ [5]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے بھی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرے، کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تکبیر تحریمہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ [6]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے، اور تکبیرہ تحریمہ کے ماسوا میں اختلاف ہے، امام شافعی، امام احمد، اور جمہور فقہاء صحابہ نے یہ کہا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۲ ص ۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ ھ

[2] امام ابوعوانہ یعقوب اسحٰق اسفرائنی متوفی ۳۱۶ ھ، مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ

[3] امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ ھ، کتاب الآثار ص ۲۱، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۲۹۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[5] " " ، معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۲۹۶، " "

[6] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

بھی مستحب ہے، امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری میں حدیث ہے، اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے، ابوبکر بن منذر ابو علی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے، امام ابوحنیفہ، فقہاء کوفہ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے، البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیرہ تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے، امام مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیرہ تحریمہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکبیرہ تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے، اور ایک مشہور روایت یہ ہے تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ [2]

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، تکبیرۃ الافتتاح، تکبیرۃ القنوت، تکبیرات العیدین اور چار حج کے مواقع ہیں، تکبیرہ عرفات، تکبیرۃ الجمرتین، تکبیرۃ الصفا والمروہ اور تکبیرۃ الاستلام، اور جن احادیث میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے، اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ [3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ مکہ میں اکٹھے ہوئے، امام اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کیونکہ اس مسئلہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت ———— ، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے، امام ابوحنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۳۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۲، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے، امام اوزاعی نے کہا میں آپ کو از زہری از سالم از عبد اللہ بن عمر حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث بیان کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ نے فرمایا حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں، اور علقمہ حضرت ابن عمر سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہرچند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل ہے لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں، امام ابوحنیفہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی، اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے، اور امام طحاوی اور امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور انہوں نے کہا ابراہیم اور شعبی بھی اسی طرح کرتے تھے، حاکم نے اس کا معارضہ ضعیف سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور امام ترمذی نے جو روایت کیا ہے کہ حضرت علی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرتے تھے وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے، پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستبعد نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو، (الی قولہ) اور نسخ پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا چھوڑ دو، یہ وہ کام ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک فرما دیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا، اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین کو ترک کر دیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے، کیونکہ مجاہد نے کہا میں نے دو سال حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ [1]

رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۱۔۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ الحدیث ۔[1]	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؛ نماز سکون کے ساتھ پڑھو ۔

اس حدیث کی بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ بعض صحابہ نماز کے بعد ہاتھ سے اشارہ کر کے سلام کرتے تھے اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، یہ تاویل صحیح نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں اس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے جو نماز میں کیا جاتا تھا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا ہے، عبداللہ بن قبطیہ کی روایت میں جو دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع کیا ہے وہ دوسرا واقعہ ہے ۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے، لیکن یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ حضرت ابن عمر خود رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ قرار دی جاتی ہے ۔

امام طحاوی روایت کرتے ہیں :

عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولٰی من الصلوٰۃ ۔[2]	مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے ۔

نیز امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ، امام حمیدی نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صرف تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ) مسند حمیدی کی یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر کی مشہور روایت جس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے پہلے کا واقعہ ہے اور اس حدیث سے منسوخ ہو چکا ہے ۔

تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار ! !

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود	علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والتابعین [1]

نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد [2]، امام طحاوی [3]، امام ابن ابی شیبہ [4]، امام عبدالرزاق [5] نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ الہیثمی نے امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [6]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن البراء ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود [7]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز کا افتتاح کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

اس حدیث کو امام طحاوی [8]، امام دارقطنی [9] اور امام ابن ابی شیبہ [10] نے روایت کیا ہے۔

نیز امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن الاسود قال رایت عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ یرفع یدیہ فی اول مرۃ ثم لا یعود ورایت ابراھیم والشعبی یفعلان ذٰلک [11]

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا وہ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے، اور ابراہیم اور شعبی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۵۔۱۲۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، '' '' '' ۱۴۰۴ھ

[4] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۷۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[6] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[7] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[8] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، '' '' ۱۴۰۴ھ

[9] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲۔۲۹۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[10] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۰۶ھ

[11] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان و ہند ۱۴۰۴ھ

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة عن عبد الله قال: صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم، ومع ابي بكر ومع عمر رضي الله عنهما فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولى في افتتاح الصلاة۔ [1]

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ سب نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام بیہقی اس حدیث کو نقل کرکے لکھتے ہیں یہ محمد بن جابر کا تفرد ہے اور وہ ضعیف ہے اور حماد کے سوا دوسرے راوی نے اس کو ابراہیم سے مرسلاً روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کا یہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا۔ [2]

علامہ ابن الترکمانی لکھتے ہیں: امام ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اسحاق اپنے سے افضل اور اوثق شیوخ کی جماعت پر محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے، ان سے بڑے بڑے ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں مثلاً ایوب، ابن عون، ہشام بن حسان، سفیان اور شعبہ وغیرہم، فلاس نے کہا وہ صدوق ہیں، امام ابن حبان اور حماد بن ابی سلیمان نے ان کو ثقات میں داخل کیا ہے، بخاری کے سوا ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں اور یحیٰی قطان، احمد بن عبد اللہ عجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا اور شعبہ نے کہا وہ صدوق ہیں اور جب وصل مع الارسال اور رفع مع الوقف میں تعارض ہو تو واصل اور رافع کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ انہوں نے زیادتی کی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ [3]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لا ترفع الايدي الا في سبع مواطن حين يفتتح الصلاة وحين يدخل المسجد الحرام فينظر الى البيت وحين يقوم على الصفا وحين يقوم على المروة وحين يقف مع الناس عشية عرفة وبجمع والمقامين حين يرمي الجمار - رواه الطبراني في الكبير والاوسط وفي الاسناد الاول محمد بن ابي ليلى وهو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، نماز کے افتتاح کے وقت جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے، جب صفا پر کھڑا ہو، جب مروہ پر کھڑا ہو، جب میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو، مزدلفہ میں اور رمی جمار کے وقت، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی پہلی سند میں

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۰ - ۷۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ علاؤ الدین علی بن عثمان ماردینی الشہیر بابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی مع البیہقی ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

سیئ الحفظ وحدیثہ حسن ان شاء اللہ [1]

محمد بن ابی لیلیٰ بے وہ بدحافظہ ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر دونوں کی روایت سے بھی ذکر کیا ہے۔ [2]

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام حمیدی روایت کرتے ہیں:

عن سالم عن عبد اللہ بن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین۔ [4]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاً کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود۔ [5]

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

عن الشعبی انہ کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یرفعھما۔ [6]

شعبی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

عن ابراھیم انہ کان یقول اذا کبرت فی فاتحۃ الصلوٰۃ فارفع یدیک ثم لا ترفعھما فیما بقی۔ [7]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں جب تم نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہو تو رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کرو۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

[2] ″ ″ ″ ″ ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳، ″ ″ ″ ″

[3] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷-۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[4] حافظ عبد اللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ، المسند ج ۲ ص ۲۷۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

[5] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[6] ″ ″ ″ ″ ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، ″ ″ ″ ″

[7] ″ ″ ″ ″ ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، ″ ″ ″ ″

عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر يرفع يديه الا في اول ما يفتتح۔ [1]

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔

عن جابر عن الاسود وعلقمة انهما كانا يرفعان ايديهما اذا افتتحا ثم لا يعودان۔ [2]

جابر کہتے ہیں کہ علقمہ اور اسود صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيء من صلوته الا حين افتتح الصلوة۔ [3]

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے افتتاح نماز کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔

ان احادیث اور آثار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور دیگر کثیر صحابہ اور فقہاء تابعین کے متعلق تصریح ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم انه قال ارفع يديك في التكبيرة الاولى في افتتاح الصلوة ولا ترفع يديك فيما سواها۔ [4]

ابراہیم نخعی نے کہا تکبیر اولیٰ میں نماز کے شروع کے وقت رفع یدین کرو، اور اس کے ماسوا میں رفع یدین نہ کرو۔

ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی کتاب "رفع الیدین فی الصلوٰۃ" میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انیس صحابہ رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بیس صحابہ رفع یدین کرتے تھے، حاکم نے کہا ہے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین کرتے تھے قاضی ابوالطیب نے لکھا ہے بیس سے زیادہ صحابہ رفع یدین کرتے تھے، توضیح میں لکھا ہے کہ رفع یدین واجب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے، داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین واجب ہے، بعض مالکیہ اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ اس کے ترک سے گنہ گار ہوگا، ابن خزیمہ نے کہا جس نے رفع یدین کو ترک کیا اس نے نماز کا ایک رکن ترک کر دیا۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا جائے، امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، امام ترمذی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے بدائع

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] ″ ″ ″ ″، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷، ″ ″ ″ ″

[3] ″ ″ ″ ″، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷ ″ ″ ″ ″

[4] امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۱-۲۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

میں مذکور ہے کہ عشرہ مبشرہ صرف تکبیر افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے، یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

حضرت براء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب

ہمارے اصحاب نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو کانوں کی لو تک رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے" اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اس کو تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ از براء روایت کیا ہے اور انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ "آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے"، خطابی نے کہا سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا، ابوعمر نے کہا اس میں یزید متفرد ہے، حفاظ نے اس حدیث کو براء سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے" بزار نے کہا یزید کی رفع یدین والی حدیث میں "پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے" صحیح نہیں ہے، عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے، امام احمد نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، پہلے یزید اس حدیث میں یہ لفظ نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد کے قول کے معارض "کامل" میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث کو ہشیم شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے، اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہوگیا، اگر یہ کہا جائے کہ یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے تو میں کہوں گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبدالرحمان نے بھی اس حدیث کو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے، اسی طرح امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید فی نفسہ ثقہ ہے، عجلی نے کہا وہ جائز الحدیث ہے، اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے، امام ابوداؤد نے کہا ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس کی حدیث کو ترک کیا ہو، اور ابن شاہین نے کتاب الثقۃ میں لکھا ہے، احمد بن صالح نے کہا یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے، امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، ساجی اور امام ابن حبان نے کہا وہ صدوق ہے امام مسلم نے اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے اس سے استشہاد کیا ہے، اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث کا بعض حصہ بیان کیا ہو یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو، اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔

ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں

جن احادیث سے دوسرے ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو کعبہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے فرمایا ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے مخالف کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انھوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

حضرت ابوحمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث سے استدلال کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث ایک اور وجہ سے معلول ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطاء نے اس حدیث کو حضرت ابوحمید سے نہیں سنا، اور نہ ابوقتادہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے، کیونکہ حضرت ابوحمید ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی، اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطاء سے روایت کرنے میں وہم ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابوحمید سے سماع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابوحمید سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں انہی کی بات حجت ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت ابوہریرہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح، رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش سے مروی ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے، امام نسائی نے کہا اسماعیل ضعیف ہے، امام ابن حبان نے کہا وہ حدیث میں بہت خطا کرتا تھا، اور وہ لائق استدلال نہیں

ہے۔ امام ابن خزیمہ نے کہا اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کی تکبیرہ اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کو امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کو ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تکبیرہ اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت حضرت وائل سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے افعال کو ان سے زیادہ سمجھتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ کے قریب ہوں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر مدینہ میں ۹ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جب مغیرہ نے حضرت وائل کی یہ حدیث بیان کی تو ابراہیم نے کہا اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو رکوع کے وقت اور اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو نہیں پایا حضرت ابن مسعود ۳۲ھ میں مدینہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم ۵۰ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔

حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت علی کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی سے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں، امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نماز کی تکبیر اول میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا، اور عاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ [1]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۲۔ ۲۷۳، مطبعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد سے یہ روایت ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، ابو مجلز، نخعی، ثوری اور اسحاق وغیرہ کا یہی مسلک ہے، کیونکہ امام ابوداؤد، اور امام احمد نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا جائے اور یہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر محمول ہے، اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر باندھے جائیں، سعید بن جبیر اور امام شافعی کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سینہ پر باندھے، امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ اس میں اختیار ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں امر مروی ہیں۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور جمہور کا قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے کیونکہ یہ ڈرنے والے کی صفت ہے، امام مالک، لیث اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کرے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے، (یعنی ظاہر خشوع ہے اور باطن میں اکثر خشوع نہیں ہوتا) امام مالک نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے نہ کہ نفل میں، امام اوزاعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ [2]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحٰق بن راہویہ، ابواسحٰق مروزی، کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں، حضرت علی سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں، امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں، تیسری روایت اختیار کی ہے، امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں، دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیے جائیں، جمہور مالکیہ کا مشہور قول یہی ہے۔ [3]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے، یہ حدیث امام مالک پر حجت ہے کیونکہ ان کا

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۲ - ۲۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قول ہاتھ چھوڑنا ہے، اور امام شافعی پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔ [1]

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقول ان من سنۃ الصلوٰۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ [4]

ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

برصغیر کے ناشرین نے سنن ابو داؤد کے نسخوں کے متن میں اس حدیث کو شامل نہیں کیا البتہ حاشیہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صرف ابن الاعرابی کے نسخہ ابو داؤد میں ہے۔ [5]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ [6]

علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۸۶، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] امام دار قطنی علی بن عمر متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد مع بذل المجہود ج ۴ ص ۴۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] 〃 〃 ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ نور محمد اینڈ سنز کراچی

[6] امام ابو بکر عبد اللہ محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله في الصلوٰة تحت السرة [1]

ابراہیم کہتے ہیں کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھے۔

عن حجاج بن حسان قال سالت ابا مجلز قال كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلها اسفل من السرة [2]

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سوال کیا ہاتھ کس طرح رکھے؟ انھوں نے کہا ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کا باطن رکھے۔

عن علي قال من سنة الصلوٰة ان توضع الايدي على الايدي تحت السرة [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے جائیں۔

حضرت علی کی اس روایت کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے اس کی سند ضعیف ہے۔ [4]

سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث ونظر

امام بیہقی روایت کرتے ہیں

عن وائل انه راى النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله ثم وضعهما على صدره [5]

حضرت وائل بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا پھر دونوں ہاتھ سینے پر رکھے۔

علامہ ترکمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں محمد بن حجر ہے ذہبی کہتے ہیں کہ وہ اپنے چچا سعید سے منکر روایات کرتا ہے اور ایک راوی ام جبار ہے یہ غیر معروف ہے، نیز امام بیہقی نے کہا اس حدیث کو مؤمل نے بھی روایت کیا ہے صاحب الکمال نے کہا ہے، اس مؤمل کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور اپنے حافظے سے احادیث بیان کرتا تھا، اور اس سے بہت خطائیں ہوتی تھیں اور میزان میں ہے امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے، امام ابو حاتم نے کہا یہ کثیر الخطاء ہے، امام ابو زرعہ نے کہا اس کی حدیث میں بہت خطاء ہے، پھر امام بیہقی نے حضرت علی سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے، پھر امام بیہقی نے روح بن المسیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " المصنف ج ۱ ص ۳۹۱،

[3] " " " " المصنف ج ۱ ص ۳۹۱،

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] سنن کبری ج ۲ ص ۳۰،

ابن عباس نے سینہ پر ہاتھ باندھے، اس روح کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے، ابن حبان نے کہا یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، ابن عدی عمرو نکری نے کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارق الحدیث ہے، ابو یعلیٰ موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے، پھر امام بیہقی نے ابو مجلز سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے، یہ صراحۃً غلط ہے ابو مجلز کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ابو عمر نے سند جید کے ساتھ تمہید میں اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے، ابن معین نے بھی امام بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انھوں نے بغیر سند کے ابو مجلز کی طرف یہ کیسے منسوب کر دیا۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کیا ہے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں، اور حضرت انس نے کہا تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں، جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا اور نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی تمام احادیث سنداً ضعیف ہیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی سند کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے حالانکہ یہ حدیث متعدد اسانید سے ثابت ہے اس لیے یہ حدیث راجح ہے نیز فقہاء احناف نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے مردوں کے حق میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ ادب اور زیادہ تواضع اور تذلل ہے اور عورتوں کے حق میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ عورتوں کے لیے اس میں زیادہ ستر ہے۔

بَابُ ۱۴۹ إِثْبَاتِ التَّكْبِيرِ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ فِي الصَّلٰوةِ إِلَّا رَفْعَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَيَقُولُ فِيهِ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

۷۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۷۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر دفعہ اٹھتے وقت اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھ کر دکھلائی جس میں ہر بار جب جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر کہتے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب، نماز پڑھنا شروع

---

[1] علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی الشہیر بابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی ج ۲ ص ۳۲-۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْمَثْنٰى بَعْدَ الْجُلُوسِ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کرتے تو پہلے قیام کے وقت تکبیر کہتے، پھر رکوع کے وقت تکبیر کہتے، رکوع سے کھڑے ہوتے وقت فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ، اور جب سیدھے کھڑے ہوتے تو فرماتے ربنا ولک الحمد، پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے پھر تمام رکعات میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ نماز پوری ہو جاتی، دو رکعت کے بعد جب تشہد سے فارغ ہوتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھتے، حضرت ابوہریرہ بیان فرماتے تھے کہ تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ میں نماز پڑھتا ہوں۔

۷۷۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ أَبِي هُرَيْرَةَ إِنِّي أَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے قیام فرماتے تو اللہ اکبر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہے لیکن اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ کا یہ قول نہیں ہے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

۷۷۴۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ حِينَ يَسْتَخْلِفُهُ مَرْوَانُ عَلَى الْمَدِينَةِ إِذَا قَامَ لِلصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَفِي حَدِيثِهِ فَإِذَا قَضَاهَا وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب مروان مدینہ کا حاکم بنا کر گیا تو آپ نماز کے قیام کے وقت اللہ اکبر کہتے باقی حدیث مثل سابق ہے اور نماز پوری کرنے کے بعد اہل مسجد سے مخاطب ہو کر کہتے کہ بخدا میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

لَأُشْبِهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۷۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلٰوةِ كُلَّمَا رَفَعَ وَوَضَعَ فَقُلْنَا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا التَّكْبِيْرُ فَقَالَ إِنَّهَا لَصَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام انتقالات میں اللہ اکبر کہتے ہم نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا اے ابوہریرہ یہ کیسی تکبیریں ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

۷۷۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر کہتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

۷۷۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ جَمِيْعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِيْ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مطرف کہتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی، وہ جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ مطرف کہتے ہیں جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا انہوں نے ہم کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی۔

نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ

فقہاء احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ فرض ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ (مدثر: ۳) اپنے رب کی تکبیر کرو (یعنی اللہ اکبر کہو)

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تکبیرات کا ذکر نہیں فرمایا۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمہ واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۹، نووی علی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹، اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۱۴۶)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنولک الحمد کہتے۔ احناف کے نزدیک یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے پر محمول ہے، شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ امام ہو یا مقتدی، اکیلا نماز پڑھے یا با جماعت ہر حال میں رکوع سے اٹھتے وقت یہ دونوں کلمات کہے علامہ نووی نے اس حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ نے یہ نماز تنہا پڑھی تھی، اس کے برخلاف احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر تنہا نماز پڑھے تو رکوع سے اٹھتے وقت دونوں کلمات کہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور اگر با جماعت نماز پڑھے تو امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ کیونکہ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد. (ترمذی ص۳۶)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کی صورت میں امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے اور جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمات کہے جیسا کہ مسلم شریف کی اس حدیث مذکور میں ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا بخلاف شافعیہ کے، کیونکہ ان کے مسلک کی بنا پر جامع ترمذی کی حدیث کی مخالفت لازم آئے گی۔

بَابُ ۱۵ وُجُوْبِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَّ اِنَّهٗ اِذَا لَمْ يُحْسِنِ الْفَاتِحَةَ وَلَا اَمْكَنَهٗ تَعَلُّمُهَا قَرَاَ مَا تَيَسَّرَ لَهٗ غَيْرَهَا

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید کی جو آیات یاد ہوں ان کو پڑھ لے

۷۷۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز کامل نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔

۷۷۹۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو ام القرآن (سورہ فاتحہ)

شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْتَرِئْ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ ۔

نہ پڑھے۔

٧٨٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ مَحْمُودَ بْنَ الرَّبِيعِ الَّذِي مَجَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ مِنْ بِئْرِهِمْ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، جو ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھے۔

٧٨١ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ فَصَاعِدًا ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان فرمایا کہ اس سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

٧٨٢ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيلَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّا نَكُونُ وَرَاءَ الْإِمَامِ فَقَالَ اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۔ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمِدَنِي عَبْدِي وَإِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۔ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِي وَإِذَا قَالَ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ قَالَ مَجَّدَنِي عَبْدِي وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِي فَإِذَا قَالَ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ قَالَ هٰذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کو نہ پڑھا تو اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے تین بار کہا اور فرمایا کہ وہ نا تمام ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بسا اوقات ہم امام کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، سورۃ فاتحہ کے معانی میں غور کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان صلاۃ (سورۃ فاتحہ) کے دو حصّے کر دیے گئے ہیں اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا جب بندہ کہتا ہے "الحمد للہ رب العلمین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی جب وہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم تو اللہ عزوجل فرماتا ہے

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ قَالَ سُفْيَانُ حَدَّثَنِیْ بِهِ الْعَلَآءُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَعْقُوْبَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَرِيْضٌ فِیْ بَيْتِهِ فَسَاَلْتُهُ اَنَا عَنْهُ.

٧٨٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ الْعَلَآءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا السَّآئِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٧٨٤۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِی الْعَلَآءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ اَنَّ اَبَا السَّآئِبِ مَوْلٰى بَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ سُفْيَانَ وَفِیْ حَدِيْثِهِمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِیْ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِیْ.

٧٨٥۔ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِیُّ قَالَ نَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُوَيْسٍ قَالَ اَخْبَرَنِی الْعَلَآءُ مِنْ اَبِيْهِ وَمِنْ اَبِی السَّآئِبِ وَكَانَا جَلِيْسَیْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً

میرے بندہ نے میری تعریف کی، جب وہ کہتا ہے مالك يوم الدين تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعظیم کی اور ایک بار فرمایا بندہ نے اپنے آپ کو مجھے سونپا اور جب وہ کہتا ہے اياك نعبد و اياك نستعين تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا اور جب وہ کہتا ہے اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندہ کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن کو نہ پڑھا، باقی حدیث مثل سابق ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میرے اور میرے بندہ کے درمیان آدھی آدھی ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن (سورۂ فاتحہ) کو نہ پڑھا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ اس کی نماز ناقص ہے۔

لَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِیَ خِدَاجٌ یَقُوْلُهَا ثَلَاثًا بِمِثْلِ حَدِیْثِهِمْ۔

۸۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ حَبِیْبٍ الشَّهِیْدِ قَالَ سَمِعْتُ عَطَآءً یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَآءَةٍ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَمَا اَعْلَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَنَّاهُ لَكُمْ وَمَا اَخْفَاهُ اَخْفَیْنَاهُ لَكُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز قرآن پڑھنے کے بغیر نہیں ہوتی جس نماز میں آپ نے قرآن بلند آواز سے پڑھا اس میں ہم نے بھی بلند آواز سے پڑھ کر سنایا اور جس نماز میں آپ نے چپکے چپکے پڑھا تو ہم نے بھی اس میں چپکے چپکے پڑھا۔

۸۸۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرٰهِیْمَ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فِیْ كُلِّ الصَّلٰوةِ یُقْرَاُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا اَخْفٰی مِنَّا اَخْفَیْنَاهُ مِنْكُمْ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ اَزِدْ عَلٰی اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ اِنْ زِدْتَّ عَلَیْهَا فَهُوَ خَیْرٌ وَّاِنِ انْتَهَیْتَ اِلَیْهَا اَجْزَاَتْ عَنْكَ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے جس نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا اس میں ہم تم کو قرآن سناتے ہیں، اور جن نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ قرأت کی، ہم بھی آہستہ آہستہ قرأت کرتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا اگر میں سورۂ فاتحہ پر زیادتی نہ کروں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر زیادتی کرو تو بہتر ہے ورنہ سورۃ فاتحہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

۸۸۸۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا یَزِیْدُ یَعْنِی ابْنَ زُرَیْعٍ عَنْ حَبِیْبٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فِیْ كُلِّ صَلٰوةٍ قِرَآءَةٌ فَمَا اَسْمَعَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا اَخْفٰی مِنَّا اَخْفَیْنَاهُ مِنْكُمْ مَنْ قَرَاَ بِاُمِّ الْكِتَابِ فَقَدْ اَجْزَاَتْ وَمَنْ زَادَ فَهُوَ اَفْضَلُ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے گا، جن نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا ہم تم کو قرآن سناتے ہیں اور جن نمازوں میں حضور نے آہستہ قرآن پڑھا ہم آہستہ پڑھتے ہیں جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی وہ اس کے لیے کافی ہے اور جس نے اس سے زیادہ پڑھا وہ افضل ہے۔

۸۸۹۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے، ایک آدمی (اعرابی) نے آکر نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی،

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلّٰى كَمَا كَانَ صَلّٰى ثُمَّ جَآءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا عَلِّمْنِيْ قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَآئِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا۔

۷۹۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَاحِيَةٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ هٰذَا الْقِصَّةِ وَزَادَ فِيْهِ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ۔

اس نے پھر اسی طرح نماز پڑھی، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ نے فرمایا وعلیک السلام جاؤ جاکر نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی، اس طرح تین بار ہوا، پھر اس آدمی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، مجھے نماز سکھلائیے، آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر قرآن کا جو حصہ تم کو سہولت سے یاد ہو، اس کو پڑھو پھر رکوع کرو حتی کہ اطمینان سے رکوع کرلو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر نماز کی ہر رکعت اسی طرح پڑھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں آکر نماز پڑھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے، باقی حدیث مثل سابق ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو مکمل وضو کرو پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہو۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۵۴۴ میں ہے: جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔

علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس سورت کا نماز میں پڑھنا متعین ہے، اس کے سوا کوئی دوسری سورت اس سے کفایت نہیں کرتی، الا یہ کہ کوئی شخص اس کی قرأت سے عاجز ہو، یہ امام مالک، امام شافعی، جمہور فقہاء صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ایک قلیل جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کچھ تم آسانی سے

پڑھ سکو وہ پڑھو"۔ (علامہ نووی نے یہ صحیح نہیں لکھا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل سے حاصل ہوتی ہے اور اس حدیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں، امام اعظم کا مذہب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔ غلام رسول سعیدی غفرلہٗ) اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی" اگر احناف نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی تو یہ خلاف ظاہر ہے (بلکہ یہی ظاہر ہے کیونکہ اس باب کی حدیث نمبر ۷۸۰ میں ہے جس نے سورۃ فاتحہ کو نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا اور ناقص کے مقابلہ میں کامل ہے، اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ فرماتے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز باطل ہے۔ غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)۔ اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کی جائے اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ابوحاتم بن حبان نے بھی بیان کیا ہے، اور جس حدیث میں ہے جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو، وہ سورۃ فاتحہ پڑھنے پر محمول ہے کیونکہ اس کا پڑھنا آسان ہے (یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "ما" ہے جو عام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ امام، مقتدی اور منفرد سب پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے کسی نے کہا ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سورۃ فاتحہ کو دل میں پڑھو اس کا معنی ہے اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خود سنو اور بعض مالکیہ وغیرہم نے جو اس کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے معانی میں تدبر کرو یہ غیر مقبول ہے، کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی اس حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے، اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنبی اور حائض اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق نہیں ہوگا۔[1]

علامہ نووی کا یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے، زبان کی جو حرکت سنائی دے خواہ آہستہ یا زور سے وہ قرأت لفظی ہے قرأت نفسی نہیں ہے، قرأت نفسی کا معنی یہی ہے کہ الفاظ کے معانی میں تدبر کیا جائے جیسا کہ علامہ نووی نے بعض مالکیہ سے نقل کیا ہے، اور اگر جنبی قرآن کے معنی میں تدبر کرے تو اس کو قرأت نفسی کہہ سکتے ہیں۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

صحیح مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، یہ امام مالک، امام اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے ایک روایت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

یہ ہے کہ نماز کی صرف دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، نخعی، ثوری اور امام ابوحنیفہ سے بھی اسی طرح روایت ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کرو، نیز اگر باقی رکعات میں قرأت واجب ہوتی تو جہری نمازوں میں ان میں جہر سے قرأت واجب ہوتی، حسن بصری سے روایت ہے کہ اگر ایک رکعت میں بھی قرأت کر لی تو کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القرآن ۔ (مزمل: ۲۰) تو قرآن سے جتنا (تم پر) آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تین رکعات میں قرأت کر لی تو کافی ہے کیونکہ وہ نماز کا اکثر حصہ ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کرتے اور دوسری میں کم، اور کبھی ہم کو قرأت سناتے تھے، اور دوسری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے، نیز امام بخاری اور امام مسلم کی روایت میں ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، اور حضرت ابوسعید اور حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کو پڑھیں، نیز جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی اس کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی رکعت سکھائی تو اس کو فرمایا تمام رکعات اس طرح پڑھو اور یہ حکم تمام رکعات میں قرأت کو بھی شامل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں قرأت نہیں کی تو اس کی یہ نماز صرف امام کے پیچھے ہو سکتی ہے۔ (اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، سعیدی غفرلہ) اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے، اور اس سے پہلے جو حضرت علی کا اثر بیان کیا گیا ہے اس کی سند میں حارث اعور ہے اور اس کو شعبی نے کذاب کہا ہے، نیز حضرت عمر اور حضرت جابر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ [1]

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تاکہ اس وقفہ میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تانی نہ کریں، یہ امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے، امام مالک اور اصحاب رائے نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد رکھے ہیں، ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد اور ایک سکتہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ کی قرأت کے بعد، عمران نے اس کا انکار کیا اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

کو خط لکھا انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ کو یہ حدیث محفوظ ہے، اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا امام کے لیے دو سکتے ہیں ان میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو غنیمت جانو، ایک سکتہ نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتہ جب وہ ولا الضالین کہے، عروہ بن زبیر نے کہا میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ کہتا ہے تو میں اس وقت سورۃ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورت ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قرأت کر لیتا ہوں، یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔ [1]

قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ اشہب مالکی، ابن وہب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ "سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے" ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا اس وقت اپنے دل میں پڑھو، اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو، تابعین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے، وہ کہتے ہیں کہ صرف ہونٹ ہلائے جائیں اور خود کو بھی آواز نہ آئے، اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا، امام مالک اور ان کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے مقتدی امام کے ساتھ سری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے، امام احمد نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سری اور جہری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے، امام شافعی سے اس میں تین قول ہیں ایک قول کوفیین کی طرح ہے ایک قول امام احمد کی مثل ہے اور ایک قول جمہور صحابہ اور تابعین کی مثل ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورہ فاتحہ کا سری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے، ایک قول سنت ہے اور ایک قول مستحب ہے۔ [2]

قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے (سنن ابن ماجہ وطحاوی) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے، یہ رکن امام اور مقتدی دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن مقتدی کا کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور سنے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو۔ امام محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ احتیاطاً قرأت کرنا مستحسن ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پر وعید ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰ - ۱۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے فاقرءوا ما تیسر منہ "جس قدر قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو" اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی" لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے "جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے" تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا قاعدہ ہے، اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے، نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نمازی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے، اس طرح جس حدیث میں ہے "اللہ اکبر کہو پھر تم کو جس قدر قرآن یاد ہے پڑھو" یہ بھی مقتدی کے غیر پر محمول ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لیے بھی شرعاً قرأت ثابت ہے، کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی، یہ حدیث متعدد اسانید سے حضرت جابر بن عبد اللہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، امام دارقطنی، امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، متعدد راویوں نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے، ایک سند سے امام ابوحنیفہ نے بھی اس کو مرسلاً روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اور اس سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، امام محمد بن الحسن نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے از ابوحنیفہ از ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن شداد از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلے اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کو سفیان، شریک، جریر اور ابوالزبیر نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور سفیان کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے، کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں متفرد ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر متفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے، امام ابو عبد اللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، آپ کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روکتے رہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے، حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا، الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی

اللہ عنہ نے کبھی پورا واقعہ بیان کیا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔

اس حدیث کے معارض یہ روایت ہے مجھ سے قرآن کیوں کھینچا جا رہا تھا اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اسی طرح امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ پر قرآن پڑھنا دشوار ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے! ہم نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سوا سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث پر مقدم ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے مؤید ہے، ہر چند کہ ان کی اسانید ضعیف ہیں اور صحابہ کے مذاہب سے بھی مؤید ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ ہے، وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے، اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۲۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ کہا اس کا مرفوع ہونا راوی کا وہم ہے لیکن یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کی سند میں اسماعیل ضعیف راوی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نصر بن عبد اللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نصر بن عبد اللہ از حسن اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حسن سے سنداً و متناً یہی روایت ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

۴۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مقاسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

۵۔ امام محمد بن حسن نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا خاموش ہو، نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہارے لیے امام کافی ہے، اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارے ڈال دوں، اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے، ان کی روایت میں ہے میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

۶۔ امام محمد نے اپنی موطا میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتے، اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

۷۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابو جمرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قرأت کروں؟ انھوں نے کہا نہیں!

۸۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

۹۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی۔

۱۰۔ امام نسائی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے فرمایا ہاں، انصار کے ایک شخص نے کہا قرأت واجب ہو گئی، حضرت ابو درداء کہتے ہیں میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے۔ اگر موخر الذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابو درداء کا کلام ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے، پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو امام کی قرأت قرار دیا ہے۔

اسّی کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء شامل ہیں، اور محدثین نے ان تمام صحابہ کے اسماء کو ضبط کیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ قرأت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں، ہم کہتے ہیں کہ دونوں مشترک ہیں، لیکن مقتدی کا حصہ قرآن مجید سننا اور خاموش رہنا ہے، کیونکہ قرأت سے مطلوب تدبر اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا یہ (قرآن مجید) مبارک کتاب ہے جو ہم نے

ایاتہ ۔ (ص: ۲۹)

آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں ۔

اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے، جیسے جمعہ کا خطبہ وعظ اور تذکیر کے لیے مشروع کیا گیا ہے تو اس کا سننا واجب ہے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے اس کے برخلاف باقی ارکان خشوع کے لیے مشروع کیے گئے ہیں اور خشوع رکوع اور سجود سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ وجہ تو صرف جہری نماز میں درست ہو سکتی ہے اور قرأت خلف الامام کا اختلاف تو سری نماز میں بھی ہے، اس میں یہ فائدہ کس طرح حاصل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے سننے کا اور خاموش رہنے کا:

واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلكم ترحمون ۔ (انفال: ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ اذا قرء فانصتوا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو ۔

امام مسلم نے فرمایا ہے یہ حدیث صحیح ہے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی) خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں دو چیزوں کا حکم ہے، سننے کا اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے لیے سننا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے خاموش رہنا تو ممکن ہے، محیط میں مذکور ہے کہ مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوئی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے جو قرأت کا محل ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو (اور وہ رکوع میں مل جائے) تو اس کی نماز جائز ہے، خواہ وہ بالکل قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہوتی تو اس عذر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوتی، جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا؟ تو ہم کہیں گے نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے، البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع مطلقاً جھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔[1]

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۱ - ۲۹۴، ملخصاً وموضحاً، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من ادرک رکعة من الصلوٰة فقد ادرکها قبل ان یقیم الامام صلبه[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امام کی پشت سیدھی ہونے سے پہلے امام کو رکوع میں پالیا اس نے نماز کی رکعت کو پا لیا۔

سورۂ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ (مزمل، ۲۰)

تو قرآن مجید میں سے (نماز میں) جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور معین سورت کے پڑھنے کو فرض نہیں کیا، بلکہ عموم اور اطلاق سے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر آسان ہو اتنا ہی پڑھ لیا کرو، اور اگر سورہ فاتحہ کو نماز میں فرض کیا جائے تو قرآن مجید کا خبر واحد سے منسوخ ہونا یا خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آئے گی، اور یہ جائز نہیں ہے

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلی فسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم فرد وقال ارجع فانک لم تصل فرجع فصلی کما صلی ثم جاء فسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ارجع فصل فانک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیره فعلمنی فقال اذا قمت الی الصلوٰة فکبر ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا وافعل فی صلوٰتک کلها[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ جا کر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا اور پھر پہلے کی طرح نماز پڑھی، پھر آکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ جا کر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ مکالمہ تین بار ہوا، اس کے بعد اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے تعلیم دیجئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن مجید سے جو تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، پھر تم رکوع کرو حتی کہ تم اطمینان سے رکوع کر لو، پھر رکوع سے

---

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کھڑے ہو حتیٰ کہ سیدھے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور پوری نماز میں اس طرح کرو۔

اس حدیث کو امام مسلم[1]، امام ابوداؤد[2]، امام ترمذی[3]، امام نسائی[4] اور امام ابن ماجہ[5] نے بھی روایت کیا ہے صحاح ستہ کی اس حدیث میں بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم دی ہے اگر نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہوتا تو جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے کیونکہ یہ تعلیم کا موقع تھا، جب یہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا کہ جو تم کو آسان لگے وہ پڑھ لیا کرو تو معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن مجید پڑھنا فرض ہے، خصوصاً سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فاتحۃ الکتاب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہے کہ فاتحۃ الکتاب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جس طرح حدیث میں ہے مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے بغیر نماز نہیں ہوتی یعنی کامل نماز نہیں ہوتی، اور جس طرح حدیث میں ہے جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا یعنی کامل وضو نہیں ہوتا اور حدیث میں ہے جو شخص رات سیر ہو کر گذارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ مومن نہیں ہے یعنی مومن کامل نہیں ہے اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

وان نكثوا ايمانهم من بعد عهدهم وطعنوا فى دينكم فقاتلوا ائمة الكفر انهم لا ايمان لهم۔ (توبہ ۱۲)

اگر یہ لوگ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو ان سے جنگ کرو، ان لوگوں کی قسمیں (کامل) نہیں ہیں۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے کافر سرداروں کی قسموں کا ذکر کیا پھر فرمایا ان کی قسمیں نہیں ہیں اس کا یہی مطلب ہے کہ ان کی قسمیں کامل نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید اور احادیث میں مطلقاً اتنے قرآن مجید کا پڑھنا لازم کیا جس کا پڑھنا آسان ہو پھر حدیث میں آپ کا ارشاد ہے، سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایات میں ہے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے اور ناقص کامل کے مقابلہ میں ہے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ سورہ فاتحہ

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۴، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۹، " " "

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۵، " " "

کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے نیز اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو رکوع مل جائے اس کو نماز کی وہ رکعت مل جاتی ہے اگر نماز میں سورہ فاتحہ فرض ہوتی اور نماز کا رکن ہوتی تو اس کے بغیر وہ رکعت شمار نہیں ہوتی جیسے رکوع اور سجود کے بغیر رکعت کا شمار نہیں ہوتا۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث ونظر

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند میں جابر بن عبداللہ جعفی ہے اور وہ مجروح ہے خود امام ابوحنیفہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے خود بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

قال محمد اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا ابوالحسن بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔[2]

امام ابوحنیفہ از ابوالحسن از عبداللہ بن شداد از حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت جابر سے صرف ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ نے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا یہ دونوں ضعیف ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام دارقطنی کا امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہنا خود ضعیف قول ہے اور لائق صد مذمت ہے[3]۔ امام دارقطنی نے متعدد صحابہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور ہر چند کہ انہوں نے ان میں سے بعض احادیث کو ضعیف کہا ہے لیکن جب کوئی ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے، خصوصاً جب کہ اس کی مؤید دیگر

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ، مؤطا امام محمد ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] علامہ عینی لکھتے ہیں اگر دارقطنی میں ادب اور حیاء ہوتی تو وہ امام ابوحنیفہ کو ضعیف نہ کہتے جن کے علوم سے مشرق اور مغرب مستفید ہوا ہے، امام ابن معین نے کہا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ اور مامون ہیں، کسی نے ان کی تضعیف نہیں کی، شعبہ بن حجاج ان کو حدیث بیان کرنے کے لیے لکھتے تھے، شعبہ کہتے تھے امام ابوحنیفہ ثقہ اور حدیث میں صدوق ہیں، بڑے بڑے ائمہ مثلاً عبداللہ

بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، عبدالرزاق، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے ان کی فضیلت بیان کی ان اکابر کے مقابلہ میں دارقطنی کی کیا حیثیت ہے جس کی کتاب (سنن دارقطنی) میں احادیث سقیمہ، معلولہ، منکرہ، غریبہ اور موضوعہ بھری پڑی ہیں، یہ محض دارقطنی کا فاسد تعصب ہے، جس کی بنا پر اس نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲)

صحیح الاسانید احادیث ہیں۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلفه رجل يقرء فنهاه رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما انصرف، تنازعا فقال: اتنهاني عن القراءة خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنازعا حتى بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى خلف امام فان قرأته له قراءة ورواه الليث عن ابي يوسف عن ابي حنيفة۔ [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اس کو منع کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے، اس نے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہو وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو لیث نے بھی از ابی یوسف از ابی حنیفہ روایت کیا ہے۔

(امام دارقطنی نے اس سند کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو امام ابوحنیفہ سے موصولاً روایت کیا ہے اور عبداللہ بن المبارک نے اس کو ان سے مرسلاً روایت کیا ہے اور یہی محفوظ روایت ہے۔ [2] امام عبدالرزاق نے بھی اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا۔ [3]

عن جابر بن عبد الله ان رجلا قرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم بسبح اسم ربك الاعلى فلما انصرف النبي صلى الله عليه وسلم قال من قرأ منكم بسبح اسم ربك الاعلى؟ فسكت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا

---

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵ - ۳۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۹، " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

القوم فسالهم ثلاث مرات كل ذلك يسكتون ثم قال رجل: انا قال: قد علمت ان بعضكم خالجنيها۔ [۱]

تم میں سے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھی تھی؟ وہ لوگ خاموش رہے آپ نے تین بار پوچھا اور وہ ہر بار خاموش رہے پھر ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی آپ نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے خلجان میں مبتلا کر رہا ہے (الجھا رہا ہے، میری توجہ ہٹا رہا ہے)

(امام دارقطنی نے اس سند کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ [۲] اور امام عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [۳]

عن سالم بن عبد الله عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقراءته له قراءة محمد بن الفضل متروك۔ [۴]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فضل متروک ہے۔

عن عمران بن حصين قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي بالناس ورجل يقرأ خلفه فلما فرغ قال من ذا الذي يخالجني سورتي فنهاهم عن القراءة خلف الامام (الى قوله) وحجاج لا يحتج به۔ [۵]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک شخص آپ کے پیچھے قراءت کر رہا تھا، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی سورت کی قراءت سے کون الجھا رہا تھا؟ پھر آپ نے امام کے پیچھے قراءت سے منع کر دیا۔ اس حدیث کی سند میں حجاج ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [۶]

عن علي قال رجل للنبي صلى الله عليه و

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

---

[۱] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

[۲] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[۳] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[۴] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۶، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

[۵] " " " ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۶، "

[۶] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

سلم، اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانه يكفيك تفرد به غسان وهو ضعيف۔[۱]

شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو، امام کی قرأت تمہیں کافی ہے' اس حدیث کی روایت میں غسان متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

عن الشعبی قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قرأۃ خلف الامام ھذا مرسل۔[۲]

شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے نماز میں قرأت نہیں ہے، یہ حدیث مرسل ہے۔

اس حدیث کی سند کے متعلق امام دار قطنی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت علی کی مذکور الصدر حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تکفیک قرأۃ الامام خافت او جھر عاصم لیس بالقوی۔[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام نماز میں سرًا قرأت کرے یا جہرًا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ اس حدیث کی سند میں عاصم قوی نہیں ہے۔

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فقرأۃ له قرأۃ جابر ولیث ضعیفان۔[۴]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں جابر اور لیث ضعیف ہیں۔

عن مختار بن عبد اللہ بن ابی لیلی عن ابیه قال: قال علی رضی اللہ عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرۃ[۵]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔

(امام دار قطنی نے اس حدیث کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)۔

عن عبد اللہ بن ابی لیلی قال، قال علی رضی اللہ عنه من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ۔[۶]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی

(امام دار قطنی نے اس حدیث کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

---

[۱] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۲] ″ ″ ″ ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰، ″ ″

[۳] ″ ″ ″ ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰، ″ ″

[۴] ″ ″ ″ ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰، ″ ″

[۵] ″ ″ ″ ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۲، ″ ″

[۶] ″ ″ ″ ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۲، ″ ″

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ[1] اور امام عبد الرزاق[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن المختار بن عبد اللہ ان علیا قال انما یقرأ خلف الامام من لیس علی الفطرۃ۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام کے پیچھے وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پر نہ ہو۔

امام دارقطنی نے اس حدیث کی سند کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلوٰۃ قرأۃ قال، نعم فقال رجل من الانصار وجبت ھذہ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت اقرب القوم الیہ "ما اری الامام اذا ام القوم الا کفاھم" کذا قال وھو وھم من زید بن الحباب والصواب فقال ابو الدرداء ما اری الامام الا کفاھم۔[4]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! انصار کے ایک شخص نے کہا یہ قرأت واجب ہوگئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا درآں حالیکہ میں حضور کے سب سے زیادہ قریب تھا، آپ نے فرمایا میرا گمان صرف یہ ہے کہ امام کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے، امام دارقطنی نے کہا کہ اس قول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قرار دینا زید بن حباب کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو یہ احناف کے مذہب کے صراحۃً مطابق ہے اور اگر یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو ظاہر ہے کہ وہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے اور وہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بعد ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔

اس حدیث کو امام نسائی[5] اور امام بیہقی[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءتہ لہ قراءۃ ابو یحیی التیمی ومحمد بن عباد ضعیفان۔[7]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو یحیی التیمی اور محمد بن عباد

---

[1] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ ھ

[2] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ ھ

[3] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

[5] امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۳-۱۶۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، " "

ضعیف ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی وائل جاء رجل الی عبد اللہ فقال اقرأ خلف الامام فقال لہ عبد اللہ ان فی الصلٰوۃ شغلا و سیکفیک ذاک الامام۔[1]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا نہیں؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس سے کہا نماز میں صرف ایک مشغولیت ہے اور اس کے لیے تمہیں — امام کافی ہے۔

اس حدیث کو امام عبد الرزاق[2] اور امام بیہقی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن سعد قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔[4]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میں چاہتا ہوں اس کے منہ میں انگارے ہوں۔

عن زید بن ثابت قال لا قرأۃ خلف الامام۔[5]

حضرت زید بن ثابت نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

عن نافع و انس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تکفیک قرأۃ الامام۔[6]

نافع اور انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

قال الاسود لان اعض علی جمرۃ احب الی ان اقرأ خلف الامام۔[7]

اسود نے کہا امام کے پیچھے قرأت کرنے سے انگارے چبانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

عن جابر قال لا یقرء خلف الامام[8]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ ھ

[2] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ ھ

[5] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶ ، " " ، "

[6] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶ ، " " ، "

[7] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶ ، " " ، "

[8] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶ ، " " ، "

لا یقرأ خلف الامام ان جهر ولا ان خافت۔ [۱]

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا سراً۔

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال سالته عن القراءة خلف الامام قال لیس خلف الامام قراءة۔ [۲]

ابو بشر کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان له امام فقراءته له قراءة۔ [۳]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القراءة خلف الامام قال و اخبرنی اشیاخنا ان علیا قال، من قرأ خلف الامام فلا صلوٰة له قال و اخبرنی موسی بن عقبة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان کانوا ینهون عن القراءة خلف الامام۔ [۴]

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا انھوں نے کہا ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔

عن ابی اسحاق قال: کان اصحاب عبد اللہ لا یقرءون خلف الامام۔ [۵]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

عن عبید اللہ بن مقسم قال سالت جابر بن عبد اللہ: تقرء خلف الامام فی الظهر

عبید اللہ بن مقسم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا آپ ظہر

---

[۱] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[۲] " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۷، " ، "

[۳] " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۷، " ، "

[۴] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[۵] " " ، المصنف ج ۲ ص ۱۴۰، " ، "

العصر شيئا فقال، لا [1]

اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں انھوں نے کہا نہیں!

قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال انما جعل الامام ليوتم به بهذا الخبر زاد واذا قرء فانصتوا ليست بمحفوظة الوهم عندنا من ابی خالد۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ نے یہ الفاظ زیادہ کیے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابوداؤد نے کہا یہ زیادتی یعنی جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، محفوظ نہیں ہے، ہمارے نزدیک یہ ابوخالد کا وہم ہے۔

علامہ منذری لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام داؤد کا ابوخالد پر وہم اور تفرد کا اعتراض صحیح نہیں ہے، اس کا پورا نام سلیمان بن حیان الاحمر ہے، یہ ان ثقہ راویوں میں سے ہے جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں استدلال کیا ہے، اس کے علاوہ وہ اس زیادتی میں متفرد نہیں ہے، اس حدیث میں اس کی متابعت ابوسعد محمد بن سعد انصاری اشہلی مدنی نے بھی کی ہے اور اس نے ابن عجلان سے سنا ہے جس کی یحییٰ بن معین اور محمد بن عبداللہ مخرمی اور ابوعبدالرحمٰن نسائی نے توثیق کی ہے اور اس زیادتی کو امام نسائی نے ابوخالد احمر اور محمد بن سعد کی دو سندوں سے روایت کیا ہے، امام مسلم نے بھی اس زیادتی کو حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت سے درج کیا ہے، یہ سند از جریر بن عبدالحمید من سلیمان التیمی از قتادہ ہے، امام دارقطنی نے کہا سلیمان تیمی کی قتادہ سے روایت میں سے کسی نے متابعت نہیں کی، دیگر حفاظ نے اس زیادتی کا ذکر نہیں کیا اور ان کا اس کی مخالفت کرنا اس کے وہم کی دلیل ہے، لیکن امام مسلم کے نزدیک سلیمان تیمی کا قتادہ سے تفرد اس حدیث میں مضر نہیں کیونکہ وہ ثقہ اور حافظ ہے، امام مسلم نے کہا یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ [3]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن حطان بن عبد الله الرقاشی بهذا الحديث زاد فاذا قرء فانصتوا قال ابوداؤد قوله وانصتوا ليس بمحفوظ لم يجئ به

حطان کی روایت میں یہ اضافہ ہے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابوداؤد نے کہا "تو خاموش رہو" یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں، سلیمان تیمی

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] حافظ زکی الدین ابو محمد منذری متوفی ۶۵۶ھ، مختصر ابوداؤد ج ۱ ص ۳۹۳، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

الا سلیمان التیمی فی ھذا الحدیث [1]

کے سوا کسی نے اس حدیث میں ان الفاظ کو روایت نہیں کیا۔

امام ابوداؤد کے اس اعتراض کا جواب بھی علامہ منذری کی تقریر سے ظاہر ہو گیا۔

امام مسلم کی جس عبارت کا علامہ منذری نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حدثنا اسحٰق بن ابراھیم عن سلیمان التیمی کل ھؤلاء عن قتادۃ فی ھذا الاسناد بمثلہ فی حدیث جریر عن سلیمان عن قتادۃ من الزیادۃ فاذا قرأ فانصتوا (الی قولہ) فقال لہ ابو بکر فحدیث ابو ھریرۃ فقال ھو صحیح یعنی واذا قرء فانصتوا فقال ھو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ھاھنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ھاھنا انما وضعتہ ھاھنا ما اجمعوا علیہ۔ [2]

اسحٰق بن ابراہیم سلیمان تیمی سے اور یہ سب قتادہ سے اس سند کی مثل روایت کرتے ہیں اور جریر نے سلیمان تیمی سے انھوں نے قتادہ سے اس زیادتی کو روایت کیا ہے "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو"۔ ابوبکر نے امام مسلم سے کہا حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو" کیسی حدیث ہے؟ امام مسلم نے کہا یہ میرے نزدیک صحیح حدیث ہے، ابوبکر نے کہا پھر آپ نے اس کو یہاں درج کیوں نہیں کیا؟ امام مسلم نے کہا میں نے ہر اس حدیث کو یہاں درج نہیں کیا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے ہر اس حدیث کو یہاں پر درج کیا ہے جس کی صحت پر سب کا اجماع ہو۔

امام مسلم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی واضح تصریح کی ہے۔ اس کے باوجود مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابوہریرہ سے اس روایت میں ابوخالد متفرد ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ امام نسائی نے ابوخالد کے علاوہ ابوسعید محمد بن سعد انصاری سے بھی اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن مبارک حدثنا محمد بن سعد انصاری، قال حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا

محمد بن سعد انصاری، محمد بن عجلان سے وہ زید بن اسلم سے وہ ابوصالح سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

واذا قرء فانصتوا قال ابو عبد الرحمن كان المخرمي يقول هو ثقة يعني محمد بن سعد الانصاري [1]

تو اللہ اکبر کہو، اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو، امام نسائی کہتے ہیں کہ مخرمی کہتے تھے کہ محمد بن سعد انصاری ثقہ ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام دارقطنی نے اس حدیث کو ابو خالد احمر سے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ محمد بن سعد اشہلی نے اس کی متابعت کی ہے، نیز انھوں نے اس حدیث کو محمد بن سعد اشہلی سے بھی روایت کیا ہے اور اس کی توثیق کی ہے، ایک اور سند کے ساتھ انھوں نے اسماعیل بن ابان غنوی سے روایت کیا ہے اور اسماعیل کو ثقہ کہا ہے۔ نیز انھوں نے اس کو عمر بن عامر سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن هارون الحضرمي ثنا محمد بن يحيى القطعي ثنا سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعيد بن ابي عروبة عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال: صلى بنا ابو موسى فقال ابو موسى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمنا اذا صلى بنا قال: انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا.

سالم بن نوح کہتے ہیں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ، قتادہ سے وہ یونس بن جبیر سے وہ حطان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو موسیٰ نے نماز پڑھائی تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے وقت یہ تعلیم دیتے کہ امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو

امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ سالم بن نوح قوی نہیں ہے لیکن انھوں نے اس حدیث کو اور بھی کئی اسانید سے روایت کیا ہے۔ [3]

بہرحال اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ابو خالد کے متعدد متابع ہیں اور مخالفین کا اس حدیث کو ابو خالد کا تفرد کہنا صحیح نہیں ہے۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ابو خالد کے علاوہ دیگر اسانید سے بیان کیا ہے۔ [4]

امام احمد اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا سعد الصاغاني محمد بن ميسر حدثنا محمد بن عجلان

عبد اللہ اپنے والد سے وہ سعد سے وہ محمد بن میسر سے وہ محمد بن عجلان سے وہ اپنے

---

[1] امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱، 〃 〃

[3] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۱ - ۳۲۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۶ - ۱۵، 〃 〃 〃

عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا۔ الحدیث۔ [۱]

والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔

امام احمد نے اس حدیث کو ابوخالد احمر کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ [۲]

امام احمد نے اس حدیث کو سلیمان تیمی سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنا ابی ثنا علی بن عبد اللہ قال ثنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادۃ عن ابی غلاب عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی عن ابی موسی قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قمتم الی الصلوٰۃ فلیؤمکم احدکم واذا قرء الامام فانصتوا۔ [۳]

عبد اللہ اپنے والد سے وہ علی بن عبد اللہ سے وہ جریر سے وہ سلیمان تیمی سے وہ قتادہ سے وہ ابی غلاب سے وہ حطان بن عبد اللہ الرقاشی سے وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک شخص امامت کرے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل

حدیث نمبر ۸۴، میں ہے: میرے اور میرے بندے کے درمیان صلاۃ (سورہ فاتحہ) تقسیم کر دی گئی ہے، جب میرا بندہ کہتا ہے "الحمد للہ رب العٰلمین" الحدیث۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے ان کی یہ سب سے واضح دلیل ہے کیونکہ بالاجماع سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور آخری تین آیتوں میں بندہ کی دعا ہے اور درمیانی آیت بندہ اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کو شروع الحمد للہ رب العالمین سے کیا ہے اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز ہوتی تو اس سے شروع کیا جاتا۔ پھر علامہ نووی نے اس دلیل کے حسب ذیل تین جوابات ذکر کیے ہیں:

---

[۱] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۲] 〃 〃 ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۰، 〃 〃 ، 〃

[۳] 〃 〃 ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۵، 〃 〃 ، 〃

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز نصف کردی گئی ہے، سورہ فاتحہ مراد نہیں ہے اور نماز کا حقیقی معنی مراد ہے۔
یہ جواب صریح تحکم ہے کیونکہ حدیث میں پوری سورہ فاتحہ کی سات آیات کا ذکر کیا گیا ہے اور الحمد للہ رب العلمین سے شروع اور ولا الضالین پر ختم ہے جب کہ نماز یہاں ختم نہیں ہوتی۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی آیات کاملہ کا ذکر کیا گیا ہے۔
مگر بسم اللہ الرحمن الرحیم ناقص آیت ہے، یہ جواب اجماع کے خلاف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۔ مراد یہ ہے جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہوا اور الحمد للہ رب العلمین پر ختم کرے۔ [1]
یہ جواب حدیث میں زیادتی کو مستلزم ہے، اگر بسم اللہ یہاں مراد ہوتی تو حدیث کے سیاق و سباق کے اعتبار سے یوں ہوتا جب بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو میں کہتا ہوں بندہ نے میرا نام لیا۔ (سعیدی غفرلہ)

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا مشروع ہے، امام مالک اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ نمازی سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث ہے، اور عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے (نماز میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو، اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا، میرے والد نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، اور میں نے ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تم بھی نہ پڑھا کرو، میں جب نماز پڑھتا ہوں تو الحمد للہ رب العالمین کہتا ہوں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں) ہماری دلیل یہ ہے کہ امام نسائی نے روایت کیا ہے نعیم مجمر نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں، اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور شیبان کی حدیث میں ہے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان میں سے کوئی بھی جہراً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتا تھا اور ایک روایت میں ہے وہ سب آہستہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے اور ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سراً (آہستہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے اور عبداللہ بن مغفل کی روایت کا بھی یہی محمل ہے تاکہ احادیث میں تطبیق ہو۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھے جہراً نہ پڑھے، اس کے برعکس امام شافعی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نماز میں جہراً پڑھتے تھے، علامہ ابن قدامہ کے ذکر کردہ تمام دلائل امام ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہیں، اور رہا بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونا تو وہ صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث سے بالکل واضح ہے۔

فرض نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین اور اسی طرح یہ سات آیات ہیں، اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثنا کی چار آیات ہوتیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورہ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی، حالانکہ حدیث میں ہے سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میرا ذکر کیا، یہ محمد بن سمعان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔[2]

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پڑھنے سے منع کیا ہے، آہستہ سے نہ بلند آواز سے، اور نفلی نمازوں میں جائز کہا ہے، امام ابوحنیفہ ثوری اور امام احمد نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے، امام شافعی نے کہا جہری نمازوں میں جہر سے بسم اللہ پڑھے اور سری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے، ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، امام احمد، ابوثور، اور ابوعبید کے نزدیک بھی یہ

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ایک آیت ہے، آیا امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورۂ نمل اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، اس میں ان کے دو قول ہیں، اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس اور حضرت عبد اللہ بن مغفل کی احادیث سے بسم اللہ کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اس کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ قاضی نے امام شافعی کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورہ نمل کے علاوہ بھی اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کر دیتے، کیونکہ قرآن مجید تواتر سے منقول ہے اور یہ حجت قاطعہ ہے، بہر حال بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی آیت ہے اور سورہ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کا قرآن مجید کا جز ہونا مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جز ہے۔ [۱]

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سراً پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل

امام ابوحنیفہ کے نزدیک جہری

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا جائے گا کیونکہ وہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور نہ کسی اور سورت کے اوّل میں اس کا جز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العٰلمین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح الحمد للہ رب العٰلمین کے ساتھ کرتے تھے۔ [۲]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ وقال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منہم یقولہا فلا تقلہا اذا انت صلیت

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سن لیا انھوں نے مجھ سے کہا اے بیٹے یہ بدعت ہے، تم بدعت سے بچو، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو بھی اپنے والد سے زیادہ بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا،

---

[۱] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۰-۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۲] امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

فقل الحمد لله رب العلمين هذا حديث حسن والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منهم ابو بكر وعمر وعثمان وعلي[1]

انھوں نے کہا: ـــــ ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا، سو تم نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھا کرو جب تم نماز شروع کرو تو کہو الحمد للہ رب العلمین یہ حدیث حسن ہے اس پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کا عمل ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے والی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت عبد اللہ بن مغفل سے، اس کے برعکس نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ سے مروی ہیں، نیز آہستہ پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر سے پڑھنے) کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث ہیں اور جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے، اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے کیونکہ امام احمد اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ سعید بن زید نے حضرت انس سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین پڑھتے تھے تو حضرت انس نے کہا تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا، امام دارقطنی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کثرت اسانید کا اعتبار اس وقت ہے تاہم جب دلیل صحیح ہو، اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے، اس کے برعکس اخفاء کے متعلق صحیح اور صریح احادیث ہیں، نیز احناف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث کو ترجیح نہیں دیتے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث بھی مثبت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے اگرچہ صورۃً نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے، علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے اور تیسرے

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۳-۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کے انکار کی حدیث صحیح بخاری کی حدیث کے پائے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دار قطنی کی روایت حضرت انس کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔ [1]

سورہ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اوّل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کا جز نہیں ہے

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوتی تو آپ سورۃ سے پہلے اس کو جہراً پڑھتے، کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے اس کو جہر سے پڑھنا واجب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نماز میں ثنا اور اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک الگ آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر انا اعطیناك الکوثر نازل ہوئی اس بناء پر شیخ حافظ الدین نسفی نے کہا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سورت کا فصل اسی وقت پہچانتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی، ایک روایت میں ہے کہ آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہچانتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور حاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کی جز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک الگ آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ حدیث بدء الوحی میں ہے فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے تین بار کہا پڑھیے پھر کہا "اقرأ باسم ربك الذی خلق" اگر بسم اللہ ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہوتی تو فرشتہ آپ سے کہتا پڑھیے بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرأ باسم ربك الذی خلق نیز اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی حتی کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور وہ ہے تبارك الذی بیدہ الملك، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۱-۲۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ہے اور حاکم نے مستدرک میں اگر بسم اللہ ہر سورۃ کے اوّل میں ہوتی تو آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم تبارك الذی بیدہ الملك فرماتے۔ [۱]

بَابُ نَهْيِ الْمَأْمُومِ عَنْ جَهْرِهِ بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ إِمَامِهِ

امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے کی ممانعت

۷۹۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ فَقَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ خَلْفِي بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے یہ آیت پڑھی تھی، سبح اسم ربك الاعلی، ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی اور میں نے اس کو پڑھنے سے خیر کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا، آپ نے فرمایا میں نے یہ جانا کہ تم میں سے کوئی شخص میری قرأت کو اُلجھا رہا ہے۔

۷۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ أَوْ أَيُّكُمُ الْقَارِئُ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، ایک شخص نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلی۔ پڑھنا شروع کر دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے قرأت کی یا کون قرأت کرنے والا تھا، ایک شخص نے کہا "میں" آپ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم میں سے کوئی میری قرأت میں خلل ڈال رہا ہے۔

۷۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور اس کے بعد فرمایا کہ قتادہ اس سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۴۳۴۸

[۱] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر،

عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيْهَا۔

ظہر کی نماز پڑھائی۔ اور فرمایا مجھے محسوس ہوا کہ تم میں سے بعض نے میری قرأت میں خلل ڈالا ہے۔

قرأت خلف الامام سے ممانعت کی علت

علامہ خطابی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے منع کیا کہ آپ کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ شخص بھی پڑھ رہا تھا اور دو قرأتیں ایک دوسرے میں داخل ہو رہی تھیں اور ایک دوسرے کو کھینچ رہی تھیں، البتہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہر حال میں واجب ہے اگر امام کے سکتے کے درمیان پڑھ سکتا ہے تو تنہا ورنہ امام کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔[1]

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں امام کے پیچھے قرأت سے ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ دو قرأتیں جمع اور متداخل ہونے سے امام کی قرأت میں خلل ہوتا ہے اور سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھا جائے تو یہ علت پھر بھی موجود ہے، اور وہ جو سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو، یہ حدیث اولًا تو قرآن مجید کے مزاحم ہے کیونکہ قرآن مجید میں قرأت کے وقت سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا ہے، ثانیًا یہ حدیث ان احادیث اور آثار سے مزاحم ہے جن میں امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا گیا ہے اور وہ احادیث اور آثار ابوداؤد اور ترمذی کی اس روایت سے زیادہ قوی ہیں۔

نیز علامہ خطابی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انھوں نے امام کے پیچھے قرأت کو واجب کیا اور دوسرے صحابہ سے یہ مروی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے، اور فقہاء کے اس میں تین قول ہیں:

۱۔ مکحول، اوزاعی، امام شافعی اور ابو ثور یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا جہری امام کے پیچھے قرأت ضروری ہے۔

۲۔ زہری، امام مالک، ابن المبارک، امام احمد بن حنبل اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرے اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

۳۔ سفیان ثوری اور اصحاب رائے یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا جہری امام کے پیچھے بالکل قرأت نہ کرے انھوں نے اس پر عبد اللہ بن شداد کی ایک مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔[2]

یہ علامہ خطابی کا بے جا تعصب ہے ورنہ یہ حدیث سند متصل کے ساتھ بھی مروی ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانۂ رسالت میں صحابہ کرام نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ حمد بن محمد بن ابراہیم خطابی متوفی ۳۰۸ ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۲۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[2] معالم السنن ج ۱ ص ۲۹۴، ″ ″ ″ ″

کے پیچھے قرآن کریم نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک صحابی نے آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھا تو حضور نے اس کو ٹوک دیا، اس حدیث سے علامہ نووی کا یہ سمجھنا کہ نماز میں صحابہ بالعموم حضور کے پیچھے قرآن کریم پڑھتے تھے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا ہے۔ تو صرف ایک صحابی نے جواب دیا اور اس کو بھی ٹوک دیا گیا، اور جب سری نمازوں (جس میں امام آہستہ پڑھتا ہے) میں مقتدی کا پڑھنا منع ہے تو جہری نمازوں میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا، کیونکہ ان میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس میں امام کی قرأت میں خلل کا زیادہ اندیشہ ہے، علاوہ ازیں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا اور اس کو سننا نص کتاب سے فرض ہے۔

بَابُ ۱۵۲ حُجَّةِ مَنْ قَالَ لَا يُجْهَرُ بِالْبَسْمَلَةِ

بسم اللہ کو سراً پڑھنے والوں کے دلائل

۷۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی مگر میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۷۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا أَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ فِيْ هٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ أَسَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ نَعَمْ نَحْنُ سَأَلْنَاهُ عَنْهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ حضرت انس نے یہی فرمایا تھا۔

۷۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى الْأَوْزَاعِيِّ يُخْبِرُهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سبحانک اللھم وبحمدک تبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک ۔ بلند آواز سے پڑھتے تھے — اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی، یہ سب الحمد للہ رب العٰلمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قرأت کے اوّل

بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ اٰخِرِهَا۔

میں پڑھتے تھے اور نہ آخر میں۔

۷۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ إِسْحَاقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ ذٰلِكَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے اسی قسم کی روایت منقول ہے

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ

امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے کہ سورۂ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے علاوہ کسی ایک سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ اس سورت کا جز ہے، ہر سورۃ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے وہ سورت کا جز نہیں ہے۔ بلکہ ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے ممتاز کرنے کے لیے ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لکھا گیا ہے۔

اسی طرح سورۃ فاتحہ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین جہری نمازوں میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ سورۃ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا احناف کے نزدیک سنت ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ بعض فقہاء احناف نے ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب لکھا ہے ان احادیث میں فقہاء احناف کے مذہب پر واضح دلیل ہے۔

امام مالک کے نزدیک فرض نماز میں خواہ وہ سری ہو یا جہری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مکروہ ہے البتہ نفل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز ہے، تاہم ان کا مذہب ہے کہ بسم اللہ کو جہری نمازوں میں آہستہ پڑھا جائے گا اسی طرح سری نمازوں میں بھی۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے اور اس کو جہری نمازوں میں بلند آواز سے اور سری نمازوں میں آہستہ پڑھنا فرض ہے۔ اگر بسم اللہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ امام شافعی کا یہ مذہب شاذ ہے اللہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس پر تفصیلی بحث ہم باب نمبر ۱۵ میں کر چکے ہیں۔

بَابُ ۱۵۳ حُجَّةِ مَنْ قَالَ الْبَسْمَلَةُ اٰيَةٌ مِّنْ أَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ سِوٰى بَرَاءَةٍ

جن لوگوں کے نزدیک سورۂ توبہ کے سوا بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل

۷۹۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا الْمُخْتَارُ بْنُ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ أَظْهُرِنَا إِذَا أَغْفَى إِغْفَاءَةً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مُتَبَسِّمًا فَقُلْنَا مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَزَلَتْ عَلَيَّ اٰنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ثُمَّ قَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ فَقُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ وَهُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اٰنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُوْمِ فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ فَأَقُوْلُ رَبِّ إِنَّهُ مِنْ أُمَّتِيْ فَيَقُوْلُ مَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثَتْ بَعْدَكَ زَادَ ابْنُ حُجْرٍ فِيْ حَدِيْثِهِ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ مَا أَحْدَثَ بَعْدَكَ۔

۷۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ أَغْفٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِغْفَاءَةً بِنَحْوِ حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ نَهْرٌ وَعَدَنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ عَلَيْهِ حَوْضٌ وَلَمْ يَذْكُرْ اٰنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُوْمِ۔

ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ کو اونگھ آگئی پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابھی مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطیناك الکوثر فصل لربك واغر انا شانئك هو الابتر ۔ پھر آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کوثر وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس میں خیر کثیر ہے، وہ ایک حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت کے دن پانی پینے کے لیے آئیں گے، اس کے برتن ستاروں کے برابر ہیں، ایک شخص کو حوض کوثر سے ہٹایا جائے گا میں کہوں گا اے میرے رب یہ میری امت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا تم (از خود) نہیں جانتے کہ انھوں نے تمہارے بعد نیا دین اختراع کر لیا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی، امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس پر ایک حوض ہے، اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔

ہر سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جز نہ ہونے کے دلائل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے سورہ کوثر سے پہلے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ اس سورۃ کا جز ہو، اگر ایسا ہوتا تو اقرأ باسم ربك الذی خلق سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی، نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جہراً تلاوت کرتے، نیز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سورت مسلمانوں کی شفاعت کرے گی اور وہ تبارك الذی بیدہ الملك ہے اگر ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ اس کا جز ہوتی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تبارك الذی بیدہ الملك۔ اس لیے تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور یہ لا علی التعیین کسی ایک سورت کا جز ہے، ہر سورت کا جز نہیں ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا فصل اور امتیاز کے لیے تھا، یا تیمناً تھا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہو۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اونگھ آگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے، البتہ مسجد میں سونے کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔

حوض کوثر، اس کے برتنوں کی تعداد، وہاں امتوں کے پانی پینے کے لیے آنا اور مرتد لوگوں کا لوٹا دیا جانا، یہ سب احوال آخرت اور امورِ غیب ہی سے ہیں، اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ بتاتے تو ہم کو پتا نہ چلتا۔ اس غیب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس غیب کی خبر دی، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی شخص کو غیب کا علم اور اس پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، البتہ امورِ غیبیہ کی جزئیات میں فرق ہے، عام مسلمانوں، اولیاء اللہ، صحابہ کرام میں سے ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق غیب کا علم ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ امورِ غیبیہ کا علم ہے۔ اور مطلقاً عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ ہر چند کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطاءِ الٰہی سے علم غیب حاصل ہے لیکن مطلقاً یہ نہیں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ غیب پر مطلع ہیں یا آپ پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا آپ کو علم غیب عطا کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً علم غیب کا ذکر کیا جائے تو اس سے متبادر علم ذاتی ہوتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علم ما فی الغد کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے، علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے، اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمہ اللہ نے کردی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [1]

بَابُ ۱۵۱ وَضْعِ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ وَوَضْعِهِمَا عَلَى الْأَرْضِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ

سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے بالمقابل رکھنا

۸۰۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَمَوْلًى لَهُمْ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِيهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هَمَّامٌ حِيَالَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت کانوں کے بالمقابل ہاتھوں کو بلند کیا اللہ اکبر کہا پھر ہاتھ کپڑے میں لپیٹ لیے۔ پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا پھر جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو ہاتھ کو کپڑے سے نکال کر رفع یدین کرتے پھر رکوع کرتے پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے، پھر جب سجدہ کرتے تو دو ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرتے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ

نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے، ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ ہے، نفل میں جائز ہے۔ [2]

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۲۷-۲۶، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور ۱۳۲۸ھ

[2] علامہ ابو الولید ابن رشید قرطبی متوفی ۵۹۰ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھے اور ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

۳۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کے پہنچے پر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگل سے حلقہ بنائے۔ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینہ کے اوپر۔

۴۔ امام شافعی کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھیں اور سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ [1]

امام شافعی کے مسلک پر مذکور ذیل حدیث دلیل ہے جس کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مؤمل بن اسماعیل عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ ثم وضعھا علی صدرہ۔ [2]

مؤمل کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت وائل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا۔

لیکن علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ صاحب کمال نے ذکر کیا ہے کہ مؤمل نے اپنی حدیث کی کتابیں دفن کر دی تھیں اور وہ محض اپنے حافظہ سے احادیث نقل کرتا تھا اور یہ شخص کثیر الخطاء تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر الحدیث تھا۔ ابوحاتم نے کہا کہ اس کی روایات میں بہت غلطیاں ہوتی تھیں۔ بیہقی نے اس قسم کی دو تین احادیث اور بیان کیں، لیکن ان سب کی اسانید میں شدید ضعف ہے، امام بیہقی کی ذکر کردہ احادیث کی اسانید پر جرح کرنے کے بعد علامہ ابن ترکمانی احناف کے مسلک پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن حزم وروینا عن ابی ھریرۃ قال وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ وعن انس قال ثلاث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ تحت السرۃ۔ [3]

ابن حزم نے حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں، روزہ جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا، اور نماز میں ناف

---

[1] علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ ابن ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی علی البیہقی ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔

علاوہ ازیں ابن تیمیہ متوفی ۶۲۱ھ نے منتقی الاخبار میں (مسند احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے) یہ حدیث روایت کی ہے:

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

یہ احادیث جن میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے، امام مالک پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ فرائض میں ہاتھ باندھنے کے قائل نہیں ہیں، اور امام شافعی پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، جب کہ معتبر احادیث سے ثابت ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

نوٹ:۔ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو ابوداؤد کے حوالے سے ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد کے صرف ابن اعرابی کے نسخہ میں ہے۔ ابوداؤد کے موجودہ نسخوں کے حاشیہ پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ اس مسئلہ پر زیادہ مفصل اور مدلل گفتگو ہم نے باب نمبر ۱۴۸ میں کی ہے۔

بَابُ ۱۵۵ التَّشَهُّدِ فِی الصَّلٰوۃِ

نماز میں تشہد کا بیان

۸۰۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ فِی الصَّلٰوةِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا قَعَدَ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ فَاِذَا قَالَهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَآءَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور السلام علی اللہ، السلام علی فلاں کہتے، ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بذات خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو یوں کہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ پس نمازی جب یہ کلمہ (علی عباد اللہ الصالحین) کہے گا تو اس کا سلام ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا، خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں (رہتا ہو) اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

تشہد کا ترجمہ: تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ

---

[1] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۵، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ازہر مصر، ۱۳۹۸ھ

٨٠٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ فِيْ مَسْئَلَةِ مَا شَآءَ ۔

٨٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ بَعْدُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَآءَ أَوْ مَا أَحَبَّ ۔

٨٠٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ وَقَالَ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ بَعْدُ مِنَ الدُّعَآءِ ۔

٨٠٥ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ كَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاقْتَصَّ التَّشَهُّدَ بِمِثْلِ مَا اقْتَصُّوْا ۔

٨٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ

کے لیے ہیں ۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ ــــــ بلاشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کی مثل بیان کی ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ پہلی حدیث کی مثل بیان کی ہے اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا ذکر ہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشہد میں بیٹھتے تھے اس کے بعد پہلی حدیث کی مثال بیان کی اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا بھی ذکر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم اس حال میں دی کہ میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی اور یہ تعلیم ایسے دی جیسے آپ مجھے قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے اس کے بعد انھوں نے تشہد کا پورا واقعہ اسی طرح بیان کیا جیسا کہ پہلی حدیث میں ذکر ہو چکا ہے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کی اس طرح

نَا لَيْثٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَكَانَ يَقُوْلُ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْاٰنَ۔

۸۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

۸۰۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاُمَوِيُّ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كَامِلٍ قَالُوْا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ صَلٰوةً فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اُقِرَّتِ الصَّلٰوةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكٰوةِ فَلَمَّا قَضٰى اَبُوْ مُوْسَى الصَّلٰوةَ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ اَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ لَعَلَّكَ يَا حِطَّانُ قُلْتَهَا قَالَ مَا قُلْتُهَا وَلَقَدْ رَهِبْتُ اَنْ تَبْكَعَنِيْ بِهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا قُلْتُهَا وَلَمْ اُرِدْ بِهَا اِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى مَا تَعْلَمُوْنَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ صَلٰوتِكُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تعلیم دیتے تھے، جس طرح ہمیں قرآن کریم کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد اس طرح سکھلاتے جس طرح قرآن کریم کی کوئی سورت سکھاتے ہوں۔

حطان بن عبد اللہ رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، جب وہ قعدہ کے قریب تھے تو ایک شخص نے کہا یہ نماز نیکی اور پاکیزگی کے ساتھ پڑھی گئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم میں سے کس نے یہ بات کی تھی۔ سب خاموش رہے۔ انہوں نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات کہی تھی۔ لوگ پھر خاموش رہے۔ اس موقع پر حضرت ابوموسیٰ نے مجھ سے کہا اے حطان! شاید تم نے یہ کلمہ کہا ہے؟ میں نے کہا میں نے نہیں کہا، مجھے تو آپ کا ڈر تھا، پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ تھی، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا تم نہیں جانتے نماز میں کیا کہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلے اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمُ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو نماز کا مکمل طریقہ بتلا دیا آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائیگا پھر جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا ولک الحمد کہو، اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنتا ہے اور تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے سمع اللہ لمن حمدہ جاری کر دیا، پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے گا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہوگا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے گا تو تم سب سے پہلے یہ کہو التحیات الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

۸۰۹۔ **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ قَتَادَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ عَنْ

امام مسلم نے تین اور اسانید بیان کر کے قتادہ سے بھی یہ حدیث روایت کی لیکن اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو، اور ابو عوانہ کے علاوہ اور کسی سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ۔ جاری کرتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو بکر نے

سُلَيْمٰنَ عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ إِلَّا فِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ كَامِلٍ وَحْدَهٗ عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ أَبُوْ إِسْحٰقَ قَالَ أَبُوْ بَكْرِ ابْنُ أُخْتِ أَبِي النَّضْرِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ مُسْلِمٌ تُرِيْدُ أَحْفَظَ مِنْ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهٗ أَبُوْ بَكْرٍ فَحَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ هُوَ صَحِيْحٌ يَعْنِيْ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا فَقَالَ هُوَ عِنْدِيْ صَحِيْحٌ فَقَالَ لِمَ لَمْ تَضَعْهُ هٰهُنَا فَقَالَ لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِيْ صَحِيْحٍ وَضَعْتُهٗ هٰهُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُ هٰهُنَا مَا أَجْمَعُوْا عَلَيْهِ۔

امام مسلم سے بحث کی تو امام مسلم نے فرمایا سلیمان (اس سند کا ایک راوی) سے زیادہ تمہیں اور کون حافظ ملے گا، ابوبکر نے پوچھا کہ پھر ابوہریرہ کی روایت کیسی ہے جس میں یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، امام مسلم نے کہا کہ وہ حدیث صحیح ہے ابوبکر نے کہا پھر آپ نے اس سند کے ساتھ اس حدیث کو اپنی اس کتاب میں ذکر کیوں نہیں کیا امام مسلم نے فرمایا میں نے اس کتاب میں ہر حدیث کو ذکر نہیں کیا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے اس کتاب میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

۸۱۰- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَضٰى عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ یہ حدیث بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ جاری کر دیا۔

تشہد میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں تشہد اول اور ثانی دونوں واجب ہیں، امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں، امام شافعی کے نزدیک تشہد اول سنت ہے اور تشہد ثانی واجب ہے، اور امام احمد کے نزدیک اول تشہد واجب اور ثانی تشہد فرض ہے۔ امام اعظم اور امام احمد کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود کے تشہد کی روایت پڑھنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث صحت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں لفظ مبارکات زائد ہے اور امام مالک کے نزدیک حضرت عمر کی روایت کو پڑھنا افضل ہے (نووی علی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مع تغییر)

سلام ایک دعائیہ کلمہ ہے جس شخص کو سلام کیا جائے، اس شخص کے حق میں سلامتی کی دعا کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام جب السلام علی اللہ کہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ عین سلام ہے اور وہ سلامتی کی دعا سے پاک ہے۔

تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام عرض کرنے کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین کی کہ

نماز میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا کرو، یعنی قصداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے تشہد میں جب السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) کہا جائے تو حضور پر قصداً سلام کرنے کی نیت نہ کرے بلکہ یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سلام پڑھا تھا میں اس سلام کی نقل اور حکایت کر رہا ہوں۔

(اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں ہم پڑھتے ہیں یا بنی اسرائیل: اے بنی اسرائیل، تو اس تلاوت سے بنی اسرائیل کو پکارنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل کو خطاب کیا تھا، ہم تلاوت کرکے اس کی نقل و حکایت کرتے ہیں۔)

علماء دیوبند کا یہ قول اس بنیاد پر مبنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب اور بعید سے ہر نمازی کا سلام نہیں سنتے اور نہ حضور کو دور سے پکارنا جائز ہے اس لیے نماز میں جب السلام علیک ایھا النبی کہا جائے تو انشاء اور قصداً سلام نہ کرے بلکہ شب معراج جو اللہ تعالیٰ نے سلام کیا تھا اس سلام کی نقل اور حکایت کرے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے، اور جس کا عقیدہ یہ ہے۔ سلام و صلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک ملائکہ کی جماعت اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا ہے تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔[1]

اس عقیدہ کی پہلی بنیاد ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قوت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی دور و نزدیک سے یکساں سنتے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دیے بغیر حضور کے سماع کا عقیدہ رکھنا باطل اور شرک ہے اور یہ بات صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے کسی بھی شخص کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ از خود سنتا ہے تو یہ شرک ہے۔ ابن قیم جوزیہ طبرانی کی سند کے ساتھ حضرت ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی الحدیث[2]

کوئی شخص مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں ہو، صحابہ نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی، فرمایا میری وفات

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ١٣٢٣ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ٩٥، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] شیخ ابن قیم جوزیہ متوفی ٧٥١ھ، جلاء الافہام ص ٦٣، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

کے بعد بھی یہ

امام رازی تحریر فرماتے ہیں:

وکذلک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ ذلک النور المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال اللہ سمعا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرا لہ رأی القریب والبعید واذا صار ذلک النور یدا لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسہل والبعید والقریب[1]

جب بندہ مسلسل عبادت کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس بندہ کی آنکھیں اور کان ہوجاتا ہوں اور جب اللہ تعالیٰ کا نور اس کے کان ہوجاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو یکساں سنتا ہے۔ اور جب یہ نور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو یکساں دیکھتا ہے اور جب یہ نور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان قریب اور بعید کے تصرف پر یکساں قادر ہوجاتا ہے۔

امام رازی نے جس حدیث قدسی کا حوالہ دیا ہے اس کو امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا الحدیث[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں، اور بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ میرا سب سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے پھر میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے مسلسل قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ (چیزوں کو) پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

سے اس حدیث کی سند پر شیخ اشرف علی تھانوی نے بوادر نوادر ص ۲۰۳ پر جرح کی ہے جس کا مکمل مسکت جواب ذکر بالخیر حصہ دوم ص ۲۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[1] امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبداللہ البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

فانہ اذا صح للشجرۃ ان ینادی فیھا بانی انا اللہ فما بال المتقرب ان لا یکون اللہ سمعہ وبصرہ وکیف وابن آدم الذی خلق علی صورۃ الرحمان لیس بادون من شجرۃ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام[1]

جب درخت سے انی انا اللہ (میں اللہ ہوں) کی آواز آسکتی ہے تو جو شخص مسلسل عبادت کر کے قرب الٰہی حاصل کر چکا ہو تو کیونکر اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں اور کان نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ابن آدم جو صورت رحمٰن پر پیدا کیا گیا ہے کسی طرح بھی موسیٰ علیہ السلام کے درخت سے کم نہیں ہے۔

بخاری شریف کی حدیث قدسی اور اس کی شرح جو امام رازی اور شیخ انور شاہ کاشمیری نے کی ہے اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ جب عبادت گذاروں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو ان کی اپنی صفات محو ہو جاتی ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں۔ اس کی صفت بصارت سے دیکھتے ہیں، اور اس کی صفت قدرت سے تصرف کرتے ہیں، جو شخص ان محبوبان خدا کے قریب و بعید سے سننے کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت ان کا انکار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت اور بصارت کا انکار کرتا ہے، اور جب عام محبوبان حق کے قرب کا یہ مقام ہے تو غور کیجیے جو سید المرسلین ہیں، باعث ایجاد ہیں، تمام انبیاء اور اولیاء کے سردار ہیں دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر فائز ہیں ان کے قرب خداوندی کا کیا عالم ہوگا۔ حق یہ ہے کہ باقی انبیاء اور اولیاء صفات خداوندی کے مظہر ہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حق کی ذات کے بھی مظہر ہیں اور صفات کے بھی، لہٰذا وہ جس آواز کو جہاں کہیں سے سنتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں اس لیے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔

خود شیخ رشید احمد گنگوہی بھی تسلیم کرتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ ندائے غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا، یا باذنہ تعالیٰ ان کو انکشاف ہو جاوے گا۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو مسلمان بھی یارسول اللہ کہہ کر خطاب کرتا ہے۔ وہ آپ کو مستقل سامع اور عالم اعتقاد نہیں کرتا۔ بلکہ بقول شیخ گنگوہی کے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ آواز سنا دیتا ہے یا بقول شیخ کشمیری کے یہ سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفات اللہ کے مظہر ہیں اور اس کی صفت سماعت سے سنتے ہیں۔

یہ تمام بحث اس سلسلہ میں تھی کہ نمازی جب تشہد میں بیٹھے تو اس اعتقاد سے السلام علیک ایھا النبی

---

[1] شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۴۲۹، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[2] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۰، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

پہنچتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کو سنتے ہیں، رہی بحث اس میں کہ حضور کی خدمت میں یہ سلام انشاءً اور قصداً عرض کرے یا بطور حکایت معراج کے جیسا کہ علماء دیوبند کا مسلک ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب سنت اور جمہور فقہاء اسلام اور عقل صحیح سے جو بات ثابت ہے۔ وہ یہی ہے کہ نماز میں انشاءً اور قصداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ حکایت معراج کا قصد نہ کرے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما (احزاب ۵۶)	"اے ایمان والو! نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔

اس آیت میں دیگر احکام کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، صلوٰۃ و سلام کو نقل اور حکایت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فلیقل التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین فاذا قالها اصابت کل عبد لله صالح فی السماء والارض الحدیث۔[1]	نمازی کہے التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، جب نمازی سلام کے یہ کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا۔

اور سلام ہر صالح بندہ کو اس وقت پہنچے گا جب وہ قصداً سلام پیش کرے گا نہ کہ نقل اور حکایت کی صورت میں، اور جب ہر صالح بندہ کو سلام پہنچے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید العالمین ہیں ان کو سلام کیونکر نہیں پہنچے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام اس وقت پہنچے گا جب سلام عرض کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی نیت سے قصداً و انشاءً سلام عرض کرے گا۔ قرآن اور حدیث سے استدلال کے بعد آئیے اب فقہاء اسلام کے اقوال ملاحظہ کریں:

امام غزالی شافعی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبك النبی صلی الله علیه وسلم وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔[2]	"اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور لا کر عرض کرو سلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ویقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحیی الله تعالی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه لا اخبار عن	تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

ذلك [1]

کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا يقصد الاخبار والحكاية عما وقع في المعراج منه صلى الله عليه وسلم ومن ربه سبحانه [2]

تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی حنفی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فيقصد المصلي انشاء هذه الالفاظ مرادة له قاصدة معناها الموضوعة له من عنده كانه يحيي الله سبحانه تعالى ويسلم على النبي صلى الله عليه وسلم [3]

نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حكاية سلام رسول الله صلى الله عليه وسلم [4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے:

ولا بد من ان يقصد بالفاظ التشهد معانيها التي وضعت لها من عنده كانه يحيي الله تعالى ويسلم على النبي [5]

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

وانما ذكرنا بعض معاني التشهد لما ان المصلي يقصد بهذه الالفاظ معانيها مرادة له على

ہم نے الفاظ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نمازی یہ الفاظ پڑھے تو ان

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

[2] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۰۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر ۱۳۵۶ھ

[4] علامہ احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ

[5] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۴۳، (مصری)

وجه الانشاء كما صرح به المجتبى بقوله ولا بد من ان يقصد بالفاظ التشهد معناها التى وضعت لها من عنده كانه يحيى الله ويسلم على النبى صلى الله عليه وسلم [1]

معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے، اسی طرح مجتبیٰ نے بیان کیا ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انما امر الشارع المصلى بالصلوٰة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم فى التشهد لينبه الغافلين فى جلوسهم بين يدى الله عز وجل على شهود نبيهم فى تلك الحضرة فانه لا يفارق حضرة الله ابدا فيخاطبونه بالسلام مشافهة [2]

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی غفلت سے اللہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لیے نمازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اہل عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات اذن لهم بالدخول فى حريم الذى لايموت فقرت اعينهم بالمناجات فنبهوا على ان ذلك بواسطة نبى الرحمة وبركة متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبيب فى حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته۔ [3]

نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انھیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت، برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۲، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] عارف علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۹ھ

[3] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جز ۶ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

تشہد کی بحث میں بعینہٖ یہی عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری ج ۲ ص ۴۵۰ پر، علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے شرح المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۳۲۶ پر، مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے سعایہ ج ۲ ص ۲۲۷ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۲۶ میں بیان کی ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

وقال بعض العارفين ان ذلك سرّ بأن الحقيقة المحمدية في ذرائر الموجودات وافراد الكائنات كلها فهو صلى الله عليه وسلم موجود وحاضر في ذوات المصلين وحاضر عندهم فينبغي للمؤمن ان لا يغفل عن هذا الشهود عند هذا الخطاب لينال من انوار القلب ويفوز باسرار المعرفة صلى الله عليك يا رسول الله وسلم۔[1]

"بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے وقت مومن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں، تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کریں، اے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو!"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی مضمون اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۱، اور مدارج النبوت ج ۱ ص ۳۳۶ (مطبع نوریہ رضویہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ غیر مقلدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی مسک الختام شرح بلوغ المرام (ج ۱ ص ۴۵۹) میں بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالحی کے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم سے ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے جس کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جلوہ گر ہے، اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے، یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پہ پیدا ہوجاتی ہے اس طرح خطاب کا ماحول سا پیدا ہوجاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے، بعض صوفیا نے فرمایا ہے بندہ جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشرف ہوگیا تو گویا اسے حرم الہٰی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہوگئی تو اس نے حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[2]

نمازی تشہد میں السلام علیک ایہا النبی کہتے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کا قصد کرے اس بات پر اب تک ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں، اب ہم قارئین کے

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، لمعات ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ لاہور

[2] مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ، نورالایمان ص ۲۰، مطبوعہ ہند

کے سامنے اس حقیقت کو عقلی دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور "وربک فکبر" (مدثر: ۳) "اپنے رب کی تکبیر کرو" کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" (مزمل: ۲۰) "قرآن پڑھو" کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے، ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تکبیر کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع و سجود میں "فسبح باسم ربک العظیم" (واقعہ: ۷۴) "اپنے رب کی تسبیح بیان کرو" اور "سبح اسم ربک الاعلیٰ" "اپنے رب اعلیٰ کی تعظیم کرو" کے حکم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے "رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ" (ابراہیم: ۴۰) تو حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے۔ تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ غور فرمائیے تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے ایک حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت آئے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے!

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب والے مقتدیوں کو سلام کا قصد کرتا ہے، کس قدر رنج والم کا مقام ہے، جن لوگوں سے دنیاوی وظیفہ ملتا ہے انہیں سلام کرنا ہو تو قصداً اور ارادۃً سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو نقلاً و حکایۃً سلام کرتے ہیں۔

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام یکساں سنتے ہیں، نعرۂ رسالت "یا رسول اللہ" لگانا جائز ہے۔

بَابُ ۵۶ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

۸۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ هُوَ الَّذِي كَانَ اُرِيَ النِّدَآءَ

تشہد کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول

بِالصَّلٰوةِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ أَمَرَنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ ______ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعٰلَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھیں، پس ہم کس طرح آپ پر درود پڑھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے سوچا کاش اس نے سوال نہ کیا ہوتا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہا کرو:

اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی اٰل ابراھیم وبارک علی محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علی اٰل ابراھیم فی العٰلمین انک حمید مجید۔

ترجمہ: "اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگ ہے اور سلام پڑھو جس طرح تمہیں معلوم ہے۔

٨١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا قَدْ عَرَفْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم نے عرض کیا ہمیں معلوم ہو گیا کہ (نماز میں) آپ پر سلام کس طرح پڑھیں، آپ ہی بتلائیے کہ آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھا کریں آپ نے فرمایا یوں کہو اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید ۰ اللھم بارک علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید ۰

٨١٣- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ وَمِسْعَرٍ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ مِسْعَرٍ أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْاَعْمَشِ وَعَنْ مِسْعَرٍ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّلَمْ يَقُلْ اَللّٰهُمَّ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے مگر اس میں اللھم کا لفظ نہیں ہے وبارك علی محمد ہے۔

۸۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا رَوْحٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھیں، آپ نے فرمایا یوں کہو: اللھم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ال ابراھیم وبارك علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ال ابراھیم انك حمید مجید۔ "اے اللہ محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما، جیسا کہ تو نے ابراہیم کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما، جیسا کہ تو نے ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی۔ بے شک تو لائق ستائش اور بزرگ ہے۔"

۸۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا نَا اِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: تشہد اخیر کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود سنت ہے اور اگر کسی نے درود کو ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے، اور امام احمد اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ درود واجب ہے، اگر کسی نے یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے، شعبی کا بھی یہی مذہب ہے، فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ ہم آپ پر صلوٰۃ اور درود

کیسے پڑھیں، آپ نے فرمایا پڑھو اللهم صل علی محمد الخ اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی ملانی چاہیے جب ہم آپ پر نماز پڑھیں تو کس طرح صلوٰۃ پڑھیں، آپ نے فرمایا تم پڑھو اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ یہ زیادتی صحیح ہے، اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث کو امام ابوحاتم بن حبان اور امام حاکم ابوعبداللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حاکم نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا اس نے نماز پڑھی، نماز میں اللہ تعالے کی حمد وثناء کی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے جلدی کی ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد وثناء سے ابتداء کرے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے اور جو چاہے دعا کرے، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آل کا مصداق کون ہیں، ازہری اور دیگر محققین نے کہا اس سے مراد جمیع امت ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فرض ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو تشہد سکھانے کے بعد فرمایا جب تم یہ پڑھ لو، یا یہ کر لو تو تمہاری نماز پوری ہو گئی، اور اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ، علامہ کرخی نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے۔ اور امام طحاوی نے کہا جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ [2]

علامہ مرغینانی نے حضرت ابن مسعود کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۹، طبع مجتبائی پاکستان اور سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۷۵ طبع ملتان میں ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ قاضی عیاض مالکی نے کہا نماز میں درود شریف کو واجب کہنا امام شافعی کا شاذ قول ہے، سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا، طبری، قشیری اور فقہاء کی ایک جماعت نے ان پر تشنیع کی ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انھوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے۔ علامہ خطابی نے کہا امام شافعی سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۴، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ ابن ہمام کا علامہ خطابی سے یہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے نماز میں درود پڑھنے کے مسئلہ میں امام شافعی کی مخالفت کی ہے۔

علامہ خطابی لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد میں ہے: آپ نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھیں۔ اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے، اور آپ کا یہ ارشاد تم پڑھو: اللھم صل علی محمد [illegible] یہ دوسرا امر ہے، جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا:

یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (الاحزاب: ۵۶) اے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔

اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے اور اصحاب رائے نے یہ کہا ہے کہ تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ ۱؎

تشہد کے متعلق علامہ خطابی کا احناف کے مذہب کو نقل کرنا صحیح نہیں ہے، احناف کے نزدیک تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور قدر تشہد بیٹھنا فرض ہے۔

علامہ نووی اور علامہ خطابی نے حدیث میں صلوٰۃ پڑھنے کے امر سے جو وجوب پر استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ امر تعلیم اور ارشاد کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے، اور اس پر قرینہ سنن ابوداؤد، سنن دارمی اور سنن بیہقی کی یہ حدیث ہے آپ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے، اور علامہ خطابی نے قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس کی تقریر صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خارج از نماز درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ عمر میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا فرض ہے یا جس طرح امام طحاوی نے کہا جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے، اس لیے اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے اور یہ خارج از نماز پر محمول ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہات

ایک [illegible] یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان صلوٰۃ (درود شریف) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت

۱؎ امام ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطاب خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۴۵۵ - ۴۵۶، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

ابراہیم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا مانگی تھی۔ ان کی اس نیکی کی جزا دینے کے لیے نماز کے درود میں ان کا نام شامل کر دیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کی تھی:

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ (ابراھیم: ۴۰)

اے اللہ! میری، میرے ماں باپ کی اور تمام مسلمانوں کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نماز کے درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں فلاں چیز آفتاب کی طرح روشن ہے، لہٰذا آفتاب روشنی میں قوی ہوا، اور وہ چیز ضعیف ہوئی، اس درود میں کہا گیا ہے کہ اے اللہ سیدنا محمد اور آل محمد پر ایسی رحمت نازل فرما جو ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، لہٰذا از روئے قاعدہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر قوی رحمت نازل ہونا قرار پائی، اور حضور اور آپ کی آل پر ضعیف رحمت نازل ہونا لازم آیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا حضرت ابراہیم اور ان کی آل سے افضل ہیں بلکہ جمیع انبیاء و رسل سے افضل ہیں، اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ صرف نزول رحمت میں ہے، اس کی کیفیت میں نہیں ہے، حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت اس کیفیت سے نازل ہوئی جو ان کے مقام کے لائق تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت، آپ اور آپ کی آل کے شایان شان نازل ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آل ابراہیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اس لیے صلوٰۃ کی تشبیہ صرف حضرت ابراہیم سے نہیں دی گئی بلکہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں بہ شمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر انبیاء علیہم السلام شامل ہیں سب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب ایک جانب (مشبہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی اولاد سے جو غیر نبی ہیں۔ دوسری جانب (مشبہ بہ) میں حضور کے ساتھ متعدد انبیاء ہیں اور جو رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے مجموعہ پر نازل ہوگی، وہ رحمت یقیناً اس رحمت سے قوی ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر افراد غیر انبیاء پر نازل ہوگی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ کما میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ علت اور سبب کے لیے ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا اے اللہ سیدنا محمد و آل سیدنا محمد پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت نازل فرمائی، جس کا اس درود میں ذکر ہے اور ایک نمازی جب یہ درود پڑھتا ہے تو حضور اور آپ کی آل کے لیے اس رحمت کی دعا مانگتا ہے، دوسرا پڑھتا ہے تو دوسری رحمت کی دعا مانگتا ہے، علیٰ ہذا القیاس قیامت تک جتنے مسلمان درود شریف پڑھتے رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس قدر رحمتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس درود میں حضرت ابراہیم کے لیے زمانہ ماضی میں نازل کی گئی ایک رحمت کا ذکر ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک کی بے شمار رحمتوں کا ذکر ہے۔

درود شریف کی بحث میں ایک یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ درود ابراہیمی نماز کے ساتھ خاص ہے یعنی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر یہی درود شریف پڑھا جا سکتا ہے، نماز کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور الفاظ سے بھی درود شریف پڑھا جا سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اقبل رجل حتى جلس بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم ونحن عنده فقال يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) اما السلام فقد عرفناه فكيف نصلى عليك اذا نحن صلينا فى صلوتنا صلى الله عليك قال فصمت رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى احببنا ان الرجل لم يسئله فقال اذا انتم صليتم فقولوا اللهم صل على محمد الحديث۔ [1]

ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور سامنے آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ! سلام پڑھنے کو تو ہم نے سمجھ لیا ہے اب فرمائیے کہ ہم نماز میں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، یہاں تک ہم نے سوچا کاش وہ سوال ہی نہ کرتا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز میں تم صلوٰۃ پڑھو تو یوں پڑھنا: اللّٰھم صل علی محمد الخ

درود شریف میں سیدنا محمد کہنے کا بیان

علامہ شامی لکھتے ہیں:

نماز کے درود میں بھی "محمد" سے پہلے سیدنا کہنا افضل ہے علامہ حصکفی حنفی، علامہ نووی شافعی وغیرہ کی یہی تحقیق ہے، کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل بھی ہے اور زیادتی بھی ہے، یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے، اور جس حدیث میں ہے مجھے سردار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے امام نے کہا ہے کہ اگر تشہد میں زیادتی یا کمی کی تو یہ مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تشہد میں زیادتی نہیں ہے بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہد میں آپ کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔ [2]

جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے

درود شریف کو ہر وقت بقدر الامکان پڑھنا مستحب ہے، بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو، علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ حسب ذیل مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۱۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو۔ ۲۔ ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن، کیونکہ ان تینوں دنوں کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ ۳۔ صبح کے وقت۔ ۴۔ شام کے وقت ۵۔ مسجد میں دخول اور خروج کے وقت۔ ۶۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ ۷۔ صفا پر۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۴۹ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۸۔ مروہ پر۔ ۹۔ جمعہ کے خطبہ اور دیگر خطبات میں۔ ۱۰۔ اذان کے بعد۔ ۱۱۔ اقامت سے پہلے۔ ۱۲۔ دعا کے اوّل وسط اور آخر میں۔ ۱۳۔ دعاء قنوت کے بعد۔ ۱۴۔ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد۔ ۱۵۔ ملنے اور جدا ہونے کے وقت۔ ۱۶۔ وضو کے وقت۔ ۱۷۔ وعظ کے وقت۔ ۱۸۔ اشاعت علوم دینیہ کے وقت۔ ۱۹۔ حدیث پڑھنے کے اوّل اور آخر میں۔ ۲۰۔ سوال اور فتویٰ لکھتے وقت۔ ۲۱۔ تصنیف کے وقت۔ ۲۲۔ تدریس کے وقت۔ ۲۳۔ منگنی کے وقت۔ ۲۴۔ پیغامات میں۔ ۲۵۔ تمام اہم کاموں کے وقت۔ ۲۶۔ ذکر الٰہی کے وقت۔ ۲۷۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے وقت۔ ۲۸۔ آپ کا اسم مبارک لکھتے وقت۔ یہ ان کے اعتبار سے ہے جن کے نزدیک آپ کا نام سن کر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے۔ [1]

جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔

سات مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے: ۱۔ جماع کے وقت۔ ۲۔ قضاء حاجت کے وقت۔ ۳۔ سودے کو شہرت دیتے وقت۔ ۴۔ ذبح کے وقت۔ ۵۔ چھینک لیتے وقت۔ ۶۔ تعجب کے وقت۔ ۷۔ گرتے وقت، ان کے علاوہ علماء نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی قرأت کرتے وقت یا سنتے وقت اگر آپ کا نام ذکر کرے یا سنے یا خطبہ کے دوران بھی درود شریف پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس وقت خاموش رہنا اور سننا واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے قرآن پڑھتے وقت آپ کا نام سنا تو اس پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر اس نے قرأت سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھا تو مستحسن ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھتے وقت آپ کے اسم مبارک سے گذرا، یعنی دوران تلاوت میں آپ کا نام آیا تو اس وقت آپ پر درود شریف پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف کو اس کی نظم اور ترتیب کے مطابق پڑھتا رہے، اگر اس نے قرأت سے فراغت کے بعد آپ پر درود شریف پڑھا تو افضل ہے ورنہ اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ [2]

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کی توجیہ

علامہ فاسی نے دلائل الخیرات کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ شاطبی نے شرح الالفیہ میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا قطعی طور پر مقبول ہے اور جب کوئی شخص درود شریف کے ساتھ کوئی دعا مانگے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول کی جائے گی، شیخ سنوسی وغیرہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس بات کی کوئی سند نہیں ہے، انہوں نے کہا اگرچہ درود شریف کی مقبولیت کی قطعیت نہیں لیکن یہ قوی امید اور غلبہ ظن سے خالی نہیں ہے، دلائل الخیرات کی فصل اوّل میں ہے ابوسلیمان دارانی نے کہا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے سوال کا ارادہ کرے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت درود شریف پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے اور اخیر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " " " " " ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۳،

کیونکہ اللہ تعالیٰ اوّل، آخر درود شریف کو قبول فرمائے گا اور اس کے کرم سے یہ بعید ہے کہ درمیان میں کیے ہوئے سوال کو رد فرما دے، نیز علامہ فاسی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود کے وہ صرف مقبول ہے مردود نہیں ہے، علامہ باجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم اللہ عزوجل سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا درود مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے بعض حصہ کو قبول کرے اور بعض کو رد کر دے شیخ ابو طالب مکی اور حجۃ الاسلام امام غزالی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے، عراقی نے کہا مجھے یہ مرفوع حدیث نہیں ملی، یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل رد نہیں ہوتا جب کہ بعض اوقات کلمہ شہادت رد کر دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے علامہ سنوسی وغیرہ نے اس پر اعتراض کیا ہے اور ایسے سلف کے کلام کو اس معنی پر محمول کرنا چاہیے کہ درود شریف دعا ہے اور بعض دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور بعض مردود، اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کی دعا کو بعینہٖ منظور فرما لیتا ہے اور کبھی اپنی حکمت کے تقاضے سے اس دعا کو کسی اور صورت میں مقبول فرماتا ہے۔ اس لیے درود شریف دعا کے عام حکم سے خارج ہے کیونکہ اللہ سبحانہ خود ہمیشہ ہمیشہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد مومنین پر احسان فرمایا اور انھیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ان کو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے زیادہ شرف اور فضیلت حاصل ہو، ورنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب سبحانہ کے درود پڑھنے کی وجہ سے لوگوں کے درود سے مستغنی ہیں، اس لیے جب مومن درود شریف پڑھ کر رب سبحانہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نزول رحمت کو طلب کرتا ہے تو یہ دعا قطعی طور پر مقبول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر دائماً رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اور باقی دعاؤں اور عبادات کا یہ حکم نہیں ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ درود شریف قطعی طور پر مقبول ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قطعی طور پر ثواب ملے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے آپ پر نزول رحمت کا جو سوال کیا ہے تو یہ دعا مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے گا باقی رہا ثواب تو وہ اپنی شرائط کے ساتھ ملے گا۔ ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ جو سلف نے کہا ہے کہ درود شریف قطعاً مقبول ہے اس کی سند قوی ہے اور وہ سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر ہمیشہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ [1]

درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی؟

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۶ - ۳۸۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

درود شریف پڑھتے وقت پڑھنے والا صرف یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے اور اس دعا کے ذریعے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا بلکہ خود کو فائدہ پہنچا رہا ہے، کیونکہ ابو العباس المبرد اور ابو بکر بن العربی اور ایک جماعت کے نزدیک یہ مختار ہے کہ درود شریف کا فائدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا بلکہ درود شریف پڑھنے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح علامہ سنوسی نے کہا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، اس کے برعکس باقی دعاؤں سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو ان دعاؤں سے فائدہ پہنچے، اور علامہ قشیری اور قرطبی کا نظریہ یہ ہے کہ درود شریف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پڑھنے والے دونوں کو نفع پہنچتا ہے، بہرحال ہر تقدیر پر یہ ایک عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے، اور جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، الا یہ کہ مجلس واحد ہو اور بار بار آپ کا نام لیا جائے اس صورت میں ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ [1]

غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھی جائے، لہٰذا یہ نہ کہا جائے اللھم صل علی ابی بکر یا اللہ صل علی عمر البتہ تبعاً ان پر صلوٰۃ پڑھی جا سکتی ہے مثلاً یہ کہنا جائز ہے اللھم صل علی محمد وال محمد واصحابہ وازواجہ وذریتہ جیسا کہ احادیث میں ہے، امام احمد اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ ہر مومن پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے، انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت ابو اوفیٰ صدقہ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا اللھم صل علی ال ابی اوفیٰ اور یہ قرآن مجید کی اس آیت کے موافق ہے:

ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ (احزاب: ۴۳)

وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے۔

اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق توقیف اور سلف صالحین کے استعمال سے ہے اور ان سے یہ استعمال منقول نہیں ہے، بلکہ انھوں نے صلوٰۃ کے ساتھ انبیاء کو مخصوص کیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کو تقدیس اور تسبیح کے ساتھ مخصوص کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے اللہ سبحانہ، اللہ عزوجل، اللہ تبارک وتعالیٰ اور یوں نہیں کہا جاتا نبی عزوجل، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عزیز وجلیل ہیں۔ اور سورۂ احزاب کی آیت اور حضرت ابو اوفیٰ کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ صرف رحمت کے معنی میں ہے اور اس میں وہ تعظیم اور توقیر نہیں ہے جو انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ میں ہوتی ہے، آل، اصحاب، ازواج اور ذریت پر بالتبع صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

فقہاء شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ مکروہ ہے یا محض ترک ادب ہے اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ وسلام کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی غائب شخص کے لیے سلام کا لفظ بھی استعمال نہ کیا جائے مثلاً یوں نہ کہے ابوبکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام، سلام کا لفظ صرف زندہ مخاطب اور مردوں کے لیے ہے مثلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو علماء حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر پر بالاستقلال صلوٰۃ کے قائل ہیں صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ قوم بصدقتہم قال اللہم صل علی اٰل فلان فاتاہ ابی بصدقتہ فقال اللہم صل علی اٰل ابی اوفی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس لوگ صدقے کر آتے تو آپ دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما، میرے والد آپ کے پاس صدقے کر آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

امام احمد کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ کہی جائے، لہٰذا یہ نہ کہا جائے اللہم صل علی اٰل ابی بکر وغیرہ۔ البتہ ان پر تبعاً صلوٰۃ پڑھی جائے، اور اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے آپ جس کو چاہیں وہ عطا کر دیں اور کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔[2]

غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق

علامہ نووی نے علامہ جوینی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ غائب کے لیے علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے، اس لیے حضرت علی علیہ السلام یا حضرت ابوبکر علیہ السلام نہیں کہا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں غائب کے لیے بھی علیہ السلام کی تصریح ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما یا عائشۃ ہذا جبرائیل یقرئک السلام فقلت وعلیہ السلام ورحمۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ یہ جبرائیل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الله وبركاته. ترى مالا ارى [1]

کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد[2]، امام ترمذی[3]، امام احمد[4] اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن اسامة بن زيد قال ارسلت بنت النبي صلى الله عليه وسلم اليه ان ابنا لي قبض فاتنا فارسل يقرئ السلام ـــــ الحديث [6]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کا صاحبزادہ فوت ہو گیا، آپ تشریف لائیں، آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور سلام کہلوایا۔

اور امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن غالب قال انا لجلوس بباب الحسن اذ جاءه رجل فقال حدثني ابي عن جدي قال بعثني ابي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ايته فاقرأه السلام قال فاتيته فقلت ان ابي يقرئك السلام فقال عليك وعلى ابيك السلام۔ [7]

غالب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا مجھ سے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا جا کر حضور کو سلام پیش کرو، انھوں نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد آپ کو سلام عرض کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کے پاس کسی قاصد یا خط کے ذریعہ کسی کا سلام پہنچے تو اس پر اس سلام کا جواب دینا واجب ہے، علامہ واحدی اور دوسرے علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲، ج ۲ ص ۹۲۴-۹۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۱-۲۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[7] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

نیز لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی شخص کے ہاتھ سلام بھیجے اور قاصد یہ کہے کہ فلاں شخص تم کو سلام کہتا ہے تو اس پر علی الفور جواب دینا واجب ہے، اور لانے والے کو بھی سلام کہنا مستحب ہے اور اس کو یوں کہنا چاہیے وعلیک وعلیہ السلام علامہ نووی نے اس تقریر پر صحیح بخاری کی اول الذکر اور امام ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ لہ

خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث صحیحہ میں غائب کو علیہ السلام کہنے کی تصریح ہے، اور اموات کو سلام کہنے کی بھی تصریح ہے اور یہ علامہ جوینی کو بھی تسلیم ہے تو پھر ابوبکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام کہنے پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی کتاب الزکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی حدیث کی تشریح میں بحث کی ہے اور بعض وجوہ سے وہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔

بَابُ ۱۵۷ التَّسْمِيعِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّامِيْنِ

سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد اور آمین کا بیان

۸۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہو جائیگا اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ سُمَيٍّ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

۸۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے گی اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ آمِينَ۔

۸۲۰۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ ابْنِ شِهَابٍ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۲۱۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ آمِينَ وَالْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو (نمازی کے) پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۸۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَالْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو آسمان پر فرشتے آمین کہتے ہیں، پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو (نمازی کے) پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۸۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اسی کی مثل حدیث مروی ہے۔

۸۲۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْقَارِئُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ فَقَالَ مَنْ خَلْفَهُ آمِينَ فَوَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے اور اس کے پیچھے مقتدی آمین کہیں اور آمین پڑھنے والوں کا قول فرشتوں کے موافق ہو جائے تو نمازی کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔

آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے۔ اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے، امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد۔ کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو، امام، منفرد اور مقتدی کے لیے جہراً آمین کہنا مستحب ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ سری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں، اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں، اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، کوفیین اور امام مالک کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر نہ کہی جائے اور اکثرین کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔ [1]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ منفرد امام اور مقتدی سری نمازوں میں آمین کہیں، اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے، امام مالک کے اس میں دو قول ہیں، امام مالک اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ آہستہ آمین کہے، اور امام شافعی اور محدثین کا قول یہ ہے کہ جہراً آمین کہے، احادیث میں دونوں امروں پر دلالت ہے، ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں جہراً آمین کہتے تھے، تاکہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں، اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔

(علامہ ابی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے، اس میں اختلاف ہے کہ سری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ غور و فکر کر کے آمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ آمین نہ کہے، کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے (یعنی ولا الضالین کے بعد) اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہہ سکے گا۔ [2]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں، امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں، امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہٰذا دعا تشہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین اور آواز بلند کی، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی آبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۶۷۔۱۶۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم دیا ہے تو اگر بلند آواز سے آمین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہوگی اور انھوں نے جو آمین کے دعا ہونے سے آہستہ آمین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہد کے بعد کی دعا تشہد کے تابع ہے اور تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے، اس لیے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا، اور آمین قرأت کے تابع ہے، لہٰذا جب جہراً قرأت ہوگی تو آمین بھی جہراً کہی جائے گی۔[1]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

جب امام و لا الضالین کہے تو امام بھی آمین کہے اور مقتدی بھی۔ امام مالک یہ کہتے ہیں کہ امام آمین نہ کہے کیونکہ (صحاح ستہ کی) حدیث میں ہے "جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو" اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ امام صرف ولا الضالین کہے اور مقتدی صرف آمین، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے آخر میں ہے "کیونکہ امام آمین کہتا ہے" اور آمین آہستہ کہیں، (کیونکہ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے۔ سبحانک اللھم، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اور آمین[2] (کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۶ طبع ادارۃ القرآن کراچی)، نیز آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام ابو داؤد طیالسی اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی نے اپنی معجم میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھا تو پھر فرمایا آمین اور آمین آہستہ کہی، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے، امام ترمذی کی روایت میں ہے آپ آواز کو کھینچتے یعنی آمین کو مد سے پڑھتے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اسی طرح امام نسائی نے عبد الجبار بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی، اور امام ابو داؤد، اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ آمین کہتے تو صف اوّل میں آپ کی آواز سنائی دیتی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے مسجد گونج اٹھتی، اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے شیخین کی شرط پر مستدرک میں

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اوّلین ص ۸۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

اور دار قطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی روایت کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی نے علقمہ بن وائل کے والد سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے پست آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ خطاء کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی خطاء نکالنا خود خطاء ہے کیونکہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں علقمہ نے زیادتی کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علقمہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام دار قطنی نے کہا اس حدیث میں شعبہ کو وہم ہوا ہے، اصل روایت یہ ہے آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہوں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور پست آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے جو آمین بالجہر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابو الاسباط حارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد اور امام ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے، امام ابن القطان نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے، وہ اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ کے عم زاد عبداللہ سے روایت کرتا ہے اور عبداللہ مجہول الحال ہے، اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبداللہ سے روایت نہیں کیا، اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور اس تقریر سے حاکم کا یہ کہنا ساقط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دار قطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی ساقط ہو گئی۔

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد نے کتاب الآثار (ص: ۱۴) میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے اعوذ بالله، بسم الله الرحمٰن الرحيم، سبحانك اللّٰهم، آمين اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس میں سبحانك اللّٰهم کی جگہ ربنا لك الحمد ہے اور امام طبرانی نے تہذیب الآثار میں ابووائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی میں سے کوئی بھی بسم الله الرحمٰن الرحيم جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین، نیز ہمارے اصحاب نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے اس لیے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا دعا تشہد سے معارضہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر ایک چیز کسی جگہ اصل کے خلاف ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو ہر جگہ خلاف اصل پر محمول کیا جائے۔

آمین بالسر پر دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۰ - ۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کی آمین سے موافقت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں اس لیے ان سے موافقت اس وقت ہوگی جب آہستہ آمین کہی جائے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال اٰمین وخفض بہا صوتہ۔ [2]

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین پڑھا اور آہستہ آمین کہی۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال: اربع یخافت بھن الامام، سبحانک اللھم وبحمدک والتعوذ من الشیطن وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم، واٰمین قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ [3]۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللھم۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین، امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

بَابُ ۱۵۸ ائْتِمَامِ الْمَامُوْمِ بِالْاِمَامِ

امام کی اقتداء کرنے کا بیان

۸۲۵۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَّاَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاَبُوْکُرَیْبٍ جَمِیْعًا عَنْ سُفْیَانَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی۔ ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

سَقَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهٗ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَإِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا أَجْمَعُوْنَ۔

۸۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهٗ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

۸۲۷۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُرِعَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمَا وَزَادَ فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا۔

۸۲۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ وَفِيْهِ إِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا۔

۸۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ مِنْ فَرَسِهٖ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَلَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةُ يُوْنُسَ وَمَالِكٍ۔

نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو، اور جب امام سجدہ کرے تو سجدہ کرو اور جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو سجدہ سے سر اٹھاؤ اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا ولک الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی کھال چھل گئی، پھر آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سوار ہوئے، آپ اس سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔

۸۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ يَعُوْدُوْنَهٗ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهٖ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَجَلَسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، چند صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، صحابہ بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، لہٰذا جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۸۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

۸۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهٗ قَالَ اشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ وَأَبُوْ بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيْرَهٗ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا فَرَاٰنَا قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْنَا فَقَعَدْنَا فَصَلَّيْنَا بِصَلَاتِهٖ قُعُوْدًا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنْ كِدْتُمْ آنِفًا تَفْعَلُوْنَ فِعْلَ فَارِسَ وَالرُّوْمِ يَقُوْمُوْنَ عَلٰى مُلُوْكِهِمْ وَهُمْ قُعُوْدٌ فَلَا تَفْعَلُوْا ائْتَمُّوْا بِأَئِمَّتِكُمْ إِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز اس حال میں پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر لوگوں کو آپ کی تکبیر سنا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں کھڑے دیکھ کر ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، ہم بیٹھ گئے اور ہم نے آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر فرمایا تم فارسیوں اور رومیوں کا فعل کر رہے تھے، ان کے سردار بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، پس اس طرح نہ کیا کرو، اپنے اماموں کی اقتداء کرو، اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں

۸۳۳ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ خَلْفَهٗ فَاِذَا كَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ اَبُوْ بَكْرٍ لِيُسْمِعَنَا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ اللَّيْثِ ۔

۸۳۴ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْمُغِيْرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ ۔

۸۳۵ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ ۔

۸۳۶ ۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُوْلُ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ۔

۸۳۷ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ ۱۳

تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے تھے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تو حضرت ابوبکر بھی ہمیں سنانے کے لیے تکبیر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس کی مثل حدیث مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو، جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللہم ربنا لک الحمد کہو۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے اس کی مثل حدیث مروی ہے اور ایک روایت میں ہے ولا الضالین کے بعد آمین کہو اور اس سے پہلے سورہ الحمد۔

قَوْلَهُ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ وَلَا تَرْفَعُوْا قَبْلَهُ.

۸۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى وَهُوَ ابْنُ عَطَاءٍ سَمِعَ أَبَا عَلْقَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِذَا وَافَقَ قَوْلُ أَهْلِ الْأَرْضِ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام ڈھال ہے، جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب زمین والوں کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے گا تو ان کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۳۹۔ حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ أَنَّ أَبَا يُوْنُسَ مَوْلَى أَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا أَجْمَعِيْنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں

حدیث نمبر ۸۲۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر کر زخمی ہو گئے، اور آپ نے کئی دن بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے کی متعدد حکمتیں ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات دیکھ کر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں الوہیت (خدا ہونے) کا اعتقاد نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے سے پاک ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص کبھی سواری سے گر جائے تو اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سواری سے گرے تھے۔

۳۔ کوئی شخص سواری سے گر جائے تو وہ اس میں خفت محسوس نہ کرے، کیونکہ اس کی کیا حیثیت ہے محبوب رب العالمین بھی گھوڑی سے گرے تھے۔

۴ ۔ سواری سے گرنے والے کے لیے تسلی ہو کہ وہ اس حال میں بھی شرف بالاقتداء حاصل کر رہا ہے۔

۵ ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کھال چھل گئی اور آپ زخمی ہو گئے تو زخمیوں کے لیے تسلی کا سامان مہیا ہو گیا کہ یہ حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی گذرا ہے۔

۶ ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے صحابہ کرام کو شرف عیادت حاصل ہوا۔

۷ ۔ یہ معلوم ہوا کہ استاذ یا شیخ علیل ہو تو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔

۸ ۔ ایام علالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولات امت کے لیے نمونہ بن گئے۔

۹ ۔ عذر کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھانا جائز ہے۔

۱۰ ۔ بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کھڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی دیکھتے ہیں اور یہ کہ نماز کی حالت میں عمل قلیل جائز ہے۔

امام کے لیے ربنا لك الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ

اسی حدیث میں ہے جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔

اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر دلیل ہے کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لك الحمد کہے۔ اس کے برعکس امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ امام یہ دونوں کلمات کہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ بیان فرما دیا ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لك الحمد کہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ربنا لك الحمد کہنا ہر نمازی کے لیے مشروع ہے۔ یہ امام احمد سے ایک روایت ہے، اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ منفرد ربنا لك الحمد نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے، اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ امام کے لیے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔[1]

جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔" امام احمد بن حنبل

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۴۔ سواری سے گرنے والے کے لیے تسلی ہو کہ وہ اس حال میں بھی شرف بالاقتداء حاصل کر رہا ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کھال چھل گئی اور آپ زخمی ہو گئے تو زخمیوں کے لیے تسلی کا سامان مہیا ہو گیا کہ یہ حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی گذرا ہے۔

۶۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے صحابہ کرام کو شرف عیادت حاصل ہوا۔

۷۔ یہ معلوم ہوا کہ استاذ یا شیخ علیل ہو تو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔

۸۔ ایام علالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولات امت کے لیے نمونہ بن گئے۔

۹۔ عذر کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھانا جائز ہے۔

۱۰۔ بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کھڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی دیکھتے ہیں اور یہ کہ نماز کی حالت میں عمل قلیل جائز ہے۔

امام کے لیے ربنا لك الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ

اسی حدیث میں ہے جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔

اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر دلیل ہے کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لك الحمد کہے۔ اس کے برعکس امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ امام یہ دونوں کلمات کہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ بیان فرما دیا ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لك الحمد کہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ربنا لك الحمد کہنا ہر نمازی کے لیے مشروع ہے۔ یہ امام احمد سے ایک روایت ہے، اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ منفرد ربنا لك الحمد نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے، اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ امام کے لیے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔ [1]

جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔“ امام احمد بن حنبل

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبل متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جب امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں جیسا کہ اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے صرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، امام مسلم نے اس کے بعد ایک صحیح حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے، حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے، اور باقی صحابہ حضرت ابوبکر سے تکبیرات سن کر نماز پڑھ رہے تھے۔[1]

نیز جمہور فقہاء کی دلیل یہ آیت ہے:

وقوموا لله قانتين۔ (بقرہ ؛ ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں قیام کو فرض کر دیا ہے، اگر بالفرض یہ حدیث نہ ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو، پھر بھی مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں، تب بھی اس باب کی حدیث کی وجہ سے قرآن مجید کی اس آیت کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ خبر واحد کی وجہ سے قرآن مجید منسوخ نہیں ہو سکتا، نیز نماز میں قیام فرض ہے، امام نے اگر کسی عذر کی وجہ سے اس فرض کو ترک کر دیا ہے تو مقتدی کے لیے بغیر کسی عذر کے فرض کو ترک کرنا کب جائز ہوگا!

باب ۱۵۹ اسْتِخْلَافِ الْإِمَامِ إِذَا عُرِضَ لَهُ عُذْرٌ مِنْ مَرَضٍ وَسَفَرٍ وَغَيْرِهِمَا مَنْ يُصَلِّي بِالنَّاسِ وَأَنَّ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ جَالِسٍ لِعَجْزِهِ عَنِ الْقِيَامِ لَزِمَهُ الْقِيَامُ إِذَا قَدَرَ عَلَيْهِ وَنَسْخِ الْقُعُودِ خَلْفَ الْقَاعِدِ فِي حَقِّ مَنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ!

مرض یا سفر کے عذر کی وجہ سے امام کا نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا اور جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہونا

۸۴۰ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ نَا زَائِدَةُ قَالَ نَا مُوْسَى ابْنُ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا اَلَا تُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ بِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَتْ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ قَالَتْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيْقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ

بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ سے عرض کیا، کیا آپ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض (وفات) کے متعلق نہیں بیان کریں گی، حضرت عائشہ نے فرمایا کیوں نہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا میرے لیے ٹب میں پانی رکھیں ہم نے پانی رکھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھ دیا۔ آپ نے غسل فرمایا، غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں، یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا اس کے بعد آپ اٹھنے لگے تو پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو پھر دریافت کیا، کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ لوگ مسجد میں بیٹھے عشاء کی نماز کے لیے آپ کا انتظار کر رہے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

أَنْتَ أَحَقُّ بِذٰلِكَ قَالَتْ فَصَلّٰى بِهِمْ أَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَأَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ أَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا يَتَأَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا أَجْلِسَانِيْ إِلٰى جَنْبِهٖ فَأَجْلَسَاهُ إِلٰى جَنْبِ أَبِيْ بَكْرٍ وَكَانَ أَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ حَدِيْثَهَا عَلَيْهِ فَمَا أَنْكَرَ عَنْهُ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهٗ قَالَ أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔

رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک شخص کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اس شخص نے حضرت ابوبکر کے پاس جا کر کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ____

آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابوبکر بہت رقیق القلب تھے، انھوں نے حضرت عمر سے کہا اے عمر تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر نے کہا آپ امامت کے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر ان ایام میں حضرت ابوبکر امامت کراتے رہے، پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا تو آپ دو آدمیوں کے سہارے ظہر پڑھنے کے لیے مسجد میں تشریف لائے، ان دو میں سے ایک حضرت عباس تھے اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو (مصلے سے) پیچھے ہٹنے لگے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ کیا اور دونوں سے فرمایا مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا، حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنے لگے، اور لوگ حضرت ابوبکر کی تکبیرات سن کر نماز پڑھتے رہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرما رہے تھے، عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عباس کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا میں آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت کی حدیث نہ سناؤں جو میں نے حضرت عائشہ سے سنی ہے، انھوں نے کہا سناؤ، میں نے وہ روایت سنائی، انھوں نے حدیث میں کسی چیز سے اختلاف نہیں کیا سوا اس بات کے کہ انھوں نے پوچھا

کیا حضرت عائشہ نے حضرت عباس کے ساتھ والے دوسرے شخص کا نام بتایا تھا میں نے کہا نہیں! فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

٨٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا اشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ وَاسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِهَا فَاَذِنَّ قَالَتْ فَخَرَجَ وَيَدٌ لَهٗ عَلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَيَدٌ عَلٰى رَجُلٍ اٰخَرَ وَهُوَ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ فِي الْاَرْضِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ اَتَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ وَهُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ابتداءً بیمار ہوگئے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات سے حضرت عائشہ کے گھر ایام علالت میں رہنے کی اجازت طلب کی۔ تمام ازواج نے آپ کو اجازت دے دی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک اور شخص کے سہارے چل کر اس حال میں گئے کہ آپ کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ عبیداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا جانتے ہو وہ کون تھا وہ "حضرت علی" تھے رضی اللہ عنہ۔

٨٤٢ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهٗ اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ فِيْ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْاَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بِالَّذِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قَالَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کا درد شدید ہوگیا تو آپ نے تمام ازواج مطہرات سے میرے گھر ایام علالت میں رہنے کی اجازت طلب کی، تمام ازواج نے اجازت دے دی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے ساتھ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے، ایک حضرت عباس تھے اور دوسرے ایک اور شخص، عبیداللہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے بیان کی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا، میں نے عرض کیا نہیں فرمایا وہ حضرت علی

قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيٌّ ۔

٨٤٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ وَمَا حَمَلَنِيْ عَلٰى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهٖ إِلَّا أَنَّهٗ لَمْ يَقَعْ فِيْ قَلْبِيْ أَنْ يُّحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهٗ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهٗ أَبَدًا وَإِلَّا أَنِّيْ كُنْتُ أَرٰى أَنَّهٗ لَنْ يَّقُوْمَ مَقَامَهٗ أَحَدٌ إِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهٖ فَأَرَدْتُّ أَنْ يَّعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ ۔

٨٤٤۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِيْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِيْ قَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهٗ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ وَاللهِ مَا بِيْ إِلَّا كَرَاهِيَةَ أَنْ يَّتَشَاءَمَ النَّاسُ بِأَوَّلِ مَنْ يَّقُوْمُ فِيْ مَقَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَرَاجَعْتُهٗ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُوْ بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ ۔

٨٤٥۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى

تھے (رضی اللہ عنہ)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے امام نہ بنانے پر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اس بات کا خیال نہ تھا کہ لوگ اس شخص سے محبت کریں گے جو آپ کی جگہ کھڑا ہو، بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے بدشگونی لیں گے اس لیے میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور شخص کو امام بنالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا "ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں"، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکتے، آپ حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا یہ بات میں نے صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ کہیں لوگ یہ بدشگونی نہ لیں کہ جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر کھڑا ہوا وہ ابوبکر تھے، آپ فرماتی ہیں میں نے دو تین بار اصرار کیا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ جماعت کرائیں تم یوسف علیہ السلام کے عہد کی عورتوں کی طرح ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوگئے اور حضرت بلال

وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ بِلَالٌ يُّؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ وَاِنَّهٗ مَتٰى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ قَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ وَاِنَّهٗ مَتٰى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَتْ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَفَعَلَتْ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْاَرْضِ قَالَتْ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهٗ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ مَكَانَكَ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ جَالِسًا وَّاَبُوْ بَكْرٍ قَآئِمًا يَقْتَدِيْ اَبُوْ بَكْرٍ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَدِي النَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے بلانے آئے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں"۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمر کو امامت کے لیے فرمائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو جماعت کرائیں" حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں حضرت حفصہ نے یہی کہا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر نے نماز شروع کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض میں تخفیف محسوس کی آپ دو آدمیوں کے سہارے سے آئے، درآں حالیکہ آپ کے پیروں سے لکیریں پڑ رہی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب آپ مسجد میں آئے تو حضرت ابوبکر نے آپ کی آہٹ محسوس کی تو مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہیں۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں آکر حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر جماعت کرا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں

٨٣٦ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ فَأُتِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أُجْلِسَ إِلٰى جَنْبِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُهُمُ التَّكْبِيرَ وَفِي حَدِيثِ عِيسٰى فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ۔

٨٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ وَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ كَمَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلٰوةِ أَبِي بَكْرٍ۔

٨٣٨ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض وفات میں (بعض روایات میں ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بٹھا دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کرانے لگے اور حضرت ابوبکر بلند آواز سے تکبیر پڑھتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حکم دیا کہ ابوبکر جماعت کرائیں، حضرت ابوبکر نماز پڑھاتے رہے، عروہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام محسوس ہوا تو آپ باہر تشریف لائے، اس وقت حضرت ابوبکر جماعت کرا رہے تھے، جب (حضرت) ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو وہیں کھڑے رہنے کے لیے فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر (حضرت) ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کرائی اور لوگوں نے حضرت ابوبکر کی تکبیروں کی آواز سن کر ارکان نماز ادا کیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں (حضرت) ابوبکر جماعت کراتے تھے حتی کہ پیر

سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّیْ لَهُمْ فِیْ وَجَعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِی الصَّلٰوةِ كَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ فَنَظَرَ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا قَالَ فَبُهِتْنَا وَنَحْنُ فِی الصَّلٰوةِ مِنْ فَرَحٍ بِخُرُوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ لِلصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْخَى السِّتْرَ قَالَ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ۔

۸۴۹۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ وَحَدِيْثُ صَالِحٍ اَتَمُّ وَاَشْبَعُ۔

۸۵۰۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمَا۔

۸۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ يُحَدِّثُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجْ اِلَيْنَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

کے دن جب تمام صحابہ صف باندھے نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا پھر کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھا اس وقت آپ کا رخ انور ورق قرآن کی طرح لگتا تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسکرا کر ہنسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور زیارت سے نماز کی حالت میں ہم خوشی سے دیوانے ہو گئے، اور حضرت ابو بکر اس گمان سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں پیچھے ہٹ کر صف میں ملنے لگے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے صحابہ سے فرمایا کہ تم اپنی نماز پوری کرو، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجرہ میں واپس چلے گئے اور پردہ گرا دیا، اور اسی روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آخری بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن اس وقت دیکھا جب آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین دن تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائے، اور ان ایام میں حضرت ابو بکر جماعت کراتے رہے، اس کے بعد ایک

فَذَهَبَ اَبُوْبَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ لَنَا وَجْهُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا قَطُّ كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَتَقَدَّمَ وَاَرْخٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (حجرے کے) پردہ کے پاس کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھا دیا، پھر جب ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رخ انور دکھائی دیا اور ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ زیبا سے بڑھ کر خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ گرا دیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ہم آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔

۸۵۲- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهٗ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ مَتٰى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرِيْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ قَالَ فَصَلّٰى بِهِمْ اَبُوْبَكْرٍ حَيَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور جب آپ کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، (حضرت) عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! (حضرت) ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ مصلے پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہ کرا سکیں گے، آپ نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے

حدیث نمبر ۸۴۰ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہونے سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا مرض میں مبتلا ہونا جائز ہے تاہم ایسے امراض جن سے لوگ طبعاً نفرت کرتے ہیں، جیسے بدن میں کیڑے پڑ جانا یا جو شان نبوت کے خلاف ہوں، مثلاً جنون وغیرہ وہ انبیاء علیہ السلام کو لاحق نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں درد سر اور بے ہوشی کے مرض میں مبتلا ہوئے اور اس مرض کے دوران نماز

حقیقی سے جا ملے۔ اس میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعدد بیماروں کو شفایاب کیا مثلاً حضرت ابوبکر کی زہر خوردہ ایڑی میں لعاب دہن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئے (مشکوٰۃ ص ۵۶۶)، حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ میں لعاب دہن لگایا تو ٹھیک ہو گئی (بخاری ج ۱ ص ۴۱۳)، حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے لعاب دہن لگا کر ڈھیلا ان کی آنکھ میں رکھ دیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی، (اصابہ ج ۳ ص ۲۲۵)، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان بیماروں کو محض اپنے لعاب دہن سے شفا دے کر یہ بتا دیا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں اور خود بیہوشی کے مرض میں مبتلا رہ کر یہ سمجھا دیا کہ میں خدا جیسا نہیں ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
برزخ ہیں وہ سر نہاں یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت ابوبکر کا امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باوجود حضرت عمر کو امامت کرنے کے لیے کہا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر بہت زیادہ رقیق القلب تھے انھیں خدشہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے غیر موجودگی میں نماز پڑھانے کے سبب ان پر رنج و غم کا ایسا غلبہ طاری ہوگا کہ وہ اپنے آنسوؤں کو اور بے اختیار نکل جانے والی سسکیوں کو روک نہ سکیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو عذر لاحق ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے، نیز اس حدیث سے حضرت ابوبکر کی تمام صحابہ کرام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ نگاہ رسالت میں اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص افضل ہوتا تو آپ اس کو امام بنانے کا حکم دیتے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ مستحق حضرت ابوبکر ہی ہیں۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رقت قلبی کی بنا پر جب خود کو معذور پایا تو تمام صحابہ میں سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل جب اپنا حق مفضول کو پیش کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ حق افضل ہی کو لوٹا دے اور اس کو نہ قبول کرے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی پیشکش کے باوجود حضرت ابوبکر کو امام بنایا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان

اس حدیث میں ہے جب

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے ۔

حضرت ابوبکر ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، اور اسی دوران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکر نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی اور خود پیچھے ہٹ گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مصلے پر بٹھا دیا اور اپنی امامت کو نماز کے درمیان سے چھوڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے ۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اس فعل سے نہیں روکا اور یہ نہیں فرمایا کہ عبادت کے دوران تم میری تعظیم کر رہے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ :

"اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے ۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو تو نہ اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے۔"[1]

غور فرمایئے اس عبارت کے پیش نظر نماز میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف تعظیم سے خیال لانا شرک قرار پایا تو عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بالفعل تعظیم کرنا کتنا بڑا شرک ہوگا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر کو اس شرک سے نہ روکا تو آپ پر کیا حکم لگے گا ۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن عبد اللہ صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فلم یزل قائما حتی هممت بامر سوء قلنا ما هممت قال هممت ان اقعد واذر النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی، آپ بہت دیر تک کھڑے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا کہا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں ۔

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود نے اس کو بُرا جانا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں اس لیے ان کا یہ قیام صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے تھا، اور یہ تعظیم عین حالت نماز میں تھی ۔

حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ:

---

[1] شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶ (فارسی) مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳-۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی ہے وہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی ہے، اور مسلم شریف کی اس روایت میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا ذکر ہے، یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی۔ اور پیر کے دن صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی، رہا یہ کہ بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن صبح کی نماز کی جماعت کے وقت حجرہ سے باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوش ہو کر واپس چلے گئے تو یہ صبح کی پہلی رکعت کا واقعہ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ پیر کی صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بخار اتر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک نوجوان کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے، اور لوگ اس وقت حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے پہلو میں کھڑے ہوتے، حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آگے کر دیا اور یہ دوسری رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ادا کی، اس کے بعد آپ نے جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی، اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ نماز میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا اور خود آپ نے اور تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی۔ [1] اور یہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے، اور علامہ عینی نے تحریر فرمایا ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ معاذ اللہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سنن دارقطنی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب تو صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتے تھے کبھی اسامہ بن زید اور کبھی فضل بن عباس رضی اللہ عنہم تو چونکہ دوسری جانب کوئی معین شخص نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے "رجل آخر" دوسرا شخص فرمایا۔ تاکہ اس لفظ کا عموم متعدد صحابہ کو شامل رہے۔ [3]

حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت صلى رسول الله صلى الله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵، ص ۱۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] " " " ، عمدۃ القاری ج ۵، ص ۱۸۸، " " " " "

علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعدا۔[1]

جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال آخر صلوٰۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحا خلف ابی بکر۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی درآں حالیکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس قال آخر صلوٰۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحا بہ خلف ابی بکر۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں تھی درآں حالیکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر جالسا فی ثوب متوشحا فی مرضہ الذی مات فیہ۔[5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک چادر پہن کر نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ نے سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۰،

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۳، ۲۱۶، ۱۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ ھ، مسند ابو یعلیٰ ج ۴ ص ۷۱، ۲۰، ۳۴۲، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عبد الرحمٰن السلمی من اصل کتابه ثنا ابو العباس الاصم ثنا ابو امیة یعنی الطرسوسی ثنا شبابة ابن سوار ثنا شعبة ثنا نعیم بن ابی هند قال سمعت ابا وائل یحدث عن مسروق عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها ان ابا بکر رضی الله تعالٰی عنه صلی بالناس فی وجعه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصف و هکذا رواه بدل بن المحبر عن شعبة (واخبرناه) ابو عبد الله الحافظ انبا عبد الله بن محمد الفاکهی ثنا ابن ابی مسرة ثنا بدل بن المحبر فذکره بمثل روایة الطرسوسی عن شبابة (رویناه) عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی خلف ابی بکر رضی الله عنه قال الشافعی رحمه الله لو صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم خلف ابی بکر مرة لم یمنع ذلک ان یکون صلی خلفه ابو بکر اخری - قال الشیخ وقد ذهب موسی بن عقبة فی مغازیه ان ابا بکر صلی من صلاة الصبح یوم الاثنین رکعة و هو الیوم الذی توفی فیه النبی صلی الله علیه وسلم فوجد النبی صلی الله علیه وسلم فی نفسه خفة فخرج فصلی مع ابی بکر رکعة فلما سلم ابو بکر قام فصلی الرکعة الاخری فیحتمل ان تکون هذه الصلاة مراد من روی انه صلی خلف ابی بکر فی مرضه فاما الصلاة التی صلاها ابو بکر خلفه فی مرضه فهی صلوٰة الظهر یوم الاحد او یوم السبت کما رویناه عن عائشة وابن عباس فی بیان الظهر فلا تکون بینهما منافاة ویصح الاحتجاج بالخبر الاول - ۱؎

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو درد تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا اگر ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو تو وہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ دوسری بار حضرت ابوبکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہو، امام موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ پیر کے دن صبح کو حضرت ابوبکر نے ایک رکعت نماز پڑھائی، اور اسی دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ محسوس ہوا، تو آپ نے آکر حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیرا تو آپ نے دوسری رکعت پڑھی، جن لوگوں نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر کے پیچھے حضور کے نماز پڑھنے کی روایت کی ہے، ہو سکتا ہے اس سے یہی مراد ہو، اور حضرت ابوبکر نے جو نماز ایام مرض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تھی، (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی جس کو حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

۱؎ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

وفی هذه الروایة الصحیحة: ان النبی صلی الله علیه وسلم تقدم فی تلك الصلاة، وعلق ابوبكر رضی الله عنه صلاته بصلوته. وكذلك رواه الاسود بن یزید وابن اختها عروة بن الزبیر وكذلك رواه الارقم بن شرحبیل عن عبد الله بن عباس، وقد اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسین العلوی، قال: اخبرنا ابو حامد بن شرقی قال، حدثنا ابراهیم بن عبد الله، قال حدثنا شبابة بن سوار، قال حدثنا شعبة، عن نعیم بن ابی هند، عن ابی وائل، عن مسروق، عن عائشة، قالت: صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه خلف ابی بكر قاعدا، وكذلك روی عن الاسود عن عائشة فی احدی الروایتین عن الاعمش[1]

امام بخاری اور امام مسلم کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر مصلّے پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الیٰ قولہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام بیہقی نے اس حدیث کی متعدد اسانید بیان کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو سعید محمد بن موسی بن الفضل، قال، حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب قال حدثنا محمد بن اسحاق الصغانی قال، حدثنا ابن ابی مریم، قال اخبرنا یحیی بن ایوب قال: حدثنا حمید الطویل عن ثابت البنانی حدثه عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی خلف ابی بكر رضی الله عنه فی ثوب واحد برد مخالفا بین طرفیه فلما اراد ان یقوم، قال: ادع لی اسامة بن زید. فجاء فاسند ظهره الی نحره فكانت آخر صلاة صلاها ———

——— وفی هذا دلالة علی ان هذه الصلاة التی صلاها خلف ابی بكر كانت صلاة الصبح. فانها آخر صلاة صلاها، وهی التی دعا اسامة بن زید حین فرغ منها فامضاه فی مسیره

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی جس کی دو طرفوں میں (سینہ پر) گرہ لگی ہوئی تھی۔ جب آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کے سینہ سے اپنی پشت کی ٹیک لگائی، یہ آپ کی پڑھی ہوئی آخری نماز تھی۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ صبح کی نماز تھی اور یہی آپ کی آخری نماز تھی جس میں آپ نے حضرت اسامہ کو بلایا تھا۔

یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایام مرض میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکبار خود صحابہ کو نماز پڑھائی (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) اور ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی جیسا

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۷، ص ۱۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بما ذکرہ اهل المغازی۔ قلت فالذی تدل علیه هذه الروایات مع ما تقدم، ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی خلفه فی تلك الایام التی كان یصلی بالناس مرة وصلی ابوبكر خلفه مرة وعلی هذا احدهما الشافعی (رحمه الله) فی مغازی موسی بن عقبة، وغیره بیان الصلوٰة التی صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم بعضها خلف ابی بكر، وهی صلاة الصبح من یوم الاثنین۔ وفیما روینا عن عبید الله عن عائشة وابن عباس بیان الصلوٰة التی صلاها ابوبكر خلفه بعد ما افتتحها بالناس۔ وهی صلوٰة الظهر من یوم السبت، او الاحد، فلا یتنافیان۔[1]

کہ امام شافعی اور امام موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی، (یہ صبح کی نماز کی دوسری رکعت تھی، صحیح بخاری میں جو ذکر ہے کہ آپ نے پیر کے دن صبح کی نماز میں حجرہ سے نکل کر صحابہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور واپس چلے گئے وہ پہلی رکعت کا واقعہ ہے۔) اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو مروی ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، اور حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے اور حضور نے نماز پڑھائی، یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، سو ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی خلف ابی بكر رواه الطبرانی فی الصغیر والاوسط۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس کو امام طبرانی نے صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ

شیخ ابراہیم انبلی لکھتے ہیں:

فلما اشتد به المرض امر ابابكر ان یصلی بالناس وقد اختلف فی صلوته بهم فالشیعة تزعم انه لم یصل بهم الا صلوة واحدة وهی الصلوٰة التی خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم منها یتهادی بین علی والفضل فقام فی المحراب مقامه وتاخر ابوبكر والصحیح عندی وهو الاكثر الاشهر انها لم تكن آخر الصلوٰة فی حیوته

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا کہ وہ صحابہ کو نماز پڑھائیں، اور ان کے لیے حضرت ابوبکر نے کتنی نمازیں پڑھائیں اس میں اختلاف ہے، شیعہ کا زعم یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے صحابہ کو صرف ایک نماز پڑھائی تھی اور یہ وہی نماز ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور حضرت علی اور حضرت فضل کے درمیان ان کے کندھوں

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۷، ص ۱۹۳ - ۱۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

صلی اللہ علیہ وسلم بالناس جماعۃ و ان ابا بکر صلی بالناس بعد ذلک یومین ثم مات[1]

بَابُ تَقْدِيْمِ الْجَمَاعَةِ مَنْ يُّصَلِّيْ بِهِمْ إِذَا تَأَخَّرَ الْإِمَامُ وَلَمْ يَخَافُوْا مَفْسَدَةً بِالتَّقْدِيْمِ

٨٥٣ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَصَلَّى أَبُوْ بَكْرٍ قَالَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سہارے سے چل کر گئے تھے، پھر آپ محراب میں حضرت ابوبکر کی جگہ کھڑے ہوئے اور وہ پیچھے ہٹ گئے اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور یہی جمہور کا مختار ہے اور مشہور ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی آخری جماعت کرانے کی نماز نہیں تھی، اس کے بعد حضرت ابوبکر نے دو دن صحابہ کو نمازیں پڑھائیں پھر آپ کی وفات ہوگئی۔

جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور شخص کو امام بنانے کا جواز

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے تشریف لے گئے، جب نماز کا وقت آگیا تو مؤذن حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور کہنے لگا اگر آپ جماعت کرائیں تو میں تکبیر کہوں، انھوں نے کہا ہاں، حضرت سہل کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جماعت شروع کرا دی، اور اسی اثناء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور پہلی صف میں جا کر کھڑے ہوگئے حضرت ابوبکر چونکہ انتہائی انہماک اور استغراق سے نماز پڑھتے رہے۔ صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کا پتا نہیں چلا، تو انھوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیے، جب بکثرت ہاتھ مارنے کی آواز سنائی دی، تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اسی

---

[1] شیخ ابراہیم بن حاجی حسین انبلی، درۂ نجفیہ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ تہران (طبع قدیم)

ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذَا أَمَرْتُكَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ۔

طرح نماز پڑھاتے رہیں، حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر حضرت ابوبکر مصلّے سے پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مصلے پر آکر (بقیہ نماز کی) جماعت کرائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا "اے ابوبکر میرے حکم دینے کے بعد تم کو جماعت کرانے سے کس چیز نے روکا تھا، حضرت ابوبکر نے جواب دیا" ابن قحافہ سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے وہ جماعت کرائے" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم اس قدر کثرت سے ہاتھ پر ہاتھ کیوں مار رہے تھے، جب نماز میں کوئی امر حادث ہو تو سبحان اللہ کہا کرو۔ جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا، البتہ عورتیں (امام کو ٹوکنے کے لیے) ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔

۸۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَفِي حَدِيثِهِمَا فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ ابوبکر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور الٹے پاؤں لوٹ کر صف میں مل گئے۔

۸۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ ذَهَبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے تشریف لے گئے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے البتہ اتنا اضافہ ہے کہ جب آپ آئے تو آپ صفوں کو چیر کر پہلی صف میں شامل

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَرَّقَ الصُّفُوْفَ حَتّٰى قَامَ عِنْدَ الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ وَفِيْهِ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى ۔

ہو گئے اور حضرت ابوبکر الٹے پاؤں پیچھے لوٹ گئے ۔

۸۵۶ ۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حَدِيْثِ عَبَّادِ بْنِ زِيَادٍ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوْكَ قَالَ الْمُغِيْرَةُ فَتَبَرَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ الْغَائِطِ وَحَمَلْتُ مَعَهٗ اِدَاوَةً قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيَّ اَخَذْتُ اُهَرِيْقُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ وَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثُمَّ ذَهَبَ يُخْرِجُ جُبَّتَهٗ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمَّا جُبَّتِهٖ فَاَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْجُبَّةِ حَتّٰى اَخْرَجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ تَوَضَّاَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ قَالَ الْمُغِيْرَةُ فَاَقْبَلْتُ مَعَهٗ حَتّٰى نَجِدَ النَّاسَ قَدْ قَدَّمُوْا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَصَلّٰى لَهُمْ فَاَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى مَعَ النَّاسِ الرَّكْعَةَ الْاٰخِرَةَ فَلَمَّا سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتِمُّ صَلٰوتَهٗ فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَكْثَرُوا التَّسْبِيْحَ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ اَحْسَنْتُمْ اَوْ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ يَغْبِطُهُمْ اَنْ صَلَّوُا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے جہاد میں تھے ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر نکلے ، میں پانی کا ایک ڈول لے کر آپ کے ساتھ صبح کی نماز سے پہلے چلا ، جب آپ لوٹے تو میں ڈول سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا ، آپ نے تین بار دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر منہ دھویا ، اس کے بعد آپ جبہ اپنے بازوؤں پر چڑھانے لگے تو آستینیں تنگ تھیں ، اس لیے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جبے کے اندر کیے اور اندر کی جانب سے باہر نکال لیے اور پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا اور موزوں پر مسح کیا اور پھر چل پڑے ، میں بھی آپ کے ساتھ چلا جب پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امام بنا لیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت ملی ، آپ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگ پریشان ہو گئے اور انھوں نے کثرت سے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا ۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے اچھا کیا یا فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور بروقت نماز پڑھنے پر ان کی تعریف فرمائی ۔

ف : اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام مقرر ہو اور وقت پر نہ آئے تو کوئی شخص جماعت کرا دے ۔

۸۵۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَّالْحُلْوَانِيُّ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے

قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ نَحْوَ حَدِيثِ عَبَّادٍ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَأَرَدْتُ تَأْخِيرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ ۔

بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ ہے کہ مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو پیچھے کرنا چاہا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو۔

باب مذکور کی احادیث کے مسائل

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کا مقرر شدہ امام اگر نماز کے وقت پر نہ آسکے تو کوئی اور شخص اس کی جگہ جماعت کرا سکتا ہے۔

۲۔ مؤذن رسول نے تمام صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر سے جماعت کرانے کے لیے عرض کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن رسول اور تمام صحابہ کرام کے ذہنوں میں یہ بات موجود تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر سب سے افضل ہیں اور وہی جماعت کرانے کے اہل ہیں۔

۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی کچھ مقدار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی اور یہ حضرت ابوبکر کی اہم فضیلت ہے۔

۴۔ تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر بہ کثرت ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کی اور اس کا سبب صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقتدی نہ رہیں بلکہ امام بنیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تعظیم صحابہ کرام نے عین حالت نماز میں کی اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر یا آپ کا نام آئے تو آپ کا تصور تعظیم سے کرنا لازم ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو جماعت کراتے رہنے کا اشارہ کیا اس کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے، اس سے معلوم ہوا کہ ادب کا مقام حکم پر مقدم ہے۔

۶۔ نماز میں حضرت ابوبکر کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر پیچھے ہٹنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے سبب تھا اس سے معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جائز ہے۔

۷۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے مردوں کو حکم دیا کہ وہ سبحان اللہ کہیں اور عورتوں کو حکم دیا کہ وہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر ماریں اور یہ اس لیے تھا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، اور بلا ضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اقتداء میں بھی نماز پڑھی ہے (اس موقع پر حضرت ابوبکر موجود نہ تھے)

۹۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے

ہاں صلح کرانے گئے

۱۰- امام کی غیر موجودگی میں اس شخص کو امام بنایا جائے جو باقی لوگوں میں سب سے افضل ہو۔

۱۱- مؤذن کو چاہیے کہ وہ اس موقع پر کسی افضل شخص سے نماز پڑھانے کے لیے کہے اور وہ اس کی موافقت کرے۔

۱۲- ضرورت کی بناء پر نماز میں مڑ کر دیکھنا، کیونکہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا۔

۱۳- جب کوئی نعمت ملے تو اللہ تعالےنے کے شکر ادا کرنے کا استحباب، کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس پر اللہ کی حمد کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کو برقرار رکھا۔

۱۴- نعمت کے حصول پر نماز ہی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا جواز۔

۱۵- نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز، کیونکہ حضرت ابوبکر نماز میں پیچھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

۱۶- درمیان نماز میں کسی دوسرے شخص سے نماز پڑھوانے کا جواز۔

۱۷- جب متبوع اور مطاع اپنے تابع اور مطیع کو اس کے اعزاز و اکرام کے لیے کسی کام کا حکم دے تو اس کے لیے اس کا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو ترک کرنا جائز ہے، اور یہ اس کے حکم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا ادب اور تواضع ہے۔

۱۸- حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود مصلّے سے پیچھے ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف آپ کے حکم پر عمل کر کے نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا۔

۱۹- اکابر کے سامنے ادب کرنا لازم ہے۔

۲۰- نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرنے کی فضیلت۔

۲۱- علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اگر عورتوں نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے تالی بجائی تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ تالی بجانا لہو و لعب ہے۔

بَابُ ۱۶۱ تَسْبِيحِ الرَّجُلِ وَتَصْفِيقِ الْمَرْأَةِ إِذَا نَابَهُمَا شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ

۸۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ

امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ مار کر دستک دیں

قَالَ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ زَادَ حَرْمَلَةُ فِي رِوَايَتِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَقَدْ رَاَيْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يُسَبِّحُوْنَ وَيُشِيْرُوْنَ۔

۸۵۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْفُضَيْلُ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت کی ہے۔

۸۶۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ وَزَادَ فِي الصَّلٰوةِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت بیان کی لیکن اس میں نماز کا بھی اضافہ ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِتَحْسِيْنِ الصَّلٰوةِ وَاِتْمَامِهَا وَالْخُشُوْعِ فِيْهَا

نماز کو خشوع خضوع اور اچھی طرح سے پڑھنے کا حکم

۸۶۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ اَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا فُلَانُ اَلَا تُحْسِنُ صَلٰوتَكَ اَلَا يَنْظُرُ الْمُصَلِّي اِذَا صَلّٰى كَيْفَ يُصَلِّي لِنَفْسِهٖ اِنِّي وَاللّٰهِ لَاُبْصِرُ مِنْ وَّرَائِي كَمَا اُبْصِرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز جماعت کرانے کے بعد ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے شخص! تم نے نماز اچھی طرح کیوں نہیں ادا کی۔ کیا نمازی نماز پڑھتے وقت یہ غور نہیں کرتا کہ وہ کس طرح نماز پڑھ رہا ہے! وہ محض اپنے لیے نماز پڑھتا ہے! بخدا! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میں تم کو پس پشت بھی یقیناً ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔

۸۶۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے

قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ لَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا سُجُوْدُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔

۸۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِيْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِيْ اِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ۔

۸۶۴ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتِمُّوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِيْ اِذَا مَا رَكَعْتُمْ وَاِذَا مَا سَجَدْتُّمْ۔

نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے نہ سجود اور بے شک میں تم کو اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود اچھی طرح ادا کیا کرو، قسم اللہ کی بلا شک و شبہ میں تمہیں اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔ بعض دفعہ فرمایا میں تم کو تمہارے رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجدہ پورا پورا کیا کرو پس بخدا میں اپنی پشت کے پیچھے سے تم کو تمہارے رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال هل ترون قبلتی ههنا والله ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم و انی لاراکم من وراء ظهری۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں تم بخدا نہ مجھ پر تمہاری نماز کی ظاہری حالت پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ باطنی خضوع و خشوع۔ بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

بخاری اور مسلم کی ان احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے سامنے اور پس پشت سب کچھ دیکھتے تھے اور نمازیوں کے احوال میں سے کوئی حال آپ کی نگاہ سے مخفی نہ تھا۔ ان کا رکوع اور سجود، ظاہر اور باطن شہادت اور غیب سب آپ کے سامنے عیاں اور بیاں تھا، یہ تو نماز کے دوران کی کیفیت تھی اور نماز کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی کیفیت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرماتی ہیں جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن شیء کنت لم ارہ الا رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار۔[1]

اس مقام پر مجھے ہر وہ چیز دکھا دی گئی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دکھا دی گئی۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں دیکھنے کی یہ صفت دائمی تھی یا عارضی۔ راقم الحروف کا ذوق یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی تھی کیونکہ نماز کے اندر اور باہر تمام کائنات کو تمام جہات سے دیکھنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ نعمت دے کر اس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک بندہ ناشکری نہ کرے اور اگر شکر ادا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی فرماتا ہے، ارشاد ہے:

لئن شکرتم لازیدنکم۔ (ابراہیم: ۷)

اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری نعمتوں میں زیادتی کرے گا۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص شکر گزار نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی اس صفت میں ترقی تو متوقع ہے کمی ممکن نہیں، اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی علیٰ وجہ الترقی ثابت ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

وقل رب زدنی علما۔ (طٰہٰ: ۲۰)

آپ دعا مانگیں کہ اے اللہ میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

غور فرمائیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور کائنات کو ہمہ جہات سے دیکھنا علم کا سبب ہے اور دائماً دیکھنا علم میں زیادتی کا سبب ہے تو اللہ تعالیٰ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی کا خواہاں ہے وہ آپ کو حقائق اشیاء ایک بار دکھا کر روک لے گا یا دائماً علیٰ سبیل الترقی دکھاتا رہے گا!

نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ (بقرۃ: ۱۴۳)

اور یہ رسول تم پر گواہ ہوں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام امت کے گواہ ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے تمام امتیوں اور ان کے احوال و اعمال کو دیکھ کر گواہی دیں، گواہی اگرچہ سن کر بھی دی جاتی ہے لیکن گواہی میں اصل یہ ہے کہ دیکھ کر گواہی دی جائے اور کامل گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کو دیکھ کر گواہی دے اللہ! اللہ! وہ ایسے گواہ ہیں کہ روز محشر اپنی امت کی گواہی دیں گے آخرت میں انبیاء سابقین کی گواہی دیں گے میدان

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حشر میں جب کفار انبیاء علیہم السلام کی ہر حجت اور ہر دلیل کو رد کر دیں گے تو انبیاء کا واحد سہارا حضور کی شہادت ہوگی وہ کیسا عجیب وقت ہوگا جب کفار نبیوں کو جھٹلا چکے ہوں گے اور نبیوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ کی طرف لگی ہوئی ہوں گی، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دے کر ان کی صداقت پر مہر لگا دیں گے، انبیاء علیہم السلام سرخرو ہوں گے اور کفار جھوٹے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے!

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا۔ (نسآء : ۴۱)

وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ان تمام گواہوں پر آپ کی شہادت پیش کریں گے۔

اللہ اللہ! وہ کس کس کے گواہ ہیں دنیا میں لوگوں نے خدا کو جھٹلایا تو خدا کی ذات پر گواہی دی آخرت میں کفار نے ـــــ انبیاء کو جھٹلایا تو انبیاء کی رسالت پر گواہی دی اور جب آخرت میں امت کو گواہی کی ضرورت پڑی تو ان کی صداقت پر گواہی دی۔

کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ شہادت سن کر بھی ہوتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے آپ نے امت کے حق میں سن کر گواہی دی ہوگی، امت کی ذات و صفات اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے بڑھ کر تو نہیں ہیں جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی گواہی سن کر نہیں دیکھ کر دی ہے تو امت کے اعمال و احوال کس شمار قطار میں ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ نہ سکتے!

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ویکون الرسول علیکم شھیدا کی تفسیر میں فرماتے ہیں!

یعنی باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شمارا و درجات شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔[1]

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں، کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے، پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کی بحث میں یہ بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آگئی، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ہر چیز کو ہمہ جہت سے دیکھنے کی صفت دائمی تھی، وہ جب حیات ظاہری سے اس کائنات میں جلوہ افروز تھے اس وقت بھی سب کو دیکھ رہے تھے اور جب کہ قرآن

---

[1] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۴۳۶، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو

میں ہیں اب بھی سب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

ایک اور وجہ سے غور فرمائیں کہ کسی شخص کو کوئی نعمت دائماً نہ دینے کی چار وجہیں ہوتی ہیں اوّل یہ کہ دینے والے میں نعمت دینے سے کوئی کمی آجاتی ہو، اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، دوسری وجہ یہ کہ دینے والے میں تو کمی نہیں آتی لیکن لینے والا اس نعمت کا اہل نہیں ہوتا نعمت کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے نعمت واپس لے لی جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ لینے والا نعمت دینے والے کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کر دیتا ہے اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ نعمت لینے والے سے زیادہ کوئی اور محبوب ہوتا ہے اس لیے وہ اس سے نعمت لے کر اپنے محبوب کو دے دیتا ہے۔

اب سوچیے اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ عظیم نعمت دینے سے اس کے ہاں کوئی کمی نہیں کمی ہوتی تو ابتداً تو دیتا ہی نہیں، اس لیے پہلا سبب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور اہل اور نعمت رکھنے کی صلاحیت والا بھی نہیں اس وجہ سے دوسرا سبب بھی نہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کرنے والے ہیں بلکہ ان کا تو یہ مقام ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کی ثناء کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قل ان اتبع الا ما یوحی الی۔

آپ فرما دیجیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

(احقاف: ۹)

پھر اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا کیونکر ممکن ہے جبکہ اس نے دنیا اور آخرت میں خود آپ کو راضی کرنے کے اعلان فرمائے ہیں:

فسبح واطراف النھار لعلك ترضی۔

آپ صبح شام تسبیح کریں تاکہ آپ اللہ سے راضی ہو جائیں۔

(طٰہٰ: ۱۳۰)

ولسوف یعطیك ربك فترضی۔

(روز محشر کو) عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا۔

(ضحی: ۵)

اس لیے نعمت دے کر واپس لینے کا تیسرا سبب بھی نہیں ہو سکتا رہ گیا نعمت واپس لینے کا چوتھا سبب تو وہ یہ ہے کہ نعمت لینے والا اللہ کا محبوب نہ ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ کا کوئی محبوب نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو کوئی نعمت اور کمال عطا کرے اور پھر واپس لے لے۔

مجازی محبت میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا، محبت ٹوٹ جائے تب بھی وسیع الظرف محب، محبوب سے چیز واپس نہیں لیتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے حقیقی محبوب ہیں جہاں محبت میں ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کوئی نعمت دے اور پھر واپس لے لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اندر اور نماز کے باہر ہر جہات دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی اور یہ نعمت دے کر واپس نہیں لی بلکہ دائماً عطا فرمائی ہے، کیونکہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ شکر گزار بندے ہیں اور شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نعمت میں زیادتی کرتا ہے، دوسرے اس لیے کہ اللہ کا مطلوب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور زیادتی اس نعمت کے دوام سے حاصل ہوگی تیسرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امت کے احوال و اعمال پر گواہ بنایا اور جنھوں نے خدا کی ذات و صفات کی گواہی بھی دیکھ کر دی ہے، وہ امت کے احوال و اعمال کی گواہی بغیر دیکھنے کے کیسے دیں گے اور یہ جب ہی ہوگا جب یہ نعمت دائمی ہو چوتھی وجہ یہ ہے کہ قانون محبت میں یہ ہے کہ محبوب کو کوئی نعمت دے کر اس سے واپس نہیں لیتے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ نعمت دائماً دی ہے اور علی الترقی دی ہے۔

ندانم کدامی سخن گو یمت
کہ والا تری زانچہ من گویمت

اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے معروض ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ انی لاراکم من وراء ظہری (بخاری) یہ جملہ اسمیہ ہے جس میں خبر فعل مضارع ہے جو کہ دوام تجددی پر دلالت کرتا ہے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دوام کو قسم انّ اور لام خبر تین تاکیدوں سے مؤکد فرمایا آخر کوئی وجہ تو تھی جو اس دوام کو سرکار نے اس قدر مؤکد فرمایا، نیز دوام تجددی انقطاع آنی کے منافی نہیں ہوتا، اس لیے جن احادیث میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز کو نہیں دیکھا وہ اس دوام کے منافی نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ میں مستغرق اور منہمک ہوتے اور جب وہ اس کے جلووں میں کھوئے رہتے ہیں تو مخلوق کو بظاہر دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے اور ایسے ہی عالم میں بعض چیزوں کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی اس لیے آپ کے دائمی علم اور دائمی رویت پر کوئی اشکال نہیں رہتا، واضح رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت دوام سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو جب سے علم اور رویت دی جب سے دوام ہے اور یہ دوام بھی تجددی ہے جس میں مختلف حکمتوں کی وجہ سے انقطاع آتا رہتا ہے اس لیے اس دوام کو اللہ تعالیٰ کے دوام ثبات سے کوئی نسبت نہیں جہاں ایک لحظہ کے لیے بھی انقطاع متصور نہیں ہے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں! جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھو یا تو فرمانے لگے: قلب سدید فیہ عینان تبصران واذنان تسمعان۔ ترجمہ: قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں، اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۱۰)

قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں جیسا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون۔

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے بطور خرق عادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ماوراء عالم محسوسات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے، دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا، جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے، البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے جس کا کوئی منکر نہیں ہے اور وہ علم کے منافی نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ [1]

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: لا ادری ما یفعل بی ولا بکم (الحدیث) اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں [2]۔ اس حدیث میں درایت کی نفی ہے، علم اور بصر کی نفی نہیں ہے، اور درایت کا معنی ہے اپنی عقل سے از خود جاننا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امور غیبیہ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں از خود نہیں جانتے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس روایت کو بے اصل قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آن حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ ووسعتی در درک و علم معقولات داوند حواس لطیف او را نیز احاطہ در درک محسوسات بخشیدند و جہات ستہ را در حکم یک جہت گردانیدند واللہ اعلم و ایں جا اشکالی آرند کہ در بعضی روایات آمدہ است کہ گفت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام نمیدانم آنچہ در پس این دیوار است، جوابش آنست کہ این سخن اصلی ندارد و روایت بدان صحیح نشدہ است و اگر باشد گفتیم کہ آن انکشاف مخصوص بحال نماز است و اگر عام ست موقوف باعلام الٰہی و خلق اوست علم را چنانچہ در سائر مغیبات

صحیح یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے ادراک میں وسعت ہے اور وہ تمام معقولات کو محیط ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیفہ بھی تمام محسوسات کو محیط ہیں، اور شش جہات آپ کے سامنے ایک جہت کے حکم میں ہیں، واللہ اعلم، اس جگہ یہ اشکال ہے کہ بعض روایات میں ہے: "میں بندہ ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جواب یہ ہے کہ آپ کا پس پشت

---

[1] علامہ سید احمد کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

[2] شیخ خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۵۱، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور

است و دلالت می کند بر ان حدیثی کہ واقع شدہ است کہ یک باری ناقہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم شد بعضی منافقان گفتند کہ محمد خبر از آسمان میدہد و درنمی یابد کہ ناقہ او کجاست چون این سخن منافقان بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسید گفت من نمیدانم و درنمی یابم مگر آنچہ بدانانند مرا پروردگار من و متصل ہمین گفت کہ تحقیق راہ نمود مرا پروردگار تعالیٰ بر ان ناقہ کہ وی در موضع است چنین و چنین بند شدہ است مہار وی در درختی پس رفتند آنجا یافتند و چنانکہ خبر دادہ بود پس آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمی یابد مگر آنچہ دریابانند وی را پروردگار تبارک تعالیٰ خواہ در نماز باشد یا در غیر آن فلا اشکال [1]

دیکھنا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر آپ کا دیکھنا ہر حال میں سامنے اور پس پشت یکساں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم دینے پر موقوف ہے اور تمام امور غیبیہ کا علم آپ کو اسی طرح ہے، بعض منافقین نے اعتراض کیا کہ آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور آپ کو یہ خبر نہیں کہ آپ کی اونٹنی کہاں ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کسی چیز کو نہیں جانتا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار فلاں درخت سے اٹکی ہے، پھر لوگ گئے اور آپ کی خبر کے مطابق وہاں اونٹنی مل گئی، پس حالت نماز ہو یا غیر نماز اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اس لیے کوئی اشکال نہیں ہے۔

بَابُ ۱۶۳ تَحْرِيْمِ سَبْقِ الْاِمَامِ بِرُكُوْعٍ وَّ سُجُوْدٍ وَّنَحْوِهِمَا

۸۶۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ اَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ اَمَامِيْ وَمِنْ خَلْفِيْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ رَاَيْتُمْ مَا رَاَيْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالُوْا وَمَا رَاَيْتَ يَا رَسُوْلَ

امام سے پہلے رکوع و سجود وغیرہ کرنے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم رکوع، سجود، قیام اور نماز کے اختتام میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو، بلا ریب و شک میں تمہیں سامنے اور پس پشت سے (یکساں) دیکھتا ہوں۔ پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر تم ان حقائق کو دیکھ لو جن کو میں دیکھتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ، صحابہ کرام نے عرض کیا

---

[1] ۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اللّٰهِ قَالَ رَاَیْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ۔

یارسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا؟ فرمایا میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

۸۶۵ ۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ فُضَیْلٍ جَمِیْعًا عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ وَّلَا بِالْاِنْصِرَافِ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

۸۶۶ ۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَاَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ قَالَ نَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ الْحِمَارِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ یہ خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کے سر (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۷ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ یُوْنُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَاْمَنُ الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ فِیْ صَلٰوتِهٖ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ فِیْ صُوْرَةِ حِمَارٍ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی نماز میں امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیا اس کو یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کی صورت گدھے کی صورت (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِیُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الرَّبِیْعِ بْنِ مُسْلِمٍ جَمِیْعًا عَنِ الرَّبِیْعِ ابْنِ مُسْلِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا وَكِیْعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ كُلُّهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ الرَّبِیْعِ بْنِ مُسْلِمٍ اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَجْهَ حِمَارٍ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس شخص کو یہ خوف نہیں ہے اللہ اس کے منہ کو گدھے کے منہ (کی طرح) بنا دے۔

گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی توجیہ

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کے

عذاب سے محفوظ رکھا ہے، اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام پر سبقت کرنے کی وجہ سے مقتدی کا چہرہ کیونکر مسخ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسخ صورت حقیقی ہوگا یا صورت سے مراد صفت ہے یعنی اس میں گدھے کی صفت پیدا ہو جانے گی یا مطلب یہ ہے کہ بالعموم مسخ نہیں ہوگا اگر کسی ایک آدھ شخص کی صورت مسخ ہوگئی تو وہ عموم کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ ۱۶۴ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت

۸۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَرْفَعُوْنَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ أَوْ لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔

۸۷۰۔ حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُخْصَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے، اور اس ممانعت پر اجماع ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ شریح نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اکثر علماء نے جائز کہا ہے، انھوں نے کہا آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وفی السماء رزقکم وما توعدون۔ (ذاریات: ۲۲)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

بَابُ ۱۶۵ الْأَمْرِ بِالسُّكُوْنِ فِي الصَّلٰوةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ وَرَفْعِهَا عِنْدَ السَّلَامِ وَإِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْأُوَلِ وَالتَّرَاصِّ فِيْهَا وَالْأَمْرِ بِالْاِجْتِمَاعِ

سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صف کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم

۸۷۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَرَاٰنَا حِلَقًا فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عِزِيْنَ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّوْنَ الصَّفَّ الْاَوَّلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں! نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ پھر دوبارہ تشریف لائے تو ہم کو متفرق حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر آپ نے فرمایا کہ تم متفرق طور پر کیوں بیٹھتے ہو، تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بناتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ پہلے پہلی صف پوری کرتے ہیں اور صفوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

۸۷۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ جَمِيْعًا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۸۷۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْقِبْطِيَّةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَا تُوْمُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اِنَّمَا يَكْفِيْ اَحَدَكُمْ اَنْ يَّضَعَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى اَخِيْهِ مَنْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو سلام پھیرنے کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح اشارہ کیوں کرتے ہو؛ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو۔

۸۷۴۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ فُرَاتٍ يَعْنِي الْقَزَّازَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں کے اشارہ سے "السلام علیکم"، "السلام علیکم"

إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا شَأْنُكُمْ تُشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُومِئْ بِيَدِهِ۔

کہتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو! جب تم میں سے کسی شخص نے سلام کرنا ہو تو اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

رفع یدین کا منسوخ ہونا

اس حدیث میں احناف کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور اس کے بعد رفع یدین کا حکم ابتدائی امر تھا بعد میں اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منسوخ کر دیا۔ جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے۔ امام مسلم اور بعض دوسرے حضرات اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ صحابہ سلام پھیرنے کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس سے منع کیا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ وہ الگ واقعہ ہے جو نماز سے خارج کا ہے اور یہ الگ واقعہ ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اثناء نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ نماز سکون سے پڑھو اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا واقعہ دوسرا ہے جو نماز سے خارج ہے جو کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے، ان دونوں حدیثوں کو خلط کرنا درست نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق (باب: ۱۴۸) "رفع یدین" میں گذر چکی ہے۔

بَابُ ۱۶۶ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ وَإِقَامَتِهَا وَفَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ مِنْهَا وَالْاِزْدِحَامِ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْمُسَابَقَةِ عَلَيْهَا وَتَقْدِيمِ أُولِي الْفَضْلِ وَتَقْرِيبِهِمْ مِنَ الْإِمَامِ۔

نماز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی افضلیت کا بیان

۸۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُولُ اسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اخْتِلَافًا۔

حضرت ابومسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے برابر کھڑے ہو آگے پیچھے کھڑے مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے، میرے قریب بالغ اور عقلمند لوگ کھڑے ہوں، پھر جو ان کے قریب ہوں اور پھر جو ان کے قریب، حضرت ابومسعود کہتے تھے کہ آج تو تم لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔

۸۷۶ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا جَرِيْرٌ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيْسَى ابْنُ يُوْنُسَ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

---

۸۷۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ وَ صَالِحُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ وَرْدَانَ قَالَا نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلَاثًا وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالغ اور عقلمند لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں (اس طرح تین بار فرمایا) نیز آپ نے فرمایا بازار کی لغو باتوں سے بچو۔

۸۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو درست رکھا کرو کیونکہ نماز کی صفوں کو درست کرنا نماز کے اتمام میں سے ہے۔

۸۷۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتِمُّوا الصُّفُوْفَ فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو مکمل کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

۸۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ أَقِيْمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کئی احادیث بیان کیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کی صفوں کو درست رکھو کیوں کہ صفوں کی درستی نماز کے حسن میں سے ہے۔

۸۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ الْغَطَفَانِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

---

۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا أَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ۔

کو اس طرح درست کرتے تھے جس طرح تیروں کو برابر کر کے رکھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم نے (صف درست کرنا) سمجھ لیا ہے پھر ایک دن آپ نماز پڑھانے تشریف لائے اور تکبیر کہنا چاہتے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا، اس وقت آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

۸۸۳۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَاَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اَبُو عَوَانَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۸۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِي بَكْرٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور صف اول میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور ان کو قرعہ اندازی کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو سخت دوپہر میں نماز کے لیے جانے کے ثواب کا پتا چل جائے تو وہ ضرور جائیں گے اور اگر انہیں پتا چل جائے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں جانے کا کتنا ثواب ہے تو وہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے ضرور جائیں خواہ ان کو گھسٹ کر جانا پڑے۔

۸۸۵۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا اَبُو الْاَشْهَبِ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ الْعَبْدِيِّ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِي اَصْحَابِهِ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوا وَاْتَمُّوا بِي وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُونَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا آپ نے فرمایا آگے بڑھو اور میری پیروی کرو اور میرے بعد والے تمہاری پیروی کریں گے اور ایک جماعت پیچھے ہٹتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے) مؤخر کر دے گا۔

۸۸۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا فِي مُؤَخَّرِ الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ ۔

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مسجد کے آخر میں دیکھا (اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے)

۸۸۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَا نَا عَمْرُو بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو قَطَنٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ أَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَكَانَتْ قُرْعَةً وَقَالَ ابْنُ حَرْبٍ الصَّفِّ الْأَوَّلِ مَا كَانَتْ إِلَّا قُرْعَةً ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کتنا اجر ہوتا ہے تو تم اس کے لیے قرعہ اندازی کیا کرو۔

۸۸۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری اور عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔

۸۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ حدیث منقول ہے۔

اسباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ افضل شخص کو صف اوّل میں اور امام کے قریب کھڑے ہونا چاہیے اور اس میں اس کی فضیلت کے اظہار اور اعزاز و اکرام کا بیان ہے، نیز کبھی امام کو کسی شخص کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو افضل شخص کو خلیفہ بنانے کا موقع ہوگا، نیز جو شخص علم اور عقل میں زیادہ ہوگا وہ غور سے نماز پڑھے گا اور امام کو سہو پر متنبہ کر سکے گا، اور یہ امر صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ صاحب فضیلت کو ہر مجلس میں مقدم رکھنا چاہیے، اور قضاء، ذکر، مشاورت، جہاد، امامت صلوٰۃ، تدریس، افتاء اور سماع حدیث کی تمام مجالس میں صاحب فضیلت شخص کو صدر مجلس کے قریب بٹھانا چاہیے اور لوگوں کو علم، دین، عقل، شرف، عمر اور کفو کے مرتبہ کے اعتبار سے اپنے مرتبہ کے مطابق بٹھانا چاہیے، اور احادیث صحیحہ میں اس کی تائید ہے[1]

عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۸۸۲ میں ہے اگر لوگوں کو پتا چل جائے کہ عتمہ (عشاء) اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو ان کو اگر گھسٹ گھسٹ کر بھی نماز پڑھنے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

کے لیے آنا پڑے تو وہ آئیں گے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عشاء اور صبح کی نمازوں پر بہت زیادہ برانگیختہ کیا ہے اور ان کے عظیم اجر و ثواب کا بیان کیا ہے، کیونکہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے نیند اور آرام کو چھوڑنے کے لیے بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اسی وجہ سے یہ دونوں نمازیں منافقین پر دشوار ہیں۔

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کو عتمہ فرمایا ہے، حالانکہ حدیث میں عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی ممانعت ہے، کیونکہ عتمہ کا معنی اندھیرا ہے اور نماز نور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عشاء کو عتمہ فرمانا بیان جواز کے لیے ہے اور یہ کہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں تھی، دوسرا جواب یہ ہے کہ دیہاتی مغرب کی نماز کو بھی عشاء کہتے تھے، اگر آپ یہاں عشاء کا لفظ فرماتے تو وہ اس کو مغرب پر محمول کر لیتے، اس لیے آپ نے عتمہ کا لفظ فرمایا۔ [1]

بَابُ (۱۶۷) اَمْرِ النِّسَآءِ الْمُصَلِّيَاتِ وَرَآءَ الرِّجَالِ اَنْ لَّا يَرْفَعْنَ رُءُوْسَهُنَّ مِنَ السُّجُوْدِ حَتّٰى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں مردوں سے پہلے سجدے سے سر نہ اٹھائیں

۸۹۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ الرِّجَالَ عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ مِثْلَ الصِّبْيَانِ مِنْ ضِيْقِ الْاُزُرِ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَائِلٌ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَرْفَعَ الرِّجَالُ۔

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرد تنگی کی وجہ سے بچوں کی طرح تہبند گلے میں باندھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس موقع پر کسی شخص نے کہا کہ "اے عورتو! تم نمازیں (سجدہ کے وقت) مردوں سے پہلے اپنا سر نہ اٹھایا کرو۔

ف: اس حدیث میں شرمگاہ کے ستر کا حکم ہے، عورتوں کو مردوں سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں سجدہ سے اٹھتے وقت مرد کی شرمگاہ کھل جائے اور اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

بَابُ (۱۶۸) خُرُوْجِ النِّسَآءِ اِلَى الْمَسَاجِدِ اِذَا لَمْ يَتَرَتَّبْ عَلَيْهِ فِتْنَةٌ وَّاَنَّهَا لَا تَخْرُجُ مُطَيَّبَةً

جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورتوں کے مساجد میں جانے کا جواز بہ شرطیکہ وہ خوشبو نہ لگائیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

٨٩١ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ سَالِمًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَتْ أَحَدَكُمُ امْرَأَتُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

٨٩٢ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَّكُمْ إِلَيْهَا قَالَ فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ .

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجدوں میں جانے سے منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے بلال نے کہا قسم بخدا ہم ان کو مسجد میں جانے سے ضرور منع کریں گے، راوی کہتا ہے کہ پھر عبداللہ بن عمر بلال پر اس قدر شدید ناراض ہوئے کہ اتنا کسی اور پر ناراض نہیں ہوتے تھے، اور فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں، اور تم کہتے ہو کہ میں ضرور منع کروں گا۔

٨٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي وَابْنُ إِدْرِيسَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو۔

٨٩٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَآءُكُمْ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دو۔

٨٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَآءَ مِنَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ فَقَالَ ابْنٌ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ لَا نَدَعُهُنَّ يَخْرُجْنَ فَيَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا قَالَ فَزَجَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَقَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے نہ روکو حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے نے کہا ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے ورنہ یہ بہت سے کاموں کے لیے بہانہ بنا لیں گی۔ راوی

اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُوْلُ لَا نَدَعُهُنَّ۔

کہتا ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے کو خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم اجازت نہیں دیں گے۔

٨٩٦۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا عِيْسٰى عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

٨٩٧۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنُوْا لِلنِّسَآءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ فَقَالَ ابْنٌ لَّهٗ يُقَالُ لَهٗ وَاقِدٌ اِذًا يَتَّخِذْنَهٗ دَغَلًا قَالَ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِهٖ وَقَالَ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ لَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے کی اجازت دو، ان کے بیٹے واقد نے کہا پھر یہ عورتیں اس اجازت کو برائی کا بہانہ بنالیں گی، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے سینہ پر مارا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم انکار کرتے ہو۔

٨٩٨۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ قَالَ نَا سَعِيْدٌ يَعْنِی ابْنَ اَبِیْ اَيُّوْبَ قَالَ نَا كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَآءَ حُظُوْظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِذَا اسْتَاْذَنُوْكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ اَنْتَ لَنَمْنَعُهُنَّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورتوں کو مسجد میں جانے کے ثواب سے نہ روکو جب وہ تم سے اجازت لیں (ان کے بیٹے) بلال نے کہا قسم بخدا ہم ان کو ضرور روکیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو ضرور روکیں گے۔

٨٩٩۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِیُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَخْرَمَةُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةَ كَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا شَهِدَتْ اِحْدٰكُنَّ الْعِشَآءَ فَلَا تَطَيَّبْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ۔

زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (عورتوں) میں سے کوئی عشاء کی نماز پڑھنے جائے تو خوشبو لگا کر نہ جائے۔

٩٠٠۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ بُكَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ بُسْرِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا.

سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔

۹۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَحْيَى أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔

۹۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ أَنِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُنِعْنَ الْمَسْجِدَ قَالَتْ نَعَمْ.

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس (بناؤ سنگھار) کو دیکھ لیتے جو عورتیں اب کرتی ہیں تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے عمرہ سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا، انھوں نے کہا ہاں!

۹۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ دیگر اسانید سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکنے کو منع فرمایا ہے یہ نہی تنزیہی ہے، امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جوان عورتیں مطلقاً نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں نہ جائیں اور بوڑھی عورتیں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں جا سکتی ہیں۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے (مسلم) نیز مسند بزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مرد جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لے کر ہم پر سبقت کر گئے، ہم یہ ثواب

کس طرح پائیں، آپ نے فرمایا "تم میں سے جو عورت گھر پر بیٹھے گی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ثواب پائے گی"۔ (بحوالہ روح المعانی ج ۲۲ ص ۷) نیز احادیث مسلم میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ اور موجودہ دور میں عورتوں کی نمود و نمائش بناؤ سنگھار نیم عریاں لباس اور بازاروں میں بے ملہ لوگوں کی کثرت خصوصیت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ عورتوں کو گھروں میں پابند رکھا جائے اور شمع خانہ کو چراغ محفل بنانے سے روکا جائے۔

عورت اپنے خاوند کی اجازت سے والدین کی زیارت، اقارب کی عیادت اور تعزیت کے لیے پردہ کے اہتمام کے ساتھ گھر سے باہر جا سکتی ہے یا پھر حج کے لیے خاوند یا کسی محرم کے ساتھ جا سکتی ہے اس کے علاوہ عورت کو قرن فی بیوتکن (احزاب: ۳۳) "اپنے گھروں میں رہو" کے حکم کے مطابق گھر کی چار دیواری میں رہنا چاہیے اور نماز گھر میں پڑھنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۹۰۳ میں ہے: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ میں عورتوں کے میک اپ میں طرح طرح کی بدعات اور منکرات کو دیکھ لیتیں تو اس سے بھی زیادہ شدت سے عورتوں کے مساجد میں جانے کا انکار کرتیں۔ خصوصاً شہری خواتین کا میک اپ، کیونکہ اس کی خرابیاں بیان سے باہر ہیں۔ (اور آج کل بیوٹی پارلر میں جس طرح عورتیں میک اپ کراتی ہیں اگر علامہ عینی اس کا مشاہدہ کر لیتے تو مارے حیرت کے بے ہوش ہو جاتے۔) بعض خرابیاں حسب ذیل ہیں:

ا۔ عورتوں کا تنگ، چست اور نیم عریاں لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا۔
ب۔ عورتوں کا بے نقاب ہو کر مردوں کی بھیڑ میں خوشبو لگا کر بازاروں میں شاپنگ کے لیے ناز و انداز سے چلنا۔
ج۔ عورتوں کا بے پردہ مختلف سواریوں پر سوار ہو کر جانا۔
د۔ ساحل سمندر پر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے جانا۔
ہ۔ بیویوں کا خاوندوں پر حکم چلانا اور ان کو اپنا تابع بنا کر رکھنا۔
و۔ مردوں کی بھیڑ میں عورتوں کا بلند آواز سے چیزیں فروخت کرنا۔ (ہمارے زمانہ میں عورتوں کا سیل گرل ہونا، دفاتر، بینکوں، ہوٹلوں، ہسپتالوں اور ہوائی جہاز کی سروسز میں اجنبی مردوں کے ساتھ مخلوط رہ کر کام کرنا۔)
ز۔ عورتوں کا بطور سوسائٹی گرل مخرب اخلاق کاموں میں مشغول رہنا۔
ج۔ ٹرین اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بے پردہ اجنبی مردوں کے ساتھ سفر کرنا۔

ط۔ بعض عورتوں کا جسم فروشی کے لیے بس سٹاپس، پارکوں، تفریح گاہوں اور ہوٹلوں میں لگا بھگ کر ناز و انداز کی مختلف ترغیبات اور تحریصات سے اپنی طرف مائل کرنا اور گناہ کی دعوت دینا۔

ی۔ کلبوں، حماموں اور سوئمنگ پول میں عورتوں کا اجنبی مردوں کے ساتھ تیرنا اور ان کے جسم کو مساج کرنا۔

ک۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ رقص کرنا۔

ل۔ عورتوں کا اجرت پر گانا سنانا، آرٹ کے نام پر ٹی وی ڈراموں اور ریڈیو پروگراموں میں اجنبی مردوں کے ساتھ کام کرنا۔

م۔ ماڈل گرل بننا اور فلم سٹوڈیوز میں اداکاری کے جوہر دکھانا جس میں اجنبی مردوں کے ساتھ ناچ، گانا، ہم آغوشی ہونا اور دیگر فحش کام شامل ہیں، پھر اسٹیج اور اسکرین پر اپنے حسن و جمال اور جسم کے نیم عریاں نشیب و فراز کو نئے نئے زاویوں سے دکھانا۔

ن۔ اجنبی مردوں کے ساتھ، کرکٹ، ہاکی، فٹ بال کھیلنا اور دوڑ میں حصہ لینا۔

س۔ عورتوں کا لیڈر بننا، اجنبی مردوں سے ہاتھ ملانا اور مردوں کے اجتماع میں جوش و خروش سے تقریریں کرنا۔

ع۔ عورتوں کا اپنے مطالبات کے جلوس نکالنا اور مظاہرے کرنا۔

ف۔ دوپٹہ کو بطور سکارف گلے میں ڈالنا اور سینہ کھلا چھوڑ کر بازاروں اور تفریح گاہوں میں گھومنا۔

ص۔ عورتوں کا فوج اور پولیس میں بھرتی ہونا۔

ش۔ مخلوط تعلیم کا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عام ہونا، اور مردوں کا عورتوں کو اور عورتوں کا مردوں کو پڑھانا، اسی طرح جنس مخالف کو سیکرٹری رکھنا۔

یہ اور اس جیسی بہت سی غیر شرعی باتیں ہیں جن کو اب عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے اور فحش امور کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ ایک شریف اور باحیا خاتون کا پردہ کی حدود میں گھر سے نکلنا بھی ابتلاءً معصیت کے خطرہ سے خالی نہیں رہا، ایک طرف مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اور دوسری طرف اس کے مقابلہ میں فسق و فجور میں مبتلا ہونے اور عزت اور عصمت کے لٹ جانے کا شدید خطرہ ہے اور ایسی شکل میں جب کم فائدہ زیادہ نقصان اٹھانے کے خطرہ پر موقوف ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ اس کم فائدہ کو ترک کر دیا جائے اور زیادہ نقصان اٹھانے کا خطرہ نہ مول لیا جائے، اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ایجاد کیے ہوئے ان نئے کاموں کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیسے جان لیا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کاموں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو معلوم تھا کہ دین اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کی جڑ کاٹ دی جائے اور جس چیز میں فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو اس کو ترک کر دیا جائے، جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کو منہدم

کر کے اس کی بناء ابراہیم پر دوبارہ تعمیر نہیں کی، (بخاری ج ۱ ص ۲۲) نیز حضرت عائشہ نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، (شمائل ترمذی ص ۹۶)۔ نیز صحیح مسلم میں ہے جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے، اور سنن ابوداؤد میں ہے عورتیں بدبودار حالت میں مسجد جائیں، ان احادیث میں بھی یہ اشارہ ہے کہ جب عورتیں خوشبو لگانے اور فاخرہ لباس پہننے کی عادی ہوں تو پھر ان کو مسجدوں میں جانے سے منع کیا جائے[1]

شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے عورتوں کے ستر و حجاب، گھر سے باہر نکلنے اور مساجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق زیادہ تفصیل سے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے اور مذاہب ائمہ بیان کیے ہیں۔

بَابُ ۶۹ التَّوَسُّطِ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ الْجَهْرِيَّةِ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِسْرَارِ إِذَا خَافَ مِنَ الْجَهْرِ مَفْسَدَةً

جہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا

۹۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَارٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَ ذٰلِكَ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ قِرَاءَتَكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ أَسْمِعْهُمُ الْقُرْآنَ وَلَا تَجْهَرْ ذٰلِكَ الْجَهْرَ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا يَقُولُ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْمُخَافَتَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی آیت مبارکہ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر بلند آواز سے قرآن پڑھ کر صحابہ کو جماعت کراتے، مشرکین جب قرآن سنتے تو قرآن مجید کو، قرآن مجید نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور قرآن لانے والے کو برا کہتے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اس قدر بلند آواز سے قرآن مجید نہ پڑھیں کہ مشرکین سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سن سکیں، بلندی اور پستی کے درمیان قرآن شریف پڑھیں۔

۹۰۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آیہ کریمہ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا دعا کے بیان میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۹-۱۵۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بِهَا قَالَ أُنْزِلَ بِهٰذَا فِي الدُّعَاءِ ۔

۹۰۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّقَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ

بَابُ الْاِسْتِمَاعِ لِلْقُرْاٰنِ

۹۰۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ كُلُّهُمْ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مُّوْسَى بْنِ أَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيْلُ بِالْوَحْيِ كَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهٖ لِسَانَهٗ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ فَكَانَ ذٰلِكَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ أَخْذَهٗ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ نَّجْمَعَهٗ فِيْ صَدْرِكَ وَقُرْاٰنَهٗ فَتَقْرَأُهٗ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ لَهٗ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ أَنْ نُّبَيِّنَهٗ بِلِسَانِكَ فَكَانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيْلُ أَطْرَقَ فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهٗ كَمَا وَعَدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

۹۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مُّوْسَى بْنِ أَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً كَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے ۔

قرآن مجید سننے کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت مبارکہ لا تحرك به لسانك کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب جبرائیل وحی لے کر نازل ہوتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (یاد کرنے کی خاطر) اپنی زبان مبارک اور ہونٹوں کو جلدی جلدی ہلاتے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه ۔ آپ یاد کرنے کی خاطر زبان کو جلدی نہ ہلائیے، قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور آپ سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے اور فاذا قرانٰه فاتبع قرانه ۔ کی تفسیر میں فرمایا جب ہم آپ پر قرآن نازل کریں تو آپ غور سے سنیں اور ان علینا بیانه کی تفسیر میں فرمایا ہم آپ کی زبان سے قرآن بیان کرائیں گے، اس کے بعد جب جبرائیل آتے تو آپ گردن جھکا کر بیٹھ جاتے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق پڑھنا شروع کر دیتے ۔

حضرت ابن عباس لا تحرك به لسانك لتعجل به کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے نزول کے وقت بہت مشقت اٹھاتے تھے اور اپنے ہونٹ ہلاتے تھے، یہ کہہ کر حضرت ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا میں تم کو ہونٹ ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا اُحَرِّكُهُمَا كَمَا كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ قَالَ جَمْعُهٗ فِيْ صَدْرِكَ ثُمَّ تَقْرَاُهٗ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ فَاسْتَمِعْ وَاَنْصِتْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا اَنْ تَقْرَاَهٗ قَالَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ فَاِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَاَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اَقْرَاَهٗ۔

ہونٹ ہلاتے تھے پھر سعید نے کہا میں تم کو ہونٹ ہلا کر دکھلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس نے ہونٹ ہلائے تھے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه۔ حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قرآن مجید کو آپ کے سینہ میں جمع کریں گے اور آپ سے پڑھوائیں گے اور فاذا قراناه فاتبع قرانه۔ اس کی تفسیر میں فرمایا آپ خاموشی سے قرآن مجید سنیں پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ سے قرآن مجید پڑھوائیں اس کے بعد جب جبرائیل علیہ السلام آتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید سنتے اور جب جبرائیل چلے جاتے تو آپ اس کی قرأت کے مطابق قرآن مجید پڑھتے۔

قرآن مجید سننے کا شرعی حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔ (اعراف، ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

نماز اور خارج از نماز دونوں جگہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا، پھر قرآن مجید کا سننا اس وقت واجب ہے جب کوئی عذر نہ ہو، اسی وجہ سے قنیہ میں لکھا ہے کہ جب گھر میں بچہ قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو وہ قرآن مجید کے نہ سننے میں معذور ہیں، بشرطیکہ اس نے ان کے کام میں شروع ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کیا ہو، ورنہ وہ معذور نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید پڑھنے کے دوران فقہ کو پڑھنے کا حکم ہے، اور فتح القدیر میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص فقہ کو لکھ رہا ہے اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور لکھنے والے کے لیے قرآن مجید سننا ممکن نہیں ہے، تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص چھت پر قرآن مجید پڑھے اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گنہ گار ہوگا، کیونکہ اس کے نہ سننے کا سبب وہ شخص ہے یا اس لیے کہ وہ ان کو بیدار کر کے انہیں ایذا پہنچا رہا ہے، شرح المنیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے، کیونکہ قرآن مجید کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے تاکہ قرآن مجید

کا پڑھا جانا ضائع نہ ہو، اور بعض لوگوں کے سننے سے یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، جس طرح سلام کے جواب کے لیے سب کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، بعض کا جواب دینا کافی ہے تاکہ مسلمان کا حق ادا ہو جائے، البتہ قرآن مجید پڑھنے والے پر قرآن مجید کا احترام کرنا واجب ہے۔ بایں طور کہ وہ بازاروں میں اور لوگوں کی مشغولیت کی جگہوں میں قرآن مجید نہ پڑھے، اور اگر اس نے ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھا تو وہی قرآن مجید کے احترام کو ضائع کرنے کا سبب ہوگا اور نہ سننے کا گناہ اسی کو ہوگا اور جو لوگ مشغول ہیں ان کو گناہ نہیں ہوگا، تاکہ لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں، اور قاضی القضاۃ یحیی منقار زادہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔ [1]

تحقیق یہی ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

> متعدد مفسرین نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز اور خطبہ جمعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہمارے اصحاب کی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص فقہ لکھ رہا ہو اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس کے لیے قرآن سننا ممکن نہ ہو تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا۔ [2]

باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینوں کا شرعی حکم

ہمارے ہاں عام رواج یہ ہے کہ مساجد میں باہر کے لاؤڈ سپیکر پر تراویح اور شبینہ پڑھتے ہیں جس کی آواز باہر بازاروں، دکانوں اور محلہ کے گھروں میں جاتی ہے، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن مجید نہیں سن سکتے جس سے قرآن مجید کا احترام ضائع ہوتا ہے، اس کا گناہ اور وبال ان لوگوں پر ہوگا جو باہر کے اسپیکر کو کھول دیتے ہیں، مسجد کی انتظامیہ پر واجب ہے کہ وہ صرف اندر کے اسپیکر کھولیں یا بغیر اسپیکر کے تراویح اور شبینہ پڑھیں۔

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِنِّ

۹۰۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

صبح کی نماز میں جہراً قرأت کرنا اور جنوں پر قرآن مجید پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جنات کے سامنے قرآن پڑھا اور نہ ان کو دیکھا (بلکہ اصل واقعہ یہ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وَسَلَّمَ عَلَى الْجِنِّ وَمَا رَآهُمْ انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا مَا لَكُمْ قَالُوا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوا مَا ذَاكَ إِلَّا مِنْ شَيْءٍ حَدَثَ فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوا مَا هٰذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ السَّمَاءِ فَانْطَلَقُوا يَضْرِبُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَمَرَّ النَّفَرُ الَّذِينَ أَخَذُوا نَحْوَ تِهَامَةَ وَهُوَ بِنَخْلٍ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوا لَهُ وَقَالُوا هٰذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَرَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ۔

ہے) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے اور اس وقت جنات کا آسمان پر جانا اور وہاں سے خبریں لانا بند ہو چکا تھا اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے جانے لگے، اس موقع پر جنات اپنی قوم کے پاس گئے اور پوچھا کیا ماجرا ہے، قوم نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں، انھوں نے کہا کہ اس کا سبب ضرور کوئی نیا واقعہ ہے اس لیے تمام مشرق اور مغرب میں پھرو اور دیکھو وہ کیا چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے، اس کے بعد جنات نے روئے زمین کے تمام مشرق و مغرب کا دورہ کیا ان میں سے کچھ تہامہ گئے، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار میں مقام نخل میں صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جب جنات نے قرآن مجید کی آواز سنی تو غور سے سننا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے پھر وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور کہنے لگے اے قوم! ہم نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن "آپ کہیے کہ مجھ پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا۔"

٩١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ دَاوٗدَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَاَلْتُ عَلْقَمَةَ هَلْ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ قَالَ فَقَالَ عَلْقَمَةُ اَنَا سَاَلْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقُلْتُ هَلْ شَهِدَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ قَالَ لَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْاَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ فَقُلْنَا اسْتُطِيْرَ اَوِ اغْتِيْلَ قَالَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اِذَا هُوَ جَآءٍ مِّنْ قِبَلِ حِرَآءٍ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَقَالَ اَتَانِيْ دَاعِي الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهٗ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَانْطَلَقَ بِنَا فَاَرَانَا اٰثَارَهُمْ وَاٰثَارَ نِيْرَانِهِمْ وَسَاَلُوْهُ الزَّادَ فَقَالَ لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِيْ اَيْدِيْكُمْ اَوْفَرَ مَا يَكُوْنُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِّدَوَآبِّكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا فَاِنَّهُمَا طَعَامُ اِخْوَانِكُمْ۔

عامر کہتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا کیا حضرت عبداللہ بن مسعود لیلۃ الجن (جنات سے ملاقات کی رات) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، علقمہ نے کہا میں نے یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود سے پوچھی تھی کہ کیا آپ میں سے کوئی لیلۃ الجن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا انھوں نے فرمایا نہیں لیکن ایک رات ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (اچانک) آپ نگاہوں سے اوجھل ہوگئے، ہم پہاڑوں کی گھاٹیوں اور وادیوں میں آپ کو تلاش کرنے لگے ہم نے سوچا کہ (شاید) آپ کو جن لے گئے یا کسی نے آپ کو شہید کر دیا، وہ رات ہم نے سخت بے چینی سے گذاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ آپ (غار) حرا کی جانب سے آرہے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! رات کو آپ ہم سے اوجھل ہوگئے، ہم نے بہت ڈھونڈا مگر آپ نہیں ملے. یہ رات ہم نے اس طرح گذاری جیسے کوئی قوم سخت کرب اور بے چینی سے رات گذارتی ہے، آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کی طرف سے ایک نمائندہ آیا تھا میں اس کے ساتھ گیا اور جنات کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور ہم کو جنات کے اور ان کی آگ کے آثار دکھائے. جنات نے آپ سے اپنی خوراک کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ہر وہ جانور جس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا اس کی ہڈی تمہاری خوراک ہے، تمہارے پاس آتے ہی وہ گوشت سے پُر ہو جائے گی اور ہر اونٹ کی مینگنی تمہارے جانوروں کا چارہ ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں چیزوں سے استنجا

نہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔

۹۱۱۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوٗدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلٰى قَوْلِهٖ وَاٰثَارَ نِيْرَانِهِمْ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَسَأَلُوْهُ الزَّادَ وَكَانُوْا مِنْ جِنِّ الْجَزِيْرَةِ إِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ مِنْ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ مُفَصَّلًا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی اور اس میں صرف یہ اضافہ ہے کہ وہ تمام جن جزیرہ کے تھے۔

۹۱۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ عَنْ دَاوٗدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى قَوْلِهٖ وَاٰثَارَ نِيْرَانِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور کہا اس سند کے ساتھ روایت میں حدیث کا آخری حصہ نہیں ہے۔

۹۱۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمْ أَكُنْ لَيْلَةَ الْجِنِّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَدِدْتُّ أَنِّيْ كُنْتُ مَعَهٗ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جنات سے ملاقات کی رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا اور میری یہ تمنا تھی کہ کاش میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔

۹۱۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مَعْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْكَ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ أَنَّهٗ اٰذَنَتْهُ بِهِمْ شَجَرَةٌ۔

معن کے والد نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے قرآن سنا اس رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی تھی؟ مسروق نے کہا مجھے تمہارے باپ یعنی ابن مسعود نے بتلایا ہے کہ آپ کو ایک درخت نے جنات کی خبر دی تھی۔

جنات کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۹۰۹ میں حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات نہیں ہوئی اور حدیث نمبر ۹۱۰ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات ہوئی ہے، اس تضاد کو علماء نے اس طرح دور کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے اوائل نبوت کے واقعہ کا ذکر کیا ہے اس وقت جنات نے اتفاقاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں قرآن سن لیا تھا، اس سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اوائل نبوت میں صبح کی نماز باجماعت فرض ہو چکی تھی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے جس ملاقات کا ذکر کیا ہے وہ بعد کا واقعہ ہے۔

اس بات میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جنات احکام شرعیہ کے مکلف ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (ذاریات، ٥٦) میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی، علامہ سبکی سے نقل فرماتے ہیں کہ جنات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تمام احکام کے مکلف ہیں اور بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جنات مختلف عقائد پر مشتمل ہیں مثلاً رافضہ قدریہ وغیرہ بد عقیدہ فرقے بھی ہیں، نیز ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام احکام شرعیہ میں جن ہماری طرح مکلف ہیں نیز علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جو مومن ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں اور انسانوں سے اس طرح علوم سیکھتے ہیں کہ انھیں پتا نہیں چلتا۔[1]

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جن کفار میں سے ہیں ان کو آخرت میں عذاب ہوگا، کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

لاملئن جهنم من الجنة والناس۔ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مومنین اور نیک جن جنت میں داخل ہو کر جنت کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں گے یا ان کو جانوروں کی طرح مٹی بنا دیا جائے گا، صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے اور یہی حسن بصری، ضحاک، مالک بن انس اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہم کا مسلک ہے۔[2]

جنات کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم پر تصرف کرتے ہیں اس کے متعلق ہم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں لکھا ہے۔

بَابُ ١٢ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت

٩١٥ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ الْحَجَّاجِ يَعْنِي الصَّوَّافَ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھاتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دو سورتیں

---

[1] علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ٩٧٤ھ، فتاویٰ ابن حجر ص ٧٠، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر، ١٣٥٦ھ

[2] علامہ محی الدین نووی متوفی ٦٧٦ھ، شرح صحیح مسلم علی ذیل مسلم ج ١ ص ١٨٥، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ھ

قَتَادَةَ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ الثَّانِيَةَ وَكَذٰلِكَ فِي الصُّبْحِ

پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (تعلیم کے لیے) سناتے بھی تھے اور ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی نسبت زیادہ قرأت کرتے تھے، اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

٩١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا هَمَّامٌ وَأَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھا کرتے تھے، اور کبھی کبھی ایک آدھ آیت ہمیں بھی سنا دیتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

٩١٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ يَحْيَى نَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْزِرُ قِيَامَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ قِرَاءَةِ الٓمٓ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ قِيَامِهِ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَتِهِ الٓمٓ تَنْزِيلُ وَقَالَ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً -

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں اتنی دیر قیام کرتے تھے جتنی دیر میں سورۂ الم تنزیل السجدہ پڑھی جائے، اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف مقدار تک قیام کرتے اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں آپ ظہر کی آخری دو رکعتوں کے برابر قیام کرتے اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نسبت نصف قیام کرتے۔

٩١٨ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کی مقدار قرأت کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کے برابر یا اس (تیس آیات) کی آدھی مقدار اور عصر کی پہلی دو رکعتوں

ثَلٰثِيْنَ اٰيَةً وَّفِي الْاُخْرَيَيْنِ قَدْرَ خَمْسَ عَشَرَ اٰيَةً اَوْ قَالَ نِصْفَ ذٰلِكَ وَفِي الْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ قِرَآءَةِ خَمْسَ عَشَرَةَ وَفِي الْاُخْرَيَيْنِ قَدْرَ نِصْفِ ذٰلِكَ ۔

میں پندرہ آیتوں کی مقدار قرأت کرتے اور آخری دو رکعتوں میں اس کی آدھی مقدار ۔

---

۹۱۹ ۔ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ شَكَوْا سَعْدًا اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرُوْا مِنْ صَلٰوتِهٖ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ عُمَرُ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَذَكَرَ لَهٗ مَا عَابُوْهُ بِهٖ مِنْ اَمْرِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا اِنِّيْ لَاَرْكُدُ بِهِمْ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ فَقَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن خطاب سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کی شکایت کی. حضرت عمر نے حضرت سعد کو بلوایا اور ان سے اہل کوفہ کی شکایت کا ذکر کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے، میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں اس سے کم۔ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا اے ابو اسحاق تم سے مجھے یہی حسن ظن تھا۔

۹۲۰ ۔ **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ جَرِيْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے ۔

---

۹۲۱ ۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ قَدْ شَكَوْكَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَمُدُّ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ وَمَا اٰلُوْا مَا اقْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ اَوْ ذَاكَ ظَنِّيْ بِكَ ۔

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا کہ لوگ تمہاری ہر بات کی شکایت کرتے ہیں حتی کہ نماز پڑھانے کی بھی شکایت کرتے ہیں، حضرت سعد نے کہا میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم اور جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا ، حضرت عمر نے فرمایا تم سے یہی حسن ظن تھا.

۹۲۲ ۔ **حَدَّثَنَا** اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَاَبِيْ عَوْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ وَزَادَ فَقَالَ تُعَلِّمُنِيْ

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ (اہل کوفہ کی شکایت پر) حضرت سعد نے کہا یہ دیہاتی

الْاِعْرَابُ بِالصَّلٰوةِ ۔

۹۲۳ ۔ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدٍ وَّهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَقَدْ كَانَتْ صَلٰوةُ الظُّهْرِ تُقَامُ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقْضِيْ حَاجَتَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَأْتِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِمَّا يُطَوِّلُهَا ۔

۹۲۴ ۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيْعَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَزَعَةُ قَالَ اَتَيْتُ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مَكْثُوْرٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ اِنِّيْ لَا اَسْئَلُكَ عَمَّا يَسْئَلُكَ هٰؤُلَاءِ عَنْهُ قُلْتُ اَسْئَلُكَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ فِيْ ذٰلِكَ مِنْ خَيْرٍ فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ كَانَتْ صَلٰوةُ الظُّهْرِ تُقَامُ فَيَنْطَلِقُ اَحَدُنَا اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقْضِيْ حَاجَتَهٗ ثُمَّ يَأْتِيْ اَهْلَهٗ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ۔

مجھے نماز سکھاتے ہیں ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر کی جماعت کھڑی ہو جاتی اور پھر کوئی شخص بقیع جا کر اپنا کام کر آتا پھر وضو کرتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابھی پہلی رکعت میں ہوتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس قدر طویل پڑھتے تھے ۔

قزعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدری کے پاس گیا اس وقت وہاں بہت سے لوگ موجود تھے، جب وہ آدمی چلے گئے تو میں نے کہا میں آپ سے وہ باتیں پوچھنے نہیں آیا جو باتیں یہ لوگ پوچھ رہے ہیں بلکہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں، حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ اس سوال میں تمہارے لیے بھلائی نہیں ہے (کیونکہ تم ایسی نماز نہیں پڑھ سکتے) اس نے جب زیادہ اصرار کیا تو حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا ظہر کی جماعت کھڑی ہو جاتی اور ہم میں سے کوئی شخص بقیع جا کر اپنے کام سے فارغ ہو کر آ جاتا پھر اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد میں جاتا تو ابھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں ہوتے ۔

بَابُ ۱۷۳ الْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ

۹۲۵ ۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَّتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ

صبح کی نماز میں قرأت

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور سورۃ المؤمنون کی قرأت شروع کی، جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر آیا یا عیسیٰ علیہ السلام کا (راوی کو شک ہے) تو رسول اللہ

بن سفیان وعبد اللہ بن عمرو بن العاص وعبد اللہ
ابن المسیب العابدی عن عبد اللہ بن السائب قال
صلی لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصبح بمکۃ فاستفتح
سورۃ المؤمنین حتی جاء ذکر موسی وھارون او ذکر عیسی
محمد بن عباد یشک او اختلفوا علیہ اخذت النبی صلی اللہ
علیہ وسلم سعلۃ فرکع وعبد اللہ بن السائب حاضر ذلک
وفی حدیث عبد الرزاق فحذف فرکع وفی حدیثہ وعبد اللہ
بن عمرو ولم یقل ابن العاص ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آگئی تو آپ نے قرأت موقوف کر دی اور رکوع میں چلے گئے ۔

٩٢٦ - وحدثنی زھیر بن حرب قال نا
یحیی بن سعید ح وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ
قال نا وکیع ح وحدثنی ابو کریب واللفظ لہ
قال انا ابن بشر عن مسعر قال حدثنی الولید
بن سریع عن عمرو بن حریث انہ سمع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الفجر واللیل اذا عسعس

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں والیل اذا عسعس سنا ۔

٩٢٧ - حدثنی ابو کامل الجحدری فضیل
بن حسین قال نا ابو عوانۃ عن زیاد بن علاقۃ
عن قطبۃ بن مالک قال صلیت وصلی بنا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ ق والقرآن
المجید حتی قرأ والنخل باسقات قال فجعلت
اردد ھا ولا ادری ما قال ۔

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۂ ق والقرآن المجید - والنخل باسقات تک پڑھی ، میں اس آیت کو دہراتا رہا ، راوی کہتا ہے مجھے پتا نہیں انھوں نے کیا کہا ۔

٩٢٨ - حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ قال نا
شریک وابن عیینۃ ح وحدثنی زھیر بن حرب
قال نا ابن عیینۃ عن زیاد بن علاقۃ عن قطبۃ
بن مالک رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یقرأ فی الفجر والنخل باسقات لھا طلع نضید ۔

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں سنا آپ پڑھ رہے تھے ۔ والنخل باسقات لها طلع نضيد ۔

٩٢٩ - وحدثنا محمد بن بشار قال نا محمد
بن جعفر قال نا شعبۃ عن زیاد بن علاقۃ عن
عمہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصبح
فقرأ فی رکعۃ والنخل باسقات لھا طلع نضید

زیاد بن علاقہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں والنخل باسقات لها طلع نضيد ۔ کی قرأت کی اور بسا اوقات

وَرُبَّمَا قَالَ قٓ۔

٩٣٠۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَكَانَ صَلٰوتُهٗ بَعْدُ تَخْفِيْفًا۔

٩٣١۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُخَفِّفُ الصَّلٰوةَ وَلَا يُصَلِّيْ صَلٰوةَ هٰٓؤُلَآءِ قَالَ وَاَنْبَاَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا

٩٣٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ بِاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِي الصُّبْحِ اَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

٩٣٣۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْدَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الصُّبْحِ بِاَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

٩٣٤۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ۔

٩٣٥۔ حَدَّثَنَا اَبُوْكُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ

کہتے ہیں کہ آپ نے سورۂ ق کو پڑھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں قٓ والقراٰن المجید پڑھتے اور دوسری رکعت میں تخفیف کرتے۔

سماک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تخفیف سے نماز پڑھتے تے اور لوگوں کی طرح لمبی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ صبح کی نماز میں قٓ والقراٰن المجید۔ یا اس کی مثل سورتیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں واللیل اذا یغشٰی اور عصر کی نماز میں اس کی مثل قرأت کرتے اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی قرأت کرتے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلٰی اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی قرأت کرتے تھے۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں

أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ۔

ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

---

۹۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هٰذِهِ السُّورَةَ إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے مجھ کو سورۃ والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا وہ کہنے لگیں اے میرے بیٹے تمہارے اس سورت کو پڑھنے سے مجھے یاد آگیا کہ میں نے آخری مرتبہ یہ سورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سنی تھی۔

---

۹۳۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ ثُمَّ مَا صَلّٰى بَعْدُ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے اپنی وفات تک نماز نہیں پڑھائی۔

---

۹۳۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سورۂ طور سنی۔

---

۹۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ ۔

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِي الْعِشَآءِ

٩٤٠ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ كَانَ فِي سَفَرٍ فَصَلَّى الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ فَقَرَأَ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۔

٩٤١ ۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهٗ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ فَقَرَأَ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۔

٩٤٢ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا مِسْعَرٌ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ ابْنَ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْعِشَآءِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ ۔

٩٤٣ ۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِيْ فَيَؤُمُّ قَوْمَهٗ فَصَلّٰى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ أَتٰى قَوْمَهٗ فَأَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهٗ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَهٗ أَنَافَقْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلَاٰتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاُخْبِرَنَّهٗ فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّا

عشاء کی نماز میں قراءت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی ایک رکعت میں سورۂ والتین والزیتون پڑھی

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، آپ نے سورۂ والتین والزیتون پڑھی ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عشاء کی نماز میں سورۂ والتین والزیتون سنی، آپ کے علاوہ کسی اور شخص کو میں نے ایسی خوش الحانی سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سُنا ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر آکر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے ایک رات انہوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پھر آکر اپنی قوم کو جماعت کرائی اور اس میں سورۂ بقرہ شروع کر دی، ایک شخص سلام پھیر کر جماعت سے نکل گیا اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا، لوگوں نے اس سے کہا کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں بخدا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت

أَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَإِنَّ مُعَاذًا صَلَّى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَى فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مُعَاذٍ فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ اقْرَأْ بِكَذَا اقْرَأْ بِكَذَا قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِعَمْرٍو إِنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ اقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ عَمْرٌو نَحْوَ هٰذَا۔

میں حاضر ہوں گا اور تمہاری شکایت کروں گا پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! ہم دن بھر اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں اور معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر آیا، پھر آکر ہماری جماعت کرائی، اور نماز میں سورۂ بقرہ شروع کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ! کیا تم فتنہ پرور ہو! (نماز میں) فلاں فلاں سورت پڑھا کرو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے والشمس وضحٰها، والليل اذا يغشى، سبح اسم ربك الاعلى جیسی سورتیں بتائی تھیں۔

---

٩٢٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْأَنْصَارِيُّ بِأَصْحَابِهِ الْعِشَاءَ فَطَوَّلَ عَلَيْهِمْ فَانْصَرَفَ رَجُلٌ مِنَّا فَصَلَّى فَأُخْبِرَ مُعَاذٌ عَنْهُ فَقَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ مَا قَالَ مُعَاذٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُرِيدُ أَنْ تَكُونَ فَتَّانًا يَا مُعَاذُ إِذَا أَمَمْتَ النَّاسَ فَاقْرَأْ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل انصاری نے اپنے ساتھیوں کو عشاء کی جماعت کرائی اور نماز میں قرأت بہت لمبی کر دی تو ہم میں سے ایک شخص نے جماعت سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھی، حضرت معاذ کو جب اس بات کا پتا چلا تو انھوں نے کہا وہ شخص منافق ہے اور جب اس شخص تک یہ بات پہنچی تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بتایا کہ (اس بنا پر) حضرت معاذ نے اس کو منافق کہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے کہا۔ اے معاذ کیا تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو! جب تم جماعت کراؤ تو والشمس وضحٰها، سبح اسم ربك الاعلى، اقرا باسم ربك اور والليل اذا يغشى (جیسی سورتیں) پڑھا کرو۔

---

٩٢٥ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر جا کر اپنی قوم کو عشاء کی نماز

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ الْاٰخِرَۃَ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی قَوْمِہٖ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ تِلْکَ الصَّلٰوۃَ۔

پڑھاتے۔

۹۳۶۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَّاَبُوالرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ قَالَ اَبُوالرَّبِیْعِ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا اَیُّوْبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کَانَ مُعَاذٌ یُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قَوْمِہٖ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنی مسجد میں جاکر لوگوں کو جماعت کراتے۔

متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی ممانعت میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہاء کے دلائل

اس باب کی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو بار پڑھتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اور ایک بار اپنی قوم کو مسجد میں جاکر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ امام شافعی نے ان احادیث کا یہ مطلب لیا ہے کہ حضرت معاذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے اور اپنی قوم کو جاکر جب عشاء کی نماز پڑھاتے تو وہ نفل کی نیت کر لیتے اور قوم فرض کی نیت کرتی پھر امام شافعی یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض پڑھ لیں تو یہ جائز ہے، اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔[1]

امام اعظم اور دوسرے ائمہ کی دلیل ہے کہ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیؤتم بہ فلا تختلفوا علیہ الحدیث۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے لہٰذا امام سے اختلاف نہ کرو۔

اور اس سے بڑھ کر امام کی مخالفت کیا ہوگی کہ امام نے نفل کی نیت کی ہو اور مقتدی فرض کی نیت کریں، اس لیے جب امام نے نفل کی نیت کی ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے مفترض کی اقتداء میں نفل پڑھنے سے بھی تو امام سے اختلاف ہوگیا اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو توڑ دے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں:

---

[1] عبدالرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۴۱۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے۔

یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن اور شامل ہوتی ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوتا ہے، ادنیٰ اعلیٰ کو شامل نہیں ہوتا لہٰذا فرض تو نفل کو شامل ہو سکتا ہے، یعنی مفترض کی اقتداء میں متنفل کی نماز ہو سکتی ہے لیکن نفل فرض کو شامل نہیں ہو سکتا اور نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہو سکتی۔

علامہ نووی نے حدیث معاذ سے متنفل کے پیچھے فرض پڑھنے پر استدلال کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ جمہور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل کی نیت کی تھی اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت فرض کی نیت کی تھی یا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں حضرت معاذ اپنی قوم کو فرض نماز پڑھاتے رہے یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جو اس حدیث صحیح کے مزاحم نہیں ہو سکتیں۔

علامہ نووی نے جمہور کے جوابات کے سلسلہ میں جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب بجائے خود بے اصل ہیں، جمہور نے حدیث معاذ کے چند جواب دیے ہیں:

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو جگہ پڑھتے تھے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر پڑھاتے تھے حضرت معاذ بن جبل نے خود نہیں بیان کیا کہ وہ کس جگہ کیا نیت کرتے تھے اب یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں وہ نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو جا کر فرض پڑھاتے ہوں۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھانے کے لیے نفل کی نیت کرتے ہوں، امام شافعی اسی کے قائل ہیں لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ صرف احتمال سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً اس وقت جب کہ مخالف احتمال زیادہ قوی ہو، کیونکہ جب دوسرے دلائل سے (جو اوپر گذر چکے ہیں) یہ ثابت ہو چکا کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوتی تو حضرت معاذ کے اس فعل کو اسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھاتے دیکھ کر اسی طریقہ سے جا کر فرض پڑھاتے تھے۔

۳۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت معاذ دونوں جگہ فرض پڑھتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد بن حنبل میں امام احمد بن حنبل[2] نے اور شرح معانی الآثار[3] میں اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب اعرابی نے حضرت معاذ کی لمبی قرات کرنے کی شکایت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تکن فتانا اما ان تصلی معی واما ان تخفف عن قومک۔

اے معاذ فتنہ مت ڈالو یا صرف میری اقتداء میں نماز پڑھو اور یا اپنی قوم کو تخفیف سے نماز پڑھاؤ۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۷۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ایک فرض دو مرتبہ نہیں پڑھے جاتے اور حضرت معاذ کے لیے دو باتوں میں سے کوئی ایک بات معین کر دی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھ لیں یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ فرض پڑھائیں، اس کی مزید تفصیل علامہ زیلعی کی عبارت میں ہے۔

۱۔ علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور میں ایک نماز دو مرتبہ پڑھ لی جاتی تھی اس لیے حضرت معاذ ایسا کرتے تھے، بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا اور نسخ پر امام طحاوی نے یہ دلیل پیش کی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: لا تصلی صلوٰۃ فی یوم مرتین ایک نماز ایک دن میں دو بارہ نہ پڑھی جائے۔

۲۔ چونکہ حدیث معاذ ان صحیح حدیثوں کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متنفل کے پیچھے مفترض نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لیے حدیث معاذ کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ابتدائی دور کا معاملہ تھا جب زیادہ امام میسر نہ تھے اس لیے بامر مجبوری اس فعل کو مباح رکھا گیا بعد میں حدیث ابن عمر یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

۳۔ امام شافعی کے نزدیک متنفل کی اقتداء میں فرض نماز ہو جاتی ہے اور جمہور ائمہ کے نزدیک نہیں ہوتی اور عبادات خصوصاً فرائض میں احتیاط لازم ہے اس لیے احتیاط کا مقتضیٰ یہی ہے کہ متنفل کی اقتداء میں فرض نہ ادا کیے جائیں۔

۴۔ حدیث معاذ سے علی سبیل التنزل زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہو گی اور دوسرے دلائل سے تحریم ثابت ہے اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

۵۔ اس سلسلہ میں سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور ہجرت کے دو سال بعد جنگ کے دوران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب نماز خوف پڑھائی تو ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوتی اور آپ دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھاتے، پھر یہ جماعت چلی جاتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہتے اور جب پہلی جماعت آتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو دوسری رکعت پڑھاتے، پھر دونوں جماعتیں باقی ایک رکعت اپنے اپنے طور پر پڑھتیں اگر ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنا یعنی ایک مرتبہ بطور فرض کے اور دوسری مرتبہ بطور نفل کے پڑھنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو فرض پڑھا دیتے اور پھر دوسری جماعت جب فرض پڑھنے کے لیے آتی تو آپ نفل کی نیت کرتے اور وہ جماعت فرض پڑھ لیتی اور جب اللہ کے رسول نے نفل کی نیت سے فرض نہیں پڑھائے تو پھر کسی اور کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ نفل کی نیت کر کے فرض نماز پڑھنے والوں کو فرض پڑھا دے[1]

※

---

[1] علامہ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ مجلس علمی ہند

بَابٌ ۱۷۵ أَمْرِ الْأَئِمَّةِ بِتَخْفِيْفِ الصَّلٰوةِ فِيْ تَمَامٍ

ائمہ کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم

۹۴۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّيْ لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِيْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيُوْجِزْ فَإِنَّ مِنْ وَّرَآئِهِ الْكَبِيْرَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کی لمبی قرأت کرنے کی وجہ سے صبح کی نماز سے رہ جاتا ہوں (حضرت ابو مسعود کہتے ہیں) کہ میں نے اس دن سے پہلے نصیحت کے موقع پر کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غضب میں نہیں دیکھا تھا، آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض اشخاص لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں، تم میں سے جو شخص بھی نماز پڑھائے تو تخفیف کرے، اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند اشخاص بھی ہوتے ہیں۔

۹۴۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ وَّوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمٰعِيْلَ فِيْ هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حدیث سابق کی مثل روایت منقول ہے۔

---

۹۴۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْمُغِيْرَةُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الصَّغِيْرَ وَالْكَبِيْرَ وَالضَّعِيْفَ وَالْمَرِيْضَ فَإِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَآءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جماعت کرائے تو تخفیف کرے (یعنی زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے) اس لیے کہ جماعت میں بچے، بوڑھے، کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

۹۵۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے تو تخفیف سے پڑھائے، کیونکہ جماعت میں بوڑھے بھی ہوتے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفِ الصَّلٰوةَ فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَإِذَا قَامَ وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ صَلٰوتَهٗ مَا شَآءَ ۔

۹۵۱ ۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِي النَّاسِ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ ذَا الْحَاجَةِ ۔

۹۵۲ ۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ أَنَّهٗ قَالَ بَدَلَ السَّقِيْمِ الْكَبِيْرَ ۔

۹۵۳ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ أَنَا أَبِيْ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا مُوْسَى بْنُ طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ أُمَّ قَوْمَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ شَيْئًا قَالَ ادْنُهْ فَجَلَّسَنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهٗ فِيْ صَدْرِيْ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِيْ ظَهْرِيْ بَيْنَ كَتِفَيَّ ثُمَّ قَالَ أُمَّ قَوْمَكَ فَمَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الْكَبِيْرَ وَإِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَإِنَّ فِيْهِمْ ذَا الْحَاجَةِ فَإِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَآءَ ۔

۹۵۴ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

ہیں اور کمزور بھی اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اس طرح منقول ہے مگر اس میں بیمار کی جگہ بوڑھے کا لفظ ہے

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کی امامت کیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ جھجک محسوس ہوتی ہے ۔ آپ نے فرمایا میرے قریب ہو پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ کے درمیان میں رکھا، پھر کہا پیٹھ موڑ لو پھر میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا اپنی قوم کو امامت کراؤ اور جو شخص جماعت کرائے اسے تخفیف سے کام لینا چاہیے کیوں کہ لوگوں میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ان میں مریض بھی ہوتے ہیں اور ان میں ضرورت مند بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے ۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ

قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ قَالَ آخِرُ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَمْتَ قَوْمًا فَأَخِفَّ بِهِمُ الصَّلٰوةَ.

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے آخری نصیحت کی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم جماعت کراؤ تو اس میں تخفیف سے کام لو۔

---

۹۵۵ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوجِزُ فِي الصَّلٰوةِ وَيُتِمُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

---

۹۵۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَخَفِّ النَّاسِ صَلٰوةً فِي تَمَامٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز سب لوگوں کی بہ نسبت تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے

---

۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلٰوةً وَلَا أَتَمَّ صَلٰوةً مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے کسی امام کی اقتداء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کامل اور تخفیف سے نماز نہیں پڑھی۔

---

۹۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ مَعَ أُمِّهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ الْخَفِيفَةِ أَوْ بِالسُّورَةِ الْقَصِيرَةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی ایسے بچہ کے رونے کی آواز سنتے جو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا تو چھوٹی سورت پڑھ کر نماز میں تخفیف کر دیتے۔

۹۵۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَدْخُلُ الصَّلٰوةَ أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأُخَفِّفُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ بِهِ

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانی شروع کرتا ہوں اور اسے لمبا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی ہے تو اس خیال سے نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی

وجہ سے سخت تکلیف ہوگی۔

مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرأت کرنے کی توجیہ

اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچوں، بوڑھوں اور ضرورت مند لوگوں کی رعایت سے ائمہ کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی نماز میں کم قرأت کیا کریں، حالانکہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات مغرب کی نماز میں دو پارے بھی قرأت کی ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن مروان بن الحکم قال قال لی زید بن ثابت مالك تقرأ فی المغرب بقصار المفصل وقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بطولی الطولیین قال ما طولی الطولیین قال الاعراف والاخر الانعام وسألت انا ابن ابی ملیکة فقال لی من قبل نفسه المائدة والاعراف[1]

مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا وہ لمبی لمبی سورتیں کون سی تھیں، انھوں نے کہا ایک اعراف اور دوسری انعام، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا تو انھوں نے اپنی طرف سے سورۂ مائدہ اور سورۂ اعراف بتلایا۔

سورہ اعراف سوا پارے کی ہے اور سورہ انعام پون پارے کی ہے اور سورہ مائدہ ایک پارے کی ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ مغرب کی ایک رکعت میں سورہ اعراف اور دوسری میں سورہ انعام یا سورہ مائدہ پڑھتے تھے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں رکعتوں میں سورہ اعراف پڑھتے تھے اور کبھی سورہ انعام اور کبھی سورہ مائدہ پڑھتے تھے۔ بہر حال مغرب کی نماز میں آپ دو پاروں کی مقدار اور یا سوا پارہ کی مقدار قرأت کرتے تھے جب کہ مغرب کی نماز کا وقت بھی کم ہوتا ہے۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور کام کو جانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں اور خود آپ نے مغرب کی نماز میں تقریباً دو پارے قرأت کی ہے اس کے جواب میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے یہ فرمایا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے تو اس کے سننے میں سننے والوں کو ایسا کیف اور سرور آتا تھا اور ان پر اس طرح وجد طاری ہوتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری بھول جاتی تھی، بیماروں کو بیماری بھول جاتی تھی اور کام والوں کو کام بھول جاتے تھے اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش ان کو قیامت تک کی عمر بھی ملے تو وہ یوں ہی آپ کے پیچھے اس نماز میں گذر جانے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

اور میرا ذوق یہ ہے کہ آپ کے پیچھے جب کمزور نماز پڑھتے تو ان کی کمزوری دور ہو جاتی تھی، بیمار دل کی بیماری جاتی رہتی تھی اور کام والوں کے کام بن جاتے تھے، اور یہ ٹھیک ہے کہ مغرب کی نماز میں وقت کم ہوتا ہے لیکن جب آپ قراءت کرتے تھے تو وقت کی نبضیں بھی رک جاتی تھیں اور گردش لیل و نہار بھی ٹھہر جاتی تھی۔

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں[۱]

کسی نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے امام کا قراءت کو لمبا کرنا یا رکوع کو لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے، جب کہ وہ پہچان لے کہ فلاں شخص آ رہا ہے اور اگر اس کو پتا نہ ہو کہ کون ہے تو پھر مکروہ نہیں ہے اور اگر وہ محض اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے، لیکن یہ نادر ہے اور اس کا نام مسئلہ ریا رکھا گیا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

بدائع اور ذخیرہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا، اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا مجھے ایسے امام کے متعلق بہت بڑے گناہ یعنی شرک کا خدشہ ہے، امام محمد نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے، امام مالک اور امام شافعی کے قول جدید میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے امام اعظم کے کلام کا یہ مطلب لیا کہ وہ شخص حقیقۃً مشرک ہے اور اس کا خون مباح ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی اس سے مراد شرک فی العمل ہے کیونکہ اس کے رکوع کا اول حصہ اللہ کے لیے تھا اور اس کے رکوع کا آخری حصہ آنے والے نمازی کے لیے، اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس امام نے اس نمازی کے لیے تذلل اور عبادت کا ارادہ نہیں کیا۔

اگر امام کو پتا نہ چلے کہ کون آ رہا ہے اور وہ عبادت پر اعانت کے قصد سے رکوع کو لمبا کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ اپنی عادت سے صرف ایک یا دو تسبیحیں زیادہ پڑھے تاکہ باقی نمازیوں پر دشوار نہ ہو تاہم افضل یہی ہے کہ ایسا نہ کرے، کیونکہ یہ عبادت میں ایسا کام کرنا ہے جس میں عدم اخلاص کا شبہ ہے اور بلاشبہ اس کا ترک افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کام میں شبہ ہو اس کو ترک کر دو، اور وہ کام کرو جس میں شبہ نہ ہو، کیونکہ اگرچہ اس میں بہ ظاہر عبادت پر معاونت ہے لیکن اس میں حقیقۃً نماز میں سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے اور جماعت میں ملنے کے اہتمام نہ کرنے پر معاونت ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

---

[۱] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

بعد میں آنے والے نمازی کو رکعت میں شامل کرنے کے لیے رکعت کو لمبا کرنا شرط مذکور کے ساتھ جائز ہے، خصوصاً فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور باقی نمازوں میں اختلاف ہے، کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے اس لیے پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کی جائے تاکہ زیادہ لوگ شامل ہوں، صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال سے یہی سمجھا ہے، عبداللہ بن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثوری سے منقول ہے کہ امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ اس کے ساتھ ملنے والا تین تسبیحات پڑھ سکے، اس اعتبار سے بعد میں آنے والے نمازی کی مدد کرنے کا قصد کرنا افضل ہے بہ شرطیکہ اس کے دل میں اس کی محبت کا خیال یا اس سے حیاء کا خیال نہ آئے، اسی بناء پر معراج میں لکھا ہے کہ اس کو اجر ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تعاونوا علی البر والتقوی۔ "نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو" اور منتقی میں لکھا ہے کہ مؤذن کو دیر سے اقامت کہنا اور امام کا لوگوں کو شامل کرنے کے لیے لمبی قرأت کرنا حرام ہے، یہ اس وقت ہے جب وہ دنیاداروں کو راضی کرنے کے لیے ایسا کرے اور دوسرے نمازیوں پر یہ تاخیر دشوار ہو، خلاصہ یہ ہے کہ نیک اور صالح آدمیوں کے لیے معمولی تاخیر کرنا مکروہ نہیں ہے۔[1]

مصنف کی رائے یہ ہے کہ بعد میں آنے والے نمازیوں کو شامل کرنے کے لیے قرأت لمبی کرنا یا رکوع میں تسبیحات کو زیادہ پڑھنا کم از کم خلاف اولیٰ ضرور ہے کیونکہ اس میں بعد میں آنے والوں کی سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے پر معاونت ہے، امام کو چاہیے کہ اپنی عادت کے مطابق نماز میں قرأت کرے اور رکوع میں اپنی عادت کے مطابق تسبیحات پڑھے اور اللہ کی عبادت میں بس اسی کی نیت رکھے اور کسی اور کی نیت کو اس میں شریک نہ کرے اور اگر اس نے آنے والے کو پہچان کر نماز کو لمبا کیا خواہ وہ دین دار ہو یا دنیادار تو پھر اس عمل کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

بَابُ اعْتِدَالِ أَرْكَانِ الصَّلٰوةِ وَتَخْفِيْفِهَا فِيْ تَمَامٍ

۹۲۰۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَأَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ حَامِدٌ نَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِيْ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَمَقْتُ الصَّلٰوةَ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ

نماز کے ارکان میں اعتدال کرنا اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کو غور سے دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ کا قیام، رکوع، رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا پھر سجدہ، دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا پھر سجدہ اور اس کے بعد بیٹھنا، نماز سے فارغ ہونے

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ا ص ۴۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

فَرَكْعَتَهُ فَاعْتِدَالَهُ بَعْدَ رُكُوعِهِ فَسَجْدَتَهُ فَجَلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتَهُ فَجَلْسَتَهُ وَمَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْاِنْصِرَافِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

تک بیٹھنا یہ تمام افعال اپنی اپنی حیثیت کے اعتبار سے سب برابر تھے۔

۹۶۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ غَلَبَ عَلَى الْكُوفَةِ رَجُلٌ قَدْ سَمَّاهُ زَمَنَ ابْنِ الْأَشْعَثِ فَأَمَرَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَكَانَ يُصَلِّي فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ قَدْرَ مَا أَقُولُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ قَالَ الْحَكَمُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى فَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَسُجُودُهُ وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ قَالَ شُعْبَةُ فَذَكَرْتُهُ لِعَمْرِو بْنِ مُرَّةَ فَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى فَلَمْ تَكُنْ صَلٰوتُهُ هٰكَذَا۔

کوفہ کے امیر نے عبیداللہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ امامت کرائیں وہ جماعت کراتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے ہوتے کہ میں یہ دعا پڑھ لیتا: اللھم ربنا لک الحمد ملا السموات وملا الارض وملا ما شئت من شیء بعد اھل الثناء والمجد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد۔ (اے اللہ! تو اس ستائش اور تعریف کا مستحق ہے جن سے تمام آسمان اور زمین اور جتنی جگہ تو چاہے بھر جائے تو ہی تعریف اور بڑائی کے لائق ہے جس کو تو کچھ عطا کرے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور نہ کوئی کوشش تیرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہے) راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلی کو سنائی انہوں نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح پڑھتے تھے جس میں رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوتے، سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا تقریباً برابر ہوتے تھے، شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن مرہ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلی کو دیکھا ہے وہ اس کیفیت سے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۹۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ أَنَّ مَطَرَ بْنَ نَاجِيَةَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى الْكُوفَةِ أَمَرَ أَبَا عُبَيْدَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

٩٦٣ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا قَالَ فَكَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَا أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ انْتَصَبَ قَائِمًا حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ مَكَثَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمہیں ایسی نماز پڑھانے میں کوئی کمی نہیں کرتا جیسی نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے راوی (ثابت) کہتا ہے کہ میں تم لوگوں کی نماز میں وہ چیز نہیں دیکھتا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نماز میں تھی، وہ جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوتے تو قومہ میں اتنی دیر لگاتے کہ کوئی شخص گمان کرتا کہ شاید آپ بھول گئے ہیں اس طرح جب سجدہ کرکے بیٹھتے تو اتنی دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں ۔

٩٦٤ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ أَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ أَحَدٍ أَوْجَزَ صَلٰوةً مِنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَامٍ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَارِبَةً وَكَانَتْ صَلٰوةُ أَبِي بَكْرٍ مُتَقَارِبَةً فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَدَّ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَامَ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسی نماز کسی شخص کے پیچھے نہیں پڑھی جو تخفیف سے ہونے کے باوجود کامل ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمام ارکان متناسب ہوتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز بھی متناسب ہوتی تھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں صبح کی نماز لمبی پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ شاید آپ بھول گئے، اسی طرح دو سجدوں کے درمیان آپ اتنی دیر بیٹھتے کہ ہمیں یہ وہم ہوتا کہ شاید آپ بھول گئے ۔

رکوع اور سجود میں مقدار قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی توضیح

یہ حدیث یا تو اپنے ظاہری معنی کے مطابق ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جتنی دیر میں قیام کرتے اتنی ہی دیر رکوع، سجود اور رکوع کے بعد کھڑے ہونے اور سجدہ کے بعد بیٹھنے میں لگاتے، اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس طرح بھی نماز پڑھتے نہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس طرح نماز پڑھتے تھے ورنہ اکثر احوال میں آپ لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک مغرب کی نماز میں سورہ اعراف اور انعام پڑھا کرتے تھے (یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عام حالات میں اس طرح نماز نہیں پڑھتے تھے) دوسرا مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے اگر حضور نماز کے قیام میں لمبی قرأت کرتے تو رکوع میں بھی زیادہ تسبیحات پڑھتے اور

اس کے بعد قومہ (رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے رہنا) میں بھی زیادہ دیر کھڑے رہتے اور اسی مناسبت سے پھر سجدہ میں بھی زیادہ تسبیحات کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی اسی تناسب سے زیادہ دیر بیٹھتے اسی طرح آپ کی نماز کے تمام ارکان متناسب اور معتدل ہوتے یہ نہیں کہ قیام میں تو سورۂ بقرہ پڑھی جائے اور رکوع اور سجود میں صرف پانچ سات تسبیحات پڑھی جائیں۔

بَابُ ۱۷۷ مُتَابَعَةِ الْإِمَامِ وَالْعَمَلِ بَعْدَهٗ

۹۶۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ أَرَ أَحَدًا يَحْنِيْ ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَخِرُّ مَنْ وَرَاءَهٗ سُجَّدًا۔

۹۶۶۔ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَقَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ۔

۹۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْمٍ الْأَنْطَاكِيُّ قَالَ نَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَكَعَ رَكَعُوْا

امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جانے کے لیے رکوع سے سر اٹھاتے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سجدہ میں جانے کے لیے اپنی کمر جھکائی ہو حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جبین اقدس زمین پر رکھ دیتے اس کے بعد سب سجدہ میں جاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی پشت کو نہیں جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں چلے جاتے پھر آپ کے بعد ہم سجدہ میں جاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے جب حضور رکوع کرتے تو صحابہ رکوع کرتے اور جب حضور رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ، تو ہم کھڑے ہوئے حضور کو دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ آپ جبین اقدس

فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ نَزَلْ قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ نَتَّبِعُهُ ۔

زمین پر رکھ دیتے پھر ہم آپ کی اتباع میں سجدہ کرتے ۔

۹۶۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَنَا أَبَانُ وَغَيْرُهُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْنُوْا أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ سَجَدَ وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْكُوْفِيُّوْنَ أَبَانُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَتّٰى نَرَاهُ يَسْجُدُ ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، ہم میں سے کوئی شخص سجدہ کرنے کے لیے اپنی کمر کو نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھ لیتا ۔

۹۶۹ - حَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ عَوْنِ بْنِ أَبِي عَوْنٍ قَالَ نَا خَلَفُ بْنُ خَلِيْفَةَ الْأَشْجَعِيُّ أَبُوْ أَحْمَدَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ سَرِيْعٍ مَوْلٰى آلِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَكَانَ لَا يَحْنِيْ رَجُلٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَسْتَتِمَّ سَاجِدًا ۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز پڑھی، اس وقت آپ یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس ۔ اور ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنی پشت نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح سجدہ میں نہ چلے جاتے ۔

ف رکوع سے سر اٹھانے کے بعد امام کیا کہے اس میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے، شوافع کہتے ہیں کہ سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمات کہے جبکہ احناف یہ کہتے ہیں کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد کہیں اس حدیث میں احناف کے مسلک پر واضح دلیل ہے ۔

ان احادیث سے صحابہ کرام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے کیوں کہ ان کے لیے نماز میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ممکن ہوتا وہ آپ کو دیکھتے رہتے تھے ۔

بَابُ ۱۸۰ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

نمازی رکوع سے سر اٹھا کر کیا کہے

۹۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے

مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ ۔

۹۷۱ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ ۔

۹۷۲ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَجْزَأَةَ ابْنِ زَاهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ ۔

۹۷۳ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي رِوَايَةِ مُعَاذٍ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّرَنِ وَفِي رِوَايَةِ يَزِيدَ مِنَ الدَّنَسِ ۔

۹۷۴ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے پشت مبارک اٹھاتے تو یہ کلمات فرماتے اللّٰھم ربنا لک الحمد ملأ السمٰوٰت وملأ الارض وملأ ما شئت من شیء بعد ۔

اے اللہ! تو اس تعریف کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد تو جو چاہے وہ بھر جائے ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو ہی اس حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا فرماتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو ہی اس حمد کے لائق ہے جس سے آسمان اور زمین بھر جائیں اور جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے اے اللہ! مجھے برف اولوں اور ٹھنڈے پانی سے پاک کر دے اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع

قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَزَعَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

سے سر اٹھاتے تو فرماتے (ترجمہ:) اے اللہ! تو ایسی حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائے اور جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے تو ہی ثنا اور بزرگی کے لائق اور بندے کے قول کا سب سے زیادہ حقدار ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ جو چیز تو عطا کر دے اسے کوئی چھیننے والا نہیں اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش سودمند نہیں ہے۔

٩٧٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ أَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَلَيْسَ فِيهِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے: اللّٰهم ربنا لك الحمد ملء السمٰوٰت وملء الارض وما بينهما وملء ما شئت من شيء بعد اهل الثناء والمجد لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد اس حدیث میں احق ما قال العبد وكلنا لك عبد۔ کے الفاظ نہیں ہیں۔

---

٩٧٦ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا حَفْصٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْلِهِ مِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں ملء ما شئت من شيء بعد ___ تک دعا منقول ہے اور اس کے بعد کے الفاظ نہیں ہیں۔

حمد سے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح

حمد سے آسمان اور زمین بھر جائیں کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کو اگر مجسم کیا جائے تو اس کے حجم سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور جو ظرف تو چاہے وہ بھر جائے یعنی اس کی حمد کو اگر جسمانی شکل دے دی جائے تو تمام آسمان اور زمین مل کر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور چونکہ انسان کی نظر میں آسمان اور زمین کے علاوہ اور کوئی ظرف نہیں ہے اس لیے فرمایا اور جو ظرف تو چاہے وہ بھر جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد لامحدود ہے تمام آسمانوں اور زمینوں میں بھی اس کی حمد نہیں سما سکتی بلکہ اس کے سوا اور ظرف کی ضرورت پڑے گی، دوسرا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جس قدر بھی حمد کرے وہ کم ہے بلکہ اس کی کسی ایک نعمت پر حمد کرے — زمین اور آسمانوں کو بھر دے تب بھی وہ اس کی پوری حمد نہیں کر سکا کیونکہ نہ وہ آسمانوں اور زمین کو اپنی حمد سے بھر سکتا ہے اور نہ اس کے پار اس کی رسائی ہے۔

تیسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ حمد کا سبب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کے اپنی مخلوق پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے احسانات کو مجسم کر کے رکھ دیا جائے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے بلکہ ان کے علاوہ اور ظرف کی بھی ضرورت پڑے گی۔

اس باب میں جتنی دعاؤں کا ذکر ہے ملا علی قاری نے صحیح ابن حبان اور سنن دارقطنی کی احادیث کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد جتنی دعاؤں کا ذکر ہے وہ نماز کی ابتدائی حالت پر محمول ہے یا نوافل پر۔

بَابُ ۱۷۹ النَّهْيِ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت

۹۷۷- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ أَلَا وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ ۔

۹۷۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت صحابہ کرام حضرت ابوبکر کی اقتداء میں صف باندھے کھڑے تھے آپ نے فرمایا اے لوگو! بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی اور شخص دیکھتا ہے اور یاد رکھو مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا رہا رکوع تو اس میں سبحان رب العظیم کہو اور سجدہ میں خوب کوشش سے دعا مانگو امید ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرض الموت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (حجرہ کا) پردہ اٹھایا اس وقت آپ کے سر پہ پٹی بندھی ہوئی تھی، آپ نے تین بار فرمایا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتْرَ وَرَأْسُهُ مَعْصُوبٌ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَلَّغْتُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ تُرٰى لَهُ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُفْيَانَ۔

اے اللہ میں نے تبلیغ کر دی ہے نیز فرمایا بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جس کو نیک شخص دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی اور دیکھتا ہے۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

٩٧٩ - **حَدَّثَنِي** أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا

٩٨٠ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَا رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع فرمایا۔

٩٨١ - **وَحَدَّثَنِي** أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ میں مجھے قرآن شریف پڑھنے سے منع کیا اور میں یہ نہیں کہتا کہ تم کو منع کیا ہے۔

٩٨٢ - **وَحَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِي حِبِّي أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے محبوب نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے۔

٩٨٣ - **وَحَدَّثَنِي** يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے (اس

ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ ابْنُ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا نَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو ح وَحَدَّثَنِيْ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ اِلَّا الضَّحَّاكَ وَابْنَ عَجْلَانَ فَاِنَّهُمَا زَادَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوْا نَهَانِيْ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَاَنَا رَاكِعٌ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْ رِوَايَتِهِمُ النَّهْيَ عَنْهَا فِي السُّجُوْدِ كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ وَزَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ وَدَاوٗدُ بْنُ قَيْسٍ۔

روایت میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے)

۹۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ عَلِيٍّ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي السُّجُوْدِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے مثل سابق حدیث ذکر کی ہے۔

۹۸۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَاَ الْقُرْاٰنَ وَاَنَا رَاكِعٌ لَا يَذْكُرُ فِي الْاِسْنَادِ عَلِيًّا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو رکوع میں قرآن کریم پڑھنے سے روکا گیا ہے

رکوع اور سجود کی تسبیحات پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۹۸۰ میں ہے بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت اب قریب ہے اور یہ کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد صرف اچھے خواب باقی رہ جائیں گے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

نماز میں قیام عزت کی حالت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجود ذلت کی حالت ہیں جن میں بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس لیے رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے سے منع فرما دیا تاکہ اللہ کے کلام اور بندہ کے کلام کے محل میں فرق رہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہیں البتہ امام احمد نے ان تسبیحات کو واجب قرار دیا ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو جو نماز کی تعلیم دی اس میں ان تسبیحات کا ذکر نہیں کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجود میں بھی دعا مانگنی چاہیے جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے[1]، اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ ۔ کہے۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، امام احمد، حاکم نیشاپوری، طحاوی، طیالسی اور حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه انه قال لما نزلت فسبح باسم ربك العظيم قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعلوها في ركوعكم فلما نزلت سبح اسم ربك الاعلى قال لنا اجعلوها في سجودكم۔[2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب آیۃ مبارکہ فسبح باسم ربك العظيم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس پر اپنے رکوع میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی العظیم۔ کہو) اور جب سبح اسم ربك الاعلى نازل ہوئی تو فرمایا اس پر اپنے سجدہ میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ ۔ کہو)۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔[3]

بَابٌ ۱۸۰ مَا يَقُوْلُ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

رکوع اور سجود میں کیا کہے

۹۸۶ ۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ فِي السُّجُوْدِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے تم سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو۔

۹۸۷ ۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ وَيُوْنُسُ بْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۰۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔

۹۸۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ۔

۹۸۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِيْ اَرَاكَ اَحْدَثْتَهَا تَقُوْلُهَا قَالَ جُعِلَتْ لِيْ عَلَامَةٌ فِيْ اُمَّتِيْ اِذَا رَاَيْتُهَا قُلْتُهَا اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔

۹۹۰۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ نَا مُفَضَّلٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ نَزَلَ عَلَيْهِ

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا مانگتے تھے اللھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ واولہ واخرہ وعلانیتہ وسرہ۔ اے اللہ میرے تمام گناہ معاف فرما دے، خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، اوّل ہوں یا آخر، ظاہر ہوں یا باطن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں بہ کثرت پڑھتے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی۔ (اے اللہ! ہمارے رب تو ہی پاک ہے اور حمد تجھ ہی کو زیبا ہے، اے اللہ میری مغفرت فرما) یہ دعا مانگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرتے تھے فسبح بحمد ربک واستغفرہ اپنے رب کی پاکیزگی اور حمد بیان کرو اور اس سے مغفرت چاہو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے بکثرت یہ کلمات فرماتے تھے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک استغفرک واتوب الیک۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اب یہ کلمات کیوں پڑھنے شروع کر دیے، جنھیں میں آپ کو پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک علامت مقرر کر رکھی ہے جب میں امت میں اس علامت کو دیکھتا ہوں تو سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح، پڑھتا ہوں (یعنی اس سورت میں جو حکم ہے اس پر عمل کرتا ہوں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح آپ پر نازل ہوئی اس وقت سے میں دیکھتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا مانگتے:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ يُصَلِّيْ صَلٰوةً إِلَّا دَعَا أَوْ قَالَ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ۔

۹۹۱ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ نَا دَاوٗدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فَقَالَ خَبَّرَنِيْ رَبِّيْ أَنِّيْ سَأَرٰى عَلَامَةً فِيْ أُمَّتِيْ فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (فَتْحُ مَكَّةَ) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔

۹۹۲ - حَدَّثَنِيْ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ كَيْفَ تَقُوْلُ أَنْتَ فِي الرُّكُوْعِ قَالَ أَمَّا سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ فَأَخْبَرَنِيْ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهٗ ذَهَبَ إِلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ فَتَجَسَّسْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَإِذَا

سبحانک ربی وبحمدک اللھم اغفر لی ”اے میرے رب تو پاک ہے اور تجھی کو حمد زیبا ہے اے اللہ! میری مغفرت فرما۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکثرت فرماتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ (اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے ساتھ میں اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ بکثرت یہ دعا فرماتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے پروردگار نے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک نشان دیکھوں گا اور جب میں اس نشانی کو دیکھ لوں تو کثرت سے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ پڑھوں اور میں نے اب وہ نشانی دیکھ لی اور وہ یہ ہے:

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔

(یعنی فتح مکہ کے بعد لوگوں کا جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونا اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا۔)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں ملے، میں یہ سمجھی کہ شاید آپ بعض دوسری ازواج کے پاس گئے ہیں، میں نے آپ کو ڈھونڈا اور میں پھر واپس آئی تو آپ رکوع یا سجدہ میں تھے، اور یہ پڑھ رہے تھے سبحانک وبحمدک لا الٰہ الا انت (اے اللہ حمد اور تسبیح تجھ ہی

اور سجدہ کی بہ نسبت قیام میں زیادہ مشقت ہے۔ نیز تواتر سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت طویل قیام کرتے تھے، حدیث شریف میں ہے:

عن المغيرة قال قام النبي صلى الله عليه وسلم حتى تورمت قدماه [1]

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام کیا کہ آپ کے مبارک پیروں میں ورم آگیا۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ اور حدیث شریف سے جب یہ ظاہر ہو گیا کہ سجدہ کی حالت میں نمازی اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سجدہ میں دعا مانگی ہے اور ہمیں بھی تلقین کی ہے اس لیے سجدہ میں انتہائی خضوع خشوع اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی کوشش کرنی چاہیے خصوصاً نوافل میں۔

حدیث نمبر ۹۸۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں بہ کثرت استغفار کرتے تھے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے محامل

قرآن کی بعض آیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے توبہ اور استغفار کا حکم دیا جیسے ارشاد ہے: فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا (النصر: ۳) "اپنے رب کی حمد اور تسبیح کے ساتھ اس سے مغفرت طلب کیجیے بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے" نیز ارشاد فرمایا: واستغفر لذنبك (مؤمن: ۵۵ - محمد: ۱۹) "اپنے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ کاموں پر توبہ کیجئے"

اور حدیث شریف میں ہے:

قال ابو هريرة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول والله اني لاستغفر الله واتوب اليه في اليوم اكثر من سبعين مرة [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک دن میں اللہ سے ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه ليغان على قلبي واني لاستغفر الله في كل يوم مائة مرة [3]

حضرت مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دل پریشان ہو جاتا ہے اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] ،، ،، ،، ،، ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، ،، ، ،،

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ ھ

آیا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجود میں؟

نماز کے ارکان کی ایک دوسرے پر افضلیت میں تین مذاہب ہیں

امام ترمذی اور امام بغوی کا مسلک یہ ہے کہ بہ کثرت رکوع اور سجدہ کرنا اور سجدہ کو لمبا کرنا افضل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ طول سجود (طول قیام سے) افضل ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نمازی کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، نیز نماز سے مقصود تذلل اور عجز ہے اور انتہائی ذلت سجدہ کی حالت میں ہوتی ہے، کیونکہ نمازی سجدہ کی حالت میں اپنے جسم کا عظیم ترین حصہ یعنی اپنا چہرہ اس جگہ رکھ دیتا ہے جو پیروں تلے روندی جاتی ہے، اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دیتا ہے، نیز امام غزالی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کی قرأت کرتا ہوا سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس! اسے سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کر لیا اور اس کو جنت مل جائے گی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے انکار کیا اور مجھے دوزخ ملے گی، نیز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہمیشہ خاک پر سجدہ کیا کرتے تھے۔[1]

اس حدیث شریف کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قرب پر قرآن کریم بھی ناطق ہے، (واسجد واقترب علق: ١٩) "سجدہ کرکے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو"، نیز فرمایا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (الفتح: ۲۹) ان (صحابہ کرام) کی علامت یہ ہوگی کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوگا۔ ان دلائل کے پیش نظر امام شافعی طول سجود کو طول قیام پر فضیلت دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ طول سجود کی بہ نسبت طول قیام افضل ہے، کیونکہ حدیث شریف میں تصریح ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصلوٰۃ طول القنوت[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل قیام ہے۔

نیز قیام میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے اور سجدہ میں تسبیح کی جاتی ہے اور تلاوت قرآن تسبیح سے افضل ہے، علاوہ ازیں قیام میں مشقت ہوتی ہے اور سجدہ میں آرام ہے اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال احمزھا۔[3]

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے فرمایا جس میں زیادہ مشقت ہو۔

---

[1] امام محمد غزالی متوفی ٥٠٥ ھ، احیاء العلوم ج ١ ص ١٥٥، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ٢٦١ ھ، صحیح مسلم ج ١ ص ٢٥٨، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ١٣٧٥ ھ

[3] علامہ ابن اثیر متوفی ٦٠٦ ھ، نہایہ ج ١ ص ٤٤٠، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ١٣٦٤ ھ

هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُولُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنِّي لَفِي شَأْنٍ وَإِنَّكَ لَفِي آخَرَ۔

٩٩٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ۔

٩٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِخِّيرٍ أَنَّ عَائِشَةَ نَبَّأَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ۔

٩٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو دَاوٗدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الشِّخِّيرِ قَالَ أَبُو دَاوٗدَ وَحَدَّثَنِي هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ۔

کو زیبا ہے اور تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے) میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں کیا سمجھ رہی تھی اور آپ کس حال میں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہیں دیکھا، میں آپ کو ڈھونڈنے لگی تو میرا ہاتھ آپ کے تلوے پر پڑا اور وہ اٹھا کیونکہ آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر کھڑے تھے اور آپ اس وقت یہ پڑھ رہے تھے:

اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔

"اے اللہ! میں تیرے غضب سے تیری خوشنودی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے ڈر کر تیری ہی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری حمد و ثناء ایسی نہیں کر سکتا جیسی حمد و ثناء تو خود اپنے لیے کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں یہ پڑھتے تھے: سبوح قدوس ربنا ورب الملئکۃ والروح۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو سید المعصومین ہیں، ہر قسم کے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، سہواً ہوں یا عمداً، اظہار نبوت سے پہلے ہوں یا بعد ان سب سے معصوم ہیں بلکہ محققین کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادی خطاء سے بھی معصوم رکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم کس حکمت کی بناء پر دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر روز اس قدر کثرت سے استغفار کس سبب سے کرتے تھے، اس کے متعدد جوابات ہیں:

۱۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا عبدیت کا تقاضا تھا یا اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار اور احتیاج کی وجہ سے تھا۔

۲۔ علامہ وشتانی فرماتے ہیں کہ آپ کا استغفار کرنا بطور تواضع تھا یا ترقی درجات کے اعتبار سے یعنی جب آپ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی کرتے تو پہلے مرتبہ کو دیکھ کر توبہ اور استغفار کرتے (اگرچہ آپ کا ہر مرتبہ عزت و جلال کے اعتبار سے تمام انبیاء کے مراتب سے بلند تر ہے سعیدی غفرلہٗ)

۳۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ انسان فطرۃً حق عبادت ادا کرنے سے قاصر ہے اگر وہ زندگی کا ہر سانس عبادت میں گذار دے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا، لہٰذا آپ کا توبہ و استغفار کرنا اس قصور فطری کی بناء پر ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں اور انسان کا شکر کرنا محدود ہے اور ظاہر ہے کہ متناہی شکر غیر متناہی نعمتوں کا متکفل نہیں ہو سکتا، اس لیے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مطابق شکر ادا کرنے سے فطرۃً عاجز ہے اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا توبہ و استغفار کرنا اس عجز فطری کی بناء پر تھا

۵۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرائض رسالت، مصالح امت اور تبلیغی امور میں اشتغال کی وجہ سے بعض اوقات مشاہدہ ذات و صفات میں منہمک نہ رہتے اور اس وجہ سے استغفار کرتے۔

۶۔ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دیگر مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مطالعہ ذات و صفات میں مستغرق نہ رہتے، اس وجہ سے استغفار کرتے

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات امور طبعیہ مثلاً بول و براز اور جنابت وغیرہ کے عارض ہونے کی وجہ سے مشاہدہ ذات و صفات نہ کرتے، اس بناء پر استغفار فرماتے۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض احوال میں عوارض بشریہ (مثلاً نیند وغیرہ) عارض ہونے کی وجہ سے زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ فرماتے (اگرچہ دل یاد الٰہی میں مشغول ہوتا) اس وجہ سے استغفار فرماتے۔

۹۔ انبیاء سابقین نے استغفار کیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات

کے جامع ہیں اس لیے استغفار فرماتے۔

۱۰۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کی غرض سے استغفار فرمایا۔

۱۱۔ علامہ جلال الدین محلی لکھتے ہیں کہ آپ نے استغفار اس لیے فرمایا کہ جب ہم توبہ اور استغفار کریں تو ہمیں آپ کی اقتداء کرنے کا شرف حاصل ہو جائے۔

۱۲۔ شیخ ابو مسعود لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزی اور انکسار کے لیے استغفار کیا۔

۱۳۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال اور مقام ہر آن میں پہلی آن سے بلند تر تھا اور حضور اس پہلی آن کے لحاظ سے استغفار فرماتے۔

۱۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امر تعبدی تھا جس طرح آپ کعبہ سے افضل ہونے کے باوجود کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔

۱۵۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے: ان اللہ یحب التوابین. (بقرہ، ۲۲۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے توبہ فرماتے تھے۔

۱۶۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر اگر ہم لگاتار کسی چیز کو دیکھیں تو اس سے ہمیں مشقت ہوگی اور اگر دیکھنے کے دوران ایک آن کے لیے پلک جھپکا لیں تو یہ پلک جھپکانا نظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود رحمت ہوگا اور اس سے ہماری نظر کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عالم کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اس کا مسلسل مشاہدہ کرنا آپ کے لیے باعث مشقت ہوگا، اس لیے گاہے گاہے آپ کے قلب پر انوار و تجلیات کا حجاب چھا جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہ لیغان علی قلبی "میرے دل پر ابر آجاتا ہے"، ہر چند کہ یہ حجاب آپ کے تسلسل مشاہدہ میں کوئی قابل ذکر فرق پیدا نہیں کرتا، تاہم آپ اپنے مقام عالی کے پیش نظر اس حجاب کی وجہ سے بھی توبہ اور استغفار فرماتے۔

۱۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت استغفار کا سبب "امت میں کثرت کی علامت" تبلایا یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا اللہ تعالیٰ کے فتح و نصرت عطا کرنے کی علامت تھی۔ اس علامت کے ظہور پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے اور اعتراف نعمت کے طور پر بصورت استغفار شکر ادا کرتے یا جس طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد لوگوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا آپ کی وفات اور وصال کے قرب کی علامت تھی، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمد و تسبیح اور توبہ و استغفار کرتے۔

حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے، حضرت عائشہ کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے سے لگا درآں حالیکہ آپ سجدہ میں تھے۔

عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء

امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اگر عورت کے جسم کے لمس سے لذت حاصل ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ لذت حاصل ہو یا نہ ہو مطلقاً جسم عورت کے لمس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[لہ] اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے جسم کا لمس وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے، یہ حدیث امام اعظم کی مؤید ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے حضور کے تلووں کو ہاتھ لگایا درآں حالیکہ حضور سجدہ میں تھے اور حضور بدستور نماز میں مشغول رہے، معلوم ہوا کہ عورت کے جسم کے لمس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز۔

جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا

حدیث نمبر ۹۹۲ میں ہے اے اللہ میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو اپنی خود فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اے اللہ! میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو خود اپنی کرتا ہے اس جملہ سے آپ نے یہ ظاہر فرمایا کہ تعریف کسی صفت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اور کوئی مخلوق غیر متناہی چیزوں کا علم اور ادراک نہیں رکھتی اس لیے ان صفات پر اللہ تعالیٰ ہی اپنی تعریف کر سکتا ہے کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں یا تعریف نعمت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی غیر متناہی ہیں اس لیے ان کی تعریف بھی کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے اور یا تعریف ذات کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت کسی مخلوق کو معلوم نہیں اس لیے ان کی تعریف کرنا کسی کی طاقت میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مراتب غیر متناہی ہیں اور مخلوق کو جس قدر معرفت ہو گی وہ متناہی ہو گی اس لیے اس کی تعریف وہ خود ہی کر سکتا ہے اور جیسی تعریف وہ خود کرتا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

سبوح کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور قدوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں جیسے شریک وغیرہ اور رب الملائکۃ والروح میں روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بَابُ ۱۸۱ فَضْلِ السُّجُوْدِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۹۹۶- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْاَوْزَاعِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعَيْطِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ

معدان بن طلحہ یعمری بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے ان سے عرض کیا

[لہ] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۰۹

مَعْدَانُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيُّ قَالَ لَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِي اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ أَوْ قَالَ قُلْتُ بِأَحَبِّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلّٰهِ فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِي مِثْلَ مَا قَالَ لِي ثَوْبَانُ۔

مجھے ایسا عمل بتلائیے جس کو کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے یا یہ کہا کہ مجھے وہ عمل بتلائیے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، حضرت ثوبان خاموش رہے میں نے دوبارہ سوال کیا وہ پھر خاموش رہے، میں نے سہ بارہ سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کثرت سجود کو لازم کر لو اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایک سجدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بلند کرے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا معدان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا اور انھوں نے بھی حضرت ثوبان والا جواب دیا۔

۹۹۷۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ قَالَ نَا مَعْقِلُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ قَالَ كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور آپ کے استنجا اور وضو کے لیے پانی لاتا ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "مانگ کیا مانگتا ہے" میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ "اور کچھ" میں نے کہا مجھے یہی کافی ہے آپ نے فرمایا تو پھر زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ

حدیث نمبر ۹۹۷ میں ہے سجدہ سے ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹتا ہے۔

حضرات شافعیہ اس حدیث کے پیش نظر یہ کہتے ہیں، کثرت سجود، طول قیام سے افضل ہے کیونکہ ایک سجدہ کرنے سے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹ جاتا ہے تو زیادہ جتنے سجدے

کرے گا اس کو اتنی نیکیاں ملیں گی اس لیے کثرت سجود، طول قیام سے افضل ہے ان کی اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک سجدہ سے ایک نیکی ملتی ہے لیکن نماز کی حالت قیام میں نمازی جب قرآن کریم پڑھتا ہے تو قرآن کریم کے ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اس لیے جتنا طویل قیام ہوگا اتنا زیادہ قرآن کریم پڑھا جائے گا اور اسی کے حساب سے اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کو ایک نیکی ملتی ہے جو کہ دس کے برابر ہے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے[1] یعنی صرف الم پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں، اس طرح نماز میں جتنا طویل قیام کرے گا اس کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور نیکیوں کا حصول گناہوں کے مٹنے کو مستلزم ہے، قرآن کریم میں ہے:

ان الحسنات یذھبن السیئات ۔ (ھود: ۱۱۴)	بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں ۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال احمزھا ۔[2]	حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ افضل ہے، فرمایا جس عمل میں زیادہ مشقت ہو۔

اور بالکل واضح بات ہے کہ طول قیام میں کثرت سجود کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہے، کیونکہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے مبارک پاؤں پر ورم آجاتا جبکہ سجدہ میں نمازی کو آرام ملتا ہے اس اعتبار سے بھی طول قیام کثرت سجود سے افضل ہے اور ایک حدیث میں صاف مذکور ہے کہ:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ طول القنوت ۔	حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل رکن طول قیام ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸ ـ جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۰)

حدیث شریف میں اتنی واضح صراحت کے بعد اس امر میں بحث کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں رہتی کہ سجدہ افضل ہے یا قیام کیونکہ اس حدیث میں قیام کے افضل ارکان صلوٰۃ ہونے کی روشن تصریح ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی متوفی ۹۷۱ھ، جامع ترمذی و مستدرک بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد جزری ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۴ھ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت

حدیث نمبر ۹۹۱ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مانگ کیا مانگتا ہے"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا "مانگ کیا مانگتا ہے" اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا کردیں۔

علامہ سنوسی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ:

اطلب هذا او غيره مما شئت [1]

رفاقت جنت یا اس کے علاوہ جو کچھ اور چاہو طلب کرو۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ويؤخذ من اطلاقه عليه السلام الامر بالسوال ان الله تعالى مكنه من اعطاء كل ما اراد من خزائن الحق ومن ثم قال ائمتنا من خصائصه عليه السلام انه يخص من شاء بما شاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت بشهادتين (رواه البخارى) وفى ترخيصه فى النياحة لام عطية فى آل فلان خاصة (رواه مسلم) قال النووى للشارع ان يخص من العموم ما شاء وبالتضحية بالعناق لابى بردة بن نيار وغيره وذكر ابن سبع فى خصائصه وغيره ان الله تعالى اقطعه ارض الجنة يعطى منها ما شاء لمن شاء۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا "مانگو جو مانگتا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائن حق سے جو چاہیں عطا کرنے پر قادر فرمادیا ہے، اسی وجہ سے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ جس شخص کو جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک شہادت کو آپ نے دو شہادتوں کے برابر کردیا۔ (بخاری) نیز آپ نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص خاندان کے لیے نوحہ کی اجازت دی (مسلم) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شارع عام احکام سے جس کو چاہے خاص کردے جیسے ابو بردہ بن نیار اور ان کے علاوہ بعض صحابہ کے لیے چھ ماہ کا بکرا قربانی کے لیے جائز کردیا اور ابن سبع نے حضور کی خصوصیات میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کی زمین کا مالک بنا دیا ہے کہ آپ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۱۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

اس میں سے جو چاہیں جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ویؤخذ من اطلاق قوله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائنه تعالی وانه یخص من السائلین من شاء بما شاء فانه بحر فضل وکرم وکمال لا ساحل له[1]	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بغیر کسی قید کے فرمایا "مانگو" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خزانوں میں سے ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قدرت دی ہے جس کا آپ ارادہ فرمائیں اور یہ کہ آپ مانگنے والوں میں سے جس کو چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں خاص کر لیں، کیونکہ آپ فضل وکرم اور کمال کا ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔

نیز حضرت شیخ فرماتے ہیں:

واز اطلاق سوال کہ فرمود "سل" و تخصیص نکرد بمطلوب خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اواست صلے اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔[2]	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مطلق فرمایا کہ "مانگو" اور اسے کسی خاص مطلوب کے ساتھ مقید نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکرم ہاتھ میں ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

ان تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ اساطین علماء اسلام کا اس حدیث شریف کی روشنی میں یہ مسلک ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جو چاہیں (بشرطِ موافقت تقدیر) عطا فرمادیں، اور چونکہ آپ کا یہ عطا فرمانا قضاء الٰہی کی موافقت کے ساتھ مقید ہے اس لیے یہ سوال وارد نہیں ہوگا کہ پھر آپ نے مکہ کے تمام مشرکین کو مسلمان کیوں نہ کر دیا، خاص کر اپنے چچا ابو طالب کو کیوں نہ مسلمان کر دیا کیونکہ حضور تو بے شک یہی چاہتے تھے کہ سارا دنیا کے مشرک مسلمان ہو جائیں لیکن یہ قضاء الٰہی میں نہیں تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر کام مشیت ایزدی کے مطابق اور قضاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے کہ وہ جو چاہے کرے وہ کسی کی مرضی، مشیت اور اجازت کا پابند نہیں ہے۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ، لمعات ج ۴ ص ۱۷۲، مطبوعہ لاہور

[2] 〃 〃 〃 ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۶، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

بَابُ ۱۸۲ اَعْضَآءِ السُّجُوْدِ وَالنَّهْيِ عَنْ كَفِّ الشَّعْرِ وَالثَّوْبِ وَعَقْصِ الرَّأْسِ فِي الصَّلٰوةِ

۹۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاؤٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّنُهِيَ اَنْ يَّكُفَّ شَعْرَهٗ اَوْ ثِيَابَهٗ هٰذَا حَدِيْثُ يَحْيٰى وَقَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّنُهِيَ اَنْ يَّكُفَّ شَعْرَهٗ وَثِيَابَهٗ الْكَفَّيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ وَالْجَبْهَةِ ۔

۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَّهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاؤٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّلَا اَكُفَّ ثَوْبًا وَّشَعْرًا ۔

۱۰۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ طَاؤٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ وَّنُهِيَ اَنْ يَّكُفَّ الشَّعْرَ وَالثِّيَابَ ۔

۱۰۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاؤٗسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَاَطْرَافِ

اعضاء سجود کا بیان اور سر پر جوڑا باندھنے اور نماز میں کپڑے موڑنے کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کی حالت میں بالوں کو سنوارنے اور کپڑے سمیٹنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ حدیث یحییٰ کی روایت کے مطابق ہے اور ابوالربیع کی روایت میں سات ہڈیوں پر (سجدہ کرنے) اور بالوں کو سنوارنے اور کپڑوں کو سمیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے (وہ سات ہڈیاں یہ ہیں)، دو ہتھیلیاں، دو گھٹنے، دونوں قدم اور پیشانی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ (نماز میں) نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سات (اعضاء) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور بال سنوارنے اور کپڑوں کو موڑنے سے منع کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اور دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کی انگلیوں پر اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ نہ بالوں کو

الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَلَا الشَّعْرَ ۔

۱۰۰۲ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعٍ وَلَا أَكْفِتَ الشَّعْرَ وَلَا الثِّيَابَ الْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ۔

۱۰۰۳ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَرَأْسِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ ۔

سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سات (اعضاء) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں پیشانی اور ناک دونوں ہاتھ، دو گھٹنے اور دونوں قدم”

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انھوں نے سر کے پیچھے بالوں کا جوڑا باندھا ہوا تھا، حضرت ابن عباس نے کھڑے ہو کر وہ جوڑا کھولنا شروع کر دیا، عبد اللہ بن حارث نماز پڑھ کر حضرت ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم میرے سر کو کیوں چھیڑ رہے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھے وہ اس شخص کی طرح ہے جس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں اور وہ نماز پڑھ رہا ہو ۔

اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۹۹۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تمام ائمہ حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنا مشروع ہے جن میں پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم شامل ہیں، البتہ ناک کے بارے میں اختلاف ہے ۔[1]

امام ابو حنیفہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پر سجدہ کرنا فرض ہے اور پیشانی کے ساتھ ناک بھی لگانا سنت یا مستحب ہے ۔ اگر ناک نہ لگی تب بھی سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اس باب کی پہلی حدیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر پیشانی

---

[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴-۳۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کرتے، فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا عذر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر عذر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے، امام ابوحنیفہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ [1]

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پہ سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا، ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم کا استدلال ہے۔ [2]

امام شافعی کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۰۰۱ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر ایک عضو قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہو، تاہم ان کا ایک قول امام اعظم کے موافق بھی ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ [3]

امام احمد بن حنبل پیشانی کے ساتھ ناک پہ سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عن عکرمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لا یصیب انفہ من الارض ما یصیب الجبین۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۰)	عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک (سجدہ میں) نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ [4]

فقہاء احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی کمال پر محمول ہے اسی طرح جن احادیث میں، ـــــ ناک کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی استحباب پر محمول ہیں، امام اعظم کے مسلک کی تائید میں وہ احادیث ہیں جن کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے کہ "حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی دو ہاتھ دو گھٹنے اور دو پیروں کی انگلیاں"۔

(بخاری باب السجود علی سبعۃ اعظم، مسلم باب اعضاء السجود، ابوداؤد ایضاً، نسائی باب السجود علی الیدین، ترمذی باب السجود علی سبعۃ اعضاء، ابن ماجہ باب السجود)

ان تمام احادیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] ابو اسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی ۴۷۶ھ، المہذب ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسجد بأعلی جبھتہ علی قصاص الشعر۔

(دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیشانی کے اوپر والے حصے پر سجدہ کر رہے تھے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا لگانا فرض ہے اور اس کے ساتھ ناک کا لگانا سنت یا مستحب ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی مختار قول یہی ہے البتہ امام احمد بن حنبل ناک اور پیشانی دونوں کو سجدہ میں لگانا واجب قرار دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مسلک یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہاتھ، پھر چہرہ اور امام مالک کا مسلک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ، پھر گھٹنے رکھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد احدکم فلیضع یدیہ قبل رکبتیہ ولا یبرک برک البعیر۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن وائل بن حجر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ واذا نھض رفع یدیہ قبل رکبتیہ اخرجہ ابو داؤد والنسائی والترمذی قال الخطابی ھذا اصح من حدیث ابی ھریرۃ وروی عن ابی سعید قال کنا نضع الیدین قبل الرکبتین فامرنا بوضع الرکبتین قبل الیدین، وھذا یدل علی نسخ ما تقدم وقد روی الاثرم حدیث ابی ھریرۃ اذا سجد احدکم فلیبدأ برکبتیہ قبل یدیہ ولا یبرک بروک الفحل۔ [1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھا اور جب سجدہ سے اٹھے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھائے، اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور خطابی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے زیادہ قوی ہے، اور حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ ہم (سجدہ میں) گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھا کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھیں اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت کے منسوخ

---

[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ہونے پر دلیل ہے۔ اثرم نے ابوہریرہ سے ہی یہ روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) گھٹنے رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اثرم کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت مضطرب ہے اور حضرت ابوسعید کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت منسوخ ہے اس لیے اس منسوخ اور مضطرب روایت کو چھوڑ کر حضرت وائل بن حجر کی حدیث پر عمل کرنا چاہیے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر چہرہ رکھے اور جب سجدہ سے اٹھے تو پہلے چہرہ پھر ہاتھ اور گھٹنے اٹھائے۔

سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق

بعض متاخرین مشائخ، احناف، (قدوری، کرخی اور جصاص) نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور بعض (صاحب الخلاصہ) نے کہا ہے کہ صرف ایک پیر کا رکھنا فرض ہے، لیکن یہ اقوال صحیح نہیں ہیں کیونکہ ہمارے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ سجدہ میں صرف چہرے کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اور ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے۔

مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے، اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہیں نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی اس مسئلے سے بہت لوگ غافل ہیں۔ (درمختار، فتاویٰ رضویہ)۔[1]

مولانا امجد علی رحمہ اللہ نے یہ صحیح لکھا ہے کہ سجدہ کی حقیقت پیشانی کا زمین پہ رکھنا ہے، البتہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا شرط ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

سجد یسجد سجودا وضع جبهته بالارض[2]

سجدہ کا معنی ہے پیشانی کو زمین پر رکھنا۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وفی السجود امساس جبهته او انفه علی الارض عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ[3]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔

---

[1] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۳ ص ۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی (ایران ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۲۰۴، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وسجد على انفه وجبهته لان النبي صلى الله عليه وسلم واظب عليه فان اقتصر على احدهما جاز عند ابي حنيفة رحمه الله وقالا لا يجوز الاقتصار على الانف الا من عذر وهو رواية عنه لقوله عليه السلام امرت ان اسجد على سبعة اعظم وعد منها الجبهة ولابي حنيفة رحمه الله ان السجود يتحقق بوضع بعض الوجه وهو المامور به الا ان الخد والذقن خارج بالاجماع والمذكور فيما روي الوجه في المشهور ووضع اليدين والركبتين سنة عندنا لتحقق السجود بدونهما واما وضع القدمين فقد ذكر القدوري انه فريضة في السجود۔ [1]

نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے، اگر ان میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا عذر ناک پر اقتصار کرنا جائز نہیں ہے، امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، اور آپ نے پیشانی کو ان میں سے شمار کیا، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، البتہ ٹھوڑی اور رخسار بالاجماع سجدہ سے خارج ہیں، اور مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے، اور ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے کیوں کہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہو جاتا ہے رہا دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدوری نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوع میں ہے "مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور آپ نے ناک، ہاتھوں، گھٹنوں اور قدموں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی کپڑے اور بال نہ موڑے"۔ اس حدیث سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے، کیونکہ امرت "مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ لفظ وجوب اور استحباب دونوں میں مستعمل ہے، اس لیے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار دینا موجب اشکال ہے، کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے، اور امام ابوحنیفہ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ان لفظ امرت مستعمل فيما هو اعم من الندب والوجوب وهو معنى طلب مني ذلك، ثم هو في الجبهة وجوب وفي غيرها معها ندب او في الندب بخصوصه [1]

امرت (مجھے حکم دیا گیا ہے) کا لفظ وجوب اور استحباب میں عام ہے، اور اس کا معنی ہے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا ہے، اور یہ پیشانی میں وجوب کے لیے ہے اور باقی میں وجوب کے ساتھ استحباب کے لیے یا بالخصوص استحباب کے لیے ہے۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

اما اعضاء السجود فسبعة وفريضة السجود تتعلق بعضو واحد منها في قول ابي حنيفة رحمه الله وهو الوجه۔ [2]

سجدہ کے سات اعضاء ہیں اور سجدہ کی فرضیت ان میں سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ ہے۔

علامہ ابن نجیم، علامہ ابن ہمام اور علامہ خوارزمی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اس لیے سجدہ فرض ہے اور سجدہ کی حقیقت زمین پر چہرہ کو رکھنا ہے اور زمین پر پیشانی یا ناک لگنے سے زمین پر چہرہ لگ جاتا ہے، اس لیے پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک کے لگنے سے فرض سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور حدیث میں جن سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ان میں سے صرف پیشانی کو زمین پر رکھنا فرض ہے جو کہ قرآن مجید کے مطابق ہے اور باقی اعضاء یعنی دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا مستحب ہے، کیونکہ خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اور علامہ مرغینانی نے قدوری سے جو یہ نقل کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے تو اس کے متعلق علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذكر القدوري ان وضعهما فرض وهو ضعيف واما اليدان فظاهر الرواية عدم افتراض وضعهما قال في التجنيس والخلاصة وعليه فتوى مشائخنا۔ [3]

قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہے، یہ ضعیف قول ہے اور رہا ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے، تجنیس اور خلاصۃ الفتاوی میں لکھا ہے ہمارے مشائخ کا اسی پر

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، " " "

[3] علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فتویٰ ہے۔

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعهما سنة فتكون الكراهة تنزيهية ۔[1]

اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دونوں پیروں کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

ملا خسرو حنفی لکھتے ہیں:

وذكر الامام التمرتاشي ان اليدين والقدمين سواء في عدم الفريضة وهو الذي يدل عليه كلام شيخ الاسلام في مبسوطه وهو الحق ۔[2]

امام تمرتاشی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قدوری، کرخی اور جصاص نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں زمین پر دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے، اور جلالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے، قدوری کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز نہیں ہے، اور خلاصۃ الفتاوی میں لکھا ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز ہے، اور اس کو مکروہ نہیں کہا، اور فتاوی قاضی خاں میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع تمرتاشی میں لکھا ہے کہ اگر دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔[3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

پیروں کا رکھنا سجدہ میں اس لیے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھا لیے تو یہ تعظیم اور اجلال کے بجائے تلاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجیز میں لکھا ہے کہ دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے، اگر ایک پیر کو رکھا اور ایک کو اٹھا لیا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔[4]

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ خود انھوں نے شروع میں لکھا ہے، محض کسی کی رائے سے فرضیت ثابت

---

[1] علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ مطبع منشی نوالکشور لکھنؤ ۱۹۱۱ء

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۶۵۳، مطبوعہ مطبع منشی نوالکشور لکھنؤ

[4] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

نہیں ہوتی اور تلاعب کے ساتھ مشابہت کا جواب یہ ہے کہ فرض کیجئے کسی نے ایک پیر بہت زیادہ اٹھا لیا تو یہ بھی تلاعب کے مشابہ ہے حالانکہ صرف ایک پیر کو اٹھانے سے صاحب خلاصہ، قاضی خاں اور اکثر فقہاء کے نزدیک نماز جائز ہے، نیز تلاعب کے ساتھ مشابہت اس وقت ہوگی جب دونوں پیر بہت زیادہ اٹھا لیے جائیں، اور اگر دونوں پیر زمین پر لگے نہ ہوں صرف معمولی سے اٹھے ہوئے ہوں تو یہ تلاعب کے ساتھ مشابہ نہیں ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ سجدہ میں ——— گھٹنوں کی طرح بالخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے، ہاں پیشانی کو زمین پر رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر رکھا جائے، اس لیے سجدہ میں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک کا لاعلی التعیین زمین پر رکھنا فرض ہے، خصوصیت کے ساتھ پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے اور یہ فرض ظنی ہے جو حکماً واجب ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

واما وضع القدمين فقد ذكر القدوری انه فرض فی السجود فاذا سجد ورفع اصابع رجليه عن الارض لا يجوز كذا ذكره الكرخی والجصاص ولو وضع احدهما جاز قال قاضی خان ويكره، وذكر الامام التمرتاشی ان اليدين والقدمين سواء فی عدم الفريضة وهو الذی يدل عليه كلام شيخ الاسلام فی مبسوطه وهو الحق۔ [1]

قدوری نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے، پس جب نمازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں کو زمین سے اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے اسی طرح کرخی اور جصاص نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے اور قاضی خاں نے کہا مکروہ ہے، اور امام تمرتاشی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

واختلف فی محل اقامة فرض السجود قال اصحابنا الثلثة هو بعض الوجه وقال زفر والشافعی السجود فرض على الاعضاء السبعة الوجه واليدين والركبتين والقدمين احتجاجا بما روی عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال امرت

سجدہ میں کس چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے امام شافعی اور امام زفر نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ دو گھٹنے، اور دو پیروں کو رکھنا فرض ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ علی ہامش فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

ان اسجد على سبعة اعظم الوجه واليدين والركبتين والقدمين ولنا ان الامر تعلق بالسجود مطلقا من غير تعيين عضو ثم انعقد الاجماع على تعيين بعض الوجه، فلا يجوز تعيين غيره و لا يجوز تقييد مطلق الكتاب بخبر الواحد فنحمله على بيان السنة عملا بالدليلين ثم اختلف اصحابنا الثلاثة في ذلك البعض قال ابو حنيفة هو الجبهة او الانف غير عين حتى لو وضع احدهما في حالة الاختيار يجزيه

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیر، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس میں کسی عضو کے رکھنے کی تعیین نہیں کی۔ پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اس لیے اب کسی اور عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلق حکم کو خبر واحد سے معین کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے ہم باقی اعضاء کے رکھنے کو سنت پر محمول کرتے ہیں تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو، پھر ہمارے اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ بعض حصہ کون سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض ہے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا وہ پیشانی یا ناک ہے لاعلی التعیین، حتیٰ کہ اگر اس نے حالت اختیار میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔

غور فرمائیے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث صحیح سے بھی سجدہ میں پیروں کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی تو قدوری، جصاص، کرخی اور صاحب الہدایہ میں یہ طاقت کہاں سے آئے گی کہ ان کے اقوال کی بناء پر سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد سے تو پیروں کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہ ہو اور خبر واحد سے قرآن مجید کے مطلق کی تقیید لازم آئے اور یہ جائز نہ ہو اور قدوری، جصاص اور کرخی کے اقوال اور ان کی آراء سے فرضیت ثابت ہو اور قرآن مجید کے مطلق کی تقیید جائز ہو جائے فیاللاسف!

خاتم المحققین علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے اور دقیق گفتگو کی ہے کہ آیا سجدہ میں پیروں یا گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے یا نہیں، اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے ہم اس عبارت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

حلیہ میں یہ لکھا ہے کہ قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے جب نمازی نے سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے، کرخی اور جصاص نے بھی اسی

ــــ ۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

طرح لکھا ہے اور اگر صرف ایک پیر کو رکھا تو قاضی خاں نے کہا یہ مکروہ ہے اور امام تمرتاشی نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر دلالت ہے اور اسی طرح نہایہ اور عنایہ میں ہے، مجتبیٰ میں لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ مختصر کرخی، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے، العینی نے بعض نسخوں میں لکھا اس میں دو روایتیں ہیں، فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز ہے، اس لیے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہو گئیں، (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے، البحر الرائق میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہوگا، عنایہ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے، اور لکھا ہے یہی حق ہے اور درر میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور اس کو فرض کہنے سے خبر واحد سے کتاب پر زیادتی لازم آئے گی، لیکن شرح منیہ میں اس تحقیق کو رد کر دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ کوئی فقہی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی ہے، کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اور جب ہمارے ائمہ کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ فرض ہیں تو اب اگر پیروں کا رکھنا بھی فرض نہ ہو تو سجدہ میں ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کو زمین پر رکھے بغیر پیشانی کو زمین پر رکھنا کیسے ممکن ہوگا، اس لیے زمین پر پیشانی کا رکھنا دونوں پیروں یا ایک پیر کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہوگا اور فرض کا مقدمہ (موقوف علیہ) بھی فرض ہوتا ہے اس لیے جب سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا فرض ہے تو زمین پر دونوں پیروں یا کسی ایک پیر کا رکھنا بھی فرض ہوگا۔ ۱؎

میں کہتا ہوں کہ یہ تقریر سراسر غلط ہے اول تو اس لیے کہ شارح منیہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی، کیونکہ ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک سجدہ میں صرف چہرہ کا بعض حصہ رکھنا فرض ہے اور باقی اعضاء کا رکھنا سنت ہے، مبسوط، ہدایہ اور بدائع الصنائع کے حوالے گزر چکے ہیں اور شیخ الاسلام اور امام تمرتاشی کے حوالوں سے یہ تصریح گزر چکی ہے کہ پیروں کو سجدہ میں رکھنا فرض نہیں ہے، سنت ہے، نیز شارح منیہ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے، کیونکہ محیط کے حوالے سے یہ گزر چکا ہے کہ گھٹنوں کو زمین پر رکھے بغیر سجدہ جائز نہیں ہے، اور شارح منیہ نے یہ جو کہا ہے کہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے یہ صحیح ہے، لیکن زمین پر پیشانی کا رکھنا صرف زمین پر پیر رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر نمازی فرش دونوں ہتھیلیاں اور گھٹنے رکھ دے اور پیر نہ رکھے تب بھی زمین پر پیشانی رکھی جا سکتی ہے اور ہیئت

۱؎۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

سجدہ متحقق ہو سکتی ہے، یا صرف گھٹنے اور ہتھیلیاں رکھے اور پیر نہ رکھے پھر بھی ہیئت سجدہ متحقق ہو سکتی ہے اگرچہ کامل اور سنت کے مطابق ہیئت سجدہ تینوں کے رکھنے سے ہوگی اس لیے صرف پیروں کو سجدہ کا موقوف علیہ کہنا غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں میں سے کوئی ایک عضو لا علی التعیین ہیئت سجدہ کا موقوف علیہ ہے، بالخصوص پیروں کا زمین پہ رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے۔ فاغتنم هذا التحریر فانه من خصائص هذا الکتاب۔

اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

شرح منیہ کی تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصنف نے شرح المجمع میں یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت پیشانی اور پیروں کے رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے، اسی طرح کفایہ میں زاہدی، کرخی اور سراج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے سجدہ میں دونوں پیروں کو اٹھا لیا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اگر ایک پیر کو اٹھا لیا تو سجدہ ہو جائے گا۔ فیض میں لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور حلیہ میں لکھا ہے اس کی زیادہ توجیہ یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور دلیل کے اعتبار سے متوسط قول یہ ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیروں کا رکھنا بھی واجب ہے، البحر الرائق اور شرنبلالیہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، میں کہتا ہوں جن مشائخ نے پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے اس کو بھی وجوب پہ محمول کر دیا جائے اور شیخ الاسلام اور امام تمرتاشی نے جو فرضیت کی نفی کی ہے وہ وجوب کے ثبوت کے منافی نہیں ہے، اور قدوری نے جو پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ فرض کا اطلاق کبھی واجب پہ بھی کر دیا جاتا ہے اور شرح منیہ نے جو عنایہ کی عبارت پر بحث کی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ زمین پہ پیشانی کا رکھنا پیروں کے رکھنے پہ موقوف نہیں ہے بلکہ پیشانی کے رکھنے کا توقف ہاتھوں اور گھٹنوں پہ زیادہ واضح ہے تو سجدہ میں پیروں کے زمین پر رکھنے کو فرض کہنا ترجیح بلا مرجح ہے، (بلکہ ترجیح بالمرجوح ہے) اور نقلی روایات میں یہ لکھا ہے کہ پیروں کا اٹھانا ناجائز نہیں ہے یہ نہیں لکھا کہ پیروں کا رکھنا فرض ہے اور عدم جواز وجوب کے خلاف پر بھی صادق آتا ہے، فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا راجح ہے۔ اسی لیے عنایہ اور درر میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نفی کو وجوب پہ محمول کر دیا جائے۔ [1]

علامہ شامی نے البحر الرائق کے حاشیہ پر بھی یہی تقریر لکھی ہے لیکن یہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔ [2]

علامہ شامی کی اس عبارت میں بھی تشنگی ہے، حق یہ ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا خصوصیت کے ساتھ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۷ - ۳۶۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

پیروں پر موقوف نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک پر لا علی التعیین موقوف ہے اس لیے ہاتھوں کے ساتھ ان دو اعضاء میں سے کسی ایک کا زمین پر رکھنا واجب ہے[3]۔ اور دونوں کا بیک وقت رکھنا سنت ہے، اور جب نمازی نے سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے رکھے ہوئے ہوں اور دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ یہ کہ کوئی نمازی مدفاحش تک پیر بالکل اوپر اٹھالے تو یہ عمل تلاعب کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔

سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ سجدہ میں کم از کم ایک انگلی کا پیٹ لگانا بایں طور کہ انگلی کا پیٹ قبلہ کی طرف ہو، فرض ہے اور اگر سجدہ میں کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگا تو نماز فاسد ہو جائے گی، یہ قول بھی بلا دلیل اور باطل ہے کیونکہ جب پیر کا رکھنا ہی فرض نہیں ہے تو کسی انگلی کا پیٹ لگانا کیسے فرض ہوگا! اور اس کی بنیاد در مختار کی ایک عبارت ہے جس کو ہم پیش کر رہے ہیں:

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی لکھتے ہیں:

يفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون۔[1]

سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کر کے رکھنا خواہ ایک انگلی ہو یہ فرض ہے ورنہ نماز جائز نہیں ہوگی اور لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت کے متعلق لکھتے ہیں:

بلکہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔[2]

---

[1] علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ص ۴۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ص ۴۶۲، " " "

[3] زمین پر سہولت کے ساتھ پیشانی رکھنا تو دو اعضاء پر موقوف ہے، دونوں ہاتھوں کے ساتھ دونوں گھٹنوں یا پیروں میں سے کوئی ایک لا علی التعیین، تاہم ایک عضو کے ساتھ بھی پیشانی زمین پر رکھی جا سکتی ہے مثلاً دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں اور گھٹنے اور پیر دونوں زمین سے اٹھالیں یا دونوں گھٹنے زمین پر رکھیں اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر زمین سے اٹھالیں، مگر اس میں دشواری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ صرف ہاتھوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے اور صرف گھٹنوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے، البتہ صرف پیروں سے سجدہ نہیں ہو سکتا بایں طور کہ صرف پیروں کے زور پر پیشانی کو زمین پر رکھا جائے اور ہاتھوں اور پیروں کو نہ رکھا جائے اور (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

پھر اس کی تفصیل میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

صاحب تنویر الابصار کے ماتن نے لکھا ہے انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے، جس طرح اگر بلا عذر ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو اٹھا لیا تو یہ مکروہ ہے۔ اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے اور علامہ رملی نے حاشیۃ البحر میں لکھا ہے کہ یہ سنت ہے اور اس کو برجندی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل ضیاء معنوی اور قہستانی نے جلابی سے نقل کیا ہے اور حلیہ میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے، کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں منقول ہے جب نمازی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سکیڑے بغیر زمین پر رکھے اور اپنی انگلیوں کی پوروں کو قبلہ کی طرف کرے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں فرضیت، وجوب اور سنیت (یہاں علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے انھوں نے پہلے یہ تین قول بیان کیے تھے (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے سعیدی غفرلہ)۔ اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھی جائیں خواہ ایک انگلی رکھی جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے، اور ابن امیر حاج نے حلیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تصریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے، پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے، اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے برعکس صاحب درمختار نے شارح منیہ (زاہدی معتزلی) کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محقق ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے۔ اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس عبارت میں ہمارے موقف کی تصریح ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔ [1]

میں نے یہ بات واضح کرنے میں بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے کہ سجدہ میں دونوں یا کسی ایک

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تعجب اور حیرت اس پر ہے کہ شارحین نے سجدہ میں صرف ہاتھوں اور صرف گھٹنوں کے رکھنے کو فرض نہیں کیا جن میں سے ہر ایک سجدہ کا مستقل موقوف علیہ ہے، اور پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے۔ جن کے بغیر سجدہ ہو سکتا ہے، الغرض پیروں کو زمین پر رکھنے کا سجدہ میں کوئی دخل نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۱ - ۳۰۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے، نہ واجب ہے اور نہ کسی ایک انگلی کے پیٹ کا لگانا سجدہ میں فرض یا واجب ہے، اور جب سجدہ میں نمازی کے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر ہوں اور اس کے دونوں یا ایک پیر زمین سے اٹھ جائے یا اس کی کسی بھی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ یہ عمل سنّت کے خلاف ہے اور صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ ہمارے زمانہ میں بعض متشدد لوگ نماز میں لوگوں کی انگلیاں دیکھتے رہتے ہیں اور اگر کسی امام کی نماز میں کوئی انگلی زمین سے نہ لگے تو اس امام کے خلاف فتووں کا طوفان اٹھا لیتے ہیں اور اس غریب کو مسجد سے نکال کر دم لیتے ہیں، کیونکہ عام دستیاب اردو کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ سجدہ میں کسی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر رکھنا فرض ہے، ہر چند کہ بعض متاخرین مشائخ احناف نے اسی طرح لکھا ہے لیکن ان کا یہ قول صریح قرآن مجید، احادیث اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد اور ان کے بعد شیخ الاسلام، امام سرخسی، امام تمرتاشی، علامہ محمد بابرتی صاحب عنایہ، ملا خسرو صاحب درر و غرر، علامہ شامی اور دیگر محققین کی تصریح کے خلاف ہے، کیونکہ سجدہ کی حقیقت صرف پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا ہے اور بس! البتہ اس کے تحقق کے لیے ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں کسی ایک کا لا علی التعیین زمین پر رکھنا واجب ہے، کیونکہ فرض کا مقدمہ فرض ہوتا ہے اور چونکہ یہ فرض ظنی ہے اس لیے یہ حکماً واجب ہے۔

میں نے نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے کسی اور نے اس موضوع پر اتنی تفصیل سے لکھا ہو، اور چونکہ لوگوں میں مشہور وہی ہے جو عام دستیاب اردو کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس لیے بعض ناپختہ ذہنوں اور متشدد لوگوں کو ضرور اس سے اضطراب ہوگا، لیکن میں اظہار حق میں کبھی لوگوں کے چیں بہ جبیں ہونے کی پرواہ نہیں کرتا، ہم کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم صرف مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں، کسی چیز کو فرض یا واجب اور سنّت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے، ہم بغیر دلیل شرعی کے کسی چیز کو فرض نہیں کہہ سکتے، جن بعض فقہاء نے سجدہ میں سر رکھنے کو فرض کہا انہوں نے بالخصوص پیروں کے زمین پر رکھنے کو سجدہ کا موقوف علیہ سمجھ لیا، یہ ان کی اجتہادی خطاء ہے جس میں وہ عند اللہ ماجور ہیں۔ لیکن جب ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ بالخصوص پیروں کا رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے تو ہم کو جان بوجھ کر مکھی پر مکھی مارنا نہیں چاہیے اور اس پر خواہ مخواہ اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان فقہاء کے درجات بلند کرے وہ یقیناً تفقہ اور تقویٰ میں ہم سے بہت بلند اور برتر تھے اور ہم ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتے لیکن اس کے باوجود وہ بشر اور انسان تھے اور اجتہادی خطاؤں سے منزہ نہیں تھے اور نہ ہم ہیں، اگر چند مسائل میں ان کی اجتہادی خطا نکل آئے تو اس سے ان کی علمی عظمتوں میں کوئی فرق نہیں آتا وہ یقیناً علمی دنیا میں فقہ کے آفتاب اور ماہتاب ہیں، اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ دین اسلام آسان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سہل اور آسان احکام بیان کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے بلا وجہ سخت اور دشوار فتوے تلاش کر کے مسلمانوں کو مشکل میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی

اصحابہ الکاملین الراشدین وآلہ الطیبین الطاہرین وازواجہ امہات المؤمنین وعلی جمیع اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین ۔

نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم

حدیث نمبر ۱۰۰۱ کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑوں کو موڑنے سے اور حدیث نمبر ۱۰۰۲ میں نماز میں بالوں کو سنوارنے سے منع فرمایا ہے ۔

ان احادیث میں نماز کی حالت میں کپڑے موڑنے یا بالوں کا جوڑا بنانے سے منع کیا گیا ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس شخص نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھ لی اس کی نماز ہو جائے گی ان کی دلیل اس باب کی آخری حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن حارث بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بالوں کو کھول دیا اور نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہی تنزیہی ہے[1] ۔

احناف کی کتب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء حنفیہ کا کپڑا موڑنے میں اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور اگر کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے ۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں :

في الخلاصة ان لا يكره كذا في شرح منية المصلي ويدخل ايضاً في كف الثوب تشمير كمه كما في فتح القدير وظاهره الاطلاق وفي الخلاصة ومنية المصلي قيد الكراهة بأن يكون رافعا كميه الى المرفقين وظاهره انه لا يكره اذا كان يرفعهما الى ما دونهما والظاهر الاطلاق تصدق كف الثوب على الكل وذكر في المجتبى في كراهية تشمير الكمين قولين ۔[2]

”خلاصہ“ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح شرح منیۃ المصلی میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑسنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور یہ بنا بر مطلق ہے لیکن ”خلاصہ“ اور ”منیۃ المصلی“ میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھا لیا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی ہیں تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور ”مجتبیٰ“ میں آستین چڑھانے کی کراہت کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں ۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہاء نے نمازی کے کپڑا موڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء نے کراہت کی نفی کی ہے اس نفی سے مراد بھی مکروہ تحریمی کی نفی ہے اور مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے اسی طرح (نماز میں) کپڑا لٹکانے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کراہت ثابت کرنے والوں کی مراد کراہت تحریمہ ہے اور نفی کرنے والے بھی کراہت تحریمہ کی نفی کرتے ہیں، کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے[1]

کپڑا موڑنے میں آستینوں کو چڑھانا، پائنچوں کو موڑنا اور پیٹے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اڑس لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ فعل مکروہ تحریمی ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے، اگر وقت نکل گیا تو وہ گنہگار ہوگا، اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے، اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے، شرح اصول بزدوی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے خلل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے، اور جامع تمرتاشی میں ہے اگر اس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے، تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرف اشارہ ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کے سر کا جوڑا ان کی نماز کی حالت میں کھول دیا، اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ نووی نے لکھا کہ نماز کی حالت میں بھی نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا چاہیے نیز مسلمان جس بُرائی کو مٹا سکے مٹادے خواہ نماز کی حالت ہو اور یہ کہ خبر واحد مقبول ہوتی ہے۔

بَابٌ۸۲ اَلْاِعْتِدَالِ فِي السُّجُوْدِ وَوَضْعِ الْكَفَّيْنِ عَلَى الْاَرْضِ وَرَفْعِ الْمِرْفَقَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَرَفْعِ الْبَطْنِ عَنِ الْفَخِذَيْنِ فِي السُّجُوْدِ

اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنا، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھنا

۱۰۰۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ اعتدال سے کرو اور تم میں سے کوئی شخص کلائیاں

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] ؍ ؍ ؍ ؍ ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ۔

کہ (سجدہ میں) کتے کی طرح نہ بچھائے۔

نوٹ: یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کی نماز کا طریقہ ان شاء اللہ عنقریب شرح میں آئے گا۔ سعیدی غفرلہ

١٠٠٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَلَا يَتَبَسَّطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ۔

امام مسلم کہتے ہیں ابن جعفر کی روایت میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی کلائیاں کتے کی طرح نہ بچھائے۔

١٠٠٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِيَادٍ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں (زمین پر) رکھو اور کہنیاں زمین سے بلند رکھو۔

١٠٠٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَكْرٌ وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ۔

حضرت عبد اللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر کشادہ رکھتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

١٠٠٨۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ يُجَنِّحُ فِي سُجُودِهِ حَتَّى يُرَى وَضَحُ إِبْطَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ فَرَّجَ يَدَيْهِ عَنْ إِبْطَيْهِ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى بَيَاضَ إِبْطَيْهِ۔

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے یہاں تک کہ آپ کی بغل کی سفیدی (یا سفیدی کی جگہ سفید) نظر آتی اور لیث کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ بغلوں سے جدا رکھتے حتی کہ میں آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لیتا۔

١٠٠٩۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَصَمِّ عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بَهْمَةٌ أَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح سجدہ کرتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ کی بغلوں کے درمیان میں سے گذرنا چاہتا تو گذر جاتا۔

۱۰۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ خَوّٰى بِيَدَيْهِ وَجَنَّحَ حَتّٰى يُرٰى وَضَحُ إِبْطَيْهِ مِنْ وَّرَائِهِ وَإِذَا قَعَدَ اطْمَأَنَّ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے پشت سے آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں پیر پر بیٹھتے۔

۱۰۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرُوْنَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ جَافٰى حَتّٰى يُرٰى مِنْ خَلْفِهِ وَضَحُ إِبْطَيْهِ قَالَ وَكِيْعٌ يَعْنِيْ بَيَاضَهُمَا۔

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو (پہلوؤں سے) جدا رکھتے حتی کہ پشت سے آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

ف: علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس ہیئت سے سجدہ کرنے میں زیادہ تواضع اور تذلل ہے۔

بَابُ ۱۸۲ مَا يَجْمَعُ صِفَةَ الصَّلٰوةِ وَمَا يُفْتَتَحُ بِهِ وَيُخْتَمُ بِهِ وَصِفَةِ الرُّكُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ مِنْهُ وَالسُّجُوْدِ وَالْاِعْتِدَالِ مِنْهُ وَالتَّشَهُّدِ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ وَصِفَةِ الْجُلُوْسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَفِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ

نماز کی جامع صفت، نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ مع اعتدال، چار رکعت کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد، دو سجدوں کے درمیان اور تشہد اول میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان

۱۰۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُوْ خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کا افتتاح اللہ اکبر سے کرتے اور قرأت

اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ اَبِي الْجَوْزَآءِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَآءَةِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَآئِمًا وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ وَيَنْهٰى اَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ خَالِدٍ وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ ۔

الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے اور رکوع میں پشت کو بالکل سیدھا رکھتے، سر نیچا رکھتے نہ اوپر، اور رکوع سے جب سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ نہ کرتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہ کرتے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے، ہر دو رکعات کے بعد التحیات پڑھتے (بیٹھتے وقت) بایاں پیر بچھاتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے۔ شیطان کی طرح بیٹھنے اور درندوں کی طرح کلائیاں بچھانے سے منع فرماتے اور سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عقب شیطان سے منع کرتے تھے۔ (عقب شیطان کی تشریح شرح میں ملاحظہ کریں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سورۂ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر دلائل

حدیث نمبر ١٠١٢

یہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحمد للہ رب العٰلمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جز نہیں ہے، اس لیے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً (بلند آواز سے) قرأت الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع کی جائے گی اور امام شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورت فاتحہ کا جز ہے اس لیے جہری نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ (مغنی ابن قدامہ ج ١ ص ٢٨٥) (نووی مع مسلم ج ١ ص ١٩٢) اس حدیث میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہری نماز میں قرأت الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع کرتے تھے، اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العٰلمین۔

(صحیح بخاری ج ١ ص ١٠٣)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز (میں قرأت) الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع کرتے تھے۔

علامہ نووی نے امام شافعی کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ الحمد للہ رب العٰلمین سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ قرأت سورۂ فاتحہ سے

شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورۂ فاتحہ کی جز ہے تو قرأت بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ علامہ نووی کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ترمذی شریف میں صراحۃً بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

عن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی و انا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منھم یقولھا فلا تقلھا اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العلمین۔

(جامع ترمذی ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو جہراً سنا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا اے بیٹے بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ بدعت کو بُرا جانتے تھے انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتدار میں نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا۔ جب تم نماز پڑھو تو (جہراً) بسم اللہ نہ پڑھا کرو، بلکہ الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کو نماز میں آہستہ اور الحمد للہ رب العلمین کو جہری نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اس کے ثبوت میں مزید یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن قتادۃ قال سمعت انس بن مالک قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلم اسمع احدا منھم یجھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وفی لفظ وکلھم یخفی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وفی لفظ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابا بکر وعمر رواہ ابن شاہین۔ لہ

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدار میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں کسی سے نہیں سنا کہ انھوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو، ایک روایت میں ہے کہ وہ سب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھتے تھے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھا کرتے تھے (ان روایات کو ابن شاہین نے بیان کیا)۔

لہ۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۵-۲۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نماز سری ہو یا جہری ہر حال میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھی جائے گی اور جہری نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قرأت الحمد للہ رب العلمین سے (با آواز بلند) کی جائے گی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھنا اور الحمد للہ رب العلمین کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مسلک ہے۔

تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

اس حدیث میں ہر دو رکعات کے بعد التحیات پڑھنے کا بھی ذکر ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں قعدوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف کے تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا صلوا کما رایتمونی اصلی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۵) "اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو" نیز آپ کا حکم ہے قولوا التحیات للہ "التحیات للہ" پڑھو فرض اس لیے نہیں ہے کہ آپ نے التحیات سہواً رہ جانے سے سجدہ سہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز نہ ہوتی۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۱۴) علامہ ابن قدامہ نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصریح کی ہے لیکن ان کے دلائل سے پتا چلتا ہے کہ وہ واجب بمعنی فرض لے رہے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک تشہد فرض ہے۔[1]

مسلک شافعی کی مستند کتاب مہذب میں لکھا ہے کہ تشہد سنت ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وان كانت الصلوٰة تزيد على ركعتين جلس فى الركعتين للتشهد لنقل الخلف عن السلف عن النبى صلى الله عليه وسلم وهو سنة۔	اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو تو دو رکعات کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھے کیونکہ یہ تشہد حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یہ سنت ہے۔

اسی طرح علامہ ابن رشد نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔

علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

فذهب مالك وابو حنيفة وجماعة الى ان التشهد ليس بواجب۔[2]	امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے کہ تشہد واجب نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کی طرف جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی نسبت کی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ وجوب بمعنی فرض ہو کیونکہ فرض پر واجب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں اور اس طور پر یہ بھی ممکن ہے کہ مالکیہ

---

[1] علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر

[2] علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کے نزدیک بھی تشہد فرض نہ ہو بلکہ واجب ہو، لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک تشہد سنت ہی ہے کیونکہ علامہ عبدالرحمٰن جزیری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔ نیز علامہ ابن رشد کی طرح علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء

احناف کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں پیر کھڑا کیا جائے اور بایاں پیر بچھا لیا جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس زیر بحث روایت میں صراحۃً مذکور ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورک سنت ہے یعنی بایاں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھ جائیں (جیسے عورتیں بیٹھتی ہیں) امام شافعی کے نزدیک پہلے قعدہ میں تو بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں تورک کے ساتھ بیٹھے۔ (شرح نووی مع مسلم ج ۱ ص ۱۹۵)۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی سجدہ کے بعد بیٹھنے کا طریقہ احناف کے مطابق ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

السنۃ ان یجلس بین السجدتین مفترشا وھو ان یثنی رجلہ الیسری فیبسطھا ویجلس علیھا وینصب رجلہ الیمنی ویخرجھا من تحتہ ویجعل بطون اصابعہ علی الارض معتمدا علیھا لتکون اطراف اصابعھا الی القبلۃ قال ابو حمید فی صفۃ صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ثنی رجلہ الیسری وقعد علیھا ثم اعتدل حتی رجع کل عظم فی موضعہ ثم ھو ساجدا وفی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی روتہ عائشۃ وکان یفرش رجلہ الیسری وینصب الیمنی[1]

(متفق علیہ)

نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان پیر بچھا کر بیٹھے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پیر موڑ کے بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پیر اس طرح سے کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں زمین پہ قبلہ کی طرف جمی رہیں۔ ابو حمید رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور بایاں پیر موڑ کر بچھا کے اس پہ بیٹھ جاتے اور بالکل سیدھے بیٹھتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پہ آجاتی پھر اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صفت بیان کی ہے اس میں بھی ہے کہ حضور بایاں پیر بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔

امام مالک جس تورک کے قائل ہیں اس کو بعض علماء اقعاء سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کے بارے

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

یں علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

ویکرہ الاقعاء وھو ان یفرش قدمیہ و یجلس علی عقبیہ۔ [1]

اقعاء مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں پیر بچھا کر ان کی ایڑیوں پر بیٹھا جائے۔

دراصل اقعاء کے دو معنی ہیں ایک وہ جس کو تورک سے تعبیر کرتے ہیں اور جو امام مالک کا طریقہ ہے جس کا یہاں بیان ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے اور اقعاء کا ایک معنی یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے کرکے سرین پر بیٹھا جائے اس اقعاء کو حدیث میں عقبۃ الشیطان اور اقعاء الکلب کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس کے استحباب کا کوئی قائل نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں علی العموم والاستغراق دایاں پیر کھڑا کرکے اور بایاں پیر بچھا کر بیٹھتے تھے، علامہ نووی نے امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور تورک کے ساتھ بیٹھتے تھے اس لیے دونوں احادیث جمع کرنے کے لیے انھوں نے کہا کہ پہلے قعدہ میں بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے میں تورک کے ساتھ۔ لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عام طریقہ بغیر تورک کے صرف بایاں پیر بچھا کر بیٹھنا تھا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور صحت کی تقدیر پر اس کو کبر سنی پر محمول کیا ہے البتہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تورک کے ساتھ بھی بیٹھے ہیں، اس لیے یہ حدیث کبر سنی یا عذر کی حالت پر محمول ہے۔

نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آراء

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرتے تھے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنا فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

مفتاح الصلوٰۃ الطھور وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم۔ [2]

نماز کی کنجی پاکیزگی ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل (نماز کو ختم کرنا) سلام پھیرنا ہے۔

چونکہ پاکیزگی اور تکبیر تحریمہ دونوں فرض ہیں اس لیے ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں سلام پھیرنا بھی فرض ہونا چاہیے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ قران فی الذکر قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا اس کے علاوہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

احناف کے نزدیک سلام فرض نہیں ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے حضرت

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی اور اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کے بعد فرمایا:

فاذا قضیت ھذا او قال فاذا فعلت ھذا فقد قضیت صلوتک فان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد۔ [1]

جب تم نے تشہد پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی۔ اب تم اگر کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں بلکہ قعدۂ اخیرہ فرض ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز ہو گئی اور نہ سلام کا ذکر فرمایا نہ اختتام نماز کو سلام پر موقوف کیا بلکہ قعدہ اخیرہ پر اختتام کو موقوف کیا اور وہ احناف کے نزدیک فرض ہے، سلام کے فرض نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اس اعرابی کو نماز کی تعلیم دی جس نے نماز ٹھیک سے نہیں پڑھی تھی، اور فرمایا تھا صل فانک لم تصل۔ تو اس میں آپ نے سلام کا ذکر نہیں کیا (دیکھیے بخاری ج ۱ ص ۱۰۹) حالانکہ باقی فرائض ذکر کیے اگر سلام فرض ہوتا تو اس کا بھی ذکر فرماتے۔

البتہ احتیاطاً احناف نے سلام کو واجب قرار دیا ہے۔

نماز سے باہر آنے کے لیے احناف کے نزدیک نماز کو ختم کرنا فرض ہے اور اس کی فرضیت پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً عصر کی نماز کا شروع کرنا فرض ہے اور عصر اس وقت شروع ہو گی جب ظہر ختم ہو اگر کوئی شخص ظہر اور عصر کا سارا وقت ظہر میں خرچ کر دے تو عصر کی نماز کیسے شروع ہو گی اس لیے مثلاً ظہر کا ختم کرنا فرض ہے تاکہ عصر شروع ہو۔ اور یہ ضروری ہے کہ نماز کو قصداً کسی ایسے فعل کے ساتھ ختم کیا جائے جو از قبیل عبادت ہو ایسے فعل کے ساتھ نماز کو ختم نہ کیا جائے جو نماز کے منافی ہو (مثلاً کسی سے بات کرنا یا قہقہہ لگانا) ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔

خروج بصنعہٖ کی تحقیق

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اگر نمازی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد عمداً نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائے گی اور سلام نہ کرنے کی بنا پر سجدہ سہو لازم آئے گا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ قعدۂ اخیرہ جو فرض ہے متروک ہو گیا) اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ اس نے قصداً نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی۔ [2]

علامہ ابوسعید بردعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصنعہ (نماز کے منافی کسی عمل کو قصداً کر کے نماز ختم کرنا) فرض ہے، کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول،

اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہوگا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ نماز میں سے ہی ہوگا اور جس چیز پر فرض موقوف ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بصنعہ فرض ہوگا لیکن علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو بھی تو وہ اس عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابو سعید بردعی نے اس مسئلہ کو ان بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ لے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائے گی، اس سے ابو سعید بردعی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلا قصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی، اور خروج بصنعہ کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور عمل منافی صلوٰۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے، علامہ بردعی کی تخریج کی موافقت ہدایہ اور اس کی شروحات میں ہے اور کنز، وافی اور کافی میں بھی اسی طرح ہے اور شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی یہی مختار ہے اور صاحب تنویر الابصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی موافقت میں فرمایا کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے[1]۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھ جاؤ، اور امام اعظم سے خروج بصنعہ کے فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ بردعی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً لفظ سلام کے ساتھ مختص ہوگا، اور ان بارہ مسائل میں فرض کی تغیر ہے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ قاطع نماز ہے اور عمداً وضو توڑنا اور قہقہہ لگانا نماز کو باطل کر دیتا ہے وہ تغییر کرتا ہے مجتبیٰ میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے سراج الدرایہ میں ہے شمس الائمہ الحلوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے۔[2]

علامہ کرخی، شمس الائمہ الحلوانی، زین الدین ابن نجیم، علامہ زیلعی، صاحب تنویر الابصار، صاحب مجتبیٰ اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بصنعہ فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور درایت کے موافق ہے مذاہب ثلاثہ کے علماء نے خروج بصنعہ کی بناء پر فقہاء احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۸، ج ۱ ص ۵۶۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

نووی شافعی اور علامہ وشتانی مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو توڑ دینے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک گوز مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف ظاہر کر کے حق کے چہرہ سے حجاب اٹھاؤں۔

سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا جائے[1] جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۲۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں منہ کر کے دو مرتبہ سلام پھیریں۔[2]

بَابُ ۱۸۵ سُتْرَةِ الْمُصَلِّيْ وَنَدْبِ الصَّلٰوةِ إِلٰى سُتْرَةٍ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ وَحُكْمِ الْمُرُوْرِ وَدَفْعِ الْمَارِّ وَجَوَازِ الْاِعْتِرَاضِ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَالصَّلٰوةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْاَمْرِ بِالدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ وَبَيَانِ السُّتْرَةِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ

نمازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا استحباب، نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے کا حکم اور گزرنے والے کو روکنا، نمازی کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، سترہ کے قریب ہونے کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق امور کا بیان

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

١٠١٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَآءَ ذٰلِكَ ۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھے تو اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے، پھر اس کے آگے سے گذرنے والے کی پرواہ نہ کرے ۔

١٠١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي وَالدَّوَآبُّ تَمُرُّ بَيْنَ أَيْدِينَا فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَلَا يَضُرُّهُ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ۔

حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے سامنے سے گذرتے تھے ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اگر پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز تمہارے سامنے ہو تو پھر اس کے آگے سے کسی چیز کا گذرنا تمہارے لیے مضر نہیں ہے ۔

١٠١٥ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو ۔

١٠١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ كَمُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔

١٠١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز پڑھنے جاتے تو نیزہ گاڑنے کا حکم دیتے، آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا، پھر لوگوں کو جماعت کراتے، آپ سفر میں اس کا اہتمام کرتے تھے اس

فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ۔

بناء پر حکام بھی نیزہ رکھتے ہیں۔

۱۰۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْكُزُ وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ يَغْرِزُ الْعَنَزَةَ وَيُصَلِّي إِلَيْهَا نَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَهِيَ الْحَرْبَةُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نیزہ گاڑ کر اس کی طرف نماز پڑھتے۔

۱۰۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهُ وَهُوَ يُصَلِّي إِلَيْهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

۱۰۲۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا أَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى رَاحِلَتِهٖ۔ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى إِلَى بَعِيْرٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ لیتے تھے اور ایک روایت میں اونٹ کا ذکر ہے

۱۰۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ قَالَ فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْئِهٖ فَمِنْ نَائِلٍ وَنَاضِحٍ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ قَالَ فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ قَالَ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا يَقُوْلُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا يَقُوْلُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مقام ابطح میں سرخ چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، اس وقت حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس پانی کو لے لیا، کسی کو پانی مل گیا اور کسی نے اس پانی کو چھڑک لیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ (دو چادریں) پہنے ہوئے نکلے گویا میں اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا ہوں، آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال نے اذان دی میں ان کے منہ کی طرف دیکھتا رہا، وہ منہ کو دائیں بائیں کر کے حی علی الصلوٰۃ اور

لَا يُمْنَعُ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔

۱۰۲۲- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَوْنُ بْنُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ اَنَّ اَبَاهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ قَالَ وَرَاَيْتُ بِلَالًا اَخْرَجَ وَضُوْءًا فَرَاَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَاَيْتُ بِلَالًا اَخْرَجَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا فَصَلّٰى اِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَاَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَنَزَةِ۔

۱۰۲۳- حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنَا اَبُوْ عُمَيْسٍ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ سُفْيَانَ وَعُمَرَ بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ يَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ فَلَمَّا كَانَ بِالْهَاجِرَةِ خَرَجَ

حی علی الفلاح کہتے تھے پھر آپ کے لیے نیزہ گاڑ گیا اور آپ نے آگے بڑھ کر ظہر کی دو رکعات پڑھائیں (بوجہ سفر کے) آپ کے آگے سے گدھے اور کتے گزرتے رہے، لیکن آپ نے انہیں نہیں روکا پھر اس کے بعد آپ نے عصر کی دو رکعات پڑھیں، پھر آپ یونہی (چار رکعات والی نماز کی) دو رکعات پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ لوٹ آئے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بچا ہوا پانی لے کر نکلے میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو لینے کے لیے جھپٹنے لگے پھر جس کو پانی مل گیا اس نے بدن پر مل لیا اور جس کو پانی نہیں ملا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے ہاتھ تر کر لیا پھر میں نے دیکھا کہ بلال نے ایک نیزہ نکال کر گاڑا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ پہنے ہوئے اس کو سمیٹتے ہوئے نکلے اور نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعات نماز پڑھائی، اور میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور اس نیزہ کے سامنے سے گذر رہے ہیں کیونکہ امام کا سترہ پوری جماعت کا سترہ ہوتا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام مسلم نے ابوجحیفہ سے اس کی مثل ایک اور روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں یہ اضافہ ہے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) دوپہر کے وقت نکلے اور اذان دی۔

بِلَالٌ فَنَادٰی بِالصَّلٰوةِ۔

۱۰۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰی نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَى الْبَطْحَآءِ فَتَوَضَّاَ فَصَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَزَادَ فِيْهِ عَوْنٌ عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ وَكَانَ يَمُرُّ مِنْ وَّرَآئِهَا الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوپہر کو بطحاء کی طرف گئے، آپ نے وضو کیا اور ظہر اور عصر کی دو دو رکعات پڑھیں۔ آپ کے آگے نیزہ تھا جس کے پار عورتیں اور گدھے گذر رہے تھے۔

۱۰۲۵۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا نَا ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِالْاِسْنَادَيْنِ جَمِيْعًا مِثْلَهٗ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ الْحَكَمِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ،

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ لوگ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو حاصل کر رہے تھے۔

۱۰۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى اَتَانٍ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ فَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں بلوغت کے قریب تھا میں گدھی پر سوار ہو کر آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منیٰ میں جماعت کرا رہے تھے میں صف کے سامنے آ کر اترا اور گدھی کو چرنے چھوڑ دیا وہ چرنے لگی اور میں صف میں شریک ہو گیا اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

۱۰۲۷۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ اَقْبَلَ عَلٰى حِمَارٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَآئِمٌ يُصَلِّيْ بِمِنًى فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَ فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں جماعت کرا رہے تھے، حضرت ابن عباس گدھے پر سوار ہو کر آئے، گدھا بعض صفوں کے سامنے سے گذرا وہ اس سے اتر کر صف میں شامل ہو گئے۔

۱۰۲۸۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِعَرَفَةَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۰۲۹ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنًى وَلَا عَرَفَةَ وَقَالَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَوْ يَوْمَ الْفَتْحِ ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے روایت ہے اس میں نہ منیٰ کا ذکر ہے نہ عرفات کا، فتح مکہ یا حجۃ الوداع کا ذکر ہے۔

۱۰۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلْيَدْرَأْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطٰنٌ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو گذرنے نہ دے جہاں تک ہو سکے اس کو دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے (ان فی الصلوٰۃ لشغلا ۔ سے یہ حکم منسوخ ہے، سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ نَا ابْنُ هِلَالٍ يَعْنِيْ حُمَيْدًا قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَصَاحِبٌ لِّيْ نَتَذَاكَرُ حَدِيْثًا إِذْ قَالَ أَبُوْ صَالِحٍ السَّمَّانُ أَنَا أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ وَرَأَيْتُ مِنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَبِيْ سَعِيْدٍ يُصَلِّيْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ مِنْ أَبِيْ مُعَيْطٍ أَرَادَ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ فِيْ نَحْرِهٖ فَنَظَرَ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْ أَبِيْ سَعِيْدٍ فَعَادَ فَدَفَعَ فِيْ نَحْرِهٖ أَشَدَّ مِنَ الدَّفْعَةِ الْأُوْلٰى فَمَثَلَ قَائِمًا فَنَالَ مِنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ ثُمَّ زَاحَمَ النَّاسَ فَخَرَجَ فَدَخَلَ عَلٰى مَرْوَانَ فَشَكَا إِلَيْهِ مَا لَقِيَ قَالَ وَدَخَلَ أَبُوْ سَعِيْدٍ عَلٰى مَرْوَانَ فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ مَا لَكَ وَلِابْنِ أَخِيْكَ جَاءَ يَشْكُوْكَ فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِيْ نَحْرِهٖ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ ۔

ابو صالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن سترہ کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، اتنے میں ابو معیط کا ایک جوان آیا اور اس نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا، حضرت ابو سعید نے اس کے سینہ پر مارا اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کوئی اور راستہ نہ پایا وہ پھر گذرنے لگا، حضرت ابو سعید نے پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ دھکا دیا، وہ سیدھا کھڑا ہو کر ابو سعید سے لڑنے لگا، اس نے ابو سعید کو گالی دی اور لوگوں کو دھکا دیا، وہ وہاں سے گیا اور مروان سے جا کر شکایت کی، حضرت ابو سعید مروان کے پاس گئے، مروان نے کہا کہ تمہارے بھتیجے کو تم سے کیا شکایت ہے، حضرت ابو سعید نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے پھر کوئی شخص تمہارے آگے سے گذرے تو اس کے سینے پر مارے پھر بھی وہ نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

۱۰۳۲- **حَدَّثَنِیْ** هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ أَبِيْ فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ ابْنِ عُثْمَانَ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّ مَعَهُ الْقَرِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو کسی کو اپنے سامنے سے نہ گزرنے دے اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔

۱۰۳۳- **وَحَدَّثَنِيْهِ** إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا أَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۴- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِيَّ أَرْسَلَهُ إِلٰى أَبِيْ جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ أَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِيْ قَالَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِيْنَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً۔

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ زید بن خالد جہنی نے انھیں حضرت ابوجہیم انصاری کے پاس یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کے بارے میں کیا سنا ہے؟ حضرت ابوجہیم نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو نمازی کے آگے سے گزرنے کی نسبت چالیس تک کھڑے رہنا اس کے لیے بہتر ہے۔ ابوالنضر کہتے ہیں میں نہیں جانتا بسر نے چالیس دن کہا تھا چالیس ماہ یا چالیس سال۔

۱۰۳۵- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ حَيَّانَ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِيَّ أَرْسَلَ إِلٰى أَبِيْ جُهَيْمٍ الْأَنْصَارِيِّ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَذَكَرَ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

بِمَعْنٰى حَدِيْثِ مَالِكٍ ۔

۱۰۳۶ - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کے برابر جگہ رہتی تھی۔

۱۰۳۷ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ وَهُوَ ابْنُ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ كَانَ يَتَحَرّٰى مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ يُسَبِّحُ فِيهِ وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرّٰى ذٰلِكَ الْمَكَانَ وَكَانَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقِبْلَةِ قَدْرُ مَمَرِّ الشَّاةِ ۔

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع مصحف کے قریب نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس جگہ کا قصد کرتے تھے اور منبر اور قبلہ کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

۱۰۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مَكِّيٌّ قَالَ يَزِيدُ أَخْبَرَنَا قَالَ كَانَ سَلَمَةُ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا ۔

یزید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ اس ستون کے قریب جو مصحف کے پاس تھا نماز کا قصد کر رہے تھے، میں نے کہا اے ابو مسلم تم اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کا قصد کرتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس ستون کے پاس نماز کا قصد کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَإِنَّهُ يَسْتُرُهُ إِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلٰوتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ قُلْتُ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا بَالُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے ہو تو وہ سترہ کے لیے کافی ہے اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے نہ ہو تو گدھا، عورت اور سیاہ کتا اس کی نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ میں نے کہا ابوذر سیاہ کتے کی کیا تخصیص ہے؟ اگر لال یا زرد کتا ہو تو

الْكَلْبِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَصْفَرِ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ۔

پھر کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا اے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔

(چونکہ دوسری احادیث سے سترہ کے بغیر عورت کا نمازی کے آگے ہونا ثابت ہے اس لیے جمہور فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ ان چیزوں کے گذرنے سے نماز کا خضوع اور خشوع جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ نمازی ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو ورنہ وہ بھی نہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۴۰ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَيْضًا قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ أَبِي الذَّيَّالِ ح وَحَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ قَالَ نَا زِيَادٌ الْبَكَّائِيُّ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ بِإِسْنَادِ يُونُسَ كَنَحْوِ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ متعدد اسانید سے اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيدُ ابْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ وَيَقِي ذٰلِكَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت، گدھے اور کتے کے سامنے سے گذرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے اور اس سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی کے آگے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو۔

۱۰۴۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر سترہ کے اگر نمازی کے سامنے عورت ہو تو اس کی اصل نماز نہیں ٹوٹتی، صرف نماز کا خضوع خشوع جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو

یا آپ کا منع کرنا تنزیہ کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے)

۱۰۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ كُلَّهَا وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوری تہجد کی نماز ادا کرتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں لیٹی ہوتی، اور جب حضور وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔

۱۰۴۴ - وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ قُلْنَا الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ فَقَالَتْ إِنَّ الْمَرْأَةَ لَدَابَّةُ سُوْءٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَرِضَةً كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ وَهُوَ يُصَلِّي۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا چیز نماز کو توڑ دیتی ہے ہم نے کہا عورت اور گدھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا عورت برا جانور ہے؟ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنازہ کی طرح لیٹی رہتی تھی اور حضور نماز پڑھتے رہتے تھے۔

۱۰۴۵ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحَمِيرِ وَالْكِلَابِ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتَبْدُو لِيَ الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوذِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے مشابہ کر دیا۔ بخدا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے قبلہ کے درمیان چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں بیٹھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ناپسند کرتی، چارپائی کے پایوں کے پاس سے کھسک کر نکل جاتی تھی۔

۱۰۴۶ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَدَلْتُمُونَا بِالْكِلَابِ وَالْحُمُرِ لَقَدْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں چارپائی پر لیٹی

وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيرِ فَيَجِيءُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيرَ فَيُصَلِّي فَأَكْرَهُ أَنْ أَسْنَحَهُ فَأَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ السَّرِيرِ حَتَّى أَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِي۔

رہتی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور چارپائی کے درمیان میں نماز پڑھتے مجھے آپ کے سامنے سے نکلنا برا محسوس ہوتا تو میں چارپائی کے پایوں کی طرف کھسک کر لحاف سے باہر آتی۔

۱۰۴۷- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میری ٹانگیں آپ کے قبلہ کی جانب ہوتی تھیں، پس جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو میرا پیر دبا دیتے میں ٹانگیں کھینچ لیتی اور جب حضور قیام کرتے تو میں ٹانگیں پھیلا دیتی، ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

۱۰۴۸- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ جَمِيعًا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے آپ کا کپڑا مجھ سے لگ جاتا تھا۔

۱۰۴۹- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَنَا حَائِضٌ وَعَلَيَّ مِرْطٌ وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ إِلَى جَنْبِهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں حالت حیض میں آپ کے پہلو کی طرف ہوتی مجھ پر جو چادر ہوتی اس کا کچھ حصہ آپ پر بھی ہوتا۔

سترہ کی تعریف اور اس کا حکم

سترہ نمازی کے سامنے کسی چیز کی اوٹ اور آڑ بنانے کو کہتے ہیں اس کے دو فائدے ہیں ایک تو نمازی کو کہ اس کی نظر سترہ کے پار نہ جا سکے اور ایک فائدہ دوسروں کو ہے کہ انھیں نمازی کے سامنے سے گذرنے میں تکلیف نہ ہو کیونکہ نمازی کے آگے سے گذرنا سخت گناہ ہے اور جب اس کے اور نمازی کے درمیان سترہ

حائل ہوگا تو وہ سترہ کے پار گذر سکتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سترہ دو ہاتھ کا ہونا چاہیے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ سترہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ کا ہونا چاہیے اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے۔ پتھر جمع کر کے اوپر تلے بھی رکھے جا سکتے ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک خط بھی کھینچا جا سکتا ہے۔ سنن ابوداؤد میں بعض احادیث اس کی مؤید ہیں لیکن وہ ضعیف اور مضطرب ہیں اگر اونٹ، یا اونٹنی یا کوئی اور جانور آگے ہو تو جیسا کہ حدیث میں ہے اس کو بھی سترہ بنایا جا سکتا ہے، لیکن نمازی کا عبادت سے قصد محض اللہ کی عبادت ہو جانور کی تعظیم پیش نظر نہ ہو جن جانوروں کی عبادت کی جاتی ہے جیسے گائے وغیرہ ان کو سترہ نہیں بنانا چاہیے۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب امام کھلے میدان میں نماز پڑھائے تو اس کو اپنے آگے سترہ گاڑ دینا چاہیے اور سترہ کو اپنی بائیں یا دائیں جانب رکھے، (سر کی جانب نہ ہو تا کہ سترہ کو سجدہ کرنے کا وہم نہ ہو)۔

علامہ ابن ہمام نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث ذکر کی ہے:

عن المقداد بن الاسود قال ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعلہ الی حاجبہ الایمن او الایسر ولا یعمد لہ عمدا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی لکڑی، ستون یا درخت، کی طرف منہ کر کے جب بھی نماز پڑھتے تو اس کو اپنی دائیں یا بائیں جانب کر لیتے اور ان چیزوں کا کبھی قصد نہیں کرتے۔

صاحب ہدایہ علامہ ابو الحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے بیان کیا ہے کہ خط کھینچنا سترہ نہیں ہے لیکن علامہ ابن ہمام شارح ہدایہ متوفی ۸۶۱ھ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے:-

اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجہہ شیئا وان لم یجد فلینصب عصا وان لم یکن عصا فلیخط خطا ولا یضرہ ما مر امامہ۔

(ابوداؤد)

جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے اور اگر اور کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھ لے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گذرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ جب سترہ بنانے کے لیے اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہیے اور حدیث کی اتباع کرنا بہر حال اولیٰ ہے۔[1] یہ حدیث اگرچہ ضعیف اور مضطرب ہے لیکن اس پر عمل کیا جا سکتا ہے کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلے سے گذرنے والا گذر سکتا ہے؟ شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خاں نے کہا اس کے سجدہ کی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے (اس سے آگے سے

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بلاکراہت گزر سکتا ہے) فخر الاسلام نے کہا جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (یعنی قیام میں اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) تو جہاں تک اس کی نظر جا سکتی ہے اس جگہ سے گذرنا مکروہ ہے (اس کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے) بعض فقہاء نے اس فاصلہ کی مقدار دو یا تین صفیں مقرر کی اور بعض نے ڈیڑھ (انگریزی) گز، بعض نے ڈھائی گز اور بعض نے پچیس گز، اور بعض نے بیس گز، یہ حکم صحرا میں ہے اور مسجد کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ نمازی اور مسجد کے قبلہ کی دیوار کے درمیان سے گذرنا مکروہ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ پچیس گز کے بعد گذر سکتا ہے۔ [1]

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

صحرا میں اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے (بغیر سترہ) کے گذرنا مکروہ ہے، یہی زیادہ صحیح قول ہے (اور سجدہ گاہ کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے) اور مسجد صغیر میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان سے گذرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے شمس الائمہ سرخسی، قاضی خاں اور صاحب ہدایہ کے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے، اور اسی کو صاحب محیط اور زیلعی نے مستحسن قرار دیا ہے، اور اس کے مقابلہ میں امام تمرتاشی، صاحب البدائع، فخر الاسلام، صاحب نہایہ اور علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو گذرنے والا اتنے فاصلہ سے بلاکراہت گذر سکتا ہے، جتنے فاصلہ سے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو گذرنے والا نظر نہ آئے، یہ حکم صحرا اور مسجد کبیر کے لیے ہے اور گھر میں اگر نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے سامنے سے گذرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ [3]

پھر علامہ شامی لکھتے ہیں:

مسجد صغير هو اقل من ستين ذراعا و قيل من اربعين وهو المختار ۔ [4]	مسجد صغیر جو ساٹھ ذراع (تیس انگریزی گز) سے کم ہو، اور ایک قول یہ ہے جو چالیس ذراع (بیس انگریزی گز) سے کم ہو۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ جس مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے کم ہو وہ مسجد صغیر ہے اس میں اگر نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے آگے سے گذرنا مطلقاً ——

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایۃ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، " " "

[4] " " " " ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، " " "

مکروہ ہے اور اگر مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے زیادہ ہو تو نمازی کی سجدہ گاہ سے دو یا تین صف کے فاصلہ سے بغیر سترہ کے بھی گذرنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اگر نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (بایں طور کہ اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) تو اس کو اتنے فاصلہ سے گذرنے والا نظر نہیں آئے گا۔ آج کل شہر کی مساجد عموماً تیس گز سے بڑی ہوتی ہیں اس لیے ان میں نمازی کے آگے سے دو صفوں کے بعد گزرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کیا ہے، اہل علم کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضلات کی طہارت کا بیان

حدیث نمبر ۱۰۴۲ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ جھپٹ پڑتے تھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اس کی تائید بخاری شریف میں ہے:

ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ و اذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۹)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقعہ پر) میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غور سے دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی ناک صاف کرتے تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ آگے بڑھا کر اس رینٹ کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔ حضور جب کوئی حکم دیتے تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے اور جب آپ وضوء کرتے تو آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لیے صحابہ اس طرح جھپٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگے ہوئے پانی یا آپ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ کرام اپنے جسم سے ملنے کے لیے اس قدر بیتاب رہتے تھے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے، اس سے ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ دوسری طرف یہ پتا چلتا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرما دیتے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناک بھی صاف کرتے تو اس رینٹ کو کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتا۔

رینٹ طبعاً مکروہ اور گھناؤنی ہوتی ہے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی عام آدمیوں کی طرح ہوتے اور آپ کی رینٹ عام آدمیوں کی طرح ہوتی تو کیوں صحابہ اس کے حصول کے لیے اس قدر بے تاب ہوتے اور جب وہ رینٹ برف سے زیادہ شفاف ہو، مشک وعنبر سے بہتر خوشبودار ہو شہد سے زیادہ میٹھی تو کون بدبخت ہوگا جو اس کے حصول کی خواہش نہ رکھتا ہوگا۔

رینٹ تو دور کی بات ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک بھی طیب وطاہر تھا، صحابہ کرام اس کو پی لیتے، اگر کوئی شخص پچھنے لگا کر علاج کی خاطر آپ کی رگ کاٹتا تو آپ کا جو خون نکلتا اس کو پی لیتا۔ امت کے حق میں آپ کے تمام فضلات کریہ طاہر ہیں۔

علامہ سیوطی مسند ابو یعلیٰ، حاکم، دارقطنی اور ابو نعیم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن ام ایمن قالت قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فخارۃ فی جانب البیت فبال فیہا فقمت من اللیل وانا عطشٰنۃ فشربت ما بینہا فلما اصبح اخبرتہ فضحك وقال انك لن تشتکی بطنك بعد یومك ھذا ابدًا۔[1]

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کو اٹھ کر گھر کی ایک جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس پیشاب کو پی لیا، صبح میں نے حضور کو بتلایا آپ ہنسے اور فرمایا آج کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

فضلاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام طاھرۃ کما جزم بہ البغوی وغیرہ وھو المعتمد لان ام ایمن برکۃ الحبشیۃ شربت بولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لن یلج النار بطنك صححہ الدار قطنی وقال ابو جعفر الترمذی دم النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاھر لان ابا طیبۃ شربہ وفعل مثل ذلك ابن الزبیر وھو غلام حین اعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دم حجامتہ لیدفنہ فشربہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خالط دمہ دمی لم تمسہ النار

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات طاہر ہیں، جس طرح بغوی اور ان کے علاوہ علماء نے بیان کیا ہے اور یہی بات صحیح ہے، کیونکہ ام ایمن برکہ حبشیہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو حضور نے ان سے فرمایا تمہارا پیٹ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا، اس حدیث کو دارقطنی نے صحیح قرار دیا ہے اور ابو جعفر ترمذی نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خون پاک ہے کیونکہ ابو طیبہ نے اس کو پیا

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۷۷، طبع مصر

وهذه الاحاديث مذكورة في كتب الحديث الصحيحة وذكرها فقهاءنا وتبعهم الشافعية كالشربيني في شرح الغاية وفقهاء مالكية والحنابلة فكانت كالمجمع عليه فحيث ثبت ان فضلاته عليه الصلاة والسلام تنجي من النار فكيف من ربي من دمها ولحمها وربي من بطنها ومن كان من اصل خلقته الشريفة يدخل النار۔ [1]

اور جب حضور نے اپنی رگ سے نکلوایا ہوا خون ابن زبیر کو دفن کرنے کے لیے دیا تو انہوں نے اس کو پی لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے خون کے ساتھ میرا خون مل جائے گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ روایات احادیث کی کتب میں موجود ہیں اور ان کو ہمارے فقہاء نے ذکر کیا ہے، اور شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات سے جہنم سے نجات ملتی ہے تو (آپ کی والدہ) جن کے خون اور گوشت سے آپ کی پرورش ہوئی اور جن کے پیٹ میں آپ رہے اور آپ کے تمام آباء و اجداد جو آپ کی خلقت کی اصل ہیں وہ کیسے جہنم میں جائیں گے!

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

وقد تكاثرت الادلة على طهارة فضلاته وعد الائمة ذلك من خصائصه۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس بات کو حضور کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

اور علامہ بدر الدین حنفی حضور کے وضو والے پانی سے تبرک کی بحث میں فرماتے ہیں:

الماء الذي يتقاطر من اعضائه الشريفة فابو حنيفة ينكر هذا ويقول نجاسته ذلك لحاشاه وكيف يقول ذلك وهو يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته۔ [3]

(باوجود اس بات کے کہ امام ابو حنیفہ مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں) جو پانی حضور کے جسم سے ٹپک کر گرتا ہے اس کو وہ نجس نہیں کہتے وہ اس قول سے بالکل بری ہیں اور وہ اس پانی کی نجاست کا قول کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۵، طبع مصر

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۳، (طبع مصر)۔

[3] علامہ بدر الدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

دیتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ومن ثم اختار کثیر من اصحابنا طهارة فضلاته علیه السلام۔[1]

اور اس وجہ سے ہمارے کثیر علماء نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ تمام علماء اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ عام بشری غلاظتوں سے پاک، صاف، منزہ اور طیب وطاہر ہے، حضور کے فضلات ایسے خوشبودار اور خوش ذائقہ ہوتے تھے کہ جس صحابی کو موقعہ ملتا وہ ان فضلات کو حاصل کر لیتا اور ان فضلات کی برکت سے دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کرتا، علامہ شامی نے جس طرح نبی علیہ السلام کے خون کی مس سے حضور کے تمام آباؤ اجداد کا جہنم سے نجات یافتہ ہونا ثابت کیا ہے، اس پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قیامت تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسل جو حضور کے خون سے ہے ان شاء اللہ وہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گی۔

حلہ کا معنی اور سرخ رنگ کے لباس کا جواز

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔

حلہ ایک قسم کی دو چادروں کو کہتے ہیں ایک باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں، اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔ اسی طرح بخاری شریف، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی سرخ رنگ کے لباس کی تصریح موجود ہے۔ ان احادیث سے مردوں کے لیے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض احادیث سے سرخ رنگ کی چادروں کی کراہت بھی ثابت ہے، حدیث شریف میں ہے:

عن عبد الله بن عمرو قال مر علی النبی صلی الله علیه وسلم رجل علیه ثوبان احمران فسلم علیه فلم یرد علیه النبی صلی الله علیه وسلم۔

(ابوداؤد ص ۵۶۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گذرا اور اس نے دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس نے سلام کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

ایک اور حدیث ہے:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم علی معصفرة

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بعصفر موردًا فقال ما هذا؟ فانطلقت فاحرقته فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صنعت بثوبک فقلت احرقته قال افلا کسوته بعض اهلک۔

(ابوداؤد ص ۵۶۲)

نے مجھے گلابی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا یہ کیسا لباس ہے، میں نے جاکر ان کپڑوں کو جلا دیا پھر جب میں حضور کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا ان کپڑوں کا کیا کیا، میں نے عرض کیا میں نے انھیں جلا دیا، آپ نے فرمایا تم نے وہ کپڑے اپنی عورتوں کو کیوں نہ پہنا دیے۔

ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے۔ سرخ لباس پہننا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے کیونکہ حضور نے اس لباس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے منع نہیں کیا، علاوہ ازیں یہ سنن کی احادیث ہیں اور صحیح کی احادیث سے خود حضور کا سرخ لباس پہننا ثابت ہے اس لیے علامہ شامی نے سرخ لباس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے[1] اور آپ کا سرخ لباس پہننا بیان جواز پر محمول ہے۔ سرخ رنگ کے لباس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت

حدیث نمبر ۱۰۴۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ نمازی کے سامنے کتے، گدھے اور عورت کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اور حدیث نمبر ۱۰۴۶ میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا!۔

حالانکہ بالخصوص حضرت عائشہ کا کتوں اور گدھوں کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا تھا، پھر بھی حضرت عائشہ کو اس سے ایذا پہنچی اور انھوں نے اس کو اپنی توہین سمجھا تو شیخ اسماعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ملفوظ میں نماز میں جناب رسالت مآب کے خیال آنے کو اپنے بیل اور گدھے کے خیال سے زیادہ برا لکھا ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اذیت پہنچی ہوگی! اور یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس درجہ توہین ہے!۔

شیخ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است[2]

زنا کے خیال سے اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۳۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

ہیں استغراق سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

بَابُ ١٨٦ الصَّلٰوةِ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَّصِفَةِ لُبْسِهٖ

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے لباس کی صفت کا بیان

١٠٥٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

١٠٥١- حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

١٠٥٢- حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرٌو نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَادٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُصَلِّيْ اَحَدُنَا فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے باآواز بلند پوچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

١٠٥٣- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصَلِّيْ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑا پہن کر اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے شانوں پہ کچھ کپڑا نہ ہو۔

١٠٥٤- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت ام سلمہ مکان میں اس طرح ایک کپڑا لپیٹے ہوئے نماز

فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ ۔

پڑھ رہے تھے کہ اس کے دونوں کنارے آپ کے کندھوں پر تھے ۔

۱۰۵۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ بِهٰذَا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مُتَوَشِّحًا وَلَمْ يَقُلْ مُشْتَمِلًا ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس کی مثل روایت مذکور ہے مگر اس میں توشح کا بھی ذکر ہے (توشح کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے کا جو کنارہ دائیں شانہ پر ہو اسے بائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جائے اور جو بائیں شانہ پر ہو اسے دائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جائے پھر دونوں کناروں کو ملا کر سینہ پر باندھ لے)۔

۱۰۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ ۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین ام سلمہ کے مکان میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا آپ نے اس کپڑے کے دونوں کناروں میں تبدیلی کر رکھی تھی ۔

۱۰۵۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَا نَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ زَادَ يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ ۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس کو پہنا ہوا تھا اور دونوں طرفوں میں مخالفت کی ہوئی تھی۔

۱۰۵۸ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑا میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آپ نے توشح کیا ہوا تھا۔

۱۰۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ جَمِيعًا بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ

امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ روایت کئی سندوں سے منقول ہے۔ ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

۱۰۶۰- حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا ابْنُ وَہْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا الزُّبَیْرِ الْمَکِّیَّ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ رَاٰی جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِہٖ عِنْدَہٗ ثِیَابُہٗ وَقَالَ جَابِرٌ اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ۔

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان کے پاس اور کپڑے موجود تھے، حضرت جابر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰۶۱- حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرٰہِیْمَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِیْ عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ اَنَّہٗ دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلٰی حَصِیْرٍ یَسْجُدُ عَلَیْہِ قَالَ وَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِہٖ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں، اور اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور میں نے آپ کو ایک کپڑے میں توشح کیے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۰۶۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ ح وَحَدَّثَنِیْہِ سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْہِرٍ کِلَاھُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ کُرَیْبٍ وَاضِعًا طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّسُوَیْدٍ مُتَوَشِّحًا بِہٖ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ روایت اور بھی کئی اسانید سے منقول ہے ابوکریب کی روایت میں ہے کہ آپ نے کپڑے کی دونوں طرفیں اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھیں اور ابوبکر اور سوید کی روایت میں توشح کا ذکر ہے۔

عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

نماز کی حالت میں ستر عورت فرض ہے، مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر تمام جسم ہے، صرف چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا استثناء ہے۔ مجبوری کی حالت میں ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو قمیص، شلوار اور عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے، غیر مقلدین حضرات اس باب کی احادیث سے ننگے سر نماز پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ وہ صرف سر کھلا رکھتے ہیں، قمیص، شلوار، شیروانی وغیرہ سب پہنتے ہیں، صرف سر ڈھانپنے کے لیے وہ حضرت جابر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انھوں نے باوجود اور کپڑوں کے صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی، نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس وضع اور ہیئت میں ہم دنیا دار معزز لوگوں کے

سامنے جانا خلافِ ادب گردانتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اس ہیئت میں کھڑے ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپنے کی وسعت دی ہے تو ہمیں اس وسعت کو اختیار کرنا چاہیے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ۔[1]

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص تہبند اور عمامہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال اذا وسع اللہ فاوسعوا۔[2]

جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا صلی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللہ عزوجل احق ان یزین لہ۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے۔

عن نافع قال رآنی ابن عمر وانا اصلی فی ثوب واحد فقال لہ الم اکسک قلت بلی قال فلو بعثتک کنت تذھب ھکذا قلت لا قال فاللہ احق ان تزین لہ۔[4]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا کیا میں نے تم کو اور کپڑے نہیں پہنائے، میں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا اگر میں تم کو کسی جگہ بھیجوں تو کیا تم اسی حالت میں چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، انھوں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے مزین ہوا جائے۔

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۱۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶۔ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں :

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن خالہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الشتاء فوجدتھم یصلون فی البرانس والاکسیۃ وایدیھم فیھا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون۔[1]

کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سردیوں میں حاضر ہوا وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ والقلنسوۃ ویداہ فی کمہ[2]

حسن بصری کہتے ہیں کہ (گرمی کی وجہ سے) لوگ (یعنی صحابہ اور تابعین) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے، (یعنی پیشانی عمامہ کے پیچ اور ٹوپی سے ڈھکی ہوئی ہوتی تھی) اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

وضع ابو اسحاق قلنسوتہ فی الصلوٰۃ ورفعھا۔[3]

ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اونچا کیا۔

امام شعرانی لکھتے ہیں :

وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامر بستر الراس فی الصلوٰۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الراس فی الصلوٰۃ۔[4]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

علامہ سیوطی حافظ ابن عساکر اور حافظ رویانی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم ویلبس العمائم بغیر قلانس الحدیث۔[5]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی عمامہ کے نیچے پہنتے تھے، اور ٹوپی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے پہنتے تھے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ، مجمع الزوائد ج ٢ ص ٥١، مطبوعہ دار الکتاب العربی ١٤٠٢ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ، صحیح بخاری ج ١ ص ٥٦، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ١٣٨١ھ

[3] " " " " ، صحیح بخاری ج ١ ص ١٥٩، " " " " "

[4] علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ٩٧٣ھ، کشف الغمہ، ج ١ ص ٨٠، مطبوعہ مصر

[5] حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ، الجامع الصغیر ج ١ ص ٣٩٤، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا تھا، اس لیے جب انسان کے پاس عمامہ یا ٹوپی کی وسعت ہو تو وہ ننگے سر نماز نہ پڑھے، عمامہ باندھ کر یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھے۔

حرف آخر

۱۶/شعبان ۱۴۱۳ھ/۱۰ فروری ۱۹۹۳ء کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد اول کو از سر نو لکھنا شروع کیا تھا اور ۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ/۱۷ فروری ۱۹۹۴ء کو یہ ختم ہوگئی۔

مارچ ۱۹۸۶ء میں شرح صحیح مسلم کی تصنیف کا یہ سفر شروع ہوا تھا اور فروری ۱۹۹۴ء میں سات جلدیں مکمل ہونے کے بعد یہ سفر کامیابی کی منزل کو پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے کمزور اور بیمار شخص کے ہاتھوں اتنا عظیم کام مکمل کرا دیا، جب میں کراچی آنے سے پہلے اپنے ماضی کے ان سالوں کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں، جب میری کمر میں شدید درد رہتا تھا، اور اس کی وجہ سے میرے دماغ پر شدید دباؤ تھا، میں کسی سے بات نہیں کرتا تھا، لوگ میرے پاس کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہتے اور میں ان کو خاموشی سے دیکھتا رہتا تھا، کوئی طالب علم میرے پاس فقہ کی کوئی کتاب لے کر اس کی کوئی عبارت سمجھنے کے لیے آتا تو میں کتاب دیکھ کر اسے یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا، اس کی وجہ یہ تھی کہ کمر کی تکلیف کی وجہ سے میرے ذہن پر شدید دباؤ تھا، کہاں میری یہ حالت تھی اور کہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ میں نے سات ضخیم اور مبسوط جلدوں پر مشتمل شرح صحیح مسلم لکھ ڈالی جس میں تقریباً آٹھ ہزار صفحات ہیں، جب میں لاہور سے کراچی آرہا تھا تو میرے ایک دوست مولانا حافظ محمد گولڑوی نے کہا کراچی جانے کے بعد "مقالات سعیدی" کی طرز کی کوئی کتاب آنی چاہیے اللہ تعالیٰ کا ان گنت شکر ہے کہ کراچی آنے کے بعد "مقالات سعیدی" کی بہ نسبت کہیں زیادہ عظیم کام، اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں مکمل کرا دیا، یہ سب اس قادر قیوم اور کریم و رحیم کا فضل اور احسان ہے اور اسی کا انعام و اکرام ہے، یہ میرا کارنامہ نہیں ہے، اس میں میرا کچھ دخل نہیں ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اور اب ان شاء اللہ میں دو تین روز بعد "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا شروع کروں گا، اور شب کے اس آخری حصہ میں جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آسمان دنیا پر متوجہ ہوتا ہے اور سائلین کو مانگنے کے لیے ندا کرتا ہے اور خصوصیت سے دعائیں قبول فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے بار الٰہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمانا، اس کو تا قیام قیامت باقی رکھنا اور اس کو تمام مسلمانوں کے لیے اثر آفرین بنانا، اور میرے لیے اس کو صدقہ جاریہ کرنا، اور بس

طرح مجھے حدیث شریف کی خدمت کی سعادت عطا کی ہے اسی طرح مجھے قرآن مجید کی خدمت کی کرامت سے بھی سرفراز کرنا، اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے حق لکھنے اور باطل سے اجتناب کی ہمت عطا فرمانا اور اس ترجمہ اور تفسیر کو بھی اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور کرنا اور اس کو قبول عام عطا فرمانا۔

اے بارِ الٰہ! اس کتاب کے مصنف، اس کے کاتب اور مصحح، اس کے ناشرین اور معاونین اور اس کے قارئین، مصنف کے والدین، اس کے اساتذہ اور مشائخ، اس کے تلامذہ اور احباب اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلاء اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور راحت اور جنت الفردوس عطا فرما! آمین یا رب العلمین بحرمة حبیبک سید العلمین، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء المجتہدین اجمعین۔

◆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل ۸۹)

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل اور عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد
شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی عم فیوضہ کی ایک اور فکر انگیز اور علمی تصنیف
قرآن مجید کی تفسیر بہ نام

تبیان القرآن

اہل علم اور اربابِ ذوق کی تسکین کے لیے اِن شاء اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے

چند خصوصیات

- ★ قرآن مجید کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآن کریم کی تشریح ،
- ★ احادیث ، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح ،
- ★ قرآن مجید کی آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ، جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط ،
- ★ عقائد اسلامیہ میں عقائد اہل سنت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح ،
- ★ مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل ، مجتہدین کی آرا پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی ،
- ★ مشکلاتِ اعرابِ قرآن کا حل ، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہبِ باطلہ کا مہذب رد ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی مدتوں سے اہلِ ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جس کی ضرورت ، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی ۔

پیش کش : فرید بک سٹال
۳۸ - اردو بازار ، لاہور